قسط نمبر 1

''نکل جاؤ میرے گھر سے ابھی اور اسی وقت، جہنم بنا کر رکھ دیا ہے تم کو نے میری زندگی کو۔'' لاؤنج میں اس پل ایسی گھمبیر اور جامد خاموشی چھا گئی جیسے وہاں کسی ذی روح کا نام ونشان تک نہ تھا، اس کے لبوں پر جامد چپ کا قفل لگا ہوا تھا، جبکہ آنکھوں میں ڈھیروں حیرت واستجاب کے ساتھ ساتھ بے یقینی ہلکورے لے رہی تھی۔

''اب تک کی زندگی میں نے تمہارے ساتھ رہ کر ضائع کر دی، پیچھے مڑ کر دیکھتا ہوں تو کوئی خوشی محسوس نہیں ہوتی۔'' وہ سفا کی سے بولا۔

''جو خوشی اور سکون تم اتنے سالوں میں نہ دے سکی وہ اس نے چند مہینوں میں دے دیا۔'' اس نے سنجیدگی سے اپنے ساتھ کھڑی لڑکی کی طرف اشارہ کیا، جس کے چہرے پر اس کی بات سے ایک مغرور سا تاثر ابھرا تھا، وہ اس کی بیٹی سے شاید چند برس ہی بڑی ہوگی۔

''کون سی خوشی میں نے اس شخص سے چھینی ہے۔'' خاموشی سے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ اسی نہج پر سوچے جا رہی تھی، وہ کیا ہو چکی ہے، اس کی باتوں سے اس کے دل پر کیا گزرتی ہے، اس بات سے یکسر انجان وہ اس کے دل کی دنیا کو تہ وبالا کر رہا تھا، اس کے وجود کو مٹی میں ملا رہا تھا۔

''میرے لئے تمہیں اس گھر میں رکھنا اب ممکن نہیں رہا، اس لئے تم۔۔۔'' بات کو دانستہ ادھورا چھوڑ کر اس نے اپنے پہلو میں کھڑی لڑکی کو دیکھا اور نرمی سے مسکرا دیا، جواباً اس نے بھی ایک مغرور مسکراہٹ اس کی سمت اچھالی، اس لڑکی کی آنکھوں میں مسرت کے جگنو ٹمٹما رہے تھے۔ جبکہ ان دیکھے طوفان اسے اپنے تنکا تنکا جوڑے آشیانے کی طرف بڑھتے ہوئے محسوس ہوئے، رگ وپے میں شدید اذیت کا احساس ابھر رہا تھا سامنے کھڑے شخص کو کھونے کا احساس ہر احساس پر حاوی ہو رہا تھا، جن راستوں پر اک عمر چلی تھی وہاں سے واپس پلٹنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی تھا۔

''آپ کس بات پر اتنا ناراض ہیں، یہ تو بتا دیں۔۔'' سر جھکائے، آواز کو پست رکھتے ہوئے دھیمے مگر شائستہ لہجے میں بولی۔

کوئی ایک غلطی ہو تمہاری تو بتاؤں ۔۔تم میرے لئے ایک مصیبت بن کر آئی تھی اس گھر میں، ایک دن بھی چین اور سکون سے نہیں گزرا، جاؤ اب چلی جاؤ میری زندگی سے یہ دیکھو میں ہاتھ جوڑتا ہوں۔'' وہ باقاعدہ ہاتھ جوڑے کھڑا تھا، چھن سے کچھ اس کے اندر ٹوٹا تھا، اس نے آہستگی سے سر اوپر اٹھا کر اس شخص کو دیکھا تھا جس کے چہرے نفرت، بیزاری اور آنکھوں میں بھرپور اجنبیت تھی،

ایک زہر آلود مسکراہٹ اس کے لبوں پر ابھر کر فوراً معدوم ہو گئی۔

وہ قدم آگے آئی اور اس کے ہاتھ پکڑنے لگی کہ وہ اس کے بڑھے ہوئے ہاتھوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹا، اس کے پہلو میں کھڑی لڑکی استہزائیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''مجھے اب تمہاری ضرورت نہیں رہی، اس لئے میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔'' اس کے منہ سے یہ لفظ سن کر وہ دنگ رہ گئی تھی، کپکپاتے وجود کو گھسیٹتے ہوئے وہ بمشکل آگے بڑھی اور اسکی مرد کے قدموں میں گر پڑی، سر پر اوڑھی سیاہ چادر سرک گئی تھی اس مرد نے نفرت اور حقارت سے اس کے بالوں میں جھانکتی چاندی کی تاروں کو دیکھا تھا۔

''یہ نہ کریں۔۔۔ پلیز۔۔'' الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر اس کے منہ سے ادا ہونے لگے، وہ مشکل سے اتنا ہی بول پائی، اس کی قوت گویائی شاید سلب ہو کر رہ گئی تھی، اس کے پیروں کو تھامے رحم کی بھیک مانگ رہی تھی مگر اس کی منت سماجت کا اس مرد پر خاطر خواہ اثر نہ ہوا اپنے پیروں کو اس کی گرفت سے آزاد کروا کر وہ اس سے ڈیڑھ گز کے فاصلے پر جا کھڑا ہوا دونوں ہاتھ زمین پر جمائے سر کو اوپر اٹھائے بے بسی سے اس بے رحم و بے وفا شخص کو دیکھ رہی تھی۔

''ہم لوگ پارٹی میں جا رہے ہیں، ہماری واپسی تک تم یہاں نظر نہ آؤ، کیونکہ میرا تم سے ہر تعلق ختم ہو گیا ہے۔'' اتنا کہہ کر وہ اندر چلا گیا۔

کچھ ہی دیر میں ان کی واپسی ہوئی تو ہاتھ میں خاکی رنگ کا ایک لفافہ تھام رکھا تھا، جسے لا کر اس نے سینٹرل ٹیبل پر رکھ دیا تھا، وہ سب کام کسی معمول کی طرح کر رہا تھا۔

''اب چلیں، ہمیں دیر ہو رہی ہے۔'' اس سارے عرصے میں خاموش کھڑی وہ لڑکی رعونت سے بولی تھی، اس مرد کے لبوں پر دبی دبی مسکراہٹ بکھری تھی، اپنی چوڑی ہتھیلی اس کے سامنے پھیلائی جسے تھامنے میں اس نے ایک پل بھی ضائع نہیں کیا تھا، سر کو ہلکی سی جنبش دے کر وہ اس سے چلنے کے متعلق اجازت مانگ رہا تھا۔ شوخ مسکان چہرے پر سجائے اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا، اس پر ایک نگاہ غلط انداز بھی ڈالنا گوارہ نہ کرتے ہوئے اس لڑکی کا ہاتھ تھام کر باہر نکل گیا، اس کا ہر اٹھتا قدم اسے اپنے دل پر پڑتا محسوس ہو رہا تھا، دکھ، ملال، تاسف، پچھتاوا یا کھو دینے کا احساس، کچھ بھی تو نہ تھا اس شخص کے چہرے پر، وہ تو بہت مطمئن اور شادمان تھا جیسے کسی بڑے بوجھ سے آزاد ہو گیا تھا۔

عمر بھر کی ریاست، مان، محبت، وفا، خدمت اور اطاعت و فرمانبرداری کا صلہ سامنے میز پر پڑا تھا، لرزتے ہاتھوں سے اس نے لفافہ چاک کیا تھا، ذہن میں آتی سوچوں کو فی الفور جھٹکتے ہوئے وہ سہمے ہوئے انداز میں ہاتھ میں تھامے کاغذ کے ٹکڑوں کو دیکھ رہی تھی۔

''مجھے اب تمہاری ضرورت نہیں رہی۔۔'' گمبھیر آواز ان لفظوں کے پیراہن لئے ہوئے اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تو ایکدم

ایسا لگا جیسے وہ کیا تپتے صحرا میں ننگے پاؤں کھڑی ہے، جہاں ہر طرف ببول اُگے ہوئے ہیں، اس کا احساس زیاں لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہا تھا، جبکہ آنکھوں کے جام لبالب نمکین پانیوں سے بھر گئے تھے، اس نے زخمی نظروں سے گھر کے در و دیوار کو دیکھا تھا جن سے وحشت اور حسرت ٹپک رہی تھی۔

مطلع صبح سے ابر آلود تھا، ٹھنڈی اور شوخ ہوائیں اٹھکیلیاں کر رہی تھیں، اس نے کاغذ کے وہ ٹکڑے واپس میز پر رکھ دیے تھے، جو ہوا کے زور سے اب کمرے میں اڑتے پھر رہے تھے۔

''یہ گھر میرا ہے، مجھے یہاں سے کوئی نہیں نکال سکتا۔'' وہ ہذیانی انداز سے چلائی تھی، اس کی ٹانگوں نے اس کا بوجھ سہارنے سے انکار کر دیا تھا، بمشکل خود کو گھسیٹتی ہوئی وہ اپنے بیڈ روم تک آئی تھی، سامنے دیوار پر اس کی شادی کی انلارج تصویر لگی ہوئی تھی، جس میں اس کے ساتھ وہ مرد بھی کھڑا ہوا تھا تصویر پر نظر پڑتے ہی اس کے دل پر گھونسا پڑا تھا، کب سے بے چین آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر رخساروں پر بہہ نکلے تھے۔

وہ کمرے کی ایک ایک چیز کو چھو کر دیکھ رہی تھی فرنیچر کو اپنی چادر سے صاف کر رہی تھی، آخر میں وہ اس تصویر کی جانب آئی تھی، احتیاط سے اسے اتار کر اپنی شال سے صاف کرنے لگی۔

''اس تصویر کو میں اپنے بیڈ روم کی سامنے والی دیوار پر لگاؤں گا، تاکہ ہر صبح جب میری آنکھ کھلے تو سب سے پہلے جو منظر میں دیکھوں، اس میں تم میرے ساتھ ہو۔ اس کے کانوں میں ایک میٹھی سرگوشی ابھری، ڈبڈبائی آنکھوں سے اس نے اردگرد دیکھا، وہاں اس کے سوا کوئی نہ تھا، تیز ہوا سے کھڑکی زور سے بجی، اس کے ہاتھ کپکپائے اور تصویر گر کر ٹوٹ گئی، تاسف سے سر ہلاتے ہوئے نیچے بیٹھ کر وہ کانچ کے ٹکڑے اکٹھے کرنے لگی کہ بے خیالی میں ایک شیشہ اس کی انگشت شہادت میں چبھ گیا اور خون تیزی سے بہنے لگا، خون دیکھ کر وہ خوفزدہ ہو گئی اور اٹھ کر تیزی سے باہر کی جانب بڑھی گیٹ پر پہنچ کر اس نے مڑ کر ایک حسرت بھری نظر اس شان سے کھڑے پرشکوہ، بنگلے پر ڈالی اور ایک ٹھنڈی سانس فضا کے سپرد کرتے ہوئے دہلیز پار کر گئی۔

چلو کہہ رہے ہو تو

میں واپس لوٹ جاتی ہوں

تمہیں منزل مبارک ہو

نیا ساتھی مبارک ہو

مگر اے ہمدم دیرینہ!

مجھے اتنا تو بتلا دو

http://kitaabghar.com

کہ واپس کس طرف جاؤں؟

کہاں سے ساتھ لائے تھے

مجھے اتنا تو سمجھا دو

اگر ایسا نہیں ممکن

تو مجھ کو اس طرح توڑ دو

کہ میں یکسر بھول جاؤں

بھٹکنے سے تو بہتر ہے۔

تمہارے پاس مر جاؤں۔

☆.....☆.....☆

''عروبہ!'' وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھ رہی تھی جب اپنے عقب میں آواز سن کر اسے رک جانا پڑا، دایاں پاؤں سیڑھی پر جمائے، بایاں پاؤں اوپر اٹھانے ریلنگ کو تھامے وہ گردن گھما کر انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی، اس سے بات کرتے ہوئے ہمیشہ ان کے اثرات سخت اور لہجہ نفرت آمیز ہوتا تھا، مگر اس وقت وہ سخت غصے میں دکھائی دے رہی تھیں۔

''کیا آپ یہاں تشریف لا سکتی ہیں تاکہ میں آپ سے بات کر سکوں۔'' ہمیشہ کی طرح طنز کا نشتر چھوڑتے ہوئے گفتگو کا آغاز کیا تھا، اس نے ایک ٹھنڈی سانس فضا کے سپرد کرتے ہوئے ایک خاموش نظر لاتعلق نظر آتے بابا پر ڈالی اور چلتے ہوئے ان کے سامنے آ رکی، وہ نہیں جانتی تھی کہ اب کون سی خطا اس سے سرزد ہو گئی تھی اور کون سی دفعہ لگنے والی تھی۔

''پہلی بات تو یہ۔۔۔'' ان کی نفرت بھری سخت آواز فضا میں بلند ہوئی تو اسے اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا، گویا عدالت لگ چکی تھی اور وہ بغیر کسی وکیل اور گواہ کے تن تنہا کھڑی اپنا جرم سننے کی منتظر تھی۔

"چلو مجھے تو چھوڑو میں تمہاری کیا لگتی ہوں مگر اس وقت یہاں میرے علاوہ تمہارے بابا اور عیسیٰ احمد بھی بیٹھے ہیں۔ کم از کم انہیں ہی سلام کر دو جیسے آئی ہو ویسے ہی منہ اٹھا کر اوپر جا رہی ہو۔'' ان کے انداز گفتگو پر اس نے جز بز ہو کر سامنے صوفے پر بیٹھے اجنبی کو دیکھا تھا جو خاموشی سے اس کا جائزہ لے رہا تھا، اس سے نظریں ملتے ہی وہ نرمی سے مسکرا دیا، جبکہ اس نے گھبرا کر زاویہ نظر بدل دیا۔

''میں نے سلام کیا تھا۔'' سر جھکائے وہ آہستگی سے بولی۔

''اچھا! تو میں کیا جھوٹ بول رہی ہوں؟'' وہ غصے سے کاٹ دار لہجے میں بولیں تو اس نے جلدی سے سر اوپر اٹھایا۔

''نہیں ماما۔۔۔ میرا یہ مطلب۔۔۔''

''بحث ختم کرو اور یہ بتاؤ کے ٹائم کیا ہوا ہے؟ درشتی سے اس کی بات کاٹ کر بولیں تو اس نے ناسمجھی کے عالم میں الجھے ہوئے کلائی پر بندھی گھڑی کے ڈائل کو دائیں ہاتھ سے پکڑا اور وقت دیکھنے لگی۔

''سوا تین'' اس نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔

''کالج میں چھٹی ہوتی ہے دو بجے اور تم گھر آ رہی ہو سوا تین، ڈرائیور بھی تمہیں لینے گیا تھا اور واپس آ کر کہہ رہا تھا کہ تم کالج میں نہیں ہو کہاں تھی؟ ان کے لہجے کی سختی لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہی تھی۔

''بک فیئر لگا ہوا تھا، میں وہیں چلی گئی، دراصل آج آخری دن تھا، پہلے مجھے علم نہ ہو سکا تھا، تو آج اپنی دوست کے ساتھ وہاں چلی گئی تھی۔ اس نے ہاتھ میں پکڑی موٹی موٹی دو کتابیں لاؤنج کی میز پر رکھیں۔

''کیا واقعی تم بک فیئر پر گئی تھی؟'' لمحے کے ہزارویں حصے میں اسے ان کی سوچ تک رسائی حاصل ہو گئی تھی، اسے ہزار وولٹ کا کرنٹ چھو گیا۔

''غضنفر آپ خود پوچھیں اس سے اتنی دیر سے کیوں آئی ہے؟'' وہ مڑ کر بابا کو مخاطب کرتے ہوئے بولیں، اس نے آس بھری نظروں سے بابا کو دیکھا کہ شاید وہ اس کے حق میں کچھ بولیں۔

''بیٹا آپ کی ماما کچھ پوچھ رہی ہیں۔'' اس پر ایک سرسری سی نظر ڈال کر وہ دوبارہ گود میں رکھی فائل کی جانب متوجہ ہو گئے تھے، وہ شکوہ کناں نظروں سے انہیں دیکھے گی، اس کی گہری سیاہ آنکھوں میں دکھ، ناراضگی اور بے بسی سامنے بیٹھے احمد کو صاف دکھائی دے رہی تھی۔

وہ ایک جھٹکے سے مڑی اور تیزی سے سیڑھیاں پھلانگ کر اوپر آ گئی اپنے کمرے میں قدم رکھتے ہی وہ خود پر ضبط کھو بیٹھی اور جی بھر کر روئی۔

''تو یہ اوقات ہے تمہاری عروبہ غضنفر کہ ایک اجنبی شخص کے سامنے تمہاری ذات اور کردار کو نشانہ بنایا جائے تم پر کیچڑ اچھالا جائے۔ اپنے ہی بازوؤں میں منہ چھپائے وہ روئے چلی جا رہی تھی اور ایسا پہلی مرتبہ نہیں ہوا تھا بلکہ جب سے اس نے شعور کی سیڑھی پر قدم رکھا تھا یہی کچھ وہ دیکھ اور سہ رہی تھی، رات دیر تک لکھنے اور جاگنے کی وجہ سے آنکھیں درد کر رہی تھیں اور اب رونے سے سر بھاری ہو رہا تھا، کچھ ہی دیر میں وہ نیند کی آغوش میں چلی گئی تھی۔

☆.....☆.....☆

اذان کی آواز پر اس کی آنکھ کھلی تھی۔ کمرے میں ملگجا سا اندھیرا پھیلا ہوا تھا وہ تیزی سے بیڈ سے اٹھی تو جسم میں درد کا احساس ہونے لگا، اتنی دیر تک ایک ہی پوزیشن میں سونے سے جسم میں اکڑاؤ سا محسوس ہو رہا تھا، کچھ دیر تو وہ سوچنے کے قابل نہ ہوئی، مگر رفتہ رفتہ تمام حسیات جاگنے لگیں تو دوپہر کا واقعہ بھی یاد آ گیا، دل ایک مرتبہ پھر بھرانے لگا، بے دلی سے چلتی ہوئی وہ وارڈ روب تک آئی تھی، سوٹ

نکالا اور شاور لینے چلی گئی۔ مغرب کی نماز ادا کر کے نیچے آ گئی یہاں اسے غیر معمولی خاموشی کا احساس ہوا۔

''ایک کپ چائے مجھے بھی مل سکتی ہے۔'' خیالات میں گم کچن میں کھڑی وہ اپنے لئے چائے بنا رہی تھی جب پیچھے سے عیسیٰ احمد کی آواز سن کر بے ساختہ ٹھٹکی مگر اسے کوئی تاثر نہ دیا اور ہنوز اپنے کام میں مصروف رہی، آج ماما نے اسے جتنا دکھی کیا تھا وہ کسی سے بات کرنا تو درکنار شکل دیکھنے کی بھی روادار نہ تھی سو خاموشی سے رخ موڑے کھڑی رہی چند پل یونہی خاموشی کی نظر ہو گئے، اس نے مڑ کر دیکھا وہ ابھی تک دروازے میں ایستادہ تھا۔

''آپ چل کر لاؤنج میں بیٹھیں، میں چائے دیتی ہوں آپ کو۔'' اس سے نظریں چراتے ہوئے واپس کوکنگ رینج کے پاس آ گئی، اس کی آواز کا بھاری پن اور شدت گریہ سے سرخ آنکھوں کے سوجے ہوئے عیسیٰ احمد کو سب کچھ سمجھا گئے تھے، اس نے ایک گہری متاسف نظر اس کی پشت پر ڈالی اور واپس مڑ گیا صوفے پر بیٹھا وہ گہری سوچ میں مستغرق تھا جب اسے چائے لے کر آتا دیکھ کر وہ ایک دم سیدھا ہوا تھا، اس کے سامنے خاموشی سے سر جھکائے بیٹھی وہ چائے بنانے میں مشغول تھی۔

''دوپہر میں آنٹی نے آپ سے جو کچھ کہا وہ بہت غلط تھا، انہیں ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا، لیکن آپ۔۔''

''شوگر کتنی لیں گے آپ؟'' سختی سے لب بھینچتے ہوئے اس کی بات کاٹ کر بولی، تو وہ خاموش ہو گیا۔

''ود آؤٹ شوگر۔'' اس نے بغور اس کے چہرے کو دیکھا تھا جہاں گہری سنجیدگی رقم تھی، چائے کا کپ اسے تھما کر وہ وہاں سے نکلنے لگی۔

''آپ اپنی چائے بھی یہیں لے آئیں۔'' اسے واپس جاتا دیکھ کر وہ جھٹ سے بولا تھا، اس کے چہرے پر چھائی پژمردگی اور سوجی ہوئی آنکھوں نے اسے شرمندہ کر دیا تھا، وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی آنٹی اتنی ظالم اور شکی ہیں۔

''میں اپنے روم میں پیوں گی۔'' اس کی جانب دیکھے بناء جواب دے کر وہ کچن میں آ گئی، کپ میں چائے لے کر وہ ابھی کمرے میں آئی ہی تھی کہ دروازے پر دستک دے کر وہ اندر چلا آیا۔

''آپ۔۔'' اسے دیکھ کر وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی اور ہاتھ میں تھاما کپ سائیڈ پر رکھ دیا۔

''آنٹی تو علیشہ اور نویلہ کے ساتھ شاید کسی پارٹی میں گئی ہیں، انکل کا بھی آفیشل ڈنر ہے وہ بھی دیر سے آئیں گے، آپ تیار ہو کر نیچے آ جائیے ہم بھی کسی اچھی سی جگہ پر ڈنر کرنے چلتے ہیں۔'' نرم لہجے میں بولتا ہوا اسے اپنائیت سے فراخدلانہ پیش کش کر رہا تھا، انداز ایسا تھا جیسے ان میں صدیوں کی شناسائی ہو۔

''سوری! میں نہیں جا سکتی۔'' اس نے سہولت سے انکار کیا اور کپ اٹھا کر لبوں سے لگا لیا۔

میں کوئی اجنبی نہیں ہوں، آنٹی کا سگا بھانجا ہوں، بے شک وہ آپ کی اسٹیپ مدر ہیں، مگر رشتہ تو آپ کا بھی مجھ سے بنتا ہے۔''

اس کے لہجے میں واضح خفگی تھی، جس کی پرواہ کیے بغیر وہ اس کے الفاظ پر غور کر رہی تھی، اسے اس کی بات بری محسوس ہوئی تھی۔

اسٹیپ سے آپ کی کیا مراد ہے؟ وہ میری مدر ہیں اور بس۔۔'' وہ سختی سے بولی۔

''شی از ناٹ یور مدر، یہ تو آپ بھی جانتی ہیں اور ان کا بی ہیویئر بھی بتاتا ہے۔'' سفاکی سے کہتے ہوئے اس کے تاثرات جانچنے کے لئے اس کے چہرے کو نظروں کے حصار میں لیتے ہوئے بولا، اس کی بات پر اس نے سرعت سے سر اوپر اٹھایا تھا، اس کی آنکھوں کے گوشے بھیگنے لگے تھے۔

آئی ایم گیسٹ ان یور ہاؤس، اینڈ دس از دا پارٹ آف میز رکہ آپ مجھے کمپنی دیں۔'' اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر وہ سٹپٹا گیا، اس کا مقصد اس کی دلجوئی کرنا تھا نا کہ رلانا۔

''میرا آپ سے ایسا کوئی رشتہ نہیں ہے کہ میں آپ کو کمپنی دوں یا آپ کے ساتھ ڈنر پر جاؤں۔'' اس کی بات نے اسے بہت ہرٹ کیا تھا، اس کی طرف سے رخ موڑے وہ روکھائی سے بولی۔

''میں نیچے آپ کا ویٹ کر رہا ہوں، کوئی ایکسکیوز نہیں چلے گا۔'' اس کے انکار کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے ماحول کی کثافت کو دور کرنے کے لئے بشاشت سے بولتا ہوا باہر کی جانب بڑھ گیا۔

ٹھیک پندرہ منٹ بعد نیچے سے ہارن بجنے کی آواز آنا شروع ہوئی تو رکنے کا نام نہ لیا، شاید وہ ہارن پر ہاتھ رکھ کر اٹھانا بھول گیا تھا، ایک تواتر سے بجتے ہارن سے تنگ آ کر وہ اٹھ کر کھڑکیوں کے پردے برابر کرنے گئی تو نظر نیچے پورچ میں کھڑی گاڑی میں بیٹھے عیسیٰ احمد سے الجھ گئی، مسلسل ہارن بجاتا وہ اسی کا منتظر تھا، اس نے کھڑکیوں پر پڑے گرائے، روم لاکڈ کیا اور بیٹھ گئی ہارن کی آواز آنا بند ہو گئی اور اس کے دو منٹ بعد ہی اس کے روم کا دروازہ دھڑ دھڑایا جانے لگا تو وہ گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی مگر دروازہ کھولنے کی ہمت نہ ہوئی، کچھ دیر بعد خاموشی چھا گئی تو اس نے سکون کا سانس لیا، دوپہر کا کھانا نہیں کھایا تھا اور اب عیسیٰ احمد کے سامنے نیچے جانے کی ہمت بھی نہیں ہو رہی تھی، بھوک سے اس کا برا حال ہو رہا تھا، تمام رات وہ سو نہیں سکی۔

☆.....☆.....☆

زندگی جس موڑ پر بھی اسے لے آئی اس نے خاموشی سے اپنا سفر جاری رکھا، کسی سے کوئی شکوہ، شکایت یا حرف گلہ اس کے لبوں پر نہ آیا تھا۔ اس نے زندگی کو نہیں، بلکہ زندگی نے اسے گزارا تھا، اس روئے زمین پر کوئی اس کی جائے پناہ نہ تھی اور نہ ہی ٹھکانہ، اس سفر میں وہ کل بھی تنہا تھی اور آج بھی۔

اردگرد کے ماحول سے لاتعلق وہ چلی جا رہی تھی، خزاں رسیدہ پتے اس کے قدموں تلے آ کر اپنی بے قدری پر زور سے چلائے تھے، لو کے تھپیڑے اس کے چہرے سے ٹکرا کر اس کی گلابی رنگت کو اور بھی زیادہ دہکا رہے تھے موسم کی سختی سے بے نیاز وہ آگے بڑھ رہی

تھی موڑ کاٹتے ہوئے وہ سامنے سے آتی منی بس سے ٹکرا گئی جو اسے کچلتی ہوئی آگے بڑھ گئی، سب کچھ اتنا آناً فاناً ہوا کہ اسے سنبھلنے کا موقع بھی نہ مل سکا بھری دوپہر میں بند ہوتی آنکھوں کے ساتھ اسے ہر سو شام پھیلتی محسوس ہوئی تھی، آخری خیال جو اس کے ذہن میں ابھرا وہ تنہائی کا احساس تھا، اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

اتنی جوان موت پر ہر آنکھ پرنم تھی، خاندان بھر کے لوگ، محلے سے آنے والے اور اس کے بابا کے جاننے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا، اس کے جنازے میں شرکت کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔

سارا شہر اس کے جنازے میں تھا شریک
تنہائیوں کے خوف سے جو شخص مر گیا

فروا ہلنے کے قابل نہ رہی تھی، آنسو اس کی آنکھوں سے نکل کر میگزین کے صفحوں پر بہہ رہے تھے، اس کا دل بری طرح دکھا ہوا تھا، ناول کا اینڈ اس کی توقع کے برخلاف بہت برا ہوا تھا سب کام چھوڑ چھاڑ کر اپنے پسندیدہ ناول کی آخری قسط پڑھنے بیٹھی تھی اور اب بری طرح اداس ہو رہی تھی، ٹیسٹ بھی اس سے تیار نہ ہو سکا، دل بے چین سا ہو گیا تھا، وہ لائٹ آف کر کے لیٹ گئی۔

☆.....☆.....☆

ناشتے کی میز پر عیسیٰ احمد کو دیکھ کر اسے سخت شرمندگی ہوئی تھی، اپنی کل شام کی حرکت یاد آ کر اسے اس کے سامنے آنا بہت عجیب سا لگ رہا تھا، ساتھ ہی ماما کی باتیں، ان کے طنزیہ جملے جو انہوں نے کل عیسیٰ احمد کی موجودگی کی پرواہ کیے بغیر کہے تھے۔

وہ کرسی گھسیٹ کر بہت آہستگی سے بیٹھی تھی، اس نے کسی کی طرف نہیں دیکھا تھا، مگر وہ جانتی عیسیٰ احمد اسی کی طرف دیکھ رہا ہے۔

''آج تو تمہیں کتابیں خریدنے نہیں جانا؟'' اردگرد سے بے نیاز سر جھکائے وہ خاموشی سے بیٹھی ناشتہ کر رہی تھی، ان کی بات سن کر پل بھر کو اس کے ہاتھ رکے تھے، اس نے نظریں اٹھا کر بابا کو دیکھا جو سلائس پر جیم لگا کر نویلہ کو دے رہے تھے، نادانستگی میں اس نے عیسیٰ احمد کو دیکھا وہ بھی اسی کو دیکھ رہا تھا، وہ دوبارہ ناشتے کی جانب متوجہ ہو گئی۔

''نہیں'' سنجیدگی سے جواب دے کر جوس کا خالی گلاس رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی، عیسیٰ احمد خاموشی سے یہ سب دیکھے گیا، فائل اور بیگ لیے وہ باہر کی جانب بڑھی جہاں ڈرائیور اس کا منتظر تھا عیسیٰ احمد کی نظروں نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

☆.....☆.....☆

''میرے عزیز و تمام دکھ ہے'' گود میں بھی رکھی فائل پر انگشت شہادت پھیرتے ہوئے وہ گہری سنجیدگی سے بولی، وہ دونوں اس وقت کالج کے نسبتاً سنسان گوشے میں بیٹھی تھیں، ان کے سامنے میز پر برگر، کولڈ ڈرنک، اور آئس کریم پڑی تھی مگر ان دونوں نے کسی چیز کو چھوا تک نہ تھا۔

''ٹھیک ہی تو کہتا تھا۔'' اس نے سامنے سفیدے کے درخت کی شاخوں پر بیٹھے کوے کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

''عروبہ غضنفر ہم گوتم بدھ کے ماننے والے نہیں ہیں، We are not his followers فروا نے اس کی بات سے اختلاف کیا۔

But i agree with him ' کوے نے ہلکے سے پر پھڑ پھڑائے۔

''زندگی میں اگر غم آتے ہیں تو خوشیاں بھی ساتھ ہوتی ہیں، پھر اگر غموں پر آنسو بہاتے رہیں تو یہ کہاں کی انسانیت ہے۔اس نے ناصحانہ انداز میں سمجھایا۔

You are a very realistic girl, but sometime i feel that you are living in a world of fantacy'' فروا کی بات سن کر بھی اس کے چہرے پر ٹھہرے سکون میں کچھ خاص فرق نہ آیا تھا، پل بھر کو پلکیں اٹھا کر اس کی سمت دیکھا اور وہ اس کی آنکھوں کی گہرائیوں میں اترنے لگی۔

''تم بہت مشکل ہو یار۔۔۔'' فروا نے تھک کر گویا اعتراف کیا۔

''لوگوں کے الفاظ اتنا اثر نہیں کرتے جو کچھ لمحوں میں تمہاری آنکھیں کہہ جاتی ہیں۔'' کوے کے چونچیں مارنے سے کچھ پتے گرے تھے۔

''ہاہ۔۔۔'' اس نے ایک ٹھنڈی سانس فضا کے سپرد کی تھی اور پلکوں کی چلمن گرالی، فروا بغور اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔

''میں ہمیشہ سب کو مشکل اور نا قابل قبول لگی ہوں، میں شاید ریاضی کے اس سوال کی طرح نا قابل فہم ہوں ہے جسے چوائس پر ایکسٹرا سمجھ کر چھوڑ دیا جاتا ہے، ایک دن تم بھی چھوڑ دو گی۔'' فروا تڑپ کر اپنی جگہ سے اٹھی اور اس کے سامنے آبیٹھی، اس کا رخ موڑ کر اپنی جانب کیا۔

''کائیں۔۔۔کائیں۔۔'' کوے نے ان کے سروں پر ایک غوطہ لگایا اور دوسرے درخت پر جا بیٹھا۔

''ایسا کبھی دوبارہ سوچنا بھی مت، تم میری best friend ہو بہت امپورٹنٹ ہو میرے لئے'' اپنے بازو اس کے بالوں کے گرد پھیلا کر بولی تو اسے ڈھیروں طمانیت کا احساس ہوا۔

''اور پھر اتنی اچھی رائٹر سے دوستی تو ہمارے لئے اعزاز کی بات ہے یار'' وہ بشاشت سے بولی تو عروبہ غضنفر بھی مسکرا دی۔

''تھینکس فروا اگر تم میری زندگی میں نہ ہوتی تو۔۔۔'' دانستہ بات کو ادھورا چھوڑ کر وہ ایک مرتبہ پھر کوے کو دیکھنے لگی تھی جو ان کے سامنے زمین پر بیٹھ گیا تھا فروا نے گہری نظروں سے اس کے تھکے تھکے وجود کو دیکھا تھا۔

''کبھی کبھی تم جو یہ ادھوری باتیں کرتی ہو ناں یہ الجھا کر رکھ دیتی ہیں یار۔۔۔ادھوری باتیں بھی ادھوری محبت کی طرح ہوتی ہیں، بہت

درد دیتی ہیں، الجھاتی ہیں، رات کے آخری پہروں میں بے چین کرتی ہیں، ادھوری باتیں مت کیا کرو۔'' کوا ان کی میز کے اوپر سے گزرا۔

''بدتمیز'' فروا نے فائل لہرائی تو وہ اڑ گیا۔

''کب سے تاک میں تھا۔'' وہ حقارت سے بولی تھی۔

''لینے دیتی کتنا کھالیتا۔'' عروبہ غضنفر نے درخت کی شاخ پر خفا بیٹھے کوے کو دیکھا۔

''یار سارا خراب کر دیتا۔'' اسے عروبہ کی بات سے اچنبھا ہوا۔

''مجھے کوے بہت پسند ہیں۔'' اس کی بات پر فروا کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔

''واٹ؟'' وہ تیزی سے سیدھی ہوئی، کوا کائیں کائیں کر کے احتجاج کر رہا تھا۔

''ہاں۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''سب ان سے اتنی نفرت کیوں کرتے ہیں؟'' اس نے استفہامیہ نظروں سے فروا کو دیکھا۔

''کیونکہ یہ کھانے کی چیزوں کو خراب کر دیتے ہیں۔'' فروا نے جھٹ کہا۔

''کیا انسان، انسان سے کچھ نہیں چھینتا انہیں تو اللہ نے عقل نہیں دی، انسانوں کو تو عقل شعور سب دیا ہے، پھر بھی۔۔۔'' وہ کووں کی حمایت میں بولنے لگی۔

''یار باقی تو پتا نہیں ہے جو جاتے جاتے کپڑوں پر بیٹ کر کے خراب کر جاتے ہیں نا تو وہ بہت برا لگتا ہے۔'' وہ منہ بسورتے ہوئے بولی۔

''وہ صاف ہو جاتی ہے، مگر جو انسان دوسرے انسان کے کردار پر کیچڑ اچھالتا ہے نا وہ کبھی صاف نہیں ہوتا'' فروا لمحہ بھر کو خاموش رہ گئی۔

''حد ہے ویسے یار۔'' وہ کہے بنا نہ رہ سکی۔

''کووں کو پسند کرنے کی فروا ایک وجہ اور بھی ہے۔'' اس نے برگر اٹھا کر تھوڑا سا پیس اتار کر پھینکا، کوا اڑ کر آیا اور اسے اپنی چونچ میں دبا کر درخت کے اوپر سے ہوتا ہوا انجانے دیس کی سمت پرواز کر گیا۔

''اچھا وہ کیا وجہ ہے؟'' وہ دلچسپی لیتے ہوئے بولی۔

''ہر ایک ان سے نفرت کرتا ہے فروا کبوتر، مینا اور طوطا کو تو سبھی پسند کرتے ہیں، بات تو تب ہے نا جب کوئی ان کووں کو پسند کرے۔'' اس نے پل بھر کو توقف کیا۔

''اور میں فروا۔'' اس نے انگلی سے اپنی جانب اشارہ کیا۔

''ہر اس انسان، جانور، پرندے اور چیز کو اوون کرتی ہوں جسے ساری دنیا ڈس اوون کرے۔'' اس نے برگر کا ایک bite لیا۔

''اچھی بات ہے۔'' فروا کو اس بدصورت اور بھونڈی آواز والے اس پرندے کے ذکر سے کوئی دلچسپی نہ تھی، اس نے برگر اٹھا لیا اور کھانے لگی۔

☆.....☆.....☆

شام کا وقت تھا اور سب لوگ لان میں بیٹھے چائے پی رہے تھے، اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑی وہ بغور اس منظر کو دیکھ رہی تھی عیسیٰ احمد علیشہ اور نویلہ کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھا، بابا دائیں ہاتھ میں چائے کا کپ تھامے، بائیں ہاتھ میں پکڑے اخبار سے نظریں اٹھا کر گاہے بگاہے، ماما کی جانب دیکھ لیتے تھے، وہ غالباً انہیں کوئی اہم بات بتانا چاہ رہی تھیں اور ان کے پوری طرح اپنی جانب متوجہ نہ ہونے پر جھنجھلاہٹ کا شکار ہو کر غصے سے اخبار کو گھور رہی تھیں، دراز قامت، گندمی رنگت والے چہرے پر کھڑی خوبصورت ستواں ناک، کشادہ پیشانی اور کنپٹیوں سے جھانکتے سفید بال ان کی شخصیت کو جاذب نظر بنا رہے تھے، ان کی شخصیت سے ایک انوکھا رعب اور وقار چھلکتا تھا ان کو دیکھتے ہوئے اس کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی، وہ بے خیالی میں انہیں دیکھے گی، اچانک انہوں نے سر اوپر اٹھایا تو کمرے کی کھڑکی میں وہ کھڑی نظر آئی، ایک سرسری نظر اس پر ڈال کر وہ ماما کی جانب متوجہ ہو گئے، ان سے ایک پل میں نظر ملتے ہی اس کی مسکراہٹ سمٹ گئی، کھڑکی کے پٹ بند کر کے وہ وہاں سے ہٹ گئی۔

آئی لو یو بابا۔۔۔ لو یو سو مچ۔۔۔'' وہ ان سے کتنی محبت کرتی تھی یہ تو وہ انہیں کبھی بتا ہی نہیں سکتی تھی۔

وہ کتابیں لے کر بیٹھ گئی مگر لاشعوری طور پر وہ منتظر رہی کہ بابا اسے بھی چائے پر بلائیں گے مگر اس کا انتظار لاحاصل رہا، کتابوں سے دل اچاٹ ہونے لگا تو انہیں رکھ کر وہ نیچے لان میں آ گئی عیسیٰ احمد نے ایک اچٹتی سی نگاہ اس پر ڈالی اور دوبارہ علیشہ اور نویلہ کی جانب متوجہ ہو گیا مگر اس کی آنکھوں سے جھانکتی خفگی عروبہ غضنفر سے مخفی نہ تھی۔

''او کے آنٹی ہم چلتے ہیں، ایسا نہ ہو بارش شروع ہو جائے اور یہ دونوں تو مجھے بخشنے کے موڈ میں نہیں ہیں۔'' ٹیبل سے اپنا موبائل اور والٹ اٹھاتے ہوئے اس نے ایک نظر آسمان پر ڈالی اور آنٹی سے مخاطب ہوا۔

''عروبہ تم بھی چلو نا ہمارے ساتھ۔۔'' نویلہ کے کہنے پر اس نے عیسیٰ احمد کو دیکھا جو علیشہ کی کسی بات پر مسکراتے ہوئے ہاتھ میں پکڑی گاڑی کی چابی کو لاپروائی سے گھما رہا تھا۔

''میرا موڈ نہیں ہے۔'' اس کے انکار کرنے پر عیسیٰ احمد نے فوراً اس کی طرف دیکھا تھا۔

''عروبہ بیٹا کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟'' ملازمہ اس کے لئے چائے لے آئی تھی وہ خاموشی سے سپ لے رہی تھی جب بابا نے پل بھر کو اخبار سے نظریں ہٹا کر اس کی جانب دیکھا دل میں امنڈتی ہزاروں خواہشوں کا سر کچلتی ہوئی وہ نفی میں سر ہلانے لگی۔

''نہیں بابا۔۔'' اس کا شدت سے جی چاہا کہ کہہ دے۔

''بابا مجھے بہت کچھ چاہیے، آپ کا پیار محبت، اپنائیت اور بہت کچھ۔۔'' مگر ہمیشہ کی طرح زبان کو چپ کا قفل لگائے بیٹھی رہیں، کیونکہ اسے انسانوں سے مانگنا نہیں آتا تھا۔

☆.....☆.....☆

کان کی چھٹی کو آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا ڈرائیور اسے لینے نہیں آیا تھا۔

''ماما پھر سے خفا ہوں گی۔'' پریشانی کے ساتھ ساتھ اب اسے گھبراہٹ بھی ہو رہی تھی، وقت جیسے جیسے گزر رہا تھا اس کی گھبراہٹ میں اضافہ ہو رہا تھا، تین بج چکے تھے، کالج میں رہ جانے والی وہ آخری لڑکی تھی، اب تو اسے گیٹ پر کھڑے بڑی توند اور خوفناک مونچھوں والے گارڈ سے بھی ڈر لگ رہا تھا، قریب تھا کہ وہ رو دیتی کہ باہر سے گاڑی کے ہارن کی آواز آئی، وہ بھاگ کر گیٹ سے باہر نکلی تو نظریں ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے عیسیٰ احمد سے ٹکرائیں۔

''ڈرائیور کہاں ہے؟ مجھے اب تک لینے کیوں نہیں آیا؟ سارا کالج خالی ہو چکا ہے، میں اکیلی بیٹھی کب سے انتظار کر رہی ہوں۔'' کھڑکی میں جھکی وہ تیز تیز بول رہی تھی، جواب دینے کی بجائے اس نے فرنٹ ڈور کھول دیا تھا، جبکہ وہ پچھلا دروازہ کھول رہی تھی۔

''آگے آ کر بیٹھیں، میں ڈرائیور نہیں ہوں آپ کا۔'' اس کے سرد اور سپاٹ انداز میں کہنے پر وہ ہچکچاہٹ کا شکار ہوتی کچھ ہی دیر میں اس کے ساتھ بیٹھ گئی وہ نہایت خاموشی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا، چہرے کے تاثرات بھی خطرناک حد تک سنجیدہ تھی۔

''آپ خفا ہیں مجھ سے؟'' گاڑی کی خاموش فضا میں اس کی آواز ابھری تو عیسیٰ احمد نے ونڈ واسکرین سے نظریں ہٹا کر ایک خاموش مگر کاٹ دار نظر اس کی سمت اچھالی۔

''ایسا کوئی رشتہ ہے ہمارے بیچ جس میں روٹھا یا منایا جائے'' اس کی بات اس کو واپس لوٹائی تو اسے ڈھیروں شرمندگی نے آن گھیرا، اسکی جانب سے رخ موڑے وہ کھڑکی سے باہر بھاگتے دوڑتے مناظر کو دیکھنے لگی عیسیٰ احمد کو اپنے الفاظ کی بدصورتی اور سختی پر افسوس ہونے لگا، ایک بے کلی تھی جو کل سے اس کے پورے وجود کو گھیرے ہوئے تھی اور اب اس میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔

''مجھے افسوس ہوا کہ آپ روم لاکڈ کر کے بیٹھ گئیں، مجھ پر اعتبار نہیں کیا، میں زبردستی تو آپ کو ساتھ نہیں لے جا سکتا تھا نا۔'' وہ اپنے کل کے اور ابھی کے رویے کی وضاحت دے رہا تھا۔ عروبہ غضنفر نے گردن گھما کر اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا۔

''ایسی بات نہیں ہے لیکن اگر میں آپ کے ساتھ جاتی تو ماما خفا ہو جاتیں مجھ سے۔۔'' احتیاط سے موڑ کاٹتے ہوئے عیسیٰ احمد نے اس کے چہرے کو نظروں کے حصار میں لیا۔

''خوش تو وہ آپ سے کبھی بھی نہیں ہوں گی، میں لکھ کر دے سکتا ہوں۔'' ان کے ہاں قیام کے دوران نہ صرف آنٹی بلکہ انکل

علیشہ اور نویلہ کا رویہ بھی اس کے ساتھ دیکھ چکا تھا۔

''مگر ایسے زیادہ خفا ہوتیں۔'' وہ صاف گوئی سے بولی۔

''آپ ان کی اتنی پرواہ مت کیا کریں۔'' اس نے سمجھانا چاہا۔

''اس سے میں خود کو روک نہیں سکتی، کیونکہ میں محبت کرتی ہوں ان سے۔۔'' اس کی بات پر عیسیٰ احمد کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا۔

''اپنے پیاروں سے تو سبھی پیار کرتے ہیں، محبت کے جواب میں تو سبھی محبت دے سکتے ہیں، اصل محبت تو یہ ہے کہ انسان نفرت کے جواب میں محبت دے اور پھر یکطرفہ محبت کا بھی اپنا ہی مزہ ہے۔'' وہ ہمہ تن گوش تھا۔

''مگر اس یک طرفہ محبت سے آپ کو کیا فائدہ ملے گا؟'' اس نے استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''محبت میں فائدے کا سوال کہاں سے آ گیا۔'' اس نے نظریں پھیر کر حیرت سے اسے دیکھا۔

''یہ تو بس دینے اور دیتے چلے جانے کا نام ہے، یہ کوئی بزنس نہیں ہے کہ جہاں سے زیادہ فائدہ حاصل ہونے کی امید ہو وہاں کی جائے، یہ تو ہر رشتے میں موجود ہونی چاہیے، بغیر کسی غرض اور مقصد کے، جہاں مقابل سے کوئی توقع رکھی جائے وہ کاروبار ہوتا ہے اور میں اپنے گھر کے لوگوں سے محبت کرتی ہوں، کاروبار سے نہیں۔'' اس نے تفصیلاً اپنا نقطہ نظر بیان کیا۔

''محبت کے متعلق آپ کی تھیوری مجھے پسند آئی، usually ایسی محبت لوگ کرتے نہیں ہیں give and take کا اصول لاگو ہونے لگا ہے اب جذبوں میں بھی، میرا پرسنل خیال بھی یہی ہے جہاں سے آپ کو پیار اور عزت نہیں ملتا وہاں ٹائم ضائع نہ کریں، ویسے آپ کافی مختلف ہیں اپنے باقی گھر والوں سے۔ اس نے اچانک کہا۔

''مختلف یا مشکل؟'' پھیکی سی ہنسی ہنستے ہوئے وہ بولی۔

''جتنی مشکل آپ دکھائی دیتی ہیں، اتنی ہیں نہیں۔'' اس کے میں اٹل یقین بول رہا تھا اور یہی یقین اس کی آنکھوں سے بھی چھلک رہا تھا، اس کے اتنے وثوق سے اپنے متعلق رائے قائم کرنے پر چند ثانیے وہ حیرت سے لب نیم وا لئے اسے دیکھتی رہی پھر سر جھٹک کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی عیسیٰ احمد بھی خاموش ہو گیا۔

☆.....☆.....☆

''فروا'' وہ کسلمندی سے بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی جب امی نے اسے آواز دی مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

''فروا طبیعت ٹھیک ہے؟'' وہ اس کے پاس بیٹھ کر محبت سے اس کے بال سنوارنے لگیں۔

''آج کالج نہیں جانا؟'' انہوں نے اس کی پیشانی کو چھوتے ہوئے استفسار کیا۔

''نہیں۔'' اس نے آنکھیں کھول کر ان کے متفکر چہرے کو دیکھا اور مسکرا دی۔

''عروبہ نے بھی آج نہیں آنا تھا، میرا بھی موڈ نہیں ہے۔''

''اچھا چلو اٹھ جاؤ میں ناشتہ بنا دوں تمہارے لئے۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولیں۔

''امی آج بازار چلیں۔'' بیڈ سے اتر کر اس نے سلیپر پاؤں میں پہنتے ہوئے کہا۔

''ابھی نہیں فروا۔'' وہ آہستگی سے بولیں۔

''ابھی پیسے نہیں ہیں، دو ماہ کا مکان کا کرایہ بھی رہتا ہے، اس مہینے مالک مکان نے ہمیں نوٹس بھجوا دیا ہے۔'' انہوں نے وضاحت کی، اس نے کوئی جواب نہ دیا اور کمرے سے نکل گئی، ہمیشہ اس کی خواہشوں کے سامنے امی کی مجبوریوں کی لمبی لسٹ ہوتی تھی۔

☆.....☆.....☆

چھوٹے چچا کے بیٹے شاہ زیب کی شادی تھی ان سب کو آج وہاں جانا تھا عروبہ غضنفر نے بھی ماما کے کہنے پر کالج سے چھٹی کی تھی، وہ صبح سے ماما، علیشہ اور نویلہ کے ڈریسز پریس کر رہی تھی۔

''ہم لوگ ابھی جا رہی ہیں، تم رات کو اپنے باپ کے ساتھ آ جانا'' لاؤنج میں اس وقت ان چاروں کے علاوہ عیسیٰ احمد بھی تھا، وہ خاموشی سے عروبہ غضنفر کو دیکھے گیا۔

''جی بہتر'' اس نے سعادت مندی سے سر ہلایا عیسیٰ احمد کو بہت برا محسوس ہوا تھا اسے اس طرح چھوڑ کر جانا مگر وہ کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔

شاہ زیب کے گھر میں ان کا پرتپاک استقبال کیا گیا تھا، ماما ہر ایک سے اس کا تعارف بڑے فخریہ انداز میں کروا رہی تھیں۔

''عیسیٰ احمد ہے، میرا بھانجا، پچھلے دنوں فرانس سے آیا ہے، وہاں کی Nationality ہے اس کے پاس۔'' وہ ہر ایک کو بتا رہی تھیں، سارا گھر خوب سجایا گیا تھا، لان برقی قمقموں سے جگمگا رہا تھا، لان کے وسط میں بنے فوارے کے پانی پر جب روشنیاں پڑتی تو ایسا محسوس ہوتا جیسے اس میں سے ہیرے اور جواہرات پھوٹ رہے ہوں۔

''بور ہو رہے ہیں آپ؟'' وہ الگ تھلگ بیٹھا اپنی سوچوں میں گم تھا جب نسوانی آواز سن کر چوک اٹھا۔

''آں۔۔ہاں۔۔۔نہیں۔۔۔ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' اسے کہتے ہی بنی۔

''اندر آ جائیں ناں۔'' وہ لڑکی بہت اپنائیت سے بولی۔

''میں یہاں ٹھیک ہوں اس نے موبائل نکال کر کان سے لگا لیا جس کا مطلب تھا مزید بات نہیں کرنا چاہتا'' وہ لڑکی مایوس ہو کر واپس پلٹ گئی۔

پاکستان میں وہ پہلی مرتبہ کوئی فنکشن اٹینڈ کر رہا تھا، اس کی پیدائش فرانس میں ہوئی اور اس کے بعد بھی وہ کبھی پاکستان نہیں آیا تھا،

لان میں رونق آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھی ۔رنگ برنگے آنچل لہرا رہے تھے،مرد حضرات بھی فیشن اور تیاری میں خواتین سے پیچھے نہ تھے۔

''انکل آ گئے۔''انہیں آتے دیکھ کر وہ بے اختیار اٹھ کر کھڑا ہو گیا مگر اسے حیرت کے ساتھ ساتھ دکھ بھی ہوا عروبہ غضنفر ان کے ساتھ نہیں تھی۔

''کاش آپ کو اندازہ ہو کہ آپ اپنی سگی بیٹی کے ساتھ کتنا غلط کر رہے ہیں۔''وہ تاسف سے سر ہلانے لگا۔

''پاپا!''نویلہ ان کو دیکھ کر دوڑی آئی۔

''ارے میرا بیٹا۔''انہوں نے اسے بازوؤں کے حلقے میں لے لیا۔

''کیسی لگ رہی ہوں؟''ان سے الگ ہو کر دونوں بازو اٹھا کر تعریف سننے کی منتظر تھی۔

''پرنسس۔۔''وہ پدرانہ شفقت سے بولے،نویلہ بہت خوش نظر آ رہی تھی عیسیٰ احمد کا دل اداس ہونے لگا۔

''اس خوشی پر تمہارا بھی تو حق ہے عروبہ غضنفر۔۔''وہ اسی نہج پر سوچے جا رہا تھا،وہ اٹھ کر ان کے قریب آیا۔

''کیسا لگ رہا ہے یہ سب ینگ مین؟وہ دوستانہ انداز میں ان کے شانے پر ہاتھ مار کر دریافت کرنے لگے۔

''گڈ۔۔۔''وہ بدقت تمام مسکرایا،وہ آگے بڑھ گئے عیسیٰ احمد وہیں کھڑا ان کی پشت کو گھورتا رہا۔

سب خوش اور شادماں تھے مگر ایک بے کلی اسے اپنے دل میں محسوس ہو رہی تھی،اسے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا،اسٹیج پر رش بڑھ رہا تھا،وہ باہر کی جانب بڑھا،کچھ ہی دیر میں گاڑی کا رخ غضنفر ولا کی طرف تھا،وہ بہت رش ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

بابا مجھے شام تک لینے آئیں گے،جب تک میں ضروری تیاری کر لوں۔وہ اپنے بیڈروم میں آ گئی اپنا ڈریس تیار کر کے وہ شاور لینے چلی گئی۔

''میرا خیال ہے ایک کپ چائے پی لی جائے۔''اسے تھکن محسوس ہو رہی تھی،کچن میں آ گئی بابا کے آنے کا وقت ابھی نہیں ہوا تھا،اس نے کچن میں ہی میز پر بیٹھ کر چائے پی اور اپنے بیڈروم میں آ گئی۔

سات بجے تک وہ تیار ہو چکی تھی،اسے نیند کے جھونکے آ رہے تھے،بابا کا انتظار کرتے کرتے وہ تھک گئی تو لیٹ گئی،اسے پتا نہ چلا اور اس کی آنکھ لگ گئی۔

''عروبہ۔۔''نیند میں اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی اسے پکار رہا ہے اس نے آنکھیں کھولیں تو اپنے سامنے عیسیٰ احمد کو دیکھ کر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

''آپ یہاں۔۔''وہ ناسمجھی کے عالم میں اسے دیکھ رہی تھی،جب کہ عیسیٰ احمد کو اس کے چہرے پر پھیلتے ناگوار تاثرات واضح

نظر آ رہے تھے۔

''اٹھ جائیں، میں آپ کو لینے آیا ہوں۔'' وہ بہت آرام سے صوفے پر بیٹھ چکا تھا

''بابا کہاں ہیں؟'' وہ منہ دھو کر آ گئی تھی اور اب سر پر اوڑھے سٹولر کو سیفٹی پنوں کی مدد سے سیٹ کر رہی تھی۔

''وہ ادھر آپ کے چچا کے گھر۔۔۔'' وہ اس کی بات پر تیزی سے مڑی تھی۔

''انہوں نے ہی مجھے آپ کو لینے بھیجا ہے۔'' اس نے جھوٹ بولا، مبادا وہ ساتھ جانے سے انکار نہ کر دے۔ اس نے دوپٹہ اٹھا کر شانوں پر پھیلا لیا عیسیٰ احمد اسے بے خیالی میں دیکھے گیا۔

''چلیں۔۔'' وہ مڑی تو اسے اپنی جانب دیکھتا پا کر ٹھٹکی اور اگلے لمحے سر جھٹک کر باہر کی جانب بڑھی۔

''وہ میک اپ نہیں کرنا تھا آپ نے؟'' وہ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اس کے دھلے دھلائے شفاف چہرے کو دیکھنے لگا۔

''مجھے پسند نہیں۔'' اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

گیٹ سے اندر داخل ہوئے تو سامنے ہی اسے بابا نظر آ گئے، اس نے جا کر انہیں سلام کیا۔

''اوہ! بیٹا آپ اب آئی ہیں؟'' ان کے سوال پر عروبہ احمد نے شکوہ کناں نظروں سے عیسیٰ احمد کو دیکھا

''کس کے ساتھ آئی ہو۔''

''عیسیٰ کے ساتھ۔'' انہیں جواب دے کر وہ بے دلی سے آگے بڑھی تھی، ہمیشہ کی طرح آج بھی اس کا موڈ آف ہو چکا تھا، اس کے وہاں آنے یا نا آنے سے کسی کو فرق نہیں پڑتا تھا، اس کا دل اچاٹ ہونے لگا تھا، اسی شور شرابے سے اسے وحشت ہونے لگی تھی، اسٹیج پر دولہا اور دلہن کو بٹھایا گیا تھا، مہندی لگانے کی رسم ادا ہو رہی تھی، آرکسٹرا پر میوزک بج رہا تھا۔

''یہاں کیوں بیٹھی ہیں؟'' وہ اپنے خیالوں میں گم بیٹھی تھی کی عیسیٰ احمد اس کے پاس آ کر گویا ہوا۔

''ہیلو محترمہ، میں آپ سے بات کر رہا ہوں۔'' اس نے عروبہ کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجائی۔

''آپ کو غلط بیانی نہیں کرنی چاہیے تھی، میرا تو ویسے ہی آنے کا موڈ نہیں تھا، اگر مجھے اندازہ ہوتا۔۔۔'' اس کی آواز بھرا گئی سر جھکائے وہ لب کاٹنے لگی۔

''عروبہ۔۔'' عیسیٰ احمد بے چین ہوا تھا

''میری بات سنیں۔'' وہ آگے کو جھک کر اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا، عروبہ کی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھرنے لگیں

''جو لوگ آپ کی پرواہ نہیں کرتے ان سے محبت کرنا چھوڑ دیں۔'' لوہا گرم دیکھ کر اس نے چوٹ لگانے کی کوشش کی۔

''بلکہ میں تو کہوں گا کوئی اچھا سا پرپوزل آئے تو شادی کر لیں۔'' اس نے مشورہ دے ڈالا۔

''کیا؟'' وہ حیرت واستعجاب سے اس کو گھورے گئی۔

''ہاں ناں اس قید تنہائی سے تو نجات ملے گی آپ کو۔'' درحقیقت عیسیٰ احمد کا دل اس کی تنہائی اور دکھ پر کٹنے لگا تھا۔

''والدین کا گھر تو ایک لڑکی کی سلطنت ہوتا ہے، میں کیسے اسے خود سے چھوڑ دوں۔'' وہ بھیگے لہجے میں بولی۔

''اس سلطنت میں آپ کی حیثیت ایک غلام کی سی ہے، آپ یہ بات اچھی طرح جانتی ہیں'' کہنے سے وہ خود کو باز نہ رکھ سکا۔

''مجھے ہی غلامی سے پیار ہے۔''

آپ کو پتا ہے والٹیر کہتا ہے کہ۔۔

''ان بے وقوفوں کو آزاد کرانا مشکل ہے جو اپنی زنجیروں کی عزت کرتے ہیں۔'' اس کی بات پر وہ ہولے سے مسکرادی۔

''تو آپ مجھے بے وقوف کہہ رہے ہیں۔''

اس نے خود کو سنبھال لیا تھا اور اب بظاہر نارمل نظر آرہی تھی۔

''نہیں مگر آپ کو سمجھداری سے کام لینا ہوگا، آنٹی اور ان کی بیٹیاں آپ کے ساتھ مخلص نہیں ہیں۔'' وہ اسے واضح الفاظ میں سمجھا رہا تھا ماما نے دور سے ان دونوں کو ساتھ بیٹھے دیکھ کر عیسیٰ احمد کو آواز دی، عروبہ نے بھی سکھ کا سانس لیا، وہ وہاں سے اٹھی تو سامنے سے آتی لڑکی سے ٹکرا گئی۔

''اوسوری۔'' اس کے ہاتھ میں پکڑی سبز چائے عروبہ کے سفید دوپٹے پر نشان چھوڑ گئی۔

''اٹس اوکے۔'' وہ تیزی سے اندر کی جانب پڑی، اس بات سے قطعاً انجان کے دو آنکھیں بہت دیر سے اس کا تعاقب کر رہی تھیں۔

''سی!'' دوپٹہ دھو کر باہر نکلی تو سامنے سے آتے وجود سے بری طرح ٹکرا گئی، کاریڈور میں گھپ اندھیرا تھا اور لائٹ بھی آف تھی، اسے لگا جیسے وہ کسی چٹان سے ٹکرائی ہو۔

''آئے ایم سوری۔'' وہ شائستگی سے بولا جبکہ وہ اپنا سر سہلا رہی تھی۔

''آپ اچانک سامنے آئی ہیں۔'' اچانک لائٹس آن ہوئی تھیں، سفید فراک میں سر پر اوڑھے سبز شالر اور شانے پر لہراتے سفید دوپٹے میں وہ کسی منہ بند کلی کی مانند دکھائی دے رہی تھی۔

فارقلیط حسن اسے دیکھے گیا۔

''اٹس اوکے۔۔'' وہ تیزی سے باہر کی جانب بڑھی۔

''سنیں۔۔'' اس کی محویت ٹوٹی تیزی سے اس کے راستے میں آیا۔ عروبہ نے نظریں اٹھائیں بے باکی سے اسے اپنی جانب دیکھتا پا کر واپس مڑی تھی۔

''میں نے کہا میری بات سنو'' اس نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑا، عروبہ کے جسم میں گویا کرنٹ دوڑ گیا۔

''ہاتھ چھوڑیں میرا۔۔۔'' وہ خوفزدہ ہرنی کی مانند دکھائی دے رہی تھی، عورت کا یہ روپ فارقلیط کے لئے بالکل نیا اور انوکھا تھا، وہ دلچسپی سے اسے دیکھے گیا۔

''میں شور مچادوں گی۔'' وہ روہانسی ہوئی اپنے تئیں اس نے بہت بڑی دھمکی دی تھی۔

''رئیلی؟'' وہ تمسخر اڑا رہا تھا۔

''آج تک بہت لڑکیوں سے افیر چلایا ہے مگر کبھی کسی نے شور مچا کر لوگوں کو اکٹھا نہیں کیا۔ آج اس کا بھی مزہ دیکھ لیتے ہیں۔'' اس کے سکون میں ذرا فرق نہ آیا۔

''کیا چاہتے ہیں؟'' وہ رودی۔

''اپنا نام بتاؤ'' وہ تحکم بھرے لہجے میں عجلت سے بولا

''ماہ جبیں۔'' وہ مسکرادیا۔

''فون نمبر بتاؤ جلدی۔۔'' اور اپنا ہاتھ چھڑوانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی مگر اس کے آہنی ہاتھوں کی گرفت میں ننھی چڑیا کی طرح پھڑ پھڑا کر رہ گئی، اس نے جلدی جلدی نمبر بولا کوٹ کی جیب سے موبائل نکال کر اس نے نمبر سیو کیا۔

''جاؤ۔۔'' فاتحانہ انداز میں مسکراتے ہوئے اس نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

''عیسیٰ۔۔مم۔۔۔مجھے گھر جانا ہے۔۔'' وہ گھبرائی ہوئی اس کے پاس آئی تھی۔

''آپ مجھے ڈراپ کر سکتے ہیں؟'' اس کی رنگت زرد ہو رہی تھی۔

''خیریت؟'' وہ پریشان ہوا۔

''پلیز نو کوئسچن۔۔'' وہ باہر کی جانب بڑھا اس کے بیٹھتے ہی وہ گھوم کر دوسری طرف آیا اور گاڑی چلادی۔

''کسی نے کچھ کہا؟'' وہ نرمی سے بولا، اس کے آنسو ایک تواتر سے بہہ رہے تھے۔

''یہ لیں۔۔۔'' عیسیٰ نے ٹشو اس کی طرف بڑھایا، جسے اس نے خاموشی سے تھام لیا۔

''آپ واپس چلے جائیں۔۔'' گاڑی گھر کے سامنے پہنچی تو اس نے عیسیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

''اور کسی کو مت بتایئے گا کہ مجھے آپ نے ڈراپ کیا ہے۔'' وہ نیچے اترنے لگی تو اسے تاکید کی۔

''آپ کو اس طرح چھوڑ کر میں نہیں جا سکتا۔'' اس نے انکار کیا۔

''یہ مناسب نہیں ہے۔۔۔پلیز آپ جائیں''

http://kitaabghar.com

وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گئی، وہ اسے دیکھے گیا چند ثانیشش و پنج میں مبتلا وہ وہیں کھڑا رہا۔

☆.....☆.....☆

''عدیل میرا گریجویشن مکمل ہونے تک ماما کبھی نہیں مانیں گی، ان فیکٹ عروبہ کی شادی بابا پہلے کریں گے، آفٹر آل وہ میری بڑی بہن ہے۔''

علیشہ بڑے ماموں کے بیٹے عدیل کو پسند کرتی تھی، وہ بھی اسے چاہتا تھا، عدیل پر گھر والے شادی کے لئے زور ڈال رہے تھے، ادھر علیشہ تھی کہ مسلسل اسے ٹال رہی تھی۔

''اوکے۔'' اس نے محتاط نظروں سے اردگرد دیکھا۔

''میری ماما اتنا لمبا انتظار نہیں کریں گی۔'' اس نے حقیقت حال سے آگاہ کیا۔

''پھر مجھ سے شکوہ نہ کرنا؟''

''اوکے اب تم اپنے لئے کوئی کوئی لڑکی ڈھونڈ لو جو آج ہی شادی کے لئے تیار ہو جائے، بلکہ میں تو کہتی ہوں ادھر اتنی ساری لڑکیاں ہیں ان میں سے کسی کو پسند کرو اور شاہ زیب کے ساتھ ہی تم بھی سہرا باندھ لو کل'' منہ پھلا کر غصے سے کہتی ہوئی پلٹ گئی۔

''اوف۔۔۔اتنا غصے۔۔'' وہ ہنس دیا۔

''سنو تو۔۔۔'' مگر اس نے پلٹ کر نہ دیکھا اس سارے منظر کو عیسیٰ احمد نے آنکھوں میں محفوظ کیا تھا، اس شادی، فنکشن، شور شرابے اور مستی میں اسے کوئی دلکشی محسوس نہ ہو رہی تھی۔

''مجھے واپس گھر چلے جانا چاہیے؟ اس نے خود سے سوال کیا۔

''مگر کہیں عروبہ کے لئے کوئی مسئلہ ہی نہ بنا دیں آنٹی۔۔'' اگلے پل یہ خیال ہن میں آ کر اسے ایسا کرنے سے روکنے لگا۔

''میرا خیال ہے مجھے انکل کو بتانا چاہیے کہ وہ گھر پر اکیلی ہے۔'' ایک فیصلہ کر کے وہ ان کے روبرو کھڑا تھا۔

''کب اور کیسے گی؟'' اس کے بتانے پر کہ ''ابھی عروبہ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔'' وہ پریشان ہونے لگے۔

''کچھ دیر پہلے میں ڈراپ کر کے آیا ہوں۔'' اس نے بتایا۔

''میں آپ کی آنٹی کو بتا کر آتا ہوں، ہم گھر چلتے ہیں۔'' کچھ ہی دیر میں ان کی واپسی ہوئی تھی۔

''عروبہ'' انہوں نے دروازے پر دستک دینے کے ساتھ اسے آواز بھی دے ڈالی۔

''بابا آپ؟'' انہیں سامنے دیکھ کر اسے حیرت کا زوردار جھٹکا لگا تھا۔

''کیا ہوا ہے؟ طبیعت زیادہ خراب ہے تو ڈاکٹر کو بلاؤں؟'' اس نے متعجب نظروں سے انہیں دیکھا۔

''میں ٹھیک ہو بابا، آپ پلیز پریشان نہ ہوں۔'' کتنی خوشی ہوئی تھی اسے انہیں اپنے لئے فکر مند دیکھ کر یہ احساس تو اور بھی زیادہ خوش کن تھا کہ وہ اس کے لیے فنکشن چھوڑ کر آ گئے تھے آج اسے پتا چلا تھا کہ بابا کو اس کی فکر بھی رہتی ہے، لیکن ماما کے ڈر سے اظہار نہیں کرتے۔

☆.....☆.....☆

رات کا نا جانے کون سا پہر تھا اچانک اس کی آنکھ کھل گئی تھی، اسے شدید گھبراہٹ ہو رہی تھی، ذہن میں عجیب و غریب خیالات آ رہے تھے اور اسے پریشان کر رہے تھے، اس کی نظریں پہلو میں بے فکر سوئے ہوئے مصعب پر جا ٹھہریں۔

''موسی؟'' اسے سخت خوف محسوس ہونے لگا، مارے خوف کے اس کا سانس پھول گیا تھا۔

''مو۔۔۔سی!'' نحیف آواز میں وہ بمشکل بول پائی، اور ہاتھ بڑھا کر اس کا شانہ ہلایا موسی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اس کی نظریں عنیزہ پر پڑیں۔

''عنیزہ کیا ہوا؟'' وہ تیزی سے اس کے قریب آیا عنیزہ کا سانس اکھڑنے لگا تھا۔

''عنیزہ تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔'' اس نے موبائل اٹھایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

''میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا۔'' اس نے مصعب کو اٹھایا دور سے ایمبولینس کی آواز آ رہی تھی، مصعب کو کندھے سے لگائے وہ عنیزہ کا ہاتھ تھامے بیٹھا تھا، اچانک عنیزہ کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں اور ہاتھ اس کے ہاتھ سے نکل کر بیڈ سے نیچے لٹک گیا تھا۔

''عنیزہ!'' وہ زور سے چلایا اور مصعب کو بیڈ پر اچھال کر باہر کی جانب بھاگا تھا۔

❁ ❁

ناول ''می رقصم'' ابھی جاری ہے۔ اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی 20 تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

http://kitaabghar.com

قسط نمبر 2

وہ تیزی سے انیکسی کی طرف بڑھا تھا، اس کی محتاط اور ریزرو طبیعت جو کسی کو پریشان کرنا گوارا نہ کرتی مگر اسی وقت عنیزہ کی حالت کے پیش نظر جیسے سب کچھ بھول گیا تھا۔

''دروازہ کھولیں۔'' اس نے زور زور سے دروازہ دھڑ دھڑایا تھا، ایک ایک لمحہ صدی کے برابر لگ رہا تھا۔

''پلیز دروازہ کھولیں۔'' وہ بے چین ہو کر کھڑکی کے قریب آیا۔

''موسیٰ علی یہاں۔۔۔'' اس کی آواز فروا کی سماعتوں سے ٹکراتی تو اسے اچنبھا ہوا۔

''یہ اس وقت یہاں کیوں آئے ہیں؟ اس نے وال کلاک کی سمت دیکھتے ہوئے ایک نظر امی کے سوئے ہوئے تھکے وجود کو دیکھا۔

''کیا امی کو جگاؤں؟'' دروازہ مسلسل ناک ہو رہا تھا، ساتھ ہی موسیٰ علی کی بے چین آواز وقفے وقفے سے ابھر رہی تھی۔

''ابھی میڈیسن کھا کر سوئی ہیں۔'' اس نے کتاب بند کی، چپل پہن کر اور دوپٹہ اوڑھ کر باہر کی جانب بڑھی، راہداری سے گزرتے ہوئے اس نے کھڑکی سے باہر گھر سے کھڑے موسیٰ علی کو دیکھا۔

''جی فرمایئے۔۔'' کچھ شش و پنج کے بعد اس نے دروازہ کھول دیا، موسیٰ علی کے چہرے پر شدید اذیت کے آثار تھے

''عنیزہ کی طبیعت بہت خراب ہے، مجھے اسے ہاسپٹل لے کر جانا ہے پلیز آپ مصعب کے پاس آ جائیں۔'' اس نے التجائیہ انداز میں کہا فروا کو شدید حیرانی ہوئی تھی، وہ اچھا خاصا روڈ انسان تھا اور فروا کو تو وہ خود پسند بھی لگتا تھا مگر اس وقت اس انداز میں بات کرتا، فروا کو عجیب لگا۔

''میں امی کو جگا۔۔۔''

''پلیز میرے پاس ٹائم نہیں ہے۔'' اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ بول اٹھا تھا، اسی وقت گھر کے باہر ایمبولینس رکی تھی، چوکیدار نے دروازہ کھولا، فروا آنکھیں پھاڑے سامنے دیکھ رہی تھی، اسے معاملے کی سنگینی کا احساس ہوا تو خاموشی سے اس کے ساتھ چل دی۔

عنیزہ بے ہوش تھی اسے سٹریچر پر ڈال کر وہ لوگ لے گئے تھے ، فروا خاموش کھڑی انہیں جاتا دیکھتی رہی اور پھر آگے بڑھ کر مصعب کو اٹھا لیا اور اندر کی طرف بڑھ گئی۔

☆.....☆.....☆

http://kitaabghar.com

شادی کا فنکشن عروج پر تھا ہر طرف خوب رونق لگی ہوئی تھی۔ بے ہنگم قسم کا میوزک اس شور میں مزید اضافہ کر رہا تھا اشتہا انگیز کھانوں کی خوشبو ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔

''نویلہ۔۔'' وہ متلاشی نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی جب آواز سن کر چونکی۔

''جی ماما۔۔'' خود کو سنبھالتے ہوئے وہ ان کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگی، انداز ایسا تھا جیسے کوئی چوری پکڑی گئی ہو۔

''تمہارے پاپا کدھر ہیں نظر نہیں آ رہے کافی دیر سے۔۔۔'' ان کی بات پر نویلہ نے اپنا رکھا ہوا انس بحال کیا۔

''ادھر ہی تھے ماہا۔'' اس نے اردگرد نگاہ دوڑائی۔

''تم کال کرو انہیں، مجھے عروبہ اور عیسیٰ بھی نظر نہیں آ رہے۔'' یہ خیال ذہن میں آتے ہی مارے غصے کے ان کا برا حال ہونے لگا کہ وہ تینوں گھر چلے گئے ہوں گے۔

''پاپا آپ کدھر ہیں، ماما آپ کو پوچھ رہی ہیں۔'' ان کے کال ریسیو کرتے نئی نویلہ بولی جب کہ صوفیہ اس کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

''بیٹے میں تو گھر آ گیا ہوں۔'' انہیں اپنی غلطی کا احساس ہونے لگا کہ بتا کر آتے، تو وہ لوگ پریشان نہ ہوتیں، لیکن اگر بتاتے تو صوفیہ کبھی نہ آنے دیتیں یہ بھی وہ جانتے تھے۔

''میری بات کرواؤ۔'' انہوں نے موبائل نویلہ کے ہاتھ سے پکڑ کر کان کو لگایا۔

''آپ اس طرح بتائے بغیر کیوں چلے گئے، کھانا بھی نہیں کھایا نواز بھائی (غضنفر کے چھوٹے بھائی) بھی آپ کا پوچھ رہے تھے۔'' غصہ دبا کر آواز کو حتی المقدور نارمل رکھتے ہوئے وہ گویا ہوئیں۔

''عروبہ کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی، اس لئے میں اسے لے کر آ گیا۔'' انہوں نے قصداً یہ بتانے سے پرہیز کیا کہ وہ عیسیٰ کے ساتھ گھر گئی تھی۔

''کیا ہوا اس کی طبیعت کو شام کو تو اچھی بھلی تھی۔'' وہ کہے بنا نہ رہ سکیں۔

''ادھر نویلہ کھانا نہیں کھا رہی کہتی ہے بابا کے ساتھ کھاؤں گی۔'' وہ نویلہ کی طرف دیکھ کر مسکرائیں جواب میں وہ بھی مسکرا دی انہوں نے موبائل نویلہ کو تھما دیا۔

''پاپا آپ آ جائیں پلیز۔'' آواز میں اداسی سموتے ہوئے وہ بولی تو ماما نے اسے نظروں ہی نظروں میں شاباش دے ڈالی۔

''اگر آپ نہ آئے تو میں کھانا نہیں کھاؤں گی۔'' اس نے ماما کی طرف دیکھ کر بائیں آنکھ دبا لی اور فون بند کر دیا۔

''منحوس لڑکی کبھی بھی ہمیں مکمل خوش نہیں ہونے دیتی، کوئی کام آزادی سے نہیں کر پاتے۔'' صوفیہ بڑبڑاتے ہوئے بولیں اچانک ان کی نظر پاس کھڑی علیشہ پر جا پڑی۔

''کیا بات ہے علیشہ۔۔۔'' انہوں نے بغور اس کے بگڑے موڈ کو دیکھا۔

''کچھ نہیں ماما۔۔۔'' سامنے سے آتیں مصباح ممانی (عدیل کی ماما) کو دیکھ کر وہ اپنے بگڑے ہوئے ب موڈ کو بحال کرتے ہوئے بولی اور انہیں ساتھ لئے آگے بڑھ گئی۔

☆.....☆.....☆

سوئے ہوئے مصعب کو بیڈ پر لٹا کر وہ کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہلنے لگی، وہ لوگ پچھلے دس سالوں سے اس گھر میں رہ رہی تھیں، پہلے موسیٰ اکیلا رہتا تھا، ڈیڑھ سال پہلے اس کی شادی ہوئی تھی اور وہ اپنی بیوی عنیزہ کو یہاں لے آیا تھا، اس کی باقی فیملی لندن میں رہتی تھی۔

''عنیزہ کتنی خوش قسمت ہیں ناں اتنا بڑا گھر، محبت کرنے والا شوہر، بے تحاشا دولت اور ایک بیٹا بھی اللہ نے دے دیا۔'' ٹہلتے ٹہلتے وہ وارڈ روب کے سامنے آ رکی، نادانستہ طور پر اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے کھول دیا، اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، اس نے اردگرد دیکھا، وہاں اس کے علاوہ کوئی نہ تھا، وہ ہاتھ بڑھا کر کپڑوں کو چھو کر دیکھنے لگی، پھر اس نے ایک ہینگر نکالا بہت قیمتی سوٹ تھا وہ دیوار گیر آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی اور ڈریس اپنے ساتھ لگایا۔

''واؤ۔۔'' بے اختیار اس کے منہ سے نکلا۔

''کاش میرے پاس بھی اتنے اچھے کپڑے ہوتے۔'' اس نے حسرت سے سوچا اور وہ ڈریس واپس لٹکا دیا، پھر اس نے عنیزہ کے کپڑوں جوتوں سے لے کر پرس، ہینڈ بیگ، جیولری اور میک اپ تک ہر چیز کو دیکھا۔

''ڈائمنڈ سیٹ۔'' اس کی آنکھیں چندھیا گئیں جیولری واپس رکھتے ہوئے اس کی نظر میرون کلر کی ڈائری پر پڑی، اس نے وہ باہر نکال لی اور دیکھنے لگی۔

ڈائری میں موسیٰ اور عنیزہ کی کچھ تصویریں پڑی تھیں، جن میں وہ دونوں ساتھ ساتھ تھے شاید وہ یونیورسٹی کی تصویریں تھیں۔

تو ان کی love Marrige ہے۔ دو خود کلامی کے انداز میں بڑبڑائی اور تصویریں واپس رکھنے لگی کہ اس کی نظر ایک صفحے پر پڑی، جس پر خوبصورت ہینڈ رائٹنگ میں لکھا ہوا تھا۔

I love You Aneeza ! i am nothing without you

only yours Moosa!

فروا کے دل کی حالت عجیب سی ہونے لگی اپنا آپ ایک دم بہت کم وقعت اور بے مایہ سا لگنے لگا، ڈائری میں بہت سارے کارڈز بھی پڑے ہوئے تھے، اس نے ڈائری واپس رکھی اور اٹھ کر مصعب کے پاس آئی، اس کا جی چاہا وہاں سے اٹھ کر بھاگ جائے مگر خود پر جبر کیے وہ بیٹھی رہی۔

☆.....☆.....☆

عروبہ سونے کے لئے لیٹی تو آنکھیں بند کرتے ہی ایک اجنبی چہرہ اس کے ذہن کی اسکرین کے پردے پر ابھرا۔

''نام بتاؤ اپنا۔۔۔'' اسکے سے بے تکلف اور نڈر انداز کو یاد کرتے ہی اسے جھرجھری آ گئی۔

دروازے پر ہونے والی دستک نے اس کی توجہ کھینچی، وہ ایک دم کانپ اٹھی اور پھر اٹھ کر دروازہ کھولا، اپنے سامنے کھڑے عیسیٰ احمد کو دیکھ کر اسے اچنبھا ہوا۔

''جی۔۔؟'' وہ دروازے میں ایستادہ استفہامیہ نظروں سے اس کی سمت دیکھ رہی تھی۔ وہ بھی بے خیال میں اسے دیکھے گیا، پھر جیسے کسی خیال سے چونکا اور سر جھٹک کر گویا ہوا۔

''آپ نیچے آ جائیں، کھانا کھالیں۔'' بہت اپنائیت سے کہتا ہوا نرمی سے اس سے مخاطب تھا۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھے گئی، اس کا یہ دیکھنا ہی عیسیٰ احمد کو اول روز ہی گھائل کر گیا تھا۔

''اوکے میں آتی ہوں۔'' وہ ایک دم مڑی تھی عیسیٰ احمد بھی واپس چل دیا تھا، وہ دو منٹ بعد نیچے چلی گئی تھی۔

''ماما آنٹی کی بیٹیاں مجھے بالکل اچھی نہیں لگیں، ہاں عروبہ بہت نائس لڑکی ہے۔'' ڈائننگ ہال کی کھڑکی کے پاس سے گزرتے ہوئے اسے عیسیٰ احمد کی آواز سنائی دی تھی، وہ فون پر بات کر رہا تھا۔

''وہ بالکل ویسی ہی لڑکی ہے جیسی لڑکیاں مجھے پسند ہیں ماما۔'' ڈائننگ ہال کی طرف بڑھتے اس کے قدم رک گئے تھے۔

''جی ماما آپ اسے دیکھیں تو۔۔۔۔''

''کیا میں واپس چلی جاؤں؟ اس نے خود سے سوال کیا۔

''لیکن بابا بھی کھانا کھانے آئیں گے۔ مجھے ناپا کر شاید برا محسوس کریں۔'' اگلے پل اس نے واپس جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

''بابا میری وجہ سے فنکشن چھوڑ کر آئے ہیں مجھے انہیں مزید پریشان نہیں کرنا چاہیے۔ وہ اندر داخل ہو گئی اور کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی عیسیٰ نے فون بند کر دیا۔

''شروع کریں کھانا۔۔'' عیسیٰ احمد کا انداز ایسا تھا جیسے وہ میزبان اور عروبہ مہمان ہو۔

''بابا تو آ جائیں۔۔'' وہ قصداً اس کی طرف دیکھنے سے پرہیز کر رہی تھی اور اس کی یہی باتیں عیسیٰ احمد کے دل میں اس کا بلند مقام بنا گئی تھیں۔

''ایک بات پوچھوں عروبہ۔۔'' عیسیٰ احمد نے محتاط انداز میں کہتے ہوئے اجازت طلب نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

''جی۔۔'' مختصر جواب دے کر وہ باہر کی جانب دیکھنے لگی تھی، اسے بابا کا انتظار تھا۔

''آپ کی ماما، آئی مین آپ کی سگی ماما؟'' اس نے دانستہ بات ادھوری چھوڑ دی اور عروبہ کی دیکھنے لگا تھا۔

''میری پیدائش کے فوراً بعد ان کی ڈیتھ ہوگئی تھی۔'' اسے اب الجھن ہونے لگی تھی۔

''میں بابا کو دیکھتی ہوں۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولی تھی۔

''وہ گھر پر نہیں ہیں۔عیسیٰ احمد کی بات پر اس نے تیزی سے اس کی سمت دیکھا تھا۔

''آپ کی ماما نے انہیں کال کر کے واپس بلا لیا۔'' عروبہ غضنفر کی آنکھوں میں بے یقینی ہلکورے لے رہی تھی۔

''وہ کہہ رہے تھے نویلہ کو ان کے بغیر کھانا کھانے کی عادت نہیں ہے، وہ ضد کر رہی تھی'' عیسیٰ احمد نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں بے یقینی کے ساتھ ساتھ دکھ بھی تیر رہا تھا۔

''عادت تو مجھے بھی نہیں ہے ان کے بغیر کھانا کھانے کی۔'' وہ زیر لب بڑبڑائی مگر اس کی بڑبڑاہٹ عیسیٰ احمد بغور سن سکتا تھا، وہ باہر کی جانب بڑھی۔

''رکیں عروبہ۔۔۔'' وہ اس کے پیچھے آیا، وہ رک گئی مگر اس کی طرف دیکھا نہیں۔

''وہ کھانا تو کھا لیں۔'' اس نے اپنائیت سے کہا۔

''بھوک نہیں ہے مجھے'' وہ رخ موڑے کھڑی تھی۔

''دوسروں کی زیادتیوں کی سزا خود کو مت دیا کریں۔'' وہ محسوس کر سکتا تھا کہ اس وقت اس کے دل کی حالت کیا ہوگی اس لمحے عیسیٰ احمد کے دل میں شدید خواہش پیدا ہوئی کہ وہ اس لڑکی کے تمام دکھ بانٹے، اس کی اداس آنکھوں میں روشنی بھر دے، اس کے بھینچے لبوں پر مسکان بکھیر دے۔

''سزا میں نہیں، وقت مجھے دے رہا ہے۔'' وہ سوچتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

''آپ کو اپنے بابا کے بغیر کھانا کھانے کی عادت نہیں، کیا یہ بات آپ نے انہیں بتائی ہے۔'' وہ اس کے پیچھے آیا تھا۔

''مجھے عادت نہیں اپنی باتیں بتانے کی۔'' اس نے پل بھر کو عیسیٰ احمد کی سمت دیکھا تھا۔

''کہہ کر پیار لینے کی اور پھر کچھ رشتے ایسے ہوتے ہیں جن کے متعلق ہماری خواہش ہوتی ہے کہ بنا کہے ہی وہ ہمارے دل کی بات سمجھ جائیں'' وہ سوچ کر رہ گئی اور عیسیٰ احمد نے آنکھوں کے رستے اس کے دل کی بات تک رسائی حاصل کی تھی۔

''کچھ رشتے ایسے ہوتے ہیں کہ جن میں اظہار اور کہہ دینا بہت ضروری ہوتا ہے عروبہ، کبھی کبھی مانگ کر حق لینا پڑتا ہے، ورنہ کوئی دوسرا ہمیشہ ہمارا حق مارتا رہتا ہے اور ہم خاموش تماشائی بنے رہتے ہیں۔'' عروبہ نے اسے کوئی جواب نہ دیا اور وہاں سے نکل گئی، عیسیٰ احمد خاموش کھڑا اسے جاتا دیکھتا رہا۔

☆.....☆.....☆

http://kitaabghar.com

ایمرجنسی کے سامنے ایک پاؤں پر کھڑا موسیٰ علی اردگرد سے مکمل طور پر بے نیاز تھا، وہ یہ بھی بھول چکا تھا کہ اس وقت وہ اپنا ننھا سا بیٹا الا پرواہ سی فروا کے حوالے کر آیا ہے، اسے یاد تھا تو صرف یہ کہ اس کی زندگی اس کا چین اور سکون اس وقت موت وحیات کی کشمکش میں ہیں۔

''کتنا بے بس ہوں میں عنیزہ۔'' وہ بے بسی سے سوچ کر رہ گیا۔

''تم جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ، پھر ہم لندن چلے جائیں گے۔'' ہاسپٹل میں اس وقت مکمل خاموشی تھی، اس سناٹے میں گھڑی کی ٹک ٹک اسے زہر لگ رہی تھی، اسے ایسا محسوس ہوا جیسے یہ گھڑی اس پر ہنس رہی ہو۔

''ایسا پہلے تو بھی نہیں ہوا تھا۔'' اس نے خوفزدہ نظروں سے گھڑی کی طرف دیکھا، اس کا جی چاہا کوئی چیز مار کر اسے توڑ دے۔

''مگر کیا ایسے وقت تھم جائے گا؟'' کوئی اس کے اندر چلایا، وقت توریت کی طرح مٹھیوں سے پھسل رہا تھا اور وہ بے بس کھڑا دیکھ رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

غضنفر نویلہ کا کہا نہ ٹال سکے مگر عروبہ کو اس طرح چھوڑ کر جانا بھی انہیں مناسب نہ لگ رہا تھا مگر چونکہ صوفیہ نے بھی کہہ دیا تھا تو اب ان کا جانا ضروری ہو گیا تھا اور وہ عروبہ سے کچھ بھی کہے بغیر صرف موسیٰ کو بتا کر آ گئے تھے۔۔

''اکیلے آئے ہیں؟'' ابھی وہ اندر داخل ہوئے ہی تھے کہ سامنے سے آتی صوفیہ پر نظر پڑی، وہ تیر کی سی تیزی سے ان کے قریب آئیں۔

''ہاں'' انہوں نے مختصر جواب دیا۔

''عیسیٰ اور عروبہ کو گھر چھوڑ آئے ہیں؟'' وہ حیرت اور غصے کے ملے جلے جذبات کا شکار ہو کر بولی تھیں غضنفر نے صرف ایک خاموش نظر ان کی سمت اچھالی زبان سے کچھ نہ بولے۔

''حد کرتے ہیں آپ غضنفر جوان لڑکی کو آپ عیسیٰ کے پاس تنہا چھوڑ آئے ہیں''۔

''کیسی فضول بات کر رہی ہو صوفیہ؟''۔ وہ آواز دبا کر آہستگی سے بولے۔

''فضول نہیں صحیح بات کر رہی ہوں، بھول گئے وہ کس کی بیٹی ہے؟'' انہوں نے طنز کا نشتر چھوڑا نشر غضنفر علی ضبط کی انتہاؤں پر تھے لب بھینچے کھڑے دیکھتے رہے۔

''اور خون اپنا اثر ضرور دکھاتا ہے، وہ اس عورت کی بیٹی ہے جو اٹھارہ سال پہلے۔۔''

''شٹ اپ صوفیہ۔۔'' ان کے صبر اور برداشت کا پیمانہ لبریز ہو گیا تھا۔

''آج بھی اس عورت کی چاہت آپ کے دل میں ہے، اس کی بیٹی سے آپ کو محبت ہے میں اور میری بیٹیاں۔۔۔'' ان کی آواز

بھرانے لگی تھی۔

''ہمیں کبھی وہ مقام نہیں مل سکے گا'' غضنفر بالکل خاموش ہو گئے تھے صوفیہ کو اندازہ ہی نہ تھا کہ انہوں نے انجانے میں اپنے شوہر کے بہت سے پرانے زخموں کو نوچ کر ان سے کھرنڈا اتار دیا تھا زخم بھی ایسے جو ناسور بن چکے تھے۔

''بابا آپ آ گئے۔۔۔'' نویلہ دوڑتی ہوئی آئی تھی۔

غضنفر جو کسی نے بے جان لاش کی طرح ٹھہرے تھے، بیٹی کو دیکھ کر خود کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگے تھے، ایسے ہی عمر گزری تھی۔

''میں آپ کا ویٹ کر رہی تھی، آ جائیں کھانا کھاتے ہیں۔'' ان کا ہاتھ تھامے وہ مڑ گئی تھی، صوفیہ بھی پیچھے چل دی تھیں، وہ بیوی اور بیٹیوں کے ساتھ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے مگر ان کی پیشانی پر تفکر کی گہری لکیروں کا جال بچھا ہوا تھا، صوفیہ صاف محسوس کر سکتی تھیں کہ وہ ذہنی طور پر وہاں موجود نہیں ہیں۔

اور یہی بات انہیں تکلیف دیتی تھی کہ وہ ان کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی ان کے ساتھ نہ ہوتے تھے۔

☆.....☆.....☆

گیٹ سے باہر کھڑے ہوئے اسے کافی دیر ہو گی، خالی خالی نظروں سے وہ سامنے دیکھ رہی تھی، یکا یک سرد ہوا کا جھونکا اس کے چہرے سے ٹکرایا اس کے ساکت وجود میں جنبش پیدا ہوئی تھی۔

''دروازہ کھولو۔'' اس نے گیت کو دھکیلا مگر وہ بند ہو چکا تھا گیٹ ہی نہیں، اس شخص کے دل کے دروازے بھی اس پر ہمیشہ کے لئے بند ہو چکے تھے۔

''آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے دروازہ کھولیں۔'' وہ زور زور سے دروازے کو دھڑ دھڑانے لگی، اچانک گیٹ کھل گیا، وہ اندر داخل ہونے لگی۔

''رک جائیں بی بی۔'' چوکیدار آگے بڑھا

''آپ اندر نہیں آ سکتیں۔'' وہ تھوڑے سے کھلے گیٹ میں ایستادہ تھا۔

''یہ میرا گھر ہے تم مجھے اندر آنے سے کیسے روک سکتے ہو؟'' وہ جھلملاتی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

،"مجھے معاف کر دیں بی بی، مگر صاحب کا حکم نہیں ہے۔'' تاسف سے سر ہلاتے ہوئے اس نے دوبارہ گیٹ بند کر دیا تھا۔

''وہ تو مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں، وہ ایسا نہیں کر سکتے۔'' وہ ابھی تک بے یقین تھی، اس شخص کی محبت کی جڑیں اس کے پورے وجود میں پھیل چکی تھیں، ااس کی ہے بے اعتنابی، نفرت اور دوری برداشت کرنا اس کے لئے آسان نہ تھا۔

ایک مایوس کن آخری نظر اس گھر پر ڈال کر وہ آگے بڑھ گئی، ہوا تیز ہو رہی تھی موسم کے تیور خاصے خطرناک دکھائی دے رہے

تھے، دیکھتے ہی دیکھتے ہلکی ہلکی پھوار پڑنا شروع ہوگئی۔

بس کرو زندگی، بہت نہالیا بارش میں اب اندر آجاؤ، بیمار پڑ جاؤ گی۔'' اسے بارش میں بھیگنا بہت پسند تھا، عجیب سی تنہائی اور اداسی کا احساس دامن گیر ہو جاتا تھا اپنی کم مائیگی کا احساس اور شدت سے ہونے لگتا تھا۔

مگر اب نہ تو وہ تنہا تھی، نہ بے وقعت و کم مایا، اب وہ کسی کے لئے بہت اہم اور خاص تھی اس شخص کی محبت نے اسے زمین سے آسمان پر پہنچا دیا تھا، اس کی تنہائیوں کو اپنے پیار کی آنچ سے آباد کر دیا تھا، اب بارش اسے اداس نہیں کرتی تھی۔

''تھوڑی دیر اور۔۔۔'' اس نے چہرہ آسمان کی جانب کیا اور ہاتھ بڑھا کر بارش کی بوندوں کو مٹھیوں میں قید کرنے کی کوشش کی۔

''بس بہت ہوگیا۔'' اس نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑا اور اندر کی جانب بڑھا۔

''تمہیں پتا ہے زندگی۔۔۔'' اسے بٹھا کر وہ خود بھی اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا، ہاتھ ابھی تک اس کی مضبوط گرفت میں تھا۔

''جب تم مجھ سے زیادہ اہمیت کسی اور چیز کو دیتی ہو تو میں اس سے بہت جیلس ہونے لگتا ہوں۔'' اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے پر چپکی گیلی لٹوں کو پیچھے کیا۔

''اچھا۔۔'' وہ لطف اندوز ہوتے ہوئے بولی۔

''تو آپ بارش سے جیلس ہوگئے۔'' وہ مسکراہٹ دبا کر بولی۔

''ہاں۔۔'' اس نے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔

''اور اگلی بار جب بارش ہوئی تو میں تم کو کمرے میں بند کر دوں گا اور باہر نہیں نکلنے دوں گا۔'' وہ بولا تو اس کی آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔

''اتنی بے اعتباری۔'' وہ اٹھنے لگی مگر اس نے اسے واپس بٹھا لیا۔

بے اعتباری نہیں۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''محبت کو کھو دینے کے اندیشے ہمیشہ ڈراتے رہتے ہیں، محبت کرنے والا شخص نیند میں بھی آنکھیں کھلی رکھتا ہے۔''

چند ثانیے وہ خاموشی سے اس کے چہرے کو دیکھتی رہی اور پھر اپنا دوسرا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

''میرا آپ کے سوا کوئی نہیں ہے، سو یہ یقین رکھیں کہ میں صرف آپ کی ہوں، آپ کے پاس ہوں۔''

''اور اگر کوئی تمہارا اپنا کبھی آ گیا تو؟'' دل کے اندیشے اس کی نوک زبان پر بھی آ ہی گئے تھے۔

''جن لوگوں نے مشکل میں میرا ساتھ نہیں دیا، مجھے اب ان کے آنے یا نا آنے سے فرق نہیں پڑتا۔'' وہ نگاہیں جھکا کر بولی۔

''تم نے جتنے دکھ اٹھانے تھے تم اٹھا چکی، ذلتوں، رسوائیوں اور تنہائیوں کا سفر تمام ہوا تمہاری منزل میں ہی تھا اور یقین رکھو تم کو میں اتنی محبت دوں گا کہ ماضی کی تلخیوں کو بھول جاؤ گی۔'' وہ اٹھ کر اس کی برابر میں آ بیٹھا اور اپنا بازو اس کے شانوں کے گرد پھیلا دیا، اس

لمحے اسے بہت تحفظ کا احساس ہوا، اپنا آپ بہت معتبر لگنے لگا تھا۔

اچانک اسے ٹھوکر لگی تھی، وہ جیسے کسی خواب سے جاگی، چونک کر ارد گرد دیکھا، بارش بھی تھی، وہ بھیگ بھی رہی تھی مگر وہ نہیں تھا۔

''آپ کا قصور نہیں ہے، آپ مرد ہیں اور مرد تو زبان سے محبت کرتا ہے، الفاظ کے جادو چلاتا ہے، زبان تو بدل بھی جاتی ہے اور عورت۔۔۔'' ہوا تیز ہو رہی تھی، موسم کے تیور

خطرناک دکھائی دے رہے تھے دیکھتے ہی دیکھتے بوندا باندی شروع ہوئی۔

''عورت دل سے محبت کرتی ہے اور دل جب ایک بار کسی کو دے دیتی ہے تو تمام عمر اسکی پابند رہتی ہے۔'' فضا میں خنکی کا احساس بڑھ گیا تھا، شام کے سرمئی آنچل پر رات اپنے سیاہ بال پھیلانے لگی تو ہر سو تاریکی اور سیاہی پھیل گئی، بالکل ویسی ہی سیاہی جیسی اس کے نصیب پر پھر گئی تھی سڑک پر آتے جاتے لوگوں کا جم غفیر تھا۔ بے فکری سے ہنستے ہوئے وہ ہر طرح کے غم اور دکھ سے آزاد نظر آ رہے تھے، جاتے دسمبر کی آخری بارش کو انجوائے کرتے ہر کوئی خوش اور پر جوش نظر آ رہا تھا، اپنے اندر کے سناٹوں اور وحشت سے

گھبرا کر اس نے نگاہ آسمان کی جانب اٹھائی تھی۔ لوگوں کی گہما گہمی اسے اس کی تنہائی کا احساس شدت سے دلا رہی تھی، وہ سہمی ہوئی نظروں سے ارد گرد دیکھ رہی تھی۔

سرما کی یخ بستہ ہوائیں جسم کو منجمد کر رہی تھیں، وہ اس وقت سویٹر اور شال کے بغیر ہلکی پھلکی سی چادر اوڑھے ہوئے تھی، جو کہ اس کو سردی سے بچانے کیلئے ناکافی ثابت ہو رہی تھی مسلسل چلنے سے ٹانگیں بھی شل ہو چکی تھیں، پیروں کی انگلیاں ٹھنڈک کے باعث برف بن گئی تھیں انگلی پر لگے زخم میں ٹیسیں اٹھ رہی تھیں چلتے چلتے وہ ایک دم رک گئی تھی، آہ۔۔

☆.....☆.....☆

دور کہیں فجر کی اذانیں ہو رہی تھیں ساجدہ کی آنکھ کھلی تو پہلی نظر فردا کے بستر پر گئی، جو کہ خالی تھا وہ مسکرا دیں۔

''چلو شکر ہے آج خود ہی اٹھ گئی۔'' وہ اٹھ کر بیٹھ گئیں اور اس کے واش روم سے نکلنے کا انتظار کرنے لگیں۔ جب کافی دیر گزر گئی اور وہ نہ آئی تو انہیں تشویش ہونے لگی وہ اٹھ کر واش روم کے دروازے کے پاس آئیں۔

''فروا!'' انہیں ٹینشن ہونے لگی ہولے سے دروازہ بجایا کچھ دیر انتظار کر کے انہوں نے دروازہ کھول دیا وہ دھک سے رہ گئیں۔

''فروا۔۔۔ فروا'' اسے آوازیں دیتی ہوئیں وہ واپس مڑیں۔

''کہاں جا سکتی ہے؟'' انہیں ہول اٹھنے لگے تھے۔

''اتنی صبح صبح کہاں گئی؟'' وہ ہر جگہ اسے دیکھنے کے بعد مایوس ہو کر بیٹھ گئیں، کچھ سمجھ میں نہ آیا تھا کہ کیا کریں۔

''کہیں۔۔۔'' ایک خیال بجلی کے کوندے کی مانند ان کے ذہن میں لپکا اور وہ خوف کے مارے کانپ اٹھیں۔

نہیں نہیں۔۔۔ایسا نہیں ہوسکتا۔'' وہ اٹھ کر باہر کی جانب بڑھیں۔

''مجھے موسیٰ سے مدد مانگنی چاہیے۔'' دل میں سوچتے ہوئے وہ آگے بڑھنے لگیں کے گیٹ میں سے موسیٰ اندر آتا دکھائی دیا وہ اسے سامنے دیکھ کر ہچکچا گئیں۔

''کیسے اور کیا کہوں اس سے۔۔'' وہ سوچ رہی تھیں کہ موسیٰ سیدھا ان کے پاس آ گیا۔

''السلام علیکم'' وہ چہرے سے خاصا پریشان دکھائی دے رہا تھا۔

''سوری آنٹی، رات آپ لوگوں کو زحمت دی دراصل عنیزہ کی طبیعت بہت خراب ہوگئی تھی اسے ہاسپٹل لے کر جانا پڑا اس لیے فروا کو مصعب کو سنبھالنے کا کہا۔'' اس نے ساری بات بتائی تو ساجدہ کی جان میں جان آئی۔

''مصعب آپ کی طرف ہے، کیسا ہے؟'' اس نے استفہامیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔

''نہیں فروا اسے ادھر تو نہیں لائی۔'' انہوں نے نفی میں سر ہلایا تو موسیٰ اندر کی جانب بڑھا۔

''ادھر ہی ہوگی، دراصل ابھی اس نے نماز بھی پڑھنی ہے تو اس لیے۔۔۔'' قصداً بات ادھوری چھوڑ کر وہ اس کی طرف دیکھنے لگیں۔

''میں بھیجتا ہوں۔''

''عنیزہ کی طبیعت کیسی ہے اب؟'' اپنی پریشانی میں اس کے متعلق پوچھنا ہی بھول گئی تھیں۔

''کچھ خاص ٹھیک نہیں ہے، دعا کیجیے گا'' وہ اندر کی جانب بڑھ گیا، بیڈروم میں قدم رکھا تو تھوڑی دیر تو اسے کچھ دکھائی نہ دیا، اندر ملگجا اندھیرا پھیلا ہوا تھا، آگے بڑھ کر اس نے کھڑکیوں سے ہٹائے اور سامنے موجود منظر دیکھ کر وہ شاکڈ رہ گیا، فروا مصعب کو بازو کے حلقے میں لئے بڑے سکون سے اس کے بیڈ پر سو رہی تھی۔

Silly girl- وہ زیر لب بڑبڑایا اور وارڈروب کی جانب بڑھ گیا، اسے عنیزہ کے کپڑے نکالنے تھے، وہ جان بوجھ کر شور کر رہا تھا کہ وہ اٹھ جائے، لیکن اس کی نیند اور سکون میں

رتی برابر بھی فرق نہ آیا تھا۔

''فروا۔۔'' بالآخر اسے آواز دینا پڑی، مگر وہ اب بھی نہ جاگی موسیٰ کو حیرت ہو رہی تھی کہ کس طرح وہ اس کے بیڈ پر بے فکری سے سو گئی تھی۔

''فرور! آپ کی امی بلا رہی ہیں۔'' اس نے ذرا سا نیچے جھک کر اونچی آواز میں کہا جواب میں وہ ذرا سا کسمسائی، موسیٰ نے دوبارہ آواز دی، تو اس نے آہستگی سے آنکھیں کھول دیں، اپنے سامنے موسیٰ کو دیکھ کر کچھ دیر تو وہ ناسمجھی کے عالم میں اس کے چہرے کو دیکھنے

لگی۔ پھر جب ہوش آیا تو مصعب کو ہٹا کر بیڈ پر لٹایا اور جھٹ سے اٹھ بیٹھی۔

''آپ کی امی بلا رہی ہیں۔''

''آئے ایم سوری۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور پاؤں میں چپل پہننے لگی۔

''کالج میں ٹیسٹ ہو رہے ہیں، رات دیر تک پڑھنے کی وجہ سے نیند پوری نہیں ہوئی، مجھے پتا نہیں چلا کب میری آنکھ لگ گئی۔'' وہ شرمندہ شرمندہ سی دروازے کی جانب بڑھی، موسیٰ نے کوئی جواب نہ دیا۔

''یہ معصب کو تو لیتی جائیں مجھے واپس ہاسپٹل جانا ہے۔'' اچانک اس نے پکارا وہ کچھ بھی کہے بنا پلٹی معصب کو بیڈ سے اٹھایا اور موسیٰ کی طرف دیکھے بغیر باہر نکل گئی۔

☆.....☆.....☆

عروبہ کی آنکھ کھلی تو دھوپ کھڑکی سے چھن کر اندر آ رہی تھی، چند ثانیے خاموش لیٹی وہ کھڑکی کے اس پار درخت پر بیٹھی اس کوئل کو دیکھتی رہی جو بہت اداس معلوم ہوتی تھی آہستگی سے اٹھ کر وہ کھڑکی میں آ کھڑی ہوئی اور بغور اسے دیکھنے لگی۔

''کیا بات ہے پیاری دوست، اداس کیوں ہو۔'' وہ اس سے مخاطب تھی، اس کو قریب محسوس کر کے وہ فوراً اڑ گئی۔

''پرندے بہت سمجھدار ہیں، انسان جیسے ہی ان کے قریب آتے ہیں یہ اڑ جاتے ہیں، کیوں کہ شاید یہ انسانوں کی مکار اور خود غرض فطرت سے واقف ہوتے ہیں، جانتے ہیں باتوں میں لگا کر جال میں پھنسا لیں گے۔'' اس کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ ابھری تھی وہ واپس پلٹی تو نظریں وال کلاک سے جا ٹکرائیں اور وہ اچھل پڑی۔

''سوا بارہ۔۔'' اس کے لب بے اختیار سرگوشی کے انداز میں ہلے تھے۔

''اتنا سوئی میں۔۔۔'' وہ جلدی سے فریش ہو کر نیچے آ گئی عیسیٰ احمد لاؤنج میں بیٹھا میگزین دیکھ رہا تھا۔

''گڈ مارننگ۔'' اسے دیکھ کر دھیرے سے مسکرایا تھا، جواب میں اس نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا تھا۔

''باجی ناشتہ لگا دوں، عیسیٰ صاحب بھی آپ کا انتظار کر رہے تھے۔'' سائرہ (ملازمہ) نے آ کر اس سے پوچھا تھا اس نے عیسیٰ کی طرف دیکھا۔

''ہاں ناشتہ لگا دو، رات کھانا بھی نہیں کھایا تو مجھے تو بہت بھوک لگی ہے۔'' اس سے پہلے کہ وہ بولتی عیسیٰ نے جواب دے دیا تھا، سائرہ وہاں سے چلی گئی۔

''آپ کو بھوک لگی تھی تو ناشتہ کر لیتے اب تو بہت ٹائم ہو گیا۔'' عروبہ کو یہ جان کر شرمندگی ہو رہی تھی کہ وہ اس کے انتظار میں بھوکا بیٹھا ہے۔

''ویسے آپ بالکل بھی مہمان نواز نہیں ہیں عروبہ۔۔'' اس نے گہری سنجیدگی لہجے میں سموتے ہوئے کہا تو عروبہ غضنفر خاموش کھڑی اسے دیکھتی رہی۔

i mean رات بھی آپ کھانا کھائے بغیر ہی سو گئیں، مجھے بھی بھوکا مارا اور اب بھی'' بات ادھوری چھوڑ کر وہ اس کے تاثرات جانچنے کے لئے اس کے چہرے کو بغور دیکھ رہا تھا۔

''نہ میں نے رات آپ کو منع کیا تھا کھانا کھانے سے اور نہ اب آپ پلیز دوبارہ میرے لئے انتظار کی زحمت مت اٹھایئے گا۔۔'' وہ واپس مڑنے لگی تو عیسیٰ احمد کو تو لینے کے دینے پڑ گئے تیر کی تیزی سے اٹھ کر اس کے قریب آیا۔

i was just joking آپ تو برا مان گئیں۔اس نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا

''نہیں، میں نے برا نہیں منایا۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''آپ کیا روزانہ اتنی ہی دیر سے جاگتی ہیں؟'' وہ دونوں ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے تھے ملازمہ نے ناشتہ لگا دیا تھا۔

''نہیں رات میں کافی دیر سے سوئی تھی۔'' عروبہ نے اس کی جانب دیکھے بنا ہی جواب دیا۔جبکہ عیسیٰ احمد کی نظریں مسلسل اس کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔

''انکل آئے تھے اور آپ کے لئے میسج دے کر گئے ہیں کہ آپ آج بارات کے لئے لازمی تیار رہیے گا۔عیسیٰ احمد کی بات پر اس نے تیزی سے سر اوپر اٹھایا تھا۔

''مگر مجھے کہیں نہیں جانا'' اس کی آنکھوں میں ایک انجانا خوف، ایک ان کہا درد عیسیٰ احمد صاف پڑھ سکتا تھا، وہ اس کی طرف دیکھے گیا۔

''میرا کل بہت امپورٹنٹ ٹیسٹ ہے، میں نے Prepare کرنا ہے۔اس نے جھٹ سے کہا، مبادا عیسیٰ احمد اسے زبردستی ساتھ نہ لے جائے۔

''واقعی ٹیسٹ یاد کرنا ہیت؟'' وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے گویا ہوا۔

''جی'' اس نے مختصر جواب دیا عیسیٰ احمد مسکرا دیا۔

''مجھے لگا آپ اس شخص کی وجہ سے نہیں جانا چاہتیں۔'' اس نے قصداً بات ادھوری چھوڑ دی۔

''کس شخص؟'' عروبہ نے تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے کہا۔

''وہی جس کی وجہ سے کل رات آپ فنکشن چھوڑ کر آ گئیں۔'' اس کے اتنے صاف انداز میں کہنے پر وہ لب نیم وا کیے اسے دیکھے گئی، وہ بہت ہوشیار تھا۔

''السلام علیکم'' سلام کی آواز پر اس نے چونک کر سامنے دیکھا تھا، جب کہ عیسیٰ احمد ابھی بھی اس کے سرخ ہوتے چہرے کو فوکس کیے ہوئے تھا۔

''کیسی ہو فروا آؤ۔۔۔'' اس نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگا لیا تھا، مگر فروا غائب دماغی سے عیسیٰ احمد کو دیکھ رہی تھی نہ جانے ایسا کیا تھا اس میں کہ فروا کا دل لمحوں میں اس کی محبت کا اسیر ہوا تھا، اسے خبر ہی نہ ہوئی، اسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ اس شخص کو صدیوں سے جانتی ہو یا پھر شاید اس کی روح صدیوں سے اسی ایک شخص کی تلاش میں تھی۔

''ہیلو۔۔'' عیسیٰ احمد کے بولنے سے اس کی محویت لمحہ بھر کو ٹوٹی تھی، اس نے عروبہ کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔

''فروا یہ میرے کزن عیسیٰ احمد ہیں، ابھی چند روز پہلے فرانس سے آئے ہیں اور عیسیٰ۔۔۔'' اب اس کا رخ اس کی طرف تھا۔

''یہ میری بیسٹ فرینڈ فروا احسان ہے۔'' اس نے دونوں کا تعارف کروایا۔

''نائس ٹو میٹ یو۔۔'' عیسیٰ احمد نے مسکراتے ہوئے کہا، اس کی مسکراہٹ کتنی نرم، مہربان اور دوستانہ تھی فروا اپنے حواس کھونے لگی تھی۔

عروبہ نے اسے چائے بنا کر دی تھی عیسیٰ احمد خاموشی سے ناشتہ کر رہا تھا، مگر دھیان ان دونوں کی باتوں کی طرف تھا۔

''میم زرینہ نے کل ٹیسٹ لینا ہے اور جو سٹوڈنٹ غیر حاضر ہوئے ان کو۔۔''

''پھانسی پر لٹکا دینا ہے۔'' فقرہ عیسیٰ احمد نے مکمل کیا تھا۔ فروا ہنس دی تھی جب کہ عروبہ بس اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

''یہ تو پہلے ہی بہت ڈرپوک ہیں، ٹیسٹ کے خوف سے تمام رات سو نہیں پائیں، آپ مزید تو مت ڈرائیں۔'' اس کی بات پر فروا نے الجھ کر عروبہ کی طرف دیکھا تو اس نے آنکھوں کے اشارے سے اسے خاموش رہنے کے لئے کہا۔

''دراصل میں تمہارے فزکس کے نوٹس لینے آئی ہوں۔'' اس نے آنے کی وجہ بیان کی۔

''میں لے کر آتی ہوں'' وہ اٹھی تو ہاتھ چائے کے کپ سے ٹکرا گیا، کپ میں سے چائے چھلکی اور عروبہ کا ہاتھ جل گیا۔

''سی۔۔'' اس کے منہ سے آواز نکلی عیسیٰ جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قریب آیا۔

''ہاتھ دکھائیں عروبہ۔۔'' اس سے پہلے کہ وہ اس کا ہاتھ تھام لیتا عروبہ نے ہاتھ پشت کی طرف کر کے چھپا لیا اور نفی میں سر ہلانے لگی۔

''ڈونٹ بی سلی، آپ کا ہاتھ جلا ہے، ادھر دکھائیں مجھے۔'' اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کی کلائی پکڑی اور اس کی بند مٹھی کو دوسرے ہاتھ سے کھولا، فروا پلکیں جھپکائے بنا اس منظر کو دیکھ رہی تھی۔

My God! عیسیٰ بہت فکر مند نظر آ رہا تھا، عروبہ کا ہاتھ بہت سرخ ہو چکا تھا، اس نے ہاتھ واپس کھینچنا چاہا مگر مقابل کی

گرفت مضبوط تھی۔

''آپ پلیز فریج میں سے برنال نکال لائیں۔'' فردا کی جانب دیکھے بنا وہ بولا تھا، وہ اٹھی اور وہاں سے نکل گئی۔

عیسیٰ احمد پورے دھیان سے عروبہ کے ہاتھ پر برنال لگا رہا تھا عروبہ سر جھکائے بیٹھی تھی جب کہ فروا رشک بھری نظروں سے عروبہ کو دیکھتی تو کبھی عیسیٰ احمد کے دلکش سراپے کو اس لمحے اس کا شدت سے جی چاہا کے چائے کا پورا کپ اٹھا کر اپنے ہاتھ پر انڈیل لے اور پھر دیکھے کہ کیا وہ اتنا شاندار شخص اس کے لیے بھی یوں ہی فکر مند ہوتا ہے مگر شاید محبت اس کے نصیب میں نہیں تھی اسے ایسا لگا۔

''میں بکس لاتی ہوں۔'' وہ اٹھنے لگی، فروا نے صرف ایک خاموش نظر اس پر ڈالی، اسے عروبہ پر غصہ آ رہا تھا، یا شاید وہ رشک اور جلن کی کیفیت میں مبتلا تھی، اسے اپنی کم مائیگی اور بے وقعتی پر رونا آ رہا تھا، وہ ایک دم اٹھ کھڑی ہوئی۔

''رہنے دو، میں چلتی ہوں۔'' وہ اٹھ کر چل دی۔

''رکو فروا۔'' عروبہ اس کے پیچھے آئی۔

''نوٹس تو لیتی جاؤ۔'' اسے فردا کا یوں ایک دم اٹھ کر چل دینا عجیب سا لگا، وہ سمجھ نہ سکی کہ اسے کیا ہوا ہے۔

''تمہیں بھی تو ٹیسٹ یاد کرنا ہوگا ناں، پھر مجھے یاد آیا کہ میرے پاس نوٹس ہیں۔'' اپنی بات مکمل کر کے وہ تیزی سے مڑی اور لمبے لمبے ڈگ بھرتی ہوئی اس سے دور ہوتی گئی، عروبہ حیرت سے اس کی پشت کو گھور رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

''موسیٰ۔۔'' وہ آنکھیں موندے، چیئر پر بیٹھا ہوا تھا جب عنیزہ کی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی، وہ برق رفتاری سے اس کے قریب آیا تھا۔

''کیا بات ہے عنیزہ؟'' وہ اس کے پاس کھڑا، اس کے کمزور اور نحیف وجود کو دیکھ رہا تھا، اس کی گلابی رنگت ماند پڑ چکی تھی، چہرے پر زردیاں کھنڈی ہوئی تھیں، آنکھوں کے گرد حلقے گہرے ہو چکے تھے۔

''م۔۔۔ مجھے۔۔۔ گھر۔۔۔ جانا ہے۔'' اس نے خشک لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

''تم ٹھیک ہو جاؤ گی تو ہم گھر چلیں گے'' اس کا دایاں ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر نرمی سے اس کی پشت سہلاتے ہوئے بولا۔

''میں اب ٹھیک نہیں ہو سکتی موسیٰ!'' اس نے آنکھیں موند لیں، موسیٰ کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا تھا۔

''خاموش ہو جاؤ منیزہ'' اس نے گھبرا کر اپنا ہاتھ اس کے لبوں پر رکھ کر اسے خاموش کروانا چاہا۔

''کبوتر مت بنو موسیٰ۔۔'' عنیزہ نے آنکھیں کھولتے ہوئے اس کا ہاتھ اپنے لبوں سے ہٹایا تھا، موسیٰ علی کے چہرے پر اس وقت شدید کرب تھا۔

''موت کو سامنے دیکھ کر آنکھیں بند مت کرو''

''عنیزہ پلیز'' اس نے احتجاجاً اس کا طرف دیکھا۔

''پلیز مجھے بات کرنے دو'' اس نے التجائیہ نظروں سے موسیٰ کی طرف دیکھا تھا۔

''اس دنیا کو چھوڑنے کا دل کسی کا نہیں کرتا کوئی بھی مرنا نہیں چاہتا، کوئی اپنے پیاروں کو دفنانا نہیں چاہتا مگر ایسا کرنا پڑتا ہے موسیٰ۔'' اس کی آواز میں آنسوؤں کی نمی وہ صاف محسوس کر سکتا تھا مگر سر جھکائے کھڑا رہا۔

''میرے پاس وقت ختم ہو گیا ہے، موت سے زیادہ خوفناک موت کی چاپ ہوتی ہے موت کا انتظار بڑا جان لیوا ہوتا ہے اور یہاں ہسپتال کے بستر پر لیٹے ہر لمحہ میں موت کی چاپ سنتی ہوں، عزائیل کے آنے سے کوئی نہیں روک سکتا مگر یہاں ہر دم اس کی موجودگی محسوس ہوتی ہے۔ میں وقت سے پہلے نہیں مرنا چاہتی موسیٰ مجھے گھر لے جاؤ۔'' اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے اور یہ آنسو موسیٰ کے دل پر گر رہے تھے وہ بے بسی کی انتہاؤں پر تھا۔

''میں اپنے گھر، اپنے بیڈ روم اور اپنے بستر پر مرنا چاہتی ہوں، میں چاہتی ہوں جب میں مروں تو جو منظر میں آخری مرتبہ دیکھوں اس میں تم اور معصب میرے ساتھ ہو، میں اسپتال کے بستر پر ڈاکٹرز کے سامنے نہیں مرنا چاہتی میری آخری خواہش پوری کر دو موسیٰ۔'' اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کانپتے ہوئے ہاتھ اس کے سامنے جوڑ دیے تھے۔

''ایسا مت کرو میرے ساتھ عنیزہ'' وہ آنسو پیتے ہوئے بولا تھا۔

''انسان خود کو کیا چیز سمجھتا ہے موسیٰ۔۔'' وہ چھت کو گھور رہی تھی اور موسیٰ اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

''حسن، دولت، جوانی، اولاد، عہدے اور پتا نہیں کس کس چیز پر غرور کرتا ہے، تکبر اور شان سے پاؤں زمین پر رکھتا ہے اکڑ سے چلتا ہے مگر اس کے اختیارات تو بہت کم ہیں، وہ تو بہت بے بس ہے، اپنی مرضی سے ایک لمحہ بھی زیادہ نہیں جی سکتا، ساری زندگی دنیا کے پیچھے بھاگتا ہے، ایک چیز حاصل کر لی تو نئی کی لگن وہ پالی تو کسی اور کی دھن مگر موت کو سامنے دیکھ کر پتا چلتا ہے سب فضول ہے، نظر کا دھوکہ تھا، اصل میں جو سامان کام آنا ہے وہ تو ہاتھ میں ہے ہی نہیں اور موسیٰ۔۔'' اس کی آنکھوں سے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔

''میرے ہاتھ خالی ہیں، میں نے زندگی میں کوئی نیک کام نہیں کیا، میں نے کبھی نماز نہیں پڑھی۔'' وہ ایک دم بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

لوئے لوئے بھرے کڑیے جے تدھ بھانڈا بھرنا

شام پئی بن شام محمد گھر جاندی نہیں ڈرنا

''کاش۔۔'' اس نے موسیٰ کی طرف دیکھا۔

''کاش میرے والدین نمازی پرہیز گار ہوتے، وہ مجھے بھی نماز پڑھنی سکھاتے، کاش موسیٰ آپ نماز پڑھتے ہوتے، آپ نماز کی طرف لگاتے، ہائے وقت گزر گیا، میں نے کچھ نہ کمایا۔'' پچھتاوں کے زہریلے ناگ اسے چاروں جانب سے ڈس رہے تھے۔

''اللہ بڑا غفور الرحیم ہے عنیزہ'' اس نے اسے تسلی دینا چاہی۔

''اللجبار (جبر کرنے والا) بھی ہے، قہار (قہر برپا کرنے والا) بھی ہے اور ضار (ضرر پہنچانے والا) بھی، میں نے کسی جگہ پڑھا تھا اور موسیٰ۔'' اچانک سے اسے یاد آیا۔

''میں نے کبھی قرآن پاک نہیں پڑھا، میں نے تمہیں بھی پڑھتے نہیں دیکھا۔'' خوف کے مارے اس کی حالت غیر ہونے لگی تھی۔

''مجھے گھر جانا ہے ابھی اسی وقت۔۔'' وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور ہاتھ سے بیرنیولا اتار کر پھینک دیا۔

''مجھے نماز پڑھنی ہے مجھے گھر لے جاؤ۔۔۔'' وہ بیڈ سے نیچے اترنے لگی تھی، اس پر جنونی کیفیت طاری تھی۔

''عنیزہ پلیز ڈونٹ بی سلی۔۔'' موسیٰ نے آگے بڑھ کر پکڑ کر اسے لٹا دیا تھا، وہ زور زور سے چلا رہی تھی۔

''مجھے نماز پڑھنی ہے مرنے سے پہلے ایک مرتبہ قرآن پاک پڑھنا ہے مجھے مت روکو، ایسا نہ ہو میں نماز پڑھے بغیر ہی مر جاؤں۔'' ڈاکٹر اندر آیا تھا، اس کے ساتھ سسٹر تھی، اس نے عنیزہ کو انجیکشن لگا دیا تھا، کچھ ہی دیر میں اس پر غنودگی طاری ہونے لگی تھی۔

☆.....☆.....☆

غضنفر سونے کے لئے لیٹے تھے جب صوفیہ کمرے میں داخل ہوئی، ان کے ہاتھ میں دودھ کا گلاس تھا۔

''سو گئے آپ۔'' انہوں نے گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھا تھا۔

''میں جانتی ہوں آپ جاگ رہے ہیں۔'' وہ ان کے قدموں کے قریب بیٹھ گئی تھیں۔

''آپ ناراض ہیں مجھ سے؟'' انہوں نے سوال کیا۔

''نہیں۔'' انہوں نے مختصر جواب دیا۔

''تو پھر ایسے رخ موڑے کیوں لیٹے ہوئے ہیں؟'' ان کی بات پر غضنفر علی نے رخ موڑا تھا اور صوفیہ کے چہرے کی طرف دیکھا، جہاں پریشانی واضح تھی۔

''تم نہیں جانتی تم نے انجانے میں میرے بہت پرانے زخموں سے کھرنڈ اتار دیا ہے، وہ تکلیف ایک مرتبہ پھر محسوس ہونے لگی ہے مجھے۔'' انہوں نے ایک گہری سانس فضا کے سپرد کرتے ہوئے کہا۔

''میرا مقصد آپ کو تکلیف دینا نہیں تھا مگر آپ مت بھولیں کہ وہ کس ماں کی بیٹی ہے۔'' نا چاہتے ہوئے بھی ان کی زبان پر زہر اگلنے سے باز نہ آ رہی تھی۔

''وہ میری بھی تو بیٹی ہے، یہ کیوں بھول جاتی ہو؟'' وہ شکست خوردہ لہجے میں باور کروا رہے تھے صوفیہ کا غصے اور جلن سے برا حال تھا۔

''اسی لئے تو اس کا خیال ہے مجھے، ورنہ میں اس گل افزاء سے تو شدید نفرت کرتی ہوں' جس نے مجھ سے آپ کو چھینا '' غصے اور جوش جذبات میں سچ بات ان کی زبان سے نکل آئی تھی، اور اب وہ پچھتا رہی تھیں۔

''میں تمہارا مشکور ہوں، تم نے میرے ٹوٹے اور بکھرے وجود کو سمیٹا، میری بیٹی کو پالا انہوں نے ممنون نظروں سے ان کی جانب دیکھا تو صوفیہ کو ڈھیروں طمانیت کا احساس ہوا۔

''بس میری ایک ریکوسٹ ہے۔'' چند لمحے خاموش رہنے کے بعد وہ دوبارہ گویا ہوئے۔

''میرے سامنے اس کا نام مت لیا کرو'' نگاہیں سامنے دیوار پر لگی پینٹنگ پر گاڑے وہ ملتجی انداز میں بولے تو صوفیہ کا ڈھیروں خون جل گیا۔

''کیوں یاد آتی ہے اس کی؟'' وہ خود کو کہنے سے باز نہ رکھ پائیں غضنفر علی نے ایک خاموش مگر کاٹ دار نظر ان پر ڈالی اور لیٹ گئے ان کا جواب نہ دینا سوفیہ کو تپا گیا تھا، ان کے کان ترس گئے تھے کہ غضنفر کبھی تو گل افزاء کو برا بھلا کہیں، اس سے نفرت کا اظہار کریں مگر ایسا کبھی نہ ہوا اور شاید ایسا کبھی ہوگا بھی نا۔

☆.....☆.....☆

''اللہ افروا تم یہاں چھپی بیٹھی ہو، میں نے پورے کالج میں تمہیں ڈھونڈا۔'' وہ لائبریری میں بیٹھی تھا جب عروبہ اس کو ڈھونڈتی ہوئی وہاں آ گئی تھی۔

''کوئی کام تھا؟'' نگاہیں کتاب پر جمائے بظاہر سرسری انداز میں پوچھا تو عروبہ حیرت سے اسے دیکھے گئی۔

''کیا مطلب ہے کام؟'' اس نے کتاب بند کر دی۔

''آؤ کینٹین چلتے ہیں، ناول ختم ہونے کی خوشی میں تم کو کچھ کھلانا بھی تو ہے۔'' عروبہ کو فروا کا موڈ کچھ خراب محسوس ہو رہا تھا، دونوں لائبریری سے باہر آ گئیں۔

''تمہیں نہیں لگتا عروبہ تم نے اپنے قارئین کے ساتھ برا کیا ہے آئی مین دیکھو نا، جو لوگ اتنے عرصے سے تمہارا ناول پڑھ رہے تھے۔ تم نے ان کو کیا اینڈ دیا ہے۔

وہ دونوں چلتی ہوئیں اپنی مخصوص جگہ پر آ گئی تھیں۔ کھانے کی چیزیں جو کینٹین سے خریدی تھیں وہ کھانے لگیں۔

فروا میں اپنے Readers کو Fantey world میں رکھ کر دھوکہ نہیں دینا چاہتی، Reality سے دور لے جا کر

بے موت نہیں مارنا چاہتی کہ جب سراسر جھوٹ اور دھوکے پڑھ کر وہ حقیقت کی دنیا میں آئیں تو Adjust کرنا ان کے لئے مشکل ہو۔" اس نے اپنا نقطہ نظر اس پر واضح کیا تھا فروا سر ہلا کر رہ گئی۔

i think رائٹر کو Optimistic ہونا چاہیے تاکہ Pessimistic فروا نے کہا۔

And i think writer should be realistic عروبہ نے بھی اختلاف کیا۔

دونوں کو ایک دوسرے کے خیالات اختلاف تھا، دونوں کچھ دیر خاموشی سے کھاتی رہیں، حسب معمول وہاں کوے آ گئے تھے اور عروبہ اپنے شورامہ میں سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے انہیں بھی دے رہی تھی۔

Sorry to say عروبہ تم جیسے Negativity کو Highlight کرنے والے رائٹرز خود کو Realistic کیوں کہتے ہیں؟ کیا Reality ہمیشہ بری ہی ہوتی ہے؟" فروا نے فائل لہرائی اور تمام کوے اڑ گئے، اس نے شکر ادا کیا۔

"تم چاہتی ہو میں ایک کہانی لکھتی جس میں ایک بے حد حسین اور مظلوم ہیروین ہوتی اور دور دیس سے کوئی شرادہ آتا، اسے دلہن بنا کر لے جاتا اور کہانی ختم۔۔اس سے کیا سیکھنے پڑھنے والے؟" اس نے سوال اٹھایا۔

Life is not a bed of roses farwa ۔اس کی بات پر فروا دھیمے پن سے مسکرا دی۔

"کبھی کبھی حقیقت میں بھی ایسا ہو جاتا ہے عروبہ ڈارلنگ۔" وہ معنی خیزی سے مسکرائی۔

"اب دیکھو ناں تم ایک حسین اور مظلوم لڑکی دور دیس سے آنے والے عیسیٰ احمد کو تم سے محبت ہو گئی، ہے نا افسانوی سچویشن" وہ شریر انداز میں بولی۔

"محبت وہ بھی عیسیٰ کو، اور مجھ سے؟" عروبہ کو اس کی باتوں سے حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا، اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ ایسی بات بھی کر سکتی ہے۔

Are you in your senses? اس نے خفگی سے فروا کو گھورا جواب میں وہ ڈھٹائی سے مسکرا دی۔

"تو اس میں غلط کیا ہے کل جس محبت سے وہ تمہارے ہاتھ پر برنال لگا رہے تھے۔ہائے کیا فلمی سچویشن تھی وہ آنکھیں بند کر کے وہی منظر دوبارہ یاد کرنے لگی، عروبہ کو اس کی دماغی حالت پر شبہ ہوا تھا۔

"تمہارا دماغ چل گیا ہے، جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں انہیں ہمارے گھر آئے ہوئے۔۔" نا چاہتے ہوئے بھی وہ صفائی دے گئی، کیونکہ اسے اپنا کردار بہت عزیز تھا۔

"محبت بے اختیاری جذبہ ہے عروبہ" وہ سامنے دیکھتے ہوئے حسرت سے بولی۔

''مہینوں اور سالوں پر محیط کورس سوچ سمجھ کر کیے جاتے ہیں یار اور پھر اگر سوچ سمجھ کر کرنے والا کام ہوتا تو کوئی سمجھدار انسان محبت نہ کرتا۔'' اس نے بڑے رسان سے کہا تھا۔

''تم ٹھیک کہتی ہو مگر عیسیٰ کو مجھ سے محبت نہیں ہے، ان کی جگہ کوئی بھی ہوتا تو یہی کرتا تم حقیقت کی دنیا میں رہا کرو۔'' اس نے گہری سنجیدگی سے کہا تو فروا بغور اس کے چہرے کو دیکھے گئی، جیسے تاثرات جانچ رہی ہو۔

''تو تمہیں بھی ان سے محبت نہیں ہے؟'' اس نے استفہامیہ نظروں سے عروبہ کی جانب دیکھا

Not at all میرا دماغ ابھی ٹھیک ہے۔ اس نے کولڈ ڈرنک اٹھا کر لبوں سے لگالی۔

''اور اگر میں کہوں کہ میرا دماغ خراب ہو گیا ہے؟'' عروبہ نے تیزی سے اس کی جانب دیکھا تھا، جیسے اس کی بات پر یقین نہ آیا ہو۔

''تو میں تم سے یہی کہوں گی عیسیٰ احمد کا خیال دل سے نکال دو، کیونکہ میری ماما کبھی بھی میری فرینڈ اور عیسی کو۔۔۔''

''اوکم آن عروبہ۔۔۔'' اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے مزید بولنے سے روکا۔

''وہ محبت ہی کیا جس میں پابندیاں نہ ہوں، ظالم سماج نہ ہو اور آزمائشیں نہ ہوں۔۔۔'' وہ بے خوف لہجے میں بولی تھی۔

''میں تمہارے لئے دعا کروں گی۔'' دو دونوں وہاں سے اٹھ گئی تھیں کلاس کا ٹائم ہو رہا تھا۔

''ویسے دن بدن تمہارے مداحوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اتنی کم ایج میں تم نے بڑا نام کمایا ہے۔'' وہ دونوں ساتھ ساتھ چل رہی تھیں، فروا اس کی زندگی کے ہر راز سے واقف تھی، اس کے علاوہ کوئی نہ جانتا تھا کہ وہ رائٹر ہے وہ کسی کو نہیں بتاتی تھی۔

''میں اس لئے نہیں لکھتی کہ لوگ میرے دیوانے ہو جائیں، مجھے Idealise کرنے لگیں، میں تو بس غم بانٹنے کی کوشش کرتی ہوں اور مجھے زندگی میں ان سے کچھ نہیں چاہیے بس میری خواہش ہے کہ میرے مرنے پر رونے والوں میں میرے بے شمار قارئین شامل ہوں، وہ میری موت کو شدت سے محسوس کریں اپنی موت سے میں ان کے دلوں میں ہمیشہ کے لئے زندہ ہو جاؤں۔'' اس کی بات سن کر فروا دھک سے رہ گئی، ایک دم رک کر اسے دیکھنے لگی۔۔

''تم رائٹر لوگ بھی ناں پاگل ہوتے ہو کیسی کیسی عجیب خواہشات پالتے ہو، اب بھلا مرنے کے بعد خواہش پوری ہونے کا کیا فائدہ۔۔'' جواب میں عروبہ نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کے کلاس روم میں داخل ہو گئی۔

☆.....☆.....☆

گاڑی پورچ میں کھڑی کر کے وہ سیدھا اپنے بیڈ روم میں آیا تھا، ہاتھ میں تھاما کوٹ صوفے پر اچھالا اور جھک کر پیروں کو جوتے کی قید سے آزاد کروانے لگا۔

''السلام علیکم فارقلیط صاحب؟'' رمضو بابا دروازہ ناک کر کے اندر آئے تھے۔

''ڈیڈی کہاں ہیں؟'' وہ اٹھ کھڑا ہوا

''ان کی میٹنگ ہے، دیر سے آئیں گے۔ آپ کے لئے کھانا لگا دوں؟'' رمضو بابا نے مودب انداز میں پوچھا تو وہ نفی میں سر ہلا کر رہ گیا۔

''بھوک نہیں ہے، ایک کپ کافی پلا دیں۔'' اس نے کوٹ کی جیب میں سے موبائل نکالا اور مبشر کا نمبر نکالنے لگا تو ماہ جبیں کا نام دیکھ کر اس کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ پھیل گئی وہ مبشر کو بھول کر اسے کال کرنے لگا۔

آپ کا مطلوبہ نمبر کسی کے استعمال میں نہیں'' آواز سن کر وہ حیران رہ گیا، اس نے دوبارہ کال کی، سہ بارہ، ہر بار کمپیوٹر نے اسے یہی بتایا۔

''تو مس ماہ جبیں آپ مجھے بے وقوف بنا گئیں۔'' بظاہر وہ اسے بہت معصوم لگی تھی۔ اس کی ہوشیاری پر وہ ہنس دیا موبائل سائیڈ پر رکھ کر اس نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگالی اور آنکھیں موند لیں۔

''فارقلیط صاحب کافی'' رمضو بابا کی آواز پر اس نے آنکھیں کھول دیں۔

''ٹیبل پر رکھ دیں۔'' اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا، رمضو بابا نے کپ میز پر رکھا اور الٹے قدموں باہر نکل گئے، کافی میز پر پڑی ٹھنڈی ہوتی رہی اور وہ یہ سوچتا رہا کہ وہ ایک لڑکی اس سے متاثر کیوں نہ ہوئی۔

☆.....☆.....☆

''امی۔۔'' ساجدہ سبزی بنا رہی تھیں، فروا پاس بیٹھی ٹیسٹ یاد کر رہی تھی مگر اس کی سوچ کا پنچھی کسی اور سمت پرواز کر رہا تھا۔

''ہوں۔'' انہوں نے لمحہ بھر نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

''کچھ لوگ کتنے خوش قسمت ہوتے ہیں ناں۔۔۔'' وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولی تو انہوں نے بغور اس کی طرف دیکھا مگر منہ سے کچھ نہ کہا۔

''نہیں سب کچھ بہت آسانی سے مل جاتا ہے، وہ چیزیں جن کے لئے دوسرے روتے تڑپتے اور دعائیں مانگتے ہیں، پھر بھی انہیں نہیں ملتیں، ان لوگوں کو بنا مانگے مل جاتی ہیں، آئی مین۔ انہیں نہ انتظار کرنا پڑتا ہے کسی چیز کے لئے اور نہ صبر کی تکلیف سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس کے لہجے میں موجود حسرت و یاس اور الفاظ کی تلخی پر پہلے تو وہ حیران ہوئیں پھر خود کو سنبھال کر ایک گہری نظر اس پر ڈالی۔

''اللہ کی قسم بہت اچھی ہے، اس پر شکر ادا کرنا چاہیے۔'' بظاہر اپنا دھیان سبزی کی طرف رکھتے ہوئے وہ سرسری انداز میں کہنے لگیں۔

''مگر کچھ لوگوں کو سب کچھ کیوں مل جاتا ہے امی؟'' وہ ان کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

''اس میں بھی اللہ کی مصلحت ہوتی ہے بیٹا اور پھر جسے جتنا زیادہ نوازا جاتا ہے اس پر اتنی ہی زیادہ ذمہ داریاں ہوتی ہیں، کیا وہ رشتہ داروں کے حقوق پورے کرتا ہے، ہمسایوں کا خیال رکھتا، غریبوں مسکینوں کی مدد کرتا ہے۔'' انہوں نے مدبرانہ انداز میں کہا، جانتی تھیں ذرا سی سختی اس کے لیے بری ثابت ہو سکتی ہے۔

''مگر پھر بھی امی وہ لائف کو انجوائے تو کر لیتے ہیں نا، آئی مین آپ عنیزہ باجی کو دیکھیں ان کی وارڈ روب میں ایک سے بڑھ کر ایک ڈریس ہے، ڈائمنڈ جیولری اف امی آپ دیکھیں تو دیکھتی رہ جائیں۔ اس کی آنکھوں میں لالچ کی چمک دیکھ کر انہیں اپنی تربیت پر افسوس ہونے لگا تھا۔

''تم عنیزہ کو خوش قسمت کہہ رہی ہو؟ انہوں نے تاسف سے سر ہلایا۔

''عین جوانی میں اتنے خوفناک مرض میں مبتلا ہے، ایک گردہ مکمل خراب ہو چکا ہے اور دوسرا ستر فیصد۔۔۔'' انہوں نے اسے تفصیل بتائی۔

''آپ کو کس نے بتایا؟'' اسے بہت افسوس ہوا۔

''موسیٰ آیا تھا، تم کالج تھی، مجھے دعا کے لئے کہا، ساتھ ہی عنیزہ کا پیغام دیا کہ مجھے ملنا چاہتی ہے، میں نے کہا میں رات کو آؤں گی۔'' ان کی بات سن کر وہ افسردہ ہو گئی، انہیں یہاں رہتے ہوئے اتنا عرصہ گزر گیا اور موسیٰ نے ہمیشہ انہیں اپنے گھر کے افراد کی طرح سمجھا، وہ ان سے کرایہ بھی نہیں لینا چاہتا تھا مگر ساجدہ کی انا یہ گوارا نہ کرتی تھی اور پ ہر مہینے کی یکم کو کرایہ اسے دے دیتی تھی۔ اس بار تو دو ماہ ہو گئے کرایہ بھی نہیں دیا۔

''خوشیاں روپے پیسے کپڑے جوتے اور ڈائمنڈ سیٹ سے مشروط نہیں ہوتیں میرے بچے سکھ سکون عزت اور محبت میسر آ جائے اور فقیر کی جھونپڑی میں بھی سکون ہے۔'' انہوں نے ناصحانہ انداز میں سمجھایا جانتی تھیں کم عمر اور نادان ہے۔

''یہ سب بھی فلسفیانہ باتیں ہیں امی اور فلسفے سے پیٹ نہیں بھرتا، آپ کبھی نہ عروبہ جیسی باتیں کرتی ہیں وہ بھی آپ کی طرح سمجھاتی رہتی ہے مجھے۔'' اس نے برا سا منہ بنایا۔

''ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کیا کرو'' انہوں نے نرمی سے سمجھایا۔

''اب یہ ٹینڈے کھا کر تو میں اللہ کا ہرگز شکر ادا نہیں کروں گی۔'' وہ کتاب بند کر کے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''چائے پئیں گی؟'' وہ کچن کی جانب بڑھتی ہوئی پوچھنے لگی۔

''رہنے دو، کھانا کھائیں گے تم پڑھو'' انہوں نے اسے روکا۔

''کھانے میں تو جیسے بریانی اور کوفتے ہیں۔'' منہ بسورتی ہوئی وہ کچن میں گئی اور دو منٹ بعد ہی اس کی واپسی ہوئی۔

''چائے کی پتی نہیں ہے امی۔''اس کا موڈ بری طرح آف ہوا تھا۔

''اسی لئے میں کہتی ہوں کہ فلسفے سے پیٹ نہیں بھرتا۔''اس رات وہ کھانا کھائے بغیر سو گئی تھی۔

☆.....☆.....☆

چاند پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا اور دھرتی پر روشنی بکھیر رہا تھا، فضا میں رات کی رانی کی خوشبو مہک رہی گی، غضنفر ٹیرس پر کھڑے تھے۔

''مجھے رات کی رانی کی خوشبو بہت پسند ہے۔''وہ ناک کو سکوڑ کر اس کی خوشبو کو اپنے اندر اتار رہی تھی۔

''اور مجھے تم'' وہ سنجیدگی سے بولے۔

''غضنفر۔۔''اس نے آنکھیں نکالیں، جواب میں وہ ہنس دیے۔

''ہمیشہ ایسے ہی رہنا، سادہ اور معصوم''بغور اس کو دیکھتے ہوئے بولا تو وہ چند ثانیے خاموشی سے اس کے تیکھے مغرور مردانہ نقوش کو دیکھتی رہی۔

''کبھی کبھی آپ کو کھو دینے کے موسم مجھے بہت ستاتے ہیں غضنفر۔۔'' اس نے جھک کر ایک پھول توڑا اور اس کے کوٹ کی جیب میں لگا دیا۔

ہوا سرسراتی ہوئی ان کی کھڑکی پر دستک دینے لگی تو بہت سے پرانے زخم تازہ ہونے لگے دل کی حالت غیر ہونے لگی۔

''تو یہ طے شدہ ہے گل افزاء کے میں تم کو بھول نہیں پایا۔نفرت تو بہت دور کی بات، کتنی عجیب سی بات ہے کہ میں تم سے بچھڑ کر بھی زندہ ہوں، کیوں گل افزاء کیسے؟''وہ آج بھی ان کی تنہائیوں میں دبے پاؤں چلی آتی تھی، وقت نے انہیں بتا دیا تھا کہ جن کے لئے دل میں ایک مرتبہ محبت کے پھول کھل جائیں، پھر لاکھ نفرت کے بیج اس شخص کے نام کے بوئے جائیں، فصل محبتوں اور پھولوں کی ہی اگتی ہے۔

کاش تم آ کر دیکھو گل افزا یہ دل آج بھی تمہارے نام پر دھڑک رہا ہے محفل ہو یا تنہائی یہ صرف تمہارے نام کی مالا جپتا ہے، ایک بار آ کر دیکھو۔

سر خامہ، سر محفل

سر بازاری رقصم۔۔!!!

سر ہستی، سر مقتل

دیوانہ داری رقصم۔۔!!!

خدا جانے کہ

تیرے ہجر میں

دلدار می رقصم۔۔!!!

دل ناداں سنبھل جائے

جو کہو دیدار می رقصم۔۔!!!

☆.....☆.....☆

موسم نے انگڑائی لی تھی گرمی کا زور ٹوٹ گیا تھا، ٹھنڈی اور مستانی سوائیں چل رہی تھیں عروبہ ٹیرس پر بیٹھی پڑھ رہی تھی عیسیٰ احمد اس کے سامنے کرسی رکھ کر بیٹھ گیا، اس نے کتاب سے نظریں نہیں ہٹائیں۔

''سمجھ نہیں آتی، آپ مغرور ہیں، خود پسند یا پھر مجھ سے خوفزدہ'' عروبہ نے پل بھر کو نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور دوبارہ نگاہیں جھکا لیں۔

''یعنی کہ حد ہوگئی بے مروتی اور بدلحاظی کی۔'' اس نے آگے بڑھ کر کتاب اس کے ہاتھ سے پکڑ کر بند کر دی۔

''میرا پیپر ہے کتاب واپس کریں۔'' اس نے ہاتھ آگے بڑھایا جس پر عیسیٰ احمد مسکرا دیا۔

''تھینک گاڈ میں تو Expect کر رہا تھا

آپ کہیں گی ماما آجائیں گی، جائیں پلیز۔۔'' اس کی نقل اتار کر بولا تو وہ ہنس دی مگر سامنے سے آتی ماما کو دیکھ کر اس کی ہنسی فوراً سمٹ گئی۔

''مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے عروبہ، میری ماما نیکسٹ ویک پاکستان آرہی ہیں، اور میں۔۔۔۔''

''عیسیٰ تمہارے انکل بلا رہے ہیں تمہیں۔'' ان کے آجانے سے وہ خاموش ہوگیا اور بات ادھوری رہ گئی، وہ سست روی سے چلتا ہوا وہاں سے ہٹ گیا، جبکہ عروبہ نے ان کی طرف دیکھا۔

''آئیں ماما بیٹھیں'' وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔

''کیا کہہ رہا تھا وہ تم سے۔۔'' چبھتی نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے تیکھے پن سے بولیں۔

''کچھ خاص نہیں، بس یہ بتایا کہ میری ماما نیکسٹ ویک آرہی ہیں۔'' اس نے سچ بتا دیا، جواب میں ان کا غصے سے برا حال تھا۔

''تو اتنی دوستی ہوگئی تم سے کہ نہ مجھے بتایا نہ میری بیٹیوں کو سیدھا تمہارے پاس آیا اور کیا کہہ رہا تھا؟''

''کچھ بھی نہیں۔۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''یہی بالکل یہی ادائیں تمہاری ماں کی ہوا کرتی تھیں، اسی معصومیت اور بھولپن کے جال میں اس نے م غضنفر کو پھنسایا اور آج تک میں اس کی سزا بھگت رہی ہوں، میری بات یاد رکھنا میٹ عیسیٰ احمد ابھی تمہارا نہیں ہوسکتا، اس کو روکنے کے لئے مجھے جو کرنا پڑا میں کروں گی، آخری حد تک جاؤں گی، ماضی کی طرح خاموش تماشائی نہیں بنوں گی۔'' انہوں نے وارن کرنے کے انداز میں انگلی اٹھا کر کہا۔

''آپ ایسا کیوں سوچ رہی ہیں ماما، میرے ذہن میں ایسی کوئی بات نہیں ہے، آپ پلیز بے فکر رہیں میں ایسا کچھ نہیں چاہتی۔۔'' اس لمحے اچانک اس پر ادراک ہوا کہ اس کا دل اس فیصلے پر کس قدر شور مچا رہا ہے مگر اس کے دل کو عادت تھی، ڈانٹ کھا کر خاموش ہو جانے کی۔

''میری بات یاد رکھنا، دوبارہ میں نہیں سمجھاؤں گی، ورنہ نتائج بہت سنگین نکلیں گے۔'' اس پر ایک آخری کاٹ دار نگاہ ڈال کر واپس مڑ گئیں، وہ گرنے کے انداز میں کرسی پر بیٹھ گئی۔

☆.....☆.....☆

''موسیٰ؟'' وہ آنکھیں موندے لیٹی تھی، مگر موسیٰ جانتا تھا کہ وہ جاگ رہا ہے، معصب اس کے بازو پر سر رکھے لیٹا ہوا تھا، کمرے میں سناٹا تھا، وہی بیڈروم جس ان دونوں کے شوخی اور شرارت بھرے قہقہے گونجتے تھے۔

''ہوں۔'' اس نے عنیزہ کے کمزور وجود کو دکھ بھری نظروں سے دیکھا تھا۔

''میری اس وقت حالت پتا ہے کیسی ہے؟'' اس نے آہستہ آواز میں کہا، موسیٰ خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا، کیا واقعی یہ وہی عنیزہ ہے جس کے حسن کے یونیورسٹی میں چرچے تھے۔

''ذہن پر زور مت دو عنیزہ۔۔'' وہ اسے بولنے سے باز رکھنا چاہتا تھا، اس کی باتوں سے اسے وحشت ہوتی تھی۔

''میری حالت اس طالب علم جیسی ہے، جو کہ سارا سال کھیل کود میں گزار دیتا ہے اور پھر۔۔ اور پھر امتحان میں خالی پیپر سامنے رکھے سوالات کو گھور رہا ہوتا ہے، شاید کسی کا جواب آجائے، اردگرد دیکھتا ہے، کوئی دوسرا ساتھی بتا دے گا، مگر کمرہ امتحان میں ہمیشہ نفسانفسی ہوتی ہے۔۔۔'' وہ تھک گئی تھی اور خاموش ہو گئی تھی۔

''اب موسیٰ میرے امتحان کا وقت ختم ہو رہا ہے اور میرا پیپر خالی ہے پاسنگ مارک بھی نہیں آئیں گے میں کیا کروں موسیٰ، پلیز مجھے بتاؤ میں ایسے نہیں مرنا چاہتی۔

''فار گاڈ سیک عنیزہ۔۔'' دروازے پر دستک ہوئی تھی، موسیٰ نے دروازے کی سمت دیکھا۔

''یس'' دروازہ کھلا اور ساجدہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی عنیزہ کے قریب آ کھڑی ہوئیں۔

''السلام علیکم۔۔'' شائستگی سے سلام کر کے انہوں نے مسکرا کر عنیزہ کی طرف دیکھا جس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔

''بیٹھیں آنٹی پلیز'' موسیٰ نے چیئر کی طرف اشارہ کیا۔

''شکریہ بیٹا۔۔'' وہ بیٹھ گئیں۔

''فروا نہیں آئی؟'' عنیزہ نے دریافت کیا۔

''سو گئی ہے وہ کل آئے گی۔'' وہ بات بنا گئیں

''ہاں'' اس نے ایک ٹھنڈی سانس فضا کے سپرد کی اور چھت کی لڑیوں کو گھورنے لگی۔

''جب جوانی صحت دولت اور شہرت پاس ہو تو انسان میں بہت اکڑ آ جاتی ہے، پتا نہیں خود کو کیا سمجھنے لگتا ہے، حالانکہ آنٹی ۔۔''۔اس کی آواز بھرا گئی۔

''انسان کچھ بھی نہیں ہے۔'' وہ آنسو پینے کی کوشش کرنے لگی موسیٰ اٹھ کر باہر نکل گیا۔

''طبعیت کیسی ہے بیٹا؟ انہوں نے بات بدلی۔

''میرے پاس وقت زیادہ نہیں ہے آنٹی۔۔'' وہ مایوس کن لہجے میں بولی

''ایسا نہیں ہے۔'' انہوں نے فوراً اسے ٹوکا وہ لمحہ بھر کو خاموش رہی، جیسے سوچ رہی ہو کہ بات کیسے کرے ان سے کس طرح شروع کرے۔

''میں نے اپنی امی کا دل دکھایا، مجھے ان کی بددعا لگ گئی۔'' وہ بہت کمزور ہو گئی تھی چہرہ بالکل بے رونق لگ رہا تھا، اس کا حال بالکل ایسا تھا جیسے کوئی شاندار عمارت زلزلے کے باعث تباہ ہو جاتی ہے۔

''ماں کبھی اپنے بچے کو بھی بددعا نہیں دیتی، دے ہی نہیں سکتی۔'' انہوں نے نرمی سے اسے سمجھایا، وہ یقین و بے یقین سی انہیں دیکھ رہی تھی۔

''آپ سے ایک بات شیئر کرنا چاہتی ہوں۔'' وہ انگلیاں مروڑتے ہوئے، بہت مضطرب دکھائی دے رہی تھی۔ساجدہ اس کی بے چینی کو بھانپ گئی تھی۔

''ضرور بیٹا۔۔'' وہ ہمہ تن گوش تھیں، نظریں اس پر جمائے بیٹھیں تھیں۔

''آنٹی میں نے۔۔۔'' اتنا کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، انہوں نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگا لیا، سر ان کے سینے پر رکھے وہ زار و قطار رو رہی تھی، بہت دیر رونے سے جب دل کا غبار کچھ ہلکا ہوا تو ہمت مجتمع کر کے وہ پھر سے گویا ہوئی۔

''میں نے کبھی نماز نہیں پڑھی آنٹی، زندگی بھر قرآن پاک کو ہاتھ نہیں لگایا اللہ پاک مجھے کیسے معاف کرے گا، میں اس کے سامنے کیا منہ لے کر جاؤں گی۔'' اس کا گلا پھر سے رندھنے لگا تھا۔

''بیٹا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بہت پیار کرتا ہے۔'' وہ بولیں تو ان کے لہجے میں بے پناہ سکون تھا عنیزہ کو ان پر رشک آیا۔

''معافی مانگنے والے کو کبھی دھتکارتا نہیں ہے، اگر کوئی ایک قدم چل کر اس کے پاس آتا ہے تو وہ دس قدم خود اس کے قریب ہو جاتا ہے وہ بڑا غفور رحیم ہے۔'' ان کی باتیں اس کے اندر کی بے چینی کو مزید بڑھا رہی تھیں۔

''کیا میں اب نماز پڑھ سکتی ہوں؟'' اس نے کچھ جھجکتے ہوئے ان سے سوال کیا۔

''کیوں نہیں، اللہ کی طرف سے توبہ کے دروازے آخری سانس تک کھلے رہتے ہیں بیٹا۔" ان کی بات سے اسے یک گونہ سکون کا احساس ہوا تھا۔

''اور قرآن پاک۔'' اس نے اگلا سوال کیا۔

''ضرور بیٹا، اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے۔'' ان کے کہنے سے اسے کچھ کچھ تسلی ہوئی تھی۔

اور پھر ساجدہ روزانہ فروا اور موسیٰ کے جانے کے بعد اس کے پاس آجاتیں، اسے نماز اور قرآن پاک پڑھاتیں، وہ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتی تھی، کمزوری کی وجہ سے اس کی ٹانگیں کانپتی تھیں مگر وہ پانچوں نمازیں باقاعدگی سے پڑھتی تھی بیٹھ کر اور قرآن پاک بھی جونہی وہ نماز یا قرآن پڑھنے لگتی سکون کی لہریں اس کے اندر اٹھنے لگتی۔

☆.....☆.....☆

''علیشہ کچھ خبر ہے تمہیں یہ عروبہ تو بہت چالاک نکلی اور دیکھنا ایک دن یہ عیسیٰ کو لے اڑے گی۔'' وہ سخت غصے میں دکھائی دے رہی تھیں۔

''تو ہمیں کیا؟'' اس نے شانے اچکائے۔

''میں تمھاری اور عیسیٰ کی شادی کروانا چاہتی ہوں۔''

''فار گاڈ سیک ماما؟'' علیشہ تو جیسے تڑپ اٹھی۔

''میں۔۔۔ میں تو Commited ہوں عدیل سے۔۔'' اپنی بات کہنے کا اس سے اچھا کوئی اور موقع نہ تھا۔

''اوہ۔۔۔'' انہوں نے سر جھٹکا۔

''تم باپ بیٹیاں ہمیشہ مجھے مایوس ہی کرنا۔'' وہ اٹھ کر باہر نکل گئیں۔

☆.....☆.....☆

آج آفس سے جلدی آجایئے گا عنیزہ نے موسیٰ کو تیار ہوتے دیکھ کر کہا، موسیٰ دیکھ رہا تھا کہ اس کی حالت کافی سنبھل رہی تھی کل اس کا دوبارہ چیک اپ ہونا تھا۔

''میں جاتا ہی نہیں۔'' وہ واپس پلٹا۔

''نہیں، آپ جائیں پلیز۔۔'' اس نے اسے منع کر دیا۔

''تم جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ، سب کچھ پہلے جیسا ہو جائے گا، ہمارے گھر میں پھر سے خوشیاں لوٹ آئیں گی۔ کچھ دیر بعد وہ آفس چلا گیا تھا، عنیزہ نے سوئے ہوئے معصب کو حسرت زدہ نظروں سے دیکھا تھا، وہ کافی شرارتی ہو رہا تھا، اس نے آگے بڑھ کر اسے بوسہ دیا ساجدہ آنٹی آج نہیں آئی تھیں، وہ وضو کر کے قرآن پاک لے کر بیٹھ گئی، اب اس کا آخری سہارا یہی تھا، وہ زیادہ سے زیادہ تسبیحات پڑھتی ہر وقت یہ سوچتی رہتی کہ وہ لوگ کتنے خوش قسمت ہوتے ہیں جو ایسے گھرانوں میں پیدا ہوتے ہیں جہاں اسلامی تعلیمات کو ہر چیز پر فوقیت دی جاتی ہے، اس کا دل بھر آیا اور وہ رونے لگی، اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر ہو گیا تھا۔ آنسو تھے کہ تھمنے کا نام ہی نہ لے رہے تھے، روتے روتے اس کی کہ ہچکی بندھ گئی۔

''یا اللہ مجھے معاف کر دینا میں جانتی ہوں میں بہت گناہ گار ہوں، سیاہ کار ہوں مگر میرے اللہ اگر بچہ گندہ ہو جائے تو ماں اسے پھینکتی تو نہیں صاف کر کے پھر سے گلے لگا لیتی ہے اور تو تو ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے اپنے بندوں سے۔'' بہت سارا رو چکنے کے بعد دل کچھ پرسکون محسوس ہو رہا تھا، وہ قرآن پاک رکھ کر لیٹ گئی، دوپہر میں فروا آ گئی۔

''امی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، کہہ رہی تھیں شام میں آئیں گی آپ کی طرف۔۔۔'' فروا سلام کر کے کرسی پر بیٹھ گئی عنیزہ خاموشی سے اس کے فرش چہرے کو دیکھ رہی تھی۔

''مجھے آپ سے سوری کہنا تھا عنیزہ باجی۔'' اس نے بمشکل الفاظ کو ترتیب دیتے ہوئے ڈرے ہوئے انداز میں عنیزہ کی سمت دیکھا تھا۔

''سوری؟'' عنیزہ کو اس کی بات سے اچنبھا ہوا تھا۔

''آپ کی غیر موجودگی میں، میں نے آپ کی جیولری کو کھول کر دیکھا تھا۔'' نگاہیں جھکائے وہ شرمندگی سے گویا ہوئی۔

''اس میں سوری کی کیا بات ہے تم میری چھوٹی بہن کے جیسی ہو، بلکہ اگر تمہیں کچھ پسند بھی آیا ہے تو لے لو۔'' فروا کی آنکھیں ورطہ حیرت سے پھیل گئیں، وہ بے یقینی سے عنیزہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''امی میری جان نکال دیں گی۔''

''تم جیولری اٹھا کر لاؤ۔'' فروا کچھ جھجکتی ہوئی اٹھی اور باکس اٹھا لائی۔

''لے لو جو پسند ہے۔'' فروا نے وہی ڈائمنڈ سیٹ اٹھا لیا۔

''اس محبت اور خلوص سے مہنگا نہیں جو تم نے اور آنٹی نے مجھے دی۔'' اس نے زبردستی وہ سیٹ فروا کو دے دیا۔

''اس شام موسیٰ اس کے لئے پھول لے کر آیا وہ پھیکے پن سے مسکرادی۔

''مجھ سے آج ایک وعدہ کریں موسیٰ۔'' اس کا ہاتھ اپنے کمزور ہاتھ میں تھامے وہ گویا ہوئی۔

''آپ نماز پڑھا کریں اور۔۔۔'' خاموش ہوگئی، موسیٰ بغور اس کی طرف دیکھ رہا تھا مگر ہنوز چپ تھا، اس کے پاس الفاظ ختم ہوتے جا رہے تھے، کہتا بھی تو کیا۔

''اور مصعب جب سات سال کا ہو جائے گا تو اسے نماز پڑھائیں گے۔'' موسیٰ کا دل کسی نے مٹھی میں لے کر مسل ڈالا اسی وقت ساجدہ آ گئی تھیں، انھیں دیکھ کر عنیزہ کا چہرہ کھل اٹھا تھا وہ موسیٰ کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئیں۔

''مجھے آج آپ سے کچھ مانگنا ہے آنٹی۔'' اس نے آس بھری نظروں سے ساجدہ کی طرف دیکھا تھا، انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

''آپ کو کہیں تو فروا کی شادی کرنی ہے ناں۔۔۔'' موسیٰ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا، اسے عنیزہ کی دماغی حالت پر شبہ ہوا تھا۔

''موسیٰ کے پاس وہ سب ہے جو ایک لڑکی کے۔۔۔''

''اسٹاپ اٹ عنیزہ۔۔۔'' موسیٰ زور سے چلایا تھا۔

''تمہیں اندازہ ہے تم کیا کہہ رہی ہو؟'' شدت جذبات سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا

''ایم سوری آنٹی۔'' اس نے حیران بھ بیٹھی ہوئی ساجدہ آنٹی سے معذرت کی تھی۔

''بیماری کی وجہ سے اس کا دماغ کام کرنا چھوڑ گیا ہے شاید۔'' اسے عنیزہ سے ایسی حماقت کی توقع نہ تھی۔

''سارا دن پتا نہیں کیا سوچتی رہتی ہے۔'' اسے ساجدہ آنٹی سے بھی شرم محسوس ہو رہی تھی کہ وہ کیا سوچیں گی، فروا ان کی اکلوتی بیٹی ہے، وہ کیسے اسے ایک شادی شدہ ایک بچے کے باپ سے بیاہ سکتی ہیں۔

''آنٹی میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑ رہی ہوں، پلیز مجھے خالی ہاتھ نہ لوٹائیں، فروا یہاں بہت خوش رہے گی کسی چیز کی کمی نہیں ہوگی اسے۔'' اس نے ملتجی نظروں سے ان کی طرف دیکھا تھا۔

''ایک مرتے ہوئے انسان کی آخری خواہش پوری کر دیں، میں سکون سے مر سکوں گی مجھے پتا ہے فروا کی تربیت آپ نے کی ہے، وہ بہت اچھی اور سمجھدار ہوگی، وہ ایڈجسٹ ہو جائے گی'' ساجدہ کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا، انہیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کیا کہیں۔

''مجھے منظور ہے اگر موسیٰ کو اعتراض نہ ہو'' وہ بدقت تمام بول پائیں عنیزہ کا چہرہ کھل اٹھا تھا جب کہ موسیٰ کی حالت ایسی تھی جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

''میں چاہتی ہوں کل ان کا نکاح ہو جائے۔'' موسیٰ اٹھ کر باہر چلا گیا تھا، عنیزہ نے ساجدہ کے دونوں ہاتھ پکڑ کر چومے اور

آنکھوں سے لگا لے۔

☆.....☆.....☆

صوفیہ اپنے بیڈروم کی جانب بڑھیں تو نویلہ کے روم کی جلتی لائٹ دیکھ کر چونک اٹھیں۔

''یہ تو جلدی سو جاتی ہے، اب تک کیوں جاگ رہی ہے۔'' وہ اس کے کمرے میں آئیں۔ اندر جو منظر انہوں نے دیکھا وہ ان کا دل دہلانے کو کافی تھا، نویلہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

''نویلہ! میری جان، کیا ہوا؟'' انہیں سامنے دیکھ کر وہ ایک دم چپ ہو گئی، انہوں نے آگے بڑھ کر اس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر پیار سے استفسار کیا۔

''عیسیٰ۔۔۔ نے مجھے۔۔'' اتنا کہہ کر وہ پھر سے رونے لگی۔

''کیا کہا عیسیٰ نے۔۔'' ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

''انہوں نے مجھے ڈانٹا، کہا آئندہ میرے روم میں نہ آنا۔'' آنسو ایک تواتر سے اس کی آنکھوں میں بہہ رہے تھے، صوفیہ کا غصے سے برا حال تھا۔

''تم اس کے کمرے میں کیوں گئی تھی؟'' انہوں نے پوچھا تو وہ نگاہیں جھکا گئی۔

''کیا تم عیسیٰ میں انٹرسٹڈ ہو؟'' ایک خیال بجلی کے کوندے کی طرح ان کے ذہن میں لپکا تھا۔

''تم بے فکر ہو جو نویلہ میں سب سنبھال لوں گی، بس میری جان۔۔۔'' اس کا سر سینے سے لگائے، اس کی پشت سہلاتے ہوئے وہ گہری سوچ میں مستغرق تھیں، گل افزاء نے انہیں ہرایا تھا اس ہار کا بدلہ وہ اس کی بیٹی سے لینا چاہتی تھیں۔

☆.....☆.....☆

امی گہری نیند سو رہی تھیں، فروا کتاب رکھ کر اٹھی اور دبے پاؤں چلتی ہوئی الماری کے پاس آ کھڑی ہوئی اور اس میں سے وہ سیٹ نکالا جو عنیزہ نے اسے دیا تھا، اسے لے کر وہ باہر آ گئی اور دیوار پر لگے آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر پہننے لگی جس میں صرف چہرہ اور بمشکل گردن نظر آتی تھی۔

''واؤ۔۔'' اچانک عیسیٰ احمد اس کے عقب میں آ کھڑا ہوا تھا۔

''کتنی حسین لگ رہی ہو تم۔۔'' وہ گھمبیر لہجے میں بولا تھا فروا دم سادھے کھڑی تھی۔

''تم بہت خوبصورت ہو اور بہت اچھی بھی تمہیں تو کسی محل میں ہونا چاہیے، کیا تم میرا ساتھ قبول کرو گی؟'' وہاں کا الوژوون تھا وہ بناء پلکیں جھپکائے اسے دیکھ رہی تھی، اسے عیسیٰ احمد سے بے پناہ محبت ہو چکی تھی۔

''ہاں، مجھے آپ کا ساتھ قبول ہے عیسیٰ احمد۔۔'' اس نے جذب سے کہا، ایک دم وہ چونک کر مڑی تھی، پیچھے عیسیٰ احمد نہیں تھا وہ ادھر ادھر اسے ڈھونڈنے لگی مگر وہ کہیں نہ تھا۔

''ملنے سے پہلے ہی بچھڑنے لگے ہو، کتنے ظالم ہو عیسیٰ احمد۔۔۔'' اس نے بے دلی سے سیٹ اتارا اور واپس الماری میں رکھ دیا، سب کچھ ایک دم فضول اور بے معنی لگ رہا تھا، اپنا آپ بھی۔

☆.....☆.....☆

اس کے سینے میں اچانک درد اٹھا تھا، وہ سوتے میں کراہ کر جاگ اٹھی تھی، درد تھا کہ بڑھتا جا رہا تھا۔

''موسیٰ!'' اس نے گھبرا کر اسے آواز دی وہ جاگ گیا تھا، تیزی سے اس کے قریب آیا عنیزہ کا پورا جسم پسینے سے شرابور ہو چکا تھا، موسیٰ نے لائیٹ آن کی۔

''عنیزہ۔۔۔مم۔۔۔میں ڈاکٹر کو کال۔۔۔''

''موسیٰ ٹائم نہیں ہے۔'' اس نے جلدی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''میری بات سنیں۔'' موسیٰ نفی میں سر ہلانے لگا۔

''مجھ سے وعدہ کرو تم فرواسے شادی کرو گے۔'' وہ یقین دہانی چاہتی تھی موسیٰ نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

''کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم سے ناراض، ہو کر جاؤں؟'' اس کا سانس پھولنے لگا تھا، موسیٰ کی حالت غیر ہونے لگی تھی۔

''تمہیں کچھ نہیں ہوگا عنیزہ مت کرو ایسی باتیں تم ٹھیک ہو جاؤ گی'' اس سے زیادہ وہ خود کو تسلی دے رہا تھا۔

موسیٰ میں جا رہی ہوں، کہو تم۔۔۔فروا۔۔۔سے۔۔۔شادی۔۔۔''

''نہیں عنیزہ۔۔۔'' موسیٰ رونے والا ہو گیا تھا۔

''یہ ظلم مت کرو مجھ پر۔'' وہ منت بھرے لہجے میں بولا مگر عنیزہ پر صرف ایک ہی دھن سوار تھی۔

''اگر تم چاہتے ہو کہ میں سکون سے مروں تو کہہ دو تم فرواسے۔۔۔''

''او کے میں کر لوں گا اس سے شادی، مگر تم ایسا مت کہو۔''

''موسیٰ یہ دنیا نظر کا دھوکہ ہے، جو وقت ہے اس کا فائدہ ضرور اٹھانا، آخرت کے لئے تیاری کرنا، اور۔۔۔'' وہ رو دی تھی، اسے روتے دیکھ کر موسیٰ کی آنکھیں بھی نمکین پانیوں سے بھرنے لگیں تھیں۔

''موت اس کائنات کی سب سے حقیقت ہے، معصب کو۔۔۔میری کمی۔۔۔محسوس نہ ہونے دینا۔'' کپکپاتے ہاتھوں سے اس نے معصب کے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔

''فروا۔۔۔اس۔۔کے۔۔۔لیے۔۔۔بہترین۔۔ماں۔۔'' اتنا کہہ کر وہ خاموش ہوگئی تھی۔موسیٰ تیزی سے سائیڈ ٹیبل کی طرف لپکا گلاس میں پانی انڈیلا اور گلاس اس کے منہ سے لگا دیا۔

''دن گزر گیا، شام ہو رہی ہے، اندھیرا پھیل۔۔۔رہا۔۔۔۔ ہے موسیٰ۔۔۔میری قبر پر آ کر۔۔قرآن۔۔۔پاک۔۔۔پڑھا۔۔۔کرنا۔''

موسیٰ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی تھی، وہ بے بسی سے آنسو بہا رہا تھا، بات اس کے اختیار سے نکل چکی تھی، دور کہیں اذان کی آواز بلند ہو رہی تھی عنیزہ کے منہ سے ایک سسکی برآمد ہوئی، موسیٰ علی دم سادھے اسے دیکھ رہا تھا۔

''اللہ۔۔''عنیزہ موسیٰ کے منہ سے آخری لفظ نکلا اور اس کی نبضیں تھمنے لگیں، موسیٰ بت بنا تقدیر کے سامنے بے بس کھڑا تھا، اس کے ہاتھ میں موجود عنیزہ کا ہاتھ ٹھنڈا ہونے لگا موسیٰ احمد کی دھڑکنیں تھمنے لگی تھیں۔

❁ ❁

ناول ''می رقصم'' ابھی جاری ہے۔اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی 20 تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

رنگا رنگ کہانیوں سے سجا، خوبصورت اور دلکش

سوہنی ڈائجسٹ

SohniDigest.Com

اگر آپ بھی لکھ رہے ہیں اور اُردو قارئین کی تلاش میں ہیں تو اپنی کہانیاں Inpage میں کمپوز (ٹائپ) کر کے پورے اعتماد کے ساتھ سوہنی ڈائجسٹ میں بھیجئے۔نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

ابھی sohnidigest@gmai.com پر ای میل کریں۔

قسط نمبر 3

آج اس کا آخری پیپر تھا وہ بغیر ناشتہ کیے چلی گئی تھی مگر اس بات سے گھر میں موجود افراد میں سے کسی کو فرق نہیں پڑتا تھا، ہاں عیسیٰ احمد کو بہت فرق پڑا تھا۔ مگر وہ بول کر اس کے لیے مزید مشکلات پیدا نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''کیسا ہوا پیپر؟'' وہ اور فروا گیٹ کی طرف آ رہی تھیں جب فروا نے اس سے سوال کیا۔

''ہوں۔۔ہاں۔۔۔ٹھیک ہو گیا۔'' وہ جیسے کسی گہرے خیال سے چونکی تھی۔ فروا نے رک کر اسے دیکھا، جیسے کچھ جاننے کی کوشش کر رہی ہو۔

''تم کچھ پریشان ہو؟''

''نہیں۔۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا، مگر فروا جان گئی تھی کہ کوئی بات ضرور ہے۔

''عیسیٰ احمد نے۔۔۔''

''فار گاڈ سیک فروا؟'' وہ اسے فوراً ٹوک گئی۔

''میں صرف تھک گئی ہوں اور نیند پوری نہ ہونے سے سر میں درد ہے۔'' اسے اصل بات نہیں بتانا چاہتی تھی۔ وہ جو عیسیٰ احمد کو لے کر پہلے ہی سیریس ہو رہی تھی۔ اس کی بات سن کر اور ماما کے خیالات جان کر اسے مزید پریشانی ہوتی۔

''عروبہ آج کے بعد پتا نہیں پھر کب ملیں گے ہم، مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔'' دونوں گیٹ کے قریب پہنچ گئی تھیں۔

''تم عیسیٰ احمد سے میرے لیے بات کرنا پلیز، میں ان سے۔۔۔محبت کرنے لگی ہوں۔'' وہ آس بھری نظروں سے عروبہ کو دیکھ رہی تھی، اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''میں پوری کوشش کروں گی مگر آنٹی۔۔۔'' اتنے میں اس کی گاڑی آ گئی تھی، وہ فروا کو اللہ حافظ کہہ کر گاڑی میں جا بیٹھی۔

''آپ؟'' ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے عیسیٰ احمد کو دیکھ کر وہ چونک اٹھی، ابھی کل شام والا واقعہ وہ بھولی نہیں تھی، عیسیٰ احمد اس کے چہرے کے بدلتے رنگ دیکھ رہا تھا۔

''آپ بیٹھیں پلیز۔'' پیچھے گیٹ کے سامنے فروا کھڑی تھی، عروبہ زیادہ دیر وہاں کھڑی ہو کر اسے یہ ظاہر نہیں کروانا چاہتی تھی کہ گاڑی میں کون ہے، اس لئے وہ بیٹھ گئی۔

''مجھے آپ سے ضروری بات کرنی تھی اس لئے میں نے سوچا ہم کسے ریسٹورنٹ میں بیٹھ کر بات کر لیتے ہیں گھر میں تو آنٹی۔۔۔''

''یہ بات ٹھیک نہیں ہے، ایسے مناسب نہیں لگتا۔'' وہ برا مانتے ہوئے بولی۔

''اسی مناسب اور غیر مناسب کے چکر میں ایک دن آپ کی زندگی نامناسب ہو جائے گی۔''

گاڑی سگنل پر رکی ہوئی تھی، عروبہ اس کی جانب سے رخ پھیر کر باہر دیکھنے لگی تھی۔

''مائی گاڈ!'' اچانک اس کی نظر کچھ فاصلے پر کھڑی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر گئی، وہ یقیناً فارقلیط حسن ہی تھا، اس سے پہلے کہ وہ رخ بدلتی وہ اسے دیکھ چکا تھا، اس کی آنکھوں میں شناسائی کے رنگ دیکھ کر وہ گھبرا گئی، وہ گاڑی میں سے باہر نکل آیا اور گاڑی لاکڈ کرنے لگا عروبہ غضنفر کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

''یا اللہ!'' اس نے پریشانی کے عالم میں عیسیٰ احمد کی طرف دیکھا تھا، اسے کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا کہ کیا کرے وہ شخص تو اتنا بے باک تھا، اس سے کچھ بعید نہ تھا کہ کیا کہہ دے۔

''عیسیٰ احمد میرے متعلق کیا سوچیں گے؟''

اسے دانتوں پسینہ آ گیا تھا، وہ ان سے دو اڑھائی گز کے فاصلے پر ہوگا جب سگنل کھل گیا تھا اور عیسیٰ احمد گاڑی آگے بڑھا لے گیا، عروبہ غضنفر کی جان میں جان آئی، جبکہ فارقلیط حسن غصے سے بل کھا کر رہ گیا۔

پھر مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوں اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔

''عیسیٰ احمد گاڑی تیز چلائیں۔'' اس کی بات پر عیسیٰ احمد نے گردن گھما کر اس کی طرف دیکھا، اس کی پیشانی پر پسینے کے ننھے ننھے قطرے دیکھ کر وہ چونک اٹھا۔

''کیوں، ہمارے پیچھے کوئی بھوت لگا ہوا ہے۔'' اسے ریلیکس کرنے کے لئے مذاق کے موڈ میں بولا تو وہ اپنی بیوقوفی پر زبان دانتوں تلے دبا گئی۔

''ایسی بات نہیں، ماما پریشان ہو رہی ہوں گی'' اس نے بات بنائی اور اس کی بات پر عیسیٰ احمد قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

''ماما پریشان نہیں ہو رہی ہوں گی، ہاں آپ کو میرے ساتھ دیکھ کر پریشان ہو جائیں گی، ایک بات تو بتائیں عروبہ!'' اس نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

''آپ ہر وقت اتنی پریشان کیوں رہتی ہیں، آئی مین اتنی اداس اور اکیلی کیوں لگتی ہیں؟''

وہ جسے دعویٰ تھا کہ اسے کوئی نہیں جان سکتا، اس کے وجود میں چھپے کرب کو کوئی نہیں پہچان سکتا،

چند دنوں میں ہی عیسیٰ احمد اس کی ذات کی گہرائیوں میں اتر گیا تھا، اس کی روح پر لگے زخموں سے واقف ہو گیا تھا اور اس کی خاموشی میں چھپے کرب کو پہچان گیا تھا، کتنا مردم شناس تھا وہ۔

''ایسی بات نہیں ہے۔'' وہ اپنی آواز کو مضبوط کرتے ہوئے گویا ہوئی، مگر نہ جانے کیوں الفاظ اس کا ساتھ نہ دے رہے تھے۔

''اور میں اکیلی نہیں ہوں، میرے پیرنٹس اور بہنیں ہیں میرے ساتھ، اللہ کا شکر ہے کسی چیز کی کمی نہیں ہے، میری زندگی میں۔'' آواز کو حتی المقدور نارمل رکھتے ہوئے وہ بولی تو عیسیٰ احمد ہولے سے مسکرا دیا۔

''چیزوں کی کمی نہیں ہے، ہاں محبت کی بہت کمی ہے آپ کی زندگی میں۔'' اس کی بات سے عروبہ کا دل یکبارگی زور سے دھڑکا تھا وہ لب سیے بیٹھی رہی، اس سے کچھ نہ کہا گیا۔

''خلوص اور وفا ناپید ہے آپ کے پاس۔''

موڑ کاٹتے ہوئے اس نے ایک نظر خاموش بیٹھی عروبہ پر ڈالی۔

''چیزوں کی کمی تو کبھی بھی پوری ہو جاتی ہے۔ مگر محبت اور خلوص کی replacement بھی نہیں ہو سکتی in fact یہ جہاں سے ملیں انہیں دھتکارنا نہیں چاہیے پھر وقت گزرنے کے بعد سوائے پچھتاوے کے ہاتھ کچھ نہیں آتا۔'' وہ کیا کہہ رہا تھا یہ وہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔

''آپ کو پتہ ہے میری ماما نے مجھے پاکستان کیوں بھیجا ہے؟'' اس نے عروبہ کی طرف دیکھتے ہوئے استفہامیہ لہجے میں سوال کیا۔

''نہیں۔'' اس نے مختصر جواب دیتے ہوئے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

''ساری زندگی باہر کے ملک میں گزارنے کے بعد میرے لیے لڑکی پاکستان سے پسند کی جائے گی مام اور ڈیڈ نے یہ decide کیا کہ میں یہاں اپنی کزنز وغیرہ سے مل لوں and specially آنٹی کی بیٹیوں سے۔'' وہ اسے پوری تفصیل بتا رہا تھا اور وہ خاموشی سے اسے سن رہی تھی وہ محسوس کر رہی تھی کہ وہ علیشہ اور نویلہ سے زیادہ اس سے کلوز ہو رہا ہے، مگر اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیسے عیسیٰ احمد کو روکے۔

and honestly speaking عروبہ مجھے پاکستان میں آنٹی کی دونوں بیٹیوں کے علاوہ سب کچھ بہت اچھا لگا۔ وہ مسکراتے ہوئے بولا تو اس کے انداز اور لب و لہجے نے اسے ڈرا دیا۔

''ایسی بات نہیں ہے علیشہ نویلہ بہت اچھی ہیں، آپ اس طرح مت کہیں ان کے متعلق۔'' اسے اس کی بات بری لگی تھی، سو اسے ٹوک گئی، پھر اسے یہ بھی ڈر تھا کہ پتا نہیں وہ کیا کہنے جا رہا ہے۔

''علیشہ کو تو اس لسٹ میں سے ویسے ہی Minus کر دو، کیونکہ اس کا عدیل کے ساتھ زبردست قسم کا افیئر چل رہا ہے۔'' اس کی بات پر عروبہ ایک دم سیدھی ہوئی اور حیرت کے عالم میں لب نیم وا کیے اسے دیکھے گئی۔

''آپ سے کس نے کہا؟''

''یہ کہنے کی نہیں، سننے، سمجھنے، اور دیکھنے کی باتیں ہوتی ہیں، وہ کیا کہتے ہیں، عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتے۔'' وہ بہت آرام سے اتنی بڑی بات کہہ گیا تھا۔

''آپ ماما کو کچھ مت کہیے گا۔'' اس نے عیسیٰ احمد کو ملتجی انداز میں کہا تو وہ اس کی سادگی اور معصومیت پر ہنس دیا۔

''آپ کو کیا لگتا ہے یہ سن کر آنٹی اس کے ساتھ وہی سلوک کریں گی جو آپ کو میرے ساتھ دیکھ کر آپ کے ساتھ کرتی ہیں۔'' وہ خطرناک حد تک صاف گو تھا، کبھی کبھی عروبہ اس کی صاف گوئی سے خوفزدہ ہو جاتی تھی۔

''ماما مجھے آپ کے ساتھ دیکھ کر کچھ نہیں کہتیں آپ ان کے متعلق ایسی بات مت کیا کریں، مجھے اچھا نہیں لگتا۔'' اس کی بات پر عیسیٰ احمد نے متاسف نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا، اس کا جی چاہا اپنا سر پیٹ لے۔

''آپ لاعلاج ہیں۔'' وہ سر ہلا کر رہ گیا۔

''جب آپکو پتا ہے میں لاعلاج ہوں تو میرا علاج کرنے کی کوشش مت کیا کریں۔''

عیسیٰ احمد نے مزید اس کے ساتھ دماغ کھپانے کا ارادہ ترک کر دیا اور خاموش ہو رہا، وہ دونوں آگے پیچھے گھر میں داخل ہوئے تو فوراً ماما نے عروبہ کو پکڑ لیا۔

''تم عیسیٰ احمد کے ساتھ آئی ہو؟'' ان کے سوال پر اس نے مسکراتے ہوئے عیسیٰ احمد کی طرف دیکھا تھا۔

''جی!'' مختصر جواب دے کر وہ انہیں مزید کسی سوال کا موقع دیے بغیر اپنے روم کے جانب بڑھ گئی تھی۔

☆.....☆.....☆

''علیشہ!'' وہ کانوں میں ہینڈز فری لگائے عدیل سے بات کر رہی تھی، ماما اچانک اس کے روم میں آ گئیں، وہ عدیل کو بتا رہی تھی کہ اس نے ماما کو اس کے متعلق بتا دیا ہے۔

''عدیل میں بعد میں بات کرتی ہوں تم سے۔'' اس نے ہینڈز فری ہے اتار کر سائیڈ پر رکھ دیے۔

''کس سے بات کر رہی تھی؟'' وہ اسے کھوجتی ہوئی نظروں سے دیکھتی ہوئی بولیں اور علیشہ کے لیے اس سے بہتر موقع نہ تھا کہ وہ انہیں عدیل کے لئے قائل کرتی۔

''عدیل سے ماما۔'' ان کی طرف دیکھتے ہوئے وہ پر اعتماد لہجے میں بولی، وہ اپنی دونوں ہی بیٹیوں سے بہت محبت کرتی تھیں ان کے لئے بہت حساس اور جذباتی تھیں، یہ بات وہ دونوں بھی بخوبی جانتی تھیں اور اسی لئے ماں کی اس بے پناہ محبت کا کبھی کبھار ناجائز فائدہ بھی اٹھا لیتی تھیں۔

''میں تمہیں اتنا بے وقوف نہیں سمجھتی تھی علیشہ۔'' وہ سخت مایوس کن لہجے میں بولی تھیں، اسے ان سے فی الوقت تو اسی ری ایکشن کی امید تھی۔

''عدیل کے پاس کیا ہے، تمہیں دینے کے لئے؟'' انہیں یہ جان کر بہت پریشانی ہو رہی تھی کہ علیشہ عدیل میں انٹرسٹیڈ ہے، انہیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اسے کیسے سمجھائیں۔

''محبت ہے ماما۔'' اس نے جھٹ جواب دیا تھا۔

''جو وہ مجھے دے سکتا ہے اور کوئی شخص کبھی نہیں دے سکتا، پلیز ٹرائے ٹو انڈرسٹینڈ ماما،

i need your support and help please try to understandi

can't live without him please don't leave me alone

ان کے گلے میں بانہیں حمائل کرتے ہوئے وہ منت بھرے لہجے میں بولی تو انہیں اس پر ٹوٹ کر پیار آیا، اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لے کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

''خدا تم دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے اور تمہاری قسمت مجھ جیسی نہ ہو۔'' علیشہ ان کے اتنی آسانی سے مان جانے پر دل ہی دل میں بہت خوش ہوئی تھی۔

''مجھے نویلہ کی بہت فکر ہے علیشہ، وہ سراب کے پیچھے چل پڑی ہے، بالکل اسی طرح اذیت ناک راستوں پر چل پڑی ہے جیسے میں تمام عمر چلتی رہی ہوں، عروبہ اسی عورت کی بیٹی ہے جس نے تمہارے باپ کو اپنی اداؤں کے جال میں پھنسا لیا تھا، وہ کس آسانی سے عیسیٰ احمد کو اپنے پیچھے لگا رہی ہے تم لوگوں میں سے کسی کو نظر نہیں آ رہا، مگر میں دیکھ سکتی ہوں۔'' وہ از حد متفکر دکھائی دے رہی تھیں، مگر علیشہ کو اس بات کی کوئی پروا نہ تھی، اسے فکر تھی تو صرف اپنی اور عدیل کی۔

''اوکم آن ماما! عروبہ میں ایسا کیا ہے جو عیسیٰ احمد اس کی جانب متوجہ ہوگا۔'' اس نے لاپرواہی سے کہا۔

''وہ بات حسین ہے اور معصوم بھی دکھتی ہے، مگر یہ تو صرف میں اور میرا دل جانتا ہے کہ وہ اس ناگن کی بیٹی ہے جس نے میری خوشیوں کو نگل لیا تھا، غضنفر کو پاگل کر دیا تھا، انہیں اس کے سوا کوئی نظر ہی نہیں آتا تھا۔'' ان کے لہجے کی نفرت اور حقارت علیشہ محسوس کر سکتی تھی۔

''مگر میں اپنی بیٹی کے ساتھ ویسا ہرگز نہیں ہونے دوں گی جو اس کی ماں نے میرے ساتھ کیا۔'' وہ پر سوچ انداز سے اس کی

جانب دیکھتے ہوئے بولیں۔

''ماما عدیل کب پرپوزل لے کر آئے؟'' علیشہ کو اپنی پڑی تھی۔

''ایک دفعہ عروبہ کا رشتہ مجھے کہیں طے کر لینے دو، پھر میں بات کرتی ہوں تمہارے پاپا سے۔'' علیشہ ان کی بات سے ریلکس ہو گئی تھی۔

☆.....☆.....☆

اسے گئے ہوئے تین دن ہو گئے تھے، مگر موسیٰ علی کو ایسا لگ رہا تھا جیسے صدیاں بیت گئیں اس کے بغیر رہتے ہوئے، ایسا محسوس ہوتا جیسے ابھی وہ کسی کونے میں سے مسکراتی ہوئی نکلے گی اور اس کے سامنے آ کھڑی ہو گی، اسے ایک مسلسل چپ لگی ہوئی تھی، دل تھا کہ کسی طور سنبھلتا ہی نہ تھا، غم تھا کہ تھمتا ہی نہ تھا۔

''اتنی جلدی جانا تھا تو تم میری زندگی میں آئی ہی کیوں تھی۔'' وہ لائٹ آف کیے ہوئے بیٹھا تھا، اس کے چاروں جانب سناٹا اور اندھیرا تھا، روشنیوں سے اسے وحشت ہونے لگی تھی، دنیا

کی ہر چیز سے اس کا دل اچاٹ ہو چکا تھا، اگلے دن عنیزہ کے والدین بھی چلے گئے تھے، اب وہ تھا، عنیزہ کی یادیں اور اس کی تنہائیاں۔۔

''میں کیسے رہوں گا تمہارے بغیر عنیزہ۔۔''

وہ سر کو دونوں ہاتھوں میں تھامے بیٹھا تھا اس کی آواز سننے والا کوئی نہ تھا، اس کے زخموں پر مرہم رکھنے کے لیے کوئی اس کے پاس نہ تھا۔

''وقت نے کیسے ہمارے خلاف سازش کی اور ہم دیکھتے رہ گئے، سب کچھ بکھر گیا، میں نے کبھی خواب میں بھی نہ سوچا تھا کہ تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے دور چلی جاؤ گی۔'' اس نے لائٹس آن کی تھیں، فوراً ہی اس کی نظریں عنیزہ کی جگہ پر گئیں، بیڈ پر وہ جگہ خالی تھی، اس کا دل کٹ کر رہ گیا، سائیڈ ٹیبل پر اس کی تصویر پڑی تھی، ساتھ وہ بھی کھڑا تھا، عنیزہ بہت مسکرا رہی تھی۔

موسیٰ علی کے دل کی حالت غیر ہونے لگی تھی، وہ واپس مڑا اور وارڈ روب کے سامنے آ کھڑا ہوا ہاتھ بڑھا کر اسے کھولا۔

''عنیزہ!'' اس کے کپڑے دیکھ کر دل دکھ سے ٹکڑوں میں بٹنے لگا تھا۔

''ایک بار آ جاؤ، صرف مجھے بتا جاؤ تمہارے بغیر کیسے رہنا ہے۔'' اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے کپڑوں کو چھو کر دیکھا تھا۔

''موت کتنی بے رحم ہے، ذرا مہلت نہیں دیتی انسان کو۔'' وہ ڈریسنگ ٹیبل کی طرف آیا تھا، جس پر اس کا میک اپ اور جیولری پڑی ہوئی تھی، قدم قدم پر اس کی یادیں بکھری ہوئی تھیں، کس کس چیز سے نظریں چراتا۔ اس کی آنکھوں میں مرچیں بھرنے لگی تھیں، وہ منہ دھونے واش روم میں گیا، وہاں عنیزہ کا شیمپو پڑا ہوا تھا، وہ منہ دھوئے بغیر واپس مڑ گیا ہر چیز سے اسے وحشت ہو رہی تھی، وہ باہر نکل گیا۔

''مصعب! میرا بیٹا۔'' اس کا رخ انیکسی کی طرف تھا، تین دن سے مصعب کو فروا اور ساجدہ آنٹی ہی سنبھال رہی تھیں، اسے تو اپنا ہوش بھی نہ تھا، مشکل کی اس گھڑی میں ہر ایک نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا، اسے پسند کی شادی کرنے کی کی سزا جو دینا تھی۔

''مصعب بیٹا! فیڈر پی لونا۔'' کھڑکی کے قریب سے گزرتے ہوئے اسے فروا کی آواز سنائی دی تھی، دروازہ کھلا ہوا تھا وہ اندر آ گیا۔

''میرے اچھے دوست ہونا، چلو شاباش فیڈر پیو'' مگر مصعب فیڈر پینے کی بجائے منہ بسور رہا تھا۔

''مجھے نیند آئی ہے، اتنی رات ہوگئی ہے Little friend'' اس نے پیار سے کہتے ہوئے فیڈ اس کے منہ سے لگا دیا۔

''میں آپ لوگوں کے اس احسان کا کبھی بدلہ نہیں چکا سکوں گا۔'' فروا اس کی آواز سن کر چونک کر مڑی اور دوپٹہ اوڑھ لیا، موسیٰ علی اس کے کہے بنا ہی کرسی پر بیٹھ گیا۔

''اس میں احسان کی کیا بات ہے یہ تو ہم لوگوں کا فرض تھا کہ اس مشکل وقت میں مصعب کو سنبھالتے۔'' اس نے موسیٰ علی جیسے ڈیشنگ، مغرور اور امیر شخص کا یہ روپ اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا، وہ بہت معصوم دیکھائی دے رہا تھا، شیو بڑھی ہوئی، لباس شکن زدہ، پہلی مرتبہ فروا کو اس پر ترس آیا۔

''آنٹی سو گئی ہیں؟'' اسے اب احساس ہوا تھا کہ وہ رات کے اس پہر بغیر اجازت طلب کیے ان کے گھر آ گیا ہے، اسے شرمندگی نے آن گھیرا۔

''جی امی میڈیسن کھا کر سو گئی ہیں۔''

مصعب فیڈر پیتے ہوئے کبھی باپ کو دیکھتا اور کبھی فروا کی طرف، فیڈر ختم ہوا تو فروا نے اس کا منہ صاف کر کے اسے اٹھا کر شانے سے لگا لیا۔

''لائیں اسے مجھے دے دیں۔'' موسیٰ علی نے ہاتھ بڑھایا فروا نے احتیاط سے مصعب اس کے حوالے کر دیا۔

''اس نے ابھی فیڈر پیا ہے، تھوڑی دیر کندھے سے لگائیں دودھ ہضم ہو جائے گا پھر گود میں بٹھا لیجئے گا۔'' اس نے اثبات میں سر ہلایا اور مصعب کو لے کر باہر نکل گیا۔

اسے لے کر وہ بیڈروم میں آ گیا تھوڑی دیر اسے اٹھا کر گھومتا رہا پھر اسے بیڈ پر لٹا کر خود بھی پاس لیٹ گیا، کچھ ہی دیر گزری ہوگی کہ مصعب نے گلا پھاڑ کر رونا شروع کر دیا، موسیٰ علی اٹھ بیٹھا، ہر طرح اسے چپ کروانے کی کوشش کی بے سود، آخر کار مجبوراً وہ اسے لے کر فروا کے پاس آ گیا، اس کے رونے کی آواز سے وہ جاگ گئی۔

''آئے ایم سوری! آپ کو ڈسٹرب کرنا نہیں چاہتا تھا مگر یہ روئے جا رہا ہے اور مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ اسے کیا ہوا ہے۔''

''موسیٰ علی کچھ پریشان اور حجل سا مصعب کو اٹھائے ہوئے کھڑا تھا۔

''کوئی بات نہیں، لائیں مجھے دے دیں۔'' اس نے مصعب کو اٹھالیا، اسے لے کر وہ اندر چلی گئی، کچھ دیر بعد اس کی واپسی ہوئی۔

''اس نے ایک پیمپر گیلا کرلیا تھا، اس وجہ سے رو رہا تھا، آپ ایسا کریں اس کا پیمپر لا دیں اور اسے میرے پاس ہی چھوڑ دیں۔

''موسیٰ علی نے ممنونیت سے اسے دیکھا اور باہر نکل گیا شکریہ ادا کرنے کے لئے اس کے پاس الفاظ نہ تھے۔

''لوگ کہتے ہیں مرد میں وفا نہیں ہوتی، لیکن غلط کہتے ہیں۔'' اس نے اپنے بازو پر سر رکھ کر سوئے ہوئے مصعب کے چہرے پر نظر ڈالتے ہوئے سوچا۔

''عنیزہ باجی کی جدائی میں کیسے نڈھال ہوگئے ہیں موسیٰ بھائی'' موسیٰ علی کا معصوم اور اداس چہرہ اس کے اندر کی داستان سناتا تھا۔

کتنی گہری محبت تھی دونوں میں اسے کئی واقعات یاد آرہے تھے۔

''کتنا مشکل ہوتا ہے محبت کو کھو کر زندہ رہنا۔ اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

مگر یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ موت سے پہلے کوئی نہیں مرتا۔ اس کے ذہن کی اسکرین کے پردے پر عیسیٰ احمد کی خوبصورت شبیہ ابھری تھی۔

''عیسیٰ احمد میں تم کو کھو کر زندہ نہیں رہ سکتی مجھ سے دور مت جانا۔'' اس کا دل بری طرح اداس ہونے لگا تھا، عیسیٰ احمد کے دل تک رسائی پانا اور پھر اس کی زندگی میں شامل ہونا ناممکن سا لگتا تھا۔

''تم اگر میرے نہ ہوئے تو قیامت آجائے گیا عیسیٰ احمد! تمہیں کسی اور کا بھی نہیں ہونے دوں گی۔'' اس سے باتیں کرتے کرتے مستقبل کے سپنے بنتے وہ سوگئی تھی۔

☆.....☆.....☆

وہ اردگرد سے بالکل بے نیاز بیٹھا ہوا تھا سوچوں کا محور وہ لڑکی تھی جو اسے بے وقوف بنا گئی تھی، سوئمنگ پول کے پانی پر نگاہیں جمائے وہ گہری سوچ گم تھا۔

''کیا بات ہے، کوئی پریشانی ہے؟'' سونیا نے اس کے الجھن آمیز چہرے کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے استفسار کیا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا اور اور نظر بدل کر سامنے دیکھنے لگا۔

سونیا کے لئے اس کا رویہ ناقابل فہم تھا۔

''اب تم مجھ سے اپنی باتیں چھپاؤ گے؟'' وہ آگے کو جھک کر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولی تو اسے جواب دینے کی بجائے اس نے ٹیبل پر پڑی گاڑی کی چابی، موبائل اور والٹ اٹھایا اور باہر کی جانب بڑھا۔

''فار قلیط!'' وہ اٹھ کر اس کے پیچھے بھاگی وہ اسے مکمل طور پر نظر انداز کرتا ہوا کلب میں سے باہر نکل گیا، اس کا رخ پارکنگ کی طرف تھا۔

Something is wrong with you ?

وہ گاڑی کے پاس پہنچا جھک کر دروازہ کھولنے لگا تو سونیا کی بات سن کر سیدھا ہوا۔

i am perfectly alright don't worry

وہ گاڑی میں بیٹھ چکا تھا۔ سونیا کی تسلی نہیں ہوئی تھی مگر وہ جا چکا تھا، اس کا رخ ڈیڈی کے آفس کی طرف تھا، آفس ٹائمنگ ختم ہونے میں ابھی آدھا گھنٹہ باقی تھا، وہ رش ڈرائیونگ کرتا ہوا پہنچا اور سیدھا شاہ زیب کے کیبن میں آیا۔

''ارے فارقلیط ! How are you کدھر ہوتے ہو؟ کبھی نظر ہی نہیں آئے۔' شاہ زیب جو ایک فائل دیکھنے میں منہمک تھا، اسے دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور گرمجوشی سے اس سے بغل گیر ہوا۔

''میں تو ادھر ہی ہوں، البتہ تم شادی کے بعد بالکل غائب ہو گئے ہو کلب بھی آنا چھوڑ دیا، خیر سناؤ بھابھی کیسی ہیں؟'' وہ اس کے سامنے چیئر پر بیٹھ گیا تھا۔

''ہاں She is fine تم سناؤ کب شادی کر رہے ہو؟ ہمارے گروپ میں اب تم ہی رہ گئے ہو۔'' ہمیشہ کی طرح شاہ زیب نے ایک مرتبہ پھر وہی موضوع چھیڑ دیا تھا۔ مگر اسے حیرت ہوئی جب فارقلیط حسن نے ناراض ہو کر موضوع بدلنے کے بجائے معنی خیزی سے مسکراتے ہوا اس کی طرف دیکھا۔

''سوچ تو میں بھی یہی رہا ہوں۔''

''واٹ؟'' شاہ زیب بے ہوش ہوتے ہوتے بچا، اچانک فارقلیط نے اسے اتنی بڑی خوش خبری سنا دی تھی۔

Are you serious? وہ ابھی تک اسے بے یقینی سے دیکھ رہا تھا۔

yes hundred percent فارقلیط نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا

''مگر ایک ٹینشن ہے یار۔'' اس نے پرسوچ انداز میں شاہ زیب کی طرف دیکھا تھا، آیا اس سے بات کرے یا نا۔

''کیسی ٹینشن؟'' وہ متجسس تھا۔

''مجھے ایک لڑکی پسند آئی ہے، مگر نہ تو مجھے اس کے گھر کا ایڈریس معلوم ہے اور نہ ہی اس کے متعلق کچھ اور پتہ ہے۔''

my goodness! شاہ زیب کا دل چاہا سر دیوار میں دے مارے

''لڑکی اسی زمین پر رہتی ہے ؟'' اس نے طنز سے کہا۔

''نہیں مریخ پر۔'' سامنے بھی فارقلیط حسن تھا اسے ہرانا اتنا آسان نہ تھا، اسی کے انداز میں بولا تو وہ ہنس دیا۔

''کیا ٹینشن ہے بتاؤ؟''

''اس لڑکی کو میں نے تمہاری شادی میں تمہارے گھر پر دیکھا تھا، تمہاری مہندی کی رات وہ مجھ سے ٹکرائی تھی، بارات اور ولیمے پر میں اسے دیکھتا رہا مگر وہ نظر نہیں آئی۔'' اس نے پوری تفصیل بتائی، شاہ زیب مکمل طور پر خاموش بیٹھا ہوا تھا، فارقلیط نے اس کی طرف دیکھا۔

''تمہیں بری لگی میری بات؟''

not at all اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''نام پتا ہے اس کا؟'' شاہ زیب نے اس کے مایوس چہرے پر نظر ڈالی۔

''ماہ جبیں بتایا تھا اس نے۔'' اس کی زبان سے یہ نام سن کر اس نے ایک گہری سانس فضا کے سپرد کی گویا کسی بہت بڑے بوجھ سے آزاد ہو گیا ہو اور مسکراتے ہوئے فارقلیط کی طرف دیکھا تھا۔

''اس نام کی کوئی لڑکی میرے خاندان میں قریب و دور بھی نہیں ہے۔'' اس کا جواب سن کر فارقلیط حسن لمحہ بھر کو الجھا تھا، مگر فی الفور ذہن میں آنے والی منفی سوچوں کو جھٹک دیا، کیونکہ ناممکن کا لفظ تو اس کی ڈکشنری میں تھا ہی نہیں۔

''ہو سکتا ہے بھابھی کی relative ہو''

وہ بہت امید لے کر شاہ زیب کے پاس آیا تھا مگر اب پھر سے اسے مایوسی ہونے لگی تھی۔

''اس نے سفید رنگ کی فراک پہن رکھی تھی اور شاید۔۔۔'' وہ شاہ زیب کو اس کا حلیہ بتا رہا تھا، شاہ زیب بہت غور سے اس کی باتیں سن رہا تھا، دماغ پر بہت زور دینے سے بھی اسے ایسی کوئی لڑکی یاد نہیں آئی تھی مگر فارقلیط کو خوش کرنے کا مطلب تھا اس کی پرموشن اور سیلری میں انکریمنٹ، اس لئے بہت سنجیدہ تھا اس کی بات کے لئے۔

☆.....☆.....☆

موسم کافی خوشگوار تھا، ٹھنڈی اور میٹھی ہوائیں چل رہی تھیں، عروبہ معمول کے مطابق جلدی ہی اٹھ گئی تھی۔

''السلام علیکم!'' ناشتے کی میز پر سب ہی موجود تھے وہ آہستگی سے سلام کر کے بیٹھ گئی عیسیٰ احمد کی نظریں اس کے چہرے کا طواف کرنے لگیں، صوفیہ نے ایک نظر لاتعلق سے نظر آتے غضنفر پر ڈالی اور پہلو بدل کر رہ گئیں۔

''عیسیٰ آج تمہارا انٹرویو ہے نا؟'' انہوں نے اسے گھورا تو اس نے عروبہ کے چہرے سے نظریں ہٹا کر سرسری انداز میں ان کی طرف دیکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''جی!'' وہ ناشتے کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

''اچھا تو جاتے ہوئے نویلہ کو اس کی فرینڈ کی طرف ڈراپ کرتے جانا'' وہ تحکم بھرے لہجے میں بولیں، مگر اس کے سکون میں ذرا برابر فرق نہ آیا، مگر حلق ضرور کڑوا ہوا۔

''سوری آنٹی! میں لیٹ ہو جاؤں گا، اسے آپ ڈرائیور کے ساتھ بھیج دیں۔'' نویلہ نے ہاتھ میں پکڑا ہوا سلائس واپس رکھ دیا تھا، صوفیہ نے اس کے دھواں دھواں چہرے کو دیکھا تھا۔

''جب عروبہ کو لے کر سارے شہر میں گھومتے ہو تمہارا وقت ضائع نہیں ہوتا۔''

عروبہ نے خوفزدہ ہو کر فوراً بابا کی طرف دیکھا تھا، جبکہ وہ عیسیٰ احمد کی طرف دیکھ رہے تھے۔

''میں کیوں عروبہ کو لے کر سارے شہر میں گھوموں گا، مجھے غضنفر انکل نے کہا تھا اسے پک کر لوں، سو کر لیا، میرا روٹ وہی تھا۔'' اس نے نہایت سکون سے جواب دیتے ہوئے عروبہ کے زرد ہوتے چہرے کو دیکھا تو اس کو آنٹی پر شدید غصہ آیا۔

''اچھی طرح سمجھ رہی ہوں میں تمہیں بھی اور تمہارے روٹوں کو بھی، جو ہر طرف سے گھوم پھر کر عروبہ کی طرف آ رہے ہیں۔'' ان کے اتنے صاف الفاظ میں اس پر الزام لگانے سے وہ سناٹے میں آ گئی تھی اسے ان سے ایسی توقع تو ہرگز نہ تھی، عیسیٰ احمد کو اس کی حالت کا اچھی طرح اندازہ ہو رہا تھا۔

''میں آپ کی سوچ پر صرف افسوس کر سکتا ہوں، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔'' وہ وہاں سے اٹھ کر اندر چلا گیا تھا، اس کے جانے سے نویلہ بجھ کر رہ گئی تھی، جبکہ غضنفر عروبہ کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے صوفیہ کے الفاظ پر غور کر رہے تھے۔

''ماما کیا ضرورت تھی ان سے یہ سب کہنے کی۔'' نویلہ نے بھی ناشتے سے ہاتھ کھینچ لیا تھا، غضنفر اٹھ کر اندر چلے گئے تھے۔

''ماما اگر عیسیٰ ہمیں لفٹ نہیں کرواتا تو آپ اتنا دل پر کیوں لیتی ہیں۔ we don't care

علیشہ نے ماحول کی کثافت دور کرنے کے لئے کہا، چند لمحے لگے تھے، اتنا سب کچھ ہونے میں، عروبہ پتھر کا بت بنی بیٹھی تھی، ماما کے الفاظ کسی تیز دھار آلے کی طرح اس کے جسم اور روح پر لگے تھے، مگر انہیں پرواہ نہ تھی۔

''مجھے ہے عیسیٰ احمد کی پرواہ۔'' اس سے پہلے کہ ماما کچھ بولتیں، نویلہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی، ماما نے جلدی سے اپنے بیڈروم کی کھڑکی کی طرف دیکھا، جو کھلی ہوئی تھی۔

''آہستہ بولو نویلہ، تمہارے پاپا سن لیں گے۔'' وہ سرگوشی کے انداز میں بولیں تھیں۔

''جسے سننا ہے سن لے، میں ڈرتی نہیں کسی سے۔'' وہ ایک جھٹکے سے اٹھی اور باہر نکل گئی ماما نے نفرت اور حقارت سے عروبہ کی طرف دیکھا تھا۔

''یہی چاہتی تھی نہ تم، ہو گیا تمہارا مقصد پورا۔'' وہ کوئی جواب نہ دے سکی اور جواب دیتی بھی تو کیا ان کی ان باتوں ان الزامات کا اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

''بالکل اپنی ماں پر گئی ہو ایسے ہی اس نے مجھے غضنفر کی نظروں سے گرایا تھا، مگر دیکھ لو آج غضنفر کے ساتھ کون ہے۔'' اس کی طرف

دیکھ کر سفاکی سے بولیں تو خوف کی لہر اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سرائیت کر گئی۔

وہ منہ سے کچھ نہ بولی، بس وہاں سے اٹھ کر اپنے روم میں آ گئی، سیڑھیاں اترتے عیسیٰ احمد نے رک کر بغور اس کی بھیگی پلکوں کو دیکھا تھا۔

''میں یہی کہتا تھا آپ سے۔''

''جو کچھ آپ مجھے سنوا چکے ہیں میرے لئے کافی ہے۔'' وہ اس کی بات کاٹ کر سختی سے بولی تھی،

اس کی اداس آنکھوں کے بھیگتے گوشے عیسیٰ احمد کو پشیمان کر رہے تھے، اسے اپنی حماقت پر افسوس ہونے لگا تھا۔

''پلیز میری مشکلات میں اضافہ مت کریں، میں بابا کی نظروں میں گر گئی تو کبھی جی نہ پاؤں گی۔'' اپنی بات مکمل کر کے وہ رکی نہیں بلکہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر چلی گئی، بیڈ روم میں قدم رکھتے ہی ہمیشہ کی طرح اس کے ضبط کی طنابیں ٹوٹ گئیں، روم لاکڈ کر کے وہ بیڈ پر اوندھے منہ گری تھی۔

''اللہ!'' اس کے منہ سے گھٹی گھٹی آوازیں نکل رہی تھیں۔

''کب تک یہ ذلت سہتی رہوں گی، کب ختم ہوگا اذیت کا یہ سفر، مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے،

میں سب کچھ برداشت کر سکتی ہوں، مگر اپنے کردار پر لگا کوئی دھبہ ہرگز نہیں۔'' آنسو ایک تواتر سے اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے، ہمیشہ کی طرح وہ تنہا تھی، خود اپنے آنسو پونچھ رہی تھی، کوئی اس کو تسلی دینے والا، اس کے ڈھارس باندھنے والا نہ تھا۔

☆.....☆.....☆

موسیٰ نے ساجدہ کے منع کرنے کے باوجود مصعب کے لئے آیا رکھ لی تھی، وہ صاف ستھری کچھ پڑھی لکھی اور ہوشیار لڑکی تھی، موسیٰ علی اسے آبزرو کرتا تھا وہ مصعب کا بہت خیال رکھتی تھی، بلکہ اس سے کافی پیار کرنے لگی تھی مصعب نے اب پاؤں پاؤں چلنا شروع کر دیا تھا سمیرا کی خوب اس کی پیچھے دوڑیں لگتی تھیں۔

موسیٰ علی آفس گیا تھا جانے سے پہلے ہر ہر لمحہ عنیزہ کی یادیں چاروں اطراف سے اس پر پتھر برساتی رہیں۔

''موسی ناشتہ کیے بغیر مت جاؤ۔'' وہ لیپ ٹاپ کو بیگ میں رکھ رہا تھا جب اس کے کانوں میں آواز ابھری، وہ تیر کی سی تیزی سے سیدھا ہوا۔

''عنیزہ!'' وہ پاگلوں کی طرح اسے آوازیں دیتا ہوا پورے گھر میں اسے تلاش کرتا پھر رہا تھا۔

''ایسا مت کرو میرے ساتھ۔'' وہ سر تھام کر لاؤنج میں صوفے پر بیٹھ گیا، وہ جیسے کسی خیال سے جاگا تھا اور حقیقت کی دنیا میں قدم رکھتے ہی اذیتوں اور دکھوں کا ایک جہان اس کا منتظر تھا۔

''بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے تمہارے بغیر عنیزہ۔'' اتنے میں سمیرا آ گئی تھی اور وہ مصعب کو اس کے حوالے کر کے آفس چلا گیا۔

آفس میں اس کا دل کسی کام میں نہ لگ رہا تھا، وہ چیئر کی پشت کو ٹیک لگا کر آنکھیں موند کر بیٹھ گیا۔ ''آفس میں آ کر تم مجھے بھولنے لگتے ہو، مجھے لگتا ہے اب مجھے بھی آفس جوائن کرنا پڑے گا۔'' ایک شریر زندگی سے بھرپور آواز اس کی سماعتوں میں رس گھول رہی تھی۔

''اچھا تم آفس آ گئی تو میرا کیا بنے گا، میں کام کروں گا یا تمہیں دیکھوں گا۔'' اپنی ہی آواز اس نے سنی تھی، وہ اس وقت مکمل طور پر خود فریبی میں مبتلا تھا، آنکھیں موندے، ماحول سے ناطہ توڑے وہ خود کو یہ باور کروا رہا تھا کہ عنیزہ اس کے آس پاس ہے، دروازہ ناک ہوا، اس نے آنکھیں کھول کر ناگواری سے دروازے کی طرف دیکھا تھا، دھوکے اور فریب کا وہ شیشہ جس میں وہ ماضی کا عکس دیکھ کر بہت خوش ہو رہا تھا اچانک گر کر ٹوٹ گیا تھا۔۔

''کبھی کبھی خود کو دھوکہ دینا اور فریب میں رکھنا بھی کتنا غنیمت لگتا ہے، جب حقیقت اتنی بھیانک ہو تو خود فریبی بھی نعمت اور غنیمت لگنے لگتی ہے، اس نے میز سے گاڑی کی چابی اٹھائی اور آفس سے باہر آ گیا۔

''ایکسکیوز می سر!'' اسے باہر کی جانب بڑھتا دیکھ کر سیکرٹری لپک کر اس کے قریب آئی تھی۔

''سر! ابھی کچھ دیر میں شیراز گروپ آف انڈسٹریز کے ساتھ آپ کی میٹنگ ہے۔'' وہ اسے یاد کرواتے ہوئے بولی

''میں ابھی میٹنگ اٹینڈ نہیں کر سکتا، کینسل کر دیں۔'' اس کا جواب سنے بغیر وہ تیزی سے باہر نکل گیا تھا، اس کی گاڑی کا رخ قبرستان کی طرف تھا، اس قدر خاموش ویرانی اور وحشت تو دنیا میں کہیں نہیں ہوتی جتنی اسے یہاں محسوس ہو رہی تھی۔

چاروں جانب گہرا سناٹا تھا، تھوڑے تھوڑے وقفے سے درختوں پر بیٹھے الو بولنے لگتے تھے۔

''تو یہ ہے انسان کا اصل ٹھکانہ اس کی زندگی کی حقیقت، جس سے وہ ہمیشہ نظریں چراتا ہے، وہ بے جان قدموں سے چلتا ہوا عنیزہ کی قبر کے پاس آ بیٹھا تھا۔

''تم جانتی تھی نا مجھے تمہارے بغیر رہنے کی عادت نہیں ہے، پھر بھی مجھے چھوڑ کر آ گئی سارے خاندان سے لڑ کر تم سے شادی کی تھی اب آ کر دیکھو میں کتنا اکیلا ہوں عنیزہ۔'' وہ اس کی قبر سے مٹھی بھر مٹی اٹھا کر اسے سینے سے بھینچتے ہوئے وہ درد سے نڈھال تھا۔

''میرے مرنے کے بعد میری قبر پر آ کر قرآن پاک پڑھنا۔'' اسے عنیزہ کی بات یاد آئی تھی، وہ قبرستان سے ملحقہ مسجد میں آ گیا اور وضو کر کے قرآن پاک لے کر آ گیا۔

اس نے قرآن پاک کو چوم کر کھولا اور تلاوت شروع کر دی، دل کا بوجھ آنکھوں کے رستے نکل رہا تھا، قرآن پاک پڑھتے ہوئے اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے عنیزہ آج ہی اسے چھوڑ کر گئی ہو، کافی دیر وہاں بیٹھ کر قرآن پاک پڑھنے کے بعد وہ اٹھا اور قرآن پاک واپس رکھ آیا۔

''آپ مجھ سے وعدہ کریں، آپ نماز پڑھا کریں گے۔'' گاڑی اسٹارٹ کر کے مین روڈ تک لایا تو اسے عنیزہ کی بات یاد آئی۔

''قرآن پاک پڑھنے سے کتنا سکون ملا ہے مجھے اور اگر نماز پڑھوں۔'' اسے سامنے ایک مسجد نظر آئی تھی، مغرب کی اذانیں ہو رہی تھیں وہ مسجد میں آ گیا، وضو کر کے امام کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔

''اللہ اکبر!'' امام نے ہاتھوں کو بلند کیا اور نماز کے لیے نیت باندھ لی۔

''اللہ سب سے بڑا ہے۔'' اس خیال سے ہی اس کا دل پگھلنے لگا۔

''کتنی دیر سے سمجھ آئی مجھے، کہ وہ سب سے بڑا ہے۔'' وہ ایک ایک رکن اچھے طریقے سے ادا کر رہا تھا جیسے جیسے نماز پڑھ رہا تھا اس کے دل میں بے چینی اور بڑھتی جا رہی تھی۔

''میں تو یہاں سکون کی خاطر آیا تھا، مگر یہ میرے دل کو کیا ہو رہا ہے۔'' اسے شدید بے چینی اور گھبراہٹ لاحق ہو رہی تھی، تمام نمازی دعا مانگ کر اٹھ گئے تھے، وہ ابھی تک ہاتھ پھیلائے سر جھکائے بیٹھا تھا۔

''یا اللہ! میں بہت اکیلا ہو گیا ہوں، میرا تیرے سوا اب کوئی نہیں ہے۔'' وہ اردگرد سے بے خبر بیٹھا تھا، اسے وقت کا ہوش تھا نہ کوئی پرواہ، وہ سب کچھ فراموش کیے بیٹھا تھا۔

''بہت پریشان ہو؟'' اچانک اس کے کندھے پر کسی نے ہاتھ رکھا تو اس کی محویت ٹوٹ گئی، اس نے نظریں اٹھا کر مقابل کو دیکھا، اس کی آنکھوں میں چھپا درد مولوی باقر کو صاف دکھائی دے رہا تھا۔

''مسافر ہو؟'' انہوں نے شفقت بھرے انداز میں استفسار کیا۔

''پہلے کبھی مسجد میں نظر نہیں آئے۔''

''جی۔۔۔ مسافر ہوں۔'' اس نے تھکن زدہ لہجے میں کہہ کر نگاہیں جھکا لیں۔

''ایسا مسافر جس کی نہ کوئی منزل ہے اور نہ ٹھکانہ، جسے کوئی خبر نہیں کہاں سے چلا ہے اور کہاں جا رہا ہے۔'' وہ شکست خوردہ لہجے میں بولا۔

''بہت لمبا سفر طے کیا ہے مولوی صاحب، مگر اب پتہ چلا لا حاصل تھا وہ سفر، کچھ فائدہ نہیں اس کا، میں غلط سمت جا رہا ہوں، مگر اتنا بھٹک گیا ہوں کہ صحیح راستہ بھی بھول گیا ہوں، معلوم نہیں کدھر کو جانا ہے، مولوی صاحب کیا اس نے میری نماز قبول کی ہو گی؟'' اس کے لہجے میں تھکن تھی، کسی بہت لمبے سفر سے آنے کی تھکن ناکام و نامراد لوٹنے کا غم۔

''وہ بڑا غفور الرحیم ہے، بہت جلد معاف کرنے والا، بہت جلد راضی ہو جانے والا ہے۔''

مولوی باقر کے الفاظ اس کے زخموں پر مرہم کا کام دے رہے تھے وہ پر امید نگاہوں سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''میں معافی مانگوں تو معاف کر دے گا؟''

''وہ ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے اپنے بندوں سے۔'' مولوی باقر نے نرمی سے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔

''کیا گناہ کر بیٹھے ہو؟'' انہوں نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

''ایک طویل فہرست ہے۔'' اس نے گہری سانس فضا کے سپرد کی۔

''میں نے کبھی اسے یاد نہیں کیا تھا اس کے متعلق کبھی نہیں سوچا تھا، ایسے جیسے کوئی تعلق ہی نہیں ہے میرا اس سے، پھر اس نے اپنی بڑائی کا احساس دلانے کے لئے مجھے بہت بڑا زخم لگا دیا۔'' اب وہ دھیرے دھیرے بولتا انہیں اپنی کہانی سنا رہا تھا، مولوی باقر ہمہ تن گوش تھے۔

☆.....☆.....☆

عیسیٰ احمد کی جاب شروع ہو گئی تھی اور وہ ان سب کو ڈنر کے لئے باہر لے کر جا رہا تھا، کل کے واقعے کے بعد عروبہ نے اس سے کوئی بات نہیں کی تھی، عیسیٰ احمد کو ایک مجرمانہ احساس نے گھیر رکھا تھا، اس کے لاکھ منع کرنے کے باوجود بھی عیسیٰ احمد کی بے احتیاطی اور لاپرواہی کی وجہ سے اس کو اتنا کچھ سننا پڑا تھا، ماحول کو بہتر کرنے اور آنٹی کا موڈ ٹھیک کرنے کے لیے اسے یہی مناسب حل لگا۔

''سنو عروبہ!'' اپنے کمرے کی جانب بڑھتے ہوئے عیسیٰ احمد کے قدم بے اختیار رک گئے تھے، اس نے عروبہ کے کمرے کے بند دروازے کو دیکھا۔

''عیسیٰ احمد ہم سب کو ڈنر کے لئے لے کر جا رہا ہے، اگر وہ تمہیں بھی چلنے کے لئے کہیں تو انکار کر دینا، ویسے بھی تم اس سے دور رہا کرو، تمہارا اس سے کوئی رشتہ نہیں ہے وہ صرف علیشہ اور نویلہ کا کزن ہے۔ تمہیں فرینک ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ ہمیشہ کی طرح اس سے بات کرنے لگیں تو سختی ان کے لہجے میں عود کر آئی۔

''جی ماما بہتر۔'' اس نے اثبات میں سر ہلایا عیسیٰ احمد کا مارے غصے کے برا حال تھا، وہ اپنے روم میں آ گیا۔

''کیا کوئی کسی سے اتنی نفرت بھی کر سکتا ہے؟'' اسے حیرت ہو رہی تھی۔

''وہ انتہائی معصوم اور بے ضرر لڑکی ان سب کا کیا بگاڑ رہی ہے جو ایسا رویہ ہے اس کے ساتھ سب کا۔'' اچانک ہی اس کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہونے لگا تھا، ایک دم تو ذہن میں یہ خیال آیا کہ پروگرام کینسل کر دے، مگر پھر اس کے بعد متوقع ہنگامے کا سوچ کر اس نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور بے دلی سے تیار ہونے لگا۔

''یس!'' اس نے عروبہ کے روم کا ڈور ناک کیا، اندر سے ہلکی سی آواز ابھری وہ ہینڈل گھما کر اندر داخل ہو گیا، اسے سامنے دیکھ کر عروبہ نے کوئی تاثر نہ دیا اور ایک نظر اس پر ڈال کر دوبارہ ہاتھ میں پکڑا ناول پڑھنے لگی۔

''آپ تیار نہیں ہوئیں۔'' اس نے تنقیدی نظروں سے اس کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

''تیار کس لئے۔'' اس نے تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے کہا، اس کے انداز پر عیسیٰ احمد ہنس دیا

''ابھی آپ کی ماما آپ کو بتا کر تو گئی ہیں کہ میں سب کو ڈنر پر لے کر جا رہا ہوں۔'' وہ اس کے سامنے بیٹھ چکا تھا۔

''نہیں، میری ماما سے اس موضوع پر تو کوئی بات نہیں ہوئی۔'' اس نے نظریں ناول پر ہی مرکوز رکھیں عیسیٰ احمد نے آگے بڑھ کر ناول اس کے ہاتھ سے پکڑ لیا عروبہ نے خفگی سے بھرپور نظر اس پر ڈالی

''تو پھر آپ کی ماما آپ کو منع کرنے آئی ہوں گی ساتھ چلنے سے۔'' اس کی چالاکی اور ذہانت کی تو وہ پہلے سے ہی قائل تھی۔ اب مزید معترف ہو گئی تھی۔

''آپ ہمیشہ ان کے متعلق غلط ہی سوچتے ہیں۔'' اس نے ناول واپس لینا چاہا

Hamlet by William Shakespeare ایسے ناولز پڑھتی ہیں وہ سکون سے ناول پڑھ رہا تھا یہ ناول مجھے پڑھنے کے لئے ملے گا؟ وہ کھڑا ہو گیا، عروبہ ٹیرس کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی تھی

''لے لیجئے گا۔''

''تو آپ ریڈی ہو جائیں، میں آپ کا ویٹ کر رہا ہوں نیچے۔'' وہ اس کے پیچھے آیا تھا۔

''مجھے نہیں جانا کہیں بھی۔'' وہ آسمان کی وسعتوں میں اڑتے پرندوں کو دیکھ رہی تھی، وہ کتنے مسرور اور شادماں تھے، وہ حسرت سے ان کو دیکھے گئی۔

''آپ کو جانا ہے، میں انکار نہیں سنوں گا۔'' وہ ایک آخری نظر اس پر ڈال کر واپس مڑنے لگا تھا۔

''اس موسم میں گھر سے باہر نکلنے کو دل نہیں کرتا، آپ پلیز اصرار مت کریں، میں نہیں جا سکتی۔'' وہ تیزی سے مڑی اور اس کی پشت کو گھورتے ہوئے کہہ دیا، اس سے پہلے کہ وہ وہاں سے چلا جائے۔

''سب کا خیال کرتی ہیں، ہر ایک کی فکر ہوتی ہے، تھوڑا سا خیال میرے دل کا بھی کر لیں۔'' وہ آہستہ سے چلتا ہوا اس کے سامنے آ کھڑا ہوا اور اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔

''آپ علیشہ اور نویلہ کے کزن ہیں، ان سے اپنے دل کا خیال کروائیں۔'' وہ واپس مڑی اور ریلنگ کو تھام کر سامنے سڑک پر بھاگتی دوڑتی ٹریفک کو دیکھنے لگی۔

''آپ اتنی پتھر دل لگتی تو نہیں کہ آپ پر کسی کے جذبے اثر ہی نہ کرتے ہوں، میرا قصور یہ ہے کہ میں آپ کی اسٹیپ مدر کا بھانجا ہوں اور ان کو خوش کرنے کے لئے آپ ہمیشہ مجھے ہرٹ کرتی ہیں۔'' اپنی بات مکمل کر کے رکا نہیں، واپس مڑا اور باہر نکل گیا، وہ خاموشی سے اسے جاتا دیکھتی رہی تھی

☆.....☆.....☆

''ماریہ!'' رات سونے سے پہلے اچانک شاہ زیب کو فارقلیط کا کام یاد آ گیا تھا۔

''تمہاری کسی کزن یا فرینڈ کا نام ماہ جبیں ہے؟'' اس کے سوال پر ماریہ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

''میری خالہ کی بیٹی کا نام ماہ جبیں ہے، مگر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟'' اسے اچنبھا ہوا تھا۔

''شادی پر بھی آئی تھی، آپ نے دیکھی ہوگی۔'' ماریہ نے اسے بتایا تو شاہ زیب پر تو شادی مرگ کی کیفیت طاری ہوگئی۔

''سچ؟'' اس نے اشتیاق سے پوچھا۔

''ہاں، مگر آپ اتنے خوش کیوں ہو رہے ہیں؟'' شاہ زیب نے اسے ساری بات کہہ سنائی۔

''فارقلیط بہت امیر ہے والدین کی اکلوتی اولاد ہے، اس کی مدر نہیں ہے فادر بہت بڑے بزنس مین ہیں۔'' اس نے فارقلیط کے متعلق بتایا ماریہ بھی خاصی خوش ہوگئی تھی۔

''اگر فارقلیط کی اس سے شادی ہو جائے تو میری پرموشن بھی پکی تمہارے پاس ماہ جبیں کی کوئی تصویر ہے تو مجھے سینڈ کرو میں فارقلیط کو خوشخبری سناتا ہوں۔''

ماریہ نے اپنے موبائل میں سے تصویر شاہ زیب کو WhatsApp کر دی، شاہ زیب نے فارقلیط کو میسج کیا۔

''ماہ جبیں مل گئی مبارک ہو۔''

اس کا کوئی جواب نہ آیا مگر اگلے آدھے گھنٹے میں وہ اس کے گھر کے ڈرائنگ روم میں تھا۔

''توبہ اتنی کیا جلدی تھی۔'' اس کی بے چینی پر وہ ہنس دیا تھا۔

''تصویر دکھاؤ۔'' فارقلیط سے انتظار نہ ہو رہا تھا، اسے بالکل بھی اندازہ نہ تھا کہ شاہ زیب اس کا کام اتنی آسانی سے اور جلدی کر دے گا۔

''چائے تو پی لو، بس آ رہی ہے۔'' وہ اس کی آتش شوق کو مزید بھڑکاتے ہوئے لطف لے کر بولا۔

''اس ٹائم آب حیات بھی بلاؤ تو نہیں پیوں گا، بس تصویر دکھا دو۔'' وہ بے چینی سے بولا۔

''اتنا سیریس اس سے پہلے تمہیں کسی لڑکی کے لئے نہیں دیکھا لو دیکھ لو۔'' شاہ زیب نے اپنا موبائل اس کی طرف بڑھا دیا۔

''مائے گڈنیس۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''کیا ہوا؟'' شاہ زیب نے پوچھا۔

''یہ وہ ماہ جبیں نہیں ہے۔'' شاہ زیب کا جی چاہا اپنا سر پیٹ لے، ساری محنت اکارت گئی تھی۔

☆.....☆.....☆

مولوی باقر نے موسیٰ علی کی تمام کہانی غور سے سنی تھی، اب وہ دونوں مکمل طور پر خاموش بیٹھے تھے۔

''شرک بہت بڑا ظلم ہے بیٹا، ظلم کا مطلب یہ ہے کہ حق کسی کا ہو اور دے کسی اور کو دیا جائے اور شرک صرف بتوں کو پوجنا تو نہیں ہے توحید کے تقاضوں میں کسی اور کو شریک کرنا بھی شرک ہے، ہم نے بہت سے بت بنا رکھے ہیں خواہشات کے بت، آرزوؤں اور تمناؤں کے بت، محبتوں کے بت، پھر ہمیں پتا ہی نہیں چلتا اور ہم انہیں پوجنے لگتے ہیں، خدا سے بڑھ کر انہیں چاہنے لگتے ہیں، اور وہاں سے ہماری تباہی شروع ہوتی ہے، ہم جو اسے بھول بیٹھتے ہیں، اس کا حق کسی اور کو دینے لگتے ہیں تو وہ ہماری سب سے قیمتی چیز سب سے عزیز بت کو توڑ کر ہمیں ہماری اوقات بتاتا ہے اور تب ہمیں ہماری حیثیت اور خدا کی بڑائی کا احساس ہوتا ہے۔'' مولوی باقر کی باتیں اسے مزید پشیمانیوں اور پچھتاؤں کے گہرے سمندر میں دھکیل رہی تھیں، ان سب چیزوں کے متعلق اس نے کبھی نہ سوچا تھا، وہ تو عنیزہ کو پا کر بے حد مسرور اور شادماں تھا، ایسا لگنے لگا تھا اب زندگی میں کبھی کسی چیز کی کمی نہیں ہوگی۔

''مولوی صاحب میں بہت شرمندہ ہوں اللہ سے، میں کیا کروں؟'' عنیزہ کی موت نے اس کی زندگی میں کبھی نہ پر ہونے والا خلا پیدا کر دیا تھا، اسے اب اندازہ ہوا تھا کچھ بھی ہمیشہ کے لئے نہیں ہوتا، کوئی چیز احساس اور رشتہ سب کچھ ایک نہ ایک دن ختم ہو جائے گا۔

''اللہ سے معافی مانگو، وہ جب کسی بندے پر نظر کرم ڈالتا ہے تو اس کے دل پر اپنا ہاتھ رکھ دیتا ہے، دل میں ایسا سوز اور گداز بھر دیتا ہے کہ پھر اس بندے کو سکون صرف اس کے ذکر سے ملتا ہے۔'' مولوی باقر نے گلا کھنکار کر صاف کیا۔

''اگر اس نے معاف نہ کیا؟'' اس کے اندیشے کسی طور کم نہ ہو رہے تھے۔

''یہ جو فکر ہے نا یہی معرفت کی پہلی سیڑھی ہے بیٹے، اللہ جب کسی انسان کو سیدھے رستے پر چلانا چاہتا ہے اسے ہدایت دینے لگتا ہے تو اس کے دل میں اپنی فکر ڈال دیتا ہے۔'' شام کافی گہری ہو گئی تھی، وہ یہ بھی یکسر فراموش کر بیٹھا تھا کہ اس کا بیٹا گھر ہے۔

''عنیزہ کا یعنی میری بیوی کا کیا ہوگا؟''

''جس طرح آپ نے بتایا کہ وہ اپنے کیے پر شرمندہ تھیں اور اللہ سے معافی کی طلبگار تھیں تو یقیناً اللہ نے اسے معاف کر دیا ہوگا کیونکہ وہ رحیم بھی ہے اور کریم بھی ہے، مگر وہ آخری سانس تک بندے کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔'' اس بات سے اسے کافی تسلی ہوئی تھی، دل پر پڑا ہوا بڑا بوجھ اترا تھا۔

''یہ ساتھ میرا گھر ہے، آپ آؤ، آپ کو چائے پلواتا ہوں۔'' مولوی صاحب اٹھتے ہوئے بولے تو موسیٰ علی بھی اٹھ کر احتراماً کھڑا ہو گیا۔

''نہیں مولوی صاحب میرا بیٹا گھر پر ہے، پریشان ہو رہا ہوگا، ان شاء اللہ پھر کبھی آؤں گا۔'' اس نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھائے۔

''اچھا ماشاء اللہ بیٹا بھی ہے، چلو کسی دن ہمارے پوتے کو لے کر ہم سے ملنے کے لئے آنا۔''

مولوی باقر کی معیت میں چلتا ہوا مسجد سے باہر نکلا، ان کو اللہ حافظ کہہ کر گاڑی میں آ بیٹھا۔

''کتنے اچھے ہیں مولوی صاحب۔'' وہ گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا سوچ رہا تھا۔

''لوگ بلاوجہ مولویوں کو برا بھلا کہتے ہیں، یہی تو لوگ ہیں جو دین کو بچائے ہوئے ہیں، لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں، اچھے برے میں تمیز کرنا سکھاتے ہیں، کتنے اچھے ہیں مولوی باقر، سچے کھرے سادہ اور پرخلوص۔''

ان سے مل کر دل کو لاحق بے چینی کچھ حد تک کم ہوگئی تھی، اتنے دنوں کا غبار کافی کم ہوگیا تھا، جب وہ گھر آیا تو مصعب رو رہا تھا۔

اس کی پریشانی اس وقت بہت بڑھ جاتی تھی جب مصعب رات رات بھر روتا اور جاگتا رہتا تھا۔ ''عنیزہ میں تمہاری جگہ کسی کو نہیں دے سکتا۔'' وہ مصعب کو کندھے سے لگا کر اپنے روم میں ٹہل رہا تھا۔

''تم بھی تو مجھے کسی اور کا ہوتے نہیں دیکھ سکتی تھی نہ اس لئے تو میرے نکاح کا فیصلہ کرتے ہی تم اس دنیا کو چھوڑ گئی، کیونکہ تم یہ ہوتا نہیں دیکھ سکتی تھیں۔''

☆.....☆.....☆

''فروا!'' وہ میگزین دیکھ رہی تھی، جبکہ امی کچھ قمیضوں کی ترپائیاں کر رہی تھیں، اس نے میگزین سے نظریں ہٹا کر ان کی طرف دیکھا تھا۔

''جی!''

''پھر؟'' وہ دوبارہ میگزین دیکھنے لگی تھی۔

''یہ دیکھیں امی کتنا خوبصورت ڈریس ہے۔'' اس نے میگزین ان کے سامنے کیا تو انہوں نے سرسری نظر اس ڈریس پر ڈال کر محبت سے بیٹی کو دیکھا۔

''میں جانتی ہوں میری گڑیا میں تمہاری خواہش پوری نہیں کر سکی، جب تمہارے باپ نے ہمیں چھوڑا تو بیٹا میرے پاس نہ ہنر تھا نہ زیادہ تعلیم اور نہ ہی چھت۔۔۔'' انہوں نے تمہیدی انداز اختیار کرتے ہوئے بات کا آغاز کیا۔

''میرے بھائی میری دوسری شادی کرنا چاہتے تھے مگر میں یہ نہیں کر سکتی تھی بڑے بھیا سعودی عرب رہتے ہیں وہ مجھے ساتھ چلنے کو کہتے تھے میں نے انکار کر دیا چھوٹے بھائی نے مجھے اپنے گھر میں رکھنا چاہا تو میں نے یہ آفر بھی قبول نہ کی، پتا ہے کیوں؟'' انہوں نے بات کے اختتام پر سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''میں نہیں چاہتی تھی کہ بھائیوں کے بچوں کی وجہ سے تم کسی قسم کے کومپلیکس کا شکار ہو، یا تم کبھی یہ محسوس کرو کہ تمہارے سر پر باپ نہیں ہے۔'' امی نے ایسی باتیں کبھی نہ کی تھیں اسے سمجھ نہ آ رہا تھا کہ وہ یوں اچانک یہ باتیں اسے کیوں بتا رہی ہیں۔

''تم اگر اپنی ننھیال میں رہتی تو شاید بہت اچھا کھاتی پیتی کپڑا جوتا قیمتی پہنتی مگر تمہاری عزت نفس نہ جانے کتنی بار ہر روز مجروح ہوتی تمہاری ممانیاں طعنے دیتی تمہارے کزنز احسان جتاتے، تمہیں یہ سب اچھا نہیں لگتا'' وہ ایک مرتبہ پھر اس سے سوال کر رہی تھی اس نے

میگزین بند کر دیا اور ان کے پاس آ بیٹھی اور بازو ان کے گلے میں حمائل کرتے ہوئے سر ان کے کندھے پر رکھ دیا۔

''آئے ایم سوری اگر میری کوئی بات آپ کو بری لگی ہو امی۔'' اس کا یہ پیار بھرا انداز انہیں بہت بھایا، اپنا ہاتھ انہوں نے اس کے سر پر پھیرا۔

''مجھے تمہاری کوئی بات بری نہیں لگی، مگر میں تم سے ایک بات کرنے جا رہی ہوں، وعدہ کرو تم مجھ سے خفا نہ ہو گی؟'' ان کے پر تجسس اور محتاط انداز نے فروا کو الجھا دیا تھا۔

''ایسی کون سی بات ہے جو کہنے کے لئے آپ کو مجھ سے پوچھنے کی ضرورت پیش آ گئی؟'' وہ الجھ کر رہ گئی جبکہ ساجدہ اس سے بات کرنے کے لئے ہمت مجتمع کر رہی تھیں۔

''فروا میں چاہتی ہوں، کہ تمہارے پاس بھی سب کچھ ہو، ہر طرح کی آسائشیں، سہولتیں، تم بھی گاڑیوں میں گھومو، تمہارا مستقبل محفوظ ہو جائے۔''

''کیا مطلب امی؟'' وہ چونکی تھی۔

''میں تمہاری شادی کرنا چاہتی ہوں۔'' ان کی بات سے اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا، اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ ایسی بات کریں گی، چند ثانیے وہ حیرانی سے انہیں دیکھے گئی۔

''مجھے آگے پڑھنا ہے امی۔'' اس سوال پر عیسیٰ احمد کا دلکش اور مہربان سراپا اس کی آنکھوں کے سامنے آ گیا تھا، وہ جھٹ سے بولی تھی۔

''تو پڑھنے سے کس نے روکا ہے، پڑھائی بھی کر لینا۔'' انہوں نے فوراً جواب دیا۔

''امی ایسے پڑھائی نہیں ہوتی۔'' اسے رونا آنے لگا تھا۔

''فروا تمہارے ماموں پاکستان آ رہے ہیں، میں چاہتی ہوں ان کی موجودگی میں ہی ان کے سامنے تمہیں رخصت کر دوں۔''

''میں بوجھ لگنے لگی ہوں آپ کو؟'' اس کی پلکوں پر موتی جھلملانے لگے تھے۔

''میں جاب کر لوں گی، کبھی کوئی پریشانی نہیں آنے دوں گی آپ کو، مگر پلیز۔۔۔''

''تم سے کس نے کہا تم بوجھ ہو، تم تو میری زندگی کا مرکز ہو میرے زندہ ہونے کی وجہ ہو، مگر فروا مجھے سکون تب ہی آئے گا جب تم اپنے شوہر کے ساتھ خوش ہو گی۔'' اس نے مزید کوئی بات نہ کی اور وہاں سے اٹھ گئی، اسے جی بھر کر رونا آ رہا تھا، سمجھ نہ رہا تھا، امی کو کیسے اپنی بات سمجھائے۔

☆.....☆.....☆

http://kitaabghar.com

سب کے جانے کے بعد اس نے کچن میں آ کر اپنے لیے چائے بنائی اور ٹیرس پر آ گئی، شام کے سرمئی آنچل پر سیاہ رات اپنے بال بکھرانے لگی تو دھرتی نے بھی خود بخود سیاہ ماتمی لباس پہن لیا، گھر میں مکمل خاموشی کا راج تھا، ملازم سارے اپنے کاموں سے فارغ ہو کر جا چکے تھے، البتہ گیٹ پر چوکیدار موجود تھا۔

''کتنی خاموشی ہے گھر میں۔'' سناٹے سے گھبرا کر وہ خود کلامی انداز میں بڑبڑائی تھی۔

''بالکل ایسی خاموشی میرے دل میں بھی ہے، ایک مہیب سناٹا اور تنہائی ہے، کیوں ہوں میں اتنی اکیلی اللہ۔'' اس کا دل بھرانے لگا تھا، چائے کا کپ اس کے سامنے ٹیبل پر جوں کا توں دھرا تھا، مگر وہ اسے وہاں رکھ کر بالکل بھول گئی تھی، بالکل ویسے ہی جیسے اس کے بابا اسے اس دنیا میں لا کر بھول گئے تھے۔

''اوپر سے عیسیٰ احمد۔'' اس نے چیئر کی پشت سے بیک لگائی اور آنکھیں موند لیں۔

''یہ مجھے ڈسٹرب کیے دے رہا ہے۔'' اس کا دل بری طرح اداس تھا۔

اس نے ہمیشہ خود کو گھر میں مس فٹ فیل کیا تھا اور اس کی وجہ ماما کا رویہ تھا، اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

''تو آپ یہاں چھپی بیٹھی ہیں۔'' عیسیٰ احمد کی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی، مگر اس کے انداز نشست میں ذرا برابر فرق نہ آیا۔

'تو کیا اب عیسیٰ احمد کی غیر موجودگی میں بھی مجھے اس کی آواز سنائی دے گی۔'' اسے اپنا الوژون سمجھی تھی، اسی طرح آنکھیں موندے بیٹھی رہی۔

''سیانے کہتے ہیں کہ اگر آپ کے سامنے چائے کا کپ پڑا پڑا ٹھنڈا ہو جائے تو سمجھ لیں کوئی گڑبڑ ہے، کہیں نہ کہیں کچھ غلط ہے۔'' اب کی بار آواز بہت قریب تھی، اس نے جھٹ آنکھیں کھول دیں۔

''آپ لوگ اتنی جلدی واپس آ گئے؟'' اس کی آواز میں آنسوں کی نمی تھی عیسیٰ احمد نے ٹیرس کی لائٹس آن کیں۔

''کیا آپ رو رہی تھیں۔'' وہ اس کے سامنے آ بیٹھا تھا، عروبہ غضنفر نے اسے کوئی جواب نہ دیا، فوری طور پر اسے کوئی بہانہ سوجھا ہی نہیں۔

''جو لوگ بہادر نہیں ہوتے مگر ہر ایک کے سامنے خود کو بہادر ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو پھر وہ ایسے ہی تنہا بیٹھ کر روتے ہیں۔'' عیسیٰ احمد نے اس کی بھیگی پلکوں اور سرخ ناک کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

''تو آپ چاہتے ہیں میں سب کے سامنے روؤں، چلاؤں، محبت کی بھیک مانگوں؟'' اسے عیسیٰ احمد کی باتوں کی کبھی سمجھ نہ آئی تھی، مگر اس کا دل اس چیز کی بارہا گواہی دی چکا تھا کہ وہ اس سے مخلص ہے، اس کی فکر اور پروا کرتا ہے، اس طرح جیسے پہلے کبھی کسی نے نہیں کی تھی، اور وہ ایسا کیوں کرتا ہے اس بارے میں سوچنا نہ چاہتی تھی، کیونکہ جب بھی سوچنے لگتی تو ڈر جاتی۔

''نہیں ہرگز نہیں۔'' عیسیٰ احمد نے سر ہلایا۔

''آپ میری بات نہیں سمجھ پائیں، بھیک مانگنا تو مجھے کسی صورت پسند نہیں، بھیک مانگنے والے بڑے کمزور اور کم ہمت ہوتے ہیں اور مجھے کم ہمت لوگ اچھے نہیں لگتے۔'' اس نے فوراً اس کی بات کی نفی کی تھی۔

''میرا ماننا ہے جس جگہ آپ کو آپ کا حق سیدھے طریقے سے نہ ملے وہاں آگے بڑھ کر چھین لو۔''

عروبہ غضنفر چند ثانیے ان الفاظ پر غور کرتی رہی جیسے سمجھنا چاہ رہی ہو کہ کیا واقعی اس نے وہی کہا جو سن رہی ہے۔

''مجھے چھیننا نہیں آتا، نہ ہی چھیننا پسند ہے۔'' ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی جو موسم کو ہلکا سا ٹھنڈا اور خوشگوار بنا رہی تھی، کچھ دیر کے لئے ان دونوں کے درمیان خاموشی حائل ہوگئی تھی، دونوں ہی اپنی اپنی سوچوں میں گم ہو گئے تھے۔

" کس بات کا ڈر رہتا ہے آپ کو، کس چیز سے خوفزدہ ہیں، مجھے ایک اچھا دوست سمجھ کر مجھ سے شیئر کر لیں۔'' اس نے فراخدلانہ پیشکش کی تھی، چند ثانیے وہ اس کی سمت دیکھتی رہی پھر نا جانے آسمان کی وسعتوں میں کیا تلاش کرنے لگی تھی۔

''اپنی قسمت سے خوفزدہ ہوں میں، مجھے ڈر لگتا ہے مجھ سے کوئی غلطی نہ ہو جائے اور ایسے میں مجھے بابا کی سپورٹ چاہیے ہو مگر وہ میرا ساتھ نہ دے کر میرا مان توڑ دیں، پتا نہیں وہ کس چیز کا خوف ہے جو انہیں میرے پاس آنے، میری طرف دیکھنے سے بھی روکتا ہے، مگر میں اتنا جانتی ہوں کہ خوفزدہ تو وہ بھی ہیں، ہم دونوں ہی اپنے اپنے خوف کے مدار میں تنہا چکر لگا رہے ہیں، ماما وغیرہ کہاں ہیں؟'' وہ دفعتاً بات بدل کر بولی۔

''وہ ہوٹل میں۔'' عیسیٰ احمد نے مختصر جواب دیا۔

''کیا مطلب؟'' وہ ایک قدم اٹھ کھڑی ہوئی جیسے اسے عیسیٰ احمد کی بات پر یقین نہ آیا ہو۔

''آج کا ڈنر آپ کی اس تکلیف کو کم کرنے کے لئے تھا جو میرے وجہ سے آپ کو ہوئی، ساتھ میں آپ کی ماما کا غصہ آپ پر سے کم کرنے کے لئے، لیکن جب انہوں نے آپ کو ساتھ جانے کے لیے روکا تو میں نے اسی وقت ہی ڈیسائیڈ کر لیا تھا کہ میں بھی ان لوگوں کے ساتھ ڈنر نہیں کروں گا ویری سمپلی۔'' اس نے شانے اچکائے مگر عروبہ کی جان پر بن آئی۔

''اچھا نہیں کیا آپ نے ایسے تو ماما اور زیادہ خفا ہوں گی۔'' اسے متوقع صورتحال کا تصور کرتے ہیں پسینے آنے لگے تھے، مگر عیسیٰ احمد کے سکون میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔

''دراصل میں ان لوگوں کو یہ بتا کر آیا ہوں کہ میرے آفس سے کال ہے۔''

''آفس سے کال اس وقت۔'' اس نے سر پیٹ لیا۔

''آپ بے فکر رہیں، آپ نے تو مجھے نہیں بلایا یہاں، میں اپنی مرضی سے آیا ہوں۔'' ہلکی ہلکی پھوار پڑنا شروع ہو گئی تھی، موسم

بہت خوشگوار ہو گیا تھا، مگر اس کے دل میں ہمیشہ کی طرح ایک ہی موسم ٹھہرا ہوا تھا بے چینی بے قراری اور تنہائی کا موسم، اسے سمجھ نہ آ رہا تھا کہ عیسیٰ احمد سے کیا کہے۔

''چلیں میں آپ کو کافی بنا کر پلاتا ہوں۔'' وہ کچن میں چلا گیا، کچھ ہی دیر میں وہ بھی نیچے آ گئی تھی بارش نے اب زور پکڑ لیا تھا، اسے خوف آ رہا تھا، ماما کی متوقع ناراضی اسے ہولائے دے رہی تھی۔

''لیجئے مادام، کافی حاضر ہے۔'' وہ لاؤنج کی ونڈو سے بارش کے قطروں کو دیکھنے میں محو تھی، جب عیسیٰ احمد کی آواز سن کر چونکی اور خاموشی سے پلٹ کر کپ اس کے ہاتھوں سے پکڑ لیا، اس کے پہلو میں کھڑا وہ بھی بارش کی مستانی بوندوں کو دیکھ رہا تھا۔

''آپ کو بارش پسند ہے؟'' اس کے سوال پر اس نے ایک نظر اس پر ڈالی اور دوبارہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

''جی!'' وہ ہولے سے بولی۔

''مجھے seriously اس سے پہلے بارش کبھی اتنی اچھی نہیں لگی کافی کیسی بنی ہے؟'' اگلا سوال۔

''اچھی ہے۔'' مختصر جواب آیا۔

''عروبہ پرسوں رات دو بجے کی فلائٹ سے ماما پاکستان آ رہی ہیں۔''

وہ ایک مرتبہ اس سے واضح الفاظ میں بات کرنا چاہتا تھا اور یہ موقع اسے مناسب لگا تھا، کھل کر اس سے اپنے جذبات کا اظہار کرنے کے لئے۔

''بارش تیز ہو رہی ہے ماما لوگوں کو کال کر کے پتا کریں، بابا بھی ابھی تک گھر نہیں آئے۔'' اس نے عیسیٰ احمد کے سوال کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

''انکل کو بھی میں نے ہوٹل میں آنے کے لیے کہہ دیا تھا، اب آپ میری بات دھیان سے سنیں، میں ماما سے آپ کے متعلق۔۔۔''

''ایسا ممکن نہیں ہے عیسیٰ۔'' اس نے عیسیٰ احمد کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے دوٹوک انداز میں کہا تو وہ دنگ رہ گیا۔

''کیوں ممکن نہیں ہے؟'' وہ بے قرار ہوا۔

''میں ایسا نہیں چاہتی۔'' اس نے لہجے کو مضبوط بنا کر کہا۔

''کسی کے سچے خالص اور پاکیزہ جذبات کو ٹھکرا دینا، آپ کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتا۔'' وہ بے چین ہوا تھا، اسے عروبہ غضنفر سے ایسے ردعمل کی توقع نہ تھی۔

''سچے اور خالص جذبے تو کسی اور کے بھی آپ کے لئے ہیں۔''

''اگر آپ نویلہ کی بات کر رہی ہیں تو میں مر کر بھی آنٹی کی بیٹیوں میں سے کسی سے بھی شادی نہیں کر سکتا۔'' اس نے دوٹوک الفاظ میں انکار کیا تھا۔

''تو پھر میری دوست فروا سے شادی کر لیں وہ بہت اچھی لڑکی ہے۔'' عیسیٰ احمد کو اس کی دماغی حالت پر شبہ ہوا تھا۔

''مجھے آپ کے مشوروں کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ برا مان گیا، ایسا عروبہ نہیں چاہتی تھی کہ اسے خفا کرے، مگر اس وقت ذرا سی نرمی دکھانا بھی اس کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا، وہ خاموش رہی۔

''ویسے آپ کتنی ظالم اور ان رومنٹک ہیں۔'' اس نے متاسف نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

''اتنے خوشگوار موسم میں، آپ کے لئے بہت محبت سے کافی بنائی، اتنے اچھے موڈ میں آپ کو پرپوز کرنا چاہا اور آپ مجھے کبھی کسی اور کبھی کسی سے شادی کے مشورے دے رہی ہیں، آپ ایسی کیوں ہیں؟''

اس کے رویے نے آج تو اسے بہت زیادہ حیران کیا تھا، تھی تو وہ ایک لڑکی ہی نا، عیسیٰ احمد کا خیال تھا کہ اس کے پرپوز کرنے پر وہ خوش ہو گی، مگر ایسا کچھ نہ ہوا، ہمیشہ کی طرح اس نے اسے حیران ہی کیا تھا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا اور کھڑکی کے اس پار برستی بارش کو بغور دیکھنے لگی، ایسی ہی بارش اس کے اندر بھی ہو رہی تھی۔

''اگر آپ کو لگتا ہے کہ آپ کی ماما نہیں مانیں گی تو آئے پرامس میری ماما سب کچھ ہینڈل کر لیں گی، مجھے صرف آپ کی رضامندی چاہیے۔''

اس کے نرم الفاظ عروبہ کے دل میں اتر رہے تھے، اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کمزور پڑ رہی ہے، وہ عیسیٰ احمد کے سامنے خود کو بے بس محسوس کرنے لگی تھی۔

''آپ ایک بہت اچھے انسان ہیں آپ کے کردار اور طبیعت کی نرمی نے مجھے آپ سے سختی کرنے سے روکا ہے عیسیٰ احمد، ورنہ میں اپنے کزن سے ہمیشہ دور رہی ہوں، کسی کو کبھی یہ اجازت نہیں دی کہ وہ مجھ سے فرینک ہو، آپ ہمارے گھر میں مہمان ہیں اس ناطے سے آپ میرے لیے قابل احترام ہیں، اس سے زیادہ میرے دل میں آپ کے لئے کچھ نہیں ہے۔''

وہ ڈائریکٹ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پراعتماد لہجے میں بولی تھی عیسیٰ احمد دم سادھے کھڑا تھا، اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہ آ رہا تھا، اسے عروبہ کے الفاظ جھوٹ لگ رہے تھے، مگر اس کا سچا لہجہ، پراعتماد آنکھیں وہ اسے دیکھے گیا۔

''مجھے محبت پر یقین نہیں ہے، کسی بھی رشتے میں، ہم انسان صرف ضرورتوں سے بندھے ہوئے ہیں، ضرورتیں ہمیں ایک دوسرے کے قریب لاتی ہیں، خودغرضیاں ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزارنے پر مجبور کرتی ہیں، اس سے زیادہ کوئی رشتہ ناطہ نہیں ہوتا

ہمارا آپس میں۔'' وہ اب کھڑکی کے پار دیکھنے لگی جہاں بارش بہت زیادہ زور پکڑ چکی تھی۔

''میں نہیں جانتا کہ کس چیز نے آپ کو محبت سے بدگمان کیا ہے، مگر محبت پر آپ کا یقین میں آپ کو لوٹاؤں گا۔'' وہ پر یقین لہجے میں بولا تھا۔

''میں کبھی بھی کچھ ایسا نہیں کرنا چاہتی کہ میرے بابا ماما یا کسی اور کے سامنے شرمندہ ہوں، آپ جانتے ہیں ماما کو آپ کا مجھ سے بات کرنا پسند نہیں ہے، اس لیے آپ محتاط رہا کریں۔'' وہ اسے ہدایت کرتے ہوئے بولی۔

''جس طرح میں آپ کو خود سے محبت کرنے کے لئے مجبور نہیں کر سکتا، بالکل اسی طرح آپ بھی مجھے خود سے محبت کرنے سے روک نہیں سکتیں، نہ کسی کے کہنے سے محبت ہوتی ہے اور نہ منع کرنے سے رکتی ہے، آپ پر کوئی بات نہیں آئے گی میری ماما یہاں آ کر غضنفر انکل سے اپنی طرف سے آپ کے لئے بات کریں گی اور اس سے آپ مجھے نہیں روکیں گی، کہیں نہ کہیں تو آپ کی شادی ہوگی نا، تو پھر مجھ میں کیا خرابی ہے؟'' وہ اسے ہر طرح سے منانے کی کوشش کر رہا تھا۔

''خرابی آپ میں نہیں، میری قسمت میں ہے۔'' وہ سوچ کر رہ گئی۔

''میں آپ کی بہت عزت کرتا ہوں، سو بے فکر رہیں، آپ کی عزت پر کوئی بات نہیں آنے دوں گا میں، آپ ہر مشکل میں مجھے اپنے ساتھ کھڑا پائیں گی، کوئی بھی پریشانی آئے تو خود کو تنہا مت سمجھنا۔''

وہ اس کے گمبھیر لہجے میں کھو گئی، اس کے دلفریب کلون کی مہک اس کے اطراف ایک حصار باندھنے لگی تھی، وہ کتنا مکمل تھا، ہر لحاظ سے، ایک ایسا مرد جس کی ہمراہی پر کوئی بھی لڑکی فخر کر سکتی تھی۔

''آپ جانتی ہیں کوئی آپ کے خلاف بات کرے تو میں چپ نہیں رہ سکتا۔''

اور اس کی یہی بات تو اسے سب سے منفرد بناتی تھی، وہ اس کے ساتھ کسی قسم کی ناانصافی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

''میں آج اس بارش، اس موسم اور ہواؤں کو گواہ بنا کر کہہ رہا ہوں کہ میں ہمیشہ کے لئے آپ کا ہوں، کبھی مجھ پر یا میری محبت پر اعتماد کم ہونے لگے تو یہ موسم آپ کے پاس گواہ بن کر آئے گا میری محبت کا، ہوائیں آپ کے کانوں میں سرگوشیاں کریں گی، مجھ سے محبت چاہے نہ کرو مگر مجھ پر اعتبار کر لو۔'' گویا اس سے بھیک مانگ رہا تھا، اس کے سامنے ہاتھ پھیلائے کھڑا تھا وہ خاموش کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔

''مجھے رنگ، خوشبو، ہوا، بادل، بارش، اور محبت fascinate نہیں کرتی مجھے خاموشیاں، تنہائیاں، اور ویرانیاں، پسند ہیں، کیونکہ بچپن سے یہی میری سہیلیاں، میری ہمدرد اور ہمراز ہیں۔''

وہ جانے لگی تو عیسیٰ احمد اس کے راستے میں آ گیا۔

''میں ان سب چیزوں سے آپ کی ناراضگی ختم کرواؤں گا، میں آپ کو محبت سے محبت کرنا سکھاؤں گا، میرا وعدہ ہے آپ سے۔''

چند ثانیے اسے دیکھتی رہی، اس کی آنکھوں میں اعتبار کے دیے جلنے لگے، وہ تیزی سے وہاں سے نکلی تھی۔

☆.....☆.....☆

موسی اب اکثر عنیزہ کی قبر پر جاتا تو واپسی میں مولوی باقر سے ضرور ملتا، وہ اس کے محسن تھے، مولوی صاحب اسے اپنے گھر کی بیٹھک میں بیٹھا کر قرآن پاک پڑھاتے۔

آج موسم کے تیور دیکھ کر وہ جلدی اُٹھ گیا تھا، مصعب اب ماں کو پکارتا تھا اور وہ لمحہ موسی کے لئے انتہائی اذیت کا ہوتا تھا اور ایسا تو ہونا تھا، سارا دن وہ سمیرا کے ساتھ بہل جاتا مگر رات کو بہت ضد کرتا تھا۔

گاڑی کو پورچ میں کھڑا کر کے وہ اندر کی طرف بڑھا، اسے حیرت ہوئی اندر سے بے ہنگم میوزک کی آواز آ رہی تھی، سمیرا نے پہلے تو کبھی اس طرح میوزک نہیں لگایا تھا۔

''ایک تو۔۔۔تو نے میری زندگی عذاب کی ہوئی ہے ادھر بیٹھ مر۔''

سمیرا کی غصے سے بھرپور ڈھاد بلند ہوئی تو موسیٰ تیزی سے اندر کی جانب بڑھا اور سامنے جو منظر تھا اس نے پہلے اسے ہولایا اور پھر اس کو کھولا کر رکھ دیا، سمیرا کی حقیقت پہلی بار اس پر کھلی تھی، سمیرا کے ہاتھوں سے فروٹ باسکٹ گر گئی موسیٰ کو سامنے دیکھ کر۔

''سمیرا'' وہ زور سے دھاڑا اور آگے بڑھ کر مصعب کو فرش سے اٹھایا، اس کے منہ سے خون نکل رہا تھا، اس کا اکلوتا، دانت ٹوٹ چکا تھا۔

''تو یہ ہے تمہاری اصلیت، تمہیں ذرا خدا کا خوف نہیں آیا چھوٹے سے بچے کے ساتھ یہ سلوک کرتے ہوئے۔'' وہ مصعب کو لے کر باہر کی جانب بڑھا کچھ دیر بعد۔

فروا مصعب کو اٹھائے اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھی تھی، اس کے سینے سے لگا وہ خوب زور و شور سے رو رہا تھا۔

''مصعب بیٹا چپ'' وہ اسے پیار سے تھپتھپا رہی تھی، موسیٰ خاموش بیٹھا اپنی سوچوں میں گم تھا۔

''کتنی جلدی تم ہمیں چھوڑ گئی عنیزہ۔'' اس نے کنکھیوں سے ساتھ بیٹھی فروا کو دیکھ کر سوچا۔

''کتنی اچھی اور بڑی گاڑی ہے موسیٰ کے پاس۔'' فروا سوچے بنا نہ رہ سکی۔

''مگر جب ہم سفر من پسند اور من چاہا نہ ہو تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آپ گاڑی میں سفر کر رہے ہیں یا کسی بس میں۔'' اگلے ہی پل خیال اس کے ذہن میں ابھرا۔

''امی نہ جانے کس سے میری شادی کروانا چاہتی ہیں، میں واپس جا کر عروبہ سے بات کرتی ہوں۔'' گاڑی کلینک کے سامنے رکی تھی، وہ مصعب کو اٹھا کر موسیٰ کی ہمراہی میں اندر بڑھ گئی۔

''دانت ٹوٹا ہے، انجکشن لگانا کیا ضروری ہے۔'' معصب کو انجکشن لگنے لگا تو وہ آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے موسیٰ سے مخاطب ہوئی۔

''ڈاکٹر نے کہا ہے ضروری ہے۔'' اس نے فروا کو سمجھانا چاہا۔

''نہیں میں انجکشن نہیں لگوانے دوں گی۔'' اس نے مصعب کو اٹھایا اور باہر کی جانب چل دی، بہت چھوٹی عمر میں ہی باپ کا سایہ فروا کے سر سے اٹھ گیا تھا، اسے تو ان کی شکل تک یاد نہ تھی، وہ جانتی تھی ماں اور باپ میں سے کسی ایک کے بھی نہ ہونے کا دکھ کیا ہوتا ہے، یہ ایک ایسا خلا ہے جو کبھی پر نہیں ہو سکتا، یہ ایسے راستے ہیں جن کی Replacement ممکن نہیں اسی لئے اسے مصعب پر بہت ترس آتا تھا، وہ بھی اس کی طرح بدقسمت تھا۔

''انجکشن لگ جاتا تو اچھا تھا۔'' کمبل میں لپٹے مصعب کو گود میں لئے فرنٹ سیٹ پر ین بیٹھی تھی، موسیٰ کی بات پر لمحہ بھر کو اس نے اس کی طرف دیکھا تھا۔

''یہ ابھی بہت چھوٹا ہے، اسے بہت درد ہوتا۔'' اس نے کچھ خفا ہوتے ہوئے کہا۔

''فروا۔۔۔ مصعب کے لئے اچھی ماں ثابت ہوگی۔'' اسے عنیزہ کے آخری جملے یاد آئے تھے۔

''نہیں۔'' اس نے گردن گھما کر فروا کو دیکھا تھا۔

''ایسا کیسے ممکن ہے۔'' اس نے فی الفور اس سوچ کو ذہن سے جھٹکا۔

''کوئی تمہاری جگہ نہیں لے سکتا عنیزہ۔''

''دیکھ لیا ضد کا نتیجہ کہا تھا نہ کہ کوئی ضرورت نہیں ہے بچے کے لئے آیا رکھنے کی۔'' وہ گھر آئے تو ساجدہ آنٹی نے خفا ہوتے ہوئے موسیٰ سے کہا۔

''ہم اس سے اچھا خیال رکھ لیتے بچے کا۔'' وہ مصعب کو پیار کرتے ہوئے گویا ہوئیں۔

''آئی نو آنٹی اس میں کوئی شک نہیں مگر ہر وقت بھی تو آپ کو زحمت دینا مناسب نہیں لگتا ناں۔'' اس نے کچھ شرمسار سا ہوتے ہوئے جواب دیا۔

فروا اٹھ کر باہر نکل گئی تھی، وہ بہت زیادہ پریشان تھی، اسے کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا کہ کیا کرے۔

''زندگی نے پلیٹ میں سجا کر خوشیاں تو مجھے کبھی نہیں دیں اور یہ تو پھر محبت کا معاملہ ہے۔ جس میں بڑے بڑے شہنشاہوں کو مات ہو جایا کرتی ہے۔'' بارش تھم چکی تھی اور اب لان میں لگے درختوں کی شاخوں سے پانی گر رہا تھا۔

''مجھے عروبہ سے بات کرنی ہوگی۔'' وہ اس کا نمبر ڈائل کرتی ہوئی پچھلی سائیڈ پر چلی گئی تھی، عروبہ نے جلدی کال ریسیو کر لی تھی۔

''تم تو مجھے بھول ہی گئی۔'' کال رسیو ہوتے ہی اس نے شکوہ کیا۔

''ایسے کیسے ہوسکتا ہے فردا۔'' وہ محبت سے بولی۔

''عروبہ تم نے عیسیٰ سے بات کی میرے لئے۔'' اس نے بغیر کسی تمہید اور انتظار کے سیدھے الفاظ میں دل کی بات کہہ دی۔

''ہاں، میں نے کی تھی۔'' وہ ذرا سا ہچکچائی۔

''تو کیا کہتا ہے وہ؟'' وہ بے صبری سے بولی۔

''اس نے کہا مجھے تمہارے مشوروں کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ فروا کو مزید اندھیرے میں رکھنا نہیں چاہتی تھی، وہ اس کی بہت عزیز دوست تھی۔

''مگر تم فکر مت کرو، اس کی ماما پاکستان آرہی ہیں میں ان سے تمہارے لئے بات کروں گی، انہیں تم سے ملوادوں گی۔'' وہ جانتی تھی کہ وہ فروا کو جھوٹی تسلیاں دے رہی ہے مگر اس کا دل توڑنا بھی اسے مناسب نہ لگ رہا تھا۔

''عروبہ مجھے زندگی نے کچھ بھی میری مرضی اور خواہش کے مطابق نہیں دیا، میں نے ہمیشہ کمپرومائز کیا ہے، مگر میں محبت کے معاملے میں کمپرومائز نہیں کروں گی، اگر عیسیٰ احمد میرا نہ ہوا تو کسی اور کا بھی نہیں ہوسکے گا۔'' اس کی بات اور انداز نے عروبہ غضنفر کو دہلا دیا تھا۔

فون بند کر کے فروا اندر آگئی تھی موسیٰ ابھی وہیں موجود تھا، اندر سے اس کی آواز آرہی تھی۔

''آپ ایک مرتبہ فروا سے پوچھ لیں، میں نہیں چاہتا اس کے ساتھ کوئی زیادتی ہو۔'' وہ اس کی بات سن کر ٹھٹک کر وہیں رک گئی تھی۔

''میرا اور اس کا ایج ڈفرنس بھی کافی زیادہ ہے اور میں ایک بچے کا باپ، یقیناً اس کا آئیڈیل نہیں ہوسکتا۔'' موسیٰ علی کے الفاظ تھے یا صور جو اس کے کانوں میں پھونکا گیا تھا، اس نے دزدیدہ نگاہوں سے کمرے کے ادھ کھلے دروازے کو دیکھا تھا۔

''امی میرے ساتھ ایسا کیسے کرسکتی ہیں؟'' اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہ آیا تھا۔

''عیسی!'' اس کے دل نے دہائی دی۔

''وہ میری بیٹی ہے، میں اسے اچھی طرح جانتی ہوں، پھر وہ مصعب سے اتنا پیار کرتی ہے فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' انہوں نے اسے تسلی دی تھی، فروا کا جی چاہا وہ تمام ادب اور

لحاظ بالائے طاق رکھ کر اندر جائے اور انکار کردے مگر اس کی تربیت اور امی کا مان اور یقین بھرا لہجہ اسے ایسا کرنے سے روک گیا۔

☆.....☆.....☆

میں کہاں جارہی ہوں، کدھر ہے میری منزل؟ کہاں ہے میرا ٹھکانہ؟ اور کون ہے میرا اپنا؟ جو اس مشکل اور تکلیف کے وقت میں میرا ساتھ دے، مجھے یہ احساس دلائے کہ میں تنہا نہیں ہوں، وہ میرے ساتھ ہے، یا اللہ دنیا انسانوں سے بھری پڑی ہے مگر ان میں کوئی

ایک بھی ایسا نہیں ہے جسے مجھ سے محبت ہو، At least جسے میری پرواہ ہو کوئی بھی نہیں ہے۔ میں کل بھی تنہا تھی، میں آج بھی تنہا ہوں اور میں ہمیشہ تنہا رہوں گی۔'' خود سے سوال کرتی وہ سامنے دیکھے گئی، اسے جواب دینے والا وہاں کوئی بھی نہ تھا، اس پل اس پر ادراک ہوا تھا کہ پیچھے جو کچھ وہ چھوڑ کر آئی تھی، وہ سب کچھ تو کبھی اس کا تھا ہی نہیں، جسے ہمیشہ اپنا سمجھا اس نے بھی باقی سب کی طرح اسے دھتکار دیا، تو یہ طے ہوا کہ اسے ہمیشہ زمانے کی ٹھوکروں کی زد پر ہی رہنا تھا، وہ شروع سے خود کو دھوکہ دیتی آ رہی تھی، بے نشان راستوں پر چلتے ہوئے وہ منزل کی تلاش میں سرگرداں تھی۔

سامنے اسے ایک پی سی او نظر آیا تھا محتاط نظروں سے دونوں جانب دیکھتے ہوئے وہ سڑک پار کر گئی اور دوسری جانب آ گئی۔

''میرا بیٹا ابھی میرے پاس پہنچ جائے گا۔ وہ میرے وجود کو سمیٹ لے گا، میں اسے یہ نہیں بتاؤں گی کہ اس کے باپ نے میرے ساتھ کیا کیا، اسے باپ کی اصلیت جان کر دکھ ہوگا۔'' بیٹے کا خیال آتے ہی اسے اپنے اندر دہکتے الاؤ کچھ کم ہوتے محسوس ہوئے تھے۔

گویا صحرا میں سرابوں کے پیچھے بھٹکتے بھٹکتے اچانک رحمت خداوندی نے اسے نوید سنا دی تھی۔ فون کا رسیور ہاتھ میں تھامتے وہ کال رسیو ہونے کی منتظر تھی۔

''ہیلو بیٹا۔۔۔ میں۔۔۔ تمہاری۔۔۔ ماما۔۔۔ بات کر رہی ہوں۔'' آنسوؤں کا گولہ سا حلق میں پھنس کر اسے بات کرنے سے روک رہا تھا، بیٹے کی آواز سنتے ہی اس کے سب درد پھر سے جاگ اٹھے تھے، اندر ایک حشر بپا ہو گیا تھا، زندگی بھر کی تلخ یادوں نے اس کے اندر کہرام مچانا شروع کر دیا تھا، اسے بات کرنا دوبھر ہو گیا۔

''جی ماما کہیے کیسے فون کیا؟'' نہایت سپاٹ لہجے میں سرسری انداز میں پوچھا گیا تو اس کے حوصلے ٹوٹ گئے، اسے محسوس ہونے لگا کہ وہ یہاں سے بھی ہارنے والی ہے، اس در سے بھی خالی ہاتھ لوٹنے والی ہے تب ہی کوئی لمبی چوڑی تمہید باندھے بغیر وہ گویا ہوئی۔

''بیٹا! تم ابھی اسی وقت میرے پاس آ جاؤ۔'' اس کی بات سن کر وہ گویا بھپر گیا، تمام ادب اور لحاظ بالائے طاق رکھتے ہوئے وہ مخاطب تھا۔

''آپ ہوش میں تو ہیں ماں، اس وقت میں کیسے آ سکتا ہوں، یقیناً آپ نے ڈیڈ سے جھگڑا کیا ہوگا، ماں کیا ہوتا جا رہا ہے آپ کو؟ آپ کے انہی روز روز کے جھگڑوں سے تنگ آ کر میں اب اپنی Vacations بھی ہاسٹل میں Spent کر لیتا ہوں، اس وقت یہاں یونیورسٹی میں نیو ائیر کا فنکشن ہو رہا ہے، کچھ دن تک آؤں گا آ کے پاس اگر ٹائم اور موڈ بنا تو۔'' بارش زور پکڑ چکی تھی اور اس کے پاس سر چھپانے کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا اس خیال نے اسے سہما دیا تھا، وقفے وقفے سے بجلی کی گرج چمک بھی جاری تھی بجلی پھر سے چمکی تھی اور چمک کر قریب کے کسی ایریا میں گری تھی، اس نے جلدی سے پی سی او کی گلاس وال سے باہر دیکھا تھا، اس کے اعصاب اس وقت شدید ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھے، دماغ ماؤف ہو رہا تھا، دھڑکنیں دھم دھم کر چل رہی تھیں۔

فون میں سے ٹوں ٹوں کی آواز آنے لگی تو اس نے رسیور کان سے ہٹا کر بے یقینی سے اسے دیکھا اور بے جان ہوتے ہاتھوں سے اسے کریڈل پر ڈال دیا۔

''اللہ کی زمین بہت بڑی ہے، بہت وسیع ہے مگر کچھ لوگوں کے لئے یہ ہمیشہ تنگ رہتی ہے اس کے ساتھ بھی زندگی نے ہمیشہ سوتیلی ماؤں والا سلوک کیا تھا، زمین پر کہیں اسے پناہ نہ ملی تھی، ہمیشہ اسے دھتکارا گیا تھا ٹھکرایا گیا تھا۔

☆.....☆.....☆

''غضنفر!'' رات سونے سے پہلے وہ ان کے پاس آ بیٹھی تھیں۔

''مجھے کچھ بات کرنی ہے آپ سے۔''

''کہو۔'' وہ ان کی طرف دیکھے کے بغیر بولے۔

''آپ کو نہیں لگتا کہ ہمیں اب عروبہ کی شادی کر دینی چاہیے۔'' ان کی بات پر غضنفر نے چونک کر صوفیہ کے چہرے کی طرف دیکھا تھا۔

''ابھی چھوٹی ہے۔'' انہوں نے منع کر دیا۔

''گریجویشن کر چکی ہے یہی مناسب عمر ہے شادی کے لئے، میں تو چاہتی ہوں عروبہ کی اس سال کر دیتے ہیں اور اگلے سال علیشہ کی۔'' وہ اپنا پلان بتانے لگیں۔

''اتنی جلدی کیا ہے، پھر ابھی لڑکا بھی دیکھنا ہے بیٹیوں کی شادی یوں تو نہیں کی جا سکتی نا۔'' انہوں نے سمجھانے کی کوشش کی۔

''تو لڑکا دیکھ لیتے ہیں، اس میں کیا مسئلہ ہے۔'' انہوں نے حل پیش کیا۔

''اچھا تو پھر عیسیٰ احمد کیسا لگتا ہے تمہیں؟'' ان کی بات پر صوفیہ اندر تک کڑوی ہو گئی تھیں۔

''یہ شخص قسم کھا چکا ہے کہ زندگی میں کبھی مجھے اور میری بیٹیوں کو کوئی خوشی نہیں دے گا۔'' ان کا موڈ بری طرح آف ہوا تھا۔

''بہت اچھا ہے مگر اس کا انٹرسٹ نہیں ہے عروبہ میں بات کی تھی میں نے اس سے۔'' وہ جھوٹ بولنے لگیں۔

''اچھا! حالانکہ مجھے ایسا محسوس ہوا ہے۔'' صوفیہ کو شدید غصہ آ رہا تھا۔

''کبھی میرا اور میری بیٹیوں کا خیال نہیں آیا، ان ماں بیٹیوں کے دل کی بات کیسے ہی سمجھ جاتے ہیں، پتا نہیں کیا جادو ہے، دونوں ماں، بیٹی کے پاس۔'' وہ سوچ کر رہ گئیں۔

''مجھے بھی محسوس ہوا تھا، مگر عیسیٰ کا انٹرسٹ کسی اور میں ہے۔'' وہ دوبارہ بولیں۔

''ابھی تو نیند آئی ہے لائٹ آف کرو۔'' وہ لیٹ گئے۔

☆.....☆.....☆

نویلہ کی سالگرہ تھی، خاندان بھر اس میں مدعو تھا۔ گھر کے وسیع و عریض لان میں انتظامات کیے گئے تھے، صوفیہ نے غضنفر سے یہ کہہ کر یہ فنکشن ارینج کروایا تھا کہ اسی تقریب میں وہ لوگ عروبہ کے لئے لڑکا دیکھ لیں گے، اسی لیے غضنفر بھی مان گئے تھے۔

''ہائے عروبہ کیسی ہو۔'' فروا اس کے روم میں اس کے پاس آئی تھی۔

''میں ٹھیک میری پیاری دوست، تم کیسی ہو؟'' اس نے اٹھ کر اسے گلے سے لگایا تھا

''میں ٹھیک نہیں ہوں عروبہ۔'' اس کی آنکھوں کے گوشے بھیگنے لگے تھے۔

''امی میری شادی کروانا چاہتی ہیں وہ بھی ایک شادی شدہ مرد ایک بچے کے باپ سے۔'' لپ اسٹک لگاتا عروبہ کا ہاتھ رک گیا تھا۔

''کیا کہہ رہی ہو؟'' اسے یقین نہ آیا۔

''سچ کہہ رہی ہو؟'' اسے یقین نہ آیا۔

''سچ کہہ رہی ہوں عروبہ، اور میں عیسیٰ احمد کے سوا کسی سے مر کر بھی شادی نہیں کروں گی۔'' عروبہ کے روم کے سامنے سے گزرتے عیسیٰ احمد کے قدم وہیں تھم گئے تھے۔

''تم نے بات کی دوبارہ؟''

''فروا تم فکر مت کرو، آج رات عیسیٰ کی ماما پاکستان آ رہی ہیں، میں ان سے تمہارے لئے بات کروں گی۔'' عیسیٰ احمد کو عروبہ پر شدید حیرت ہوئی تھی اور اس لڑکی نے ہمیشہ اسے حیران ہی تو کیا تھا، وہ کیسے اتنی آسانی سے اپنی محبت اپنی دوست کی جھولی میں ڈال رہی تھی، وہ سب سمجھ گیا تھا۔

کچھ ہی دیر میں وہ دونوں لان میں آ گئی تھیں عیسیٰ احمد کی نظریں بار بار عروبہ غضنفر کو ڈھونڈتی تھیں، وہ مسلسل اس کے متعلق سوچ رہا تھا۔

''میں کیسی لگ رہی ہوں؟'' نویلہ کے سامنے آ جانے سے اس کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا تھا۔

''وہ وہاں سے اٹھ کر عروبہ اور فروا کے قریب آ گیا تھا، صوفیہ نے بہت نفرت سے اس منظر کو دیکھا تھا، اس کے قریب آ جانے سے فروا کا چہرہ دمکنے لگا تھا۔

''میں ابھی آتی ہوں۔'' عروبہ کو اندر جاتے صوفیہ نے بغور دیکھا تھا۔

''کیسی ہیں؟'' عیسیٰ احمد نے سرسری انداز میں اس کا جائزہ لیا وہ کافی پرکشش تھی۔

''میں ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں؟'' عیسیٰ احمد سے بات کرنا اسے بہت اچھا لگ رہا تھا، اس کا جی چاہا وقت تھم جائے، وہ دونوں اسی طرح تمام عمر باتیں کرتے رہیں۔

''فی الحال تو ٹھیک نہیں ہوں، آپ کی دوست بہت ظالم ہے، میں نے اسے پرپوز کیا ہے اور وہ ہے کہ میرے پروپوزل کو Accept نہیں کر رہی۔'' فروا کے دماغ میں جھکڑ چلنے لگے تھے، دل میں ایک حشر بپا ہو گیا تھا جی چاہ رہا تھا کہ ہر چیز کو تہس نہس کر دے۔

''آپ اس کی دوست ہیں، اسے کچھ سمجھائیں۔'' فروا خالی خالی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''جی۔۔جی۔۔ضرور۔۔'' اسے عروبہ کے جھوٹ اور دھوکے نے ہرٹ کیا تھا، وہ پہلے ہی موسیٰ احمد سے شادی والے معاملے پر مینٹلی بہت ڈسٹرب تھی، اوپر سے یہ انکشاف کہ عیسیٰ احمد عروبہ سے محبت کرتا ہے، اسے ہلا گیا تھا۔

''عیسیٰ ذرا عروبہ کو تو بلا لاؤ کہیں نظر نہیں آ رہی کیک کٹنے والا ہے۔'' صوفیہ اس کے پاس آئیں، وہ اثبات میں سر ہلا کر چلا گیا، فروا رقابت کی آگ میں جل رہی تھی، اس کا جی چاہا ہر چیز کو تہس نہس کر دے اور عروبہ کو بھی۔

''میں آپ کو اتنا بے وقوف نہیں سمجھتا تھا۔'' اسے اپنے سامنے دیکھ کر عروبہ کو اچنبھا ہوا تھا۔

''کیا ثابت کرنا چاہتی ہیں آپ کے بہت گریٹ ہیں عروبہ غضنفر!'' وہ پہلی بار اس سے غصے سے بات کر رہا تھا۔

''ان میں سے کوئی بھی آپ سے مخلص نہیں ہے فروا بھی نہیں مگر شاید آپ کو کبھی انسانوں کی پہچان نہیں ہو گی۔'' وہ سخت ناراض تھا اور عروبہ حیران۔۔

''دوسروں کے لئے Caring ہونا اچھی بات ہے مگر انسان کو اتنا selfless بھی نہیں ہونا چاہیے۔'' وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور اس کے قریب آ کھڑی ہوئی۔

''میں آپ کو پسند نہیں کرتی، آپ تو مجھ سے محبت کرتے ہیں، آپ کو اس محبت کا واسطہ فروا سے۔۔''

''اسٹاپ اٹ عروبہ۔'' اس نے درشتی سے اس کی بات کاٹی تھی۔

''آنٹی آپ کو نیچے بلا رہی ہیں، کیک کٹنے والا ہے۔'' وہ کہہ کر باہر کی جانب بڑھا دروازے کا ہینڈل گھمایا مگر وہ نہ کھلا۔

''دروازہ بند ہو گیا ہے۔'' اس نے مڑ کر عروبہ کی طرف دیکھا۔

''کیسے؟'' وہ تیزی سے اس کے قریب آئی۔

''پتا نہیں۔'' عیسیٰ احمد نے بہت کوشش کی مگر اسے نہ کھلنا تھا نہ کھلا۔

''شاید لاکڈ ہو گیا ہے۔'' عروبہ کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا، گھر مہمانوں سے بھرا ہوا تھا۔ کوئی بھی کسی بھی وقت وہاں آ سکتا تھا۔

''آپ کسی کو کال کریں، آ کر باہر سے دروازہ کھولے۔'' عروبہ روہانسی ہو رہی تھی، وہ بھی اس کی پریشانی کو بھانپ چکا تھا۔

''اوہ میرا موبائل باہر ٹیبل پر رہ گیا ہے۔''

''آپ اپنے موبائل سیفروا کو کال کریں۔'' عیسیٰ احمد کو بھی بہت فکر تھی کہ آنٹی جانتی ہیں کہ وہ اس کے روم میں آیا ہے اور زیادہ

دیر واپس نہ گیا تو وہ بات کا بتنگڑ بنا دیں گی۔

''عیسیٰ!'' اچانک اس کے منہ سے خوفزدہ سی آواز نکلی تھی، لائٹ چلی گئی تھی، کمرے میں گھپ اندھیرا ہو گیا تھا عیسیٰ بھی پریشان ہو گیا تھا، دونوں کے لئے یہ غیر متوقع اور پریشان کن صورتحال تھی، عروبہ کو گھپ اندھیرے میں کچھ بھی نظر نہ آ رہا تھا، وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی اس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔

اس وقت ذہن میں کچھ تھا تو صرف یہ کہ جلد از جلد کمرے سے باہر نکلا جائے اور کوئی بھی ان دونوں کو ایک ساتھ کمرے سے نکلتا نہ دیکھے۔

''عیسیٰ؟'' سیڑھیوں پر کسی کے قدموں کی آوازیں بہت زور سے ہتھوڑے بن کر ان دونوں کے اعصاب پر لگی تھیں، عیسیٰ احمد نے گھبراہٹ کے عالم میں آگے بڑھ کر سوئچ بورڈ پر ہاتھ مارا مگر لائٹس آن نہ ہوئیں، اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھ کر دروازہ کھٹکھٹا کر اسے کھلوانے کی کوشش کرتے دروازہ باہر سے زور سے دھڑ دھڑایا جانے لگا تھا۔

''عروبہ!'' قریب تھا کہ وہ چکرا کر گر پڑتی عیسیٰ احمد نے آگے بڑھ کر اسے اپنے بازوں میں سمیٹ لیا تھا، باہر سے آتی آوازوں میں ماما کی آواز سب سے زیادہ واضح تھی۔

''دروازہ کھولو، عروبہ، عیسیٰ۔۔'' عروبہ کا دل بند ہونے لگا تھا، اپنی بے بسی پر اسے رونا آنے لگا تھا، اسے اب دروازہ کھلنے سے خوف آ رہا تھا، اسی لیے اس کے دل نے شدت سے خواہش کی کہ وہ مر جائے مگر کچھ خواہشیں پوری ہونے کے لیے نہیں ہوتیں دروازہ مسلسل بج رہا تھا اور دروازے کے اس پار عروبہ غضنفر کی بدقسمتی کسی بدشکل ڈریکولا کی طرح دانت نکالے کھڑی تھی۔

❁ ❁

ناول ''می رقصم'' ابھی جاری ہے۔ اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی 20 تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

قسط نمبر 4

باہر سے ایک تواتر سے لگنے والے دھکوں اور ٹانگوں کی ضربوں سے دروازے کا لاک ٹوٹ گیا تھا، دروازہ کھلتے ہی جو منظر غضنفر علی اور صوفیہ غضنفر نے دیکھا اس میں عروبہ غضنفر عیسیٰ احمد کے بازوؤں میں تھی۔ صوفیہ نے آگے بڑھ کر سوئچ بورڈ پر ہاتھ مارا ایک ساتھ تمام لائٹس آن ہو گئیں۔

''بے شرم، بے غیرت۔۔'' صوفیہ آگے بڑھیں اور عروبہ کو دبوچ لیا عیسیٰ احمد کو ان سے اس حد تک برے رویے کی امید نہ تھی عروبہ کی حالت ایسی تھی کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں، اس کا دل خشک پتے کی مانند کانپ رہا تھا۔

''دیکھ لیا آپ نے اس کے کرتوت میں کہتی تھی اس کی حرکتیں ٹھیک نہیں آپ نے میری ایک نہ مانی۔'' وہ گویا صور پھونک رہی تھیں عروبہ آنکھیں پھاڑے حیرت کے عالم میں انہیں دیکھ رہی تھی۔ ان سے ہوتیں اس کی نظریں بابا پر گئی تھیں اسے یقین تھا آج وہ ضرور بولیں گے، وہ امید و آس بھری نظروں سے ان کی جانب دیکھ رہی تھی۔

''یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں آنٹی؟'' عیسیٰ احمد آگے بڑھا، تمام مہمان وہاں اکٹھے ہو چکے تھے خاندان بھر کے لوگ انگلیاں دانتوں میں دبائے عروبہ غضنفر اور عیسیٰ احمد کو ایک ہی کمرے سے نکلتے دیکھ چکے تھے۔

''مجھے آپ نے ہی۔۔۔''

''شٹ اپ بند کرو اپنی بکواس۔۔'' وہ زور سے دھاڑیں تھیں عیسیٰ احمد شاکڈ رہ گیا، اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ایسا کچھ بھی ہو سکتا ہے، اسے سمجھ نہ آ رہا تھا کہ کیا کرے اور کیا کہے غضنفر علی پتھر کا بت بنے کھڑے وہ منظر دیکھ رہے تھے، انہیں اپنی بصارت پر یقین نہ آ رہا تھا۔ مگر سب کچھ ان کے سامنے واضح ہو چکا تھا، شک و شبہ کی تو کوئی گنجائش ہی نہ تھی۔

عروبہ غضنفر کو اس وقت ایسا محسوس ہو رہا تھا ہے جیسے ماما اس کے گلے پر الٹی چھری رکھ کر چلا رہی ہیں۔ گلا ہے کہ کٹنے کا نام ہی نہیں لیتا، اذیت ہے کہ تھمتی ہی نہیں، اس لمحے اس کے اندر شدید خواہش بیدار ہوئی کہ کاش وہ کسی تیز دھار خنجر کو اس کے گلے پر رکھ کر سیکنڈز میں اس کا کام تمام کر دیں۔

''انکل جو کچھ آپ نے دیکھا، ایسا۔۔ایسا۔۔۔کچھ نہیں ہے۔ مجھے یہاں۔۔''

''ہٹ جاؤ یہاں سے عیسیٰ احمد، میں نہیں چاہتی کہ میری بہن کی اکلوتی اولاد ماری جائے میرے شوہر کے ہاتھوں۔'' صوفیہ نے آگے بڑھ کر اسے بازو سے پکڑا اور ایک سائیڈ پر دھکیل دیا۔

''عروبہ۔'' وہ تیزی سے اس کے قریب آیا۔

''ریلیکس! کچھ نہیں ہوگا، میں ہوں نا۔'' اس کے پتھر ہوتے وجود، ویران، وحشت زدہ آنکھوں کو دیکھتے ہوئے بولا تو لفظ اس کے ہونٹوں پر مچل کر رہ گئے۔

''آپ ایسا کیسے کر سکتی ہیں ہمارے ساتھ کہہ دیں کہ۔۔۔'' الفاظ اس کے منہ میں ہی تھے کہ نیچے سے ملازم نے اسے اس کا موبائل لا کر دیا جس پر مسلسل کال آ رہی تھی۔

''یہ صلہ دیا تم نے اپنے باپ کی محبتوں کا۔۔'' صوفیہ آگے بڑھی اور زناٹے دار تھپڑ عروبہ کے منہ پر مارا، وہ سیدھی باپ کے قدموں میں جا گری، وہ خاندان بھر کے لوگوں کے سامنے تماشا بن گئی تھی، اتنے بے شمار لوگوں میں کوئی ایک بھی نہ تھا جو آگے بڑھ کر صوفیہ کو اس ظلم سے روکتا عروبہ کے سر سے اترنے والے دوپٹے کو اٹھا کر دوبارہ اس کے ننگے سر پر رکھتا۔

''برباد کر دیا تم دونوں ماں بیٹی نے اس خاندان کو غضنفر کو اور۔۔۔'' اسے کچھ سنائی نہ دے رہا تھا، اس نے کپکپاتے ہوئے ہاتھ غضنفر علی کے پاؤں پر رکھ دیئے تھے، صوفیہ تیزی سے آگے بڑھی اور اس کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا۔

''جیسی ماں ویسی بیٹی۔۔۔'' وہ درندوں طرح اسے مار رہی تھی، عیسیٰ احمد نے ماؤف ہوتے دماغ کے ساتھ مار کھاتی عروبہ غضنفر کو دیکھا موبائل فون اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا تھا

''عروبہ؟'' وہ آگے بڑھا اور اسے ان سے چھڑوانے لگا مگر ان پر شاید کوئی خون سوار تھا، وہ تو اسے مار دینے کے درپے تھیں۔

''چھوڑیں اسے جو کہنا ہے مجھے کہیں۔'' وہ چلایا

''تو یہ تھی تمہاری اصلیت عروبہ۔۔'' بہت دیر سے خاموش تماشائی بنی کھڑی فروا آگے بڑھی تھی، دکھ سے اس کا دل بھر گیا تھا، اسے عروبہ سے اس دھوکے بازی کی توقع نہ تھی عیسیٰ احمد نے نفرت اور حقارت سے فروا کی طرف دیکھا تھا۔

''تم دونوں کے درمیان تو شروع سے یہ سب چل رہا تھا، بس میں ہی بے وقوف تھی سمجھ نہ سکی مگر تم نے مجھے دھوکہ کیوں دیا، مجھ سے جھوٹ کیوں بولا، بتاؤ۔'' وہ آگے بڑھی اور عروبہ کو شانوں سے تھام کر کھڑا کر دیا صوفیہ نے فاتحانہ نظروں سے غضنفر کی طرف دیکھا تھا عروبہ نفی میں سر ہلانے لگی تھی۔

''تم۔۔تو۔۔ایسے۔۔۔مت۔۔۔کہو۔۔۔فر۔۔۔وا۔'' ڈبڈبائی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ کر وہ بمشکل اتنا ہی کہہ پائی تھی، اس کا دوپٹہ غضنفر علی کے قدموں میں پڑا تھا، صوفیہ کے تھپڑوں، گھونسوں اور مکوں کی وجہ سے اس کے بالوں میں لگا کیچر ٹوٹ کر سامنے گرا پڑا تھا، وہ ننگے سر اور ننگے پاؤں کھڑی تھی۔

وہ لڑکی جس کا ایک بال بھی کبھی کسی کزن نے نہ دیکھا تھا آج اتنے لوگوں کے سامنے ننگے سر کھڑی تھی، اس کے بال دائیں

بائیں اور کمر پر بکھرے ہوئے تھے تھپڑ کے باعث اس کا نچلا ہونٹ پھٹ گیا تھا جس میں سے خون رس رہا تھا۔

سیڑھیاں چڑھ کر فارقلیط حسین اوپر آیا تھا اور سامنے جو منظر اس نے دیکھا وہ اسے دہلائے کو کافی تھا، وہ شاکڈ رہ گیا، لمحے کے ہزارویں حصے میں وہ اسے پہچان گیا تھا۔

''ماہ جبیں!'' وہ چلتا ہوا عین اس کے سامنے آرکا تھا، وہ بغور اسے دیکھ رہا تھا، اس کی حالت بالکل ایسی تھی جیسے کوئی شان سے کھڑی عمارت کسی ناگہانی آفت زلزلے یا طوفان یا سیلاب سے تباہ ہو جاتی ہے اور اچانک کسی عبرتناک کھنڈر میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

''کیا ہوا ہے تمہیں؟'' صوفیہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

''لیں غضنفر صاحب ایک اور عاشق نکل آیا آپ کی بیٹی کا۔۔'' وہ طنز کرتے ہوئے بولیں۔

''بابا۔۔۔مم۔۔۔میں'' اس کے گلے میں آنسوؤں کا گولہ پھنس گیا تھا۔

''میں نہیں جانتی انہیں۔۔۔نہ ہی۔۔۔ عیسیٰ میرے کہنے۔۔۔پر۔۔۔'' فارقلیط حسین نے دوپٹہ اٹھا کر اس کے سر ڈالا۔

''جھوٹ مت بولو عروبہ عیسیٰ اور تمہارا افیئر شروع دن سے تھا، غضنفر سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئے تھے، صوفیہ ان کے پیچھے گئی تھیں رفتہ رفتہ سب وہاں سے چلے گئے تھے، شاہ زیب نے فارقلیط کا ہاتھ پکڑا اور اسے وہاں سے لے گیا۔

غضنفر علی اس کے دوپٹے کو روندتے ہوئے چلے گئے۔

''میں تم سے نفرت کرتی ہوں، شدید نفرت، دوبارہ کبھی تمہاری شکل نہیں دیکھوں گی۔'' فروا طیش کے عالم میں سیڑھیوں کی جانب بڑھی تھی۔

کئی ثانیے وہ وہیں کھڑی رہی تھی، اپنی بے بسی اور اکیلے پن پر اسے ٹوٹ کر رویا آیا تھا۔

''عیسیٰ احمد تم بھاگ گئے، مجھے مصیبت میں گھرا چھوڑ کر فرار ہو گئے۔'' وہ کارپٹ پر بل کھا کر گری تھی، سب ایک ایک کر کے وہاں سے چلے گئے تھے۔

اس کو ابھی تک یقین نہ آ رہا تھا کہ بابا اسے مجرم سمجھ رہے ہیں، انہوں نے آج بھی اس کے لئے ایک لفظ نہ بولا تھا، زندگی کے کسی بھی مقام پر کبھی بھی انہوں نے اس کا ساتھ نہ دیا تھا، وہ ہمیشہ بہت محتاط رہتی تھی، اسے یہی ڈر اور دھچکا رہتا تھا کہ اگر کبھی اس سے کچھ غلط ہو گیا تو نہ جانے بابا کیسے ری ایکٹ کریں وہ انہیں کبھی بھی دکھی دینا نہ چاہتی تھی، اس نے ہمیشہ ان کی عزت اور خوشی کا خیال رکھا تھا۔

مگر آج جو کچھ اس کے ساتھ ہوا تھا، اس کا اس نے کبھی تصور بھی نہ کیا تھا، دکھ سے وہ نڈھال تھی آنسو آنکھوں میں جم گئے تھے، درد کی شدت جب حد سے بڑھی تو اس کے منہ سے چیخ نکلی۔

''اللہ'' اس کا دل پھٹنے لگا تھا۔

''ماں؟'' اور وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔

وہ جو تنکا تنکا اڑا گئیں
کوئی درد و غم کی ہوائیں تھیں
میری بندگی میں تھی کیا کمی
میرے واسطے جو خطائیں تھیں
میری زندگی میں جو دکھ لکھے
میرے مولا کیا وہ خطائیں تھی
جنہیں آنسوؤں میں پرویا تھا
وہ میری ادھوری دعائیں تھیں
نہ میری زمین نہ میرا آسماں
تو اپنے کرم کا دکھا دے نشاں

☆.....☆.....☆

موسیٰ علی بہت پریشان تھا، اس کی ہزار خواہش، احتیاط اور کوشش کے باوجود مصعب کو فروا کی اتنی عادت ہو گئی تھی، وہ اب اس کے بغیر سوتا ہی نہ تھا، موسیٰ علی نے بہت مشکل سے اسے بلایا تھا، فروا گھر پر نہ تھی موسیٰ کا دم کمرے میں گھٹنے لگا تھا، وہ کھڑکی میں کھڑا سامنے لان کی طرف دیکھ رہا تھا، عنیزہ کے جانے سے صرف اس کی زندگی اور دل ہی نہیں اس کا گھر بھی اجاڑ اور ویران ہو گیا تھا۔

ہر روز وہ صبح کا آغاز یہ سوچ کر کرتا تھا کہ وہ عنیزہ سے جڑی تلخ اور تکلیف دہ یادوں کو ذہن میں نہیں نے دے گا مگر دل کے معاملات میں دماغ کی کہاں چلتی ہے وہ ہر روز اس ارادے میں ناکام ہو جاتا تھا۔

''موسیٰ ویسے میں سوچتی ہوں بھاگ بھاگ کر میکے جانے والی لڑکیوں کی بہت اہمیت بن جاتی ہے شوہر کی نظر میں، کاش میں بھی کچھ ٹائم کے لئے اپنے پیرنٹس کے پاس جا سکتی تا کہ تمہیں میری اہمیت کا اندازہ ہوتا۔'' وہ دونوں لان میں بیٹھے ہوئے تھے، ان کے سامنے چائے کے لوازمات پڑے تھے، موسیٰ علی ایک فائل دیکھنے میں محو تھا۔

''تمہیں اپنی اہمیت کا احساس دلانے کے لئے کہیں بھی جانے کی ضرورت نہیں ہے، تم میرے لئے سب سے زیادہ اہم اور خاص ہو، اسی لئے میرے پاس ہو۔'' موسیٰ علی نے فائل سے نظریں ہٹا کر اس کی سمت دیکھتے ہوئے گھمبیر لہجے میں کہا۔

''مگر پھر بھی موسیٰ میں چاہتی ہوں تم مجھے مس کرو، میں تم سے دور جاؤں اور تم بے چین ہو مگر مجھے بتاؤ کہ تم مجھے کتنا یاد کر رہے ہو

۔''اس کی اس انوکھی خواش پر موسیٰ علی ہنس دیا تھا، فائل بند کر کے میز پر رکھی اور آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''تو تم مجھے بے چین کرنا چاہتی ہو؟'' اسے تھوڑا سا آگے کر کے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا تو وہ مسکرا دی۔

''جی'' عنیزہ نے مختصر جواب دیا۔

''تمہیں مس کرنے اور یہ بتانے کے لئے کہ تم میرے لئے کتنی اہم ہو تمہارا مجھ سے دور جانا ضروری نہیں ہے تم اٹھ کر ابھی اندر چلی جاؤ میں تمہیں کال کر کے بتا دیتا ہوں کہ میں تمہیں کتنا مس کر رہا ہوں۔'' اس نے گہری سنجیدگی سے ایک غیر سنجیدہ بات کہی تھی۔

''لو ایسے کیا فائدہ۔'' عنیزہ نے برا سا منہ بنایا۔

''فائدہ ہو یا نقصان، مگر اس زندگی میں تو میں تمہیں کہیں نہیں جانے دوں گا تمہیں ہر جگہ ہر وقت میرے ساتھ رہنا ہے۔'' اس کو ماضی کی بھول بھلیوں میں کھوئے ہوئے جانے کتنا وقت گزر جاتا مگر اس کی محویت اس وقت ٹوٹ گئی جب گیٹ کھلا اور فروا اندر داخل ہوئی، اس کا ہاتھ منہ پر تھا، شاید وہ رو رہی تھی، تیز تیز قدم اٹھاتی وہ انیکسی کی طرف بڑھ گئی تھی، موسیٰ علی کی سوچوں کا رخ اب ایک نئی سمت سفر کرنے لگا تھا۔

''فروا ایک امیچور اور بے وقوفی سی لڑکی ہے، میں کس طرح اس سے شادی کروں اور اگر کر لوں تو کیا یہ فیصلہ صحیح رہے گا؟ کیا واقعی وہ مصعب کے لئے ایک اچھی ماں ثابت ہو گی؟''

کئی طرح کے سوالیہ نشان اس کے دماغ میں کلبلا رہے تھے، وہ عنیزہ کے بعد کسی لڑکی کو اپنی زندگی میں شامل نہیں کرنا چاہتا تھا، نہ ہی وہ اس کی جگہ کسی اور کو دے سکتا تھا، عنیزہ کے ساتھ ہی اس کی تمام خواہشیں اور جذبے بھی دفن ہو گئے تھے، اب اس کی محبت اور توجہ کا مرکز صرف اور صرف مصعب تھا، جس کے لیے اسے یہ فیصلہ کرنا پڑا تھا، ہمیرا کی حرکت نے اسے بہت پریشان کر دیا تھا، وہ جان گیا تھا کہ مصعب کے لئے اب کوئی مستقل انتظام کرنا ہو گا۔

''عنیزہ آ کر دیکھو تمہیں کتنا مس کر رہا ہوں۔''

☆.....☆.....☆

فروا نے زور سے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئی ہاتھ میں پکڑا پرس اس نے زور سے نیچے پھینک دیا تھا، آواز سن کر ساجدہ اٹھ گئی تھیں، فروا غیض و غضب کی حالت میں ادھر سے ادھر ٹہل رہی تھی، انہوں نے حیرت سے اس کے زمین پر پڑے پرس کو اٹھا کر بیڈ پر رکھا تھا۔

''کیا ہوا ہے فروا؟ وہ بغور اس کے بگڑے موڈ کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

''تم اتنی جلدی کیوں آئی اور کس کے ساتھ آئی ہو؟'' اس کی مسلسل خاموشی سے انہیں تشویش ہونے لگی تھی۔

''فروا؟'' انہوں نے دوبارہ پکارا، وہ آ کر خاموشی سے ان کے سامنے بیٹھ گئی۔

''زندگی نے میرے ساتھ کبھی بھی اچھا نہیں کیا، ہر جگہ بس دل دکھانے کے لئے جائی ہوں، امی لوگ بہت منافق اور دھوکے باز ہوتے ہیں۔'' اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے

ساجدہ کا دل ہول اٹھا تھا اسے روتے دیکھ کر، وہ اسے وہاں بھیجنا ہی نہیں چاہتی تھیں، مگر اس کی بہت زیادہ ضد اور گلے شکوے سن کر وہ ہار مان گئیں اور اسے وہاں جانے کی اجازت دے دی۔

''کس کی بات کر رہی ہو کس نے دے دیا دھوکہ؟'' انہوں نے اس کے آنسو صاف کیے۔

''عروبہ نے امی۔'' اس کی بات سے ان کا دل دھڑک اٹھا تھا۔

''وہ بہت جھوٹی اور مکار ہے مجھے جھوٹ بولتی رہی، دھوکہ دیتی رہی، مجھے کبھی شک بھی نہ ہوا کہ اتنی معصوم شکل کے پیچھے ایسا مکروہ چہرہ ہے۔'' اس کے لہجے میں عروبہ کے لیے شدید نفرت اور حقارت تھی، ساجدہ کے ہاتھ پیر بے جان ہونے گئی، شام سے ہی ان کا دل گھبرا رہا تھا، جیسے کی انہونی کے ہونے کا اندیشہ ہو۔

''کیا کیا ہے عروبہ نے؟'' ان کا وجدان تو انہیں کب سے کہہ رہا تھا کہ کچھ غلط ہونے جا رہا ہے مگر ایسا تو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

''امی اس نے۔۔۔'' فروا نے روتے ہوئے انہیں ساری بات بتائی، ساجدہ کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی، انہیں یقین نہ آ رہا تھا کہ عروبہ کے ساتھ ایسا بھی ہو سکتا ہے اور پھر یہ کہ اس پر پتھر پھینکنے والوں فروا بھی شامل تھی۔

''بہت غلط ہوا اس کے ساتھ اور دکھ تو اس بات کا ہے کہ ایک مجبور بے بس اور معصوم لڑکی کا ساتھ دینے کی بجائے تم نے بھی ان لوگوں کا ساتھ دیا، مجھے افسوس ہو رہا ہے، یہ تربیت تو نہ دی تھی میں نے تمہیں فروا''۔ وہ بے چین ہو کر اٹھی تھیں اور الماری میں سے چادر نکالنے لگیں۔

''میں نے اسے بتا دیا تھا کہ اگر عیسیٰ احمد مجھے نہ ملا تو کسی اور کو بھی نہیں مل سکے گا، اسے یہ بات یاد رکھنی چاہیے تھی۔'' ساجدہ چادر اوڑھ کر باہر کی جانب بڑھیں فروا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر رونے لگی تھی۔ اسے امی سے اس رویے کی امید نہ تھی، انہیں وہاں نہ پا کر وہ وہاں سے اٹھی اور تیزی سے باہر کی جانب بڑھی۔

☆.....☆.....☆

''غضنفر سنبھالیں خود کو۔۔'' وہ سر جھکائے چیئر پر بیٹھے تھے جب صوفیہ اندر داخل ہوئیں، ان کے کندھے جھکے ہوئے تھے، وہ صدیوں کے بیمار اور بوڑھے لگنے لگے تھے۔

''میں تو ہمیشہ آپ کو یہی کہتی تھی کہ یہ لڑکی کوئی نہ کوئی گل کھلائے گی، یہ اسی گل افزاء کی بیٹی ہے نا جو 19 سال پہلے آپ کو۔۔۔''

''صوفیہ۔۔'' وہ احتجاجاً چیخ اٹھے تھے۔

''میں اس وقت کوئی بات کہنا یا سننا نہیں چاہتا، پلیز جاتے ہوئے دروازہ اچھی طرح بند کر دینا۔'' انہوں نے تھکے اور ہارے ہوئے انداز میں چیئر کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں صوفیہ جل کر خاک ہو گئیں۔

''تو غضنفر صاحب آج بھی آپ اس عورت کے خلاف کچھ نہیں سننا چاہتے، جس کی بدولت آپ نے اتنی ذلت اور رسوائی اٹھائی اور آج اسی کی بیٹی نے اس سے بڑھ کر بدنامی آپ کی جھولی میں ڈال دی، میں خاموش نہیں رہ سکتی، آج جو کچھ پورے خاندان نے دیکھا کیا اس کے بعد ہم کسی کو منہ دکھانے کے قابل رہیں گے، کیا اس کی اس حرکت کا اثر میری بیٹیوں کی زندگی پر نہ پڑے گا؟'' وہ غضنفر علی کے رویے کو دیکھ کر پھٹ پڑیں، انہیں سخت مایوسی ہوئی تھی عروبہ اور عیسیٰ کو جدا کرنے کا ان کا منصوبہ کامیاب رہا تھا مگر غضنفر کے دل میں گل افزاء کے لئے نفرت پیدا کرنے میں وہ ناکام رہی تھیں۔

''مجھے سزا ملی ہے کل افزاء سے محبت کرنے کی، اس پر اعتبار کرنے کی، اس نے مجھے دھوکہ دیا، میری محبت کو ٹھکرا کر چل دی، میں بے بسی سے ہاتھ ملتا رہ گیا، مجھے آج تک یقین نہیں آیا کہ اس نے میرے ساتھ ایسا کیا ہے اور آج اس کی بیٹی نے۔۔'' ان کی آواز بھاری ہو گئی، وہ لب بھینچے خاموش ہو گئے تھے صوفیہ کے اندر تک سکون اتر گیا تھا، انہیں ایسا محسوس ہوا جیسے ان کی صدیوں کی ریاضت کام آ گئی ہو، ان کو اپنی محنت اور صبر کا پھل مل گیا ہو۔

''آپ ہمت سے کام لیں، اسی طرح خود کو ہلکان مت کریں، پہلے زندگی اس کی ماں کی وجہ سے خراب کی اب اس کو سر پر مت سوار کریں۔'' وہ ان کے قریب آئیں اور ہاتھ ان

کے شانوں پر رکھے لوہا گرم تھا، وہ جانتی تھیں چوٹ شدید لگے گی، انہیں بہت سارے حساب چکانے تھے وہ آہستہ آہستہ نرم لہجے میں بولتی ہوئی سیسہ ان کے کانوں میں انڈیلنے لگیں۔

☆.....☆.....☆

عیسیٰ احمد نہایت عجلت میں وہاں سے نکلا تھا اور پریشانی اور گھبراہٹ میں اپنا موبائل اٹھانا بھی بھول گیا تھا، اس کو سمجھ نہ آ رہی تھی کہ کیا کرے وہ جانتا تھا کہ اس وقت عروبہ کو اس کی ضرورت ہے، اس پر لگنے والے الزام کو وہی غلط ثابت کر سکتا تھا، وہ جانتا تھا وہ اپنے حق میں بولنے کا حوصلہ اور ہمت نہیں رکھتی مگر اس وقت اس کا ہاسپٹل جانا بھی ضروری تھا، کیونکہ ائیر پورٹ سے آتے ہوئے راستے میں ماما کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔

وہ تیزی سے ہاسپٹل کے اندر داخل ہوا، جلد ہی اسے معلوم ہو گیا کہ ماما آئی سی یو میں ہیں، اس کے دل کی حالت غیر ہونے لگی تھی سب کچھ ذہن سے محو ہو گیا تھا، یاد تھا تو صرف یہ وہ اس کی دنیا اس کا سب کچھ اس وقت موت و حیات کی کشمکش میں، تنہا لاوارثوں کی طرح

ہاسپٹل میں پڑی اس کا انتظار کر رہی تھیں۔

''آپ میرے ساتھ آیئے جلدی۔'' وہ ڈاکٹر کی ہمراہی میں چلتا ہوا اس کے آفس میں آ گیا تھا، اسے کرسی کی طرف اشارہ کر کے وہ خود بھی بیٹھ گیا تھا عیسیٰ احمد بے چینی و اضطراب کے عالم میں ڈاکٹر کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''مریضہ کی حالت بہت سیریس ہے، ان کے دماغ میں چھوٹ لگی ہے، آپریشن کرنا نہایت ضروری ہے۔

ڈاکٹر نے یہ واضح الفاظ میں اسے ساری صورتحال سمجھا دی تھی۔

''لیکن ایک بات ابھی کلیئر کر دوں کہ آپریشن کی کامیابی کے چانس صرف تیس فیصد ہیں، ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ آپریشن کامیاب ہوگا یا نہیں، لیکن یہ یقین سے کہہ سکتے ہیں اگر اگلے دو گھنٹوں میں آپریشن نہ کیا تو مریضہ کا Survive کرنا impossible ہوگا'' ڈاکٹر نے واضح الفاظ میں اسے ساری صورتحال سے آگاہ کر دیا تھا، عیسیٰ احمد چکرا کر رہ گیا، ابھی چند گھنٹے پہلے وہ کس قدر خوش تھا ماما پاکستان آ کر اس کا عروبہ کے ساتھ رشتہ طے کرنے والی تھیں، اسے شدت سے ان کا انتظار تھا مگر کچھ ہی دیر میں اسے ایسے شاک ملے تھے کہ کا سنبھلنا مشکل ہو گیا تھا اور سب سے بڑی پریشانی کی بات اس کے لئے ماما کی حالت تھی۔

''کیا کروں؟'' وہ شش و پنج میں مبتلا تھا۔

''ڈیڈی سے پوچھوں؟'' اس کے ذہن میں خیال آیا۔

''مگر اس وقت وہ اتنی دور ہیں، اکیلے پریشان ہوتے رہیں گے، انہیں بتانا مناسب نہیں۔'' اور پھر اس نے فیصلہ کر لیا، وہ سمجھ گیا تھا کے وقت زیادہ نہیں ہے اس کے پاس، اس نے ڈاکٹرز کو آپریشن کی اجازت دے دی اور اٹھ کر باہر نکل گیا۔

☆.....☆.....☆

فروا کی زبانی سب کچھ سن کر ساجدہ پر تو جیسے قیامت بیت گئی، یہ قیامت اس سے بھی بڑی تھی جو آج سے انیس سال پہلے ان پر ٹوٹی تھی، ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ایسا بھی کبھی عروبہ کے ساتھ ہو سکتا ہے، ٹیکسی غضنفر علی کے گھر کی طرف جا رہی تھی، راستہ طویل سے طویل تر ہوتا جا رہا تھا، انتظار نہایت کٹھن تھا، وہ ان راستوں پر کبھی دوبارہ نہ آنا چاہتی تھی، اس شخص کا سامنا نہ کرنا چاہتی تھیں، مگر وقت نے زندگی کے ہر موڑ پر انہیں بتایا تھا کہ چاہنے اور ہونے میں بہت فرق ہے، جو ہم چاہتے ہیں وہ نہیں ہوتا اور جو ہوتا ہے اس میں ہماری مرضی اور خواہش شامل نہیں ہوتی، وہ ٹیکسی والے کو کرایہ دے کر مڑی تھیں، سامنے شان سے کھڑی عمارت ان کے قد سے بہت اونچی تھی گئی، انہوں نے آگے بڑھ کر ڈور بیل بجا دی، گیٹ سے ملحقہ چھوٹا دروازہ کھلا، وہ اندر آ گئیں۔

''مجھے غضنفر سے ملنا ہے۔'' انہوں نے ملازم کو بتا دیا۔

''آپ کا نام؟'' اس نے استفسار کیا۔

''گل افزاء'' انہوں نے مختصر جواب دیا، ملازم سر ہلا کر اندر چلا گیا اور ایک منٹ سے بھی پہلے سامنے سے صوفیہ آتی دکھائی دی، اسے اپنے سامنے دیکھ کر ان کے اندر ہوتی شکست وریخت بڑھ گئی، وہ اس عورت سے بات نہ کرنا چاہتی تھیں۔

''کیوں آئی ہو یہاں۔'' تیزی سے چلتی ہوئی وہ ان کے قریب آ کھڑی ہوئی اور حقارت سے بولی۔

''مجھے غضنفر سے ملنا ہے۔'' اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ اعتماد سے بولیں۔

''غضنفر تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتے تمہیں کیا لگتا ہے انیس سال پتا نہیں کہاں کہاں منہ کالا کرتی رہی ہو اور اب پلٹ کے آئی ہو تو وہ تمہاری بے گناہی کا یقین کرے گا، نفرت کرتا ہے وہ تم سے۔'' وہ پھنکارتے ہوئے بولی۔

''مجھے اگر اپنی بے گناہی ثابت کرنی ہوتی تو آج سے انیس سال پہلے کرتی، میں یہاں کبھی پلٹ کر واپس نہ آنا چاہتی تھی، لیکن جب بات میری بیٹی کے کردار پر ہو تو میں چپ نہیں رہ سکتی۔'' دروازے سے اندر قدم رکھتی فروا ٹھٹک کر وہیں رک گئی، اسے ان دونوں کی باتوں کی کچھ سمجھ نہ آ رہی تھی۔

''تمہاری میں ہے، تمہاری طرح بدکردار ہی ہوگی ناں، جو اپنے شوہر کے ہوتے۔۔۔''

''صوفیہ۔۔۔'' انہوں نے ہاتھ اٹھایا تھا۔

''تم مجھے وہ کمزور گل افزاء نہ سمجھنا، جو خاموشی سے سب کے ظلم سہتی رہی تم سب کی سازشوں کے جال میں پھنستی گئی اور پھر آخر تھکے دے کر نکال دی گئی تو بھی غضنفر کے سامنے کبھی بھی آ کر اپنی بے گناہی ثابت نہ کی، گل افزاء تو اسی دن مر گئی تھی جب غضنفر علی نے، اسے بدکردار کہا تھا گل افزاء بہت کمزور اور بے وقوف تھی عروبہ اور فروا کی ماں نہ تو کمزور ہے اور نہ ہی بے وقوف۔'' اس انکشاف نے کے عروبہ اس کی بہن ہے اور اس کے بابا غضنفر علی اس بات نے فروا کو ہلا کر رکھ دیا تھا، وہ بے یقینی سے سب کچھ سن رہی تھی اسے اپنی بسارت پر یقین نہ آ رہا تھا اور نہ ہی سماعت پر۔

''تمہیں جو کرنا ہے کرو مگر میرے گھر سے باہر نکل کر، میں تمہیں یہاں کوئی تماشہ نہیں کرنے دوں گی۔'' اس نے بازو پکڑ کر اسے باہر کی جانب دھکیلا تھا۔

''پہلے ہی غضنفر تمہاری بیٹی کی وجہ سے بہت ذلت اٹھا چکے ہیں، شاکڈ ہیں تمہیں سامنے دیکھ کر نا جانے ان کی کیا حالت ہو۔''

''میں غضنفر سے ملے بغیر نہیں جاؤں گی، تمہیں جو کرنا ہے کر لو۔'' وہ آگے بڑھیں، صوفیہ نے آگے بڑھ کر ان کا بازو پکڑ کر انہیں واپس گھسیٹا۔

''تمہیں ذرا بھی شرم نہیں آ رہی، میں نے تمہیں بتایا ہے غضنفر تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتے، انہوں نے تم سے ملنے سے انکار

کیا ہے پھر بھی کس ڈھٹائی سے کھڑی ہو۔'' صوفیہ کو فکر تھی کہ کہیں غضنفر اسے وہاں نہ دیکھ لیں اور اگر وہ اسے وہاں دیکھ لیتے تو قیامت آ جاتی ۔لہذا وہ گل افزاء کو وہاں سے جلد از جلد نکال دینا چاہتی تھی۔

''میں انہیں شکل دکھانا بھی نہیں چاہتی، لیکن اپنی بیٹی کی زندگی برباد کرنے کا حق میں تم دونوں کو نہیں دے سکتی'' انہوں نے اپنا بازو چھڑوانا چاہا۔

''وہ غضنفر کی بیٹی ہے تمہیں اس کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے''

''وہ میری بیٹی ہے، میں اسے یہاں سے لے کر جاؤں گی، ہٹ جاؤ میرے راستے سے'' وہ آگے بڑھیں صوفیہ نے ان کا راستہ روک لیا۔

''گاڈ۔'' وہ زور سے چیخیں۔

''اس عورت کو دھکے دے کر باہر نکالو، اگر نہ نکلے تو گولی مار دیتا۔'' وہ حکم صادر کر کے واپس مڑیں۔

''خدا کے قہر سے ڈرو صوفیہ مجھ پر تم لوگوں نے جو ظلم کیے ہیں ہمیشہ خاموش رہی مگر جواب میری بیٹی کے ساتھ ہوا اس پر میرا دل تمہیں اور تمہاری اولاد کو بددعائیں دے رہا ہے، خدا کرے تم لوگ کبھی خوش نہ رہو، کبھی نہ ہنسو، اسی طرح برباد ہو جیسے مجھے کیا، ایسے ہی ناشاد ہو جیسے میری اولاد کو کیا میری اولاد پر کیا ظلم تمہاری اولاد کے سامنے آئے۔'' صوفیہ آنکھیں پھاڑے انہیں دیکھ رہی تھی، پھر واپس مڑی اور لمبے لمبے ڈگ کرتی ہوئی اپنے روم میں آ گئی۔

☆.....☆.....☆

اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ

سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے

اشھد انا لا الہ اللہ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

اشھد ان محمد الرسول اللہ

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے رسول ہیں

حی الصلواۃ

آؤ نماز کی طرف

حی الفلاح

آؤ کامیابی کی طرف

الصلوۃ خیر من النوم

نماز نیند سے بہتر ہے

اللہ اکبر اللہ اکبر

اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے

لا الہ اللہ

اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

وہ اپنی جگہ پر بے حس و حرکت پڑی ہوئی تھی بالکل اسی طرح اسی پوزیشن میں جیسے کل رات گری تھی۔ وہ ایسا گری تھی کہ اس کے لیے اٹھنا اور سنبھلنا بہت مشکل تھا، وہاں اس لمحے اس کے پاس کوئی نہ تھا، اسی کے ساتھ کوئی نہ تھا اور اس کے ساتھ تو کبھی بھی کوئی نہ تھا، بس یہ اس کی خوش فہمی تھی کہ جو اس کے آس پاس ہیں وہ اس کے ساتھ بھی ہیں، آج یہ مان بھی ٹوٹ گیا تھا۔ سب کچھ ختم ہو گیا تھا، وہ خالی ہاتھ ہو گئی تھی۔

اذان کی آواز پر اس کے منجمد اعصاب بیدار ہونے لگے تھے، رات کا واقعہ کسی فلم کی طرح اس کی نگاہوں کے سامنے گھومنے لگا تھا، اس کے دل کو ابھی تک یقین نہ آ رہا تھا کہ اس

کے ساتھ واقعی ایسا ہو گیا تھا، وہ ابھی تک بے یقین تھی، سب سے زیادہ دکھ جس بات کا تھا وہ یہ تھی کہ بابا نے بھی ان سب کا ساتھ دیا جو اس کے خلاف سازش کر رہے تھے۔

''عیسیٰ احمد۔۔'' اس کے لب بولنے کی خواہش میں پھڑ پھڑا کر رہ گئے تھے۔

''تو کیا۔۔۔ تم بھی۔۔۔ اس سازش کا۔۔۔ حصہ تھے؟ وہ بے یقین تھی اس کا دل یہ ماننے سے انکاری تھا مگر جس طرح وہ اسے مار کھاتا، ذلیل و رسوا ہوتا دیکھ کر وہاں سے فرار ہو گیا تھا اس سے تو یہی لگتا تھا۔

''نہیں۔۔۔ وہ میرے ساتھ۔۔۔ ایسا۔۔۔ نہیں کر سکتا۔'' اس کا دل دہائی دے رہا تھا، چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ عیسیٰ احمد ایسا نہیں ہے، وہ ایسا نہیں کر سکتا۔

''ان میں سے کوئی بھی آپ سے مخلص نہیں ہے، فروا بھی نہیں مگر شاید آپ کو انسانوں کی پہچان ہی نہیں ہے'' عیسیٰ احمد کے الفاظ ابھی تک اس کے کانوں میں گونج رہے تھے۔

''ہاں مجھے واقعی انسانوں کی پہچان نہیں ہے، میرا آپ سے کیا رشتہ تھا؟ کیوں اعتبار کیا آپ پر۔۔۔'' اس نے اٹھنے کی کوشش کی تو جسم میں درد کا احساس جاگا، وہ بمشکل ہمت مجتمع کر کے اٹھ کھڑی ہوئی، پاؤں گھسیٹتی ہوئی وہ واش روم کی جانب بڑی تو ڈریسنگ ٹیبل

کے سامنے سے گزرتے ہوئے بے خیالی میں اس کی نظر اٹھی اور پلٹنا بھول گئی۔

''یہ میں ہوں؟'' وہ بے یقینی سے آئینے میں ابھرتی اپنی شبیہ کو دیکھ رہی تھی، پھٹا ہوا ہونٹ، متورم آنکھیں، زرد رنگت، بکھرے ہوئے بال اور۔۔۔دوپٹے سے بے نیاز۔

''میرا دوپٹہ۔۔۔'' وہ بے چین ہو کر مڑی، سامنے ہی کمرے کے دروازے کے پاس اس کا دوپٹہ پڑا ہوا تھا، بابا کے جوتے کا نشان اس پر واضح تھا، اس نے آگے بڑھ کر دوپٹہ اٹھایا اور بے اختیارانہ انداز میں اوپر اوڑھ لیا پھر واپس مڑی اور آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

''کیا دوپٹہ اوڑھنے سے میرے کردار پر لگا کیچڑ چھپ سکتا ہے، صاف ہو سکتا ہے، کیا میں دنیا والوں کی نظر سے بچ سکتی ہوں۔'' اس نے جنونی انداز میں دوپٹا اتارا اور اسے دیکھنے لگی۔

''یہ تو۔۔۔یہ تو۔۔۔جگہ جگہ سے پھٹ گیا ہے، اس پر تو۔۔۔گندگی لگ گئی۔۔۔یہ کیسے صاف ہوگی۔'' اس نے دوپٹے کو سینے سے لگایا اور واش روم کی جانب بڑھی، وہ رگڑ رگڑ کر دوپٹے کو دھو رہی تھی۔

''یہ کیسی گندگی ہے صاف ہوتی ہی نہیں۔'' وہ باہر نکل آئی، وارڈ روب کھولی اور ایک اور دوپٹہ نکال لیا۔

''یہ صاف ہے، یہ اوڑھ لیتی ہوں'' اس نے ایک سوٹ کے ساتھ کا دوپٹہ نکالا اور اوڑھنے لگی۔

''اس پر بھی کیچڑ لگا ہوا ہے۔'' اس نے وہ دوپٹہ بھی پھینک دیا اور پھر ہر سوٹ کے ساتھ کا دوپٹہ نکالتی اور اسے پھینک دیتی۔

''سب کو گندگی لگ گیا، یہ اب کیسے صاف ہوگا؟ یہ نہیں ہوگا صاف۔'' اس پر جنون کی کیفیت طاری، وہ کمرے سے باہر نکل آئی، ریلنگ کو تھامے وہ نیچے دیکھ رہی تھی۔

پورے گھر پر گہری خاموشی کا راج تھا بالکل ویسی ہی خاموشی جیسی دلہن کے رخصت ہونے کے بعد گھر پر چھا جاتی ہے، یا پھر جیسی خاموشی جنازہ اٹھنے کے بعد ہوتی ہے، یکا یک آسمان پر اڑتے پرندے کی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تو اس کا ارتکاز ٹوٹا، اس نے چونک کر آسمان کی جانب دیکھا۔

''کیا دنیا باقی ہے۔'' آسمان پر صبح کی سفیدی نمودار ہو رہی تھی مگر یہ سفیدی صرف آسمان پر تھی اور اس کی زندگی میں ہمیشہ کے لئے رات چھا چکی تھی۔

''کسی پر قیامت بیت جائے، دنیا پھر بھی چلتی رہتی ہے، کیسے؟ اس کی نظریں لان میں ہوا کے دوش پر مستی کرتے پودوں پر ٹھہر گئیں۔

''کیا رات جو قیامت آئی تھی وہ صرف میرے لئے تھی؟'' وہ تیزی سے واپس مڑی اور واش روم میں گھس گئی، وضو کر کے وہ

جائے نماز پر کھڑی ہوگئی۔

ترجمہ

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، جو تمام جہانوں کا مالک ہے، بہت مہربان رحمت والا، روز جزا کا مالک، ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں، ہم کو سیدھا راستہ دکھا، ان کا جن پر تو نے انعام کیا، نہ ان کا جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا۔"

القرآن

"یا اللہ! مجھے سیدھا راستہ دکھا، ان لوگوں کا جن پر تو نے انعام کیا جن پر تو نے انعام کیا جن پر۔۔۔تو۔۔۔نے۔۔۔انعام۔۔۔کیا۔" وہ سجدے میں گری ایک ہی بات کہے جا رہی تھی، آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر جائے نماز میں جذب ہو رہے تھے، یہ جائے نماز ایس کی کل کائنات تھی، اس کا آخری سہارا، اس کی غم خوار، اس کی ہمدرد۔

اس کے نا چاہنے کے باوجود دن نکل آیا تھا سفیدی نے اندھیرے پر غلبہ پا لیا تھا، دنیا کے کام اسی طرح ہو رہے تھے جیسے ہمیشہ ہوتے تھے باہر شور تھا، آوازیں تھیں آتی جاتی گاڑیوں سکول وین اور رکشوں کی بچوں کی اور۔۔۔زندگی کی۔۔۔مگر اسکا وجود کسی قبرستان کی طرح خاموش چپ اور ویران تھا، جہاں ہر طرف ویرانی تھی، چپ گہرا سناٹا اور لاشیں تھیں، تا تمام آرزوؤں اور تمناؤں کی لاشیں، تنہائی، دکھ اور ویرانیوں کے ناگ قبروں سے نکل نکل کر اس کے وجود کو ڈس رہے تھے۔

وہ اردگرد سے بے گانہ ہو چکی تھی، جیسے ہوش کی دنیا سے اس کا ناطہ ٹوٹ چکا ہو، اسے کچھ خبر ہی نہ ہو اور یاد بھی نہ ہو کہ وہ کہاں ہے، اس کے اردگرد کون ہے، اس کے آس پاس رہنے والے لوگوں سے اس کا کیا رشتہ ہے سب کچھ ذہن سے محو ہو گیا تھا۔

☆.....☆.....☆

"غضنفر اٹھ جائیں فریش ہو کر آئیں، میں آپ کا ناشتہ یہاں ہی لے آئی ہوں۔" آدھا دن گزر گیا تھا مگر وہ جوں کے توں چیئر پر بیٹھے تھے صوفیہ نے ٹرے سینٹرل ٹیبل پر رکھی اور آگے بڑھ کر کھڑکیوں کے پردے ہٹا دیے۔

"پردے آگے کر دو صوفیہ۔۔" انہوں نے فوراً ہاتھ اٹھا کر آنکھوں پر رکھ لئے۔

"یہ روشنی مجھ پر ہنستی ہے میرا مذاق اڑاتی ہے۔" ان کے لہجے کا کرب اور شکستہ پن صوفیہ سے مخفی نہ تھا۔

"ایسے گزارا نہیں ہوگا اٹھیں ہمت سے کام لیں، روشنی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھیں اور زمانے کا سامنا کریں یوں بزدلوں کی طرح چھپ کر مت بیٹھیں۔" وہ ان کے سامنے بیٹھ گئیں۔

"اس لڑکے کو بلاؤ، آ کر اسے ساتھ لے جائے، میں آج شام دونوں کا نکاح کرنا چاہتا ہو۔" سر جھکائے نظریں کارپٹ پر گاڑے وہ بولے تو صوفیہ کی تو جان پر بن آئی۔

''وہ تو۔۔۔رات ہی بھاگ گیا تھا۔'' انہوں نے اطلاع دی غضنفر علی نے فوراً جھکا ہوا سر اوپر اٹھایا۔

''اسے فون کرو، ابھی اور اسی وقت آ کر اسے لے کر جائے۔'' پرتشویش لہجے میں بولے۔

''دیکھیں غضنفر۔۔۔''

''بیگم صاحبہ۔۔'' ملازمہ دستک دے کر اندر آئی۔

''صاحب سے کوئی ملنے آیا ہے۔'' صوفیہ نے بری طرح چونکتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا۔

''ک۔۔کون ہے؟'' وہ عجلت بھرے انداز میں اٹھی تھیں۔

''میں دیکھتی ہوں۔'' وہ باہر کی جانب بڑھیں۔

''السلام علیکم۔'' ڈرائنگ روم میں داخل ہوئیں تو صوفے پر بیٹھے فارقلیط حسن کو دیکھ کر ان کی جان میں جان آئی، ورنہ وہ تو سمجھ رہی تھیں کہ گل افزاء آئی ہوگی۔

''وعلیکم السلام۔۔'' وہ بیٹھ گئیں اور اسے بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''آنٹی میرا نام فارقلیط حسن ہے، میں شاہ زیب کا دوست ہوں، وہ میرے ڈیڈ کے آفس میں کام کرتا ہے۔'' اس نے تعارف کروایا صوفیہ بغور اسے دیکھ رہی تھیں، بلاشبہ وہ شاندار پرسنالٹی کا مالک تھا، دیکھنے میں وہ کافی امیر لگ رہا تھا۔

''مناسب تو نہیں لگتا مگر اس وقت مجبوری ہے، اس لئے میں خود چلا آیا، میں نے شاہ زیب سے کہا تھا میرے ساتھ یہاں آئے مگر اس نے انکار کر دیا، آنٹی۔۔۔ میں عروبہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔'' صوفیہ آنکھیں پھاڑے اس شاندار لڑکے کو دیکھ رہی تھیں، انہیں ایک مرتبہ پھر عروبہ سے حسد محسوس ہوا تھا، اس کی قسمت پر رشک آیا تھا۔

''میرے ڈیڈی ملک سے باہر ہیں ممی کی ڈیتھ ہو چکی ہے۔ کوئی بہن بھائی نہیں ہے، اس لئے مجھے خود ہی آنا پڑا۔'' اس نے ان کے سرد اور سپاٹ انداز کو محسوس کرتے ہوئے کہا، وہ رات ان کا رویہ عروبہ کے ساتھ دیکھ چکا تھا۔

''کیا میں انکل سے مل سکتا ہوں؟'' ان کی مسلسل خاموشی اسے پریشان کر رہی تھی۔

''وہ اس وقت کسی سے بات نہیں کر سکتے جو کچھ عروبہ نے کیا۔۔۔''

''تو پھر آپ ان سے بات کر لیں اور مجھے بتا دیں۔'' وہ ان کی بات کاٹ کر بولا، وہ کچھ بھی کہے بنا اٹھ کر اندر چلی گئیں۔

''پرانا عاشق ہے اس کا بہت عرصہ افیئر چلا کہتا ہے عروبہ نے شادی کا وعدہ کر رکھا تھا۔ غضنفر ہماری عزت اسی میں ہے کہ اس کی شادی کر دیں دور چلی جائے گی تو رفتہ رفتہ بھول جائیں گے، خاندان میں رہی تو روز باتیں سنیں گے ہم۔۔'' ان کی بات غضنفر کے دل کو لگی تھی۔

''اسے کہو آج شام اسے نکاح کر کے لے جائے۔'' ان کی بائیں آنکھ سے ایک آنسو نکل کر چائے کے کپ میں گرا تھا، انہوں

نے کپ والی میز پر رکھ دیا۔

''اگر آپ اجازت دیں تو میں صرف پانچ منٹ کے لئے عروبہ سے مل سکتا ہوں؟'' فارقلیط حسن پر تو جیسے شادی مرگ کی کیفیت طاری تھی، وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''مل لو، ذرا دھیان سے۔۔'' معنی خیزی سے کہتے ہوئے وہ باہر نکل گئیں، فارقلیط تاسف سے سر ہلاتے ہوئے اٹھ کر باہر نکل گیا۔

عروبہ کا دروازہ ناک کیا، مگر جواب ندارد اس نے انگلی سے دروازہ کھولا، وہ سامنے جائے نماز پر سجدے میں پڑی ہوئی تھی، وہ چند ثانیے کھڑا اسے دیکھتا رہا، مگر جب اس کا سجدہ بہت طویل ہو گیا تو اس نے آگے بڑھ کر اسے پکارا۔

''عروبہ!'' مگر اس کے وجود میں کوئی جنبش نہ ہوئی، اس نے دوبارہ سہ بارہ پکارا، اسے تشویش ہونے لگی، اس نے اسے شانے سے پکڑ کر ہلایا تو وہ ایک سائیڈ پر ہو کر گر گئی۔

''عروبہ۔۔عروبہ۔۔۔'' وہ اسے آوازیں دینے لگا، پانی لا کر اس کے چہرے پر چھینٹے مارے، اس کے گال تھپتھپائے اس کے چہرے پر اذیت کی ایک داستان رقم تھی، اس کا سر اپنی گود میں رکھے وہ کارپٹ پر بیٹھا ہوا اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا، اس لمحے اس پر ادراک ہوا تھا کہ وہ اس لڑکی سے شدید محبت کرتا ہے اس کی تکلیف نے اسے تمام رات جگائے رکھا تھا، وہ بے چینی اور اضطراب کے عالم میں لان میں ہلتا رہا تھا اور اسموکنگ کرتا رہا تھا، اسے کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا کہ کیا کرے، شاہ زیب نے بھی مدد کرنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔

اچانک آسمان سے ایک زخمی پرندہ گھائل ہو کر گرا تھا، لان کی گھاس پر ٹہلتی ہوئی بلی اسے کھانے کے لئے بھاگی، قبل اس کے وہ اسے دبوچتی فارقلیط حسن نے تیزی سے آگے بڑھ کر اسے اٹھا لیا اور اسی لمحے فیصلہ ہو گیا تھا۔

''عروبہ۔۔'' اس نے آہستگی سے اس کا گال تھپتھپایا تھا، اس کے لب ہولے ہولے ہل رہے تھے۔

''ان۔۔۔لوگوں۔۔۔۔کا۔۔۔۔راستہ۔۔۔۔جن۔۔۔پر۔۔۔۔تو۔۔۔۔نے۔۔۔انعام۔۔۔۔کیا۔'' فارقلیط حسن بغور اس کے الفاظ پر غور کر رہا تھا۔

''نہ۔۔۔ان۔۔۔کا۔۔۔جن۔۔۔پر۔۔۔۔تو۔۔۔۔نے۔۔۔۔غضب کیا'' اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا فارقلیط حسن اس کے بہت قریب تھا وہ کچھ نہ سمجھ پائی، بس دھندلائی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتی رہی، پھر جیسے اسے سمجھ آ گئی کہ اس کا سر فارقلیط حسن کی گود میں ہے وہ تیزی سے اٹھ کر بیٹھی تھی۔

وہ اس کی آنکھوں کی ویرانی، چہرے پر چھایا حزن و ملال فارقلیط حسن کو بے چین کر رہا تھا۔

''یہ۔۔۔۔یہ سب کیا ہے؟'' اس نے پورے کمرے میں کارپٹ پر جا بجا پھیلے دوپٹوں کی طرف اشارہ کیا، عروبہ نے کوئی جواب نہ دیا اور خالی الذہنی کی کیفیت میں کبھی اسے اور کبھی دوپٹوں کو دیکھتی فارقلیط حسن آگے بڑھ کر دوپٹے اٹھانے لگا۔

''ان پر۔۔۔گند لگا ہوا ہے۔۔۔کیچڑ ہے۔۔۔ان پر۔۔۔'' وہ برق رفتاری سے آگے بھ بڑھی اور دوپٹہ اس کے ہاتھ سے لینا چاہا جسے فارقلیط حسن نے ہاتھ پیچھے کر کے اسے دینے سے انکار کر دیا۔

''چھوڑ دیں اسے ورنہ۔۔۔گندگی آپ بھی لگ جائے گی۔۔۔'' اس نے دوپٹہ پکڑنا چاہا مگر فارقلیط حسن نے نرمی سے اسے روکا۔

''مجھے ان پر کوئی گندگی نظر نہیں آ رہی بالکل صاف اور شفاف ہیں، تمہاری طرح۔۔۔'' فارقلیط حسن نے کارپٹ پر بکھرے تمام دوپٹے اٹھائے اور بہت عقیدت واحترام سے انہیں صوفے پر رکھ دیا ی عروبہ خاموش کھڑی اسے یہ سب کرتا دیکھ رہی تھی۔

''آپ کو نظر نہیں آ رہا مگر میں دیکھ رہی ہوں ان پر۔'' اس نے لب بھینچ لیے تھے فارقلیط حسن آگے بڑھا اور عین اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

''جو کیچڑ تمہیں نظر آ رہا ہے وہ میں صاف کر سکتا ہوں، کرنا چاہتا ہوں، میں تمہیں دنیا کی نظر سے نہیں اپنی نظر سے دیکھ رہا ہوں تم خود کو میری نظر سے دیکھو تو۔۔'' اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

''تمہارے بابا تمہاری شادی کر رہے ہیں۔'' عروبہ نے بری طرح سے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''اگر تم مجھ سے شادی نہیں کرو گی تو کسی نہ کسی سے تو ضرور ہو جائے گی، پھر اگر تم مجھ سے شادی کر لو تو کم از کم یہ benefit تو ہے نا کہ تم مجھے تھوڑا بہت جانتی ہو، میں تمہارے ساتھ ہونے والے حادثے کی حقیقت جانتا ہوں، اگر تم کسی Unknown شخص سے شادی کرو گی تو بہت سارے پرابلمز کو فیس کرنا پڑے گا۔'' وہ ہمدردانہ لہجے میں نرمی سے بول کر اپنائیت سے اسے سمجھا رہا تھا، مشکل کی اس گھڑی میں جب عیسیٰ احمد جیسا محبت کا دعوے دار شخص بھی اسے چھوڑ کر بھاگ گیا تھا تو فارقلیط حسن کا وجود اس کے لئے رحمت کے فرشتے کی طرح تھا۔

☆.....☆.....☆

نویلہ رات ہونے والے واقعے سے بہت زیادہ پریشان تھی، اسے کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو گیا، اس کے تو وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ عروبہ اور عیسیٰ کے درمیان ایسا کچھ چلا رہا ہے وہ تو عیسیٰ احمد کی محبت میں پور پور ڈوب چکی تھی غرق ہو چکی تھی، اسے تو جیسے اس کے سوا کچھ نظر تک نہ آتا تھا۔

مگر رات جو ہوا تو اس کے بعد اسے اپنا دل بہت سنسان اور ویران لگ رہا تھا، ہر چیز، ہر منظر بے کار لگ رہا تھا، ہر شے بے رونق تھی عیسیٰ احمد کے موبائل پر کئی بار کال کی مگر کوئی جواب نہ ملا۔

''نویلہ۔۔'' وہ گھٹنوں میں سر دیے بیٹھی تھی، ماما دروازہ کھول کر اندر آئیں، اس نے کوئی جواب دیا انہوں نے آگے بڑھ کر اسے بازوؤں کے حصار میں لے لیا اور اس کا سر اپنے سینے سے لگایا۔

''کیا ہو گیا؟''

''کیوں کیا عیسیٰ نے ایسا؟'' اس کے آنسو تھمنے کا نام نہ لیتے تھے، چہرہ مرجھایا ہوا، آنکھیں سوج ہوئیں صوفیہ کو عروبہ پر غصہ آنے لگا، جس کی وجہ سے ان کی بیٹی اس حال کو پہنچی تھی۔

''عیسیٰ کو غلط مت سمجھو، اس نے کچھ بھی نہیں کیا۔'' انہوں نے آہستہ آواز میں کہا۔

''کیا مطلب؟'' اس نے ناسمجھی کے عالم میں ان کی طرف دیکھا۔

''اوپر والے پورشن کی لائٹ میں نے بند کروائی تھی۔''

''یہ سب میری Planning تھی، عروبہ کو راستے سے ہٹانے کی، اگر میں یہ نہ کرتی تو عیسیٰ کی ماں آ کر غضنفر سے عروبہ کا ہاتھ مانگ لیتی اور ہم دیکھتے رہ جاتے'' نویلہ شاکڈ رہ گئی یہ سن کر۔

''عیسیٰ کو کمرے میں، میں نے بھیجا تھا۔''

''ماما عیسیٰ اب مجھ سے شادی کرے گا؟''

اسے نئی فکر لاحق ہوگی۔

''یہ سب تم مجھ پر چھوڑ دو بس ابھی تو اٹھ کر عروبہ کی شادی میں پہننے کے لئے اپنا ڈریس دیکھ لو۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولیں۔

''عروبہ کی شادی؟''

"ہاں، آج شام اس کا نکاح اور رخصتی ہے ویسے ہے بہت خوش قسمت، اتنا شاندار لڑکا ہے فارقلیط حسن، بہت امیر اور ڈیشنگ مگر عیسیٰ احمد تو نہیں ہے ناں۔۔'' بات کے اختتام پر وہ خباثت سے مسکرائیں۔ جب کہ نویلہ غائب دماغی کیفیت سے انہیں دیکھ رہی تھی، اسے کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا، اسے بس عیسیٰ احمد چاہیے تھا، جیسے بھی سہی۔

☆.....☆.....☆

عیسیٰ احمد آپریشن تھیٹر کے سامنے بے بسی کی حالت میں کھڑا ہوا تھا، اس کے ساتھ اس وقت کوئی نہ تھا جو اسے تسلی دیتا اس کی ڈھارس بندھاتا، بے بسی اور اکیلے پن کے ان لمحوں میں اس نے جانا تھا کہ دکھ اور پریشانی کے وقت کسی اپنے کا ساتھ ہونا کتنا اہم ہوتا ہے، پریشانی میں جب کوئی ساتھ ہو تو دل کو بہت حوصلہ ملتا ہے نرم لہجے میں بولے گئے الفاظ تکلیف کو ختم نہیں کرتے تو اس کی شدت میں کمی ضرور کر دیتے ہیں اور اگر کوئی صرف ہمارے شانے پر ہاتھ رکھ کر اپنے ساتھ ہونے کا مان دے تو یہی کافی ہوتا ہے۔

مگر کبھی کبھی جب دکھ میں اپنے آنسو خود پونچھنے پڑتے ہیں، اپنے آپ کو خود تسلی دینی پڑتی ہے ایسے میں آنسو اور تیزی سے بہتے ہیں دل کا درد اور زیادہ بڑھ جاتا ہے، یہی حال اس وقت عیسیٰ احمد کا تھا، خوف کے مارے اس کا سانس رک رک کر چل رہا تھا، آپریشن تھیٹر میں بیڈ پر اس وقت اس کی دنیا پڑی ہوئی تھی، پوری دنیا کل کائنات۔۔

☆.....☆.....☆

''اتنا بڑا راز آج تک آپ نے مجھ سے چھپائے رکھا، کیوں امی؟'' پوری رات دونوں ماں بیٹی آنسو بہاتی رہی تھیں، بہت سارے غم تھے جو دونوں کو تڑپنے اور سسکنے پر مجبور کر رہے تھے آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہ لیتے تھے۔

''کیا بتاتی تمہیں کہ ایسا تھا تمہارا باپ، تم اس سے نفرت کرنے لگتی اور یہ میں نہیں چاہتی تھی کہ تم دل میں نفرت لے کر پرورش پاؤں اور پھر نفرت بھی باپ کے لئے اور اس احساس کے ساتھ جینا کہ تمہارے باپ نے تمہاری ماں کو چھوڑ دیا، اسے ایک بدکردار عورت کہہ کر، تمہارے لئے بہت مشکل ہو جاتا بیٹے، میں نہیں چاہتی تھی کہ تم باپ سے نفرت کرو ماں کا کردار تمہاری نظر میں مشکوک ہو'' انہیں بہت دکھ تھا کہ جو راز اتنے سال فروا سے چھپایا وہ لمحوں میں اسے معلوم ہو گیا اور اس آگاہی نے اسے بہت دکھ دیا تھا، وہ شاکڈ تھی۔

''آپ دنیا کی بہترین ماں ہیں، میرے سامنے، پوری دنیا بھی آ کر آپ کے خلاف کھڑی ہو جائے تو میں کبھی بھی ان کی باتوں پر یقین نہیں کروں گی، آپ سے بس ایک گلہ ہے، آپ کو عروبہ کو بھی اپنے ساتھ لے آنا چاہیے تھا، اسے ان لوگوں کے پاس کیوں چھوڑا؟'' فروا کے سامنے عروبہ کی ساری زندگی تھی، وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اس گھر میں اس کی کیا حیثیت تھی، اس نے اس گھر میں کتنے دکھ اٹھائے تھے۔

''تم نہیں جانتی فردا میں کیسے اس گھر سے نکالی گئی تھی، غضنفر اپنی ماں، بہنوں اور صوفیہ کی باتوں میں آ کر میرے کردار پر شک کرنے لگے تھے، انہوں نے ہر بات کو جیسے فراموش کر دیا تھا۔ وہ مجھ سے بہت سارا جھگڑا اور یہ کہہ کر کہ میں تمہاری شکل نہیں دیکھنا چاہتا بزنس ٹور پر جرمنی چلے گئے تھے'' ان کا دردناک ماضی فروا کے سامنے کھلا تو جیسے ان کے زخموں سے کھرنڈ اترنے کے ساتھ فردا کے دل پر برچھیاں چلنے لگیں۔

''غضنفر کے جانے کے بعد میں دو دن بھوکی پیاسی اکیلی اپنے کمرے میں پڑی روتی رہی، نہ غضنفر نے مجھے کال کی اور نہ گھر میں کسی نے مجھے پوچھا تیسرے دن میری طبیعت بہت زیادہ خراب ہو گئی، میرا آپریشن ہوا اور تم دونوں پیدا ہوئیں، غضنفر اپنی ماں کو فون کرتے مگر مجھ سے بات نہ کی، دو دن بعد غضنفر کی ماں بہن اور صوفیہ نے مجھے گھر سے نکال دیا، آتے ہوئے تمہیں میری گود میں ڈال دیا یہ کہہ کر کہ غضنفر کہاں دو بچیوں کو سنبھالتا پھرے گا، میں بہت روئی، منت سماجت کی کہ میری بچی کو مجھ سے دور نہ کریں، اتنی چھوٹی ہے کیسے رہے گی میرے بغیر مگر انہوں نے میری ایک نہ سنی، میں نے غضنفر کو کافی عرصہ کانٹیکٹ کرنے کی کوشش کی مگر اس نے میری بات نہ سنی اور نمبر بدل لیا میں اس کے آفس گئی اس نے ملنے سے انکار کر دیا، میرے بھیا کہتے تھے میں جا کر غضنفر سے بات کرتا ہوں، میں نے منع کیا، میں صرف عروبہ ان سے واپس لینا چاہتی تھی، مگر بھیا نے مجھے سپورٹ نہ کیا، وہ چاہتے تھے میں غضنفر سے ڈائیورس لے کر دوبارہ شادی کر لوں، ایسا میں نے کرنے سے انکار کر دیا اور پھر۔۔۔'' فردا کے آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہ لے رہے تھے، اسے ماں کے دکھ نے بہت رلایا تھا باپ کی بے حسی نے بہت تکلیف پہنچائی تھی۔

''کیا کوئی شخص اتنا بھی بے حس ہوسکتا ہے؟'' باقی کی تمام رات اس نے یہی سوچتے ہوئے گزار دی۔

☆.....☆.....☆

ابھی کچھ ہی دیر میں اس کا نکاح تھا، وہ عروبہ غضنفر سے عروبہ فارقلیط حسن بننے جا رہی تھی فارقلیط حسن اس کے لئے بہت قیمتی مگر نفیس ڈریس لے کر آیا تھا، کریم کلر کی میکسی جس پر بہت نفیس اور ہلکا پھلکا کام ہوا تھا، ساتھ ڈائمنڈ کی لائٹ سی جیولری، وہ جانتا تھا اس وقت وہ سرخ لباس اور ہیوی جیولری پہن کر روایتی دلہن نہیں بن سکتی ہی۔

''بے فکر رہیں میں آپ کی عزت پر کوئی بات نہیں آنے دوں گا، آپ ہر مشکل میں مجھے اپنے ساتھ کھڑا پائیں گی۔'' نکاح خوان اندر آیا تھا اس کے ساتھ شاہ زیب تھا، وہ غائب دماغی سے نکاح نامے کو دیکھ رہی تھی۔

''ویسے آپ کتنی ظالم اور ان رومینٹک ہیں اتنے خوشگوار موسم میں آپ کے لئے بہت محبت سے کافی بنائی، اتنے اچھے موڈ میں آپ کو پرپوز کرنا چاہا اور آپ مجھے کبھی کسی اور کبھی کسی سے شادی کرنے کے مشورے دے رہی ہیں، آپ ایسی کیوں ہیں؟'' نکاح خواں اس سے جانے کیا پوچھ رہا تھا، اسے تو کچھ اور ہی سنائی دے رہا تھا۔ ایک نرم اور مہربان لہجہ۔

''میں نہیں جانتا کہ کس چیز نے آپ کو محبت سے بدگمان کیا ہے مگر محبت پر آپ کا یقین میں آپ کو لوٹاؤں گا'' اس کے منہ سے سسکاری نکلی تھی۔

اور پھر یکا یک منظر بدلا تھا، صوفیہ اسے مار رہی تھیں پیٹ رہی تھیں اس کے کردار کی دھجیاں بکھیر رہی تھی اور وہ خاموش کھڑا تھا، وہ ننگے سر اور ننگے پاؤں اتنے مجمع کے سامنے زمین پر پڑی تھی اور وہ خاموشی سے وہاں سے چلا گیا تھا، ایسے میں فارقلیط حسن آگے بڑھا تھا۔

اور یہی ایک لمحہ اس سے فیصلہ کروا گیا تھا۔

اس نے نکاح نامے پر سائن کر دیے تھے، شاہ زیب نکاح خواں کو لے کر باہر نکل گیا تھا، اس کی کھڑکی کے اس پار درخت پر بیٹھا کوا اچانک ہی غصے اور ناراضی سے زور زور سے کائیں کائیں کرنے لگا تھا۔

''پیارے کوے۔'' اس نے اس کی طرف دیکھا، آنسو ٹپ ٹپ اس کی آنکھوں سے بہنے لگے تھے، اچانک دروازہ کھلا تھا، اس نے دیکھا سامنے ماما اور ان کے پیچھے فارقلیط حسن کھڑا ہوا تھا، وہ آگے آئیں عروبہ نے نظریں پھیر لیں۔

''تمہارا شوہر ہے، ہر لحاظ سے ایک اچھا انسان تمہیں اب زندگی اسی کے ساتھ گزارتی ہے تمہارا باپ پہلے ہی تمہاری وجہ سے بہت دکھ اٹھا چکا ہے، اس میں مزید سہنے کی سکت نہیں ہے، بہتر ہو تم پلٹ کر یہاں نہ آنا، شاید وہ اس طرح اس ذلت اور رسوائی کو بھلا سکے جو تم نے اس کی جھولی میں ڈالی ہے۔'' وہ نفرت اور حقارت سے بول رہی تھیں، فارقلیط حسن آگے بڑھا، اس نے عروبہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھڑا کیا۔

''یہ عروبہ فارقلیط حسن ہے کوئی عام لڑکی نہیں جسے آپ اس طرح باتیں سنا کر Tease کریں، میں آپ کو اس کی ہرگز

اجازت نہیں دیتا کہ آپ میری بیوی سے اس لہجے میں بات کریں۔'' عروبہ خاموش کھڑی دیکھ رہیں تھی۔

''آپ جانتی ہیں کوئی آپ کے خلاف بات کرے تو میں چپ نہیں رہ سکتا۔'' عیسیٰ احمد نے کتنا بڑا دعوی کیا تھا وہ اس کے متعلق کوئی بات سوچنا نہ چاہتی تھی مگر اسے بہت کچھ یاد آ رہا تھا۔

''تم یہاں سے کچھ لے کر جانا چاہتی ہو تو لے جاؤ۔'' وہ اپنی طرف سے بہت بڑی پیش کش کر رہی تھیں اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

''اسے یہاں سے کچھ نہیں چاہیے۔'' جواب فارقلیط حسن نے دیا اور اس کا ہاتھ تھام کر باہر کی جانب بڑھا، فارقلیط کے ساتھ اس کے کچھ دوست آئے تھے جو نکاح کے فوراً بعد وہاں سے چلے گئے تھے، فارقلیط حسن کے ڈیڈی ملک سے باہر تھے، اس لئے وہ اس نکاح میں شریک نہ ہو سکے۔

غضنفر نے فارقلیط حسن کو اپنے روم میں بلوایا تھا وہ اس سے تنہائی میں ملنا چاہتے تھے، وہ عروبہ کو ساتھ لئے ان کے روم میں داخل ہوا۔

''اسے کہو یہاں سے چلی جائے۔'' وہ رخ پھیر کر کھڑے ہو گئے، عروہ کے سینے میں بائیں جانب شدید درد اٹھا تھا، وہ لڑکھڑا گئی، فارقلیط حسن سہارا نہ دیتا تو گر پڑتی۔

''یہ میری بیوی ہے انکل یہ ہر جگہ جائے گی جہاں میں جاؤں گا، اگر اسے یہاں کھڑے ہونے کی اجازت نہیں تو پھر سوری میں بھی آپ کی بات نہیں سن سکتا۔'' وہ واپس مڑنے لگا تو وہ پکار بیٹھے۔

''رکو۔'' وہ رک گیا۔

''یہ رکھ لو'' انہوں نے چیک پر بھاری رقم لکھ کر اس کی طرف بڑھایا، عروبہ کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

''ایک بیٹی کو مشکل میں باپ کا ساتھ، اس کا تحفظ اور سایہ چاہیے ہوتا ہے، جو آپ فراہم نہ کر سکے، اسے یا مجھے آپ کے پیسے نہیں چاہیے۔'' فارقلیط حسن نے چیک پھاڑ کر ٹیبل پر رکھ دیا۔

''میں اپنے ڈیڈی کی کروڑوں کی جائیداد کا تنہا وارث ہوں، مجھے یا عروبہ کو آپ سے پیسے نہیں چاہیے، میرا سب کچھ اسی کا ہے'' یہ کہہ کر وہ دروازے کی جانب بڑھا۔

''اللہ حافظ۔'' وہ ان دونوں کو جاتا ہوا دیکھ رہے تھے، اسے ساتھ لے کر وہ پورچ میں آیا جہاں اس کی گاڑی کھڑی تھی، فرنٹ ڈور کھول کر اسے بٹھایا اور دوسری طرف سے آ کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

☆.....☆.....☆

فروا امی کو دوا کھلا کر مصعب کو ان کے پاس سہلا کر غضنفر علی کے آفس آ گئی تھی۔

''سر آفس نہیں آئے۔'' سیکرٹری نے اسے بتایا تو اسے شدید مایوسی ہوئی۔

''کب آئیں گے؟'' اس نے استفسار کیا۔

''سر کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، ابھی تو پتا نہیں کب آئیں گے۔'' اس نے مصروف سے انداز میں کمپیوٹر کی سکرین سے نظریں ہٹا کر اس کی جانب دیکھ کر کہا تو فروا مایوسی سے واپس ہٹ گئی، وہ جانتی تھی امی اسے دوبارہ گھر سے نکلنے نہیں دیں گی اور وہ غضنفر علی سے بات لازمی طور پر کرنا چاہتی تھی اسے ایک ترکیب سوجھی، اس نے سیکرٹری سے ایک کاغذ مانگا، اس پر پیغام لکھ کر اسے لفافے میں ڈال کر اچھی طرح بند کیا اور سیکرٹری کے پاس آئی۔

"جب غضنفر صاحب آفس آئیں تو پلیز یہ انہیں دے دیجیے گا۔ اس نے وہ لفافہ سیکرٹری کو تھمایا اور واپس آ گئی، گھر میں داخل ہوتے ہی اسے سامنے موسیٰ علی نظر آیا، وہ خاموشی سے اس کے پاس سے گزرنے لگی۔

''فروا'' وہ اسے پکار بیٹھا، وہ رک گئی اور مڑ کر اسے دیکھا۔

''مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔'' وہ خاموشی سے واپس مڑ گئی اور اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

''کہیے میں سن رہی ہوں۔'' وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔ موسیٰ علی کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ جان گئی ہو کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔

''اندر آ جائیں بیٹھ کر بات کر لیتے ہیں۔'' اس نے ہاتھ سے اندر کی جانب اشارہ کیا۔

''نہیں آپ کہیں جو بھی کہنا ہے۔'' وہ بیٹھنا نہیں چاہتی تھی، نہ ہی وہ زیادہ تفصیل سے موسیٰ علی سے کوئی بات سننا یا کہنا چاہتی تھی۔

''آپ کی امی چاہتی ہیں کہ میری اور آپ کی شادی ہو جائے، میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ کیا انہوں نے آپ سے پوچھ کر مجھ سے بات کی ہے؟ وہ سر جھکائے کھڑی تھی، رات سے صبح تک وہ اپنی عروبہ کی ہے اور امی کی زندگیوں کے متعلق بہت کچھ سوچ چکی تھی، اسے پتا چل گیا تھا کہ ان تینوں ماں بیٹیوں کی قسمت میں محبت اور شاید سکون نہیں لکھا گیا اور اب اگر عیسیٰ احمد اس سے شادی کے لیے مان بھی جائے تو وہ اس سے شادی نہیں کرے گی، وہ اس کی اور عروبہ کی شادی کروا دے گی اور پھر اگر عیسیٰ احمد نہیں تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ اس کی زندگی میں آنے والا شخص کون ہے۔

''امی نے مجھ سے نہیں پوچھا تھا، کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ ان کا ہر فیصلہ میرے لئے قابل قبول ہوتا ہے، میں جانتی ہوں وہ کبھی میرے لئے کچھ غلط نہیں سوچ سکتیں۔'' اس نے نپے تلے انداز میں کہا اور جانے کے لئے مڑی۔

''اور اگر فیصلہ کرنے کا اختیار آپ کے پاس ہو تو۔۔؟'' اسے موسیٰ علی کی بات سن کر رک جانا پڑا۔

''تو میرا فیصلہ وہی ہوگا جو امی کا ہوگا۔'' کہہ کر وہ رکی نہیں اور تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی موسیٰ علی سے دور ہوتی گئی پہلی مرتبہ اسے وہ سمجھداری لگی تھی۔

☆.....☆.....☆

آپریشن کامیاب ہو گیا تھا، عیسیٰ احمد فوراً سجدے میں گر پڑا تھا، اسے ایسا لگا تھا جیسے پوری کائنات اس کے ساتھ مل کر مسکرا رہی ہو، اس نے فوراً ریسپشن پر جا کر ڈیڈی کو کال کر دی تھی، اپنا فون تو وہ وہیں چھوڑ آیا تھا، ابھی اسے ماما سے ملنے کی اجازت نہیں تھی، اگلے بارہ گھنٹے وہ ڈاکٹرز کی خاص آبزرویشن میں رہیں گی مگر اس کے لئے یہ بھی خوشی کی بات تھی کہ ماما کی زندگی خطرے سے باہر تھی اسے ڈیڈی کا انتظار تھا اور ان سے زیادہ یہ بارہ گھنٹے گزرنے کا جس کے بعد اسے ماما سے ملنے کی اجازت تھی۔

☆.....☆.....☆

فارقلیط حسن گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا، عروبہ خاموشی سے اس کے ساتھ بیٹھی تھی، وہ گاہے بگاہے نظریں گھما کر اس کی طرف دیکھ لیتا تھا۔

سگنل پر گاڑی رکی تھی، ایک بچہ ہاتھوں میں پھول اور گجرے لے کر اس کے قریب کھڑکی میں جھکا تھا، فارقلیط حسن نے ایک نظر لاتعلق نظر آتی عروبہ پر ڈالی اور اس بچے سے پھول اور گجرے لے کر گاڑی کی پچھلی سیٹ پر رکھ دیے تھوڑی ہی دیر میں وہ لوگ گھر پہنچ گئے تھے۔ چوکیدار نے گیٹ کھول دیا تھا۔

Wellcome in my home in my life dear Arooba farqleet hassan

فارقلیط حسن اس سے دو قدم آگے بڑھا اور اسے مسکراتے ہوئے ویلکم کیا، پھر اپنا ہاتھ اس کے سامنے پھیلایا، عروبہ نے ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔

Thank you

اسے ساتھ لے کر وہ اندر کی جانب بڑھا، مختلف راہداریوں سے گزرتے ہوئے وہ اسے بیڈروم میں لے آیا تھا۔ روم کسی طرح بھی نئی نویلی دلہن کے شایان شان نہ تھا، ٹائم بھی کم تھا اور پھر فارقلیط حسن جانتا تھا کے اس وقت اسے پھولوں، سجے ہوئے کمرے اور کسی دکھاوے کی نہیں بلکہ اس کی ہمدردی اور نرم الفاظ کی ضرورت ہے، اس وقت اسے محبت کی نہیں عزت اور تحفظ کی ضرورت ہے، فارقلیط حسن اچھی طرح جانتا تھا کہ اس وقت اس کے دل اور ذہن کی کیفیت کیا ہے، وہ دیکھ چکا تھا کہ وہ کس قیامت سے گزری ہے، وہ کمرے کے وسط میں کسی مورتی کی طرح کھڑی ہوئی تھی، ایسی بے جان مورتی جو صدیوں سے ایک مخصوص جگہ پر نصب ہو جس نے کئی موسموں کی سختیاں جھیلی ہوں اور سخت جان ہو چکی ہو۔

''کھڑی کیوں ہو، بیٹھ جاؤ ناں۔'' فارقلیط حسن نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا، وہ خاموشی سے بیڈ کی پائنتی پر بیٹھ گئی، فارقلیط حسن باہر نکل گیا، کچھ ہی دیر میں اس کی واپسی ہوئی، اس نے وہ پھول اور گجرے لا کر اس کی گود میں ڈال دیے وہ جیسے کسی خیال سے چونکی۔

''عروبہ'' فارقلیط حسن نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا، اس نے فارقلیط حسن کی طرف دیکھا

''میں تم سے جھوٹ نہیں بولوں گا، سچ بتاؤں گا۔'' وہ اس کے ہاتھ کی پشت کو سہلا رہا تھا۔

''میری زندگی میں بہت سی لڑکیاں آئیں مگر کبھی بھی میں نے کسی لڑکی کو فرینڈ شپ کے لئے خود سے نہیں آفر کی، ڈیڈی کی بے تحاشا، دولت اور میری پرسنالٹی اور شاہ خرچی کے باعث لڑکیاں خود میرے اردگرد منڈلاتی رہیں اور میں بھی انہیں کسی پھول کی طرح توڑ کر چند دن کے لئے اپنے کوٹ کے کالر پر سجاتا اور جیسے ہی وہ مرجھا جاتا تو نیا پھول توڑنے کے لئے نکل پڑتا مگر تم وہ واحد لڑکی ہو جس نے میرے دل کے دروازے پر دستک دی، نہ صرف دستک دی بلکہ اس پر لگے قفل توڑ کر دبے قدموں اندر داخل ہوگئی اور میں نے تمہیں ایسا کرنے دیا، پتا ہے کیوں؟'' عروبہ اس کی طرف دیکھتی رہی نگران کی قوت گویائی گویا سلب ہوگئی تھی، وہ کچھ بھی نہ سن سکی۔

''تمہاری پیشانی پر لکھی سچائی نے تمہارے لہجے کی معصومیت اور کردار کی پاکیزگی نے مجھے تمہاری طرف متوجہ کیا کسی بھی لڑکی سے ملاقات کے بعد میں نے کبھی اس کے متعلق نہیں سویا تھا، مگر تم سے ملنے کے بعد مجھے اپنا اندر بہت خالی محسوس ہونے لگا، میرے ہر طرف ویرانی ہوگئی، ایک کمی، ایک خلا تھا جو پر ہی نہ ہوتا تھا، میں نے تمہیں بہت تلاش کیا مگر تمہارا کوئی سراغ نہ ملا'' عروبہ کی آنکھوں سے آنسو نکل کر فارقلیط حسن کے ہاتھ پر گرنے لگے تھے، فارقلیط حسن نے اسے رونے دیا، وہ خود چاہتا تھا کہ اس کے غم کا کسی بھی طرح کتھارسس ہو جائے، اس سے بہت گہری ہمدردی اور محبت رکھنے کے باوجود وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ ایسا غم تھا جو تمام عمر رلانے والا تھا۔

''تم سے مل کر مجھے معلوم ہوا عورت کیا ہوتی ہے اور عزت، وقار کسے کہتے ہیں اور غیرت کس بلا کا نام ہے تمہارا مجھے غلط نام اور فون نمبر بتانا مجھے باور کروا گیا کہ تمہیں مجھ میں یا میری پرسنالٹی اور سٹیٹس میں کوئی انٹرسٹ نہیں'' اس نے بایاں ہاتھ بڑھا کر اس کے آنسو پونچھ ڈالے۔

''تم آج جتنا چاہے رولو پر اس غم کے لیے جو زندگی نے تمہیں دیا مگر آنے والے وقتوں میں تم کو کبھی نہیں رونے دوں گا، تم پر لگے الزام کو وقت خود غلط ثابت کرے گا، خدا انہیں سزا دے گا جنہوں نے تمہارے خلاف سازش کی ہے۔'' وہ ہاتھ اس سے چھڑا کر چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

''تم اس دنیا کی سب سے اچھی لڑکی ہو'' فارقلیط حسن نے اس کا سر اپنے سینے پر رکھ کر اسے تھپتھپانا شروع کر دیا تھا، اس کے آنسو فارقلیط حسن کی شرٹ کو بھگوتے ہوئے اس کے دل پر گر رہے تھے۔ پہلی بار کسی لڑکی کے آنسوؤں نے اسے اتنا تڑپایا تھا۔

☆.....☆.....☆

اچانک ایک خیال بجلی کے کوندے کی مانند اس کے ذہن میں لپکا تھا، اس نے رسیور ایک مرتبہ پھر اٹھا لیا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے لگی۔ بیل جانے کی آواز سن کر اس کی دھڑکنیں منتشر ہونے لگیں، ایک ایک پل صدی کے برابر لگنے لگا۔

''ہیلو'' کال اٹینڈ ہوتے ہی اس نے شدتوں سے پکارا تھا، اس کی زندگی تو ہمیشہ سے ہی سراپا زخم تھی، اس کا وجود تمام زندگی زخموں کی بھٹی میں جلتا رہا تھا، اس کا جی چاہا کہ بیٹی کو بتائے کہ عمر کے اس حصے میں بھی زندگی اور قسمت نے اس سے سکون کے چند لمحے

گزارنے کی مہلت چھین لی تھی، اس کی آنکھوں میں ایک مرتبہ پھر نمکین پانیوں کا اونچے درجے کا سیلاب امنڈ آیا تھا۔

''کیسی ہیں آپ ماما؟ اس کے لہجے کی افسردگی کو محسوس کیے بغیر وہ نرمی سے بولی تھی۔

''تمہارے ڈیڈی نے مجھے۔'' اس کے گلے میں آنسوؤں کا گولہ پھنس گیا تھا، الفاظ کہیں کھو گئے تھے بے سکونی اور بے چینی اس کے اندر بھرنے لگی تھی، اس پل اس پر ادراک ہوا تھا کہ دنیا کی کسی بھی عدالت میں خود کو سچا اور مضبوط ثابت کرنے کے لئے الفاظ اور لب ولہجہ بھی مضبوط ہونا چاہیے، ٹوٹے پھوٹے الفاظ اور شکستہ لہجوں پر لوگ دھیان نہیں دیتے۔

''مام! یقیناً آپ اور ڈیڈ پھر سے جھگڑے ہوں گے، کیوں آپ دونوں کو سکون پسند نہیں ہے اور ایک اور بات ماما۔'' وہ ایک دم غصے میں آ گئی تھی تیز تیز بولتی ہوئی اسے اندر تک ہلا گئی تھی۔

''آپ پلیز ڈیڈی سے جھگڑنا چھوڑ دیں، آپ کے ان جھگڑوں کا احمد کو بھی علم ہو گیا ہے، وہ کئی بار مجھ سے پوچھ چکے ہیں بارش تیز ہو چکی تھی سڑکوں پر بے فکری سے گشت کرتے لوگ اب گھروں کو لوٹ رہے تھے۔

اس کی بائیں آنکھ سے ایک انتہائی مجبور اور بے بس آنسو نکل کر اس کے گال پر پھسلتا ہوا اس کے سینے میں کسی راز کی طرح چھپ گیا تھا، وہ خالی ہاتھ اور خالی دامن لے کر وہاں سے نکلی تھی۔

''کس کی کال ہے؟ ائیر پیس سے آواز ابھری تھی، سڑکیں پوری طرح بارش میں بھیگ رہی تھیں، وہ بارش میں بھیگتی ہوئی بے سمت چلی جا رہی تھی، انگلی پر لگے زخم پر خون جم چکا تھا وہ اس وقت ہر قسم کے احساس سے عاری ہو چکی تھی۔

☆.....☆.....☆

''ماما! میری پیاری ماما، عیسیٰ احمد کبھی ان کے ہاتھ چوم رہا تھا کبھی ان کے منہ پر پیار کرتا، اسے ماما سے ملنے کی اجازت مل گئی تھی، وہ اب ہوش میں تھیں، مگر زیادہ بول نہ سکتی تھیں، مگر اس کے لئے فی الحال یہی بہت تھا کہ وہ سلامت ہیں اور اس کے سامنے ہیں، اس کی بات سن سکتی ہیں اور اس سے اپنی بات کہہ سکتی ہیں۔

''تم میری وجہ سے پریشان رہے اس کے لئے سوری میری جان۔'' وہ ہمیشہ کی طرح شفقت سے مسکراتے ہوئے بولیں، تو عیسیٰ احمد نے ان کے دونوں ہاتھوں کو چوم کر عقیدت سے آنکھوں سے لگا لیا۔

''آپ بس مجھ سے وعدہ کریں، آپ میری پاس رہیں گی، کبھی مجھ سے دور نہیں جائیں گی۔'' وہ کسی چھوٹے سے بچے کی طرح یقین دہانی چاہتا تھا، وہ اس بچے کی طرح خوفزدہ تھا جس کا ہاتھ انجانے میں میلے میں اپنی ماں کے ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے اور پھر دوبارہ ماں کے ملنے پر وہ خوفزدہ ہو کر اس کا ہاتھ بہت زیادہ مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے، کہیں دوبارہ نہ چھوٹ جائے۔

آج کا دن بہت روشن اور نکھرا ہوا تھا۔ ڈیڈی بھی آ گئے تھے، وہ ماما کے پاس بیٹھے تھے۔ عیسیٰ احمد کو اب عروبہ غضنفر کی یاد آنے لگی

تھی، اس کی تکلیف اور بے بسی شدت سے ستانے لگی تھی۔ ماما کی حالت نے اسے عروبہ غضنفر کی مدد سے روک دیا تھا، چاہتے ہوئے بھی وہ اس کی مدد نہ کر سکا تھا۔

''میرے بتائے بغیر آ جانے سے سب نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہوگا۔ اس خیال سے ہی اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے، اپنا موبائل بھی وہ جلدی میں اٹھانا بھول گیا تھا۔

''کیسے معلوم کروں اس کی خیریت؟'' اسے بہت فکر ہو رہی تھی، بالآخر وہ گھر چلا آیا۔ لاؤنج میں صوفیہ آنٹی بیٹھی سکون سے ٹی وی پر کوئی پروگرام دیکھ رہی تھیں۔

''عیسیٰ تم؟'' اس پر نظر پڑتے ہی وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

''مجھے عروبہ سے ملنا ہے۔'' وہ سرد اور سپاٹ لہجے میں بولا۔

''عروبہ'' وہ تمسخرانہ انداز میں بولیں، وہ خاموشی سے انہیں دیکھے گیا۔

''اس کی تو شادی کر دی غضنفر نے'' عیسیٰ احمد کو لگا جیسے کسی نے اس پر ساتوں آسمان گرا دیے ہوں، اسے یقین نہ آ رہا تھا وہ آنکھیں پھاڑے انہیں دیکھ رہا تھا۔

''ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟'' وہ خود کلامی کے انداز میں زیر لب بڑبڑایا اور اس کی بڑبڑاہٹ وہ سن چکی تھیں۔

''ایسا ہو چکا ہے بیٹا، اتنے اپ سیٹ مت ہو، وہ آوارہ لڑکی تمہیں ڈیزرو نہیں کرتی تھی۔'' عیسیٰ احمد کو کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا، اسے لگا تھا دنیا ایک دم اندھیری ہو گئی ہے ہر سو سیاہی پھیل گئی ہے، عروبہ غضنفر اس سے بچھڑ گئی تھی، ہمیشہ کے لئے اس سے دور چلی گئی تھی، کبھی بھی اس کی زندگی میں واپس نہ آنے کے لئے۔

''رکو عیسیٰ'' وہ مڑا تو انہوں نے پکارا، اسی لمحے لاؤنج میں نویلہ داخل ہوئی تھی، عیسیٰ احمد کو سامنے دیکھ کر اس کا اتنے دن کا مرجھایا ہوا چہرہ کھل اٹھا تھا۔

''بہت برا کیا آپ نے، میں آپ کو بھی معاف نہیں کروں گا۔'' وہ تیزی سے باہر کی جانب بڑھا تھا۔ نویلہ بھی اس کے پیچھے گئی تھی۔

''عیسیٰ!'' اس نے شدتوں سے اسے پکارا۔

''پلیز میری بات سنیں۔'' وہ نہ رکا، نویلہ بھاگ کر اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

''جو کچھ ماما نے کیا وہ ٹھیک نہیں تھا، پلیز اس کی سزا مت دیں مجھے، میں آپ سے۔''

''شٹ اپ جسٹ شٹ اپ۔'' وہ غصے سے دھاڑا تھا، مگر نویلہ نے ہمت نہ ہاری، وہ جانتی تھی اگر آج موقع گنوا دیا تو شاید ساری زندگی پچھتانا پڑے۔

''میں آپ کے لئے سب کو چھوڑ دوں گی، آپ کہیں گے تو ماما کو بھی۔'' ستون کی اوٹ میں کھڑی صوفیہ کا دل کسی نے مٹھی میں لے کر مسل ڈالا تھا، انہیں یاد آیا اسی طرح برسوں پہلے انہوں نے غضنفر علی سے محبت کی بھیک مانگی تھی اور آج تک وہ ان کے سامنے بھکارن ہی تھی، وہ جانتی تھیں بھیک اور خیرات میں ملی محبت کوئی خوشی اور سکون نہیں دیتی۔

''شدید نفرت کرتا ہوں میں اس گھر کے مکینوں سے شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا کسی کی۔'' نویلہ کے ہاتھ کو جھٹک کر وہ باہر نکل گیا تھا، وہ خالی کاسہ دل لیے کھڑی آنسو بہا رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

امی کی طبیعت بہت خراب تھی، فروا نے بہت مشکل سے انہیں میڈیسن کھلا کر سلایا تھا، وہ کمرے سے باہر نکل آئی تھی، اس کا دم اندر گھٹ رہا تھا، وہ لان میں ٹہلنے لگی۔

''ایک دن تم بھی مجھے چھوڑ جاؤ گی۔'' کوئی اس کے آس پاس بولا تھا، اس نے تڑپ کر ارد گرد دیکھا۔

''جو گندگی لگ جائے تو وہ صاف ہو جاتی ہے مگر جو کیچڑ انسان دوسرے انسانوں کے کردار پر اچھالتے ہیں وہ صاف نہیں ہوتا کبھی بھی۔'' بھیگا اداس لہجہ اس کے قریب ابھرا تھا۔ فروا کا دل کٹنے لگا تھا۔

''کیوں کیا میں نے تمہارے ساتھ، تم تو بہت اچھی تھی، بہت نرم مزاج، احساس کرنے والی، معاف کر دینے والی کیا اب اگر میں تم سے معافی مانگوں تو تم مجھے معاف کر دو گی؟'' اس کے ذہن میں سوالات کی یلغار تھی، دل تھا کہ کسی طرح نہ سنبھلتا تھا، اسے کبھی عروبہ کے دکھ رلاتے اور کبھی امی کے۔

''آہ'' اس کے منہ سے سسکاری نکلی تھی۔

''عیسیٰ احمد!'' دل میں ایک عجیب سا درد اٹھا تھا۔

''اب تمہاری یادوں کو ہمیشہ کے لئے دل کے قبرستان میں دفن کرنا پڑے گا۔ آنسو ایک مرتبہ پھر بہنے لگے تھے۔

کچھ اسیر لوگوں کے
ہاتھ کی لکیروں میں
قسمتیں نہیں ہوتیں
عمر قید ہوتی ہے
جگ ہنسائی ہوتی ہے
کب رہائی ہوتی ہے؟؟؟

بس جدائی ہوتی ہے

وہ واپس کمرے میں آ گئی تھی۔

''امی؟'' وہ تیزی سے ان کے قریب آ گئی تھی، ان کا سانس تیز تیز چل رہا تھا۔

''کیا ہوا آپ کو؟'' اس کی جان پر بن آئی تھی۔

''موسیٰ۔۔۔کو۔۔۔بلاؤ۔'' وہ بمشکل بول پائیں، فروا تیزی سے باہر کی جانب بڑھی، موسیٰ علی کے بیڈروم کے سامنے کھڑی وہ زور زور سے دروازہ دھڑ دھڑا رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

صوفیہ کے بہت سمجھانے کے بعد غضنفر علی آفس آ گئے تھے، انہیں لوگوں کے سامنے جاتے ہوئے ڈر لگ رہا تھا، خوف محسوس ہو رہا تھا، مگر صوفیہ نے انہیں یقین دلایا کچھ بھی نہیں ہوگا۔

وہ سیدھے اپنے آفس میں آئے تھے لیپ ٹاپ ٹیبل پر رکھ کر وہ چیئر پر بیٹھ گئے تھے، ان کی سیکریٹری سلام کر کے اندر آئی تھی۔

''سر یہ کچھ فائلز پر آپ کے سائن چاہئیں۔'' اس نے فائلز ان کے سامنے میز پر رکھ دی تھیں، وہ خاموشی سے ان پر سائن کرنے لگے۔ کچھ ضروری باتیں ڈسکس کر کے وہ چلی گئی، وہ بھی بزی ہو گئے، کچھ ہی دیر میں اس کی واپسی ہوئی اس کے ہاتھ میں ایک لفافہ تھا۔

''سر یہ آپ کے لئے۔۔'' اس نے لفافہ ان کے سامنے ٹیبل پر رکھ دیا۔

''ایک لڑکی آپ سے ملنے آئی تھی، جاتے ہوئے یہ دے کر گئی اور کہا تھا جیسے ہی آپ آفس آئیں یہ آپ کو دے دوں۔ غضنفر علی نے صرف سر ہلایا اور وہ باہر چلی گئی، انہوں نے پر تجسس انداز میں لفافہ کھولا تھا۔

''تو نہیں چاہ رہا کہ آپ کو سلام کروں مگر یہ میری تربیت نہیں ہے، اس لیے بہت مجبوری کے ساتھ۔''

''السلام علیکم!''

''مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ کہاں سے بات شروع کروں، میں نہ تو آپ سے اپنا حق مانگنا چاہتی ہوں، نہ ہی آپ پر کوئی حق جتا کر مجھے خوشی محسوس ہوگی، آپ میری ماں اور بہن کی خوشیوں کے قاتل ہیں، آپ ان دونوں کو تحفظ نہ دے سکے، میری ماں کے ساتھ آپ کی ماں، بہن اور صوفیہ نے مجھے بھی اس وقت گھر سے نکال دیا جب میں اور عروبہ صرف دو دن کی تھیں، آپ سب کتنے بے حس انسان ہیں، آپ ہم تینوں کو تحفظ نہ دے سکے، صوفیہ جیسی مکار اور ڈرامے باز عورت نے آپ کو جو دکھایا آپ نے اسے سچ سمجھا۔''

''خیر بات یہاں میری بہن اور ماں کے کردار کی نہیں ہو رہی، نا مجھے کوئی صفائی دینی ہے میری ماں نے ساری زندگی مجھ سے حقیقت چھپائے رکھی، آج بھی پتا نہ چلتا اگر کل رات میں ان کا پیچھا کرتی آپ کے گھر تک نہ آتی اور امی اور صوفیہ کی باتیں نہ سن لیتی، وہ

عورت ہی آپ کو سوٹ کرتی ہے، وہ بھی آپ جیسی بے حس اور ظالم ہے، اس نے انیس سال پہلے جو ظلم میری ماں پر کیا کل میری بہن پر وہی ظلم کیا، میری ماں کو اس نے آپ سے ملنے نہ دیا انہیں ایک مرتبہ پھر دھکے دے کر گھر سے نکالا، عروبہ نے آپ کے پاس رہ کر بہت دکھ اٹھائے، ہاں اس کی ضروریات پوری ہوتی رہیں، میں نے اپنی ماں کے ساتھ رہتے ہوئے کوئی دکھ نہیں اٹھایا لیکن محرومیوں میں زندگی گزاری۔

''میری امی نے مجھے کبھی آپ کے متعلق نہیں بتایا، نہ بتانا چاہتی تھیں، کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ میں اپنے باپ سے نفرت کروں مگر میں غضنفر علی آپ کو آج یہ بتانے آئی تھی کہ میں آپ سے نفرت کرتی ہوں، شدید نفرت، میری بدقسمتی ہے کہ مجھے اس دنیا میں آپ لائے کاش پیدا ہوتے ہی مر جاتی، کاش میں آپ کی بیٹی نہ ہوتی، کاش میرے اور عروبہ کے باپ آپ نہ ہوتے میری امی کا شوہر کوئی ایسا شخص ہوتا جو ہمیں عزت اور تحفظ دیتا، اگر میری باتوں کا یقین نہ آئے تو اس ایڈریس پر تشریف لے آئیں، سب ثبوت مل جائیں گے۔

❁ ❁

ناول ''می رقصم'' ابھی جاری ہے۔ اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی 20 تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

رنگا رنگ کہانیوں سے سجا، خوبصورت اور دلکش

سوہنی ڈائجسٹ

SohniDigest.Com

اگر آپ بھی لکھ رہے ہیں اور اُردو قارئین کی تلاش میں ہیں تو اپنی کہانیاں Inpage میں کمپوز (ٹائپ) کر کے پورے اعتماد کے ساتھ سوہنی ڈائجسٹ میں بھیجئے۔ نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

ابھی sohnidigest@gmai.com پر ای میل کریں۔

قسط نمبر 5

خط ہاتھ میں پکڑے ساکت و جامد وہ کھڑے تھے، انہوں نے دوبارہ اسے پڑھا، سہ بارہ پڑھا مگر عبارت وہی تھی جو پہلی مرتبہ پڑھنے پر تھی کچھ بھی تو نہ بدلا تھا ہاں ہر بار پڑھنے کے بعد دل کی حالت پہلے سے زیادہ خراب ہونے لگتی تھی، وہ گرنے کے انداز میں کرسی پر ڈھے گئے تھے، خط ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گرا تھا، دل کے اندر حشر بپا ہو گیا تھا، ایک طوفان تھا جو ان کے اندر سر اٹھا رہا تھا، وہ وقت جس سے انیس سال پہلے وہ گزر کر آئے تھے، وہ اذیت جو آج بھی ان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑ رہی تھی وہ زخم جو ناسور بن چکا تھا اس کی حقیقت آج کھلی تھی۔

''غضنفر اتنی دیر سے آئے ہیں، ٹائم دیکھیں کیا ہو رہا ہے۔'' دردناک ماضی کی کتاب کے ورق جا بجا کھلنے لگے تھے، ان کے دل میں ٹیسیں اٹھنے لگی تھیں، آج انہوں نے سوچوں کو زبان سے نہیں جھٹکا تھا، انہوں نے ماضی کی کھڑکیاں اور دروازے کھلنے دیئے تھے جنہیں ہمیشہ ہاتھ بڑھا کر بند کر دیا کرتے تھے، یادیں کسی تیز بوچھاڑ کی طرح ان کے دردل پر دستک دینے لگی تھیں۔

''میرے آنے جانے کے ٹائم پر غور کرنا چھوڑ دو'' غضنفر علی نے پاؤں کو جوتے کی قید سے آزاد کرواتے ہوئے کہا تو گل افزا دل مسوس کر رہ گئی۔ مگر ہمت نہ ہاری اور آگے بڑھ کر صوفے سے ان کا کوٹ اٹھا لیا۔

''میں نے کھانا نہیں کھایا، آپ کا انتظار کر رہی تھی۔'' اس نے دل کو مضبوط کر کے کہا، جانتی تھی غضنفر اس کے جواب میں بھی کوئی سخت بات ہی کہیں گے، جو کہ برداشت کرنا مشکل ہوا جا رہا تھا۔

''مت کیا کرو میرا انتظار'' وہ سنگدلی سے کہہ کر جوتے اٹھا کر چل دیا، وہ بس ان کو دیکھتے ہوئے اس کے الفاظ پر غور کرتی رہی۔

''میں نے آپ کے کپڑے واش روم میں لٹکا دیئے ہیں۔'' وہ وارڈ روب کھولے کھڑا تھا جب گل افزاء ایک مرتبہ پھر ہمت کر کے اس کے قریب آئی اور محبت سے گویا ہوئی، انداز ایسا تھا جیسے کچھ غلط یا تلخ کلامی ان کے درمیان کبھی ہوئی ہی نہ ہو۔

''تمہیں کئی بار کہہ چکا ہوں میری چیزوں کو ہاتھ مت لگایا کرو، اثر کیوں نہیں ہوتا تم پر۔'' وہ ایک سوٹ نکال کر واپس مڑا تھا۔

''کیا چاہتی ہو تمہیں اس کمرے سے بھی نکال دوں؟'' وہ غضبناک ہوا، گل افزاء کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے، وہ بے یقینی سے اسے دیکھے گئی۔

''دل سے تو نکال ہی چکے ہیں، کمرے سے نکالنا کوئی زیادہ بڑی بات تو نہیں۔'' وہ واپس مڑی اور بیڈ پر جا بیٹھی خشمگیں نگاہوں سے اسے گھورتا ہوا وہ واش روم میں گھس گیا۔

فریش ہو کر نکلا اور ڈریسنگ کے سامنے کھڑا ہو کر بال بنانے لگا۔ کمرے میں ابھرنے والی گل افزاء کی دبی دبی سسکیاں اسے ڈسٹرب کر رہی تھیں مگر وہ انجان بنا بال بنا کر پرفیوم اسپرے کیا اور واپس مڑا تو نگاہیں اس سے ٹکرائیں۔

وہ زار و قطار رو رہی تھی، ایک لمحے کو تو غضنفر علی کا جی چاہا کہ سب کچھ بھلا کر آگے بڑھے اور اس کے روتے سسکتے وجود کو اپنی مضبوط پناہوں میں سمیٹ لے، مگر اگلے ہی لمحے غصہ تمام جذبات پر غالب آ گیا اور وہ سر جھٹک کر باہر نکل گیا، کچھ ہی دیر میں اس کی واپسی ہوئی تو ہاتھ میں کافی کا مگ تھا۔

''صرف ایک مگ، میرا کہاں ہے؟'' وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے کسی گہری سوچ میں مستغرق تھا جب گل افزاء کی آواز سے اس کی محویت ٹوٹی، اس نے چونک کر اس کی سمت دیکھا۔

''تمہیں اگر کافی پینی ہے تو خود بنا لو۔'' غضنفر علی نے اجنبیت بھرے لہجے میں کہہ کر کافی کا مگ اٹھا کر لبوں سے لگا لیا گل افزاء کے رونے میں روانی آ گئی غضنفر علی بے چین ہوا اٹھا مگر خود

پر ضبط کے بند باندھتا ہوا بیٹھا رہا۔

''غضنفر میں کئی بار آپ کو بتا چکی ہوں کہ میرا ظفر سے۔۔۔''

''شٹ اپ گل افزاء جسٹ شٹ اپ۔'' اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ دھاڑا۔

''مت لو اس کمینے کا نام میرے سامنے اور نہ ہی میں اتنا بے غیرت ہوں کہ یہاں تمہارے سامنے بیٹھ کر تم سے تمہارے عشق کے قصے سنوں۔'' اس کی بات سے گل افزاء کا دل کئی ٹکڑوں میں بٹ گیا تھا، بے یقینی سے اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

''آپ کو آپ کے بچوں کا واسطہ میرا یقین۔۔''

''ان بچوں کی وجہ سے ہی تم یہاں ہو، ورنہ کب کا تمہیں طلاق دے کر نکال چکا ہوتا یہاں سے۔۔''

وہ نفرت سے پھنکارا۔

''کاش آپ کو احساس ہو کہ آپ میرے ساتھ کتنا برا کر رہے ہیں۔'' اس نے بیدردی سے آنسو رگڑے اور اس کی جانب پشت کر کے لیٹ گئی۔

غضنفر علی نے کافی کا مگ اٹھا کر لبوں سے لگا لیا۔

''زندگی کتنی تلخ ہو گئی ہے، بالکل کافی کے اس مگ کی طرح، کڑوی، اور بدذائقہ۔'' اس نے مگ سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا تھا، زندگی

میں پہلی مرتبہ گل افزاء کے بغیر کافی پینے لگا تھا مگر نہ پی سکا تھا، اس نے نگاہیں گھما کر اس کے سسکتے اور لرزتے وجود کو دیکھا تھا، بہت خواہش کے باوجود بھی وہ اس کے بکھرے وجود کو سمیٹ نہ سکا تھا اس کے دل میں اب بھی گل افزاء کی محبت تھی مگر اس کی بے وفائی اور غلطی کو نظر انداز کرنے اور معاف کرنے کا اس میں حوصلہ نہ تھا وہ دل کو صاف کرتا بھی تو کیسے۔

مرد کے بڑے بڑے گناہ بھی یہ معاشرہ معاف کر دیتا ہے بس اتنا کہہ کر کہ سب مرد ہی ایسے ہوتے ہیں، جوانی کے شوق ہیں، آہستہ آہستہ بدل جائے گا، مگر عورت کی چھوٹی سی غلطی اس پر لگا ہوا الزام ہی اسے زمانے بھر کی نظروں میں معتوب ٹھہرانے کے لئے کافی ہوتا ہے اور بھلا معاشرہ کب معاف کرتا ہے عورت کو۔'' بے آواز روتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی ، اس نے ہر طرح سے غضنفر علی کو اپنی وفاداری کا یقین دلانے کی کوشش کی تھی مگر بے سود۔

☆.....☆.....☆

اذان کی آواز پر عروبہ غضنفر کی آنکھ کھلی تھی اس کی پہلی نظر اپنے سے کچھ فاصلے پر سوئے ہوئے فارقلیط حسن پر پڑی تھی، وہ سکون سے گہری نیند سو رہا تھا، اس نے ایک حسرت بھری گہری نظر اس پر ڈالی اور اٹھ گئی، فریش ہو کر آئی اور جائے نماز ڈھونڈنے لگی مگر بہت تلاش کے بعد بھی اسے کہیں جائے نماز نظر نہ آئی۔

''کیا ان کے گھر میں کوئی بھی نماز نہیں پڑھتا۔'' اسے از حد حیرت ہوئی تھی اسی حیرت کے عالم میں وہ ادھر ادھر دیکھ رہی تھی کہ اسے لاؤنج کی کھڑکی میں سے ایک آدمی گیٹ سے اندر آتا دکھائی دیا، وہ باہر نکل آئی۔

''السلام علیکم!'' قبل اس کے وہ اسے سلام کرتی اس نے آگے بڑھ کر عروبہ کو سلام کر دیا۔

''بیگم صاحبہ خیریت، آپ اس وقت یہاں؟'' اس کے طرز تخاطب سے اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ کوئی ملازم ہے۔

''جی۔۔۔۔وہ۔۔۔۔دراصل میں نے نماز پڑھنی ہے مگر جائے نماز نہیں مل رہی۔'' اس نے ہچکچاتے ہوئے اسے بتایا، وہ کافی بڑی عمر کا شفیق سا انسان تھا، عروبہ کی بات سن کر ہلکا سا مسکرا دیا۔

''آپ ٹھہریں یہاں، میں اپنے کوارٹر سے لا دیتا ہوں۔'' وہ واپس مڑ گیا تھوڑی دیر میں اس کی واپسی ہوئی تو ایک ہاتھ میں جائے نماز اور دوسرے میں قرآن پاک تھا۔

''شکریہ۔'' دونوں چیزیں اس سے لے کر وہ واپس بیڈروم میں آ گئی، عروبہ غضنفر نے متاسف نظروں سے بے خبر سوئے ہوئے فارقلیط حسن کو دیکھا اور نماز پڑھنے لگی نماز کے بعد اس نے قرآن پاک پڑھا اور دوبارہ بیڈ پر آ گئی، گھر میں گہری خاموشی کا راج تھا۔

ایسی ہی خاموشی اس کے وجود پر طاری تھی۔ وہ آنکھیں موندے لیٹی تھی کہ تمام واقعات اس کی نظروں کے سامنے گھوم گئے، وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی اس نے فارقلیط حسن کی طرف دیکھا تھا، وہ ابھی بھی مزے سے سو رہا تھا۔

''آپ اتنی نفرت کرتی تھیں مجھ سے مجھے گھر سے نکالنے کے لئے اتنی بڑی اور گھناونی سازش کر ڈالی، کیسے دل کیا آپ کا؟ میں تو آپ کی بہت عزت کرتی تھی، آپ کو ہمیشہ اپنی ماں سمجھا۔'' صوفیہ نے اسے ایسا زخم لگایا تھا، جو شاید مرتے دم تک نہ بھرتا، وہ ابھی تک بے یقین اور بے حال تھی۔

☆.....☆.....☆

موسیٰ علی نے دروازہ کھولا اور سامنے کھڑی فروا کو دیکھ کر اس کی نیند میں ڈوبی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں، رات خاصی گہری ہو چکی تھی۔

''خیریت ہے فروا؟'' اس نے استفسار کیا۔

''نہیں۔'' وہ گھبراہٹ کے عالم میں بولی۔

''امی کو نا جانے کیا ہو گیا ہے۔'' اس نے مدد طلب نظروں سے موسیٰ علی کی جانب دیکھا تھا وہ واپس پلٹا اور ایمبولینس کو کال کرنے لگا۔

آئی سی یو کے سامنے اس کے ساتھ کھڑا وہ بالکل خاموش تھا تسلی کا ایک لفظ دلاسے کا ایک حرف تک اس کے منہ سے نہ نکلا تھا، اسے وہ وقت یاد آنے لگا جو اس نے عنیزہ کے ساتھ ہاسپٹل میں گزرا تھا، بہت سے زخم تازہ ہونے لگے تھے اور ان میں سے اٹھتی ٹیسیں اسے اردگرد سے بے گانہ کر رہی تھیں، فروا کا رنگ زرد پڑ رہا تھا، ہونٹ نیلے ہو چکے تھے، وہ آس بھری نظروں سے سامنے بند دروازے کو دیکھ رہی تھی۔

''یا اللہ! میری امی کو کچھ نہ ہو۔'' وہ دل میں فریاد کر رہی تھی۔

''غضنفر علی میں آپ کو معاف نہیں کروں گی۔'' اس کے دل میں نفرت اور حقارت کی شدید لہر اٹھی تھی، اس کی امی اس کا سب کچھ تھیں وہ ان سے بے پناہ محبت کرتی تھی اور جس دن سے اسے یہ معلوم ہوا تھا کہ انہوں نے کس اذیت میں زندگی گزاری ہے، وہ ہر وقت ان کے لئے بے چین رہتی تھی، وہ چاہتی تھی کہ اب زندگی میں وہ مزید کوئی دکھ اور تکلیف نہ اٹھائیں۔

''آپ کے پیشنٹ کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔'' ڈاکٹر کی آواز پر وہ دونوں چونکے تھے اور اپنی اپنی سوچوں کے جال سے نکل آئے تھے۔

''کیا۔'' فروا کا دل دکھ سے کٹنے لگا تھا، وہ جو اتنی دیر سے ضبط کیے کھڑی تھی یکا یک چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر رونے لگی، اسے ایسا محسوس ہونے لگا تھا جیسے دنیا کے میلے میں اس کا ہاتھ امی کے ہاتھ سے چھوٹنے والا تھا، وہ تنہا ہونے لگی تھی، اس کا سب کچھ ختم ہونے والا تھا۔

''نہیں۔'' اس نے خوفزدہ ہو کر آنکھوں سے ہاتھ ہٹایا تھا۔

''مجھے امی کے پاس جانا ہے۔'' وہ موسیٰ علی کے قریب آ کر زور سے چلائی تھی، اس نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا، وہ ابھی بھی کچھ نہ کہہ سکا۔

''میں امی کے پاس جانا چاہتی ہوں، میں ان کے بغیر نہیں رہ سکتی۔'' وہ بہت زیادہ رو رہی تھی مگر وہاں اس کے آنسو پوچھنے والا کوئی نہ تھا۔

''ہاہ تقدیر کب یہ سب دیکھتی ہے، مجھے بھی لگتا تھا کہ میں عنیزہ کے بغیر نہیں رہ سکتا، اب رہ رہا ہوں، رہنا پڑتا ہے۔'' وہ سوچے جا رہا تھا، اسکے دکھ سے لاپرواہ اور بے نیاز اپنے دکھ کو دل میں لئے عنیزہ کی یادوں کو دل سے لگائے، وہ مسلسل اسی کے متعلق سوچ رہا تھا۔

''میرا امی کے سوا کوئی نہیں ہے'' وہ روئے جا رہی تھی، مگر سامنے کھڑے شخص کو مطلق پرواہ نہ تھی، وہ اپنی ہی یادوں میں گم اس کے وجود اور دکھ سے بے نیاز کھڑا تھا، وہ یہ بھی بھلا چکا تھا کہ عنیزہ کی بیماری اور ڈیتھ کے بعد بھی ان ماں بیٹی نے اس کا کتنا ساتھ دیا تھا۔

☆.....☆.....☆

عیسیٰ احمد کے جانے کے بعد نویلہ اپنے روم میں آ گئی تھی، بیڈ کے سامنے فلور کشن پر بیٹھی وہ روئے جا رہی تھی، وہ جتنا عیسیٰ احمد کے قریب جانے کی، اس سے بات کرنے کی کوشش کرتی وہ اتنا ہی اس سے دور ہوتا جا رہا تھا اور اب تو وہ ان کے گھر سے ہی چلا گیا تھا۔

''سب کچھ ماما کی وجہ سے ہوا ہے۔'' وہ ان سے سخت ناراض تھی، اسے لگ رہا تھا کہ جو کچھ ماما نے کیا وہ صحیح نہیں تھا، انہیں عیسیٰ احمد کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔

''نویلہ دروازہ کھولو۔'' ماما اسے آوازیں دے رہی تھیں مگر وہ ان سنی کر کے بیٹھی رہی اور دروازہ نہ کھولا، وہ اس وقت ان کی جھوٹی تسلیاں اور دلاسے سننا نہیں چاہتی تھی مگر ماما مسلسل اسے آوازیں دیتے ہوئے دروازہ ناک کر رہی تھیں۔

ماما پلیز Leave me alone

اس نے مجبوراً دروازے کی طرف منہ کر کے کہہ دیا تھا تاکہ وہ وہاں سے چلی جائیں۔

''میری جان کیا ہو گیا فکر مت کرو، میں نے وعدہ کیا ہے عیسیٰ احمد تمہارا ہے تو۔۔۔''

''مت دیں مجھے یہ جھوٹی تسلیاں، وہ اب یہاں کبھی نہیں آئیں گے۔'' اس کے رونے میں روانی آ گئی تھی، ماما اس کی منتیں کر رہی تھیں، اس نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں تھک ہار کر وہ وہاں سے ہٹ گئیں سمجھ گئی تھیں اس وقت وہ ان کی بات نہیں سنے گی، وہ عیسیٰ احمد کے یہاں سے جانے پر بہت پریشان تھی۔

☆.....☆.....☆

عیسیٰ احمد تقدیر کے اس وار کو سہہ نہیں پا رہا تھا اسے سنبھلنا بہت مشکل لگ رہا تھا اس کے تو وہم و گمان میں بھی ایسا نہ تھا کہ اس کی غیر موجودگی میں عروبہ کے ساتھ ایسا ہو جائے گا ماما کا اتنا شدید ایکسیڈنٹ اور پھر سیریس کنڈیشن نے اسے ہاسپٹل سے ایک لمحے

کے لئے نکلنے نہ دیا، عروبہ کا خیال آیا بھی تو اس نے یہی سوچا کہ ماما ٹھیک ہو جائیں تو وہ انہیں ساتھ لے کر غضنفر انکل کے پاس جائے گا، اب جو وہاں گیا تو اسے پتا چلا کہ سب کچھ ختم ہو چکا ہے، مارے دکھ اور پچھتاوے کے اس کا برا حال تھا۔

''کیا بات ہے عیسیٰ! اتنے پریشان کیوں ہو؟'' وہ گہری سوچ میں مستغرق تھا، اچانک باپ کی آواز سن کر چونکا اور ان کی طرف دیکھنے لگا۔

''تمہاری ماما اب بہت بہتر ہیں، جلد ڈسچارج ہو جائیں گی۔'' وہ تسلی آمیز لہجے میں پہلے تو اس نے صرف سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

''تم نے صوفیہ اور غضنفر کو نہیں بتایا؟''

''نہیں۔'' اس نے سر نفی میں ہلا دیا۔

''مگر کیوں؟'' انہیں اچنبھا ہوا۔

''کیونکہ یہ سب انہیں بتانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، وہ دونوں انتہائی خود غرض اور ظالم انسان ہیں، انہیں رشتوں کی اہمیت کا کوئی احساس نہیں ہے، کسی کے دکھ اور تکلیف سے انہیں فرق نہیں پڑتا۔'' وہ تو پہلے ہی بھرا بیٹھا تھا۔ ان کا پوچھنا غضب ثابت ہوا، ان کے اصرار پر اس نے انہیں تمام تفصیل کہہ سنائی اور اس کی باتیں سن کر وہ ششدر رہ گئے، انہیں یقین نہ آ رہا تھا کہ صوفیہ اور غضنفر نے ایسا کیا ہے عروبہ کے ساتھ۔۔

''مجھے حیرت اور افسوس ہے کہ وہ ایسا کیسے کر سکتے ہیں ایک معصوم بچی کے ساتھ اور پھر ہمارے بیٹے کے ساتھ، کس نے حق دیا ہے صوفیہ کو کہ ہمارے اتنے اچھے بیٹے پر الزام لگائے ہرگز معاف نہ کروں گا میں اسے اس کے پاس جاؤں گا۔'' ماما سو رہی تھیں وہ باپ بیٹا باتیں کر رہے تھے می عیسیٰ احمد کا جی چاہا سب کچھ تہس نہس کر دے مگر اس وقت وہ سوائے صبر کے اور کچھ نہ کر سکتا تھا۔

☆.....☆.....☆

غضنفر علی بزنس کے سلسلے میں بیرون ملک جا رہے تھے اور گل افزاء نے رو رو کر برا حال کر لیا تھا مگر انہیں مطلق پرواہ نہ تھی۔

''مت جائیں غضنفر۔'' وہ سونے کے لئے لیٹے تو گل افزاء ان کے قدموں کے قریب جا بیٹھی اور سوں سوں کرتی ہوئی بھیگے لہجے میں بولی۔

''سو جاؤ اور مجھے بھی سونے دو'' وہ روکھائی سے بولے۔

''غضنفر کیا جانا بہت ضروری ہے؟'' وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی، وہ آنکھوں پر بازو رکھے لیٹے ہوئے تھے۔

''ہوں۔'' مختصر جواب آیا۔

''پلیز مجھے چھوڑ کر مت جائیں، میرا یہاں آپ کے سوا کوئی نہیں ہے، میری طبیعت بھی تو ٹھیک نہیں ہے پلیز رک جائیں۔'' وہ

اصرار کر رہی تھی مگر غضنفر نے تو گویا اس کی بات نہ ماننے کی قسم کھا رکھی تھی، وہ اس سے مکمل طور پر بدگمان ہو چکا تھا، بس ٹور تو محض بہانہ تھا، وہ درحقیقت اس سے دور جا کر دیکھنا اور محسوس کرنا چاہتا تھا کہ کیا وہ اس کے بغیر رہ سکتا ہے یا نہیں۔

''دیکھو گل افزاء صبح چار بجے میری فلائیٹ ہے، مجھے تھوڑا سو لینے دو'' اس نے آنکھوں سے بازو ہٹائے بغیر اسے کہا، وہ قصداً اس کی جانب دیکھنے سے احتراز کر رہا تھا، کیونکہ دل اس کی حالت پر پگھل رہا تھا اور وہ فی الحال اس کے سامنے کمزور نہیں پڑنا چاہتا تھا، لہذا خود پر ضبط کیے لیٹا رہا اور وہ اس کے قدموں میں بیٹھی آنسو بہاتی رہی۔

''میں نہیں جانتی میری کس بات نے آپ کو مجھ سے بدگمان کیا ہے مگر غضنفر ایک بات یاد رکھیے گا، میں نے اپنی بے گناہی ثابت کرنے کی بہت کوشش کی مگر میں نہ کر سکی، مجھے نہیں معلوم تھا کہ کبھی خود کو آپ کے سامنے پاکیزہ ثابت کرنے کے لئے مجھے ثبوت دینے پڑیں گے، میں بغیر کی ثبوت اور گواہ کے آج آخری بار آپ کو بتا رہی ہوں میرا ظفر بھائی سے کوئی تعلق نہیں ہے، آپ میری زندگی میں آنے والے پہلے اور آخری مرد ہیں، آپ کو یقین نہیں کرنا تو نہ کریں۔'' اس نے آنسو بے دردی سے رگڑ ڈالے، ان لمحوں میں غضنفر علی ضبط کے کڑے مراحل سے گزر رہا تھا اس کے دل نے بارہا ان رویوں پر اس سے معافی مانگنے پر اکسایا تھا مگر ظفر کا خیال آتے ہی سب کچھ ذہن سے محو ہو گیا تھا، اس پل اسے یاد آیا کہ وہ اسے کتنا چاہتا تھا، کس طرح یونیورسٹی میں اس کے آگے بن پیچھے پھرتا تھا۔

''اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ کبھی آپ واپس آئیں تو مجھے اپنا منتظر پائیں، خدا کرے آپ کو میرے بغیر بہت سی خوشیاں ملیں مگر بہت سارے پچھتاؤوں کے ساتھ۔'' اس نے بری طرح روتے ہوئے کہا اور اٹھ کر اپنی جگہ پر آ کر لیٹ گئی، غضنفر علی اس کے الفاظ اور لب و لہجے پر غور کر رہا تھا، اس نے اس انداز سے تو کبھی اس سے بات نہ کی تھی۔

''کاش تم پہلے جیسی ہو جاؤ، وقت پہلے جیسا ہو جائے، ہماری محبت پہلے جیسی ہو جائے۔'' غضنفر علی کے دل نے شدت سے خواہش کی تھی، اپنی اپنی جگہ پر لیٹے وہ دونوں جاگ رہے تھے محبت بھی مشترکہ تھی اور خسارے بھی دونوں کے تھے، یہ دکھ دونوں کو جگائے ہوئے تھا۔

رات آنکھوں میں کٹی، بالآخر غضنفر علی کے جانے کا وقت آ گیا تھا، وہ تیار ہو رہا تھا، گل افزاء چپکے لیٹی ہوئی تھی مگر وہ جانتا تھا وہ سو نہیں رہی، اس کا جی چاہا ہاتھ پکڑ کر اسے جگا دے مگر خواہش کو دل میں دبا کر وہ باہر کی جانب بڑھا، دل نے اسے بری طرح سرزنش کیا، اندر ایک ہلچل اور شور مچ گیا تھا، دل کے ہاتھوں مجبور وہ مڑا تھا اور اسکے قریب آ کھڑا ہوا تھا۔

''میں جا رہا ہوں۔'' اس کی آواز پر اس نے جھٹ آنکھیں کھول دی تھیں، دل خوش فہمیوں کے سمندر میں غوطہ زن ہونے لگا تھا اس کی برستی آنکھوں سے نکلتی خاموش التجائیں غضنفر علی کے قدموں سے لپٹنے لگی تھیں۔

''آپ مجھ سے نفرت کرتے ہیں نا، میری شکل نہیں دینا چاہتے، بہت دور چلی جاؤں گی آپ سے چاہ کر بھی واپس نہ لا سکیں گے

۔''وواپنے قیمتی آنسو کسی بے مول خزانے کی طرح لٹا رہی تھی۔

''جانا ضروری ہے، جلد واپس آنے کی کوشش کروں گا۔'' کہہ کر وہ باہر نکل گئے۔

☆.....☆.....☆

دوبارہ اس کی آنکھ کھلی تو نارقلیط حسن کمرے میں موجود نہ تھا، چند ثانیے وہ خاموش لیٹی چھت کی کڑیوں کو گھورتی رہی اور بالآخر اٹھ گئی، فریش ہو کر باہر نکلی تو فارقلیط حسن سامنے لاؤنج میں نظر آ گیا۔

''گڈ مارننگ۔'' قبل اس کے وہ اسے اسلام کرتی، اس نے اس کی جانب دیکھ کر مسکراتے ہوئے بشاشت سے کہا۔ جواب میں اس نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا۔

How are you? اپنے قریب صوفے پر اس کے لئے جگہ بناتے ہوئے بغور اس کی طرف دیکھتے ہوئے استفہامیہ انداز میں پوچھنے لگا۔

''میں ٹھیک ہوں۔'' اس نے مختصر جواب دیا۔ اور اس سے کچھ فاصلے پر جا بیٹھی۔

''ناشتہ ریڈی ہے، میں تمہارا ویٹ کر رہا تھا۔'' اس نے ملازم کو آواز دی۔

''ناشتہ لگا دو بیگم صاحبہ اٹھ گئی ہیں۔'' ملازم فوراً ہی حاضر ہو گیا تھا، اس نے حکم صادر کیا ملازم سر ہلا کر واپس مڑ گیا۔

''آ جاؤ'' وہ اسے ساتھ لے کر ڈائننگ ہال میں آ گیا تھا، وہ سر جھکائے خاموشی سے ناشتہ کر رہی تھی، فارقلیط ایک ایک چیز بہت اصرار اور محبت کے ساتھ اسے پیش کر رہا تھا، مگر اس نے تھوڑا سا کھا کر ہاتھ کھینچ لیا تھا۔

''کیا ہوا؟ وہ پوچھنے لگا۔''

''بس، بھوک نہیں مزید۔۔۔'' اس نے نیپکن سے ہاتھ صاف کیے اور اٹھ کھڑی ہوئی، فارقلیط حسن اسے دیکھے گیا۔

''بیٹھ جاؤ یار تم نے ابھی کھایا ہی کیا ہے۔'' اس نے ہاتھ سے پکڑ کر اسے واپس بٹھا دیا مگر وہ دوبارہ کھڑی ہو گئی اور اندر کی جانب بڑھ گئی۔ فارقلیط حسن خاموشی سے اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔

بیڈروم میں آ کر وہ کچھ دیر تو ناسمجھی کے عالم میں روم کے وسط میں کھڑی رہی ہے جیسے کہ سمجھ نہ پا رہی ہو کہ کیا کرے، دفعتاً اس کی نظر ڈریسنگ پر پڑی، اپنی شبیہ دیکھ کر وہ حیران رہ گئی۔

''یہ میں ہوں؟'' وہ آگے بڑھی اور آئینے میں خود کو دیکھ کر اپنے آپ سے سوال کرنے لگی، اپنا آپ اسے بہت بدلا ہوا اور مختلف لگ رہا تھا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے آئینے پر ہاتھ پھیرا اور پھر خود ہی ڈر کر دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔

''کیا میں زندہ ہوں؟'' اسے بہت حیرت ہوئی تھی۔

''میں سخت جان ہوں یا بے غیرت۔'' وہ خود سے سوال کر رہی تھی دل میں پنہاں درد ایک مرتبہ پھر جاگ اٹھا تھا، آنکھوں کے گوشے بھیگنے لگے تھے، دروازہ کھول کر فارقلیط حسن اندر آیا تھا اس پر نظر پڑی تو چونک اٹھا، اس کے چہرے پر شدید زلزلے کے آثار تھے۔

''کیا ہوا عروبہ'' وہ تیزی سے اس کے قریب آیا اور اسے شانوں سے تھام کر اس کا رخ اپنی جانب موڑا، وہ خاموشی سے اسے دیکھے گئی فارقلیط حسن کو اس کی طبیعت ٹھیک معلوم نہ ہو رہی تھی۔

''آپ مجھے کیوں لائے وہاں سے؟'' اس نے اپنے شانوں سے اس کے ہاتھ ہٹائے اور اس سے دور جا کھڑی ہوئی، فارقلیط حسن حیران سا کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔

''وہ سب مجھے غلط سمجھ رہے ہوں گے مجھے جھوٹی کہہ رہے ہوں گے، یوں خاموشی سے وہاں سے آ گئی، بابا کیسے زندہ رہیں گے، اتنا بڑا صدمہ وہ نہیں سہہ سکتے'' وہ رونے لگی تھی اس کی باتیں فارقلیط حسن کو پریشان کر رہی تھیں، وہ سمجھ نہ پا رہا تھا کہ اسے کیا کہے اور کیسے تسلی دے۔

''میں تمہیں تمہارے بابا کے پاس لے جاؤں گا۔'' وہ اس کے قریب ہوتے ہوئے بولا تھا، یکا یک اس کے آنسو تھم گئے تھے، بے چین و بے قرار آنکھوں میں سکون نظر آنے لگا تھا۔

''کب؟''

''جب تم کہو۔'' اس نے دوستانہ انداز سے دھیمے پن سے مسکراتے ہوئے کہا وہ چند ثانیے بے یقینی سے اسے دیکھے گئی جیسے اسے یقین نہ آ رہا ہو کہ واقعی اس نے وہ کہا ہے جو وہ سن رہی ہے۔

''ابھی چلیں؟''

''چلو'' وہ فوراً جانے کے لئے تیار ہو گیا۔

''تم چینج کر لو۔'' وہ آگے بڑھا۔

''میں تیار ہوں، بس آپ چلیں۔'' اس سے انتظار کرنا دوبھر ہو گیا تھا، فارقلیط حسن اس کی ذہنی کیفیت کو سمجھ رہا تھا، سو فوراً مان گیا مگر یہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ ان کا وہاں کیسا استقبال ہو گا۔

☆.....☆.....☆

امی کو گھر لے کر آنے کے بعد فروا ہر وقت ان کے پاس رہتی تھی، اس کے دل میں ایک خوف بیٹھ گیا تھا، امی کو کھو دینے کا خوف، وہ ٹھیک سے سو نہ پاتی تھی، بار بار اٹھ کر انہیں دیکھتی، ان کی نبض چیک کرتی ان کے منہ کے قریب کان کر کے ان کی سانسوں کو محسوس کرتی۔

اس وقت بھی ابھی سو رہی تھیں اور وہ ان کے پاس بیٹھی تھی، مصعب اس کی گود میں تھا، وہ اپنی چھوٹی چھوٹی باتوں سے رونق لگائے رکھتا تھا۔

باہر گاڑی کے رکنے کی آواز آئی تھی اور کچھ ہی دیر میں موسیٰ علی وہاں آ گیا تھا۔

''السلام علیکم!'' اس نے سلام کیا تھا اور فروا نے اس کی جانب دیکھے بناء ہی جواب دے دیا تھا، مصعب اس کے پاس جانے کے لئے بے چین ہونے لگا تھا۔

''آ جاؤ میرا بیٹا۔'' موسیٰ علی نے اسے فروا کی گود سے اٹھا لیا تھا، وہ باپ کے پاس جا کر کلکاریاں مارنے لگا تھا تو جیسے وہاں یکدم زندگی رقص کرنے لگی تھی، ان دونوں کو بھی زندگی کا احساس ہونے لگا تھا، اس نے دوائیوں کا شاپر ٹیبل پر رکھ دیا۔

''کیسی طبعیت ہے آنٹی کی؟'' وہ جانے کے لئے مڑا تو سرسری انداز میں پوچھنے لگا۔

''بہتر ہیں ماشاءاللہ۔'' اس نے دوائیوں کا شاپر اٹھایا اور کھول کر دیکھنے لگی۔

''سب دوائیوں کے اوپر کھانے کی ٹائمنگ لکھی ہوئی ہے، پروپر ٹائم پر میڈیسن دینا انہیں۔'' وہ باہر کی جانب چل پڑا، فروا نے ایک نظر سوئی ہوئی ماں پر ڈالی اور اٹھ کر موسیٰ علی کے پیچھے آ گئی۔

''سنیں۔'' اس نے پکارا موسیٰ علی رک گیا اور اس کی طرف دیکھنے لگا۔

''مجھے کچھ بات کرنی ہے آپ سے۔'' وہ اس کے قریب آتی ہوئی بولی۔

''کہو۔'' وہ فروا کو بغور دیکھتے ہوئے بولا وہ کچھ الجھی الجھی سی تھی، سر جھکائے وہ انگلیاں مروڑ رہی تھی۔

''میڈ مین کتنے کی آئی ہے؟'' وہ ہنوز اضطرابی انداز سے انگلیاں مروڑ رہی تھی، موسیٰ علی سمجھ نہ پایا کہ آیا وہ یہی بات کرنے آئی تھی یا کچھ اور۔۔۔

''جتنے کی بھی آئی ہو، آپ فکر مت کریں۔'' وہ گہری سنجیدگی سے بولا تھا۔

''اب اصل بات بتائیں، جو کہنے کے لئے آپ آئی ہے۔'' وہ اس کی چالاکی اور سمجھداری پر سخت حیران تھی، چند ثانیے حیرت سے اسے دیکھتی رہی اور بات کرنے کے لئے ہمت مجتمع کرتی رہی مگر زبان نے ساتھ چھوڑ دیا۔

''وہ مجھے یہ کہنا تھا کہ۔۔۔'' اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گئی، مزید اس سے کچھ نہ بولا گیا موسیٰ علی خاموش کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔

''امی بیمار رہتی ہیں، میں انہیں اکیلا نہیں چھوڑ سکتی، آپ کبھی بھی مجھے امی سے دور یا الگ ہونے کے لئے نہیں کہیں گے۔'' بدقت تمام اس نے اپنی بات مکمل کی تھی، دل میں ڈر بھی رہی تھی اور کچھ شرم اور جھجک بھی آڑے آ رہی تھی، کچھ دیر ان کے درمیان خاموشی رہی، جیسے موسیٰ علی اس کے الفاظ پر غور کر رہا تھا، پھر

ایک گہری سانس فضا کے سپرد کرتے ہوئے گویا ہوا۔

''میں ایسا کیوں کہوں گا آپ میرے بیٹے کا خیال رکھتی ہیں تو میرا بھی فرض بنتا ہے کہ آپ کی مدد کا خیال رکھوں، میں ان کو کبھی بھی یہاں سے جانے کے لئے نہیں کہوں گا، آپ ہر طرح کے وہم دل سے نکال دیں اور اگر آپ کا دل اس رشتے کے لئے تیار نہیں ہے تو کوئی زبردستی نہیں ہے، میں آنٹی سے انکار کر دیتا ہوں، آپ کا نام نہیں آئے گا۔'' اس نے تفصیل سے جواب دیا اور فروا کے سینے پر بڑا بہت بھاری بوجھ ہٹ گیا تھا۔ وہ دل سے اس بات کو سوچ سوچ کر اتنا پریشان تھی، مگر موسیٰ علی نے اس کی ٹینشن لمحوں میں ختم کر دی، اس نے ممنونیت سے اس کی طرف دیکھا۔

''تھینک یو۔'' وہ جانے لگی تھی۔

''میں صرف یہی چاہتی تھی اس کے علاوہ میں نے کچھ نہیں کہا۔'' وہ واپس مڑی اور وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتی ہوئی اس سے دور ہوتی چلی گئی، موسیٰ علی کچھ دیر کھڑا اسے دیکھتا رہا پھر اندر کی جانب بڑھ گیا۔

☆.....☆.....☆

''ماما!'' صوفیہ لاؤنج میں کچھ پریشان سی بیٹھی تھی، علیشہ ان کے پاس آئی اور سر ان کی گود میں رکھ کر لیٹ گیا۔

''ہوں۔۔'' وہ گہری سوچ میں تھیں۔

''عدیل کب لائے اپنے پیرنٹس کو؟'' اس نے سوال کیا۔

''علیشہ۔'' انہوں نے متاسف نظروں سے بیٹی کو دیکھا تھا انہیں اس کی دماغی حالت پر شبہ ہوا۔

''گھر میں اتنا بڑا حادثہ ہو گیا ہے تمہارے پاپا پریشان ہیں، نویلہ کا موڈ عیسیٰ کے جانے کی وجہ سے بہت آف ہے، ایسے وقت میں مجھے تم سے اس بات کی توقع نہ تھی۔'' وہ برا مانتے ہوئے خفگی سے بولیں۔

''کم آن ماما۔'' وہ ذرا بھی شرمندہ نہ ہوئی اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''سب کچھ آپ کے پلان کے مطابق ہوا ہے کچھ بھی انہونی یا انوکھی بات تو نہیں ہوئی، آپ کو پتا تھا اس کا یہی Reaction ہوگا، پھر آپ اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہیں۔'' اس نے ان کی ناراضی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے سیدھے الفاظ میں انہیں سنا دیا کہ جو بھی ہوا ان کی مرضی اور پلان کے مطابق ہوا ہے، اب اس پریشانی اور عدیل کو اگنور کرنے کا کیا مطلب ہے۔

''آہستہ بولو، تمہارے بابا کے آنے کا وقت ہو رہا ہے۔'' انہوں نے گھبرا کر لاؤنج کے کھلے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے علیشہ کو کہا۔

''میں پریشان اس لئے ہوں کہ تمہارے پاپا کو سنبھالنا ایک مرتبہ پھر بہت مشکل ہو گیا ہے۔ بالکل ویسے ہی جیسے انیس سال

پہلے۔۔۔'' اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گئیں، جبکہ علیشہ ان کے پریشان چہرے کو دیکھنے لگی اور پھر کچھ مسکرا کر شرارت سے گویا ہوئی۔

''عروبہ کی ماما کو بھی آپ نے ایسے ہی نکالا تھا گھر سے؟'' اس کے سوال نے انہیں جز بز کر دیا تھا، وہ کچھ نہ بولیں اور خاموشی سے اس کی طرف دیکھنے لگیں۔

''ویسے پلان آپ کامیاب بناتی ہیں۔'' اب کی بار وہ کھل کر ہنسی تھی جبکہ وہ اب بھی لب بھینچے بیٹھی تھیں۔

''عدیل سے کہو کسی دن مجھ سے آ کر لے پھر میں اسے بتاؤں گی کب لے کر آئے پیرنٹس کو۔'' وہ وہاں سے اٹھتے ہوئے بولیں، علیشہ کا چہرہ جگمگانے لگا تھا، وہ بالکل اپنی ماں پر گئی تھی۔ ان ہی کی طرح خود غرض بے حس اور خود پسند اسے کوئی پرواہ نہ تھی کہ گھر میں کیا ہو رہا ہے۔

☆.....☆.....☆

عیسیٰ احمد کی ماما ہاسپٹل سے ڈسچارج ہو گئی تھیں، وہ انہیں لے کر ماموں کے گھر آ گیا تھا۔ اس نے ماما کو مختصراً ساری صورتحال بتا دی تھی۔ کیوں کہ وہ مسلسل بہن کی طرف جانے کی ضد کر رہی تھیں، مگر عیسیٰ احمد اب اس گھر میں قدم بھی نہ رکھنا چاہتا تھا۔

''میرے خدا'' وہ چکرا کر گئیں۔

''ایسے کیسے کر سکتی ہے صوفیہ۔۔'' وہ ابھی تک بے یقین تھیں، انہیں بہن سے ایسی امید تو نہ تھی، اتنا گھٹیا پلان عروبہ کو گھر سے نکالنے کے لئے اور پھر یہ بات انہیں مزید اپ سیٹ کر رہی تھی کہ اس مقصد کے لئے پورے خاندان کو چھوڑ کر اس نے ان کے بیٹے کو ہی کیوں منتخب کیا۔

''تم فکر مت کرو میرے بچے میں تمہاری شادی میں عروبہ سے ہی کرواؤں گی، میں خود غضنفر بھائی سے بات کروں گی۔'' انہوں نے بیٹے کے اداس چہرے پر نگاہ ڈالی تو دل کٹ کر رہ گیا، کتنا اداس اور دکھی دکھائی دے رہا تھا، وہ تو اتنا خاموش اور سنجیدہ کبھی نہ ہوا تھا، جیسے اب ہو گیا تھا۔

''میری شادی عروبہ سے نہیں ہو سکتی ماما۔'' وہ نگاہیں جھکا کر گہری سنجیدگی سے بولا۔

''ایسا مت سوچو، اتنا مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے، میں ہوں نا۔'' انہوں نے اسے تسلی دی۔

''عروبہ کی شادی کر چکے ہیں وہ لوگ اس کے انکشاف نے انہیں بری طرح ہلا کر رکھ دیا۔

''کب؟ اتنی جلدی کیسے؟'' وہ بے یقین تھیں۔

''یہی تو پلاننگ تھی آپ کی بہن کی، اسے جلد از جلد گھر سے نکالنے کی مجھ سے دور کرنے کی اور قسمت نے بھی ہم دونوں کا ساتھ نہ دیا عین اس وقت جب اسے سب سے زیادہ میری ضرورت تھی، میں اسے تنہا چھوڑ کر آ گیا، اس کا کردار سارے خاندان کے سامنے ایک سوالیہ نشان بن کر کھڑا تھا اور میں نے وہاں سے خاموشی سے نکل کر اس سوالیہ نشان کو فل سٹاپ بنا دیا، سب کو یہ یقین دلا دیا کہ ہاں وہ غلط

ہے سب نے جو دیکھا وہ صحیح ہے اور اب رنگے ہاتھوں پکڑے جانے کے بعد میں فرار ہو گیا ہوں، حالانکہ ماما۔۔۔'' وہ دکھ سے نڈھال تھا بہت سے پچھتاوے تھے جو اسے چین نہ لینے دے رہے تھے، مگر وقت کسی سفاک قاتل کی طرح ان کی خوشیوں کا گلا گھونٹ کر فرار ہو چکا تھا اور وہ تنہا کھڑا بے بسی سے ہاتھ مل رہا تھا، وہ چاہ کر بھی کچھ نہ کر سکتا تھا۔

''عین اس لمحے مجھے فون پر آپ کے ایکسیڈنٹ کی خبر ملی، جلدی میں فون بھی نا اٹھا سکا جو میرے ہاتھ سے چھوٹ کر گرا تھا، پھر ہاسپٹل جانے کے بعد میں سب کچھ بھول گیا، جب تک آپ کی حالت نہ سنبھلی مجھے کچھ ہوش نہ تھا۔'' وہ خاموشی سے اس کی باتیں سن رہی تھیں، اکلوتا پیارا بیٹا اتنے بڑے حادثے سے گزر گیا اور انہیں ایسا لگتا تھا کہ کچھ قصور تو ان کا بھی ہے، اگر وہ ہاسپٹل نہ ہوتیں تو حالات قدرے مختلف ہوتے۔

''وہ بہت اکیلی اور دکھی لڑکی تھی ماما، میں تو اس کے دکھ کم یا شاید ختم کرنا چاہتا تھا مگر مجھے علم نہ تھا میری ذات ہی اس کے لئے ذلت اور رسوائی کا سبب بنے گی۔'' وہ ہر بات کے لئے خود کو قصوروار ٹھہرا رہا تھا، اس کا پچھتاوا کسی طور پر کم نہ ہو رہا تھا۔

''اسے تو محبت پر یقین ہی نہ تھا، میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ محبت پر اس کا اعتماد اسے لوٹاؤں گا، اسے محبت سے محبت کرنا سکھاؤں گا مگر ماما میری وجہ سے اس کا رشتوں سے بھی اعتبار اٹھ گیا ہوگا، وہ تو سمجھتی ہوگی کہ میں نے اسے دھوکہ دیا ہے۔ شاید میں بھی اس کی سوتیلی ماں کے پلان میں شامل تھا۔'' ان کی گود میں سر رکھے وہ چھوٹے بچوں کی طرح تڑپ اور سسک رہا تھا۔ وہ محبت سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھیں۔

''میں اس سے ہوں گی، اسے ساری بات بتائیں گی، وہ سمجھ جائے گی۔'' انہوں نے تسلی دی۔

''وہ مجھ سے نفرت کرنے لگی ہوگی ماما، وہ اب مجھ سے متعلق کوئی بات نہیں مانے گی، میرا نام بھی نہیں سنے گی۔'' وہ مکمل مایوس تھا۔

''اگر اس کے دل میں تمہارے لئے محبت ہوئی تو ضرور سنے گی، اس طرح خود کو ہلکان مت کرو۔

''میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا ماما۔۔'' وہ اونچا لمبا نوجوان رو رہا تھا، اس بری طرح سے ٹوٹ کر بکھرا تھا کہ اس کی ماں سے بھی اسے سنبھالنا مشکل ہو گیا تھا، انہیں صوفیہ سے شدید نفرت محسوس ہوئی تھی، انہوں نے دل میں ٹھان لیا کہ وہ اسے ہرگز معاف نہ کریں گی۔

''کوئی کسی کے بغیر نہیں مرتا عیسیٰ، جینا پڑتا ہے، ہمت کرنی پڑتی ہے اور تم بھی ہمت سے کام لو اٹھو میں کھانا منگواتی ہوں، یوں خود کو برباد کر کے مجھے تکلیف مت دو۔'' اس کا یہ بکھرا انداز اور ٹوٹا لہجہ انہیں ڈسٹرب کر رہا تھا۔

''کسی کے بغیر مرنا کب مشکل ہے ماما لمحوں میں بات ختم، میں تو جینے کی بات کر رہا ہوں اور وہ بہت مشکل ہے کسی بہت اپنے کو کھو کر زندہ رہنا ناممکن لگتا ہے اور مجھے عروبہ کے بغیر رہنا ناممکن سا لگ رہا ہے، پتا نہیں کہاں ہوگی، اس کا شوہر کیسا ہوگا، اس کے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہوگا۔'' طرح طرح کے وسوسے اس کے اندر سر اٹھا رہے تھے، ماما نے کھانا منگوا لیا تھا اور اپنے ہاتھ سے اسے کھلا رہی تھیں مگر ہر

نوالہ حلق میں اٹک رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

فارقلیط حسن خاموشی سے ڈرائیو کر رہا تھا کبھی کبھار نظریں گھما کر اس کی طرف بھی دیکھ لیتا تھا، وہ کسی گہری سوچ میں تھی، یا شاید اس وقت ماحول سے مکمل طور پر کٹی ہوئی تھی۔

''میں بابا کو بتاؤں گی میرا کسی بات میں کوئی قصور نہیں ہے میں نے کچھ بھی غلط نہیں کیا۔ وہ میرا یقین کر لیں گے۔'' وہ دل ہی دل میں خود کو تیار کر رہی تھی کہ کیسے ان سے بات کرنی ہے۔ وہ ہمیشہ ان سے دور رہی تھی پاس رہ کر بھی کبھی وہ انڈر سٹینڈنگ ڈویلپ نہ ہوئی تھی جو علیشہ اور نویلہ کی ان سے تھی۔

''میں آج بابا کو یہ بھی بتا دوں گی کہ میں ان سے بہت محبت کرتی ہوں، مجھے ان کی عزت بہت عزیز ہے، میں اس پر کبھی حرف نہیں آنے دے سکتی۔'' اس نے آج بابا سے وہ بات کرنے کا بھی فیصلہ کر لیا تھا جو وہ کبھی نہ کہہ سکی تھی، اسے اپنی بھی کچھ غلطیاں یاد آ رہی تھیں، افسوس ہو رہا تھا کہ وہ علیشہ اور نویلہ کی طرح بابا سے فرینک کیوں نہ ہو سکی، وہ ان کی طرح ان سے ہر بات کیوں نہیں کرتی، آج اسے احساس ہوا کہ اگر وہ ان سے فرینک ہوتی، ہر بات کرتی تو یقیناً بابا کو اندازہ ہوتا کہ وہ کبھی ایسا نہیں کر سکتی۔

''اترو عروبہ'' گاڑی رکی، ساتھ ہی فارقلیط حسن نے اسے پکارا، وہ خیالوں کی دنیا سے پلٹی، سامنے بابا کا گھر تھا، اس کا گھر، جہاں اس نے زندگی کے انیس سال گزارے تھے، جس کے کونے کونے سے اسے پیار تھا، جس کے افراد سے اسے بے پناہ محبت تھی۔

''عروبہ آؤ نیچے۔'' فارقلیط حسن نیچے اترا اور دوسری طرف سے آ کر اس کی سائیڈ والا دروازہ کھولا، وہ اس کی سمت دیکھتی رہی اور پھر گاڑی سے نیچے اتر گئی، ڈور بیل بجاتے ہی دروازہ کھلا تھا۔

''ہمیں غضنفر صاحب سے ملنا ہے۔'' فارقلیط حسن نے چوکیدار سے کہا، وہ دونوں آگے بڑھنے لگے تھے، کہ چوکیدار ان کے راستے میں آ گیا۔

''آپ لوگ آگے نہیں جا سکتے۔'' اس کی بات پر وہ دونوں چونکے تھے، فارقلیط حسن نے عروبہ کے زرد پڑتے چہرے کو دیکھ کر اس کا ہاتھ پکڑا اور آگے بڑھنے لگا۔

''تم کون ہوتے ہو ہمیں روکنے والے یہ عروبہ کا گھر ہے، جب چاہے یہاں آئے۔'' وہ دو قدم چلے ہوں گے کہ چوکیدار پھر سے ان کے راستے میں آ کھڑا ہوا۔

''دیکھیں صاحب، بیگم صاحبہ کا حکم ہے آپ لوگ کیوں میری نوکری کے پیچھے پڑے ہیں۔'' وہ تیزی سے انٹر کام کی طرف بڑھا اور اندر اطلاع کر دی، صوفیہ اڑتی ہوئی وہاں پہنچ گئیں عروبہ کو سامنے دیکھ کر ان کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

''بہت ڈھیٹ اور بے غیرت ہو تم۔۔'' اس سے پہلے کہ وہ دونوں کچھ کہتے، انہوں نے گوہر افشانی شروع کر دی، عروبہ نے سہم کر فارقلیط حسن کی طرف دیکھا۔

''آپ سے نہیں اپنے بابا سے ملنے آئی ہے اور اس لیے آپ اسے روک نہیں سکتیں۔'' فارقلیط حسن ان کے غصے سے ذرا مرعوب نہ ہوا۔

''اس کا باپ اس کی شکل تک نہیں دیکھنا چاہتا، اس کو سمجھاؤ یہ بات۔۔'' وہ نفرت سے پھنکاریں۔

''آپ ہٹ جائیں ہمارے راستے سے۔'' وہ اسے لے کر آگے بڑھا۔

''دیکھو، وہ ابھی آفس سے نہیں آئے، میں نے بہت مشکل سے سمجھا بجھا کر انہیں بھیجا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ تھکے ہارے گھر آئیں اور سامنے اسے دیکھ کر ان کا موڈ آف ہو جائے۔'' انہیں پریشانی تھی کہ کہیں غضنفر واپس نہ آ جائیں اور عروبہ کو سامنے دیکھ کر پدرانہ محبت اور شفقت جاگ اٹھے۔ پھر فارقلیط حسن بھی انہیں بہت چالاک لگتا تھا، اس لئے وہ ہرگز نہ چاہتی تھیں کہ وہ دونوں ان سے ملیں۔

''آپ کیا چاہتی ہیں، کیا نہیں، اس سے ہمیں کوئی concern نہیں ہے، ہم ان کا انتظار کر لیں گے، آپ بے فکر رہیں۔'' وہ عروبہ لو لے کر آگے بڑھا تھا، گھبراہٹ کے عالم میں وہ بھی پیچھے آئیں، دونوں جا کر لاؤنج میں بیٹھ گئے تھے۔

''دیکھو تم دونوں یہاں سے چلے جاؤ اسی میں اس کی عافیت ہے۔'' انہیں شاید گھبراہٹ ہو رہی تھی کہ اگر اچانک غضنفر واپس آ گئے تو نا جانے کیا ہوگا۔

''عروبہ شاید آپ کی ذہنیت سے واقف نہ ہو مگر میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں آپ کے منصوبے کو، آپ بے فکر ہو جائیں آج غضنفر انکل، سے ملے بغیر ہم نہیں جائیں گے۔'' اس نے صوفے پر پڑا میگزین اٹھا لیا اور دیکھنے لگا۔

''آپ کا داماد پہلی مرتبہ گھر آیا ہے، کوئی خاطر مدارات کریں۔'' اس نے طنز سے کہا تھا ہاتھ مسلتی ہوئی وہ واپس مڑ گئی تھیں۔

☆.....☆.....☆

''اللہ نے تمہیں جڑواں بیٹیاں دی ہیں۔'' غضنفر علی کے لئے یہ خبر خزاں میں بہار کی نوید بن کر آئی تھی، وہ لیٹے ہوئے تھے، پاکستان سے فون آیا تھا اور ان کی ماں نے بتایا تھا، اس خبر کو سنتے ہی ان کا جی چاہ رہا تھا ابھی اڑ کر گھر پہنچ جائیں، ابھی بیٹیوں کو گود میں اٹھا کر خوب ڈھیر سارا پیار کریں۔

''گل افزا ٹھیک ہے؟'' بے اختیاری میں اس کے منہ سے نکلا تھا اپنی اس کیفیت پر وہ خود حیران ہوا تھا، بیٹیوں نے دنیا میں آتے ہی ان کے دل میں ماں کے لئے نرم گوشہ پیدا کر دیا تھا۔ اسے گل افزاء کی بھی فکر ہونے لگی تھی بار بار فون کرتا کبھی بچیوں کے متعلق پوچھتا تو کبھی گل افزاء کے متعلق۔۔

''کل سے وہ گل افزاء کے نمبر پر کال کر رہا تھا، اس کا نمبر بند جا رہا ہے، ذرا بات کروا دیں۔'' تمام ناراضگی بدگمانی، گلے اور شکوے ختم ہو گئے تھے، وہ اس سے بات کرنے کے لئے بے چین ہو رہا تھا، دل میں سوئی اس کی محبت پھر سے جاگ اٹھی تھی۔

''اسے مبارک دوں گا اور پھر معافی مانگوں گا اپنے رویے کی کتنا برا سلوک کرتا رہا ہوں میں اس کے ساتھ۔'' اسے اپنی زیادتیاں یاد آ رہی تھیں اپنے رویے پر افسوس ہو رہا تھا۔

''وہ تم سے بات نہیں کرنا چاہتی۔'' ماں نے بتایا تو اس کا دل بہت دکھا مگر وہ خاموش رہ گیا، اس نے فون بند کر دیا۔

''ٹھیک کیا تم نے، میں یہی سلوک Deserve کرتا ہوں، بہت رلایا ہے میں نے تمہیں اتنا تو ناراض ہونا بنتا ہے تمہارا۔'' وہ سونے کے لئے لیٹا تو آنکھوں کے سامنے بار بار اس کا رویا ہوا اور اداس چہرہ آ جاتا۔

''دو ہفتوں کا کام ایک ہی ہفتے میں نمٹا کر وہ پاکستان آ گیا تھا، اس کے ہونٹوں پر دلفریب مسکراہٹ تھی ٹیکسی گھر کی جانب رواں دواں تھی، اس نے کسی کو بھی اپنی آمد کی اطلاع نہیں دی تھی، وہ سب کو اور خاص طور پر گل افزاء کو سرپرائز دینا چاہتا تھا۔

گھر میں داخل ہوا تو غیر معمولی خاموشی کا راج تھا، وہ لاؤنج میں آیا، وہاں کوئی نہ تھا، وہاں سے وہ سیدھا اپنے بیڈروم میں گیا۔

''گل افزاء۔'' اور اسے آوازیں دینے لگا نہ ہی اس کی بیٹیاں وہاں تھیں اور نہ گل افزاء، وہ وہاں سے اپنی ماں کے کمرے میں آ گیا جہاں صوفیہ گود میں بچی کو لے بیٹھی تھی۔

''السلام علیکم'' اس نے آگے بڑھ کر ننھی گڑیا کو گود میں اٹھا لیا۔

''گل افزاء کدھر ہے اور دوسری گڑیا۔'' اس نے بچی کے گال پر پیار کیا، وہ ذرا سا کسمسائی غضنفر علی کو اس پر بے تحاشا پیار آیا تھا۔

''دیکھو غضنفر جو بات میں بتانے لگی ہوں اس کو حوصلے سے سننا۔'' ماں جی نے تمہید باندھی تو غضنفر علی کے اردگرد خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگی تھیں، ان کے بتائے بغیر بھی دل جیسے سب کچھ سمجھ گیا تھا، وہ جان گیا تھا کہ وہ سب کچھ کھو چکا ہے۔

''وہ چلی گئی ہے کہتی تھی کہ وہ اب غضنفر کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی، آئے تو بتا دینا ساتھ یہ بھی کہا۔'' وہ انہیں بولنے سے روکنا چاہتا تھا اسے ایسا محسوس ہوا جیسے برسوں سے خلا میں معلق اس کا وجود ایک دم سے پاتال میں گرنے لگا تھا اسے خود کو سنبھالنا ناممکن سا لگ رہا تھا، ماں جی اس کے دل کی حالت سے بے نیاز بولے جا رہی تھیں۔

''دوسری بری خبر یہ ہے کہ۔۔۔'' وہ لحظہ بھر کو رکیں غضنفر علی نے خالی الذہنی کی کیفیت میں ان کی طرف دیکھا تھا، وہ سوچ رہا تھا اس سے زیادہ بری خبر اور کیا ہو سکتی ہے مگر وہ کچھ نہ کہہ سکا۔

''تمہاری ایک بچی پیدائش کے تھوڑی دیر بعد ہی اس دنیا سے چل بسی۔'' غضنفر علی نے چونکتے ہوئے ماں کی طرف دیکھا تھا، وہ بالکل بھی محسوس نہ کر سکا کہ وہ کیسے سپاٹ انداز میں اسے اس کی بیٹی کی موت کی خبر دے

رہی ہیں۔کوئی دکھ یا گل افزاء کے جانے کا ملال کہیں دکھائی نہ دیتا تھا،اس کے اندر کئی سوال مچل رہے تھے مگر زبان گنگ تھی۔

''تمہیں اس لیے خبر نہ کی کہ پردیس میں پریشان ہو گے،کیا فائدہ ہو گا تمہیں یہ سب کچھ بتانے کا۔'' کس آسانی سے انہوں نے اسے بے وقوف بنایا تھا اور وہ بن گیا تھا،صوفیہ اس دوران بہت فاتحانہ انداز سے ان کی طرف دیکھتی رہی تھیں۔

اس کا دل یقین نہ کرتا تھا کہ گل افزاء اسے چھوڑ گئی ہے۔

''ضروری نہیں جب آپ واپس آئیں تو مجھے اپنا منتظر پائیں۔'' وہ اپنے بیڈ روم میں آ گیا،اس کی بیٹی کو صوفیہ سنبھال رہی تھی اس کو اپنا ہوش نہ تھا،اسے ایک گہری اور مسلسل چپ لگ گئی تھی،جلد ہی بڑوں نے مشترکہ فیصلہ کر کے اس کی صوفیہ سے شادی کروا دی تھی، وہ خاموش رہنے لگا تھا،کسی بھی معاملے میں اس نے بولنا چھوڑ دیا تھا۔

بس اس نے صوفیہ سے یہ درخواست کی تھی کہ عروبہ کو کبھی بھی یہ نہ بتائے کہ اس کی ماں کیسی تھی،بلکہ بڑے ہونے پر اسے یہ کہا جائے کہ اس کی ماں مر گئی تھی۔

''اف میں اتنا بے وقوف تھا،اتنا سب کچھ ہو گیا میرے ساتھ اور مجھے خبر نہ ہوئی،یہ سب کرنے والا کوئی اور نہیں میری سگی ماں تھی۔'' وہ حال کی دنیا میں لوٹ آئے تھے اور بے یقین سے بیٹھے تھے۔

☆.....☆.....☆

فروا کے ماموں پاکستان آ گئے تھے فروا ان سے ملنا چاہتی تھی مگر وہ امی کو مزید کوئی دکھ اٹھاتے نہیں دیکھ سکتی تھی،اس لئے خاموش رہی،وہ ان کے دکھوں کا ذمہ دار اپنے باپ کے علاوہ ماموں کو بھی سمجھتی تھی،اسے وہ بھی بہت خود غرض لگتے تھے،امی اس وقت ماموں کے پاس بیٹھی باتیں کر رہی تھیں،وہ کچن میں تھی۔

''دیکھو ساجدہ وہ شخص تمہاری چوائس تھا ہمیں تو وہ پہلے ہی دن اچھا نہ لگا تھا تمہاری ضد کے آگے ہار مانی تمہیں ہم نے اسی دن بتا دیا تھا کہ ہم اس کے معاملے میں کچھ نہیں کر سکتے جب اس نے تمہیں گھر سے نکالا تھا۔'' وہ کس قدر سفاکی سے بول رہے تھے کمرے کے باہر کھڑی فروا کا جی چاہا تمام ادب اور لحاظ کو بھلا کر اندر جائے اور ماموں کو کھری کھری سنا ڈالے۔

''بھائی جان میں نے انیس سال پہلے اسی طرح آپ کی منت کی تھی اسے ان ظالموں سے لینے کے لئے،آپ لوگوں نے میری ایک نہ مانی،پتا نہیں میری بچی نے کیسے اتنے سال ان لوگوں کے ظلم برداشت کیے ہوں گے،خدا کے واسطے آپ اب میری بیٹی کو ان دکھوں سے بچا لیں جو میں نے اٹھائے،جنہوں نے میری زندگی برباد کر دی،یہ دیکھیں میں ہاتھ جوڑ رہی ہوں۔'' وہ باقاعدہ ہاتھ جوڑ کر منت کرتے ہوئے رو دی تھیں،فروا مزید برداشت نہ کر سکی اور اندر چلی گئی،چائے اس نے سینٹرل ٹیبل پر رکھ دی اور امی کے پاس جا بیٹھی۔

''مت روئیں امی،آپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی،ڈاکٹر نے منع کیا ہے ٹینشن لینے سے۔'' اس نے ماموں کو مخاطب کرنے یا

ان سے کوئی بھی بات کرنے سے پرہیز کیا، اسے ان سے شدید نفرت محسوس ہو رہی تھی، جی چاہ رہا تھا ان سے کہے وہاں سے چلے جائیں۔

''میری بیٹی کی پوری زندگی خراب ہوگئی میری طبیعت خراب ہونے سے کیا ہوگا۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھیں۔

''تم شروع سے بہت ضدی ہو ساجدہ کسی کی نہیں سنتی مانتی، تمہاری اسی ضد نے تمہیں اس نہج پر پہنچایا ہے اور تم نے ابھی بھی کچھ نہیں سیکھا بات کو سمجھنے کی کوشش کرو وہ اس شخص کی بیٹی ہے وہ ہماری کوئی بات نہیں سنے گا، اس لئے کوئی فائدہ نہیں ہے۔'' دروازہ ناک ہوا تھا اور موسیٰ علی اندر آیا تھا، اس نے سیاہ رنگ کا کرتا شلوار پہن رکھا تھا، شانوں پر سیاہ شال تھی، اسے اچانک سامنے دیکھ کر ساجدہ نے جلدی سے چہرہ دوپٹے سے صاف کیا تھا۔

''السلام علیکم!'' اس نے سلام کیا۔

''یہ موسیٰ علی ہے بھائی جان۔'' ماموں استفہامیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے، انہوں نے تعارف کروایا وہ اٹھ کر اس سے ملنے لگے۔

''اوہ کیسے ہو برخوردار؟'' وہ اس سے خوشدلی سے پوچھ رہے تھے، فروا اٹھ کر باہر چلی گئی تھی، اسے اس وقت ماموں بہت برے اور ظالم لگے تھے۔

''امی آپ کتنی بدقسمت ہیں، ہمیشہ آپ کو مطلبی اور سفاک لوگ ملے جن سے خون کا رشتہ تھا انہوں نے بھی آپ کو ہمیشہ دکھ دیے اور جس سے دل کا رشتہ جوڑا تھا اس نے تو آپ کو ہمیشہ کے لئے دکھوں، رسوائیوں اور تنہائیوں کی اندھی غار میں دھکیل دیا، جس میں سے چاہ کر بھی آپ نہ نکل سکیں، ماموں مجھے آپ سے نفرت ہے مجھے ہر اس شخص سے نفرت ہے جس نے میری ماں کو تکلیف پہنچائی۔'' وہ کچن میں آ گئی تھی شیلف کو ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے مسلسل آنسو بہا رہی تھی امی کے دکھ اسے چین نہ لینے دے رہے تھے۔

موسیٰ علی نے اسی گلا کھنکار کر متوجہ کیا تو اس نے جھٹ آنکھیں کھول دیں اور موسیٰ علی سے نظریں ملتے ہی تیزی سے آنسو پونچھنے لگی۔

''معصب گھر پر اکیلا ہے اگر آپ فری ہیں تو اس کے پاس چلی جائیں۔'' اس کے آنسوؤں کو نظر انداز کر کے وہ اسے کہہ رہا تھا۔

''جی۔'' وہ نگاہیں جھکا کر باہر کی جانب بڑھ گئی، سر جھٹک کر موسیٰ علی واپس اندر چلا گیا جہاں ماموں اور ساجدہ آنٹی نے اس سے کچھ ضروری باتیں کرنی تھیں۔

☆.....☆.....☆

فارقلیط حسن اور عروبہ غضنفر علی مایوس ہو کر رات کو وہاں سے اٹھ گئے تھے عروبہ کا دل یہ ماننے سے انکاری تھا کہ اس کے بابا اس سے نفرت کرتے ہیں، ساری زندگی اسے ایسا کبھی محسوس نہ ہوا تھا، مگر گھڑی کی ٹک ٹک کرتی سوئیاں اسے احساس دلا رہی تھیں کہ اس کے ہاتھوں سے بہت قیمتی چیز نکل چکی ہے۔ اس کے بابا کی محبت اور ان کا اس پر اعتبار۔

''تمہیں ساری رات بیٹھنا ہے تو شوق سے بیٹھو، مگر غضنفر کا کہنا ہے جب تک تم لوگ یہاں سے چلے نہیں جاتے، وہ گھر میں نہیں آئیں گے۔'' ان کے بار بار کالز کرنے پر بھی غضنفر علی نے کال رسیو نہ کی تھی، فی الحال تو وہ دل میں شکر ادا کر رہی تھیں کہ وہ گھر نہیں آئے۔

''جا رہے ہیں، مگر پھر آئیں گے۔'' فارقلیط حسن نے اس کا ہاتھ پکڑا اور باہر کی جانب بڑھا

''عروبہ تمہیں ذرا بھی شرم ہو تو مزید اپنے باپ کو دکھ نہ دو اور دوبارہ یہاں نہ آنا پتا نہیں کس مٹی کی بنی ہو تم۔'' وہ ہر لڑکی کی طرح باپ سے بہت محبت کرتی تھی، اتنی شدید اور گہری محبت کہ ان کی ناانصافی، اگنور کیا جانا، علیشہ اور نویلہ کو اس سے زیادہ اہمیت دینا خاموشی اور صبر سے برداشت کر لیا تھا، وہ کبھی بھی باپ سے اور اس گھر سے دور نا جانا چاہتی تھیں مگر اسے جانا پڑا تھا اور جانا بھی اچانک اور بہت تکلیف دہ طریقے سے اس کا دل سنبھل ہی نہ پا رہا تھا۔

''بابا۔'' گھر سے نکل کر وہ گاڑی میں بیٹھنے لگی تو اس کا دل کٹنے لگا، اس نے مڑ کر ایک حسرت زدہ نظر گھر پر ڈالی، فارقلیط حسن نے اس کو شانوں سے پکڑ کر گاڑی میں بٹھایا اور خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

آنکھوں سے اشکوں کا سیل رواں جاری ہو گیا تھا، تمام رستہ وہ آنسو بہاتی رہی تھی، دل میں جو اتنی امیدیں لے کر آئی تھی وہ سب ٹوٹ گئی تھیں اور اس کے ساتھ تو ہمیشہ ایسا ہی ہوا تھا، جو سوچا اس سے الٹ ہوا، وقت اور حالات نے بھی اس کا ساتھ نہ دیا تھا۔

گاڑی گھر میں داخل ہوئی، وہ فارقلیط حسن سے پہلے ہی بیڈروم میں آ گئی، کچھ ہی دیر میں وہ اندر آیا، عروبہ بیڈ پہ لیٹی ہوئی تھی، بازو آنکھوں پر رکھا ہوا تھا۔

''عروبہ۔'' وہ اس کے پاس آیا اور اسے پکارنے لگا مگر جواب ندارد۔

''اٹھ جاؤ، کھانا کھا لو۔'' اس نے جھک کر اس کا بازو ہلایا۔

''مجھے سونے دیں۔'' اس کی آواز کا بھاری پن وہ صاف محسوس کر سکتا تھا، اسے سمجھ نہ آ رہا تھا کہ اسے کیسے تسلی دے کس طرح اس کی ڈھارس بندھائے، وہ اس وقت بہت تکلیف میں تھی۔

''کھانا کھائے بغیر میں تم کو سونے نہیں دوں گا۔'' وہ اس کی خاموشی سے گھبرا رہا تھا، وہ چاہتا تھا عروبہ بولے ہنسے اس کی طرف دیکھے مگر وہ کسی اجڑی بستی کی طرح خاموش، اداس اور ویران لگ رہی تھی۔

Please i request you leave me alone just for tonight

اس نے آنکھوں سے بازو ہٹائے بنا منت بھرے انداز میں کہا، وہ چند ثانیے کھڑا اسے دیکھتا رہا اور پھر دوسری طرف آ کر لیٹ گیا، وہ اسے کچھ وقت دینا چاہتا تھا تا کہ وہ کچھ سنبھل جائے۔

کچھ دیر میں فارقلیط حسن سو گیا تھا، وہ کمرے میں گھبراہٹ محسوس کرنے لگی تو دبے قدموں باہر نکل آئی، ہلکی کرخنک ہوا چل رہی

تھی، وہ چلتی ہوئی لان میں آ گئی، آسمان ستاروں سے جگمگا رہا تھا، لان میں موجود پودے اور درخت ہوا کے دوش پر ہولے سے ہل رہے تھے وہ لان کی نرم گیلی گھاس پر ٹہلنے لگی، دفعتاً وہ رک گئی اور نظریں اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا۔

''آہ۔'' اس کے منہ سے سسکاری نکلی۔

''چاند بھی تنہا ہے، بالکل میری طرح اور شاید اداس بھی۔'' وہ بغور چاند کی سمت دیکھ رہی تھی۔

اس کی اپنی کوئی روشنی نہیں ہے اور یہ چمکنے کے لئے سورج سے روشنی لیتا ہے، جیسے میرے پاس اپنا کچھ نہیں ہے اور جینے کے لئے دوسروں کے سہاروں کی تلاش رہی ہے ہمیشہ اور جس دن سورج نے تمہیں روشنی دینے سے انکار کر دیا نا تو بالکل میری زندگی کی طرح تاریک اور بے نور ہو جاؤ گے، اس سے پہلے اپنا کوئی انتظام کر لو۔'' وہ اردگرد سے اور وقت سے لاپرواہ سر اٹھا کر کھڑی چاند سے مخاطب تھی، چاند اس کی باتیں سن کر شاید گھبرا گیا تھا، اس لئے فوراً ہی بادلوں میں منہ چھپا بیٹھا تھا۔

وہ سنگی بینچ پر بیٹھ گئی تھی، سردی کافی زیادہ تھی مگر وہ ہر احساس سے عاری تھی، اسے اردگرد کا ہوش نہ تھا، اپنی پرواہ نہ تھی، خنک ہوا چل رہی تھی، لان میں موجود پودے اور درخت ہولے ہولے ہل رہے تھے۔

''i love you baba !'' اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے، اس نے اپنی زندگی میں جتنی محبت اپنے بابا سے کی تھی اور کسی سے نہیں کی تھی، یہ بات وہ ان سے بھی نہ کہہ سکی تھی لیکن اب یہ بات انہیں بتانے کے لئے اس کا دل مچل رہا تھا مگر انہوں نے اسے ہمیشہ کے لئے خود سے دور کر دیا تھا، یہ حسرت دل میں لے کر آج تک وہ کسی اچھے وقت کی منتظر رہی تھی مگر وقت کو بھی شاید اس سے کوئی دشمنی تھی کبھی اس کا ساتھ نا دیا تھا۔

☆.....☆.....☆

انیس سال دھوکے میں گزار دینے کے بعد غضنفر علی پر جو حقیقت آشکار ہوئی تو اس نے انہیں ہلا کر رکھ دیا تھا، وہ شاکڈ تھے، انہیں یقین نہ آ رہا تھا کہ ان کی سگی ماں اور سگی بہن گل افزاء کو گھر سے نکالنے کے لئے اتنی ظالمانہ اور بے رحمانہ پلاننگ کیسے کر سکتی ہیں، ایسا صوفیہ کی خواہش پر ہوا تھا۔

''بہت بڑا ظلم کیا میں نے تم پر اور تمہاری بیٹیوں پر گل افزاء۔'' شام سے رات ہو رہی تھی لیکن وہ گھر نہ گئے تھے۔

''تم تو بہت معصوم تھی، پھر میں کیسے بھٹک گیا، کیسے مان لی ان سب کی باتیں تم نے کتنی منتیں کیں، واسطے دیے محبت کے ہر طرح سے یقین دلانے کی کوشش کی مگر میری آنکھوں پر ان تینوں نے شک کی ایسی پٹی باندھ دی تھی کہ مجھے تمہاری ہر بات جھوٹ اور فراڈ لگتی تھی، میں نے تمہاری کسی بات پر یقین نہ کیا۔'' وہ سر کو دونوں ہاتھوں میں تھامے بیٹھے تھے، ان کے موبائل پر بار بار صوفیہ کی کالز آ رہی تھیں، انہوں

نے موبائل فون آف کر دیا۔

''کیا محسوس کیا ہوگا اس نے جب ان لوگوں نے اسے گھر سے نکالنا ہوگا۔'' انہیں ایک ایک لمحہ ایک ایک بات یاد آ رہی تھی۔

''چھوٹی سی بچی کو لے کر وہ کہاں گئی ہوگی اس کے بھائی تو ہماری شادی کے خلاف تھے کیا انہوں نے اسے accept کیا ہوگا؟'' انہیں اپنا دل بند ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

''وہ اپنی بیٹی کے لئے کتنا تڑپی ہوگی، روئی ہوگی، نا جانے کیسے رہتی ہوگی اس کے بغیر، اس نے کئی بار مجھے فون کیے، مجھ سے کانٹیکٹ کرنے، بات کرنے کی کوشش کی مگر میں نے اسے صفائی کے لئے بھی کوئی موقع نہ دیا۔'' غضنفر علی کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے دکھ اور پچھتاوؤں کی آگ انہیں جھلسا رہی تھی، انہیں اپنا نہیں گل افزاء کا دکھ رلا رہا تھا۔

''میں کیسے اتنا ظالم بن گیا تھا، اسے ایک موقع تو دیتا، اس کی ایک فون کال تو سنتا۔'' آفس کے اندھیرے کمرے میں بیٹھے وہ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے، انیس سال اس سے اور اپنی بیٹی سے دور رہے تھے، آج جو انکشاف ہوا اس نے انہیں بری طرح توڑ پھوڑ دیا تھا۔

''ٹھیک ہے مت سنیں میری بات میری دعا ہے آپ کو بہت خوشیاں ملیں، بہت سارے پچھتاوؤں کے ساتھ۔'' اس نے روتے ہوئے فون بند کر دیا تھا، اس کی یہ آخری منتیں، آخری سسکیاں جو غضنفر علی نے سنی تھیں اسے انیس سال بے چین کرتی رہی تھیں، کوئی بھی خوشی ملنے پر وہ خوش ہونے کے بجائے اداس اور غمگین ہو جاتا تھا۔

''تو یہ تمہاری بددعا تھی گل افزاء جس نے انیس سال میرا پیچھا کیا، مجھے خوشیوں پر بھی اداس کیا، میں تمہارا مجرم ہوں، تمہاری خوشیوں اور آرزوؤں کا قاتل ہوں، کیا میں تمہارا سامنا کر سکتا ہوں؟ کیا میں تم سے نظریں ملا سکتا ہوں؟ کیا تم مجھ سے بات کرو گی؟'' طرح طرح کے سوال اس کے ارد گرد شور مچا رہے تھے۔

''ہائے گل افزاء، میری گل افزاء میری محبت، میری پہلی اور آخری محبت'' وہ بچوں کی طرح رو رہے تھے، انیس سال سے ضبط کیے ہوئے آنسو نکلے تھے اور تھمنے کا نام نہ لے رہے تھے۔

وہاں انہیں دیکھنے والا کوئی نہ تھا، وہ تنہا ہی آنسو بہاتے رہے، کبھی چپ ہو جاتے اور کوئی بات یاد آ جاتی تو پھر رونے لگتے تھے۔

''میں نے بہت ظلم کیا، اماں آپ نے بہت ظلم کیا، پتا نہیں ماؤں کو اپنی انا بیٹوں سے زیادہ عزیز کیوں ہوتی ہے، بیٹوں سے شدید محبت کی دعویدار مائیں بہوؤں کے ساتھ برا کرتے ہوئے یہ کیوں نہیں سوچتیں کہ وہ درحقیقت اپنے بیٹے کی زندگی برباد کر رہی ہیں۔'' ان کی باتوں کا جواب دینے کے لئے وہاں کوئی نہ تھا۔

☆.....☆.....☆

''نویلہ؟'' صوفیہ ایک مرتبہ پھر اس کے بیڈروم کے باہر آ کر کھڑی ہوئی تھیں، انہیں اس کی بہت فکر تھی، وہ ان کی کوئی بھی بات سننے کو تیار نہ تھی سخت پریشانی کے عالم میں ایک مرتبہ پھر وہ اس کا ڈور ناک کر رہی تھیں۔

''پلیز پر آ کر تھوڑا سا کھانا کھا لو۔'' غضنفر علی بھی کال ریسیو نہ کر رہے تھے، ان سے رابطہ نہ ہونے کی وجہ سے الگ پریشانی تھی عروبہ اور فارقلیط کی تلوار بھی سر پر لٹک رہی تھی، ایسے میں نویلہ کی ناراضی انہیں ہولائے دے رہی تھی۔

''مجھے نہیں کھانا کچھ بھی، آپ مجھے ڈسٹرب مت کریں۔'' اس کا بھیگا اور بھاری لہجہ ان کی جان نکال رہا تھا، مگر وہ ان کی کوئی بات نہ سننا چاہتی تھی۔

''نویلہ میری جان تمہارے پاپا ابھی تک گھر نہیں آئے، میں بہت پریشان ہوں تم انہیں کال کرو مجھے بہت فکر ہو رہی ہے۔'' اسی وقت غضنفر علی نے قدم اندر رکھا تھا۔

''پاپا کو بھی آپ نے ناراض کیا ہے، آپ نے ان کے ساتھ بھی اچھا نہیں کیا، ماما آپ نے بہت غلط کیا ہے ہم سب کے ساتھ۔'' صوفیہ کی نظر غضنفر علی کے لٹے پٹے اور شکستہ انداز پر پڑی تو ان کے قدموں تلے سے زمین نکل گئی۔

''آ۔۔۔آپ۔۔۔۔کب آئے؟'' وہ تیز سے ان کے قریب آئیں۔

''میں نے کتنے فون کیے، آپ نے میری کال کیوں ریسیو نہیں کی؟ میں اتنی زیادہ پریشان تھی۔'' وہ ان کی سرخ آنکھوں کو بغور دیکھتے ہوئے بولیں غضنفر علی نے آگے بڑھ کر نویلہ کے روم کا ڈور ناک کیا۔

''نویلہ! دروازہ کھولو۔'' صوفیہ کی جان پر بن آئی تھی، انہیں ڈر تھا کہ نویلہ باپ کے سامنے کوئی ایسی ویسی بات نہ کر دے جس سے ان کا بنا بنایا کھیل خراب ہو جائے، نویلہ نے باپ کی ایک آواز پر ہی دروازہ کھول دیا تھا۔

''پاپا۔'' سامنے باپ کو دیکھ کر اس کا درد دل اور بڑھ گیا تھا۔

''کیا بات ہے بیٹا؟'' وہ ان کے سینے پر سر رکھے سسک رہی تھی، وہ ان کی بہت لاڈلی تھی دونوں میں بہت دوستی اور فرینک نیس تھی، مگر پھر بھی وہ اس کے باپ تھے، فطری شرم اور جھجک اسے ان سے اپنا درد بیان کرنے سے روک رہی تھی۔

''بتاؤ بیٹا کیا بات ہے جو آپ نے یہ حلیہ بنا رکھا ہے، کیوں اس طرح سے رو رہی ہو؟'' صوفیہ کا سانس حلق میں ہی اٹک گیا تھا، وہ خوفزدہ نظروں سے ان باپ بیٹی کو دیکھ رہی تھی۔

''نویلہ کیا بے وقوفی ہے، کیوں اپنے پاپا کو پریشان کر رہی ہو، وہ تھکے ہوئے آئے ہیں۔'' اچانک جیسے انہیں ہوش آیا تھا، آگے بڑھ کر نویلہ کو ان سے الگ کیا۔

''آئے ایم سوری پاپا'' وہ آنسو پونچھتی ہوئی واپس اپنے روم میں چلی گئی غضنفر علی مڑے اور اپنے بیڈروم کی جانب بڑھے۔

''آپ کے لئے کھانا گرم کروں؟'' وہ ان کے پیچھے آئیں، غضنفر علی اپنے روم میں آئے کوٹ بیڈ پر اچھالا اور صوفے پر جا بیٹھے صوفیہ نے آگے بڑھ کر کوٹ اٹھایا۔

''آپ کو صوفیہ جیسی شاطر عورت ہی سوٹ کرتی ہے جسے سب کو اور خاص طور پر مردوں کو الو بنانا آتا ہے، مجھے یہ سب نہیں آتا، افسوس اسی لئے میں آج بری اور باقی سب اچھے اور سچے ہیں۔'' وہ آنکھیں موندے صوفے سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے ماضی کی ایک آواز چاروں طرف گونج رہی تھی، کوٹ ہینگ کر کے وہ واپس آئی تھیں۔

''کھانا۔۔''

Just leave me alone'' اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ بول اٹھے

''میں بہت تھک گیا ہوں، پلیز مجھے آرام کرنے دو'' وہ اٹھ کر اسٹڈی روم میں آ گئے تھے صوفیہ فوراً ان کے پیچھے آئی تھیں۔

''چائے یا کافی لیں گے؟''

''صوفیہ پلیز۔۔۔'' وہ ایزی چیئر پر بیٹھے تھے ان کی آواز سن کر آنکھیں کھولیں۔

''کیا ہو گیا ہے آپ کو غضنفر؟ ان سے صبر نہ ہوا تو پوچھ بیٹھیں۔

''صبح آفس جاتے ہوئے تو آپ کا موڈ بالکل ٹھیک تھا، پھر اب کیا ہو گیا؟''

''ٹھیک ہے، میں گھر سے باہر چلا جاتا ہوں۔'' وہ اٹھ کر جوتا پاؤں میں پہننے لگے۔

''ایسا مت کریں، میں چلی جاتی ہوں۔'' وہ باہر نکلیں غضنفر علی نے نیم دراز ہوتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔

''غضنفر حقیقت وہ نہیں ہے جو آپ کو دکھائی جا رہی ہے، آپ میرا یقین کیوں نہیں کرتے جب آپ کو میرا یقین آئے گا تو وقت بہت دور نکل چکا ہو گا، آپ کے پاس سوائے پچھتاؤں کے اور کچھ نہ ہو گا اور پھر ضروری نہیں ہے کہ آپ پلٹیں تو مجھے انہی رستوں پر اپنا منتظر پائیں۔'' ایک اداس، بھیگا اور دھیما لہجہ ان کی سماعتوں سے ٹکرایا تو وہ بے چین ہو اٹھے۔

''گل افزاء۔'' انہوں نے آنکھیں جھٹ کھولیں، مگر وقت ان کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

☆.....☆.....☆

فارقلیط کی آنکھ کھلی تو نظر فوراً اپنے پہلو میں خالی بیڈ پر گئی، وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''عروبہ۔'' وہ اسے آوازیں دیتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا مگر وہ کمرے میں کہیں نہ تھی، وہ فوراً باہر آ گیا تھوڑی سی تلاش کے بعد اسے وہ لان میں مل گئی۔

''عروبہ۔۔'' سنگی بینچ پر بیٹھی وہ پتھر کی کوئی مورتی لگ رہی تھی، وہ تیزی سے اس کے قریب آیا اس کے پکارنے پر بھی اس کے وجود میں کوئی جنبش نہ ہوئی وہ آ کر اس کے برابر میں بیٹھ گیا اور بازو اس کے شانے کے گرد پھیلا لیا۔

''ایسے سردی میں کیوں آ کر بیٹھ گئی ہو؟'' وہ نرمی سے بولا۔

''نیند نہیں آ رہی تھی۔'' مجبوراً اسے بولنا پڑا۔

''مجھے جگا لیتی؟'' اس نے عروبہ کا ہاتھ تھام لیا وہ خاموش رہی۔

زندگی یہی ہے Unexpected اور Unpredictabe اس میں ہمارے ساتھ وہ کھ ہوتا ہے جو کچھ ہم نیک بھی تصور بھی نہیں کیا ہوتا۔'' وہ دھیمے لہجے میں اسے سمجھا رہا تھا، وہ خاموشی سے سن رہی تھی، کوئی بات کوئی لفظ اس کے بے چین اور بے قرار دل کو سکون نا پہنچا رہا تھا فارقلیط حسن سوچ بھی نا سکتا تھا اس نے زندگی میں کتنے دکھ اٹھائے ہیں۔

''آؤ اندر چلیں۔'' اس کا ہاتھ پکڑ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا، اسے بیڈ پر لٹا کر وہ بچوں کی طرح اسے تھپتھپا رہا تھا، وہ آنکھیں موندے لیٹی تھی اس کا ہاتھ ابھی بھی فارقلیط حسن کے ہاتھ میں تھا۔

''آہ۔۔۔'' ایک دم اس کے منہ سے سسکاری نکلی تھی، ساتھ ہی اس نے آنکھیں کھول دی تھیں۔

''سو جاؤ، میں تمہارے پاس ہوں۔'' اس نے عروبہ کا گال تھپتھپایا تھا، اس نے آنکھیں دوبارہ موند لی تھیں اور پھر تمام رات عروبہ غضنفر کا ہاتھ فارقلیط حسن کے ہاتھ میں رہا تھا، فارقلیط حسن جلد ہی سو گیا تھا مگر نیند عروبہ کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی، وہ آنکھیں موند نے لیٹی رہی۔

☆.....☆.....☆

سڑکوں پر اب صرف کچھ منچلے رہ گئے تھے جو نیو ائیر کو ویلکم کہنے کے لئے بیتاب تھے، اپنی ہی لاش کو اپنے کندھوں پر اٹھائے وہ تھک چکی تھی اس کے رخساروں پر بارش کی بوندیں اور آنسو گڈمڈ ہو رہے تھے مگر وہ اپنے آنسوؤں کی پہچان رکھتی تھی، جو اس کے غم اور دکھ کی آگ میں جل کر خوب گرم ہو رہے تھے، جبکہ بارش کے قطرے تو ٹھنڈے تھے۔

''کہاں ہے میری منزل؟'' غم کی شدت سے نڈھال تھی۔ دماغ ماؤف ہو رہا تھا، کچھ سمجھ نہ آتا تھا کیا کرے اور کہاں جائے۔

''کہاں ہے میرا ٹھکانہ؟'' دل نے اس سے سوال کیا تھا، جس کا اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا اور اسے جواب دینے والا وہاں کوئی اور بھی نا تھا۔

''سدھر جاؤ؟'' اس نے سر اٹھا کر آسمان کی جانب دیکھا تھا، اچانک سے بجلی چمکی تھی اور بارش نے مزید زور پکڑ لیا تھا، اس کے ہاتھ اور پاؤں ٹھنڈے برف ہو چکے تھے۔

وہ سر سے پاؤں تک بارش میں بھیگ چکی تھی، بیٹے کے بعد بیٹی نے بھی اسے دھتکار دیا تھا، اس کا دکھ سننے کی زحمت نہ کی تھی، اس کی قسمت میں محبت وفا اور خلوص تو شاید نام کو بھی نا تھی، اس کی زندگی ہمیشہ سے ہی سراپا انتظار تھی آج جو غم اسے ملا تھا اس کی تکلیف کی شدت کم ہونے کی بجائے بڑھتی جا رہی تھی، اسے دلاسا دینے والا چپ کروانے والا کوئی نہ تھا، اس کے آنسو پونچھنے کے لئے کوئی نہ تھا، وہ کل بھی اکیلی تھی اور آج بھی اکیلی تھی، وہ ہمیشہ سے اکیلی تھی۔

☆.....☆.....☆

عیسیٰ احمد کو شاہ زیب سے پتا چلا تھا کہ عروبہ کی شادی اس کے دوست سے ہوئی ہے اس نے بہت دل کو سمجھایا، روکا، گر وہ نہ مانا، بالآخر وہ ان راہوں پر چل پڑا جن پر چلنے سے دماغ اسے مسلسل روک رہا تھا۔

وہ ماموں کی گاڑی لے کر آیا تھا، جیسے جیسے عروبہ کا گھر قریب آ رہا تھا اس کا دل بے قابو ہوتا جا رہا تھا دھڑکنیں اپنا رستہ بھول رہی تھیں، گاڑی گیٹ کے باہر روکے وہ کھڑکی میں سے سامنے دیکھ رہا تھا۔

اس کی ادھوری محبت، ناتمام آرزوؤں تمناؤں اور خوشیوں کا مرکز اس فلک بوس محل میں موجود تھا، گاڑی لاک کر کے وہ گیٹ تک آیا تھا۔ اس نے گارڈ سے اپنا تعارف عروبہ کے کزن کے طور پر کروایا تھا، ملازم اسے ڈرائنگ روم میں چھوڑ گیا تھا، سامنے دیوار پر انلارج تصویر لگی ہوئی تھی، جس میں یقیناً وہ عروبہ کا شوہر تھا، بلاشبہ وہ بہت خوبصورت تھا، اس کے ساتھ ایک بڑی عمر کا مرد شاید اس کا باپ تھا۔

عیسیٰ احمد سے انتظار کرنا دوبھر ہو گیا تھا، دو منٹ ہی گزرے ہوں گے کے باہر سے قدموں کی چاپ ابھرنے لگی، وہ چوکنا ہو گیا، دروازہ کھلا تھا اور عروبہ اندر داخل ہوئی، اسے سامنے دیکھ کر وہ اپنی جگہ پر منجمد ہو گئی، عیسیٰ احمد اٹھ کھڑا ہوا تھا، وہ بے یقین نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''السلام علیکم!'' اس نے سلام کیا جس کا عروبہ نے جواب نہیں دیا تھا، چند ثانیے وہ کھڑی اسے دیکھتی رہی اور پھر واپس مڑی، قبل اس کے وہ باہر نکل جاتی عیسیٰ احمد نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''عروبہ صرف ایک بار میری بات سن لیں، اس کے بعد جو چاہیں سزا دیں، میں تیار ہوں'' اس نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی مگر عیسیٰ احمد کی گرفت مضبوط تھی۔

''سننے اور سنانے کا وقت گزر گیا عیسیٰ صاحب۔'' وہ بولی تو طنز کی گہری کاٹ اس کے لہجے میں نمایاں تھی۔

''اور اب سننے کو کچھ باقی نہیں رہا، میں آپ کی کوئی جھوٹی Explanation نہیں سننا چاہتی، اس لئے بہتر یہی ہو گا کہ آپ یہاں سے چلے جائیں۔ وہ ہاتھ چھڑا کر باہر کی جانب بڑھی تھی عیسیٰ احمد نے آگے بڑھ کر اس کا راستہ روکا تھا۔

''اگر آپ نے آج میری بات نہ سنی تو تمام عمر پچھتائیں گی، صرف ایک بار۔''

''میرے پاس آل ریڈی پچھتاووں کے سوا کچھ نہیں ہے، ایک اور سہی۔'' وہ کسی طرح بھی اس کی بات سننے کو تیار تھی، یہاں آنے سے قبل عیسیٰ احمد کو اندازہ نہ تھا کہ اس کا ری ایکشن اتنا شدید ہوگا۔

''اور جب کسی کو اپنے ہاتھوں سے جان بوجھ کر قتل کیا جاتا ہے نا عیسیٰ احمد صاحب تو پھر اس کی قبر پر آ کر اس کا مذاق نہیں اڑانا چاہیے قاتل کبھی اندازہ نہیں کر سکتا کہ قبر میں اس پر کیا بیت رہی ہے۔'' اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ سرد لہجے میں بولی تھی۔

''آپ نے بالکل ٹھیک کہا تھا مجھے انسانوں کی بالکل پہچان نہیں ہے، میں کبھی بھی دوست اور دشمن کی پہچان نہ کر سکی اپنے اردگرد رہنے والوں کو اپنا ہمدرد اور دوست سمجھتی رہی، پتا نہیں میں یہ کیسے بھول گئی کہ زندگی میں مجھے ہمیشہ زیادہ دکھ ان لوگوں سے ملے جنہیں میں نے زیادہ عزت دی، اہمیت دی، اپنا ہمدرد جانا، میری زندگی کا یہی المیہ ہے۔'' اس کی آواز بھرانے لگی۔

''پتا نہیں میں نے کیوں آپ کو اپنا ہمدرد سمجھ لیا تھا۔'' اس کی آنکھیں پانیوں سے بھر گئی تھیں۔ سر جھکائے وہ لب کاٹتے ہوئے اس پانی کو باہر نکلنے سے روک رہی تھی۔

''عروبہ اس رات جو ہوا، میرا یقین کرو میرے فرشتوں کو بھی علم نہ تھا کہ ایسا کچھ بھی ہونے والا ہے۔ اس نے بات کا آغاز کیا۔''

عروبہ نے آنکھیں دوپٹے سے پونچھ ڈالیں اور اس کی طرف دیکھا۔

''میں کچھ بھی دہرانا نہیں چاہتی، میں اس وقت کے متعلق کوئی بات سننا یا کہنا نہیں چاہتی۔''

عیسیٰ احمد کو سمجھ نہ آ رہا تھا کہ کیسے اپنی پوزیشن کلیئر کرے، وہ تو کچھ بھی سننے پر آمادہ نہ تھی۔

''آپ میرا ساتھ دیں، میں آپ کو اب بھی اپنی زندگی میں شامل کرنا۔۔''

''شٹ اپ مسٹر عیسیٰ احمد'' دروازے کے ہینڈل پر دھرا فارقلیط حسن کا ہاتھ وہیں رک گیا

''آپ نے ایسا سوچا بھی کیسے کہ میں اپنے شوہر سے بے وفائی کروں گی۔'' اس کی آواز بھرا گئی۔

''اس شخص ہے۔۔۔۔ جس نے۔۔۔۔ ایسے وقت میں میرے ننگے سر کو ڈھانپا جب میرے سب اپنے کھڑے میرا تماشا دیکھ رہے تھے، مجھ پر کیچڑ اچھالنے والے بھی اپنے تھے، مجھے چھوڑ کر بھاگنے والے بھی مجھ سے محبت اور ہمدردی کے دعویدار تھے، اس شخص سے میری کوئی کمٹ منٹ نہ تھی، اس نے کبھی میرے سامنے کوئی دعویٰ نہ کیا تھا، وہ تو مجھے جانتا ہی نہ تھا، مگر اس نے مجھے معتبر کیا، مجھے عزت دی، مجھے اپنے گھر اور زندگی میں جگہ دی، وہ مجھے رونے نہیں دیتا، میرے آنسو اسے بے چین کر دیتے ہیں، میں تو اس شخص کی مقروض ہو گئی ہوں، میری ہر سانس اس کی قرض دار ہے، اسے چھوڑ دوں آپ جیسے جھوٹے اور دھوکے بازی کے لئے۔۔'' وہ بولنے پر آئی تو بولتی چلی گئی، آنسو ایک تواتر سے اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے، مگر جیسے اسے خبر ہی نہ تھی اور کچھ ہوش نہ تھا۔

''عروبہ میں اس رات بھاگا نہیں تھا، میری ماما۔۔۔''

''مجھے اب اس سے کوئی Concern نہیں ہے کہ آپ بھاگے تھے یا نہیں، میں نے زندگی میں کبھی کسی سے نفرت نہیں کی، مجھے نفرت کرنا ہی نہیں آتی، میری سرشت میں ہی شامل نہیں ہے، مگر عیسیٰ احمد۔۔۔'' وہ لمحہ بھر کو رکی۔

''میرے دل میں جو فیلنگ آپ کے لئے ہیں شاید اسی کو نفرت کہتے ہیں، میں شدید نفرت کرتی ہوں آپ سے دوبارہ آپ کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی، زندگی میں سامنا ہو بھی جائے تو میرا راستہ مت روکنا، کیونکہ بار بار اظہارِ نفرت آپ سننا پسند نہیں کریں گے۔'' وہ روتی ہوئی باہر نکلی تھی، سامنے کھڑے فارقلیط حسن کو دیکھ کر اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی تھی، وہ آگے بڑھی۔

''فارقلیط حسن۔'' اس نے روتے ہوئے اسے پکارا اور اس کے سینے پر سر رکھے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، فارقلیط حسن نے بازو اس کے ارد گرد پھیلا لیا دوسرا ہاتھ اس کے سر پر پھیرنے لگا۔

Be brave my dear

ڈرائنگ روم کا دروازہ کھلا تھا اور لٹا پٹا عیسیٰ احمد باہر نکلا تھا، سامنے جو منظر تھا وہ اس کے لیے ناقابل برداشت تھا، کچھ دیر کھڑا وہ ان دونوں کو دیکھتے ہوئے اپنا ضبط آزماتا رہا اور پھر باہر جانے لگا کہ اچانک عروبہ نے سر اوپر اٹھایا عیسیٰ احمد رک گیا۔

''مجھے معاف کر دیں۔'' وہ ہاتھ جوڑے کھڑا تھا۔

''چلے جائیں۔'' وہ روتے ہوئے بولی۔

''چلے جائیں میری نظروں کے سامنے سے۔'' وہ زور زور سے روتے ہوئے کہہ رہی تھی عیسیٰ احمد کی نظروں کے سامنے سارا منظر دھندلانے لگا تھا، اس نے حسرت زدہ نظروں سے فارقلیط حسن کے ہاتھ میں موجود عروبہ گضنفر کے ہاتھ کو دیکھا تھا اور باہر کی جانب بڑھ گیا۔

گاڑی میں بیٹھ کر وہ اس کے گھر کی طرف دیکھ رہا تھا، اس کا جی چاہ رہا تھا وہ وہیں کھڑا رہے، تمام عمر ایسے ہی گزار دے، اس کے دل میں بہت زور کا درد اٹھا تھا، اس نے سر اسٹیرنگ وہیل پر رکھ دیا تھا۔

☆.....☆.....☆

عیسیٰ احمد کے والد صوفیہ کی گھٹیا حرکت اور پلاننگ کا راز فاش کرنے کے لئے غضنفر علی سے ملنے کے لئے آئے تھے مگر شومئی قسمت کہ غضنفر علی گھر پر نہ تھے، صوفیہ کے چہرے پر شرمندگی کا شائبہ تک نہ تھا، اسے اپنے کیے پر کوئی افسوس نہ تھا۔

''دیکھو میری بات سنو''

''اب تمہاری کیا بات سنوں، کچھ کہنے سننے کو چھوڑا ہے تم نے، زندگی میں پہلی مرتبہ میرا بیٹا پاکستان آیا اور تم نے اس کے ساتھ یہ سلوک کیا صوفیہ تمہیں ذرا خدا کا خوف نہیں آیا۔ وہ غصے سے پھٹ پڑی تھیں، ان کا اکلوتا بیٹا ان کی سگی بہن کے اس گھناؤنے کھیل کی وجہ سے

کرب سے گزر رہا تھا۔

''رافعہ میں تمہیں سب بتاتی ہوں۔''صوفیہ نے پھر بولنا چاہا۔

''مجھے سب کچھ میرا بیٹا بتا چکا ہے مزید کچھ سننے کی خواہش ہے نا ہمت تمہیں پورے خاندان میں میرا بیٹا ہی ملا تھا اس سازش کے لئے۔''

''وہ پہلی مرتبہ کسی کزن سے فرینک ہوئی تھی، ورنہ تو کسی سے بات بھی نہیں کرتی تھی اور پھر وہ تمہارے بیٹے کے قابل نہ تھی۔''وہ جلدی سے بات ہی بدلتے ہوئے بولی۔

''یہ فیصلہ کرنے والی تم کون ہوتی ہو کہ وہ میرے بیٹے کے قابل نہ تھی، صوفیہ تمہاری اپنی بھی دو بچیاں ہیں، ذرا خدا کا خوف نہ آیا تمہیں۔''اب کی بار جواب عیسیٰ کے ڈیڈی نے دیا تھا۔

''اونہہ، خدا کا خوف۔''رافعہ نے سر جھکتے ہوئے کہا۔

''خدا کا خوف تو اس وقت نہ آیا اسے جب اس نے غضنفر کے دل میں گل افزاء کے لئے شک ڈالا کہ اس کا ظفر سے افیئر چل رہا ہے نہ ہی اس وقت خدا سے ڈر لگا جب اس بیچاری کی منت سماجت کے باوجود اس نے پھپھو کے ساتھ مل کر اسے اس وقت گھر سے نکالا جب اس کی دو دن کی بچیاں گود میں تھیں، اس سے بڑھ کر ظلم یہ کیا کہ ایک بچی اسے دے دی اور ایک کو رکھ لیا۔ غضنفر سے جھوٹ بولا کہ دوسری بچی مر گئی خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے صوفیہ۔''لاؤنج کے دروازے سے باہر کھڑے غضنفر علی پر تو دوہری قیامت ٹوٹ گئی تھی، وہ چند ثانیے غائب دماغی کیفیت میں وہیں کھڑے رہے اور پھر اندر داخل ہو گئے۔

''غض۔۔۔نفر۔۔۔آ۔۔پ۔''انہیں سامنے دیکھ کر صوفیہ کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی تھی، جب کہ باقی دونوں افراد ان کے چہرے پر پھیلتے زلزلے کے آثار سے اندازہ لگا چکے تھے کہ انہوں نے سب سن لیا ہے۔

''تو یہ تھی تمہاری اصلیت، جو تم اتنے سالوں سے چھپائے ہوئے تھی تم۔''وہ شکستہ قدموں سے چلتے ہوئے صوفیہ سے چند قدم کے فاصلے پر آ رکے تھے، مارے خوف کے اسے اپنا دم نکلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

''سمجھ نہیں آ رہی کہ تم سے گل افزاء کے ساتھ کرنے والی زیادتی کا حساب مانگوں یا عروبہ پر ڈھانے والے ستم کا تمہیں ذرا بھی ڈر نہیں لگا خدا سے، اتنے سالوں میں کبھی تمہارے ضمیر نے ملامت نہیں کیا تمہیں؟ تم اتنی بے حس خود غرضی اور بے رحم ہو کتنا برا کیا میں نے اس کی کوئی منت کوئی التجاء مجھ پر اثر نا کر رہی تھی، کیونکہ تم نے میرے دل میں شک کا بیج بو دیا تھا۔ میری دوسری بیٹی جو باپ کے ہوتے ہوئے یتیموں کی طرح پلتی رہی اس کا کیا قصور تھا؟''صوفیہ بالکل خاموش کھڑی تھی، اس کے پاس کہنے کو کچھ نہ تھا، اس کا اصل چہرہ لمحوں

میں بے نقاب ہوا تھا، ایسے کہ اسے سنبھلنے کا موقع بھی نہ ملا تھا۔

''تم کیا سمجھتی ہو گل افزاء کو میرے دل سے نکال دیا تم نے، تم خود گواہ ہو کہ میں اسے ایک دن بھی بھول نہیں پایا، میں اب بھی اس سے محبت کرتا ہوں بالکل ویسے جیسی پہلے دن سے کی تھی۔''

علیشہ کے بیڈروم کا دروازہ کھلا اور وہ باہر آئی تھی۔ غضنفر علی مڑے اور باہر نکل گئے تھے۔

صوفیہ گرنے کے انداز میں صوفے پر بیٹھی تھی، علیشہ تیزی سے ماں کے قریب آئی تھی۔

☆.....☆.....☆

آج فروا کا نکاح تھا، جس میں فروا کے ماموں اور امی کے علاوہ صرف گواہوں کے طور پر چھوٹے ماموں اور ان کے کچھ دوست شرکت کر رہے تھے، فروا کسی پارلر سے تیار نہیں ہوئی تھی، بلکہ خود ہی اس نے گھر پر میک اپ کر لیا تھا۔

''عیسیٰ احمد۔'' فروا کا دل دوہائی دے رہا تھا۔

''کاش کوئی مجھے اس تباہی سے بچا لے عیسیٰ احمد میں کیسے تمہارے سوا کسی اور کی ہو سکتی ہوں، آ کر ان سب کو اس ظلم سے روک لو۔'' وہ سر جھکائے بیٹھی تھی، اس وقت مولوی صاحب اور ماموں اندر آئے تھے، نکاح پڑھایا جانے لگا تھا۔

''فروا گل ولد غضنفر علی آپ کو موسیٰ علی ولد مہروز علی کے نکاح میں باعوض حق مہر ایک لاکھ روپے دیا جاتا ہے آپ کو قبول ہے۔''

عین اس لمحے غضنفر علی نے اندر قدم رکھا تھا، سر جھکائے چادر میں لپٹی بیٹھی فروا یقیناً ان کی بیٹی تھی، اس کے ساتھ بیٹھی وہ بہت کمزور اور اداس یقیناً گل افزاء ہی تھی غضنفر علی کا دل کسی نے مٹھی میں لے کر مسل ڈالا تھا، ساجدہ کی نظر ان پر پڑی اور پلٹنا بھول گئی، وہ بنا پلکیں جھپکائے انہیں دیکھ رہی تھیں۔

❁ ❁

ناول ''می رقصم'' ابھی جاری ہے۔ اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی 20 تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

http://kitaabghar.com

قسط نمبر 6

ایک طویل مدت کے بعد انہیں سامنے دیکھا، وہ سمجھ نا پا رہی تھیں کہ کیا واقعی یہ حقیقت ہے یا پھر ہمیشہ کی طرح کوئی خواب، ایسا خواب جو ابھی چند لمحوں میں ٹوٹ جائے گا اور پھر کئی روز تک انہیں بے چین و بے قرار رکھے گا غضنفر علی آج بھی اسی طرح وجیہہ تھے جیسے برسوں پہلے ہوا کرتے تھے، ان کی شخصیت کی کشش اور خوبصورتی ابھی بھی برقرار تھی، وقت جیسے انہیں چھوئے بغیر گزر گیا تھا مگر وقت نے گل افزاء پر جو ستم ڈھائے تھے وہ غضنفر علی کو ان کے چہرے سے نظر آ رہے تھے، ان کی سلگتی آنکھیں صدیوں کے رتجگوں کی کہانی سنا رہی تھیں، آنکھوں میں انتظار کے بجھتے دیئے انہیں بہت کچھ سمجھا رہے تھے۔

''قبول ہے۔'' فروا کی آواز ان دونوں کو ہوش کی دنیا میں واپس لے آئی تھی، جیسے دونوں کے پتھر وجود میں جان پڑ گئی ہو، نکاح ہو چکا تھا، ساجدہ نے بیٹی کو گلے لگا کر خوب پیار کیا غضنفر علی حسرت بھری نظروں سے دیکھتے رہے، ماموں اسے زہر آلود نظروں سے گھور رہے تھے مگر وقت کا تقاضا تھا کہ خاموش رہا جائے سو وہ بھی غصے کے گھونٹ پی کر رہ گئے۔

کچھ ہی دیر میں فروا کی رخصتی ہو گئی تھی، وہ بہت روئی تھی اور غضنفر علی جانتے تھے کہ اس کے رونے میں زیادہ وجہ عروبہ اور اس کی ماں کا دکھ ہے مگر اس وقت ان کے دکھ کی انتہا نہ رہی جب انہوں نے فروا سے عمر میں کافی زیادہ بڑے موسیٰ علی کو گود میں اٹھائے بیٹے کے ساتھ دیکھا، اچانک فروا نے ان کی طرف دیکھا تھا، اس کی نظروں کی نفرت اور حقارت غضنفر علی سے مخفی نہ تھی، اس کی زبان نے کچھ نہ کہا تھا مگر اس کی نظریں انہیں بہت کچھ کہہ گئیں تھیں، وہ اس کی نظروں کی تاب نہ لا سکے اور نگاہیں جھکائے۔

''گل افزاء۔۔۔'' جو تھوڑے بہت مہمان آئے تھے وہ رخصت ہو گئے تھے غضنفر علی اندر آئے تھے، جہاں وہ تینوں بہن بھائی بیٹھے ہوئے تھے۔

''مر گئی تھی گل افزاء انیس سال پہلے اسی گھر میں، یہ ساجدہ ہے ہماری بہن۔'' اس سے پہلے وہ کچھ کہتیں، بڑے ماموں بول اٹھے تھے۔

''پلیز بھائی جان، مجھے اس سے بات کرنے دیں۔'' وہ منت بھرے لہجے میں بولے جانتے تھے ان کا ظلم بہت بڑا ہے، اتنی آسانی سے معافی نہیں ملے گی مگر ایک دفعہ انہیں گل افزاء سے بات تو کرنے دی جاتی، یہاں آنے سے پہلے انہیں اندازہ نہ تھا کہ یہ اتنا مشکل ہو گا۔

''تمہارا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے، ہر ناطہ تم نے خود توڑا تھا، اس کی زندگی برباد کر دی، اب کیا لینے آئے ہو۔'' وہ آہستہ مگر تند و تیز آواز میں بولے تھے، چند ثانیے غضنفر علی خاموشی سے گل افزاء کے مضمحل و اداس چہرے کو دیکھتے رہے جیسے اندازہ لگا رہے ہوں کہ وہ کیا چاہتی ہے مگر اس کے چہرے پر پھیلے دکھ اور بے بسی کے اثرات اتنے گہرے تھے کہ ان کے لئے کوئی بھی اندازہ لگانا مشکل تھا۔

''آپ ایک دفعہ اس سے پوچھ تو لیں کہ کیا یہ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتی؟'' انہوں نے آس بھری نظروں سے گل افزاء کی جانب دیکھا تھا جو ہنوز خاموش تھی اور وہ بولتی بھی تو کیا، برسوں پہلے اس شخص سے رحم کی بھیک مانگی تھی، منت سماجت کی تھی مگر اس نے اسے دھتکار دیا تھا۔

''اس کی خاموشی تمہیں یہ بتانے کے لئے کافی ہے کہ وہ تم سے بات نہیں کرنا چاہتی۔'' بڑے ماموں غصے سے کھڑے ہو گئے تھے۔

''نکلو یہاں سے۔'' گل افزاء کے آنسو ایک تواتر سے بہہ رہے تھے۔

''اگر گل افزاء اپنے منہ سے کہے کہ میں چلا جاؤں، تو میں چلا جاؤں گا۔'' پہلی مرتبہ اس نے اپنا جھکا ہوا سر اوپر اٹھا کر غضنفر علی کی سمت دیکھا۔

''مجھ پر اتنا اعتماد کیوں؟ اس قدر مان کس لئے، جب مجھے اعتبار اور مان چاہیے تھا تب مجھے تو دھتکار دیا تھا، اب کس ناطے سے یہ سب باتیں کر رہے ہو۔'' وہ لب سے خاموش بیٹھی تھی مگر اس کی شکوہ کناں آنکھیں سب کچھ کہہ گئی تھیں۔

''بھائی جان میں نماز پڑھ لوں۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئیں، غضنفر علی کا جی چاہا آگے بڑھ کر ہاتھ پکڑ کر اسے روک لے مگر وہ ایسا ہر حق برسوں پہلے اپنی مرضی سے کھو چکے تھے، سو بے بسی سے اسے جاتا دیکھتے رہے۔

☆.....☆.....☆

نویلہ کی ناراضی ختم ہونے کا نام نہ لے رہی تھی، اس نے گھر میں سب سے بات کرنا بند کر رکھا تھا، وہ بات کرنا چاہتی تھی تو صرف عیسیٰ احمد سے اور شکل دیکھنا چاہتی تھی تو صرف اس کی مگر اب اسے یقین ہو چلا تھا کہ ہر گزرتا دن اسے عیسیٰ احمد سے دور کر رہا ہے، اسے سب سے زیادہ غصہ ماما پر تھا جنہوں نے اسے یہاں سے نکالا تھا۔

آج اس نے دل میں ایک فیصلہ کیا اور تیار ہو کر اپنے بیڈروم سے باہر نکل آئی، اسے پتا چلا تھا کہ عیسیٰ احمد آج کل عدیل کی طرف رہ رہا ہے وہ ٹیکسی لے کر ماموں کے گھر آ گئی، ابھی اس نے گھر میں قدم رکھا ہی تھا کہ اس کی عدیل سے مڈبھیڑ ہو گئی۔

''السلام علیکم!'' اس نے حیرت سے اسے اکیلے آتے دیکھا تھا۔

''اکیلی آئی ہو؟'' وہ پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

''مجھے عیسیٰ احمد سے ملنا ہے؟'' اس کے سوال کو قصداً نظر انداز کرتے ہوئے وہ گویا ہوئی۔

''وہ ادھر اپنے روم میں ہے ویسے مشکل ہی ہے کہ وہ تم سے ملے ان فیکٹ تم لوگوں کی فیملی کی وہ شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔'' وہ صاف گوئی سے بولا، نویلہ نے کوئی جواب نہ دیا اور اس کے بتائے ہوئے کمرے میں آ گئی، ہلکی سی دستک دے کر اس نے ہینڈل گھمایا اور اندر داخل ہو گئی، سامنے بیڈ پر عیسیٰ احمد لیٹا ہوا تھا، اس نے بازو آنکھوں پر رکھا ہوا تھا، کمرے میں ملگجا اندھیرا پھیلا ہوا تھا، نویلہ نے لائٹس آن کر دیں، کمرہ روشنیوں میں نہا گیا عیسیٰ احمد نے بازو آنکھوں سے ہٹایا۔

''تم۔۔'' اپنے سامنے نویلہ کو دیکھ کر نفرت اور غصے کی شدید لہر اسے اپنے پورے بدن میں سرایت کرتی ہوئی محسوس ہوئی تھی وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''السلام علیکم!'' اس نے آہستگی سے سلام کیا عیسیٰ احمد اسے گھور کر رہ گیا۔

''کیوں آئی ہو یہاں؟'' وہ چٹانوں جیسی سختی لہجے میں سمو کر بولا تھا۔

''پتا نہیں محبت کی قسمت میں در بدر ہونا کیوں لکھا ہے، محبوب دھکے دے یا گالیاں، ٹھوکریں مارے یا دھتکارے ، پھر بھی محبّ پلٹ پلٹ کر اس کے پاس آتا ہے، دل کو چین ہی نہیں آتا اس کے بغیر۔۔'' وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔

''تم اس شخص کی بیٹی ہو جس نے اپنی اتنی محبت کرنے والی اور باوفا بیوی کو کس قدر سفاکی سے اپنی زندگی سے نکال دیا اور اس ماں کی بیٹی ہو جس نے اپنی ضد اور انا کی خاطر تین معصوم

جانوں کو عمر بھر کے لئے سولی پر لٹکایا تمہارے خون میں ہی محبت شامل نہیں تم کیا جانو محبت کیا شے ہے، کس بلا کا نام ہے۔'' پہلی بار وہ اس کے سامنے آرام سے مگر طنز بھرے لہجے میں بولا تھا اور فی الحال نویلہ کے لئے یہ کافی تھا، کہ وہ اس کے سامنے تھا، اس سے بات کر رہا تھا، اس کی بات سن رہا تھا۔

''محبت کا کوئی حسب نسب نہیں ہوتا عیسیٰ۔'' وہ قدرے سکون سے بولی۔

''نا ہی محبت کا تعلق خون سے ہے، اس کا تعلق تو بس دل سے ہے جو سب کا اپنا اپنا ہوتا ہے آپ آزما کر دیکھ لیں مجھے۔۔''

''آزمایا وہاں جاتا ہے جہاں پانے کی تمنا ہو آزمائش اس کی، کی جاتی ہے جس سے کوئی تعلق ہو اور میرا تم سمیت تمہاری فیملی میں کسی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔'' اسے بخار تھا، اتنا بولنے سے وہ تھک گیا تھا، اس نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائی اور آنکھیں موند لیں۔

''میں جانتی ہوں آپ مجھ سے محبت نہیں کرتے، آپ عروبہ سے محبت کرتے ہیں مگر اب تو اس کی شادی ہو گئی ہے، آپ کسی نا کسی سے تو۔۔۔''

''مجھے کسی سے شادی نہیں کرنی، تم کیوں فضول میں میرے پیچھے پڑ گئی ہو۔'' وہ بیزار کن لہجے میں بولا۔

''آپ تو ادھوری محبت کی تکلیف سے گزرے ہیں، آپ تو میرا درد محسوس کر سکتے ہیں، پھر کیوں مجھے بار بار دھتکارتے ہیں، پلیز

میری محبت کو قبول کر لیں۔'' وہ اچانک اس کے قدموں میں بیٹھ گئی اور اپنے دونوں ہاتھ اس کے پاؤں پر رکھ دیئے اس کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے۔

''نویلہ!'' عیسیٰ احمد زور سے چلایا، ساتھ ہی اس کے ہاتھ جھٹکے۔

''آر یو میڈ؟'' وہ شاکڈ تھا اس کے پاگل پن پر۔

''کیوں! آپ نے بھی تو عروبہ سے محبت کی ہے، تو کیا آپ پاگل ہیں۔'' وہ کسی بھی طرح ہارنا نہیں چاہتی تھی، وہ یہاں جیتنے آئی تھی عیسیٰ احمد کو جیتنے۔

''تمہاری ماں نے تمہارے لئے عروبہ کی زندگی برباد کی، اسے خاندان بھر کی نظروں سے گرایا، میں تم سے تو ہرگز شادی نہیں کر سکتا، اور مجھے کسی سے بھی شادی نہیں کرنی ہے، میں غضنفر علی نہیں ہوں۔'' اس نے دوٹوک الفاظ میں کہا تھا نویلہ کے آنسوؤں میں روانی آ گئی تھی، وہ جانتی تھی عیسیٰ احمد بہت نرم مزاج ہے، کسی کی تکلیف اسے برداشت نہیں ہوتی۔

''میں جانتی ہوں آپ عیسیٰ احمد ہیں غضنفر علی نہیں، اسی لئے آپ سے اپنا درد کہنے آئی ہوں، میرے درد کی دوا صرف آپ کے پاس ہے، میرا سکون آپ کے ساتھ رہنے میں ہے پلیز عیسیٰ'' وہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے رو رہی تھی، نویلہ کے آنسو اسے عروبہ کے دکھ اور نقصان کا اور زیادہ احساس دلا رہے تھے وہ لب بھینچے بیٹھا تھا، جیسے خود کو کوئی سخت بات کہنے سے روک رہا ہو۔

''آپ کی قسم ماما نے جو کیا مجھے اس کا کوئی علم نہ تھا، میں نے ایسا کبھی نہیں چاہا تھا کہ عروبہ کے ساتھ ایسا ہو مگر اب چاہ کر بھی آپ عروبہ کو واپس نہیں لا سکتے مگر میرا دکھ سمجھ سکتے ہیں، اسے ختم کر سکتے ہیں۔'' عیسیٰ احمد کسی طرح نا مان رہا تھا مگر وہ یہاں شکست کھانے نہیں آئی تھی۔

''میں عروبہ کو واپس نہیں لا سکتا مگر تم سے شادی کر کے اس کی نظروں میں گرنا نہیں چاہتا، وہ یہ سمجھنے لگے کہ شاید میں بھی تمہاری ماں کے ساتھ ان کی پلاننگ میں شامل تھا اور تم پلیز جاؤ یہاں سے۔'' وہ اب کی بار کافی سختی سے بولا۔

''آپ کو بخار ہے؟ میڈیسن لی آپ نے۔'' وہ آنسوؤں کو بیدردی سے رگڑتے ہوئے بولی۔

''نہیں میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اب جاؤ یہاں سے۔'' وہ درشتی سے بولا۔

''دل پر کب کسی کا اختیار چلا ہے، کیا آپ کا دل عروبہ کے معاملے میں آپ کی سنتا ہے اور مانتا ہے۔'' اس نے عیسیٰ احمد کو لاجواب کر دیا تھا۔ وہ کچھ دیر اس کے پاس بیٹھی رہی تھی، خود ہی آنسو بہاتی اور خود ہی انہیں پونچھ بھی لیتی عیسیٰ احمد نے تسلی کا ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا، نا ہی اسے آس کا کوئی جگنو تھمایا تھا مگر وہ دوبارہ آنے کا کہہ کر گئی تھی۔

☆.....☆.....☆

http://kitaabghar.com

شام کا وقت تھا، عروبہ ٹیرس پر آ گئی تھی، فارقلیط حسن کہیں بھی نظر نہ آ رہا تھا وہ خاموش کھڑی آسمان پر اڑتے پرندوں کو دیکھ رہی تھی جو یقیناً گھروں کو لوٹ رہے تھے۔

''اللہ!'' اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔

''کیوں ہوں میں اتنی اکیلی؟ ایسا کیا گناہ ہو گیا مجھ سے جس کی سزا اس تنہائی کی صورت مجھ پر مسلط کر دی گئی ہے۔'' آنسو ایک تواتر سے اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے جنہیں صاف کرنا اس نے ضروری نہ سمجھا تھا، سردی کافی زیادہ تھی مگر اسے شاید کچھ بھی محسوس نہ ہو رہا تھا۔

''ہیلو مسز۔'' دفعتاً اس کے عقب میں فارقلیط حسن کی آواز ابھری تھی، اس نے آتے ہی عروبہ غضنفر کو بازوؤں کے گھیرے میں لے لیا اور ٹھوڑی اس کے کندھے پر ٹکا دی۔

''کیا ہو رہا ہے یہاں سردی میں؟'' اس کا موڈ کافی خوشگوار تھا عروبہ نے چاہا کہ آنسو پونچھ ڈالے تاکہ وہ دیکھ نا پائے، مگر اس کے دونوں ہاتھ فارقلیط حسن کے ہاتھوں میں تھے۔

''کچھ نہیں۔'' اس نے حتی الوسع آواز کو نارمل رکھنے کی کوشش کی مگر فارقلیط حسن نے فوراً جان لیا کہ وہ رو رہی ہے، اس نے فوراً اس کا رخ موڑ کر اپنی جانب کیا، عروبہ کے گالوں پر پھسلتے آنسو اسے ساری کہانی سمجھا گئے تھے۔

''تم رو رہی تھی؟'' وہ نگاہیں اس کے چہرے پر پھسلتے آنسوؤں پر جماتے ہوئے بولا تو لمحہ بھر کو وہ خاموش رہ گئی، جیسے کوئی جواب نہ بن پڑا ہو، فارقلیط حسن نے اس کے چہرے کو اپنی ہتھیلیوں میں لے کر اسے خود سے قریب کیا۔

''میں نے کہا تھا نا مجھے ان آنکھوں میں آنسو نہیں چاہئیں، پھر کیوں بھول گئی تم میری بات۔'' اس نے احتیاط سے آنسوؤں کو پونچھا تھا اور عروبہ کے آنسو اور تیزی سے بہنے لگے تھے۔

''ان آنسوؤں کے سوا میرا کبھی کسی نے ساتھ نہیں دیا، یہی تو ہیں ہمیشہ سے میرے ساتھ میرے ہمدرد۔'' اب کی بار اس نے آنسو بہنے دیے تھے اور انہیں فارقلیط حسن سے چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی، وہ اس کا ہاتھ تھام کر اندر کی جانب بڑھا تھا، اسے ساتھ لے کر بیڈروم میں آیا اسے بیٹھا کر خود اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

''اب تو تمہارے آنسوؤں سے میری پکی دشمنی ہو گئی تمہیں ایسا لگتا ہے یہ تمہارے مجھ سے زیادہ قریب ہیں، انہیں تمہارا مجھ سے زیادہ خیال ہے۔'' عروبہ کا ہاتھ ابھی بھی فارقلیط حسن کے ہاتھ میں تھا۔

''آپ بھی عجیب باتیں کرتے ہیں۔'' نا چاہتے ہوئے بھی اس کی بات پر وہ ہنس دی تھی، اسے ہنستا دیکھ کر فارقلیط حسن کو ڈھیروں طمانیت کا احساس ہوا تھا۔

''محبت کرنے والے عجیب ہی ہوتے ہیں سر پھرے، دیوانے، کیا تمہیں میری محبت پر یقین ہے۔'' اس نے اچانک ہی سوال کر ڈالا تھا اور عروبہ غضنفر بس خاموشی سے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ کیا جواب دے۔

''کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟'' اس نئے سوال پر وہ گھبرا اٹھی تھی اسے فارقلیط حسن سے اس سوال کی امید نا تھی، دو بنا پلکیں چھپکائے اس کو دیکھے گئی۔

''کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی ہے؟ اسے یوں خاموشی سے اپنی جانب دیکھتا پا کر وہ الجھ گیا تھا، سو پوچھنے لگا۔

''نہیں'' عروبہ نے ایک لمبی سانس فضا کے سپرد کرتے ہوئے نگاہیں جھکا لیں، اب وہ بھلا فارقلیط حسن کو اس بات کا کیا جواب دیتی، اسے تو محبت پر ذرا بھی اعتبار نہ رہا تھا وہ رشتوں کی اور محبت کی ڈسی ہوئی تھی۔

''تو پھر جواب دو۔'' اس کی طویل خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے فارقلیط حسن نے اسے پھر سے مخاطب کیا۔

''کس بات کا؟'' وہ تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے بولی۔

Do you love me اس نے ایک مرتبہ پھر سوال دہرایا اور نظریں اس کے روئے روئے نقوش پر گارڈ دیں، اس کی جھکی آنکھوں پر سایہ فگن گہری لمبی پلکیں ابھی بھی گیلی تھیں، ناک کا اگلا حصہ سرخ ہو چکا تھا، رونے سے وہ اور زیادہ حسین لگنے لگی تھی۔

''ابھی ہماری شادی کو ٹائم ہی کتنا ہوا ہے۔ اتنی جلدی تو۔'' قصداً اس نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔

''محبت کرنے کے لئے دن مہینے یا سال نہیں چاہیے ہوتے یہ تو لمحوں میں ہو جاتی ہے۔ انفیکٹ یہ خود بخود ہو جاتی ہے، سوچ سمجھ کر نہیں ہوتی۔'' وہ اسے ایسے سمجھا رہا تھا، جیسے وہ اس جذبے سے نابلد ہوں جبکہ خود وہ اس کا ٹیچر رہا ہو۔

''مگر میں آپ کی بہت عزت کرتی ہوں پہلی ملاقات میں آپ جس طرح کا Impact مجھے دے کر گئے تھے آپ اس سے بالکل مختلف ہیں۔'' فارقلیط حسن نے کوئی جواب نا دیا اور اٹھ کر باہر چلا گیا عروبہ کو افسوس ہوا کہ ایسے نہیں کہنا چاہیے تھا، وہ اٹھ کر باہر کی جانب بڑھی، وہ گاڑی میں بیٹھ کر باہر نکل گیا تھا۔

☆.....☆.....☆

فروا روایتی دلہنوں کی طرح تیار نہیں ہوئی تھی، نا بہت شوخ لباس اور نا ہی بہت ہیوی جیولری پہنی تھی، مگر پھر بھی وہ بہت پیاری لگ رہی تھی، موسیٰ علی کے ساتھ چل کر وہ اس کے گھر میں اس کے بیڈروم تک آئی تھی، اسے وہاں چھوڑ کر وہ نا جانے کہاں چلا گیا تھا، نا تو اسے بیٹھنے کے لئے کہا اور نا ہی کوئی اور بات کی، وہ دل مسوس کر رہ گئی، بالآخر خود ہی جا کر بیڈ پر بیٹھ گئی کافی دیر گزر گئی موسیٰ علی نہیں آیا تو اسے شدید کوفت ہونے لگی۔

''تو یہ تھی میری قسمت عیسیٰ احمد؟'' وہ آنکھیں موندے بیٹھی انجانے میں اسے سوچنے لگی۔

''میں نے تمہارے لئے خواب سجائے تھے تمہارے سوا میں کسی کے متعلق سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی، مگر دیکھو، آ کر ایک مرتبہ دیکھو وقت نے کیا ستم ڈھایا مجھ پر۔'' اچانک دروازہ کھلنے اور پھر بند ہونے کی آواز آئی تھی، اس نے جھٹ سے آنکھیں کھول ڈالیں۔

''استغفر اللہ۔'' اس کے دل نے اسے بری طرح سے سرزنش کیا تھا، وہ شرمسار ہوئی۔

''میں اب موسیٰ علی کی بیوی ہوں، اس کے علاوہ کسی دوسرے مرد کا خیال میرے لئے سخت گناہ ہے۔'' وہ سر جھٹک کر سیدھی ہوئی موسیٰ علی بیڈ کی دوسری سائیڈ پر کھڑا معصب کو لٹا رہا تھا، جو کہ اس کے سینے سے لگا سو رہا تھا، وہ خاموشی سے یہ منظر کن اکھیوں سے میں دیکھتی رہی۔

''تمیقیناً تھک گئی ہوگی، چینج کر کے سو جاؤ، میں بھی آرام کرنا چاہتا ہوں۔'' معصب سے دوسری سائیڈ پر موسیٰ علی نیم دراز ہوتے ہوئے بولا تھا، فروا ہنوز خاموش تھی۔

''مگر اس سے پہلے میں تم سے کچھ باتیں کہنا چاہتا ہوں، آئی نو تم ابھی کم عمر ہو، مجھ سے کافی چھوٹی ہو، مگر پھر بھی مجھے امید ہے کہ میری باتوں کو سمجھ کر ان پر عمل بھی کرو گی۔'' اتنی لمبی تمہید پر فروا لحظہ بھر کو چونکی ضرور مگر اس کو احساس نہ ہونے دیا۔

''مجھے عنیزہ سے بے پناہ محبت ہے، اس کے اس دنیا سے جانے کے بعد اس محبت میں کمی نہیں ہوئی بلکہ اضافہ ہی ہوا ہے، شاید میں شادی نا کرتا مگر عنیزہ نے مرنے سے پہلے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ اس کے بعد میں تم سے شادی کر لوں۔'' وہ دم سادھے بیٹھی اس ظالم شخص کی باتیں سن رہی تھی، اسے کم از کم آج کے دن موسیٰ علی سے ان باتوں کی امید نہ تھی مگر وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اس کی زندگی میں کبھی بھی وہ نہیں ہوتا جو وہ سوچتی ہے، اسے کبھی وہ نہیں ملتا جو اسے چاہیے ہوتا ہے یا جو اس کا دل مانگتا ہے۔

''پھر معصب کی تم سے Attachment اور میرا والا قصہ مجھے یہ فیصلہ کرنے پر مجبور کر گیا میں ابھی ذہنی اور دلی طور پر اس رشتے کو قبول کرنے کے قابل نہیں ہوں۔'' اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گیا، فروا جو ہر بات منہ پر کہہ دینے کی عادی تھی، اس کا جی چاہا اسے بتائے کہ وہ بھی عیسیٰ احمد کو بے پناہ چاہتی ہے اور اس کے علاوہ کسی سے محبت نہیں کر سکتی، وہ بھی اپنی ماں کی وجہ سے یہاں ہے اور اگر وہ اس رشتے کو قبول نہیں کرتا تو اسے تینلفظوں سے باندھ کر کیوں لایا صرف اپنے بیٹے کی کل وقتی ملازمہ بنا کر مگر وہ ایسا نا کہہ سکتی تھی، سو صبر کے گھونٹ پی کر بیٹھی رہی۔

''میں نے عنیزہ کے ساتھ اپنی زندگی کا بہترین اور یادگار وقت گزارا ہے اور میں اسے بھولنا نہیں چاہتا، مگر میں تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کروں گا۔'' اس کی بات نیفروا کو دل میں ہنسنے پر مجبور کر دیا تھا، موسیٰ علی کو اپنے رویے اور الفاظ کی بدصورتی کا ذرا احساس نہ تھا۔

''تم سن رہی ہو نا؟'' اچانک اس نے پوچھا۔

''جی!' وہ سامنے والی پینٹنگ کو دیکھ رہی تھی مختصر جواب دے کر دوبارہ خاموش ہو گئی۔

''بس تم کبھی مصعب کو یہ احساس نا ہونے دینا کہ اس کی ماں نہیں ہے، اسے سکھاؤ کہ وہ تمہیں ماما کہا کرے، میں نہیں چاہتا

کہ میرا بیٹا دل میں اتنا بڑا احساس محرومی لے کر پرورش پائے، اگرچہ تم اس کی سگی ماں نہیں ہو مگر وہ یہ لفظ بولنے کو تو نہ ترسے۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی، اسے موسیٰ علی سے شدید نفرت محسوس ہوئی تھی، اچھا تو اسے وہ کبھی نہ لگا تھا، مگر اس وقت اس کا شدت سے جی چاہ رہا تھا کہ اسے بتائے کہ وہ بھی اس سے شادی سے اتنی ہی ناخوش ہے جتنا کہ وہ۔

''میں چینج کر کے آتی ہوں۔'' وہ ڈریسنگ روم کی جانب بڑھی کہ موسیٰ علی کی غیر ارادی نظر اس کی سمت اٹھی۔

''رکو۔۔'' اگلے لمحے وہ تیزی سے اس کے قریب آیا تھا۔

''یہ۔۔ یہ سیٹ تو عنیزہ کا ہے۔'' اس نے فروا کے گلے کی طرف اشارہ کیا۔

''یہ تم نے کس سے پوچھ کر لیا؟'' اس نے ہاتھ بڑھا کر بیدردی سے لاکٹ اس کے گلے کھینچا۔

''آہ۔'' مارے درد کے فروا کی چیخ نکل گئی۔

''خبردار اگر آئندہ عنیزہ کی کسی چیز کو ہاتھ لگایا تو میں ہاتھ توڑ دوں گا۔'' اس نے اسی بیدردی سے اس کے کانوں سے بندے بھی نوچے تھے، احساس ذلت سے اس کی آنکھیں لبالب نمکین پانیوں سے بھر آئی تھیں، سخت لہجے میں اسے اس کی اوقات اور حیثیت بتا کر وہ غصے کے عالم میں کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

''امی!'' وہ بیڈ پر گری اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، وہ جو سوئی لگنے پر بھی ماں کی گود میں منہ چھپا کر آنسو بہاتی تھی، اتنے بڑے دکھ پر تنہا رو رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

''زین بیٹا اٹھ جاؤ اب اور کتنا سونا ہے؟'' فضیلہ بیگم کوئی بیسویں بار بیٹے کو جگانے آئی تھیں، مگر مجال ہے جو وہ اٹھ رہا تھا۔

''پانچ منٹ میں آتا ہوں آپ جائیں۔'' وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے یہی کہہ رہا تھا۔

''نہیں، اب کی بار میں تمہیں ساتھ لے کر جاؤں گی، اتنا زیادہ اور دیر تک سونا نحوست ہوتی ہے اٹھ جاؤ شاباش۔'' انہوں نے کمبل اس کے اوپر سے ہٹایا۔

''کیا یار ماں، اتنے سارے پیپرز کی تھکن ہے اتارنے دیں۔'' وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور پاؤں میں سلیپرز پہننے لگا۔

''بس بہت سو لیا، اٹھ جاؤ اور ناشتہ کر لو، پھر مجھے میری سہیلی نازیہ کے گھر چھوڑ آؤ۔'' اسے اب ان کے اتنے اصرار پر جگانے کی وجہ سمجھ آئی تھی۔

''آپ دونوں سہیلیوں نے یقیناً مل کر چغلیاں ہی کرنی ہوں گی تو وہ آپ لوگ فون پر کر لیں۔'' وہ سنجیدگی سے کہہ کر واش روم کی جانب بڑھا۔

''ٹھہرو ذرا تم، شرارتی لڑکا۔'' انہوں نے کشن اٹھا کر اس کی طرف اچھالا مگر وہ واش روم میں گھس چکا تھا، ہنستے ہوئے وہ باہر کی جانب بڑھ گئیں، زین ان کا اکلوتا بیٹا تھا، ان کے مرحوم شوہر کی نشانی، ان کے گھر اور زندگی کا سکون اور رونق۔

☆.....☆.....☆

غضنفر علی ناکام و نامراد لوٹے تھے، ان کا خیال تھا گل افزاء آج بھی ویسی ہی ہوگی معصوم اور بھولی بھالی، فوراً ان کی بات مان لے گی اور نہیں معاف بھی کر دے گی مگر اس کے سامنے جا کر انہیں اندازہ ہوا کہ ان کے درمیان صدیوں کی خلیج حائل ہے، ایک طویل جدائی اور وقت گل افزاء نے کس تکلیف اور اذیت میں گزارا تھا، یہ سب اس کا چہرہ اور آنکھیں بیان کر رہے تھے، وہ بہت کمزور اور بوڑھی لگ رہی تھی۔

''گل افزاء! کاش میں تمہاری بات سن لیتا، مان لیتا، تو آج ہم یوں الگ الگ نا ہوتے، ہماری بیٹیاں یتیموں کی طرح رخصت نا ہوتیں۔'' گاڑی سست رفتاری سے چل رہی تھی، ان کا گھر جانے کو بالکل دل نا چاہ رہا تھا مگر اس کے سوا اور کہاں جاتے، رات ہو رہی تھی، سو مجبوراً وہ گھر کو لوٹ گئے۔

گاڑی پورچ میں کھڑی کر کے وہ بیڈ روم میں آ گئے تھے صوفیہ کہیں نظر نہ آئیں تو انہوں نے شکر ادا کیا، چینج کر کے واپس آئے تو وہ کمرے کے وسط میں کھڑی ہوئی نظر آئیں، وہ نظر انداز کر کے بیڈ کی جانب بڑھے تکیہ اٹھایا اور صوفے پر رکھ کر لیٹ گئے، کچھ دیر وہیں کھڑی ہو کر وہ دیکھتی رہیں پھر ان کے قریب آ کھڑی ہوئیں۔

''غضنفر کھانا نہیں کھائیں گے؟'' اس کے اتنے سکون سے بولنے اور کھانے کا پوچھنے پر غضنفر علی کے اندر اٹھے طوفان میں طغیانی بڑھنے لگی تھی، مگر وہ چپ سادھے، چہرے پر بازو رکھے لاتعلق بنے لیٹے رہے مگر مقابل بھی صوفیہ تھی، جس نے ہارنا تو سیکھا ہی نہ تھا۔

''غضنفر ایک دفعہ میری بات۔۔''

''بند کرو یہ ڈرامے بازی مکار عورت۔۔'' وہ زور سے دھاڑتے ہوئے اٹھ بیٹھے۔

''تمہیں اندازہ بھی ہے تمہارا گناہ کتنا بڑا ہے، تم نے مجھے برباد کر دیا، مجھ سے میری محبت چھین لی، اپنی خواہش کے حصول کے لئے ایک بے گناہ اور معصوم لڑکی کو بے گھر اور بے در کروایا تم کتنی بے حس ہو تمہیں کبھی خدا کا خوف نہیں آیا بجائے اس کہ تم اپنے گناہ پر پچھتاؤ اس سے معافی مانگو، وہی گناہ پھر سے دوہرایا، اپنی بیٹی کو اس کی محبت دلوانے کے لئے تم نے میری بیٹی پر الزام لگایا، اسے لاوارثوں کی طرح رخصت کروایا اور پھر تم اتنی بہادر ہو ابھی بھی میرے سامنے کھڑی ہوئی ہو، تمہیں تو شرم سے ڈوب مرنا چاہیے، مجھ سے نہ منہ چھپا کر کہیں چلے جانا چاہیے۔'' اتنے برسوں میں پہلی مرتبہ اس گھر کے در و دیوار نے غضنفر علی کی دہاڑ سنی تھی، انہیں غصے میں دیکھا تھا، ورنہ جیسے بھی حالات آئے جو بھی ہوا انہوں نے ہمیشہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا۔

''میں آپ سے محبت کرتی ہوں بچپن سے یا شاید تب سے جب سے ہوش سنبھالا گل افزاء نے آپ کو مجھ سے چھینا، تو کیا میرا حق نا بنتا تھا کہ میں آپ کو واپس لوں اس سے۔'' شاید پہلی مرتبہ وہ اعتراف گناہ کر رہی تھیں۔

''وہ تو تمہیں جانتی بھی نہ تھی، اس نے مجھے نہیں چھینا تم سے اسے چھیننا آتا ہی نہیں۔'' وہ آج بھی گل افزاء کے حق میں بول رہے تھے۔اس کی محبت جوان کی آنکھوں سے چھلکا کرتی تھی آج زبان اس کی گواہی دے رہی تھی اور صوفیہ کو تکلیف میں مبتلا کر رہی تھی۔

''غضنفر مجھے معاف کر دیں، پلیز مجھ سے ناراض مت ہوں۔'' وہ منت کرنے لگیں۔

''میں تمہیں معاف نہیں کر سکتا، مجھے گل افزائے معافی نہیں ملی، اس نے میری بات بھی نہیں سنی، اس نے مجھ سے کچھ نہیں کہا، اس نے تو مجھے برا بھلا بھی نہیں کہا، وہ اب مجھے اس قابل ہی نہیں سمجھتی یا شاید اب بھی اسے کسی کو تکلیف دینا نہیں آتا، نہ ہاتھ سے اور نہ زبان سے اور یہی مومن کی نشانی ہے۔'' صوفیہ ہاتھ ملتی رہ گئیں۔

ساری زندگی انہوں نے غضنفر علی کے دل سے گل افزاء کی محبت ختم کرنے کے لئے جتن کیے ہر ممکن کوشش کی کہ وہ اسے بھول جائیں مگر اس کا عکس ہمیشہ غضنفر علی کی آنکھوں میں دیکھتی رہیں اور آج زبان پر اس کا ذکر اس کی محبت اور اس کے لیے تڑپ دیکھ کر صوفیہ انگاروں پر لوٹ رہی تھیں۔

''میری ایک بیٹی کو میرے پاس ہوتے ہوئے بھی تم نے میرے قریب نہیں آنے دیا، ایک مسلسل خوف مجھ پر مسلط کیے رکھا کہ وہ گل افزاء کی بیٹی ہے، اسی جیسی ہوگی اور نہ جانے اسے کیسے ڈرایا ہوا تھا کہ وہ ہر وقت سہمی رہتی تھی، میری دوسری بیٹی نہ جانے کن حالوں میں پرورش پاتی رہی نا جانے کتنی بار کھلونوں کی دکانوں کے سامنے سے گزرتے ہوئے اس نے ٹھنڈی آہیں بھر کر سوچا ہوگا کاش میرا باپ زندہ ہوتا۔'' صوفیہ کے پاس ان کی کسی بات کا کوئی جواب نہیں تھا اسی وقت سے وہ ہمیشہ ڈرتی رہیں، جو آج ان کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا اور انہیں آئینہ دکھا رہا تھا۔

''غضنفر صرف میرا قصور نہیں ہے سارا آپ کی ماں اور بہن کی پلاننگ تھی، مجھے انہوں نے اس مقصد کے لئے استعمال کیا۔'' اس نے کمزور سا دفاع کرنا چاہا۔

''یہی میری بدقسمتی ہے کہ مجھے سب رشتوں نے دھوکہ دیا، کسی نے میرے متعلق نہ سوچا، سب کو اپنی اپنی ضد اور انا عزیز تھی۔'' وہ گاڑی کی چابی لے کر باہر کی جانب بڑھے تھے۔

''غضنفر رک جائیں کہاں جا رہے ہیں اس وقت۔۔'' وہ پیچھے لپکی تھیں مگر غضنفر علی ان سنی کرتے ہوئے باہر نکل گئے، وہ خود بھی نہیں جانتے تھے کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔

☆.....☆.....☆

موسیٰ علی ٹیرس پر آ کھڑا ہوا تھا، اسے فروا کے ساتھ کی گئی زیادتی پر ذرا بھی افسوس یا شرمندگی نا تھی، اسے عنیزہ کی یاد برچھیوں کی طرح سینے پر لگتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی، وہ اپنے فیصلے پر پچھتانے لگا تھا، اسے لگنے لگا تھا کہ وہ بہت بڑی غلطی کر بیٹھا ہے۔

''عنیزہ تمہاری جگہ میں کسی کو نہیں دے سکتا، تمہاری جگہ کوئی اور لے ہی نہیں سکتا، میں نے صرف تم سے کیا اپنا وعدہ نبھایا ہے اور پھر معصب کے لئے بھی ضروری تھا یہ سب۔'' وہ وہاں سے عنیزہ اور اپنے بیڈروم میں آ گیا تھا، سامنے دیوار پر ان دونوں کی شادی کی تصویر لگی ہوئی تھی ہے دیکھ کر اس کے دل کی حالت غیر ہونے لگی تھی۔

''کیوں چلی گئی تم مجھے چھوڑ کر؟ ذرا بھی نہیں سوچا کیسے رہوں گا میں تمہارے بغیر۔'' وہ شکستہ قدموں سے چلتا ہوا اس کی تصویر کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

''پتا نہیں وقت ایسا کیوں کرتا ہے ہمارے ساتھ کہ جو اتنا عزیز اور پیارا ہوتا ہے ہمیں اسی کو ہم سے چھین لیتا ہے اور جن کا ہونا نہ ہونا ہمارے لئے کوئی معنی نہیں رکھتا وہی لوگ ہمارے اردگرد آس پاس ہر وقت ہوتے ہیں۔'' اسے پتا بھی نا چلا تھا اور اس کی آنکھ سے آنسو نکل پڑے تھے۔

''میں نے اس دنیا میں تم سے زیادہ کسی کو نہیں چاہا تمہاری خاطر اپنی فیملی کو بھی چھوڑ دیا ذرا سا تو خیال کرتی میر۔'' اتمام رات وہ ماضی کی یادوں اور بھول بھلیوں میں کھویا رہا تھا۔

اس نے ایک لمحے کو بھی نہ سوچا کہ وہ ایک جیتی جاگتی جذبات اور احساسات رکھنے والی چھوٹی سی لڑکی کو کس طرح ہرٹ کر کے آیا ہے کیسے اس کے ارمانوں میں آگ لگا کر آیا ہے، وہ رو رہی ہوگی اس کا انتظار کر رہی ہوگی مگر اسے تو صرف عنیزہ کی پرواہ تھی، صرف اس سے محبت تھی، اس کی زندگی میں بھی اور اب اس کے جانے کے بعد بھی، اسے اس بات سے کوئی فرق نا پڑتا تھا کہ کوئی اور کیا سوچتا ہے، یا کیا چاہتا ہے۔

وہ کمرے میں موجود اس کی ایک ایک چیز کو بہت محبت اور عقیدت سے چھو رہا تھا، چوم رہا تھا سینے سے لگا رہا تھا، فجر کی اذان ہوئی تو جیسے وہ ہوش میں آیا، اچانک جس طرح خواب سے جاگا ہو۔

وہ واپس بیڈروم میں آ گیا، سامنے ہی وہ بیڈ پر بیٹھی تھی، دروازے کی جانب اس کی پشت تھی موسیٰ علی نے آہستگی سے دروازہ کھولا تھا اور دبے قدموں اندر داخل ہوا تھا، مگر فردا کو پتا چل گیا تھا کہ وہ اندر آیا ہے، وہ اپنی جگہ سے ذرا سا بھی نا ہلی اور اسی طرح ساکت و صامت بیٹھی رہی، اس کے پاس سے گزر کر وہ وارڈ روب کی جانب گیا تھا، دونوں میں صرف تھوڑا ہی فاصلہ تھا، وہ اس کے سامنے کھڑا تھا، مگر فردا اس کی جانب دیکھ نہ رہی تھی۔

کپڑے نکال کر وہ واش روم میں گھس گیا کچھ ہی دیر میں وہ نکلا تو نظر فردا پر پڑ گئی، اس کا متورم چہرہ، سوجی ہوئی آنکھیں اور مغموم انداز اسے کہیں سے بھی ایک دن کی دلہن ثابت نہیں کرتا تھا، موسیٰ علی سر جھٹک کر آگے بڑھا اور جائے نماز بچھانے لگا، اس نے نماز کی نیت کی۔

''ہونہہ! انسانوں کی تذلیل کرنے والا، خدا کے سامنے تو ایسے کھڑا ہے جیسے بڑا عاجز بندہ ہے۔'' اس کے اندر غصے کی شدید لہر

اٹھی تھی، وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''مجھے بھی نہیں رہنا یہاں کیا سمجھتے ہو تم خود کو، میری اتنی انسلٹ کرو گے اور میں پھر بھی بیٹھی رہوں گی میری ایسی کوئی مجبوری نہیں۔'' وہ دل میں تہہ کر کے اٹھی اور دروازہ کھول کر باہر نکل گئی اس کا پورا بدن تھکن سے چور تھا، تمام رات وہ بیٹھی روتی رہی تھی۔

''فروا تم۔۔۔؟'' امی اسے دیکھ کر گھبرا اٹھی تھیں اور اسے بھی اپنی حماقت اور جلد بازی پر افسوس ہونے لگا تھا کچھ بھی سوچے سمجھے بغیر وہ یہاں آ گئی تھی۔

''خیریت ہے ناں۔۔؟'' وہ کھوجتی نظروں سے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

''آپ کی بہت یاد آ رہی تھی تو میں آ گئی۔ اس نے بات بنانے کی کوشش کی مگر ان کی تسلی نہ ہوئی تھی۔

''موسیٰ کو بتا کر آئی ہو؟'' ایک اور سوال کیا۔

''جی امی'' وہ آگے بڑھی اور جا کر لیٹ گئی اس جگہ پر جہاں پر کل تک وہ سوتی رہی تھی۔

''وہ نماز پڑھ رہے تھے، میں انہیں بتا کر آئی ہوں۔'' اس نے کمبل اٹھا کر اوڑھ لیا آنکھیں بند کرتے ہی آنسو ایک مرتبہ پھر پلکوں کی باڑھ توڑ کر گالوں پر بہہ نکلے تھے۔

دوسری جانب موسیٰ علی نے نماز پڑھ کر دیکھا، وہ کمرے میں نہیں تھی، اسے فکر ہونے لگی کہ وہ اپنی امی کو کچھ نا بتا دے مگر اس وقت وہ کچھ نا کر سکتا تھا، سو خاموش ہی رہا، جائے نماز رکھ کر وہ قرآن پاک پڑھنے لگا۔ مگر دھیان مسلسل اس کی طرف تھا۔

☆.....☆.....☆

''نویلہ تم عیسیٰ سے ملنے گئی تھی؟'' وہ بے چینی سے ادھر سے ادھر ٹہل رہی تھی جب صوفیہ اس کے روم میں آئیں، وہ چلتے چلتے رک گئی مگر جواب نہ دیا۔

''میں تم سے کچھ پوچھ رہی ہوں نویلہ!'' اب کی بار وہ ذرا سختی سے بولیں۔

''جی! گئی تھی۔'' وہ خفگی سے بھرپور لہجے میں بولی اور جا کر صوفے پر بیٹھ گئی۔

''یہ میں آپ کو نہیں بتا سکتی۔'' اس نے صاف انکار کرتے ہوئے کہا، تو وہ حیران نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

''میں ماں ہوں تمہاری۔'' انہوں نے متاسف نظروں سے الاڈلی بیٹی کو دیکھا تھا۔

''آپ مزید میرا کام بگاڑیں گی، میں خود ہینڈل کر لوں گی سب آپ پلیز عیسیٰ اور خالہ سے دور رہیں، وہ دونوں بہت زیادہ غصے میں ہیں۔'' انہوں نے دیکھا کہ نویلہ دن بدن بدتمیز اور ضدی ہوتی جا رہی تھی۔

''تم کبھی اسے نہیں منا سکتی، وہ ایسے نہیں ماننے والا اور پھر نویلہ کیا فائدہ ایسے شخص سے شادی کرنے کا جس کے دل میں کوئی اور

ہے۔'' وہ جس کرب سے آج تک خود گزر رہی تھیں نہیں چاہتی تھیں کہ وہی ان کی بیٹی کے نصیب میں لکھا جائے۔

''آپ نے بھی تو پاپا سے شادی کی تھی نا ان کے دل میں ہی نہیں زندگی میں بھی کوئی اور تھا۔'' اس نے جتانے والے انداز میں کہا تھا۔

''اپنے تجربے سے ہی سیکھا ہے، ایسے مرد سے شادی کر کے عورت تمام عمر نارسائی کے عذاب سے گزرتی ہے، مرد اگر واقعی کسی عورت سے محبت کرنے لگے تو اسے اس کے دل سے نکالا نہیں جا سکتا عیسیٰ اس دنیا کا آخری لڑکا نہیں ہے۔'' وہ اسے سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھیں مگر انہیں اس میں کوئی کامیابی نظر نا آ رہی تھی، وہ ان ہی کی طرح ضدی تھی۔

''میرے لئے ہے اور آپ سن لیں ماما۔'' اس نے ان کی آنکھوں میں دیکھا۔

''اگر عیسیٰ احمد میرا نا ہوا تو میں سوسائیڈ کر لوں گی۔'' اس کی بات نے انہیں ہلا دیا تھا، وہ خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

''دوبارہ ایسی فضول بات مت کرنا۔'' انہوں نے متفکر نظروں سے اس کے ضدی چہرے کو دیکھا تھا کچھ دیر خاموشی رہی اور پھر وہ باہر نکل گئیں۔

نویلہ نے اپنا موبائل اٹھایا اور عدیل کا نمبر ڈائل کرنے لگی، جو اس نے علیشہ کے موبائل سے نکالا تھا، فوراً ہی کال ریسیو ہو گئی۔

''السلام علیکم! عدیل بھائی!'' اس نے جھٹ سلام کیا۔

''نویلہ بات کر رہی ہوں۔'' اس کے جواب کا انتظار کے بغیر وہ بولی تھی۔

''ہاں نویلہ کہو۔'' اس کی کال سے عدیل کو اچنبھا ہوا تھا، کیونکہ اس سے پہلے تو اس نے اسے کبھی فون نہیں کیا تھا۔

''آپ میرا ایک کام کر سکتے ہیں؟'' وہ ملتجی انداز میں بولی تھی۔

''ہاں بولو۔'' عدیل متجسس ہوا۔

مجھ''ے عیسیٰ کا نمبر دے دیں پلیز انہیں مت بتایئے گا کہ میں نے آپ سے نمبر لیا ہے۔'' عدیل کسی حد تک اس کی عیسیٰ کے لئے پسندیدگی سے واقف ہو گیا تھا۔

''ٹھیک ہے میں تمہیں سینڈ کرتا ہوں۔'' اس نے کال بند کر دی اور اس کے ایک منٹ بعد یا اسے نمبر مل گیا، دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے نمبر ملایا تھا۔

☆.....☆.....☆

عروبہ کو افسوس ہوا تھا کہ اس نے فارقلیط حسن کو خفا کر دیا تھا، وہ تو اس کا محسن تھا، اس سے محبت کرتا تھا مگر عروبہ کو کب محبت پر یقین تھا، پھر بھی اسے فارقلیط حسن کے جذبات کی قدر تھی، وہ اس کی احسان مند تھی کہ مشکل وقت میں وہ اس کے کام آیا تھا، وہ بے چینی کے عالم میں ادھر سے اُدھر ٹہل رہی تھی، مگر فارقلیط حسن نا آیا، عشاء کی نماز پڑھ کر وہ اب گھڑی سامنے رکھے اس کی واپسی کی منتظر تھی۔ ، وقت جیسے

جیسے گزر رہا تھا اس کیلیے چینی اور پریشانی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

''کہاں چلے گئے۔'' اسے سخت تشویش ہونے لگی تھی نا تو اس کے پاس موبائل تھا نا ہی فارقلیط حسن کا نمبر، گھڑی نے دس اور پھر گیارہ بجا دیے سردیوں کی رات ہر سوسنا تا تھا اتنا بڑا گھر اور وہ تنہا، اسے گھبراہٹ کے بارے پسینے آنے لگے، لاؤنج میں لینڈ لائن فون پڑا تھا مگر کس سے بات کرتی؟ کس سے پوچھتی، پریشانی اور بے بسی کے احساس سے اسے رونا آنے لگا تھا۔

''یا اللہ میری مدد کر، کیا کروں میں۔'' اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

''میرے پاس کھونے کے لئے اب کچھ بھی باقی نہیں ہے، یہ میرا آخری سہارا ہے، یہ مت چھیننا مجھ سے۔'' دو روئے جا رہی تھی اور وقت گزرتا جا رہا تھا، اس نے ایک مرتبہ پھر گھڑی کی سمت دیکھا تھا جو رات کا ڈیڑھ بجا رہی تھی۔

''نہیں اللہ میاں جی۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی، بیڈ کے سامنے فلور کشن پر بیٹھی سر گھٹنوں میں دیے وہ زور زور سے رو رہی تھی۔

''فارقلیط حسن واپس آ جائیں، پلیز میرے ساتھ ایسا مت کریں، میرا آپ کے سوا کوئی نہیں ہے۔'' اس کے رونے میں شدت آتی جا رہی تھی۔ دفعتاً بیڈ روم کا دروازہ کھلا تھا اور فارقلیط حسن اندر داخل ہوا، جیسے ہی اس کی نظر عروبہ پر پڑی وہ تیر کی سی تیزی سے اس کے قریب آیا۔

''عروبہ!'' اس نے اسے پکارا اور اس کے قریب زمین پر بیٹھ گیا عروبہ نے فوراً سر اوپر اٹھایا، فارقلیط ہکا بکا رہ گیا۔

what happened? is every thing alright ? اس کی حالت پر وہ سخت پریشان ہوا تھا۔

''کہاں تھے آپ؟ کب سے آپ کا انتظار کر رہی ہوں، نا میرے پاس موبائل تھا، نا آپ کا نمبر، نا ہی کسی ایسے شخص کا نام یا نمبر جس سے آپ کے متعلق پوچھتی۔'' وہ ایک مرتبہ پھر چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر رونے لگی تھی، فارقلیط حسن شرمندہ ہوا تھا کہ وہ اس کی وجہ سے پریشان رہی مگر یہ بات اسے خوشگوار حیرت میں بھی مبتلا کر رہی تھی، اس نے عروبہ کے چہرے سے دونوں ہاتھ ہٹائے تھے، اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔

''سوری یار میں ضروری کام سے گیا تھا۔'' اس نے بات بنائی تھی۔

''میری یہاں جان پر بنی ہوئی ہے، ٹائم دیکھا ہے آپ نے۔'' اس کے آنسو تھمنے کا نام نا لے رہے تھے، فارقلیط حسن نے ہاتھ بڑھا کر آنسو پونچھنے کی کوشش کی مگر عروبہ نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا، وہ ناراض دکھائی دیتی تھی۔

''رہنے دیں، اس ہمدردی کی ضرورت نہیں ہے مجھے جھوٹ بولتے ہیں آپ مجھ سے کوئی محبت نہیں ہے آپ کو۔'' اس کی بات پر وہ ہنس دیا تھا۔

''اور تم بھی جھوٹ بولتی ہو مجھ سے محبت نہیں کرتی، میں تو سوچ رہا تھا تم سو رہی ہو گی، لیکن اب پتا چلا کہ ہے آگ دونوں طرف برابر لگی ہوئی۔'' وہ اسے چھیڑ رہا تھا اور عروبہ کا پارہ ہائی ہونے لگا تھا، اپنے مزاج کے خلاف وہ اس وقت غصے میں آ گئی تھی۔

''اس بات کا کیا مطلب؟ ایک تو مجھے اتنا پریشان کیا؟ اوپر سے فضول باتیں کر رہے ہیں مجھ سے بات نا کریں۔'' وہ وہاں سے اٹھی اور دور جا بیٹھی۔

''ہاہاہا۔'' فارقلیط حسن نے زوردار قہقہہ لگایا۔

''بس کر دو اب، تم مزید اس محبت کو چھپا نہیں سکتی۔'' وہ لطف لیتا ہوا اٹھ کر اس کے قریب آ بیٹھا۔

''میں کوئی محبت وحبت نہیں کرتی۔'' وہ سخت انکاری تھی، مگر مقابل بھی فارقلیط حسن تھا، بڑا گھاگ اور زیرک تھا لمحوں میں انسان کے اندر تک دیکھ لیتا تھا۔

''اچھا ادھر آؤ۔'' اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے دیوار گیر آئینے کے سامنے لے گیا۔

''یہ دیکھو اپنا حال۔'' اس کے کہنے پر عروبہ نے آئینے میں دیکھا، اس کا حلیہ واقعی اجاڑ اور ویران تھا، آنکھیں بہت سرخ اور سوجی ہوئی تھیں۔

''میں واقعی بہت پریشان تھی آپ کو احساس ہے۔'' وہ ایک مرتبہ پھر آنسو آنکھوں میں بھرتے ہوئے بولی تھی اور واپس جا کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔

''سوری کہہ تو رہا ہوں؟'' وہ اس کے پیچھے آیا تھا۔

''مسلسل میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔'' وہ خفگی سے بھرپور لہجے میں بولی۔

''آئی سوئیر میں مذاق نہیں اڑا رہا۔'' اب کی بار وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔

''مگر تم بھی مان جاؤ نا۔''

''جو بات ہے ہی نہیں اس کو کیوں مانوں۔'' وہ ابھی بھی انکاری تھی۔

''تمہیں پتا ہے تمہارے نام کا مطلب کیا ہے۔'' وہ اس کے برابر میں بیٹھ گیا اور بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا لی۔

''جی پتا ہے۔'' مختصر جواب آیا۔

''کیا مطلب ہے؟'' اس نے اگلا سوال کیا۔

''محبت کرنے والی۔'' اس نے بنا توقف کے جواب دیا، فارقلیط حسن نے مسکراہٹ دبا کر اس کی جانب دیکھا۔

''غلط'' اس نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

''تو صحیح کیا ہے، آپ بتا دیں۔'' اس نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی۔

''شوہر سے محبت کرنے والی۔'' اس نے رخ پھیر کر فارقلیط حسن کی طرف دیکھا۔

''بلیومی، میں نے کئی جگہوں سے چیک کیا ہے یہی مطلب ہے۔'' عروبہ خاموش ہوئی، مزید بحث کا ارادہ موقوف کیا اور ایک گہری سانس فضا کے سپرد کی۔

''آپ کا نام بہت خوبصورت ہے، بہت یونیک سا، میں نے پہلے کبھی نہیں سنا، اس کا کیا مطلب ہے؟'' گویا اس کی ناراضی ختم ہو چکی تھی۔ فارقلیط حسن نے شکر ادا کیا تھا۔

''ایکچوئیلی تو معذرت مجھے بھی نہیں پتا ہیں، دراصل یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہے، جو بائبل میں لکھا ہوا ہے۔'' اس نے سنجیدگی کے ساتھ عزت واحترام سے جواب دیا تھا۔

''مجھے نیند آئی ہے، سونے لگیہوں۔'' وہ لیٹ گئی۔

''اچھا لڑائی تو ختم کرو نا۔'' وہ اسے منانے لگا تھا۔

''میری کوئی لڑائی نہیں ہے آپ سے۔'' وہ ابھی بھی خفگی سے بولی تھی۔

''اچھا چلو تمہیں کافی بنا کر پلاتا ہوں۔'' اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا کچن کی طرف بڑھا۔

''فارقلیط حسن چھوڑیں، نیند آئی ہے مجھے۔'' مگر اس نے ایک ناسنی اور کچن میں لا کر چھوڑا۔

☆.....☆.....☆

آج زین کا انٹرویو تھا، وہ خوب تیار ہو کر اور امی کی ڈھیروں دعائیں لے کر گھر سے نکلا تھا، ہاتھ میں فائل پکڑے اعتماد سے قدم اٹھاتا وہ کئی نگاہوں کا مرکز بنا ہوا تھا، اس کی سفید رنگت لائٹ براؤن آنکھیں، دراز قامت اسے پرکشش بناتے تھے، خوبصورت ستواں ناک اس کی نیچر اور مزاج کے خلاف کافی غرور اور شان سے چہرے پر کھڑی تھی، طبعاً وہ لاابالی سا نوجوان تھا۔

''السلام علیکم!'' اندر داخل ہوتے ہی اس نے سلام کیا تھا، موسیٰ علی نے سر سے پاؤں تک اس کا جائزہ لیا تھا۔

''وعلیکم السلام! Have a seat'' اس نے کرسی کی طرف اشارہ کیا اور زین بیٹھ گیا۔

''تھینک یو!'' اس نے فائل اس کے سامنے میز پر رکھ دی اور موسیٰ علی کے ساتھ ساتھ آفس کا بھی جائزہ لینے لگا، اچانک موسیٰ علی نے سر اوپر اٹھایا۔

''آپ کا تعلیمی ریکارڈ بس نارمل سا ہے بہت اچھا نہیں ہے۔'' اس نے زین کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''سر جس پوسٹ کے لئے میں نے اپلائی کیا ہے وہ بھی تو نارمل سی ہے، بہت شاندار تو نہیں۔'' اس کے اتنے اعتماد سے اور

صاف گوئی سے کہنے پر لمحہ بھر کو تو موسیٰ علی حیران رہ گیا، پھر فائل بند کر دی۔

''سر ویسے میں بہت انیلی جنٹ ہوں بس پڑھائی کا اتنا مجھے شوق نا تھا امی کی خواہش تھی پڑھوں اور جاب کروں، اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جاؤں تو بس تھوڑا بہت پڑھ لیتا تھا۔'' وہ صاف گوئی سے بولا۔

''پڑھائی بھی امی کی خواہش پر کی اور اب جاب بھی امی کی خواہش پر کر رہے ہو تو آفس میں کام کیسے کرو گے؟'' موسیٰ علی نے اسے استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔

''سر وہ میں کر لوں گا، ڈونٹ وری، آئی نو کہ جاب کروں گا تو ہی میری شادی ہو گی اور جاب تب ہی continue رہے گی جب میں محنت کروں گا۔

''اگر ہم آپ کو اپائنٹ کریں تو کیوں کریں؟ آپ کیسے خود کو Justify کریں گے in own words آپ میں ایسا کیا ہے کہ ہم آپ کو اپائنٹ کریں۔'' موسیٰ علی کو وہ خاصا دلچسپ اور کام کا بندہ لگ رہا تھا لہذا وہ اس سے سوال پر سوال کر رہا تھا، دوسری جانب بھی زین تھا، حاضر جواب پر اعتماد۔

''سر ایک تو میں خوبصورت بہت ہوں۔'' اس نے بات کا آغاز کیا۔

''اچھا تو آپ کی خوبصورتی کا ہمیں کیا فائدہ ہو گا؟'' موسیٰ علی اس کی بات پر حیران ہوا۔

''دیکھیں سر اگر کوئی کمپنی آپ کے ساتھ کانٹریکٹ کرنے لگے گی، یا کوئی بھی بزنس ڈیل کرنی ہوئی تو مجھے ساتھ رکھیے گا لوگ خوبصورتی سے بہت متاثر ہوتے ہیں، اس سے آپ کا بہت فائدہ ہو گا۔'' اس نے بہت سنجیدگی سے مذاق کیا تھا۔

''بزنس ڈیل کرنی ہے، رشتہ نہیں، جو آپ کی خوبصورتی سے متاثر ہوں گے۔'' موسیٰ علی نے بمشکل اپنی ہنسی روکی تھی۔

''سر ہو سکتا ہے کہ مجھے رشتہ بھی دے دیں، اس طرح آپ کے ساتھ ساتھ میرا بھی بھلا ہو جائے گا۔'' وہ مزید شرارتی ہوا۔

''جتنی غیر سنجیدگی سے آپ یہ انٹرویو دے رہے ہیں آپ کو کیا لگتا ہے کہ آپ کو سلیکٹ کیا جائے گا؟'' موسیٰ علی نے اسے مزید چیک کرنا چاہا۔

''سر ریجیکٹ کرنے کی کوئی وجہ مجھے نظر نہیں آئی۔'' وہ ذرا بھی نا جھجکا۔

''اور اگر میں کہوں کہ آپ کو ریجیکٹ کیا جاتا ہے'' موسیٰ علی نے اس کی فائل بند کر کے میز پر اس کی جانب کھسکا دی۔

''تو سر آپ اپنا ہی نقصان کریں گے۔'' اس نے لاپروائی سے شانے اچکاتے ہوئے کہا اور فائل اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔

We will call you موسیٰ علی نے رسمی انداز میں کہا، زین ندیم سر ہلا کر باہر نکل گیا۔

☆.....☆.....☆

عیسیٰ احمد کا بخار اترنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا، نا ہی وہ میڈیسن کھا رہا تھا، ماما اس کی منتیں کرتے کرتے تھک گئی تھیں مگر اس نے مان کر نہ دیا۔

''عیسیٰ میں نماز پڑھنے جا رہی ہوں میرے آنے تک یہ سوپ پی لینا۔'' ماما سے ہدایت جاری کر کے چلی گئی تھیں، مگر وہ ان سنی کر کے لیٹا رہا، اچانک اس کے فون کی بیل بجی مگر اس نے دھیان نا دیا مگر جب دوبارہ اور پھر سہ بارہ کال آئی تو اس نے سیل فون اٹھا کر دیکھا۔

''ہیلو!'' کوئی انجان نمبر تھا۔

''السلام علیکم'' دوسری طرف سے آہستگی سے سلام کیا گیا، وہ پہچان نہ سکا۔

''کون؟'' اس نے استفسار کیا۔

''آپ کی طبیعت کیسی ہے اب؟'' اس سوال پر وہ پہچان گیا تھا وہ نویلہ تھی۔

''میرا نمبر کہاں سے لیا ہے؟'' وہ درشتی سے بولا

''آپ کی فکر ہو رہی تھی، مجھ سے رہا نہیں گیا، اس لئے۔''

''جسٹ شٹ اپ نویلہ، زیادہ اسمارٹ بننے کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ دانت پیستے ہوئے سخت لہجے میں بولا تھا۔

''آپ اتنے ظالم تو نہ تھے عیسیٰ! کم از کم بات تو آرام سے کر لیں۔'' اس کے طرز گفتگو پر دل گرفتہ ہوئی تھی، کال کرنے سے پہلے اسے اندازہ تھا کہ وہ اس سے ناراض ہوگا، ڈانٹے گا مگر پھر بھی جب اس نے ڈانٹا تو اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی بہت انہونی ہوئی ہے، جس کی اسے امید نا تھی۔

''جتنا بھی ظالم ہو جاؤں تمہاری فیملی سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔'' اس نے طنز کا نشتر چھوڑا تھا۔

''میں اپنی فیملی جیسی نہیں ہوں، وقت ثابت کر دے گا آپ پر۔'' اس نے بہت بڑا دعوی کیا تھا۔

''اونہہ۔'' عیسیٰ احمد نے سر جھٹکا۔

''سوتیلی ہی سہی تھی تو تمہاری بہن، اس کے ٹوٹے خوابوں کی سلگتی راکھ پر تم اپنی خواہشوں اور آرزوؤں کا محل تعمیر کرنا چاہتی ہوں تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ تم مختلف ہو اپنی فیملی سے اس کے جانے سے تم نے سوچا کہ تمہارا راستہ صاف ہو گیا، کوئی فرق نہیں تم میں اور تمہارے گھر کے باقی افراد میں۔'' عیسیٰ احمد نے اسے آئینہ دکھانے کی کوشش کی تھی لحظہ بھر کو وہ چپ رہ گئی، جیسے کچھ سوچ رہی ہو۔

''میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ میں آپ سے محبت۔۔۔''

''اپنی خود غرضی اور ضد کو محبت کا نام مت دو محبت کرنے والوں کے دل بہت نرم ہوتے ہیں، وہ کسی دوسرے کو تکلیف میں مبتلا نہیں دیکھ سکتے، ان فیکٹ تمہاری فیملی اس لفظ کے ہجوں سے بھی واقف نہیں ہے۔'' نویلہ کے منہ سے اظہار محبت اسے تپا گیا تھا، وہ

اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ خود غرض اور ظالم ماں باپ کی بیٹی ہے، جنہیں صرف اپنی خواہشوں سے پیار ہے۔ جنہیں کسی کے جینے یا مرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

''میں جانتی ہوں پ میرا یقین نہیں کریں گے مگر پھر بھی آپ کو کئی بار بتا چکی ہوں کہ عروبہ کے ساتھ جو ہوا اس کے متعلق میں بھی اسی طرح بے خبر تھی جیسے آپ مجھے نہیں معلوم تھا کہ۔۔۔''

''بہتر ہوگا کہ عروبہ کو بیچ میں مت لاؤ اس کا نام سنتے ہی میرے اندر تم لوگوں کے لئے نفرت کا احساس مزید بڑھنے لگتا ہے، جی چاہتا ہے کہ ہر چیز کو تہس نہس کر دوں۔'' نویلہ کی محبت جیسے جیسے اس کے لئے شدت اختیار کر رہی تھی، عیسیٰ احمد کی نفرت اسی تیزی سے بڑھ رہی تھی۔

''محبت کا نا سہی نفرت کا ہی سہی، چلیں کوئی تعلق تو ہے ہم میں۔'' وہ آنسو ضبط کرتے ہوئے بولی۔

''نا تو میں تمہاری ایسی باتوں سے متاثر ہونے والا ہوں اور نا ہی نرم تمہیں جتنی بھی کوشش کرنی ہے کر لو۔'' اس نے فون بند کر دیا تھا، اسے نویلہ سے کسی طرح کا لگاؤ محسوس نہیں ہوتا تھا، اس کے معاملے میں اس کا دل پتھر سے پتھر ہوتا جا رہا تھا، اس کے لوح دل پر اگر کوئی نام نقش تھا تو وہ صرف عروبہ غضنفر کا تھا، جسے کوئی کبھی مٹا ہی نہیں سکتا تھا، گزرا وقت اس کی محبت میں مزید اضافہ کر رہا تھا، اس کی یاد ایک تڑپ اور کسک بن کر ہر وقت اس کے ساتھ رہتی تھی۔ اسے سوچنا، اسے یاد کرنا عیسیٰ احمد کو بہت اچھا لگتا تھا۔

☆.....☆.....☆

فردا کو ٹمپریچر تھا، موسیٰ علی آفس جاتے ہوئے معصب کو انیکسی میں چھوڑ گیا تھا، اس وقت فروا سو رہی تھی، آفس سے واپس آ کر وہ سیدھا وہیں آیا تھا، سامنے ہی ساجدہ بیٹھی ہوئی تھی، وہ ان کے پاس آ گیا۔

''السلام علیکم'' معصب نے اسے دیکھتے ہی شور مچانا شروع کر دیا، وہ اسے پاپا کہنے لگا تھا موسیٰ علی نے آگے بڑھ کر اسے اٹھایا تھا۔

''وعلیکم السلام جیتے رہو۔'' وہ خوش دلی مسکرائیں۔

''آؤ بیٹھو۔'' انہوں نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

''نہیں، وہ میں بس ان دونوں کو لینے آیا تھا، آفس سے سیدھا ادھر آیا ہوں۔'' اس نے انکار کیا۔

''فروا کو تو بہت تیز بخار ہے صبح سے بے سدھ پڑی ہے، اس کے ماموں بھی کسی ضروری کام سے گئے ہوئے ہیں صبح سے، میں نے کہا میں ڈاکٹر کے پاس لے جاتی ہوں مگر مان ہی نہیں رہی، بس خاموش لیٹی ہے کچھ کھا پی بھی نہیں رہی۔'' وہ ماں تھیں، ان کے دل میں سو طرح کے اندیشے اور وسوسے پل رہے تھے، سارا دن وہ پریشان ہی تھیں، اب جو موسیٰ علی کو سامنے دیکھا تو ان سے رہا نا گیا اور سب کہہ گئیں۔

''سردی بھی کافی ہے، اسی لئے ٹمپریچر پر ہو گیا ہوگا۔'' اس نے انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کی۔ مگر وہ نا جانتا تھا کہ ماں کا دل اتنی آسانی سے مطمئن نہیں ہوتا۔

''بیٹا یہ یہ کون سا سردی میں پھرتی رہی ہے۔کل یہاں سے جب گئی ہے تو بالکل ٹھیک تھی طبیعت، پھر آپ نے کون سا سردی میں بٹھایا ہوگا، پتا نہیں کیا ہوا، میں تو بہت پریشان ہوں۔'' ان کی باتوں نے اسے دل ہی دل میں سخت شرمندہ کیا تھا مگر اس بات پر اس نے شکر ادا کیا تھا کہ فروا نے اپنی امی کو کچھ نا بتایا تھا، اگر وہ بتا دیتی تو وہ کبھی ان کے سامنے سر اٹھا کر کھڑا نا ہو سکتا تھا۔

''میں دیکھتا ہوں۔'' اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو معصب ان کو پکڑا کر اندر کی جانب بڑھا، سامنے ہی وہ کمبل سر تک تانے پڑی ہوئی تھی۔

''فروا!'' موسیٰ علی اس کے پاس جا کھڑا ہوا اور اسے آواز دی مگر جواب ندارد۔

''فروا اٹھو تمہیں ڈاکٹر کے پاس جانا ہے۔'' اس نے دوبارہ آواز دی مگر اس نے کوئی جواب نا دیا اور نا ہی اس کے وجود میں کوئی جنبش ہوئی۔

''میں جانتا ہوں تم جاگ رہی ہو اور میری بات سن رہی ہو، منہ سے کمبل ہٹاؤ۔'' وہ آہستہ آواز میں نرمی سے بولا، مگر وہ اسی طرح لیٹی رہی۔

''دیکھو فروا۔۔۔'' اس نے کمبل اس کے چہرے سے ہٹایا اور بولتے ہوئے اچانک اس کی زبان بند ہوگئی، اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا، آنکھیں بے حد سرخ ہو رہی تھیں۔

''فروا۔'' وہ کرسی کھینچ کر اس کے قریب بیٹھ گیا اور ایک مرتبہ پھر اسے آواز دے ڈالی مگر وہ کسی بے جان وجود کی طرح پڑی ہوئی تھی۔

''آنکھیں تو کھولو یار۔'' اس نے ہاتھ اس کی پیشانی پر رکھا اور فوراً واپس کھینچ لیا، اسے بہت بخار تھا، ان کا وجود کوئلوں کی مانند دہک رہا تھا موسیٰ علی کو شرمندگی نے آن گھیرا، وہ جانتا تھا اسب کا ذمہ دار وہ ہے۔

''فروا! پلیز میری بات سنو۔'' موسیٰ علی نے ہولے سے اس کا گال تھپتھپایا وو ذرا سا کسمسائی، اس نے پھر اسے آواز دی، اب کی بار اس نے لمحہ بھر کو آنکھیں کھولیں، اس کی آنکھوں میں موجزن حزن وملال اسے صاف دکھائی دے رہا تھا، موسیٰ علی نے دیکھا اس کی آنکھیں بہت زیادہ سرخ ہو رہی تھیں، اس نے دوبارہ آنکھیں موند لیں۔

''فروا بات سنو پلیز۔'' اس نے ہاتھ ایک مرتبہ پھر اس کی پیشانی پر رکھا تھا، جسے فروا نے بغیر کسی لحاظ کے جھٹک دیا تھا۔

''آپ نے جتنا مجھے سنانا تھا سنا چکے، اب خاموشی سے یہاں سے چلے جائیں، ورنہ میں امی کو سب کچھ بتا دوں گی۔'' اس نے زہر آلود نظروں سے موسیٰ علی کو دیکھا اور دوبارہ کمبل سر تک تان لیا، چند ثانیے وہ خاموشی سے اس کی طرف دیکھتا رہا، پھر ہمت کر کے دوبارہ گویا ہوا۔

''میرے ساتھ گھر چلو، وہاں جا کر جو مرضی کہہ لینا۔'' وہ مصالحت آمیز انداز میں بولا ہوا تھا مگر فروا کسی طور پر جانے کو تیار نہ تھی، سو خاموش رہی کچھ دیر وہ بیٹھا رہا اور پھر اٹھ کر باہر آ گیا، معصب کو اٹھایا اور باہر کی جانب بڑھا۔

''بالکل بچوں جیسے ہے، بضد ہے کہ ڈاکٹر پاس نہیں جانا، میں میڈیسن لا دیتا ہوں، آپ اسے کھلا دیں۔'' وہ باہر نکل گیا تھا، امی

فوراً فروا کے پاس آئی تھیں۔

''فروا مجھے سچ بتاؤ کیا ہوا ہے؟ تم کیوں نہیں گئی اس کے ساتھ میرا دل ہول رہا ہے میں مزید دکھ نہیں اٹھا سکتی۔'' اس کے پاس بیٹھ کر منت بھرے انداز میں بولیں تو فروا کو ان پر ترس آ گیا، وہ صبح سے اس کی منتیں کر رہی تھیں۔

کبھی کچھ کھانے کے لئے کبھی میڈیسن لینے جانے کے لئے۔

''امی میں ٹھیک ہو جاؤں گی، میڈیسن کی ضرورت نہیں ہے، آپ خواہ مخواہ کیوں پریشان ہو رہی ہیں، میری طبیعت ٹھیک ہو گی تو میں چلی جاؤں گی، ابھی آپ کے پاس رہنا چاہتی ہوں آپ پتا نہیں کیا سوچ رہی ہیں، موسیٰ بہت اچھے ہیں، آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' اس نے انہیں تسلی دینے کے لئے کہا۔

''فروا میں نے زندگی میں بہت دکھ اٹھائے ہیں، میرے پاس اب تمہارے سوا اور کوئی نہیں ہے، میں نے ہمیشہ کوشش کیے، کہ تمہیں کوئی دکھ اور پریشانی نا ہو پتا نہیں کیوں جب سے تم آئی ہو مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے میں نے غلط فیصلہ کیا ہے تمہارے لئے موسیٰ کا رشتہ قبول کر کے۔'' ان سے رہا نا گیا اور اندیشہ ان کی نوک زبان پر آ ہی گیا اور تب فروا کو اپنی غلطی کا احساس ہوا، وہ جانتی تھی اس کی ماں آل ریڈی بہت پریشان ہے وہ انہیں مزید پریشان نہیں دیکھ سکتی تھی۔

''امی آپ کا فیصلہ بہت اچھا ہے، آپ کو بلاوجہ وہم ہو رہے ہیں، موسیٰ ہمارے لئے کوئی انجان تو نہیں ہیں، ہم برسوں سے انہیں جانتے ہیں کیا آپ کو ان کی شرافت اور اچھائی پر کوئی شک ہے۔'' اس نے ماں کو مطمئن کرنے کی ہر ممکن کوشش کر ڈالی۔

''فروا تمہارے ابو آئے تھے کل۔'' انہوں نے اچانک ہی کہا فروا لب بھینچ کر رہ گئی۔

''تمہارے ماموؤں نے انہیں بے عزت کر کے نکال دیا۔'' وہ افسردگی سے بولیں۔

''امی پہلی بات تو یہ کہ میں اس شخص کو اپنا باپ تسلیم نہیں کرتی۔'' وہ نفرت سے بولی۔

''دوسری بات یہ کہ ماموں نے بہت اچھا کیا ہے، جو جس قابل ہوا سے ویسے ہی ٹریٹ کرنا چاہیے۔'' اس کی بات سن کر وہ بالکل خاموش رہ گئیں۔

''کیا ابھی بھی آپ کے دل میں اس شخص کے لئے کوئی نرم گوشہ ہے؟'' اسے امی کے رویے پر حیرت ہوئی تھی۔

''فروا میں اس شخص کو اپنے دل سے نکال چکی ہوں۔ مجھے صرف اپنی بیٹی کی فکر ہے میں عروبہ سے ملنا چاہتی ہوں۔'' انہوں نے اسے بتایا۔

''تو ٹھیک ہے، ان سے کہیں عروبہ کو آپ کے پاس لے آئیں، جب وہ آپ سے ملے گی تو یقیناً آپ کے پاس ہی رہے گی، کیونکہ اسے انہوں نے بتایا ہے کہ اس کی ماں اس دنیا میں نہیں ہے۔'' وہ امی سے باتیں کر رہی تھی جب موسیٰ علی میڈیسن لے کر آ گیا تھا، وہ قصداً اس کی جانب دیکھنے سے اجتناب کر رہی تھی، موسیٰ علی نے میڈیسن رکھی اور مصعب کو لے کر باہر کی جانب بڑھا۔

''ماما!'' مصعب فروا کے پاس آنے کے لئے بے چین ہو رہا تھا، موسیٰ علی رک گیا۔

''بیٹا! مما کو بخار ہے، وہ میڈیسن کھا کر آرام کریں گی۔'' اس نے بیٹے کو پیار سے سمجھایا، مگر وہ فروا کے پاس جانے کے لئے ضد کر رہا تھا، وہ انجان بنی لیٹی رہی۔

''موسیٰ، بیٹھ جاؤ بیٹا میں چائے بنا کر دیتی ہوں آپ۔'' امی اپنی جگہ سے اٹھی تھیں، موسیٰ علی بغور فروا کی جانب دیکھ رہا تھا جو اس کے ساتھ مصعب کو بھی اگنور کر رہی تھی۔

''شکریہ آنٹی اس کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ روتے ہوئے بیٹے کو سینے سے لگائے باہر نکل گیا۔

☆.....☆.....☆

عروبہ نے ملازم کو بھیج کر لکھنے کا سامان منگوایا تھا، فارقلیط حسن گھر پر نہیں تھا، وہ دھوپ میں بیٹھی ناول لکھ رہی تھی۔

''فائزہ اس کی بہترین دوست تھی، جسے وہ سگی بہنوں سے بڑھ کر چاہتی تھی فائزہ بھی اس سے بہت محبت کرتی تھی، مگر کل رات والے واقعے کے بعد اسے پتا چلا کہ اس سے کوئی بھی محبت نہیں کرتا، فائز بھی نہیں، محبت بھی ہمارے لئے آکسیجن کی طرح ہوتی ہے، جو اگر ملتی رہے تو دل کی سرزمین سرسبز و شاداب رہتی ہے اور اگر نہ ملے تو دل بنجر اور ویران ہو جاتا ہے، اس پر زندگی کے آثار ختم ہونے لگتے ہیں، کچھ ایسا ہی وہ بھی محسوس کر رہی تھی۔''

عروبہ غضنفر کو بالکل اندازہ ہی نہ ہو سکا اور فارقلیط حسن اس کے سر پر پہنچ گیا، اس نے جلدی سے بال پوائنٹ بند کر دی اور رائٹنگ پیڈ کو گود میں الٹا کر کے رکھ دیا، فارقلیط حسن نے فوراً محسوس کر لیا کہ وہ کچھ چھپا رہی ہے۔

''ہیلو مسز!'' وہ اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔

''کیا ہو رہا ہے؟ اس نے اس کی گود میں پڑے رائٹنگ پیڈ کی طرف اشارہ کیا۔

''کچھ۔۔۔نہیں، کچھ خاص نہیں۔۔'' وہ ذرا سا گڑبڑائی پھر خود کو سنبھال کر گویا ہوئی۔

''تمہیں ایک اہم بات بتانی تھی؟'' اس کا دھیان ابھی بھی رائٹنگ پیڈ کی طرف تھا اسے تجسس تھا کہ عروبہ کیا لکھ رہی تھی مگر وہ فی الفور اسے کچھ نہ کہہ سکا۔

''جی بتائیے۔'' وہ پوری طرح اس کی جانب متوجہ تھی، درحقیقت وہ اس کی توجہ اپنے ناول سے ہٹانا چاہتی تھی جو کہ اسے خاصا مشکل دکھائی دے رہا تھا۔

''میں نے ڈیڈ کو بتا دیا ہے کہ میں نے شادی کر لی ہے۔'' اس کی بات پر عروبہ نے چونکتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا مگر بولی کچھ نہیں۔

''اور میری توقع کے عین مطابق وہ مجھ سے سخت خفا ہیں، ان فیکٹ بات ہی نہیں کر رہے۔'' عروہ کو شرمندگی نے آن گھیرا، اسے کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا کہ کیا کہے، سو وہ خاموش بیٹھی رہی۔

''آپ کو ابھی انہیں بتانا نہیں چاہیے تھا۔ واپس آ جانے دیتے۔'' کافی دیر خاموش رہنے کے بعد وہ گویا ہوئی۔

''میرا بھی کوئی ارادہ نا تھا، مگر ڈیڈ کے فرینڈ رفیع انکل نے ڈیڈ کو بتایا کہ فارقلیط کے ساتھ آج کل گھر میں کوئی لڑکی رہ رہی ہے مجبوراً مجھے ڈیڈ کو حقیقت بتانی پڑی، وہ سن کر بہت ناراض ہوئے، کہتے ہیں میں اب کبھی واپس نہیں آؤں گا'' عروبہ کو تو بہت ٹینشن ہونے لگی۔

''اب کیا ہوگا؟''

''تمہیں اس لئے نہیں بتایا کہ تم پریشان ہو تمہیں بتانے کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں ڈیڈی کے پاس جانا ہوگا، وہ مجھ سے کبھی ناراض نہیں ہوئے، آج تک میری ہر غلط حرکت کو انہوں نے اگنور کیا ہے مگر اب کی بار تو میں نے ایک جائز کام کیا ہے مگر وہ۔۔۔'' اتنا کہہ کر فارقلیط حسن خاموش ہو گیا۔

''آپ ان کے اکلوتے بیٹے ہیں، آپ کی شادی کے حوالے سے انہوں نے بہت سے خواب دیکھے ہوں گے، ان کی ناراضیجا ہے۔'' عروبہ ان کی سائیڈ لیتے ہوئے بولی۔

''مجھے یقین ہے کہ تم سے مل کر تمہیں دیکھ کر ان کی ناراضی ختم ہو جائے گی۔'' عروبہ نے کوئی جواب نہ دیا۔

''آج تمہارے ہاتھ کی چائے پینے کا دل چاہ رہا ہے۔'' مسکراتے ہوئے فرمائش کرنے لگا۔

''میں بنا دیتی ہوں۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

''یہ رائٹنگ پیڈ مجھے دیتی جاؤ، تمہارے آنے تک میں بوریت سے بچا رہوں گا۔'' اس کی چالاکی پر وہ ہنس دی۔

''آپ بوریت سے بچنے کے لئے موبائل پر گیم کھیل لیں۔'' مسکراہٹ دبا کر کہتے ہوئے وہ اندر چلی گئی۔ کچھ ہی دیر میں فارقلیط حسن بھی کچن میں آ گیا تھا، وہ چائے بنا چکی تھی، فارقلیط حسن نے اسے موبائل فون دیا جو وہ ابھی اس کے لئے خرید کر لایا تھا۔

''چائے بہت مزیدار ہے۔'' فارقلیط حسن نے ایک سیپ لے کر کہا۔

''اگر اس میں شوگر ہو تو اور مزے کی لگے۔'' عروبہ نے چونک کر اس کی جانب دیکھا تھا۔

''اوہ، آئے ایم سوری، میں شوگر ڈالنا بھول گئی۔'' اس نے کپ فارقلیط حسن کے ہاتھ سے پکڑ لیا۔

''تم ود آؤٹ شوگر چائے پیتی ہو؟'' عروبہ شوگر مکس کر رہی تھی اس کی بات پر اس نے کوئی جواب نہ دیا، فارقلیط حسن نے کپ اٹھا کر لبوں سے لگا لیا۔

☆.....☆.....☆

انگلی پر لگا زخم بہت چھوٹا اور معمولی تھا دل پر لگے زخم بہت بڑے اور گہرے تھے، جو کبھی مندمل نا ہو سکے تھے اور روح تو قدم قدم پر گھائل ہوئی تھی، اسے آج تک سمجھ نا آئی کی کہ اس کے ساتھ زندگی نے ہمیشہ برا ہی کیوں کیا تھا۔

''آہ'' اس کے سینے سے ایک بوجھل سانس برآمد ہوا تھا، دل دکھ سے نڈھال تھا تو بدن تھکن سے چور اور جب اپنی منزل کا بھی علم نہ ہو، یہ بھی معلوم نہ ہو کہ باقی کتنا سفر رہ گیا ہے تو تھکن اور بڑھ جاتی ہے، اس کے بچے بھی اسے ضرورت کے وقت دھتکار دیں گے۔

''کیا تم لوگوں کے دل میں بھی میرے لئے محبت نہیں ہے۔'' وہ خود کلامی انداز میں بڑبڑائی شوہر نے گھر سے اور زندگی سے نکالا، تو بیٹے کا خیال آیا، اس نے بھی ٹھکرایا تو اسے یقین تھا کہ بیٹی اسے ضرور اپنائے گی، اپنے پاس لے جائے گی، اگرچہ وہ بیٹی کے گھر جانا نہ چاہتی تھی، نا ہی اس شخص کا سامنا کرنے کی اس میں ہمت تھی مگر فی الوقت اس کے پاس کوئی ٹھکانہ نا تھا، سو بیٹی کا گھر بھی غنیمت محسوس ہو رہا تھا، مگر اب اس کے دکھ اور حیرت کی انتہا نا رہی تھی جب اس نے بھی وہی سب کہا جو اس کے بیٹے نے کہا تھا۔

''کہاں جاؤں میں؟'' وہ خود سے سوال کرنے لگی تھی، اسے کچھ سمجھ نا آ رہا تھا کہ کیا کرے۔

''کیا میرے لئے موت بھی نہیں ہے؟'' اس لمحے اس کے دل نے شدت سے مر جانے کی خواہش کی تھی، کیونکہ وہ جان گئی تھی کہ زمین اس پر تنگ ہو چکی ہے، اس کا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے اور اس کا تو دنیا میں کوئی کبھی تھا ہی نہیں، بس وہ خوش گمانیوں میں جیتی رہی تھی، ہمیشہ کی طرح دل کی یہ خواہش بھی پوری ہوتی دکھائی نا دیتی تھی اسے ابھی اور جینا تھا اور دکھ اٹھانے تھے۔

☆.....☆.....☆

صوفیہ نے ہر طرح سے غضنفر علی کو منانے کی کوشش کر ڈالی تھی مگر انہوں نے مان کر نہ دیا، وہ ان سے بات ہی نا کر رہے تھے۔ سارا دن آفس میں گزارنے کے بعد شام بھی گھر سے باہر گزارتے اور رات کا کھانا بھی باہر سے کھا کر آتے گھر آتے ہی اسٹڈی میں جاتے اور رات وہیں بسر کرتے، صوفیہ کے لئے یہ وقت انتہائی کڑا تھا، دونوں بیٹیاں بھی ان سے خفا تھیں اور شوہر تو بات کرنا درکنار ان کی شکل بھی دیکھنے کے روادار نا تھے۔

اس پر عدیل کا علیشہ کے لئے رشتہ آنا غضب ثابت ہوا غضنفر علی آفس سے واپس آئے تو ان کا موڈ سخت آف تھا وہگل افزاء سے ملنے گئے تھے مگر پچھلی بار کی طرح اب بھی انہوں نے ملنے سے انکار کر دیا تھا، دل میں صوفیہ کے لئے ڈھیروں نفرت لئے وہ گھر آئے تھے اور سامنے جو منظر تھا وہ ان کی برداشت سے باہر تھا۔

عدیل اپنے والدین کے ہمراہ وہاں موجود تھا، علیشہ بھی بیٹھی ہوئی تھی اور وہ سجائے پیتے ہوئے خوش گپیوں میں مصروف تھے، علیشہ بہت خوش دکھائی دے رہی تھی صوفیہ بھی مطمئن تھی۔

''غضنفر بھائی ہم ابھی نہ آتے جاتے ہیں یہ مناسب وقت نہیں، آپ بہت بڑی اذیت سے گزر رہے ہیں، مگر دراصل عدیل کا

باہر جانے کا پلان ہے اور جانے سے پہلے ہم اس کی شادی کرنا چاہتے ہیں۔'' بات کا آغاز عدیل کیپا پانے کیا تھا، علیشہ نے اپنے باپ کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا صوفیہ بالکل خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔

غضنفر نے کوئی جواب نہ دیا اور اٹھ کر اندر چلے گئے۔ کچھ ہی دیر میں صوفیہ بھی ان کے پیچھے آئیں۔

''غضنفر اس طرح تو مت کریں میرے بھائی نے اتنے مان سے۔۔''

''جسٹ شٹ اپ سوفیہ۔۔'' وہ زور سے دھاڑے۔

''اگر تم میں ذرا سی بھی انسانیت ہے تو چلی جاؤ یہاں سے میں فی الحال تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔'' وہ نفرت سے پھنکارے تھے صوفیہ چند لمحے خاموش رہیں جیسے سوچ رہی تھیں کے اب کیا بات کریں۔

''مجھ سے نفرت ہے اپنی بیٹیوں سے تو نہیں نا۔''

''تم سے منسلک ہر چیز سے نفرت ہے مجھے۔'' وہ بولے۔

''غضنفر!'' صوفیہ بے یقینی سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔

''اگر آپ کے یہ الفاظ آپ کی بیٹیوں نے سن لیے تو۔'' وہ جیسے انہیں احساس دلانا چاہ رہی تھیں کہ انہوں نے بہت غلط بات کی ہے مگر ان کا غصہ اس بات سے مزید بڑھ گیا۔

''سنتی ہے تو سن لیں کیا فرق پڑتا ہے اگر گل افزاء یہ بات سن سکتی ہے کہ اس کا شوہر اسے بے وفا سمجھتا ہے، اس کا شوہر دوسری شادی کر چکا ہے، اگر عروبہ یہ سن سکتی ہے کہ اس کا باپ اسے بدکردار سمجھتا ہے اس سے پوچھے بغیر اس کا ہاتھ کسی اجنبی کے ہاتھ میں دے رہا ہے تو تمہاری بیٹیاں کیوں نہیں کچھ سن سکتیں۔'' صوفیہ سمجھتی تھیں کہ ان کی بیٹیاں ان کے لیے بہت خاص اور قیمتی مہرے ہیں جنہیں وہ کسی ایسے ہی وقت پر استعمال کر سکتی ہیں۔ مگر اب انہیں اندازہ ہوا تھا کہ غضنفر علی کے سامنے وہ بے بس ہوتی جا رہی تھیں۔

''خدا کے لئے غضنفر میری غلطی کی سزا میری بیٹیوں کو مت دینا۔'' وہ منت کرنے لگیں۔

''تم نے غلطی نہیں، گناہ کیا ہے اور گناہوں کی سزا انسان نہیں خدا دیتا ہے، اس سے دعا کرو کہ تمہارا کیا تمہاری بیٹیوں کے سامنے نہ آئے۔'' وہ اس قدر کٹھور ہو گئے تھے صوفیہ کو یقین نہ آتا تھا نویلہ میں تو ان کی جان تھی۔ مگر جان تو گل افزائیں بھی تھی، اگلے ہی لمحے انہیں یاد آ گیا تھا۔

☆.....☆.....☆

فارقلیط حسن کسی ضروری کام کے سلسلے میں گیا ہوا تھا، عروبہ تنگھبراہٹ اور بے چینی محسوس کر رہی تھی، وہ ڈرائیور کے ساتھ ساحل سمندر پر آ گئی۔

''آپ جاؤ، میں خود واپس آجاؤں گی۔'' وہ تنہا کھڑی سمندر کے نیلے سینے پر بے چینی سے تڑپتی لہروں کو دیکھ رہی تھی۔

''اللہ!'' اس نے آسمان کی جانب نگاہ اٹھائی تھی اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے، کئی دنوں کا غبار تھا، جو اس وقت آنسوؤں کے رستے نکل رہا تھا، وہ اردگرد سے مکمل طور پر انجان اور بے نیاز کھڑی تھی، اس کا وجود ایک بڑی اور گرم شال میں لپٹا ہوا تھا، ماضی کسی فلم کی طرح اس کی نظروں کے سامنے گھوم رہا تھا۔

''عروبہ!'' اسے کسی نے پکارا تھا، مگر وہ سن نا پائی اور ویسے ہی پتھر کی مورتی بنی کھڑی رہی۔

''عروبہ!'' پکارنے والا اب ان کے عین سامنے کھڑا تھا اور اسے دیکھ کر اچانک جیسے بے ہوشی سے پورے ہوش میں آئی تھی۔

''پلیز ایک بار میری بات سن لیں۔'' وہ منت کرنے لگا۔

''میں آپ کو نہیں جانتی۔'' وہ روکھائی سے بولی۔

''مگر میں آپ کو جانتا ہوں۔'' عیسیٰ احمد نے ہمت کرتے ہوئے کہا۔

''آپ صرف ایک دفعہ میری بات سن لیں پھر میں دوبارہ کبھی آپ کے سامنے نہیں آؤں گا۔'' اس نے عروبہ کے سامنے ہاتھ جوڑے تھے، وہ رخ پھیر گئی۔

''آپ جانتی ہیں میں اتنا برا ہرگز نہیں ہوں، پھر کیا میں آپ کے ساتھ ایسا کر سکتا ہوں؟'' وہ اس سے جواب مانگ رہا تھا، عروبہ غضنفر اس کی جانب دیکھ نہیں رہی تھی۔

''میں نہیں جانتی آپ کیسے ہیں، مگر اتنا ضرور پتا چل گیا کہ میرے ساتھ آپ نے برا کیا ہے اور اس کی وجہ پتا ہے کیا ہے؟'' اس نے اتنے وقت میں پہلی بار عیسیٰ احمد کی آنکھوں میں جھانکا تھا وہ ہمہ تن گوش تھا، اس کے لیے تو یہ غنیمت تھا کہ وہ بات کرنے پر آمادہ ہوئی تھی۔

''میں نے غلطی کی بہت بڑی غلطی، ایک نامحرم پر اعتبار کیا، اکیلے میں اس کی بات سنی۔ مجھے اس کی سزا ملی، ایسی سزا جس کا میں نے تصور بھی نہیں کیا تھا، میں کبھی کزنز سے فرینک نہیں ہوئی، بات بھی نہیں کی، مجھے آپ سے بھی نہیں کرنی چاہیے تھی مگر آپ بنا اجازت میرے پاس آجاتے تھے اور میری نرم طبعیت کسی کی انسلٹ کر کے، اس کی عزت نفس کو مجروح کرنا گوارہ نہیں کرتی تھی۔'' وہ بات مکمل کر کے واپس مڑی تھی اور تیز تیز قدم اٹھاتی اس سے دور ہونے لگی تھی۔ عیسیٰ احمد یکدم ہوش میں آیا تھا، وہ اس سے دور ہو رہی تھی، وہ بھاگ کر اس کے قریب آیا تھا۔

''عروبہ'' اس نے ایک مرتبہ پھر اسے پکارا تھا۔

''عیسیٰ احمد میرا پیچھا کرنا چھوڑ دیں، ورنہ میں یہ سمجھوں گی کہ میں ایک اچھی لڑکی نہیں ہوں، ایک اچھا شخص میری وجہ سے بھٹک گیا۔'' وہ ہر بار اس کی اذیت اور پچھتاوے بڑھا دیتی تھی۔

''جائیں میں نے آپ کو معاف کیا، میں نے مان لیا آپ بے قصور ہیں۔'' اس نے منوں بوجھ اس کے سینے پر رکھ دیا تھا۔

''مجھے معاف نا کرو عروبہ پلیز'' وہ آنکھوں کی سطح پر تیرتی نمی کو اس سے چھپاتے ہوئے بولا۔

''اس سے میرا دکھ، احساس جرم اور بڑھ رہا ہے۔'' اس کی آواز بھاری ہونے لگی تھی۔

''میں سب کو معاف کیے بنا سو نہیں سکتی، اتنے دنوں سے آپ کو اور ماما کو معاف نہیں کر پا رہی تھی اور ٹھیک سے سو بھی نہیں پا رہی تھی، آج میں نے آپ دونوں کو معاف کیا۔'' اس نے ایک لمبی سانس فضا کے سپرد کی تھی۔

''ہمیں معاف مت کرو، اتنا بڑا احسان مت کرو عروبہ، جس کا بدلہ ہی نا چکا سکوں، تم اپنے دل کا بوجھ مجھ پر ڈال رہی ہو۔'' وہ خاموشی سے آگے بڑھ گئی تھی اور عیسیٰ احمد وہیں گیلی ریت پر کھڑا رہ گیا تھا، خالی ہاتھ خالی دل۔

عروبہ ٹیکسی میں واپس گھر آئی تھی، تمام راستہ وہ روتی رہی تھی۔

گھر میں داخل ہوئی تو پورچ میں فارقلیط حسن کی گاڑی دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

''فارقلیط!'' وہ بیڈروم میں داخل ہوئی تو سامنے ہی وہ دکھائی دیا، ہاتھ میں اس کا رائٹنگ پیڈ لئے وہ بیٹھا ہوا بڑے انہماک سے پڑھ رہا تھا، اس کے پکارنے پر بھی کوئی جواب نہ دیا۔

''کتنی غلط بات ہے، میں نے منع کیا تھا آپ کو۔'' اس نے فارقلیط حسن سے چھیننا چاہا مگر وہ مکمل طور پر ہوشیار تھا، ہاتھ پیچھے کر لیا۔

''زیادتی ہے یہ ویسے۔'' اس نے احتجاج کیا جبکہ وہ ہنس دیا، اس کی ہنسی عروبہ کو چڑانے لگی تھی۔

''ہمیں تو معلوم ہی نہ تھا، کہ ہماری مسز رائٹر ہیں لو بھلا یہ بات مجھ سے چھپانے کی کیا ضرورت تھی۔'' وہ خوش تھا اور ساتھ حیران بھی کہ عروبہ یہ بات اس سے چھپانا کیوں چاہ رہی تھی، جبکہ اسے تو فخر سے بتانا چاہیے تھا۔

''بس میں کسی کو نہیں بتاتی۔'' وہ برا سا منہ بناتے ہوئے اس سے کچھ فاصلے پر جا بیٹھی، فارقلیط حسن کو اس کا خفا خفا چہرہ بہت مزا دے رہا تھا۔

''میں کسی نہیں تمہارا ہزبینڈ ہوں اتفاق ہے۔'' اس نے جیسے اسے یاد دلایا ہو، وہ خاموشی سے اٹھ کر باہر نکل گئی، کچھ ہی دیر میں فارقلیط حسن بھی اس کے پیچھے آ گیا تھا، وہ ٹیرس پر کھڑی آسمان پر اڑتے پرندوں کو دیکھ رہی تھی۔

''تم روتی رہی ہو۔'' وہ اس کے پاس آ کھڑا ہوا اور بغور اس کی طرف دیکھا، اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

''مجھے پرندے بہت پسند ہیں۔'' اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے اس نے آسمان پر اڑتے پرندوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''گڈ تو ہم بھی گھر میں رکھ لیتے ہیں، بتاؤ کون سے پرندے تمہیں پسند ہیں؟'' فارقلیط حسن نے اس کے کھوئے ہوئے انداز کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

''محبت قید کرنے کا نام تو نہیں، جن سے محبت کی جائے انہیں کھلی فضا میں سانس لینے دینا چاہیے۔'' اس کی بات پر وہ دھیمے سروں میں مسکرا دیا تھا۔

Everything is fair in war and love اور پھر میرا خیال ہے جس سے محبت کی جائے اسے ہر وقت آنکھوں کے سامنے رکھنا بھی تو ضروری ہوتا ہے، کیا میں نے تم کو قید کر رکھا ہے؟'' اس نے اچانک سوال کیا تھا اور عروبہ کو اس وقت اس سے ایسے سوال کی امید نا تھی، چند لمحوں کے لئے وہ سوچنے لگی کہ کیا جواب دے۔

''ہم پرندوں کی بات کر رہے تھے آپ خود کو بیچ میں کہاں لے آئے؟'' اس نے جواب دینے کی بجائے اس سے سوال کر ڈالا، جی جس پر فارقلیط حسن ہنس دیا۔

''بہت گہری ہو تم، آسانی سے نا سمجھ آنے والی۔'' اور عروبہ کے لئے یہ جملہ کوئی نیا نا تھا، وہ اس کی عادی تھی۔

''مجھے تمہیں بتانا تھا کہ پرسوں ہماری فلائٹ ہے، پیکنگ کر لو تم۔'' اس پل عروبہ غضنفر اسے شام ہی کا کوئی حصہ معلوم ہوئی تھی، اسی کی طرح گہری، اداس اور تنہا۔

☆.....☆.....☆

غضنفر علی نے ہمت نا ہاری تھی، وہ بار بار اسی چوکھٹ پر معافی کی بھیک مانگنے جاتے تھے اور دھتکار دیئے جاتے تھے، اب کی بار ان کا سامنا فروا سے ہو گیا تھا۔

''آپ کیوں آ جاتے ہیں یہاں؟'' امی اندر نماز پڑھ رہی تھیں، ماموں بھی کہیں باہر گئے ہوئے تھے، وہ زیادہ وقت گھر سے باہر ہی گزارتے تھے۔

''اپنی ماں سے کہو صرف ایک موقع دے دے، میں اس کے سب شکوے دور کر دوں گا۔'' انہوں نے بغور فروا کو دیکھا۔

''جس عورت کو انیس سال پہلے تڑپنے اور خوار ہونے کے لئے چھوڑ گئے تھے، جس نے ایک ایک دن اذیت میں گزارا، ایک ایک رات سولی پر لٹکتے ہوئے بیتائی، کبھی سوچا ہے آپ نے اس نے تنہا کیسے وقت گزارا ہو گیا۔'' غضنفر علی نے دیکھا تھا یہ سب کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں ایسی اذیت تھی ان کا جی چاہا تھا ہاتھ جوڑ کر اس سے معافی مانگیں اور پھر اسے سینے سے لگا لیں مگر اس خواہش کو دل میں دبائے وہ کھڑے اسے دیکھتے رہے۔

''انیس سال کی اذیتوں کو ایک لمحے میں معاف کروانا چاہتے ہیں۔''

''ہمارے خلاف بہت بڑی سازش ہوئی بیٹا؟'' انہوں نے کمزور سا احتجاج کیا تھا۔

''اونہہ۔۔سازش۔'' اس نے زیر لب کہتے ہوئے سر جھٹکا۔

''جو خود محبت اور خلوص میں سچے اور ثابت قدم ہوں، جن کے اپنے دل صاف ہوں، ان کے خلاف کوئی سازش نہیں کر سکتا۔''
وہ ذرا بھی اس بات سے متاثر نہ ہوئی تھی۔

''میں آپ کا باپ ہوں بیٹا، کیا آپ۔۔''

''کیا؟'' وہ زور سے چلائی تھی۔

''امیر ہو یا غریب، ہر بچے کو جو پہلی چیز باپ سے ملتی ہے وہ اس کا نام اس کی پہچان ہوتی ہے مجھے تو وہ بھی نہ ملا آپ سے کیسے کہہ سکتے ہیں آپ میرے باپ ہیں غضنفر صاحب۔'' اس نے انتہائی دکھ سے کہا تھا شرم کے مارے غضنفر علی کا جی چاہا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائیں۔

''ماما۔۔ماما۔۔'' اسی وقت مصعب چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ہوا اس کے پاس آ گیا غضنفر علی حیرت سے کبھی اسے تو کبھی ننھے مصعب کو دیکھ رہے تھے۔

''جی بیٹا!'' اس نے آگے بڑھ کر اسے اٹھا لیا۔

''ماما!'' غضنفر علی کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا، ان کا دل اس حقیقت کو ماننے سے سخت انکاری تھا۔

''یہ۔۔یہ۔۔۔بچہ کون ہے؟ انہوں نے پوچھا، نکاح کے وقت اسے موسیٰ علی کی گود میں دیکھ کر انہیں شک تو ہوا تھا۔

''میرے شوہر کا بیٹا ہے اور اب میرا بھی۔'' اس نے کسی روٹین کی طرح جواب دیا۔

''جس کے لیے اس کے باپ نے دوسری شادی کی، ان کی پہلی بیوی اس دنیا میں نہیں ہے۔'' غضنفر علی کے پاس جیسے الفاظ ختم ہو چکے تھے۔

''ایک شادی شدہ مرد سے کیوں شادی کی آپ کی، آپ کی ماما نے؟'' انہوں نے پوچھا اور ان کا یہ پوچھنا غضب ثابت ہوا۔

''آپ کو کیا لگتا ہے ایک تنہا غریب عورت کی بیٹی کو بیاہنے کوئی بزنس مین یا کوئی ڈاکٹر، انجینئر آتے، امیر تو میرے ہزبینڈ بھی بہت ہیں مگر وہ اپنے بیٹے اور مرحومہ بیوی سے بہت محبت کرتے ہیں۔'' وہ باہر نکل گئی غضنفر علی کے پاس نہ تو الفاظ تھے اور نہ ہی حق اور اختیار تھا کہ اسے روکتے، سو خاموشی سے اسے جاتا دیکھتے رہے۔

☆.....☆.....☆

موسیٰ علی آفس سے آیا تو کمرے میں داخل ہوتے ہی ٹھٹک کر رک گیا، سامنے بیڈ پر فروا اور مصعب سو رہے تھے، مصعب اس کے بازو پر سر رکھے سو رہا تھا، موسیٰ علی خاموشی سے آگے بڑھ گیا۔

فریش ہو کر وہ کچن میں چلا گیا، اپنے لئے چائے بنا کر لایا اور صوفے پر بیٹھ کر پینے لگا۔

''زندگی کتنی عجیب چیز ہے۔'' وہ فروا اور مصعب کو دیکھ رہا تھا۔

''کاش عنیزہ تم نہ جاتی اور تمہاری جگہ فروا چلی جاتی۔۔'' اس کے موبائل پر کال آنے لگی تھی وہ تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھا، موبائل سائیڈ ٹیبل پر پڑا تھا، وہ اٹھانے کے لئے جھکا فروا کی آنکھ کھل گئی تھی، موسیٰ علی کو دیکھ کر وہ تیزی سے اٹھی تھی، وہ موبائل اٹھا کر واپس اپنی جگہ پر جا بیٹھا تھا، وہ دوپٹہ اوڑھ کر واش روم میں چلی گئی تھی واپس آئی تو موسیٰ علی چائے پی رہا تھا، موبائل اس کے سامنے میز پر پڑا تھا، وہ باہر کی جانب بڑھی۔

''سنو فروا'' وہ غیر ارادی طور پر اسے پکار بیٹھا تھا، وہ رک گئی اور پلٹ کر اس کی جانب دیکھا مگر منہ سے کچھ نہ بولی۔

''چائے پیو گی؟'' اس نے پوچھا اور پھر خود ہی حیران ہونے لگا کہ وہ اسے کیوں بلا رہا ہے۔

''نہیں، شکریہ۔'' وہ دروازے کی جانب بڑھی، اب کی بار موسیٰ علی تیر کی تیزی سے اس کے قریب آیا تھا۔

''یہاں آؤ میری بات سنو۔'' وہ زبردستی اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے واپس لایا اور صوفے پر بٹھا دیا اور خود اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

''آئی ایم سوری، مجھے تم سے اس طرح بی ہیو نہیں کرنا چاہیے تھا۔'' اس نے معافی مانگی تھی۔

''بہت اچھا ہوا کہ آپ نے مجھے بتا دیا کہ میری کیا اوقات ہے آپ کی نظر میں لیکن آپ پریشان مت ہوں، میں نے نہ تو امی کو کچھ بتایا ہے نا ہی بتاؤں گی، کیونکہ میں انہیں دکھی نہیں کرنا چاہتی اور دوسری بات۔۔'' وہ چند لمحے سانس لینے کو رکی تھی، موسیٰ علی بغور اس کے تیور نقوش دیکھ رہا تھا۔

''جتنے آپ اس شادی سے ناخوش ہیں، اتنی ہی میں بھی ناخوش ہوں۔'' اس نے اپنی انسلٹ کا بدلہ لیا تھا۔

''تم سے کس نے کہا میں ناخوش ہوں۔'' موسیٰ علی نے پہلی مرتبہ اس کو غور سے دیکھا تھا وہ کم عمر اور خوش شکل ہونے کے ساتھ خودسر اور ضدی لگ رہی تھی۔

''جیسے آپ کو اپنے بیٹے کے لیے فل ٹائم ملازمہ چاہیے تھی، ایک ایسی کیئر ٹیکر امی کو میرے لئے ایک فل ٹائم گارڈ چاہیے تھا سو انہوں نے آپ کو میرے لئے سلیکٹ کیا، وہ میرے لیے ہمیشہ بہتر فیصلہ کرتی ہیں، کیونکہ وہ مجھ سے بہت پیار کرتی ہیں۔'' اس کے خفا انداز اور باتوں پر وہ زیر لب مسکرا دیا تھا۔

''ابھی تک تو مجھے اس فیصلے میں کوئی اچھائی نظر نہیں آ رہی مگر کیونکہ یہ میری امی کا فیصلہ ہے مجھے اسے نبھانا ہے، اسی لئے میں خود آ گئی ہوں۔'' وہ اس کے پاس سے اٹھ رہی تھی موسیٰ علی فوراً اس کے قریب آیا تھا۔

''تو تملڑائی کا موڈ بنا کر آئی ہو مجھے جھگڑالو عورتیں بالکل پسند نہیں ہیں۔''

''بیویوں کو پاؤں کی جوتی سمجھنے والے مرد مجھے زہر لگتے ہیں۔'' وہ دوبدو بولی تھی۔

''میں نے کب ایسا کہا؟'' وہ حیران تھا۔

''بس منہ سے کہنے کی کسر باقی ہے کہہ دیں۔'' وہ طنز کے نشتر چھوڑنے لگی تھی موسیٰ علی نے فی الوقت خاموشی میں ہی عافیت جانی، کچھ غور کرنے پر اسے معلوم ہوا تھا کہ غلطی اس کی بھی ہے۔

☆.....☆.....☆

غضنفر علی نے کچھ سوچتے ہوئے علیشہ اور عدیل کے رشتے کے لئے ہاں کہہ دی تھی۔

اس کے اگلے ہی دن نویلہ کا رشتہ لے کر عیسیٰ احمد کے والدین آئے تھے، نویلہ کے تو پاؤں زمین پر نہ لگ رہے تھے غضنفر علی نے نویلہ کے منتیں کرنے اور خودکشی کی دھمکیاں دینے پر ہاں کر دی تھی۔ عدیل نے باہر جانا تھا اس لئے اسی ہفتے ان کی شادی طے پا گئی۔

نویلہ کو ابھی تک یقین نا آ رہا تھا کہ وہ مسز عیسیٰ احمد بن چکی ہے رخصتی کے وقت وہ ذرا بھی نا روئی تھی عیسیٰ احمد اسے گھر کی بجائے ہوٹل میں لے آیا تھا، جہاں اس نے کمرہ ریزرو کروا رکھا تھا اس کی ہمراہی میں چلتی ہوئی وہ کمرے میں داخل ہوئی تھی عیسیٰ احمد خاموش تھا، جبکہ وہ بیڈ پر جا بیٹھی عیسیٰ احمد کھڑکی میں کھڑا باہر دیکھ رہا تھا۔

''میں نے آپ کو معاف کیا۔ بھیگا لہجہ اس کے کانوں میں گونجا تھا۔

''آپ برے نہیں ہیں، لیکن آپ نے میرے ساتھ برا کیا ہے۔'' اسے سسکیاں سنائی دے رہی تھیں، اس کے اندر شدید نفرت کا احساس ابھرا تھا، اس نے گردن گھما کر سر جھکا کر بیٹھی نویلہ کو دیکھا تھا۔

''میں نے زندگی میں کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا، معاف کر دینا میری فطرت اور تربیت میں شامل ہے مگر۔۔۔'' اس نے اس کی جانب دیکھے بغیر بات کا آغاز کیا۔

''کچھ غلطیاں اور زیادتیاں معاف نہیں کی جا سکتیں اور آج میں تمہاری ماں کو بتاؤں گا کہ بے بسی کسے کہتے ہیں، سچا ہو کر جھوٹا کہلوانا کتنا تکلیف دہ ہے، مظلوم ہو کر ظالم بنا دیا جانا کتنا اذیت ناک ہے میں تمہاری ماں کو عروبہ کی خوشیوں کا قتل معاف نہیں کروں گا اور اسی لئے زندگی میں پہلی مرتبہ میں قتل کے بدلے قتل کروں گا۔'' نویلہ کا شرم سے جھکا سر خوف کے باعث اوپر اٹھ گیا تھا، وہ خوفزدہ نظروں سے عیسیٰ احمد کی جانب دیکھ رہی تھی، جس کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا، اسے کوئی جائے پناہ نا نظر آئی تھی اس نے عیسیٰ احمد کا یہ روپ تو کبھی خواب میں بھی نا دیکھا تھا۔

❁ ❁

ناول ''می رقصم'' ابھی جاری ہے۔ اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی 20 تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

قسط نمبر 7

عیسیٰ احمد کے لفظوں نے نویلہ کو آسمان سے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا تھا، وہ سمجھ نا سکی تھی کہ وہ کیا کہہ رہا ہے، یا شاید وہ سمجھنا ہی نا چاہتی تھی، ابھی تو اس کی آنکھوں نے عیسیٰ احمد کے خواب دیکھنا شروع کیے تھے، ابھی تو دل سے یہ خوشی سنبھالے نہ سنبھل رہی تھی کہ وہ اس کا ہو چکا ہے اور وہ بھی ہمیشہ کے لئے عیسیٰ احمد کی آواز اسے خیالوں کی دنیا سے ہوش میں کھینچ لائی تھی، ایسی جگہ پر جہاں چار سو کانٹے ہی کانٹے اگے ہوئے تھے اور اب وہ اسے ان پر ننگے پاؤں چلنے کو کہہ رہا تھا۔

''تمہاری ماں نے کیا سمجھا تھا کہ وہ خدا ہے اور اسے کبھی بھی کسی کی بھی زندگی کا فیصلہ مرضی سے کرنے کی اجازت اور اختیار ہے۔'' وہ غیض وغضب کے عالم میں بول رہا تھا، جبکہ نویلہ کسی مجرم کی طرح خاموش، بس اسے سننے پر مجبوری تھی اور کچھ بولنے کی تو ویسے بھی اس کے دل میں خواہش نا ہو رہی تھی۔

''انہوں نے جو گل افزاء آنٹی کے ساتھ کیا اور جو عروبہ کے ساتھ، اس کی ایسی سزا انہیں دوں گا کہ خواب میں بھی انہوں نے تصور نہ کیا ہوگا۔'' وہ اندر جمع شدہ زہر نکال رہا تھا اور اس کا وجود اس کے ان نوکیلے لفظوں سے لہولہان ہو رہا تھا، مگر عیسیٰ احمد کو مطلق پرواہ نا تھی۔

''تمہیں پتا ہے وہ مجھے سمندر کے کنارے تنہا کھڑی ملی تھی۔'' اس کے لہجے کا کرب نویلہ صاف محسوس کر سکتی تھی، کچھ ایسے ہی کرب سے وہ بھی گزر رہی تھی۔

''اس نے مجھے کہا کہ میں ہر روز رات کو سونے سے پہلے ہر انسان کو معاف کر کے سوتی ہوں، کچھ دنوں سے میں ٹھیک سے سو نہیں پائی کیونکہ ماما اور آپ کو میرا دل معاف نہیں کر پا رہا تھا مگر آج اس لمحے میں آپ دونوں کو معاف کر رہی ہوں اور اس لمحے اس نے وہ سارا بوجھ میرے سینے پر ڈال دیا، میں عروبہ کی طرح عالی ظرف نہیں ہوں شاید اسی لئے میں تمہاری ماں کو معاف نہیں کر سکتا۔'' وہ جیسے ایک دم تھک کر چپ ہو گیا تھا، دوسری طرف نویلہ بھی خاموش تھی وہ سمجھ ہی نہ پا رہی تھی کہ عیسیٰ احمد کی ان باتوں کا کیا جواب دے، بس حیرت اور دکھ کے ملے جلے جذبات کا شکار ہو کر وہ اسے دیکھ رہی تھی۔

''میں نے بہت سوچا کہ تمہاری ماں کو ان کے کیے کی سزا کیسے دی جائے، ایسی سزا جس کے بعد انہیں اپنی غلطی بلکہ گناہ کا کچھ تو احساس ہو اور پھر تم میرے سامنے آ گئی۔'' نویلہ کا تنفس تیز تیز چلنے لگا تھا، اس کا دل اسے کسی انہونی کے ہونے کا احساس دلا رہا تھا۔

''اگر تم واقعی مجھ سے محبت کرتی ہو تو مجھے معاف کر دینا، کیونکہ میں تمہیں اس کے سوا اور کچھ نہیں دے سکتا۔'' یہ کہنے کے ساتھ ہی

وہ مڑا نویلہ دم سادھے اسے دیکھ رہی تھی، اس نے کوٹ کی جیب میں سے ایک لفافہ نکالا اور دور سے ہی اس کی سمت اچھال دیا اور خود دوبارہ کھڑکی میں جا کھڑا ہوا، رات بہت گہری اور سیاہ ہو رہی تھی۔

نویلہ نے لرزتے ہاتھوں سے لفافہ چاک کیا ''طلاق نامہ'' کاغذ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا۔

''نہیں۔'' اس کے منہ سے چیخ برآمد ہوئی، عیسیٰ احمد کے وجود میں ذرا بھی جنبش نہ ہوئی، وہ کسی بے جان مجسمے کی طرح کھڑا تھا۔

''نہیں عیسیٰ آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے۔'' وہ دوڑ کر اس کے قریب آئی تھی۔

''کہہ دیں یہ مذاق ہے۔'' وہ اس کا بازو پکڑ کر زور زور سے ہلانے لگی تھی مگر وہ تو جیسے پتھر کا ہو چکا تھا۔

''عیسیٰ بولیں پلیز۔'' وہ رو دی تھی، اس نے اس پر ایک نگاہ غلط انداز ڈالنا بھی گوارا نہ کیا۔

''بالکل ایسے ہی وہ بھی حیران تھی، اتنی ہی شاکڈ اور دکھی، جیسے یہاں آنے سے پہلے تم سوچ بھی نا سکتی تھی کہ تمہارے ساتھ ایسا بھی ہو سکتا ہے، بالکل اسی طرح اس رات جو اس کے ساتھ ہوا اس کے بھی گمان میں بھی نا تھا۔'' وہ جیسے ابھی بھی اس لمحے اس وقت یا شاید اس قیامت سے نہ نکل پایا تھا جو عروبہ غضنفر پر اس رات ٹوٹی تھی۔

''عیسیٰ میں بے قصور ہوں، آپ جانتے ہیں۔'' وہ اس کا بازو مضبوطی سے تھامے رو رہی تھی۔

''تو اس کا کیا قصور تھا؟'' وہ طنز سے گویا ہوا۔

''مت کریں میرے ساتھ ایسا میں مر جاؤں گی پلیز۔'' وہ اب ہاتھ جوڑنے لگی تھی۔

''اسی طرح، بالکل اسی طرح اس نے بھی منتیں کی ہوں گی، روئی ہوگی، میں تو وہاں سے چلا گیا تھا، مگر اس وقت کی اس کی تکلیف اور اذیت یاد کر کے میرا جی چاہتا ہے سب کو ختم کر دوں کتنی بے بسی محسوس کی ہوگی اس نے۔'' وہ لمحہ بھر کو خاموش ہو گیا تھا نویلہ کے رونے میں روانی آ گئی تھی، مگر اسے اس وقت نویلہ نہیں عروبہ نظر آ رہی تھی، اس کے آنسو اور سسکیاں سنائی دے رہی تھیں۔

''رہی بات مرنے کی تو کوئی کسی کے بغیر نہیں مرتا، اگر گل افزاء اپنے محبوب شوہر غضنفر علی کو کھو کر زندہ ہیں، اگر میں عروبہ کو کھو کر زندہ ہوں تو تم بھی نہیں مرو گی، ہاں تمہاری ماں کا نہیں پتا مجھے تمہاری حالت اور دکھ کو دیکھ کر پل پل مرے اور انہیں کچھ احساس ہو۔'' نویلہ اس کے قدموں میں بیٹھ گئی تھی۔ اس نے ہاتھ اس کے پاؤں پر رکھ دیے تھے۔

''ڈونٹ بی سلی نویلہ! اٹھو یہاں سے۔'' اس نے پاؤں چھڑانے کی کوشش کی مگر وہ چھوڑنے پر آمادہ نہ تھی۔ عیسیٰ احمد نیچے جھکا تو نظر اس کے سفید حنائی ہاتھوں پر پڑ گئی، اس نے اسے شانوں سے پکڑ کر اٹھایا۔

''عیسیٰ مجھ پر رحم کریں اگر ماما نے بے گناہوں پر ظلم کیا تو آپ مجھے میرا قصور بتائیں جس کی سزا دے رہے ہیں، مجھے عمر بھر کا روگ لگا رہے ہیں، پلیز اپنا فیصلہ بدل لیں۔'' وہ زار و قطار رو رہی تھی۔

''میں طلاق نامے پر سہائن کر چکا ہوں، میرا فیصلہ نہیں بدل سکتا۔'' اس نے ہاتھ نویلہ کے شانوں سے ہٹائے تھے۔

''آپ میں اور میری ماما میں کیا فرق ہے بتائیں مجھے ایسا کرنے سے آپ کو کیا حاصل ہوگا، پلیز عیسیٰ۔۔۔ میں آپ کی نوکرانی بن کر رہوں گی، آپ چاہے مجھے ماریں، گالیاں دیں میں کسی کو نہیں بتاؤں گی مگر مجھے اپنی زندگی سے مت نکالیں۔'' وہ ایک مرتبہ پھر اس کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑی تھی فریاد کر رہی تھی۔

''نا تو عورت پر ہاتھ اٹھانا میری تربیت میں شامل ہے اور نا ہی گالیاں دینا۔'' وہ اب جا کر صوفے پر بیٹھ گیا تھا، جیب میں سے سگریٹ اور لائٹر نکالا نویلہ وہیں کارپٹ پر بیٹھ گئی تمام رات وہ روتی رہی تھی اور عیسیٰ احمد سگریٹ پھونکتا رہا تھا۔

تمام رات نویلہ نے دعائیں کی تھیں کہ دن نا نکلے، کیونکہ کل کا سورج اسے ہمیشہ کے لئے عیسیٰ احمد سے جدائی کی خبر سنائے گا مگر اس کی لاکھ خواہش اور دعا کے باوجود دن نکل آیا تھا۔

''چلو تمہیں گھر چھوڑ آؤں۔'' وہ کارپٹ پر گھٹنوں میں سر دیے بیٹھی تھی، اس کی آواز پر بھی سیدھی نا ہوئی۔

''نویلہ اٹھ جاؤ، میرے پاس زیادہ ٹائم نہیں ہے۔'' وہ اس کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا تھا نویلہ اٹھی، مگر اس نے عیسیٰ احمد کی جانب نہیں دیکھا، وہ کھڑا اسی کو دیکھ رہا تھا، شدت گریہ سے سرخ ہوتی آنکھیں، اس کا لٹا پٹا انداز لمحہ بھر کو عیسیٰ احمد کو پشیمانیوں سے گھیرنے لگا، اگلے ہی لمحے عروبہ غضنفر کا چہرہ اس کی نظروں کے سامنے گھوم گیا۔ اس نے آگے بڑھ کر طلاق نامہ اٹھایا اور اسے خالی لفافے میں ڈالنے لگا، اس کے پیچھے چلتی ہوئی وہ پارکنگ تک آئی تھی، صرف ایک رات میں اس کے تمام خواب ٹوٹے تھے، جن کی کرچیوں سے اس کا پورا وجود لہولہان تھا۔

''یہ لیتی جاؤ۔'' وہ گھر کے سامنے اترنے لگی جب عیسیٰ احمد کی آواز سن کر مڑی اور خاکی لفافہ اس کے ہاتھ سے پکڑ لیا۔

''اس پہلے اور آخری تحفے کا شکریہ میں جانتی ہوں دوبارہ کبھی آپ سے ملاقات نہ ہو سکے گی، اس لئے۔'' اس کی آنکھوں سے ایک تواتر سے آنسو بہہ رہے تھے۔

''میں آپ سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ آپ سمجھتے ہیں عروبہ نے آپ کو معاف کر کے بہت بڑا احسان کیا، حالانکہ میرے خیال میں آپ کا تو کوئی قصور ہی نہیں اس کے معاملے میں مگر مجھ پر آپ نے بہت بڑا ظلم کیا، آپ نے مجھے قتل کر دیا آپ کے سامنے نویلہ کی لاش پڑی ہے اور یہ لاش اپنے قاتل کو معاف کرتی ہے، ضمیر پر کوئی بوجھ لے کر مت جایئے گا، بس اتنا بتا دیں۔'' اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا، لب کپکپا رہے تھے عیسیٰ احمد لب بھینچے بیٹھا تھا۔

''عروبہ کے ساتھ جو بھی ماما نے کیا، اسے پھر بھی ایک شخص بہت محبت اور مان سے بیاہ کر لے گیا، یقیناً اس کا خیال رکھتا ہوگا، اس کے آنسو پونچھتا ہوگا، میرے تو آنسو پونچھنے والا بھی کوئی نہیں، میرا درد کون سنے گا؟'' وہ چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر

رونے لگی تھی عیسیٰ احمد خاموش بیٹھا اس کے گاڑی سے اترنے کا منتظر تھا۔

''میں نے کبھی عروبہ کا برا نہیں چاہا تھا، کبھی آپ سے اپنی محبت کا اظہار نہیں کیا تھا جب تک عروبہ آپ کی زندگی میں تھی، پھر بھی آپ نے ساری سزا مجھے دے دی، پھر بھی میں آپ کے لئے دعا کروں گی۔'' وہ گاڑی سے نیچے اتر گئی تھی عیسیٰ احمد چند ثانیے وہیں کھڑا رہا تھا جیسے ہی گیٹ کھلا اس نے گاڑی آگے بڑھا لی۔

☆.....☆.....☆

غضنفر علی بیٹیوں کی رخصتی کے بعد بہت بے چینی اور گھبراہٹ محسوس کرنے لگے تھے، وہ صوفیہ کو بتائے بغیر خاموشی سے گھر سے نکل آئے تھے، ان کا رخ گل افزاء کے گھر کی جانب تھا، ہر بار اس امید پر جاتے تھے کہ شاید اس بار انہیں معافی مل جائے مگر ہر مرتبہ وہ مایوس لوٹتے تھے، گیٹ کھلا ہوا تھا وہ سیدھے انیکسی میں آ گئے، انہوں نے شکر ادا کیا کہ فروا وہاں نہیں تھی، ورنہ وہ کبھی انہیں ماں سے نہ ملنے دیتیں، نا ہی اس کے ماموں دکھائی دیے۔

''گل افزاء!'' وہ ان کے سر پر پہنچ چکے تھے، وہ چائے پی رہی تھیں، اچانک غضنفر علی کو سامنے دیکھ کر چائے کا مگ ان کے ہاتھ میں چھلک گیا اور کچھ چائے ان کے ہاتھ پر گر پڑی۔

''دھیان سے کیا کر رہی ہو۔'' وہ تیزی سے قریب آئے، انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔

''تمہارا ہاتھ جل گیا ہے، اس پر کچھ لگا لو'' وہ ہمدردی سے بولے۔

''ضرورت نہیں ہے۔'' انہوں نے مختصر جواب دیا۔

''کیا میں ادھر بیٹھ جاؤں؟'' انہوں نے کرسی کی جانب اشارہ کیا، گل افزاء نے سر ہلانے میں اکتفا کیا غضنفر علی بے حد خوش ہوئے تھے، کہ چلو پاس بیٹھنے کی اجازت مل گئی تو بات بھی سن ہی لے گی۔

''گل افزاء میں تم سے۔۔۔''

''میرا نام ساجدہ ہے۔'' وہ سختی سے ٹوک گئی تھیں غضنفر علی خاموشی سے ان کا چہرہ دیکھنے لگے تھے جس پر اجنبیت ہی اجنبیت تھی کہیں سے بھی نہیں لگتا تھا کہ ان میں کوئی شناسائی بھی کبھی تھی، کجا کہ اتنا مضبوط رشتہ۔

''گل افزاء بہت سال پہلے مر گئی تھی، میں صرف عروبہ اور فروا کی ماں ہوں۔'' انہوں نے چائے کے کپ پر انگلیاں پھیرنا شروع کر دی تھیں۔ غضنفر علی بالکل خاموش بیٹھے تھے، انہیں گل افزاء سے بات کرنا، اس کی بات سننا بہت اچھا لگ رہا تھا، چاہے وہ کچھ بھی کہے، چلو بات تو کر رہی تھی نا۔

''تمہیں مجھے بتانا چاہیے تھا کہ فروا میری بیٹی ہے۔'' نا چاہتے ہوئے بھی وہ کہہ گئے اور اس لمحے جیسے حیرت سے گل افزاء نے ان

کی طرف دیکھا وہ شرمسار تو ہوئے مگر نگاہیں نا جھکائیں، کہ پتا نہیں وہ دوبارہ ان کی طرف کبھی دیکھے بھی کہ نہیں۔

''بہتر ہوگا کہ پرانے حساب نا کھولیں۔'' وہ منع کرنے لگیں۔

''تمہیں تو یہ دکھ ہے نا کہ تمہارے ساتھ سسرال والوں نے زیادتی کی، مگر میں وہ بدنصیب ہوں گل افزاء کے جسے برباد کرنے میں سگی بہن اور ماں کا ہاتھ ہے۔'' غضنفر علی کے

پچھتاوے اپنی کھوئی ہوئی محبت کو سامنے پا کر شاید اور گہرے ہو جاتے تھے، اس وقت بھی وہ انتہائی دکھ کی کیفیت میں بول رہے تھے۔

''میرے بھائی جان آنے والے ہیں، بہتر ہوگا آپ یہاں سے چلے جائیں۔'' وہ اس عورت کے حوصلے اور ظرف کی داد دیئے بغیر نا رہ سکے تھے، وہ کتنے آرام اور حوصلے کے ساتھ اس شخص کے سامنے بیٹھی تھی، بہت سکون سے جواب دے رہی تھی۔

''گل افزاء میں یہ نہیں کہتا کہ مجھے ابھی معاف کر دو، چاہو تو کبھی معاف نہ کرنا مگر پلیز مجھے یہاں آنے سے مت روکا کرو۔'' وہ ملتجی لہجے میں بولا تھا، وہ کوئی جواب نہ دے سکیں، نگاہیں جھکائے وہ چائے کی سطح کو گھورنے لگیں انہیں آج بھی یاد تھا کہ وہ اس شخص کی کتنی دیوانی تھیں، کیسے بھائیوں کی مخالفت مول لے کر انہوں نے اسے شریک سفر بنایا تھا مگر اس شخص نے کیا کیا ان کے ساتھ۔

''ایک شرط پر وہ۔'' کچھ سوچتے ہوئے بولیں۔

''کہو، مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے۔'' وہ جھٹ سے بولے، جیسے بات سنے بغیر بھی ان کا دل اب گل افزاء کی ہر بات کا اقرار کرتا تھا کسی بات سے منع نہیں کرتا تھا۔

''ایک بار تمہاری بات نہیں مانی، آج تک پچھتا رہا ہوں، دوبارہ نہیں پچھتانا چاہتا۔'' وہ مزید گویا ہوئے تھے۔

''مجھے عروبہ سے ملنا ہے، میری بیٹی ہے وہ۔'' انہوں نے مزید کوئی تمہید نہ باندھی اور بغیر کسی لگی لپٹی کے ڈائریکٹ مدعا بیان کر دیا۔

''ہاں، ضرور کیوں نہیں۔'' وہ تھوڑا گھبرا گئے مگر جلد ہی اپنی گھبراہٹ پر قابو پا لیا۔

''تو پھر آپ کل کسی بھی ٹائم اسے یہاں لے آئیں۔''

''یہاں۔۔'' وہ تھوڑا ہچکچائے۔

''دراصل میرے لئے اسے کچھ بھی بتانا ابھی ناممکن ہے، تم اسے خود مل لو، پھر جو چاہے اسے بتانا۔'' انہوں نے پروگرام ترتیب دیا دراصل وہ یہ سوچ کر پریشان تھے کہ عروبہ کو یہاں کیسے لائیں گئے اور پھر گل افزاء کو جب یہ پتا چلے گا کہ وہ اس کی شادی کر چکے ہیں تو ان کا کیا ری ایکشن ہو۔

''ٹھیک ہے بھائی جان پرسوں اسلام آباد جا رہے ہیں کسی ضروری کام سے میں پرسوں چلوں گی آپ کے ساتھ مگر آپ کے گھر نہیں۔'' فی الحال غضنفر علی کے لئے یہی کافی تھا کہ وہ ان کے ساتھ جانے کے لئے رضامند ہوئی تھیں۔

''فکر نہیں کرو، میں گھر میں نہیں لے کر جاوں گا تمہیں۔'' غضنفر علی بہت مسرور اور شادماں دکھائی دے رہے تھے، انہیں ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے مشکل ٹلنے والی ہو، تنہائیوں، اداسیوں اور جدائیوں کے موسم گزر گئے ہوں اور گل افزاء انہیں پھر سے ملنے والی ہو۔

☆.....☆.....☆

فارقلیط حسن اور عروبہ غضنفر کی گاڑی ائیر پورٹ کی جانب رواں دواں تھی، عروبہ غضنفر کا دل بری طرح اداس اور دکھی تھا، وہ خاموشی سے گاڑی سے باہر بھاگتے دوڑتے مناظر کو دیکھ رہی تھی۔

''بابا!'' اس کے دل نے چپکے سے سرگوشی کی تھی۔

''میں آپ کا شہر چھوڑ کر جا رہی ہوں۔'' اس کی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھرنے لگی تھیں۔

''کاش میں آپ کو بتا سکتی میں آپ سے کتنا پیار کرتی ہوں، اس دنیا میں سب سے زیادہ ہر ایک رشتے سے بڑھ کر۔'' اس کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے تھے، جنہیں فارقلیط حسن سے چھپانے کے لئے وہ رخ پھیر گئی تھی۔

''عیسیٰ احمد کاش تم ہماری زندگیوں میں نہ آتے تو یہ بھونچال بھی نہ آتا، کیوں چلے آئے تم۔'' اگلے ہی لمحے اسے عیسیٰ احمد اور اس کے وعدے شدت سے یاد آئے تھے، وہ اسے یاد نہیں کرنا چاہتی تھی، بھول جانا چاہتی تھی، ہمیشہ کے لئے مگر ایسا ممکن نظر نہیں آتا تھا۔

''ان راستوں نے کتنوں کو ملایا، کتنوں کو جدا کیا لوگ چلے جاتے ہیں، یہ راستے اسی طرح اپنی جگہ پر رہتے ہیں، کتنی عجیب بات ہے نا۔'' وہ ان سڑکوں کو دیکھ کر اداس ہونے لگی تھی، اسے وہ دن یاد آ گیا تھا جب عیسیٰ احمد اسے کالج سے پک کرنے آیا تھا۔

''کس بات کا ڈر رہتا ہے آپ کو کس چیز سے خوفزدہ ہیں مجھے ایک اچھا دوست سمجھ کر مجھ سے شیئر کر لیں۔'' عیسیٰ احمد کی کہی بات اسے یاد آئی تو دل میں ایک نیا درد جگا گئی، بہت سے زخم پھر سے رسنے لگے تھے، وہ فارقلیط حسن سے آنسو چھپانے کی کوشش میں بے حال تھی۔

وہ بھی اس کی دلی کیفیت سے کچھ حد تک واقف تھا، جانتا تھا کہ وہ اپنا شہر اپنے باپ کے گھر سے دور ہو جانے کی وجہ سے اداس ہو رہی ہے۔

''کسی کے سچے خالص اور پاکیزہ جذبات کو ٹھکرا دینا، آپ کے لئے کوئی معنی ہی نہیں رکھتا۔'' وہ اسے سمجھا رہا تھا منتیں کر رہا تھا کہ اس کی محبت کو قبول کر لے وہ اس کا درد کم کرنا چاہتا تھا، اس کی آنکھوں کے آنسو مٹانا چاہتا تھا، مگر انجانے میں ہی سہی، وہ اسے ہمیشہ کے لئے آنسوؤں کے حوالے کر گیا تھا، عروبہ نے ایک گہری سانس لی۔

''آپ برے نہیں تھے عیسیٰ احمد میری قسمت بری تھی، وقت برا تھا میرے لئے اور وہ ہمیشہ رہا ہے۔''

فارقلیط حسن اس کا ہاتھ پکڑے جہاز میں سوار ہوا تھا، اس نے سفر کے دوران اس کا بہت خیال رکھا تھا، مگر اس کے بے چین و بے

قرار دل کو کسی طرح قرار نا آ رہا تھا، اس کی آنکھوں میں ٹھہرا درد فارقلیط حسن سے مخفی نا تھا۔

''تھک گئی ہو؟'' اس نے عروبہ کے تھکن زدہ چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''جب قدموں کے نیچے سے زمین اور سر کے اوپر سے آسمان چھن جائے، انسان کو اپنا وجود خلا میں معلق محسوس ہو تو تھکنا فطری بات ہے۔'' اس نے سر سیٹ سے ٹکاتے ہوئے کہا۔

''کیا میرے آنے سے بھی تمہیں تنہائی کا احساس کم نہیں ہوا؟'' فارقلیط حسن نے گردن گھما کر اس کی جانب دیکھا تھا، وہ ہنوز خاموش تھی، ایسا لگتا تھا وہ کوئی بات نہیں کرنا چاہتی، یا شاید اس کے پاس فارقلیط حسن کی بات کا کوئی جواب نہ تھا، وہ بڑی دیر تک اس کے جواب کا منتظر رہا تھا، بالآخر اس نے عروبہ غضنفر کا شانہ ہلایا تھا، اس نے فوراً آنکھیں کھول دی تھیں۔

''عروبہ!'' وہ اس کی جانب دیکھنے لگی، فارقلیط حسن کی آنکھوں میں بہت آس تھی، جیسے وہ اس سے اپنے لئے کچھ اچھا سننا چاہتا تھا، وہ جانتی تھی اس کا اداس ہونا، پریشان ہونا، فارقلیط حسن کو بہت پریشان کرتا تھا مگر کچھ بھی اب اس کے اختیار میں نا تھا۔

''آپ نا ہوتے تو شاید میں زندہ بھی نا رہتی۔'' بمشکل خود کو بولنے کے لئے آمادہ کیا تھا۔ اس کے الفاظ فارقلیط حسن کے دل کی سرزمین پر ٹھنڈی پھوار بن کر برسے تھے، وہ بہت دلفریبی سے مسکرایا تھا، اس کا مسکرانا عروبہ غضنفر کو پشیمان کرنے لگا تھا۔

''میں تمہیں مرنے بھی نہیں دوں گا، ایسی فضول بات تم دوبارہ منہ سے مت نکالنا۔'' وہ پیار بھری خفگی سے بولا تھا، اب کی بار عروبہ غضنفر مسکرائی تھی کبھی کبھی فارقلیط حسن کا اس کے لئے اتنا کیئرنگ ہونا اسے بہت بھاتا تھا، مگر اگلے ہی لمحے بہت سی تلخ یادیں ذہن میں آ کر اسے بے چین کر دیتی تھیں۔

''آپ بہت اچھے ہیں۔'' وہ ہولے سے بولی تھی۔

''اور میں بہت برا بن جاؤں گا اگر تم نے اپنا موڈ ابھی ٹھیک نا کیا۔'' وہ آج تو اسے حیران کر رہی تھی، اس طرح سے اس کے لئے اپنے جذبات کا اظہار وہ کب کرتی تھی، کچھ دیر میں فارقلیط حسن سو گیا تھا، وہ بغور اس کے تیکھے مغرور اور خوبصورت نقوش دیکھ رہی تھی۔

''کیا ہوا عیسیٰ احمد اگر تم نے مجھے چھوڑ دیا میں تو بہت خوش قسمت ہوں، اتنا اچھا شوہر مجھے ملا، ایسا شخص جو مجھے اداس بھی نہیں ہونے دیتا۔'' اس نے ایک گہری سانس فضا کے سپرد کرتے ہوئے ایک مرتبہ پھر سیٹ سے سر ٹکا دیا اور آنکھیں موند لیں، اس کی سوچ کا پنچھی اس بار ایک نئی سمت کو محو پرواز تھا۔

☆.....☆.....☆

صوفیہ بہت خوش اور مطمئن تھیں، دونوں بیٹیاں اپنے اپنے گھروں کی ہو گئی تھیں، جہاں جہاں وہ شادی کرنا چاہتی تھیں، وہیں ان کے رشتے ہو گئے تھے، زیادہ خوشی انہیں نویلہ کی تھی، انہوں نے تو خواب میں بھی نہ سوچا تھا کہ عیسیٰ احمد بغیر کسی کوشش یا ان کی منت سماجت

کے یوں خود چل کر ان کے دروازے پر آئے گا، وہ بہت مسرور و شاد ماں تھیں صبح سے ملازموں کو ہدایت دے کر ناشتہ بنوا رہی تھیں، پہلے وہ نویلہ کی طرف۔

جانا چاہتی تھیں، دل میں تھوڑا سا جو خدشہ تھا وہ اس سے مل کر دور کرنا چاہتی تھیں۔

''ولیمہ تو دونوں کا اکٹھا ہی ہوگا، بھائی جان نے بھی یہی کہا ہے اور عیسیٰ کے والدین بھی کہہ رہے تھے انہوں نے واپس جانا ہے، وقت کم ہے۔'' وہ لاؤنج میں بیٹھی ملازموں کو ہدایات دینے کے ساتھ ساتھ پروگرام سے آگاہ بھی کر رہی تھیں۔

''غضنفر علی صاحب پتا نہیں صبح صبح کہاں چلے گئے۔'' انہوں نے چائے کا سیپ لیا۔

''بھئی جلدی کرو، میری نویلہ انتظار کر رہی ہوگی میرا۔'' وہ بولیں، خوشی ان کے انگ انگ سے پھوٹ رہی تھیں، انہیں تو پہلے ہی یقین تھا کہ ایسا ہو نہیں سکتا کہ کوئی کام وہ کرنا چاہیں کسی چیز کی خواہش کریں اور وہ انہیں نہ ملے پھر ان کی بیٹیاں کیسے نامراد رہتیں۔

''ما۔۔ما۔'' آواز سن کر وہ گردن گھما کر دیکھنے لگیں، سامنے ہی نویلہ اجڑے ویران حلیے میں کھڑی تھی، وہ تیر کی سی تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھی تھیں۔

ن ''و۔۔۔یلہ'' وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہی تھیں، اس کا حلیہ، اس وقت تنہا واپس آنا انہیں کسی انہونی کا احساس دلا رہا تھا، مگر وہ ایسا کچھ سوچنا بھی نا چاہتی تھیں، سو فی الفور ذہن میں آنے والے منفی خیالوں کو جھٹک کر اس کے قریب آئیں۔

''اتنی صبح کیسے آئی ہو؟ عیسیٰ کہاں ہے؟ سب ٹھیک تو ہے؟'' انہوں نے بے چینی میں ایک ساتھ کتنے سوال کر ڈالے تھے، جواب میں اس نے ہاتھ میں پکڑا خاکی لفافہ انہیں تھما دیا تھا، کچن میں کام کرتی ملازمائیں باہر نکل آئی تھیں اور چہ مگوئیاں کر رہی تھیں۔

''طلاق نامہ۔'' کاغذ کھولتے ہی ان کی نظر پڑی تو گویا ساتوں آسمان ان کے اوپر آ گرے۔

''یہ۔۔۔یہ۔۔۔کیا ہے؟'' وہ ہکلاتے ہوئے نویلہ کی طرف دیکھنے لگیں۔

''ارے۔۔۔ارے'' وہ گرنے لگی تھی جب انہوں نے آگے بڑھ کر اسے تھام لیا۔

''ارے کوئی میری بیٹی کو پکڑو'' وہ زور سے چلائیں، سب ملازمائیں ایک ساتھ دوڑی تھیں، اسے لا کر لاؤنج کے صوفے پر بٹھا دیا گیا تھا، وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔

بیگم صاحبہ کیا ہوا؟ خیریت تو ہے نا؟'' ایک بولی۔

''کاغذ میں کیا ہے؟'' دوسری متجسس ہوئی۔

''ارے کوئی پانی لا دو۔'' ان کے سوالوں کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ زور سے چلائیں نویلہ کسی طرح بھی ہوش میں نہیں آ رہی تھی، صوفیہ کے ہاتھ پاؤں پھول رہے تھے۔

ان پر اتنی بڑی مشکل آپڑے گی، انہوں نے خواب میں بھی اس کا تصور نا کیا تھا، وہ رونے لگی تھیں۔

''عیسیٰ احمد میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں۔'' وہ اسے کوسنے لگیں تھیں کبھی اسے بددعائیں دینے لگتیں مگر وہ نہیں سمجھ سکی تھیں کہ اب ان سب باتوں کا کوئی فائدہ نا تھا، کچھ بھی کہنے یا کرنے سے ان کی بیٹی کی پیشانی پر لگا داغ نہیں دھلے گا۔ اس کی زندگی میں آنے والی خزاں کو بہار میں بدلنا بہت مشکل ہو گیا تھا۔

☆.....☆.....☆

صبح سے شام ہو گئی تھی غضنفر علی بھی گھر نہیں آئے تھے، علیشہ کے ولیمے کا بھی ٹائم ہو رہا تھا وہاں کوئی ناشتہ بھی نہیں لے کر گیا تھا، ان سے بہانہ کر دیا تھا کہ صبح سے نویلہ کی طبیعت ٹھیک نہیں اور صوفیہ بھی ان کو اکیلا چھوڑ کر نہیں آسکتیں، پھر علیشہ کے سسرال والے کوئی غیر تو تھے نہیں کہ باتیں بناتے، لہذا فی الوقت تو بات بن گئی تھی۔

''نویلہ! میری جان، کچھ تو بولو۔'' صوفیہ اس کے لئے سوپ بنوا کر لائی تھیں، وہ ہنوز خاموش تھی بس خالی الذہنی کی کیفیت میں چھت کو گھور رہی تھی۔

''اٹھو سوپ پی لو۔'' وہ اس کے پاس بیٹھ کر اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے محبت سے بولیں۔

ان کی توقع کے خلاف وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور خاموشی سے سوپ پینے لگی، صوفیہ کو اس کے انداز سے وحشت ہو رہی تھی وہ جس طرح بالکل خاموش تھی کوئی بات نا بتا رہی تھی، انہیں ڈر تھا کہ اسے کچھ ہو نا جائے۔

''عیسیٰ احمد نے کیوں کیا تمہارے ساتھ ایسا؟ تم پوچھتی تو سہی۔''

وہ پھر سے وہی باتیں دہرانے لگیں جو صبح سے دہرا رہی تھیں مگر وہ خاموشی سے سوپ پیتی رہی، سوپ ختم کرنے کے بعد اس نے پیالہ انہیں تھمایا اور دوبارہ لیٹ گئی اور آنکھیں موند لیں۔

''آپ نے عروبہ کے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ اگر میں آپ سے پوچھوں تو آپ کیا جواب دیں گی؟'' اس نے نا تو طنز کیا تھا نا ہی اس کا لہجہ طنزیہ تھا، مگر وہ جیسے اپنے آپ میں چوری بن گئیں۔

''ماما اپنے بچوں سے تو سب ہی پیار کرتے ہیں، ان کی جائز و ناجائز خواہشات کو پورا کرتے ہیں، بات تو تب ہے جب کسی دوسرے کے بچے سے محبت کی جائے، آپ نے عروبہ کے ساتھ کیا کیا؟'' اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی قطار کسی لڑی کی طرح جاری تھی، صوفیہ دم سادھے اسے دیکھ رہی تھیں۔

''آپ نے غضنفر علی سے گل افزاء کو دور کیا۔ مگر آج بھی غضنفر علی کے دل میں گل افزاء کی محبت ہے وہ آج بھی انہیں چاہتے ہیں آپ نے عروبہ اور عیسیٰ کو جدا کیا، مگر عیسیٰ احمد کے دل میں صرف اور صرف عروبہ کی محبت ہے آج مجھے آپ پر بہت ترس آ رہا ہے ماما آپ سمجھتی

ہیں آپ کامیاب رہیں، مگر یہ جان لیں کہ آپ کو شکست ہوئی، ہر محاذ پر آپ ہار گئی ہیں، عیسیٰ احمد کہتا ہے جب تم روؤ گی تو تمہاری ماں کو اندازہ ہوگا کہ کسی بے گناہ پر ظلم کریں تو کیا نتیجہ نکلتا ہے۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی اور اس کے آنسو صوفیہ کے دل کو چیر رہے تھے، انہیں خبر ہی نا ہوئی اور ان کی آنکھوں سے بھی آنسو بہنے لگے تھے۔

''تم مت رو، میں بات کروں گی اس کے والدین سے شادی کر کے لے کر گیا تھا تمہیں کوئی مذاق تھوڑی ہے، خود آ کر معافی مانگے گا تم سے۔'' وہ اس سے زیادہ اپنے دل کو تسلی دے رہی تھیں، انہیں ابھی تک یقین نا آیا تھا کہ ان کے ساتھ بھی ایسا ہو سکتا ہے۔

''نہیں ماما؟'' وہ ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئی تھی، اس نے بے دردی سے آنسو رگڑ ڈالے تھے۔

''پہلے آپ نے کہا تھا، مگر میں سمجھ نہ سکی اب میں آپ سے کہہ رہی ہوں مجھے بھیک میں محبت نہیں چاہیے عیسیٰ احمد کے دل میں میرے لئے کوئی جذبات نہیں ہیں، نا محبت کے نا نفرت کے، میں زبردستی اس کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔'' وہ فوراً انہیں روکنے لگی تھی۔

''محبت نا سہی، اسے نفرت ہی ہوتی مجھ سے کوئی تعلق تو ہوتا، دل میں ایک امید ہوتی کہ کبھی تو نفرت محبت میں بدلے گی مگر جہاں کچھ بھی نہ ہو تو وہاں کبھی بھی کچھ نہیں ہو سکتا اور یہ کچھ نہ ہونا بہت تکلیف دیتا ہے ماما۔'' اس کے آنسو ایک مرتبہ پھر بہنے لگے تھے۔

''آپ فکر مت کریں، میں بالکل ٹھیک ہوں۔'' اس نے اپنے ساتھ ساتھ ان کے آنسو بھی پونچھے تھے، زندگی میں پہلی بار اسے ماں کا دکھ بہت شدت سے محسوس ہوا تھا، انہوں نے ساری زندگی ایک ایسے شخص کی محبت میں گزار دی تھی جیسے ان سے سرے سے کوئی دلچسپی نہ ہو۔

☆.....☆.....☆

نماز سے فارغ ہو کر کچن میں آیا تو فروا سامنے ہی کھڑی نظر آئی، وہ غالباً چائے بنا رہی تھی۔

السلام علیکم؟'' اس نے سلام کیا، فروا نے اس کی جانب دیکھے بنا آہستگی سے جواب دیا۔

''چائے بنا رہی ہو؟'' وہ اس کے قریب آ کر نرم اور دوستانہ انداز میں بولا تھا۔

''جی!'' مختصر جواب آیا۔

''ایک کپ میرے لئے بھی بنا دو۔'' وہ بولا۔

''خود بنا لیں۔'' اس نے بنا جھجکے کہا اور چائے کپ میں انڈیلنے لگی، موسیٰ علی حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''میں تمہاری امی کو بتا دوں گا کے۔۔۔''

''کہ آپ نے شادی کی پہلی رات مجھے مارا تھا؟'' اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ بول اٹھی تھی۔

''میں نے کب مارا تھا تمہیں؟'' وہ بولا۔

''میرا خیال ہے یہ نشانات اسی تشدد کے ہیں۔'' اس نے گلے سے تھوڑا سا دوپٹہ ہٹایا اور یہ دیکھ کر موسیٰ علی کو سخت شرمندگی ہوئی کہ اس کی گردن پر اچھا خاصا زخم کا نشان تھا۔

''میں تم سے سوری کہہ چکا ہوں۔'' وہ سر جھکائے بولا۔

''آپ کے سوری کہہ دینے سے نا تو میرا زخم بھرتا ہے اور نا ہی میں اپنی نظروں میں سرخرو ہوتی ہوں، میری Self respect کو بری طرح ہٹ کیا ہے آپ نے۔'' وہ چائے کا کپ وہیں چھوڑ کر اندر آ گئی تھی، کچھ ہی دیر میں موسیٰ علی بھی بیڈروم میں آ گیا تھا، اس کے ہاتھ میں ٹرے تھی جس میں دو مگ تھے۔

''یہ لو چائے، میں نے اپنے لئے بنائی تو تمہارے لئے بھی بنا دی، تم نے جو بنائی وہ بہت بدذائقہ تھی۔'' وہ بہت سنجیدگی سے اسے چھیڑ رہا تھا، اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

''عنیزہ کے ہاتھ میں بہت ذائقہ تھا۔'' وہ اس کے سامنے چیئر پر بیٹھ گیا اور چائے پینے لگا۔

''میں عنیزہ نہیں ہوں۔'' وہ جل کر بولی۔

''کوئی بھی لڑکی عنیزہ نہیں ہو سکتی۔'' وہ بے خیالی میں بولا تھا۔

''وہ بہت Soft nature تھی، ہر ایک سے محبت کرنے والی، ہر ایک کا خیال رکھنے والی۔'' وہ انجانے میں ہی اس سے عنیزہ کے متعلق بات کر رہا تھا اور اس کا نام لیتے ہوئے اس سے بات کرتے ہوئے جو چمک اور جو روشنی اس کے چہرے اور آنکھوں میں تھی وہ اس سے پہلے فروا نے نا دیکھی تھی، وہ خیالوں میں کھو گیا تھا۔

''جنہیں زندگی ہر چیز ہر خوشی پلیٹ میں سجا کر دے دے وہ Soft nature ہی ہوتے ہیں، جنہیں جتنی محبت دی جائے وہ اتنا ہی محبت کرنا سیکھتے ہیں اور جنہیں خواہش تو کیا ضرورت پوری ہونے کے لئے بھی پورا مہینہ انتظار کرنا پڑے، جو کچھ بھی زندگی میں اپنی مرضی سے نا پا سکیں وہ پھر بدمزاج ہی ہوتے ہیں، وہ وقسمت اور تقدیر کا زہر زبان سے اور کبھی رویے سے نکالتے ہیں۔'' موسیٰ علی کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے دکھ سے کہا اور بمشکل اپنے آنسو روکے پھر اٹھ کر وہاں سے چلی گئی، موسیٰ علی نے پہلی مرتبہ اسے اس طرح جذباتی اور ہارا ہوا محسوس کیا تھا، آفس جانے کے لئے تیار ہوتے ہوئے بھی اس کا ذہن فروا کی باتوں میں ہی الجھا رہا، وہ لاشعوری طور پر منتظر رہا، کہ وہ کمرے میں آئے مگر وہ نا آئی، وہ اسے ڈھونڈتا ہوا اسٹڈی میں آ گیا، وہ ٹیبل پر سر رکھے بیٹھی تھی۔

''فروا؟'' موسیٰ علی نے اسے آواز دی، وہ تیر کی سی تیزی سے سیدھی ہوئی تھی۔

''میں آفس جا رہا ہوں، مصعب کے پاس چلی جاؤ۔'' وہ کہنا کچھ اور چاہتا تھا مگر ہمت نا کر سکا، اس نے کوئی جواب نہ دیا اور اٹھ کر باہر کی جانب بڑھ گئی، موسیٰ علی کو اپنے رویے پر افسوس ہوا مگر وہ اس کے ساتھ صرف ہمدردی کر سکتا تھا، اس کی محبت آج بھی صرف اور صرف عنیزہ کے لئے تھی۔

☆.....☆.....☆

زین کا آج آفس میں پہلا دن تھا، وہ خوب نک سک سے تیار ہو کر نکلا تھا، اس نے اسے خوب دعائیں دے کر، کچھ نصیحتیں کر کے رخصت کیا تھا، انہیں کالج ڈراپ کر کے وہ آفس آ گیا تھا۔

''السلام علیکم!'' وہ موسیٰ علی کے سامنے بیٹھا بہت اسمارٹ اور فریش لگ رہا تھا۔

''وعلیکم السلام!'' اس نے فائل سے نظر اٹھا کر سرسری سا اسے دیکھا اور دوبارہ فائل دیکھنے میں محو ہو گیا۔

''نوید صاحب آپ زینصا حب کو ان کیسیٹ تک لے جائیں اور کام بھی سمجھا دیں۔'' وہ اسے مکمل طور پر نظر انداز کرتے ہوئے بولا تھا، زین کو آج موسیٰ علی انٹرویو والے دن سے بہت مختلف لگا تھا، وہ خاموشی سے نوید صاحب کے ساتھ آ گیا تھا، وہ اچھے انسان تھے، انہوں نے اچھے طریقے سے اسے کام سمجھایا تھا۔

''اگر کچھ پوچھنا چاہو تو بلا جھجک مجھ سے پوچھنا۔'' وہ اس کو وہیں چھوڑ کر چلے گئے تھے، وہ تندہی سے دل لگا کر اپنا کام کرتا رہا تھا، دوبارہ موسیٰ علی سے اس کی ملاقات لنچ ٹائم پر ہوئی تھی، اس کا موڈ ابھی بھی بہت سنجیدہ تھا۔

''سر آپ کا آج وائف سے جھگڑا ہوا ہے'' وہ موسیٰعلی سے مخاطب ہوا، جو لیپ ٹاپ کی اسکرین پر بغور کچھ دیکھ رہا تھا، اس کی بات پر اس نے لمحہ بھر کو نظریں اسکرین سے ہٹا کر اس کی جانب دیکھا۔

''کیوں؟'' موسیٰ علی نے دایاں ابرو چڑھا کر سنجیدگی سے پوچھا، جبکہ نوید صاحب نے حیران ہو کر زین ندیم کو دیکھا تھا۔

''سر آپ کا موڈ صبح سے آف ہے، مجھے ایسا لگا جیسے۔۔۔''

''سر کی وائف کی ڈیتھ ہو چکی ہے۔'' اس سے پہلے کہ وہ مزید گوہر افشانی کرتا، نوید صاحب بول اٹھے تھے، موسیٰ علی نے چونک کر ان کی طرف دیکھا تھا۔

Oh, i am so sorry sir وہ سخت شرمندہ ہوا تھا۔

Its ok اس کے بعد زین کے لئے وہاں بیٹھنا بہت مشکل تھا، وہ جلد ہی وہاں سے اٹھ گیا تھا، اسے باس سے بہت ہمدردی محسوس ہوئی تھی، وہ اسے پہلے دن ہی بہت اچھے لگے تھے، ان کے دکھ پر اس کا دل بہت غمزدہ ہوا تھا، بظاہر شرارتی اور لاپرواہ نظر آنے والا زین درحقیقت بہت حساس اور ہمدرد فطرت رکھتا تھا، باقی کا وقت وہ سنجیدگی سے اپنا کام کرتا رہا تھا، آفس کے سبھی لوگ جا چکے تھے مگر وہ ابھی بھی اپنی سیٹ پر بیٹھا تھا۔

''زین صاحب آپ ابھی تک گئے نہیں۔'' موسیٰ علی اپنے آفس سے نکلا تو اس کی نظر زین پر پڑی، وہ اس کے قریب آ رکا زین اس سے نظر نہیں ملا رہا تھا۔

''سر مجھے آپ سے بات کرنی تھی۔'' وہ سر جھکائے کھڑا تھا۔

''یس، کہیں آپ آفس آجاتے، یہاں کیوں بیٹھے تھے؟'' وہ نرم اور دوستانہ لہجے میں بولا تو زین مزید شرمندہ دکھائی دینے لگا تھا۔

''سر آئی ایم سوری۔'' اس نے مشکل سے کہا تھا۔

For what ? موسیٰ علی حیران ہوا تھا۔

''آئی سوئیر مجھے نہیں پتا تھا آپ کی وائف۔۔'' اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گیا تھا، اس سے مزید کچھ نا بولا گیا تھا، لحظہ بھر کو تو موسیٰ علی بھی بالکل خاموش رہ تھا۔

I know مجھے فضول بولنے کی عادت ہے، امی بھی مجھے سمجھاتی ہیں ہر جگہ مت شروع ہو جایا کرو لیکن۔۔'' وہ اتنا شرمندہ کبھی نا ہوا تھا، نا ہی اسے مذاق ایسے برا محسوس ہوا تھا۔

''ارے نہیں یار تم تو بہت پیارے لڑکے ہو۔'' موسیٰ علی مسکرا دیا۔

''ایسے زندہ دل لوگ مجھے بہت پسند ہیں، Don, t feel it اس نے زین ندیم کی شرمندہ شکل کو دیکھ کر کہا۔

''آپ میرے باس ہیں، مجھے ایسے نہیں بولنا چاہیے تھا۔'' وہ اب موسیٰ علی کی جانب دیکھتے ہوئے بولا۔

''باس ہوں تو کیا ہوا، تم میرے چھوٹے بھائی کی طرح ہو۔'' اس کی بات پر زین کا چہرہ کھلکھلا اٹھا تھا۔

''My pleasure sir!'' وہ فرط مسرت سے بولا تھا۔

''آجاؤ تم کو ڈراپ کر دیتا ہوں، کہاں گھر ہے تمہارا؟'' وہ باہر کی جانب بڑھا تو زین بھی اس کے پیچھے آیا۔

No need of it sir ! اس نے سہولت سے انکار کیا۔

''گاڑی میں بیٹھ کر راستے میں آتی، جاتی خوبصورت لڑکیاں اچھے طریقے سے نظر نہیں آتیں، بائیک کا اپنا ہی مزا ہے۔'' اس کی رگ شرارت پھر سے پھڑک اٹھی تھی۔

''ہاہاہا۔'' موسیٰ علی دل کھول کر ہنسا تھا اس کی بات پر اسے ہنستا دیکھ کر زین ندیم نے طمانیت بھرا سانس لیا اور اپنی بائیک کی جانب بڑھا۔

☆.....☆.....☆

عروبہ غضنفر اور فارقلیط حسن ٹیکسی سے گھر کی جانب روانہ ہوئے تھے، فارقلیط حسن بظاہر تو پریشان دکھائی نہیں دیتا تھا مگر عروبہ کو بہت ٹینشن تھی۔

''اگر آپ کے ڈیڈ نے کہا کہ مجھے چھوڑ دیں، پھر معافی ملے گی تو؟'' وہ دل کا خدشہ اس سے بیان کرتے ہوئے بولی تھی۔

''وہ ایسا نہیں کہیں گے۔'' وہ یقین بھرے لہجے میں بولا تھا۔

''مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔'' وہ مزید گویا ہوئی تھی۔

''میں تمہارے ساتھ ہوں تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' اس نے اپنا ہاتھ عروبہ کے ہاتھ پر رکھا تھا۔

''فرض کریں اگر۔۔''

''میں ایسی کوئی بات فرض بھی نہیں کرنا چاہتا جو تمہیں مجھ سے جدا کرے۔'' وہ اس کی بات کاٹ کر بولا تھا، عروبہ غضنفر خاموش ہوگئی تھی، گاڑی گھر کے سامنے جا رکی تھی، صاف ستھری سڑک پر دونوں جانب اونچے اونچے گھر تھے، ہر طرف صفائی سکون اور خاموشی تھی، اس سرد موسم میں بھی عروبہ غضنفر کو پسینے آ رہے تھے۔

وہ دونوں ٹیکسی سے نیچے اتر آئے تھے فارقلیط حسن نے ایک ہاتھ میں بیگ، جبکہ دوسرے ہاتھ سے عروبہ کا ہاتھ مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔

''ڈونٹ وری، میرے ڈیڈی کو کھرے اور کھوٹے کی خوب پہچان ہے وہ جان جائیں گے کہ میں ہیرا لایا ہوں۔'' عروبہ غضنفر کنفیوز کچھ ڈری ہوئی اس کی ہمراہی میں چلتی ہوئی اندر داخل ہوئی تھی، گھر بہت خوبصورت تھا، وہ دونوں لاونج میں پہنچ گئے تھے۔

''فارقلیط حسن!'' اچانک سے ایک زوردار دھاڑ بلند ہوئی تھی، عروبہ غضنفر کا دل دہل گیا تھا، وہ خوفزدہ ہو کر فارقلیط حسن کے پیچھے چھپ گئی تھی، اس نے ہاتھ پیچھے کر کے عروبہ کا ہاتھ پکڑ لیا تھا، وہ جانتا تھا کہ وہ کس قدر خوفزدہ ہوگئی ہوگی۔

''تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے سامنے آنے کی؟'' وہ غصے سے بولے، فارقلیط حسن نے باپ کا یہ روپ کبھی نہیں دیکھا تھا، وہ حیرت زدہ سا کھڑا تھا۔

''ڈیڈ آپ میری۔۔۔''

''مر گیا تمہارا باپ۔''

''اللہ نہ کرے۔'' وہ بے چین ہوا اٹھا تھا۔

''Get out of my sight'' وہ رخ موڑ کر کھڑے ہو گئے تھے، فارقلیط حسن نے مڑ کر کانپتی ہوئی عروبہ غضنفر کو دیکھا، ہولے سے اس کا گال چھوا اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ہوا حسن بہزاد کے پاس جا کھڑا ہوا۔

''مجھے مار لیں، مگر اس طرح رخ مت پھیریں۔'' اسے تکلیف ہو رہی تھی ان کے ناراض ہونے سے، وہ آج تک کبھی اس سے ناراض نا ہوئے تھے۔

''میں بہت مجبور ہو گیا تھا ڈیڈ Please listen to me once'' اس نے ہاتھ ان کے شانے پر رکھا جسے انہوں نے فوراً جھٹک دیا تھا۔

''یوں کہو کہ باپ کی محبت پر ایک لڑکی کی محبت غالب آ گئی۔'' ان کی بات پر عروبہ غضنفر کا جی چاہا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

''آپ سے زیادہ محبت میں کسی سے نہیں کرتا۔'' وہ آواز کو مضبوط کرتے ہوئے بولنے کی کوشش کر رہا تھا، ورنہ ڈیڈ کی خفگی نے اسے پریشان کر دیا تھا۔

عروبہ غضنفر مڑی تھی اور گھر سے باہر نکل گئی تھی، فارقلیط حسن تیز تیز قدم اٹھاتا اس کے پیچھے آیا تھا، وہ سڑک کے کنارے تیز تیز چل رہی تھی۔

''کیا ہوا عروبہ؟'' وہ اس کے سامنے آ رکا تھا، اس کی آنکھوں سے آنسو بہت تیزی سے بہہ رہے تھے، اس کے سامنے آ جانے سے وہ چلتے چلتے ایک دم رک گئی تھی۔

"Where are you going?" اس نے اس کا دایاں ہاتھ پکڑا تھا۔

''پتا نہیں۔'' عروبہ غضنفر نے بائیں ہاتھ کی پشت سے آنسو رگڑ ڈالے تھے مگر اس کے آنسو تھمنے کا نام نہ لے رہے تھے۔

''کیا ہو گیا ہے، یہ سب Unexpected تو نہیں تھا، تم جانتی تھی نا یہاں ہمیں کیسے Welcome کیا جائے گا، but honestly speaking میرے ڈیڈ بہت اچھے ہیں، دیکھنا وہ جلد مجھے معاف کر دیں گے تو تمہیں بھی Own کریں گے۔''

فارقلیط حسن نے آگے بڑھ کر اسے بازو کے حلقے میں لے لیا اور واپس مڑنے لگا وہ ابھی بھی رو رہی تھی۔

''دیکھو ڈیڈ نے تمہیں تو کچھ نہیں کہا، انہیں تو مجھ پر غصہ ہے اور اتنا تو ان کا حق بنتا ہے نا۔'' وہ گھر سے قریب پہنچ گئے تھے اور عروبہ غضنفر رک گئی تھی، وہ فارقلیط حسن کی جانب دیکھنے لگی تھی۔

''اسی بات کا دکھ ہے کہ میری وجہ سے آپ کے ڈیڈی آپ سے خفا ہیں، میں ایک اور باپ کے دل ٹوٹنے کا سبب بنی ہوں، میں بہت منحوس ہوں فارقلیط'' وہ چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی، فارقلیط حسن نے اس کا ہاتھ پکڑا اور گھر میں داخل ہو گیا، ڈیڈی کہیں نا تھے، وہ اسے لے کر اپنے روم میں آ گیا۔

''میرے سامنے خود کو برا بھلا مت کہا کرو۔'' وہ اس کے لئے پانی لے آیا تھا عروبہ نے پانی کا گلاس پکڑ کر لبوں سے لگا لیا، اس کے آنسو ایک تواتر سے بہہ رہے تھے۔

☆.....☆.....☆

غضنفر علی تیز رفتار سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے گل افزاء کے پاس پہنچے تھے، کچھ دیر گھر کے باہر گاڑی کھڑی کر کے وہ گاڑی میں بیٹھے رہے، پھر گاڑی کو لاکڈ کر کے اندر آ گئے، وہ سامنے ہی موجود تھیں۔

''السلام علیکم!'' غضنفر علی نے سلام کیا، جس کا جواب گل افزاء نے ان کی جانب دیکھے بناء ہی آہستہ آواز میں دیا۔

''چلیں؟'' وہ پوچھنے لگے۔

''جی!'' وہ چادر اوڑھ کر ان کے پیچھے چل دیں غضنفر علی اپنی رفتار ہلکی کر کے ان کے برابر چلنے لگتے تو وہ رفتار مزید کم کر دیتیں اور پھر ان کے پیچھے رہ جاتیں، وہ جان بوجھ کر ایسا کر رہی تھیں اور غضنفر علی بھی سمجھ رہے تھے، باہر نکل کر انہوں نے فرنٹ ڈور کھول دیا، گل افزاء کے منہ سے ایک سسکاری نکلی تھی غضنفر علی تیزی سے مڑے تھے۔

محبتوں کا سفر اس طرح بھی گزرا تھا
شکستہ دل تھے مسافر شکستہ پائی ناتھی
عداوتیں تھیں تغافل تھا رنجشیں تھیں بہت
بچھڑنے والے میں سب کچھ تھا بے وفائی ناتھی
بچھڑتے وقت ان آنکھوں میں تھی ہماری غزل
غزل بھی وہ جو کسی کو ابھی سنائی ناتھی
کسے پکار رہا تھا وہ ڈوبتا ہوا دن
صدا تو آئی تھی لیکن کوئی دہائی نہ تھی
عجیب ہوتی ہے راہ سخن بھی دیکھ نصیر
وہاں بھی آ گئے آخر جہاں رسائی ناتھی

وہ ان کی جانب دیکھے بناء پچھلا دروازہ کھول رہی تھیں، غضنفر علی لب بھینچے کھڑے انہیں دیکھتے رہے۔ پھر اچانک جیسے ہوش میں آئے۔

''آگے بیٹھ جاؤ۔'' ان کے دل نے شدت سے خواہش کی کہ گل افزاء ان کے ساتھ بیٹھ جائیں، مگر وہ ان سنی کر کے پیچھے بیٹھ گئیں ایک گہری سانس فضا کے سپرد کرتے ہوئے غضنفر علی ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھے اور گاڑی سٹارٹ کر دی۔

''گل افزاء مجھے تو اس وقت کا انتظار ہے۔ جب میری بیٹی اس دنیا میں آئے گی اور میں اسے اپنے ساتھ ادھر فرنٹ سیٹ پر بٹھا کر گھمانے لے کر جایا کروں گا۔'' گاڑی آگے بڑھ رہی تھی مگر ان کی سوچیں ماضی کی جانب محو سفر تھیں۔

''کیا کہا؟'' گل افزا نے انہیں گھورا۔

''یہ سیٹ میری ہے، اس پر ہمیشہ میں ہی بیٹھوں گی۔'' وہ استحقاق سے بھرپور لہجے میں بولی تو غضنفر علی محظوظ ہوئے۔

''اور اگر میں نے دوسری شادی کر لی؟'' وہ ہنسی دباتے ہوئے بولے۔

''غضنفر!'' گل افزاء کی روح تک کانپ گئی تھی۔

''آپ کو پتا ہے آپ کیا کر رہے ہیں؟''

''مذاق کر رہا تھا یار، اب سیریس مت ہو جانا۔'' وہ ہنس دیئے جانتے تھے وہ ان کے معاملے میں کتنی پوزیسو ہے۔

''دوبارہ مذاق میں بھی ایسی بات مت کیجئے گا، جانتے ہیں نا میری شادی پر میرے بھائی کتنے ناراض ہیں، زندگی میں ایسے حالات کبھی آئے تو میں کہاں جاؤں گی۔''

''سوری یار! صرف مذاق تھا، آئی پرامس دوبارہ نہیں کروں گا۔'' اچانک گاڑی کو بریک لگنے سے دونوں ہی اپنی اپنی سوچوں سے باہر آ گئے تھے، عروبہ کا گھر آ گیا تھا۔

''بات سنو!'' غضنفر علی نے گیٹ کے باہر کھڑے چوکیدار کو اشارے سے قریب بلایا۔

''عروبہ سے کہو اس سے ملنے کوئی آیا ہے، یہاں آ کر مل لے۔'' ان کے الفاظ سن کر گل افزاء کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا تھا۔ برسوں بعد وہ اپنی بیٹی سے ملنے والی تھیں۔

''کتنی بڑی ہو گئی ہو گی؟ کیسی لگتی ہو گی؟'' وہ سوچنے لگیں۔

''بی بی صاحبہ تو چھوٹے صاحب کے ساتھ باہر کے ملک گئی ہیں، اپنے سر سے ملنے۔'' اس نے بتایا۔

''سر!'' ساجدہ نے ناسمجھی کے عالم میں اس کی طرف دیکھا۔

''کب واپس آئیں گے؟'' غضنفر علی نے پوچھا۔

''یہ معلوم نہیں صاحب!''

''او کچھ تاب جب آئیں تو اسے بتایئے گا کہ غضنفر اور گل افزاء آئے تھے۔'' انہوں نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

''آپ نے عروبہ کی شادی کب کی؟'' غضنفر نے بیک ویو مرر سے ان کی جانب دیکھا۔

''میں نے تینوں بیٹیوں کی شادی کر دی ہے۔'' وہ بولے۔

''پہلے تو آپ نے نہیں بتایا تھا، پھر اچانک کیسے؟''

''یہی اس کے لئے بہتر تھا۔''

''اس کے لئے یا آپ اور آپ کی بیوی کے لئے پہلے اس کے کردار پر کیچڑ اچھالا، پھر اسے مجرم ٹھہرا کر نا جانے کس سے شادی کر دی، اتنے ظالم کیوں ہیں آپ غضنفر صاحب۔'' ان کا دل دکھ سے کٹنے لگا بیٹی کا غم اس کی طویل جدائی انہیں اندر سے ختم کر رہی تھی وہ اردگرد سے بالکل لاتعلق سی بیٹھی تھیں، یہی وجہ تھی کہ وہ دیکھ نہ سکیں کہ گاڑی کدھر جا رہا ہے، وہ تو جب گاڑی ایک انجان گھر کے بڑے سے گیٹ

سے اندر داخل ہونے لگی تو وہ چونک اٹھیں۔

☆.....☆.....☆

موسیٰ علی آفس سے نکلا تو اس کا رخ قبرستان کی طرف تھا، اسے عنیزہ کی بہت یاد آ رہی تھی، قبرستان کی خاموشی اور ویرانی اس کے اندر کے سناٹوں میں مزید اضافہ کر دیتی تھی، وہ عنیزہ کی قبر کے پاس بیٹھ کر کچھ دیر قرآن پاک کی تلاوت کرتا رہا۔

''بہت اداس ہوں تم سے، کیوں چلی گئی مجھے چھوڑ کر۔'' وہ ہمیشہ کی طرح اس سے شکوہ کرنے لگا تھا۔

''وقت گزرتا جا رہا ہے، دن گزرے، مہینے گزرے اور پھر سال گزریں گے، زندگی گزر جائے گی، کیسے عنیز تمہارے بغیر کیسے؟'' موسیٰ علی کا دل بھرانے لگا تھا، اس کی قبر کی مٹی کو اپنی مٹھیوں میں بھینچے وہ ضبط کی انتہاؤں پر تھا۔

''وہ تم جیسی نہیں ہے، وہ تم جیسی نہیں ہو سکتی، تم جیسی کوئی لڑکی نہیں ہو سکتی۔'' وہ بہت دیر بیٹھا اس سے باتیں کرتا رہا تھا، کبھی وہاں آ کر دل کا بوجھ ہلکا ہوتا تو کبھی پہلے سے بھی بڑھ جاتا تھا۔ جب سے فروا ان کی زندگی میں آئی تھی اسے عنیزہ کیا داور زیادہ شدت سے آتی تھی، وہ قبرستان سے نکلا تو مولوی باقر کے پاس چلا گیا، وہ بہت خوش دلی کے ساتھ اس سے ملے تھے۔

''کیسے ہیں آپ؟'' وہ ان کے سامنے بیٹھ گیا

''اللہ پاک کا کرم ہے بیٹے، آپ بتائیں کدھر تھے، اتنے دنوں سے؟ سب خیر ہے نا؟'' ان کے اتنے اپنائیت اور فکر مندی سے پوچھنے پر اسے ندامت محسوس ہوئی تھی، وہ ہر روز قبرستان آتا تھا مگر ان سے کبھی ملنے کا خیال ہی نا آیا تھا۔

''وہ میں نے شادی کر لی ہے۔'' اس نے جھجکتے ہوئے کہا۔

''بیٹے کو سنبھالنا بہت مشکل ہو گیا تھا، اس کے لئے ملازمہ رکھ لی تھی، میرا خیال تھا ایسے کام چل جائے گا مگر اس نے میرے بیٹے کو بہت بے دردی سے مارا۔'' وہ جیسے وضاحت دے رہا تھا کہ اس نے شادی کیوں کی، مولوی باقر اس کی بات سن کر مسکرا دیئے۔

''یہ تو اچھی خبر سنائی آپ نے، شادی میں ہمیں مدعو نہیں کیا۔'' وہ گلہ کرنے لگے۔

''میں نے سادگی سے نکاح کیا ہے بس، معذرت کرتا ہوں پھر بھی۔'' وہ ادب سے مخاطب ہوا۔

''نہیں بیٹا معذرت کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ اسے شرمندہ دیکھ کر فوراً بولے۔

''میں تو شادی کرنا ہی نہیں چاہتا تھا مولوی صاحب، میری پہلی بیوی بہت اچھی تھی، جبکہ۔۔'' وہ بات ادھوری چھوڑ کر ہاتھوں کو دیکھنے لگا تھا۔

''تو یہ بات ہے۔'' وہ سب سمجھ گئے تھے۔

''اسلام نے مرد کو چار شادیوں کی اجازت دی ہے، مگر اس صورت میں کہ وہ افورڈ کر سکے اور بیویوں کے درمیان انصاف قائم

کرے۔'' وہ ناصحانہ انداز میں سمجھا رہے تھے، جبکہ وہ ہمہ تن گوش تھا۔

''ہمارے نبی پاک کا فرمان ہے کہ شادی کرنے کے لئے ایسی لڑکی کا انتخاب کریں جو دین دار ہو، دوسرے نمبر پر وہ معزز خاندان سے ہو اور تیسرے نمبر پر یہ کہ وہ خوبصورت ہو، کیا آپ کی بیوی نیک نہیں؟'' انہوں نے اچانک سوال کیا، موسیٰ علی نے جھکا ہوا سر اوپر اٹھایا اسے جواب دینا دشوار ہو گیا۔

''نیک ہے۔''

''خوبصورت نہیں ہے؟'' اگلا سوال آیا۔

''بہت پیاری ہے۔'' اس نے پھر سے نگاہیں جھکا لیں۔

''اچھے خاندان سے نہیں ہے؟'' مولوی باقر مزید گویا ہوئے۔

''اچھے خاندان سے ہے۔''

''تو پھر بیٹا کیا مسئلہ ہے؟'' انہوں نے استفسار کیا۔

''میری عزت نہیں کرتی، میری پہلی بیوی۔۔۔''

''بیٹا ایک بات ذہن میں بٹھا لو۔'' انہوں نے ہاتھ اٹھا کر اسے بولنے سے منع کیا۔

''ہاتھ کی پانچ انگلیاں برابر نہیں ہوتیں تو پھر دو انسان کیسے ایک جیسے ہو سکتے ہیں؟'' موسیٰ علی نے بولنے کے لئے لب کھولے تو انہوں نے اسے بولنے سے منع کر دیا۔

''بیٹا عورت ناز سے گندھیے اور نیاز کی حقدار ہے، آپ سے پتا ہے کیا غلطی ہو رہی ہے آپ اس کا موازنہ مرحومہ بیوی سے کر رہے ہو میرا خیال ہے اس کا اندازہ بیٹی کو بھی ہو گیا ہے، کیا وہ پہلے سے شادی شدہ ہے؟'' انہوں نے اچانک سوال کیا۔

''نہیں۔''

''آپ کے بیٹے کا خیال نہیں رکھتی؟''

''اس سے بہت پیار کرتی ہے، میں نے کئی بار چھپ کر Observe کیا ہے، اس کا بہت خیال رکھتی ہے۔'' اس نے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے بتایا تو مولوی باقر کچھ دیر خاموش رہے، جیسے کوئی نتیجہ اخذ کر رہے ہوں۔

''اس کا موازنہ پہلی بیوی سے کرنا چھوڑ دو اسے اہمیت دینا شروع کر دو، بلکہ احساس دلاؤ کہ تم میرے لئے بہت اہم ہو سب معاملات درست ہو جائیں گے۔'' وہ کچھ دیر ان کے پاس بیٹھا رہا، پھر وہاں سے اٹھ گیا، دل میں ایک نیا عزم لے کر نئے ارادے باندھ کر۔

☆.....☆.....☆

http://kitaabghar.com

''عیسیٰ تم ایسا کیسے کر سکتے ہو؟'' کمرے میں اس وقت ماما اور پاپا موجود تھے، وہ ان کے سامنے سر جھکائے بیٹھا تھا، اسے اپنے کیے پر کوئی شرمندگی یا افسوس نا تھا، وہ ہر طرح کی بات سننے اور ہر سچویشن کو فیس کرنے کے لئے مکمل طور پر تیار تھا، ماما سخت ناراض تھیں۔

''سارا خاندان ہمیں باتیں کرے گا، یہ تربیت تو نا کی تھی ہم نے تمہاری یہ کیا طریقہ ہے کسی سے بدلہ لینے کا۔'' پاپا بھی بول رہے تھے اور وہ خاموشی سے ان کی بات سن رہا تھا، اس کے پاس کہنے کو اب کچھ تھا بھی نہیں، نہ ہی اس کی بولنے کی خواہش ہو رہی تھی۔

''ہم سے تو مشورہ لے لیتے کچھ بتاتے یہ انتہائی گھٹیا طریقہ ہے۔ کسی کی بیٹی کو محض اس بناء پر کہ اس کی ماں نے آپ کے ساتھ کچھ برا کیا ہے، ایک دن میں طلاق دے دی جائے، سگی خالہ زاد ہے تمہاری۔'' ماما ایک مرتبہ پھر بولی تھیں۔

''نہیں ہے وہ میری خالہ زاد'' وہ اتنی دیر سے خاموش بیٹھا تھا مگر اس بات پر وہ چپ نا رہ سکا۔

''اتنی گھناونی سازش کرنے والے لوگ میرے کچھ نہیں ہو سکتے'' وہ نفرت سے بولا تھا، اس کے دل کے زخم پھر سے سلگنے لگے تھے۔

''اتنی چھوٹی سی ہے نویلہ۔'' ماما کا غم کسی طور کم نہ ہو رہا تھا۔

''اتنا بڑا داغ لگا دیا تم نے اسے۔'' وہ اسے احساس دلانا چاہتی تھیں۔

''وہ چھوٹی ہے تو عروبہ کون سا بوڑھی تھی۔'' اسے ماما کے رویے پر افسوس ہوا۔

''اور کوئی داغ نہیں لگا اسے اس کی ماں اس کے لئے پھر کوئی قابل لڑکا پھنسائے گی، داغ تو میرے دل پر لگایا ہے انہوں نے ناکام محبت کا۔'' بات مکمل کر کے وہ وہاں رکا نہیں، باہر نکل گیا۔

''دعا کریں میں مر جاؤں۔'' جاتے جاتے انہیں دہلا گیا تھا۔

''اللہ نا کرے'' ماما فوراً بولیں۔

''بہت غلط کیا ہے ہمارے بیٹے نے، اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔'' ماما متوقع وقت اور صورتحال کو سوچتے ہوئے بہت پریشان تھیں، جو بھی تھا ان کی بہن کی بیٹی تھی وہ انہیں بہت افسوس تھا کہ نویلہ کو دکھ دینے والا ان کا بیٹا تھا مگر آج زندگی میں پہلی مرتبہ وہ بیٹے کے سامنے بے بس ہوئیں تھیں، وہ تو بہت فرمانبردار تھا، ہر ایک کی عزت کرتا تھا، اس کے اس رویے کی وجہ بھی تو ان کی اپنی بہن تھیں۔

''ہاں مگر تمہاری بہن کو بھی اس کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، اس نے الزام صرف اس بچی پر نہیں، ہمارے بیٹے پر بھی لگایا ہے، اتنا ہی برا تھا ہمارا بیٹا، تو اب اپنی بیٹی سے شادی کیوں کروائی۔'' باپ نے اس کی سائیڈ لی تھی، وہ اکلوتے لاڈلے بیٹے کو دیکھ کر بہت اپ سیٹ ہو رہے تھے مگر فی الحال اس کے لئے کچھ نہ کر سکتے تھے۔

☆.....☆.....☆

عیسیٰ احمد بہت غصے کے عالم میں نکلا تھا اس کا رخ ساحل کی جانب تھا، سمندر کا شور اس کے اندر کے شور کو دبانے لگا تھا۔

میری تشنگی کا خیال کر، میں اداس ہوں مجھے دیکھ جا۔

میری بے بسی پر ملال کر، میں اداس ہوں مجھے دیکھ جا

یہ جو ہجر ہجر ہے شام غم میری آنکھ بھی تو ہے دیکھ نم

میری حسرتوں کو وصال کر میں اداس ہوں مجھے دیکھ جا

میرا زرد چہرہ ہے کس لیے، یہ مکان اجڑا ہے کس لیے

میرا حال پوچھ سوال کر میں اداس ہوں مجھے دیکھ جا

اے نئے دنوں کی اداس رت تو میرے وجود میں آ کے رک

میری شدتوں کو بحال کر میں اداس ہوں مجھے دیکھ جا

اس کا دل غم سے بھرا ہوا تھا اس نے وہیں سے ائیر پورٹ جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

☆.....☆.....☆

نویلہ بیڈ پر لیٹی چھت کو گھور رہی تھی، جب ماما اس کے روم میں آئیں، اس نے ایک سرسری نظر ان پر ڈال کر زاویہ نظر بدل لیا تھا۔

''کیسی طبعیت ہے بیٹا؟'' اس کے پاس جا بیٹھیں اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا، اس کے حنائی ہاتھ ان کا کلیجہ چیر رہے تھے۔

''میں ٹھیک ہوں ماما۔'' وہ مسکرائی تھی۔

''کبھی خواب میں بھی نا سوچا تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے ہمارے ساتھ۔'' وہ بہت زیادہ پریشان دکھائی دے رہی تھیں۔

''مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی کیا کروں، ادھر عدیل اور علیشہ کا ولیمہ بھی ہے تمہارے پاپا بھی نا جانے کہاں ہیں صبح سے، میں کالز کر کر کے تھک گئی ہوں، مگر نمبر بند جا رہا ہے۔ انہیں کچھ سمجھ نا آ رہا تھا کہ کیا کریں، نویلہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور ان کا ہاتھ تھام لیا۔

''آپ ولیمے پر چلی جائیں، سب سے کہہ دیں کہ میری طبیعت بہت خراب ہو گئی جس وجہ سے وہ گھر پر ہے۔'' اس کی بات سن کر انہیں حیرت بھی ہوئی تھی اور دکھ بھی، وہ اتنی چھوٹی سی تھی کتنی آسانی سے اتنا بڑا ظلم اور دکھ برداشت کر گئی تھی۔

''میری بچی گھر واپس آ گئی، میں کیسے فنکشنز اٹینڈ کروں۔'' انہوں نے جانے سے انکار کیا۔

''وہ بھی آپ کی بیٹی ہے، اس کی خوشی میں شامل ہونا بھی آپ کا فرض ہے، رہی بات میری تو ماما میرا غم منانے کے لئے عمر پڑی ہے، پھر منا لیجئے گا۔'' اس کی ایسی باتوں سے ان کا دل خون کے آنسو رونے لگتا تھا، وہ خود پر ضبط کھونے لگتیں۔

''خدا تمہیں بھی سکون نہ دے عیسیٰ احمد'' انہوں نے بددعا دی۔

''خدا نہ کرے۔'' اس کے منہ سے بے اختیار نکلا، وہ اس کی جانب دیکھنے لگیں۔

''دوبارہ اسے بددعا نہ دیجئیگا ماما، مجھے اچھا نہیں لگے گا۔'' اس نے چہرہ دوسری جانب پھیر لیا، جیسے ان سے نظر نہ ملانا چاہتی ہو، وہ خاموشی سے وہاں سے اٹھ گئیں، اسے کوئی جواب نہیں دیا، وہ کوئی سخت بات کہہ کر اس کا دل نہیں دکھانا چاہتی تھیں۔

چاروناچار وہ علیشہ اور عدیل کے ولیمے میں شرکت کے لئے چلی گئی تھیں، ہر ایک ان سے نویلہ اور عیسیٰ سے متعلق پوچھ رہا تھا اور وہ بہانے بنا بنا کر تھکنے لگیں تھیں۔

عیسیٰ کے والدین کو سامنے دیکھ کر تو ان کا خون کھولنے لگا، وہ سیدھی ان کے پاس آئی تھیں، وہ دونوں بھی صوفیہ سے نگاہیں نہیں ملا پا رہے تھے۔

''بہت ہی گھٹیا ثابت ہوا تم دونوں کا بیٹا۔'' انہوں نے زہر اگلا۔

''آپ فکر نہ کریں، ہم سمجھائیں گے اسے وہ نویلہ کو واپس لے آئے گا، ایسے تھوڑی طلاق ہوتی ہے۔'' ماما نے انہیں تسلی دی ان دونوں کو شرمندہ دیکھ کر وہ کچھ اور زیادہ شیر ہو گئیں۔

''کرو اس سے بات، اسے بتاؤ کے نویلہ کوئی عام لڑکی نہیں، وہ میری بیٹی ہے اور میں اس کے ساتھ زیادتی کرنے والے کو بھی چین نہیں لینے دوں گی۔'' وقت اور جگہ ایسی نہ تھی کہ عیسیٰ احمد کے والدین انہیں کچھ کہتے، ان سے سوال کرتے کہ انہوں نے کس بناء پر اس کے بیٹے پر اتنا گھٹیا الزام لگایا۔

''ماما! نویلہ اور عیسیٰ کدھر ہیں، سب ٹھیک ہے نا؟'' تنہائی میسر آتے ہی علیشہ نے ان سے پوچھا تھا۔

''کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے، عیسیٰ نے نویلہ کو۔۔۔ طلاق دے دی۔'' وہ آنسو ضبط کرنے لگیں۔

''کیا؟'' علیشہ کو ایک ہزار وولٹ کا کرنٹ لگا تھا۔

''ایسا کیسے کر سکتا ہے وہ؟''

''اس نے ایسا کر دیا ہے مگر میں اسے چھوڑوں گی نہیں، میری بیٹی کوئی ایسی گری پڑی یا لاوارث نہیں ہے اور اپنے باپ کا حال دیکھ لو کوئی اتا پتا ہی نہیں۔''

''پاپا تو کبھی ہمارے بنے ہی نہیں ماما۔''

علیشہ عدیل کو پا کر بہت خوش تھی مگر اس خبر نے اس کی خوشی کو بھی ماند کر دیا تھا۔

☆.....☆.....☆

صبح عروبہ کی آنکھ کھلی تو فارقلیط حسن گہری نیند میں تھا، اس نے وضو کیا اور جائے نماز اور قرآن پاک لے کر لاؤنج میں آ گئی، کمرے میں فارقلیط نے بڑی بڑی اور عجیب سی تصویریں لگا رکھی تھیں، وہ نماز پڑھ رہی تھی کہ حسن صاحب اپنے کمرے سے نکلے تھے، عروبہ کو نماز پڑھتے دیکھ کر ٹھٹک کر رک گئے تھے، دوپٹہ اوڑھے رکوع و سجود کرتی وہ کسی بھی قسم کی بناوٹ اور تصنع سے پاک بہت پیاری لگ رہی

تھینا چاہتے ہوئے بھی وہ وہیں صوفے پر بیٹھ گئے اور اسے دیکھنے لگے، ان کے لئے اسے نظر انداز کرنا دشوار ہونے لگا۔

''فارقلیط حسنے کس طرح ایسی لڑکی سے شادی کر لی۔'' نماز پڑھ کر اس نے دعا کے لئے ہاتھ بلند کیے تو ٹپاٹپ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ جانے وہ اللہ سے کیا راز و نیاز کر رہی تھی، اس کے آنسو تھمنے کا نام ہی نہ لے رہے تھے، حسن بہزاد اٹھ کر واپس اپنے روم میں آ گئے تھے مگر اس کی آنسو بہاتی آنکھیں ان کے ذہن سے محو نا ہو سکیں، وہ دوبارہ کمرے سے باہر نکلے اب کی بار وہ صوفے پر بیٹھی قرآن پاک پڑھ رہی تھی، اس کے لب ہولے ہولے ہل رہے تھے، وہ سر جھٹک کر کچن میں آ گئے اور اپنے لئے کافی بنانے لگے۔

''السلام علیکم انکل۔'' انہیں اپنے پیچھے اس کی آواز سنائی دی تھی مگر وہ ان سنی کرتے ہوئے کھڑے رہے، چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی وہ ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

''لائیں میں بنا دیتی ہوں۔'' اس کی آواز بھی بہت پیاری لگی تھی انہیں، وہ آگے بڑھنے لگی۔

''اس کی ضرورت نہیں ہے، میں خود بنا لوں گا۔'' چاہ کر بھی وہ اس سے کوئی سخت بات نا کر سکے، انہوں نے دیکھا تھا کہ ان کے انکار سے عروبہ کی آنکھوں کی سطح پر نمی تیرنے لگی تھی۔

''آپ کے بیٹے کا کوئی قصور نہیں ہے، وہ بہت گریٹ انسان ہیں، میں بہت بری۔۔۔''

''میرا اور میرے بیٹے کا معاملہ ہے، آپ بیچ میں مت آؤ'' وہ اس کو ٹوک گئے اور پھر عروبہ کو بھی بولنے کی ہمت نہ ہوئی، اس نے نگاہیں اٹھا کر ان کی طرف دیکھا، ان کے چہرے پر سختی مگر آنکھوں میں نرمی تھی۔

''وہ آپ سے بہت محبت کرتے ہیں، مجھ سے کہیں زیادہ۔'' اپنی بات مکمل کر کے وہ روم میں آ گئی تھی اس کا دل بھرانے لگا تھا وہ بیڈ پر اپنی جگہ پر آ بیٹھی اور کراؤن سے ٹیک لگا لی اس کی آنکھوں کے جام نمکین پانیوں سے بھرنے لگے تھے۔

''میں بہت بری ہوں، پتا نہیں کس کس کا دل ٹوٹ بیٹھتی ہوں، دوسروں کے لئے تکلیف کا باعث بن جاتی ہوں۔'' اس کی سسکیاں بلند ہو گئیں، فارقلیط حسن گھبراہٹ کے عالم میں اٹھ بیٹھا۔

''عروبہ آر یو آل رائٹ؟'' وہ تیزی سے اس کے قریب آیا اور اس کے آنسو پونچھنے لگا، اس نے کوئی جواب نا دیا، بس خاموشی سے آنسو بہاتی رہی۔

''پلیز مجھے بتاؤ کیا ہوا؟'' عروبہ غضنفر کے آنسو اور زیادہ تیزی سے بہنے لگے تھے، فارقلیط حسن کمرے سے باہر آ گیا، ڈیڈی کچن میں بیٹھے کافی پی رہے تھے، اسے آتا دیکھ کر بھی انہوں نے اس پر توجہ نہیں دی تھی۔

''السلام علیکم!'' وہ کرسی گھسیٹ کر ان کے سامنے بیٹھ گیا۔

''تو اب آپ میرے سلام کا جواب بھی نہیں دیں گے۔'' ان کا اجنبی اور لاتعلق انداز اسے تکلیف میں مبتلا کر رہا تھا۔

''ڈیڈی آپ صرف ایک بار میری بات سنلیں، میں بہت مجبور ہو گیا۔۔۔''

''نہیں سننی مجھے تمہاری بات اور اس لڑکی سے بھی کہو اپنے کام سے کام رکھے، مجھے مخاطب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ اٹھ کھڑے ہوئے تھے، فارقلیط حسن ساری بات سمجھ گیا تھا۔

''ڈیڈی آپ کی نافرمانی میں نے کی ہے۔اس نے نہیں، وہ بہت Sensitive ہے، پلیز اسے مت کچھ کہیے گا۔'' وہ ملتجی لہجے میں بولا تھا۔

''وہ بہت اچھی لڑکی ہے پلیز ڈیڈ ایک موقع دے دیں ہمیں۔'' وہ منت کرنے لگا تھا ایک گہری کاٹ دار نظر اس کی سمت اچھال کر وہ وہاں سے چلے گئے تھے، فارقلیط حسن وہاں سے واپس اپنے روم میں آ گیا تھا، عروبہ ابھی بھی رو رہی تھی، وہ اس کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔

''بس یہی ایک کام تمہیں بہت اچھا سے کرنا آتا ہے۔'' وہ طنزیہ لہجے میں بولا۔

''تم سے کس نے کہا تھا ان کے پاس جاؤ ان سے بات کرو۔'' جب سے ان کی شادی ہوئی تھی، وہ پہلی مرتبہ اس سے سخت لہجے میں بولا تھا۔

''وہ تو تم سے ایسے ہی بات کریں گے نا، وہ تمہارے Father in law ہیں، پھر مجھ سے خفا ہیں، ایسے میں غصہ تم پر ہی نکلنا تھا۔'' وہ کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہلنے لگا تھا، اس نے عروبہ کو رونے سے منع نہیں کیا تھا۔

''اچھا اب بس کرو، کتنا رونا ہے۔'' وہ اس کے پاس آ کھڑا ہوا تھا۔

''عروبہ بس کرو یار۔'' فارقلیط حسن نے اس کا چہرہ اوپر اٹھایا اس کی آنکھیں شدت گریہ سے سرخ پڑ گئی تھیں۔

''تم دیکھنا وہ جلد اپنے رویے پر پچھتائیں گے۔'' وہ اس کے آنسو پونچھ رہا تھا، اس کے بال ٹھیک کر رہا تھا۔

''چلو ناشتہ کرتے ہیں۔'' اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا، وہ بے دلی سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

☆.....☆.....☆

موسیٰ علی مارکیٹ گیا تھا، اس نے فروا کے لئے کچھ کپڑے، جوتے اور جیولری خریدی تھی، شاپنگ بیگز ہاتھ میں پکڑے وہ لاؤنج میں داخل ہوا، اسے دور سے ہی فروا کی آواز سنائی دے گئی تھی۔

''مصعب بیٹا! پی لو نا فیڈر'' وہ اس کی منتیں کر رہی تھی۔

''نو ماما!'' وہ مسلسل انکاری تھا وہ اس کے پیچھے بھاگتی مسلسل اس کی منتیں کر رہی تھی۔

''میرا پیارا بیٹا تھوڑا سا پی لے نا۔'' اس نے مصعب کو گود میں اٹھا کر اس کے گال پر پیار کیا تھا، وہ کھلکھلا کر ہنس دیا تھا۔

''السلام علیکم!'' موسیٰ علی اندر داخل ہوا تھا، اس نے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام!'' فروا نے آہستہ آواز میں جواب دیا، مگر وہ سن چکا تھا، مصعب فروا کی گود میں سے اتر کر باپ کی طرف بھاگا تھا۔

''پاپا!''

''میرا بیٹا!'' موسیٰ علی نے تمام شاپنگ بیگز صوفیپر رکھے اور جھک کر مصعب کو اٹھالیا فروا اندر کی جانب بڑھنے لگی۔

''سنو فروا!'' اس نے آواز دی تو رک گئی، مگر واپس نا آئی اور مڑ کر اس کی جانب دیکھا۔

''میں نے تمہارے لئے کچھ شاپنگ کی ہے، یہ دیکھو لو۔'' اس نے کہا تو فروا چلتی ہوئی اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

''میرے لئے شاپنگ'' اس نے انگلی سے اپنی جانب اشارہ کیا۔

''مگر کیوں؟'' اس کے لہجے میں حیرانگی تھی۔

''تم بیوی ہو میری تمہارا حق۔۔۔''

''میرا آپ پر یا آپ کی کسی چیز پر کوئی حق نہیں ہے مجھے نہیں چاہیے یہ سب۔'' وہ واپس مڑی تو موسیٰ علی نے آگے بڑھ کر اس کا راستہ روکا۔

''بہت اچھے ڈریسز ہیں، دیکھ تو لو'' اس سے صلح کرنا چاہتا تھا، مگر فروا کا مزاج نارمل رہا تھا۔

''مجھے فی الحال کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔''

''ڈائمنڈ کے ایئر رنگز بھی لایا ہوں تم دیکھو تو سہی۔'' وہ ابھی بھی مصالحت آمیز لہجے میں بول رہا تھا۔

''میری اوقات نہیں ہے ڈائمنڈ پہننے والی اور ویسے بھی۔۔۔'' وہ لمحہ بھر رکی۔

''ڈائمنڈ پہننے سے دل کو سکون اور خوشی نہیں ملتی۔'' وہ بات مکمل کر کے اندر چلی گئی تھی، موسیٰ علی بھی فوراً اندر آیا تھا۔

''تم مجھے بتاؤ کس چیز سے خوشی اور سکون ملتا ہے تمہیں؟ میں اس کا ارینج کر دیتا ہوں۔'' مصعب اپنے کھلونوں سے کھیل رہا تھا، موسیٰ علی اس کے پاس آ بیٹھا تھا، فروا نے سر اٹھا کر ایک نگاہ غلط انداز اس پر ڈالی اور پھر زاویہ نظر بدل ڈالا۔

''آپ وہ نہیں دے سکتے مجھے اتنا بڑا دعویٰ مت کیجئے۔'' اس نے طنز کا نشتر چھوڑا۔

''اعتبار کر کے تو دیکھو'' وہ اعتماد سے بولا۔

''اعتبار ہی نہیں دے سکتے آپ، نا سکون، نا عزت، نا وفا۔'' وہ اٹھ کر کھڑکی میں جا کھڑی ہوئی تھی، موسیٰ علی اس کی تقلید میں اس کے برابر کھڑا ہوا تھا۔

''اتنی بدگمان کیوں ہو مجھ سے؟'' اس کے پاس سے اٹھتی دلفریب کلون کی مہک فروا کو ڈسٹرب کر رہی تھی، وہ اسے اپنے دل میں کوئی جگہ نہیں دینا چاہتی تھی، کیونکہ اس نے اسے اس کی اپنی ہی نظروں میں گرایا تھا، اسے کم حیثیت و بے وقعت ہونے کا احساس دلایا تھا۔

''میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے آپ صبح و شام اپنی بیوی کے بیڈروم میں حاضری لگایا کریں، اس کی تصویروں کو سینے سے لگا کر آنسو بہایا کریں، میری اتنی پرواہ مت کریں، کہ میں حیرت سے مر نا جاؤں کہیں۔'' موسیٰ علی خود کو کچھ بھی سخت کہنے سے روکنے لگا تھا، گویا وہ اس کی جاسوسی کرتی تھی، یہ جان گیا تھا وہ۔

''ایک ایسیلڑ کی سے دشمنی لگا رہی ہو جو اس دنیا میں بھی نہیں ہے۔'' وہ اداسی سے بولا۔

''اونہہ دشمنی۔'' اس نے سر جھٹکا۔

'' دشمنی برابر کے لوگوں سے لگائی جاتی ہے اور میرا کیا مقابلہ آپ کی بیوی سے۔'' اس نے زہر خند ہوتے ہوئے کہا۔

''میں آفسکے کام سے دو دن کے لئے اسلام آباد جا رہا ہوں، میری پیکنگ کر دو۔'' وہ اسے بولنے پر اکسا رہا تھا۔

''سوری خود کر لیں'' وہ کمرے سے باہر نکل گئی تھی، موسیٰ علی اس کے رویے پر غور کرتا رہا اور پھر پیکنگ میں مصروف ہو گیا، وہ تیار ہو کر باہر نکلا تو فروا لاؤنج میں صوفے پر بیٹھی تھی، وہ اس کے پاس آ گیا۔

''جا رہا ہوں۔'' اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

''میرے بیٹے کا خیال رکھنا۔'' وہ پھر بولا۔

''جانتی ہوں آپ کا بیٹا ہے، بار بار سنانے اور جتانے کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ درشتی سے بولی۔

''ہر بات کو نیگیٹو کیوں لیتی ہو۔'' وہ کہہ گیا۔

''میرے سامنے اتنا پوزیٹو ہونے کی ضرورت نہیں ہے، جانتی ہوں کتنے اچھے ہیں۔'' اس نے ذرا بھی لحاظ نہ کیا۔

''بہت منہ پھٹ ہو۔'' وہ خود کو کہنے سے باز نہ رکھ سکا۔

''منافق تو نہیں ہوں نا۔'' وہ ذرا نا دبی نا گھبرائی اور دو بدو جواب دیا۔

''شوہر ہوں تمہارا۔'' اس نے احساس دلانا چاہا۔

''تو؟'' اس نے بایاں ابرو چڑھایا۔

''کاش نہ ہوتے۔'' فروا نے حد کر دی۔

Enoug is enough'' وہ ہاتھ اٹھا کر اسے مزید بولنے سے روک گیا۔

''عزت نہیں کر سکتی تو کم از کم لحاظ ہی کر لو۔'' وہ اسے احساس دلانا چاہتا تھا مگر ادھر کوئی اثر نا تھا۔

''اپنے بارے میں کیا خیال ہے آپ کا، ہر وقت پہلی بیوی کی یادوں میں کھوئے رہتے ہیں، میں بھی کوئی مری نہیں جا رہی آپ کے لئے میری طرف سے سادھو بن کر اس کی قبر پر جا بیٹھیں۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''مجھے اگر شادی سے پہلے پتا ہوتا کہ تم اتنی بدتمیز ہو تو کبھی شادی نا کرتا تم سے۔'' وہ طیش میں آ گیا تھا۔

''تو ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا۔''

''خاموش ہو جاؤ فروا، ایسا نہ ہو کہ میں غصے میں کچھ ایسا کر دوں جس پر تمام عمر پچھتاؤ۔'' وہ اسے وارن کر رہا تھا، اس کے غصے کی وہ ذرا پرواہ نہیں کر رہی تھی، یہ بات موسیٰ علی کو غصہ دلا گئی۔

''پچھتاتو میں اب بھی رہی ہوں۔'' وہ ابھی بھی باز نہ آئی تھی، موسیٰ علی اسے گھور کر رہ گیا۔

''دفعہ ہو جاؤ، دور ہو جاؤ میری نظروں سے، ورنہ میں تمہیں طلاق دے دوں گا۔'' اس نے فروا کو دروازے کی طرف دھکا دیا تھا۔

''موسیٰ؟'' وہ صوفیے ٹکرا کر گر پڑی تھی، اس کی آنکھوں میں بے یقینی سی بے یقینی تھی اسے موسیٰ علی سے ایسی امید تو نا تھی۔

''بس یہی حد ہوتی ہے نا، یہی آخری حربہ ہوتا ہے مردوں کے پاس، عورت کو خاموش کروانے کے لیے، نیچا دکھانے کے لئے تو لیں میں نے مان لی ہار آپ جیت گئے۔'' وہ گھٹنوں میں سر دیئے رونے لگی تھی۔

میرے بیٹے کو look after کرنے کا رعب جھاڑتے ہو نا، اب نہیں کرنا پڑے گا تمہیں۔'' وہ واپس مڑا اور مصعب علی کے کپڑے نکالنے لگا، فروا نے روتے ہوئے سر اوپر اٹھایا وہ مصعب کو اٹھا کر کمرے سے نکل رہا تھا، دوسرے ہاتھ میں بیگ تھا، مصعب نے فروا کو دیکھ کر شور مچانا شروع کر دیا۔

''ماما! ماما!'' وہ اس کے پاس جانے کے لئے بیتاب تھا۔

''نہیں ہے یہ تمہاری ماما'' وہ باہر کی جانب بڑھا۔

''میری واپسی تک مجھے یہاں نظر نا آنا، آ کر بات کروں گا تمہاری ماں سے۔'' وہ باہر نکل گیا تھا، مصعب بہت رو رہا تھا، فروا کی چیخیں اندر ہی کہیں دم توڑ رہی تھیں۔

☆.....☆.....☆

سڑکوں پر اب کچھ منچلے رہ گئے تھے، جو نیو ائیر کو ویلکم کہنے کے لئے بیتاب تھے، اپنی ہی لاش کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے وہ تھک چکی تھی، اپنے وجود سے زیادہ عمر بھر ملنے والے دکھوں کا بوجھ اسے لگ رہا تھا، اس کے رخساروں پر بارش کی بوندیں اور آنسو اب گڈمڈ ہو رہے تھے مگر وہ اپنے آنسوؤں کی پہچان رکھتی تھی، جو اس کے غم کی آگ میں جل کر گرم ہو رہے تھے جبکہ بارش کا پانی تو خوب ٹھنڈا میٹھا تھا۔

''جس شخص کے ساتھ زندگی کے اتنے سال بتائے اس نے ٹھکرا دیا، جن بچوں کے لئے اپنی زندگی، اپنا سب کچھ لٹا دیا انہوں نے بھی مجھے دھتکار دیا، پھر بھلا وہ شخص کیوں۔'' اس خیال سے ہی اس کے آنسو شدت سے بہنے لگے تھے اس کا پورا وجود گویا برف کی سل بن گیا تھا، نڈھال ہو کر وہ سڑک کنارے سنگی بینچ پر بیٹھ گئی، اس کا سانس دھونکنی کی مانند تیز تیز چل رہا تھا۔ ہاتھ پاؤں بے جان ہو رہے تھے حسیات پر بھی برف جمنے لگی تھی۔

''اللہ!'' اس کے لبوں نے بے آواز جنبش کی تھی، اس کو پکارتے ہوئے آنسوؤں میں روانی آ گئی تھی۔

''اللہ!'' اب کی بار حلق سے گھٹی گھٹی آواز برآمد ہوئی تھی، اس نے سر اٹھا کر اوپر آسمان کی جانب دیکھا تھا، اسی وقت بجلی زور سے چمکی تو اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کی پکار کا جواب آیا ہو۔

☆.....☆.....☆

زین نے بائیک گیٹ سے باہر ہی کھڑی کر دی اور اندر آ گیا، چوکیدار نے اشارے سے بتایا کہ وہ سامنے والا دروازہ اندر کی طرف جاتا ہے وہ شکریہ ادا کر کے لاؤنج کی جانب بڑھا، اندر قدم رکھتے ہی وہ ٹھٹک کر رک گیا تھا، سامنے کارپٹ پر کوئی لڑکی گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھی بہت بری طرح رو رہی تھی، اس کے بال سادہ سی چوٹی میں بندھے ہوئے تھے، چوٹی آگے کو جھول رہی تھی، اس کے آس پاس کوئی نا تھا، وہ تنہا رو رہی تھی۔

''ایکسکیوزمی'' زین اس کے قریب آ کر بولا تھا، فروا نے سر تیزی سے اوپر اٹھایا تھا، اسے دیکھ کر ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ بہت دیر سے رو رہی ہو، اس کی گہری جھیل سی آنکھوں میں درد تیر رہا تھا۔

''کیا ہوا ہے، ایسے کیوں رو رہی ہیں آپ؟'' زین ندیم کی ہمدرد طبیعت، نرمی سے اس کے رونے کی وجہ پوچھ رہا تھا۔

''مجھے سر موسیٰ نے بہت امپورٹنٹ فائل لینے کے لئے بھیجا، ایکچوئیلی ان کے ایک کلائنٹ کو آج ہی ہینڈ اوور کرنی ہے، سر تو اسلام آباد چلے گئے ہیں۔''

وہ ابھی بھی آنسو بہا رہی تھی موسیٰ علی کا نام سن کر نفرت کی ایک تیز لہر اس کے پورے بدن میں سے اٹھی تھی۔

''آپ سر کی۔'' اس نے بات ادھوری چھوڑ کر فروا کی جانب استفہامیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

''کزن ہیں وہ میرے۔''

''یہی تو میں سوچ رہا تھا سر کی مسز کی تو ڈیتھ ہو چکی ہے۔'' وہ کہنے لگا فروا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

''آپ رو کیوں رہی ہیں؟'' اس نے پھر سوال کیا۔

''میری بی اے میں انگلش کے پیپر میں سپلی آئی ہے۔'' اس نے آنسو پونچھتے ہوئے بتایا جیسا بھی تھا، اس کا شوہر تھا، وہ اس کی انسلٹ نا کرنا چاہتی تھی۔

''ارے۔'' زین ہنس دیا۔

''اتنی سی بات میں تو آپ کو دیکھ کر ڈر ہی گیا تھا، ایسا لگ رہا تھا جیسے پتا نہیں کیا ہو گیا ہے۔'' اسے وہ بہت اچھی لگی تھی۔

''آپ فائل لیں اور جائیں۔'' وہ سختی سے بولی تھی۔

''آپ تو بہت روڈ ہیں۔'' وہ برا سا منہ بنا کر بولا۔

''آپ اپنے کام سے کام رکھیں۔'' وہ اٹھ کر اندر گئی، بیڈ سائیڈ ٹیبل پر فائل پڑی ہوئی تھی، اٹھا کر باہر آئی اور زین کو پکڑا دی۔

''اب جائیں۔'' وہ مسلسل اس کی جانب دیکھ رہا تھا، فروا کو کہنا پڑا۔

''چائے نہیں پلائیں گی؟ وہ صوفے پر بیٹھ گیا۔

''نہیں۔'' اس نے بنا کسی لحاظ اور مروت کے انکار کیا۔

''سر سے آپ کی شکایت کروں گا'' وہ اٹھتے ہوئے بولا۔

''شوق سے کیجئے۔'' وہ بالکل مرغوب نا ہوئی۔

''چلتا ہوں۔'' وہ باہر کی جانب بڑھا۔

''Nice to meet you'' وہ اچانک مڑا۔

''مجھے کوئی خوشی نہیں ہوئی آپ سے مل کر۔'' اس کی بات پر ہنستا ہوا وہ باہر نکل گیا تھا۔

☆.....☆.....☆

''بیٹا!'' عیسیٰ احمد نے کال کر کے پاپا کو بتایا تھا کہ شام کی فلائٹ سے وہ فرانس واپس جا رہا ہے تب سے اس کے والدین پریشان اور خفا ہو رہے تھے۔

''ایسا نہیں تھا میرا بیٹا۔'' ماما نے ریموٹ کنٹرول اٹھا کر ٹی وی آن کیا تھا۔

''اس کے ساتھ اچھا نہیں ہوا، اس کا ری ایکشن جائز ہے۔'' وہ جا کر بیڈ پر بیٹھ گئیں۔

Breaking news ٹی وی اسکرین پر بڑا سا لکھا ہوا تھا۔

''اس کے ساتھ اچھا نہیں ہوا تو اس کا بدلہ بے قصور اور معصوم سے لینا تھا۔'' پاپا اس سے سخت خفا تھے۔

''ناظرین یہاں پر آپ کو تازہ ترین خبر سے آگاہ کرتے ہیں کہ پاکستان سے فرانس جانے والی نجی ایئر لائن کی فلائیٹ نمبر 113 کو پرواز کے کچھ ہی دیر بعد حادثہ پیش آ گیا، جہاز میں موجود پائلٹ سمیت پچانوے افراد ہلاک''

''نہیں!'' ماما کا ہاتھ سیدھا اپنے دل پر جا پڑا تھا عیسیٰ احمد نے انہیں کال کر کے بتایا تھا کہ وہ فلائیٹ نمبر 113 سے فرانس جا رہا ہے، ان کے اردگرد دھماکے ہونے لگے تھے، انہیں ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ صور پھونکا جا چکا ہے، جس سے ان کے کانوں کے پردے پھٹ گئے ہوں، ہر چیز تہس نہس ہو گئی ہو پاپا آنکھیں پھاڑے بے یقینی سے ٹی وی اسکرین کو گھور رہے تھے۔

''دعا کریں میں مر جاؤں۔'' عیسیٰ احمد کا اداس لہجہ آس پاس فضاؤں میں گونج رہا تھا، بکھر رہا تھا اور وہ چاہ کر بھی اسے سمیٹ نہیں پا رہے تھے۔

❁ ❁

ناول ''می رقصم'' ابھی جاری ہے۔ اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی 20 تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

http://kitaabghar.com

قسط نمبر 8

''نہیں نہیں، ایسا نہیں ہوسکتا، احمد میرے بیٹے کا پتا کریں، کسی کو فون کریں پلیز۔'' عیسیٰ احمد کی ماما دھاڑیں مار مار کر رونے لگی تھیں، جبکہ احمد کمال کا دل خشک پتے کی مانند کانپ رہا تھا، وہ سمجھ نا پا رہے تھے کہ کیا کریں اور کیا بولیں، کس طرح سے بیوی کو تسلی دیں، وہ گنگ بیٹھے تھے۔

''ناظرین ابھی ابھی اطلاع ملی ہے۔۔۔۔''

''بند کر دیں اس کو، پلیز احمد، یہ جھوٹ بول رہے ہیں۔'' انہوں نے سر دونوں ہاتھوں میں تھام رکھا تھا، اس کے اردگرد اندھیرے بڑھنے لگے تھے۔

''ہائے میرا بیٹا ہم سے خفا تھا، ایسا نا کرنا مالک! اس کا نہیں، ہمارا جانے کا وقت اور عمر ہے۔'' احمد کمال آگے بڑھے اور ریموٹ اٹھا کر ٹی وی آف کر دیا۔

''میرا۔۔۔ بیٹا۔۔۔ عیسیٰ۔۔۔۔ واپس آجاؤ۔''

وہ بے ہوش ہوگئی تھیں، احمد کمال تیزی سے ان کے قریب تھے۔

''عیسیٰ کی ماں۔'' وہ انہیں آوازیں دینے لگے تھے مگر وہ اس وقت ہوش و خرد سے بیگانہ تھیں احمد کمال تیزی سے باہر کی جانب بڑھے۔

☆.....☆.....☆

عروبہ مغرب کی نماز پڑھ کر باہر آگئی تھی، فارقلیط حسن اور اس کے ڈیڈی گھر پر نہیں تھے وہ لاؤنج کی گلاس وال میں کھڑی باہر کی جانب دیکھ رہی تھی، اس پردیسی ملک کے لوگ ہی نہیں یہاں کی فضا بھی اسے اجنبی، بے حس اور سرد محسوس ہو رہی تھی، اس نے ہاتھ بڑھا کر تھوڑی سی ونڈو کھولی تھی، سرد ہوا کا جھونکا فوراً اندر آیا، اس نے جھرجھری لی تھی۔

''پتا نہیں ہوا کی آواز مجھے اس قدر اداس کیوں کر دیتی ہے، ایسا لگتا ہے جیسے میں کسی ٹائم مشین پر بیٹھ کر ماضی کی طرف سفر کرنے لگتی ہوں بہت سی پرانی یادیں دل کو بے چین کرنے لگتی ہیں، انسان کی فطرت ہے کہ ماضی اسے ہمیشہ اداس کر دیتا ہے چاہے اچھا ہی کیوں نا ہو اور میرا ماضی تو تلخیوں اور یادوں سے بھرا پڑا ہے۔'' اس نے ہاتھ بڑھا کر کھڑکی بند کر دی تھی۔ بہت سے زخموں سے کھرنڈ اتر کر اسے تکلیف دینے لگے تھے باہر ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی ایسی ہی بارش اس کے اندر بھی طویل عرصے سے جاری تھی۔

''آپ کو بارش پسند ہے۔'' گھمبیر لہجہ اس کے آس پاس خوشبو بکھیرنے لگا تھا وہ بنا پلکیں جھپکائے کھڑی تھی، اسے ایسا محسوس ہونے لگا تھا وہ پاکستان میں اپنے گھر کے لاؤنج میں کھڑی ہے۔عیسیٰ احمد چائے کے دو مگ پکڑے اس کے سامنے موجود تھا۔

''جی!''

''مجھے سیریسلی اس سے پہلے بارش اتنی اچھی کبھی نہیں لگی۔''اس کی آنکھوں کے سامنے سے وہ اچانک غائب ہوا تھا۔

''عیسیٰ احمد!'' وہ تیزی سے مڑی تھی مگر وہ کہیں نا تھا،اس کا الوژوون ٹوٹ گیا تھا،اس نے خود کو اجنبی دیس کے سرد ماحول میں پایا تھا،اندر ہیٹر آن تھا مگر اس کا پورا جسم ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔

تیری جستجو کے حصار سے
تیرے خواب، تیرے خیال سے
میں وہ شخص ہوں جو کھڑا رہا
تیری چاہتوں سے ذرا پرے
کبھی دل کی بات کہی نا تھی
جو کہی تو وہ بھی دبی دبی
میرے لفظ پورے تو تھے مگر
تیری سماعتوں سے ذرا پرے
تو چلا گیا میرے ہمسفر
ذرا دیکھ مڑ کے تو اک نظر
میری کشتیاں ہیں جلی ہوئیں
تیرے ساحلوں سے ذرا پرے

اس کی آنکھوں میں آنسو ننھے موتیوں کی طرح جگمگانے لگے تھے،وہ مڑی تھی اور ٹھٹک کر رک گئی،فارقلیط حسن کے ڈیڈی سامنے صوفے پر براجمان تھے وہ نا جانے کب سے وہاں بیٹھے تھے صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے وہ آنکھیں موندے بیٹھے تھے،دونوں ہاتھوں سے کنپٹیاں دبا رہے تھے۔

''السلام علیکم انکل!'' وہ ان کے قریب آئی تھی،انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔

''آپ کے سر میں درد ہو رہا ہے، چائے بنا دوں؟'' اس نے نرمی سے اپنائیت بھرے لہجے میں ان سے پوچھا تھا، چند ثانیے وہ خاموش بیٹھے رہے

''نہیں، شکریہ۔'' پھر بادل نخواستہ گویا ہوئے۔

''لائیں میں آپ کا سر دبا دیتی ہوں۔'' اس نے آگے بڑھ کر ہاتھ ان کے سر پر رکھا تھا اور ہولے ہولے دبانے لگی حسن بہزاد کو سکون ملنے لگا تھا مگر یکا یک جیسے وہ ہوش میں آ گئے تھے اور بیدردی سے اس کے ہاتھ جھٹکے تھے۔

''مجھ پہ یہ مہربانیاں کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اسی کو بے وقوف بناؤ جس کو اپنی محبت کے جال میں پھنسایا ہے۔'' وہ درشتی سے بولے تھے۔ لمحہ بھر کو تو عروبہ غضنفر بے یقینی کے عالم میں ان کی جانب دیکھتی رہی تھی، جیسے اسے اس سنگدلی کی امید نہ تھی۔

''میں نے آپ کے بیٹے کو نہیں کہا تھا کہ۔''

''ڈیڈ بات کرنے کا کوئی طریقہ ہوتا ہے۔''

ان دونوں کو پتا نا چلا تھا اور فارقلیط حسن وہاں آ گیا تھا اور وہ باپ کے سامنے جا کھڑا ہوا تھا۔ چہرے سے وہ بہت ناراض لگ رہا تھا۔

''ہاں، اب تم باپ کو بات کرنے کا طریقہ سکھاؤ گے، بتاؤ کیسے کرتے ہیں بات، شاید میں سیکھ جاؤں'' وہ طنز کے نشتر چھوڑنے لگے تھے فارقلیط حسن لب بھینچے کھڑا تھا، اس نے آج تک باپ سے بدتمیزی نہیں کی تھی ان کے سامنے کھڑا ہو کر بولا نہ تھا۔

''تم اسے ساتھ لو اور واپس جاؤ جہاں سے آئے ہو، میں اب یہیں رہوں گا ہمیشہ۔'' وہ اٹھ کر وہاں سے چلے گئے تھے، فارقلیط حسن نے غصے سے بھرپور نظر اس پر ڈالی اور اپنے بیڈروم میں چلا گیا، عروبہ وہیں صوفے پر بیٹھ کر رونے لگی تھی۔

''مجھے تو میرے اپنے بابا نے کبھی own نہیں کیا، جب بھی مجھے ان کی ضرورت پڑی انہوں نے مجھے نظر انداز کیا، میرے ناکردہ گناہ کی سزا خود سے دور کرنے کی صورت میں دی تو پھر فارقلیط حسن کے ڈیڈی مجھے کیسے معاف کر سکتے ہیں، مجھے کبھی بھی معاف نہیں کیا گیا۔'' اس کے آنسو بہت تیزی سے بہہ رہے تھے اور اس نے انہیں بہنے دیا تھا، صاف کرنے کی کوشش نا کی تھی۔

☆.....☆.....☆

''غضنفر صاحب یہ آپ مجھے کہاں لے آئے ہیں۔'' گل افزاء نے سوال کیا تو انہوں نے بیک ویو مرر سے ان کی جانب دیکھا مگر بولے کچھ نہیں اور گاڑی پورچ میں کھڑی کر دی۔

''میں آپ سے کچھ پوچھ رہی ہوں۔'' وہ کچھ خفگی سے بولی تھیں، اب کی بار غضنفر علی مڑے تھے، وہ خاموشی سے گل افزاء کے چہرے کو دیکھ رہے تھے، جو بہت کمزور تھا، ان کی آنکھوں میں ایک گہری اداسی تھی، لبوں پر جیسے کوئی فریاد بار بار مچل رہی تھی، وہ اب بھی انہیں اتنی ہی اچھی لگ رہی تھیں جتنی اچھی پہلی ملاقات میں لگی تھیں۔

''گل افزاء صرف ایک موقع دے دو، مجھے اپنی بات کہنے کا یقین کرو اس کے بعد جو کہو گی میں مانوں گا، مگر صرف ایک موقع پلیز۔'' وہ فریاد کر رہے تھے، ہاتھ جوڑ رہے تھے گل افزاء ابھی بھی خاموش تھیں، ان کے منہ کو برسوں پہلے قفل لگ گیا تھا، انہوں نے زندگی کے اتنے سال صبر کی بکل مارے گزار دیئے تھے اور آج برسوں بعد وہ اپنا بھرم گنوانا نہیں چاہتی تھیں، وہ اس شخص کے سامنے کمزور نہ پڑنا چاہتی تھیں، اس لئے منہ سے کچھ نہ بولیں۔

''صرف ایک مرتبہ میرے ساتھ اندر چلو میری بات سن لو پھر جو تم کہو۔'' ان کی بات ابھی مکمل نہ ہوئی تھی کہ وہ گاڑی سے نیچے اتر آئیں تھیں غضنفر علی بھی جلدی سے باہر نکلے تھے، ان کی خوشی دیدنی تھی۔

''آؤ' وہ چل پڑے تھے، آہستہ رفتار سے چلتے ہوئے وہ ان کے پیچھے آ رہی تھیں۔

''آپ کا گھر بہت خوبصورت ہے غضنفر۔'' دردناک ماضی کی چند خوشگوار یادیں قدم قدم پر بکھری ہوئی تھیں، ان کا ایک ایک قدم من من بھر کا ہو رہا تھا۔

''ہاں مگر کچھ بھی تم سے زیادہ خوبصورت نہیں ہے۔'' وہ ہمیشہ کی طرح اس کی تعریف اور اپنی محبت کے اظہار کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔

''میرا جی چاہتا ہے ہم یہاں شفٹ ہو جائیں۔'' وہ غضنفر علی سے کہنے لگیں۔

''ہم ابھی یہاں شفٹ نہیں ہو سکتے، میرا آفس اس گھر سے بہت دور ہے اور پھر اماں بھی یہاں مستقل آ کر رہنا نہیں چاہتیں۔'' غضنفر علی نے اسے حقیقت حال سے آگاہ کیا جواب میں وہ مکمل طور پر خاموش ہو گئیں۔

''مگر جب ہمارے بچے بڑے ہو گئے، بزنس کو سنبھال لیں گے تو ہم دونوں یہاں آ جائیں گے۔'' گل افزاء کی اداسی کو بھانپتے ہوئے وہ فوراً بولا تھا۔

''آہ!'' ان کے سینے سے ایک سرد آہ برآمد ہوئی تھی، غضنفر علی تیزی سے مڑے تھے۔

''گل افزاء ٹھیک ہو نا؟'' وہ ان کے قریب آئے تھے۔

''جی!'' وہ خود کو سنبھال کر مختصر جواب دیتے ہوئے بولیں۔

غضنفر علی پھر سے چلنے لگے تھے اب وگل افزاء کے برابر چل رہے تھے اور انہوں نے بھی کوئی کوشش نہ کی تھی پیچھے رہنے کی، بھلا ساتھ چلنے سے کیا ہوتا ہے، جب کسی کا دل ہی آپ کے ساتھ نہ ہو، کسی کی محبت، مان اور وفا آپ کی ہم سفر نہ ہو۔

''بیٹھ جاؤ۔'' وہ دونوں لاؤنج میں پہنچ گئے تھے گل افزاء کی نظر دیوار پر لگی ان دونوں کی شادی کی تصویر پر ٹھہر گئی تھی دل میں کیسے کیسے طوفان اٹھ رہے تھے، ایک حشر بپا ہو گیا تھا، اس کی سوچوں سے یکسر انجان غضنفر علی انہیں بیٹھنے کے لئے کہہ رہے تھے اور پھر ان کی

نظروں کے تعاقب میں دیوار پر دیکھا تو ایک زخمی مسکراہٹ ان کے لبوں پر رقصاں کرنے لگی۔

''میں نے اس تصویر کو کبھی یہاں سے نہیں اتارا۔'' وہ اس کے سامنے جا کھڑے ہوئے تھے، گل افزاء کچھ نہ کہہ سکیں، اس تصویر میں وہ دونوں جوان اور بہت خوبصورت تھے، دونوں کے چہروں پر خوشیاں تھیں محبت اور جذبوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا۔

''میں جانتا ہوں میں نے تمہارے ساتھ بہت برا کیا ہے۔'' گل افزاء بیٹھ گئیں تھیں غضنفر علی مڑے اور ان کے سامنے آ کھڑے ہوئے، وہ سر جھکائے بیٹھی تھیں۔

''میں یہاں تمہیں تم سے معافی مانگنے نہیں لایا۔'' وہ ان کی جانب پشت کر کے کھڑے ہو گئے تھے۔

''شاید میں معافی Deserve بھی نہیں کرتا۔'' وہ سر جھکائے ان کی باتیں سن رہی تھیں۔

''میں تم سے کچھ مانگنا چاہتا ہوں گل افزاء۔'' یکا یک وہ مڑے اور ان کے سامنے آ بیٹھے۔

''کیا تم مجھے دو گی؟'' ان کی آنکھوں میں جگمگاتی امید کو دیکھ کر وہ نظریں پھیر گئیں تھیں، وہ غضنفر علی کی آنکھوں میں مچلتے طوفانوں کو زیادہ دیر برداشت نہ کر پائی تھیں۔

''گل افزاء میری زندگی میں واپس آ جاؤ، اس گھر میں، یہاں ہم دونوں پھر سے اپنی زندگی شروع کریں گے جیسے ہم نے بیس سال پہلے کی تھی، میرے دل میں آج بھی صرف اور صرف تمہاری محبت ہے تم سے بچھڑ کر ایک پل بھی سکون سے نہیں گزرا ہر لمحہ ہر پل تمہیں یاد کرتا رہا ہوں، وہ عورت کبھی بھی میرے دل میں جگہ نہیں بنا سکی اور وہ جگہ بناتی بھی کیسے میرے دل میں تو صرف اور صرف تم تھی، تم سن رہی ہو نا گل افزاء'' غضنفر علی نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا تھا اور اس مقام پر آ کر گل افزاء کا ضبط جواب دے گیا تھا۔

''اپنی حد میں رہیں غضنفر علی۔'' انہوں نے اپنا ہاتھ چھڑایا تھا، اتنی دیر میں وہ پہلی مرتبہ بولی تھیں۔ ''تم آج بھی میری بیوی ہو، میرے نکاح میں ہو۔'' انہوں نے یاد دلایا تھا۔

''یہ حوالہ اب میرے لئے کوئی معنی نہیں رکھتا۔''

''جھوٹ مت بولو۔'' وہ ابھی بھی گل افزاء کے دل تک رسائی رکھتے تھے، جانتے تھے وہ آج بھی ان سے نفرت نہیں کر سکی تھیں، ان دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے نفرت پیدا ہو ہی نہیں سکتی تھی، کیونکہ جہاں ایک مرتبہ سچی محبت پیدا ہو جائے وہاں نفرت کا گزر ہی ممکن نہیں۔

☆.....☆.....☆

موسیٰ علی غصے میں اسے برا بھلا کہہ کر چلا گیا تھا۔ مصعب علی بھی اس کے ساتھ تھا وہ ہوٹل میں ٹھہرنے کے لئے گیا، روم ریزرو کروایا اور مصعب کو ساتھ لے کر وہاں آ گیا، وہ سو رہا تھا۔ موسیٰ علی نے اسے بیڈ پر لٹا دیا اور خود کافی آرڈر کر کے فریش ہونے چلا گیا۔

''یس!'' وہ واپس آیا تو ڈور نوک ہو رہا تھا کافی آ گئی تھی، وہ کافی پینے لگا، اس نے جیب سے موبائل نکالا اور زین کو کال کی۔

''السلام علیکم سر!'' زین کی فریش آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

''وعلیکم السلام!'' اس نے کافی کا ایک چھوٹا سا سیپ لیا۔

''زین فائل ہینڈ آور کر دی تھی؟'' اس نے استفسار کیا، مصعب کسمسا رہا تھا، موسیٰ علی کی نظریں مسلسل اس پر جمی ہوئی تھیں۔

''یس سر!'' زین نے جواب دیا موسیٰ علی کا جی چاہا، اس سے فروا کے متعلق پوچھے، مگر اسے مناسب نہ لگا، پہلے ہی جلدی میں وہ اسے گھر سے فائل لانے کا کہہ کر بعد میں پچھتانے لگا تھا، اسے ڈر تھا کہ وہاں فروا ابھی تک موجود ہوئی تو وہ اس کے متعلق کچھ کہہ نہ دے، یا پھر زین کو اپنے اور موسیٰ کے رشتے کے متعلق کچھ بتا نا دے، جب کہ اس نے تو آفس میں اپنی دوسری شادی سے متعلق کوئی بات نہ کی تھی، اس سے مختصر سی بات کر کے موسیٰ علی نے فون بند کر دیا تھا۔

''بہت بدتمیز لڑکی ہے یہ فروا واپس جا کر لازمی بات کروں گا آنٹی سے کہ اسے مجھ کچھ سمجھائیں شوہر کی عزت کیسے کی جاتی ہے۔'' وہ کافی کا خالی کپ رکھ کر بیڈ پر آ گیا تھا، اچانک مصعب نے جاگ کر رونا شروع کر دیا تھا۔

''نہ میرا بیٹا!'' موسیٰ علی نے اسے تھپتھپایا مگر اس نے خاموش ہو کر نہ دیا اور مسلسل روتا رہا۔

''ماما پاس جانا ہے۔'' وہ بس ایک ہی ضد کیے جا رہا تھا، موسیٰ علی کو کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا کہ کیا کرے، وہ اسے اٹھا کر کمرے میں ٹہلنے لگا تھا۔ مصعب کے رونے میں آہستہ آہستہ تیزی آ رہی تھی اور موسیٰ علی کی سمجھ سے باہر تھا کہ اسے کیا ہوا ہے، اب اسے اپنی حماقت اور جلد بازی پر افسوس ہونے لگا تھا کہ وہ مصعب کو ساتھ کیوں لایا، ایک مرتبہ پھر وہ یہ بات سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ اس کا بیٹا فروا سے بہت اٹیچ ہو گیا تھا۔

''اگر تمہیں میرے بیٹے سے اتنی محبت ہے تو مجھ سے اتنی متنفر کیوں ہو؟'' بہت مشکل سے مصعب دوبارہ سویا تھا، وہ بار بار فروا کے پاس جانے کی ضد کرتا رہا تھا، اب موسیٰ علی کا غصہ اترا تو اسے اپنے رویے پر بھی پچھتاوا ہونے لگا تھا، اسے مولوی باقر صاحب کی باتیں یاد آنے لگی تھیں کہ انہوں نے کتنا سمجھایا تھا اسے مگر پھر بھی وہ مزید حالات خراب کر بیٹھا تھا، فروا تو اول روز سے ہی اس سے بدگمان ہو گئی تھی اور وہ اس کی بدگمانیوں میں کمی کی بجائے اضافہ کر رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

زین ندیم ایک شوخ اور کھلنڈرا سا نوجوان تھا، نہ سر پر باپ کا سایہ تھا اور نہ ہی اس کا کوئی بہن بھائی تھا رشتے انسان کے لئے بہت ضروری ہوتے ہیں، زمانے کے سرد و گرم سے بچاتے ہیں مشکل پڑنے پر ساتھ دیتے ہیں اور جس انسان کی زندگی میں رشتوں اور محبتوں کا اتنا کال پڑا ہو اس کی شخصیت میں عموماً کچھ کمی، کچھ خلا رہ جاتا ہے۔

مگر زین کی ماں نے اس کی پرورش اور تربیت ایسے خطوط پر کی تھی کہ وہ ایک مکمل شخصیت کا مالک تھا، اسے زندگی نے جو چیز دی

تھی وہ اس پر بہت خوش تھا اور جو نہیں دیا تھا اس پر بھی شکوہ نہ کیا تھا، وہ ہمیشہ ہر حال میں خوش رہنے والا انسان تھا مگر وہ حساس دل رکھتا تھا، کسی کو تکلیف میں دیکھ کر تڑپ اٹھتا تھا، یہی وجہ تھی کہ فروا سے مل کر آنے کے بعد کئی بار اس کی آنسو بھری آنکھیں یاد آ کر اسے اداس کر گئی تھیں۔

وہ آنکھیں موندے بیٹھا تھا اور آنکھوں کے سامنے اس کی بھیگی پلکیں بار بار آ رہی تھیں، اسے کبھی کسی کے آنسوؤں نے اتنا بے کل نہ کیا تھا۔

''یہ مجھے کیا ہو گیا، وہ سر موسیٰ کی کزن ہے سر کو مجھ پر trust تھا اسی لئے اپنی غیر موجودگی میں مجھے اپنے گھر بھیجا اور میں۔۔۔''

اس نے فی الفور ذہن میں آنے والی سوچوں کو جھٹکا اور موبائل اٹھا کر سرمد کو کال کرنے لگا، سرمد اس کا بہترین دوست تھا، دونوں سکول کے زمانے سے فرینڈز تھے، بعد ازاں کالج اور یونیورسٹی میں بھی اکٹھے پڑھتے رہے تھے۔

اسے سرمد کے ساتھ مارکیٹ جانا تھا، وہ امی کو بتا کر باہر نکل آیا اس کا رخ سرمد کے گھر کی طرف تھا مگر سوچ کا پنچھی بھٹک بھٹک کر فروا کے گھر کے اردگرد چکر کاٹ رہا تھا۔

think i became mad! وہ سگنل کھلنے کا منتظر تھا، ساتھ ہی خود کو سرزنش کرتے ہوئے سوچنے لگا تھا، وہ ایسا تو نہ تھا کبھی کسی لڑکی میں دلچسپی نہ لی تھی تو پھر یہ آج کیوں۔

☆.....☆.....☆

نویلہ اپنے روم میں لیٹی ہوئی تھی چھت کی کڑیوں کو گھورتے ہوئے وہ عیسیٰ احمد کے متعلق سوچ رہی تھی۔

''کیسے رہوں گی آپ کے بغیر ایک مرتبہ تو سوچ لیتے کچھ تو خیال کرتے محبت کرنے والوں کے دل تو بہت نرم ہوتے ہیں، جلد معاف کر دینے والے پھر آپ کیسے اتنے کٹھور بن گئے۔'' خیالوں کی دنیا میں اسے سامنے بٹھائے، وہ اس محو گفتگو تھی اور اب یہی خیالی دنیا اس کا آخری سہارا تھا، آج سے پہلے اسے خود بھی اندازہ نہ تھا کہ وہ اسے اتنا چاہتی ہے، ہر وقت سامنے رہنے والا جب اس سے دور ہوا تو اسے اندازہ ہوا کہ بچھڑنے کی اذیت کیا ہے، اسے اب عروبہ اور عیسیٰ کی تکلیف کا اندازہ ہوا تھا۔

''آپ مجھے نہ ملتے تو اور بات تھی، مگر مل کر بچھڑ گئے ہیں تو میرے دل کو کیسے قرار آئے گا۔'' وہ خود ہی روتی اور پھر خود ہی اپنے آنسو پونچھ لیتی تھی، یہ کیسا روگ لگ گیا تھا کہ کسی کو آنسو دکھانا بھی رسوائی اور جگ ہنسائی تھی، اسے تو یہ بھی منظور نہ تھا کہ کوئی اس کے آنسو دیکھ کر عیسیٰ احمد کو برا بھلا کہے۔

وہ یونہی اپنے خیالوں میں گم لیٹی ہوئی تھی جب دروازے پر ہولے سے دستک دے کر کوئی اندر آیا تھا۔

''نویلہ!'' اسے کسی نے پکارا تھا، ساتھ ہی لائٹس آن کی تھیں آنے والی علیشہ تھی سرتاپا خوشیوں میں ڈوبی ہوئی، چاہے جانے اور قبول ہونے کے احساس نے اسے مزید خوبصورت اور مغرور بنا دیا تھا، مگر اس وقت وہ پریشان دکھائی دے رہی تھی نویلہ اسے دیکھ کر اٹھ بیٹھی

تھی اور تیزی سے آنسو پونچھنے لگی تھی۔

''میں نے ماما کو کئی بار سمجھایا تھا کہ عیسیٰ کے معاملے میں تمہیں Encourage مت کریں مگر انہوں نے کبھی میری بات کو نہیں سمجھا، اسی لیے کہتی تھی میں کیونکہ میں اس کی نیچر کو سمجھ گئی تھی۔'' علیشہ نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا تو وہ سسک اٹھی۔

''جو اس نے تمہارے ساتھ کیا اس کی سزا ضرور پائے گا۔''

''نہیں علیشہ!'' وہ تڑپ کر اس سے الگ ہوئی تھی۔

''ایسے مت کہو، بددعا نہ دو'' اس نے منع کیا تو علیشہ کو اس پر غصہ آ گیا اور وہ ضبط نہ کر سکی۔

''ایک شخص نے تمہاری زندگی برباد کی، اتنا گھناؤنا کھیل کھیلا تمہارے ساتھ اور تم کہتی ہو اسے بددعا نہ دوں۔'' اسے حیرت ہوئی تھی نویلہ پر، بھلا وہ کیسے ایک ایسے آدمی سے محبت کر سکتی ہے جو اس کی خوشیوں کو اپنی انا اور تکبر کے تلے روند کر چلا گیا تھا۔

''اگر عدیل بھائی آپ کے ساتھ کچھ غلط کریں تو آپ ان سے محبت کرنا چھوڑ دیں گی؟'' اس نے سوال کیا تو جواب میں علیشہ طنز سے مسکرا دی۔

''محبت تو کیا میں اسے ہی چھوڑ دوں گی، جو شخص میری قدر نہ کر سکے، میں کیوں اپنی زندگی اس کے لئے خراب کروں۔'' اس نے شانے اچکائے۔

''پھر تم ان سے محبت نہیں کرتی۔'' نویلہ نے ٹھوس لہجے میں کہا تھا۔

''نویلہ۔۔۔نویلہ۔۔۔'' ماما حواس باختہ سی اندر داخل ہوئی تھیں۔

''غضب ہو گیا۔'' نویلہ کا ہاتھ سیدھا دل پر گیا تھا۔ مارے خوف کے اسے اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

''نویلہ۔۔۔عیسیٰ۔'' ان سے بات مکمل نہ ہو رہی تھی۔

''ماما!'' وہ تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھی اور ان کے قریب آئی۔

''سب ٹھیک ہے نا؟'' اس نے ان کے زرد پڑتے چہرے کو دیکھتے ہوئے ان کا شانہ ہلایا تھا، وہ چاہتی تھی کہ ماما جلدی سے اسے عیسیٰ احمد کی خیریت کی خبر دیں، مگر کچھ بھی برا اس کے متعلق سننے کی وہ ہمت نہ رکھتی تھی۔

''عیسیٰ کا پلین کریش کر گیا۔'' وہ بدقت تمام بول پائیں۔

''نہیں ماما؟'' اس نے تیزی سے اپنا ہاتھ ان کے شانے سے ہٹایا اور خود بھی دو قدم پیچھے ہٹ گئی تھی۔

''آپ کو کس نے بتایا؟'' علیشہ ان کے قریب آئی تھی۔

''ابھی تمہارے ماموں کی کال آئی ہے۔''

وہ رو رہی تھیں، نوبلہ جیسے پتھر کا بت بن گئی تھی، اس کا وجود اس خبر کو سنتے ہی گویا بے جان ہو گیا تھا۔ ''ایسا نہیں ہو سکتا، ایسا نہیں ہو سکتا ماما۔'' وہ زمین پر بیٹھتی چلی گئی تھی۔

''علیشہ اسے سنبھالو، مجھے جانا ہوگا'' ماما تیزی سے باہر نکل گئیں اور ڈرائیور کو گاڑی نکالنے کی ہدایات دینے لگیں۔

''عیسیٰ کو کچھ نہیں ہو سکتا، وہ نہیں جا سکتے، مجھ سے اتنا دور۔۔۔ علیشہ!'' وہ اس کی گود میں منہ چھپائے دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی جب کہ علیشہ اس کی اس انوکھی محبت پر حیران تھی اس کی سمجھ سے یہ سب باہر تھا اس نے تو زندگی میں یہی اصول اپنایا تھا کہ محبت کے بدلے محبت اور نفرت کے بدلے نفرت، آج نفرت کے جواب میں محبت کا ایسا مظاہرہ دیکھ کر وہ سخت حیران تھی۔ اس کے لئے نویلہ کا رویہ نا قابل فہم تھا۔

☆.....☆.....☆

بہت سارا رو لینے سے فروا کے دل کا بوجھ تھوڑا ہلکا ہوا تو دماغ بھی کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہوا تھا وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور انیکسی کی جانب بڑھی تھی اسے شدت سے امی کی واپسی کا انتظار تھا۔

''تم کیا سمجھتے ہو خود کو موسیٰ علی، میں آج ہی امی سے بات کروں گی تم کیا مجھے چھوڑو گے میں خود تمہیں چھوڑ دوں گی۔'' وہ وہاں واپس نا جانے کا عہد کر کے آئی تھی، جانتی تھی یہ اتنا آسان نہیں ہے، امی اسے ایسا کرنے سے منع کریں گی، وہ اسے اس معاملے میں بالکل بھی سپورٹ نہیں کریں گی۔

''میں امی کو بتاؤں گی پہلے ہی دن تم نے میرے ساتھ کیا کیا۔'' وہ دل میں تہیہ کر رہی تھی کہ امی کو سب بتائے گی، پھر یقیناً وہ خود ایسے شخص کے ساتھ اسے رہنے کے لئے مجبور نہ کریں گی۔

''عروبہ بھی امی کے ساتھ آ جائے گی، ہم تینوں یہاں سے چلی جائیں گی، میں اور عروبہ جاب کر لیں گے۔'' وہ مستقبل کے پلان بنا رہی تھی، ایسا سوچ کر کچھ جینے کی امید پیدا ہوئی تھی، زندگی کی گھٹن کچھ کم ہو رہی تھی، ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اسے کافی دنوں کے بعد سانس آ رہا ہو۔

''دفع ہو جاؤ، دور ہو جاؤ میری نظروں سے۔'' وہ آنکھیں موندے بیٹھی تھی، جب اچانک اس کی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی، اس نے جھٹ سے آنکھیں کھول دیں۔

''ہو گئی ہوں دور آپ کی نظروں سے۔'' اس نے تلخی سے مسکراتے ہوئے آنکھ کا بھیگا گوشہ دوپٹے کے پلو سے صاف کیا تھا۔

اس قدر اذیت ہے

درد ہی نہیں ہوتا

☆.....☆.....☆

فارقلیط حسن اپنے روم میں آ گیا تھا، وہ آنکھیں موندے بیڈ پر لیٹا تھا مگر لاشعوری طور پر وہ عروبہ کا منتظر تھا، ڈیڈی کا اسے بار بار ڈانٹنا اسے بالکل بھی اچھا نہ لگ رہا تھا، ان کے غصے میں اس نے عروبہ کو ڈانٹ دیا تھا اور اب سخت بے چینی محسوس کر رہا تھا، وہ زیادہ دیر لیٹ نہ سکا اور اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا، جب مزید کچھ دیر وہ کمرے میں نہ آئی تو فارقلیط حسن باہر آ گیا، اس کی توقع کے عین مطابق وہ گھٹنوں میں سر دیئے رو رہی تھی۔

''مائی گاڈ!'' وہ تیر کی سی تیزی سے اس کے قریب آیا تھا۔

''عروبہ!'' اس نے اس کا نشانہ ہلایا تھا مگر وہ اسی طرح اس سے نظریں ملائے بناء روتی رہی، فارقلیط حسن کو افسوس ہوا کہ اس نے اسے کیوں ڈانٹا، اس کا تو اس پورے واقعے میں کوئی قصور نہیں ہے۔

''عروبہ ڈارلنگ!'' فارقلیط حسن نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں سے اوپر کیا تو ششدر رہ گیا اس کی آنکھیں شدت گریہ سے بری طرح سرخ ہو رہی تھیں۔

''اٹھو اندر چلیں۔'' اس نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے بیڈ روم میں لے آیا، اسے بیٹھا کر وہ خود بھی اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا اس کے آنسو ابھی بھی نہ تھمے تھے۔

''اتنا چڑیا جیسا دل کیوں ہے تمہارا؟'' اس کا ہاتھ ابھی بھی فارقلیط حسن کے ہاتھ میں تھا۔

''رونا پریشان ہونا ایک فطری بات ہے مگر آنسوؤں سے اتنی گہری دوستی کیوں ہے تمہاری؟'' اس نے ہاتھ بڑھا کر عروبہ کے گالوں پر پھسلتے ننھے قطروں کو پونچھا تھا، مگر جیسے جیسے وہ اس کے آنسو صاف کر رہا تھا وہ اور تیزی سے بہنے لگتے تھے۔

''ناراض ہو مجھ سے؟'' اس نے نرمی سے پوچھا تھا عروبہ غضنفر نے فوراً اس کی طرف دیکھا اور چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

''آج مجھ سے اپنے سب دکھ کہہ دو، کیا بات تمہیں ہر وقت اداس رکھتی ہے، کیوں اتنی جلدی گھبرا جاتی ہو۔'' اس نے کوئی جواب نا دیا تھا فارقلیط حسن کچھ دیر بغور اس کی جانب دیکھتا رہا، جیسے اندازہ لگانا چاہتا ہو کہ وہ کیا سوچ رہی ہے مگر یہ اس کے لئے مشکل تھا، وہ کچھ بھی سمجھ نہ پا رہا تھا۔

''دیکھو زندگی میں اگر ہمیں دکھ ملتے ہیں تو ساتھ میں کچھ اچھی چیزیں بھی ہوتی ہیں، ہمیں انہیں اہمیت دینی چاہیے، اس سے ہمارے اندر پازیٹو Thinking آتی ہے جیسے تم اس بات پر اداس ہونے کے بجائے کہ تمہارے پاپا نے تم پر اعتبار نہیں کیا اور تمہاری ایک انجان شخص سے شادی کروا دی، اس کو ایسے بھی دیکھ سکتی ہو کہ تمہارے پاپا کی جگہ کوئی اور باپ ہوتا تو شاید بیٹی کا Murder ہی کر دیتا۔'' وہ پیار سے اسے سمجھا رہا تھا مگر عروبہ غضنفر اس کی بات نہ سمجھ رہی تھی وہ سمجھتی بھی کیسے فارقلیط حسن کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس نے

کیسی زندگی گزاری ہے ماں کی محبت اور باپ کے ہوتے ہوئے بھی اس کے سائے کے لیے ترسی ہے، اب فارقلیط کا محبتوں بھرا انداز اس کے دل کو مزید گراز کر دیتا تھا، اس کی چاہت اسے مضبوط بنانے کے بجائے مزید کمزور کر رہی تھی۔

''جہاں تک بات میرے ڈیڈ کی ہے تو ان کی باتوں پر دل چھوٹا کرنے کی ضرورت نہیں ہے، وہ تمہارے کچھ نہیں لگتے۔'' وہ جانتا تھا کہ اس وقت عروبہ ڈیڈ کے رویے سے ہرٹ ہوئی ہے، اسے بہت برا محسوس ہوا تھا ان کا عروبہ کو ڈانٹنا مگر وہ کچھ کر نہیں سکتا تھا، سوائے اس کے کہ عروبہ کو ان سے بات کرنے سے منع کر دے۔

''آپ تو لگتے ہیں نا۔'' اس نے پہلی بار لب کھولے تھے، معصومیت سے کہتے ہوئے وہ آنسو پونچھتی ہوئی فارقلیط حسن کو بہت پیاری لگی تھی۔

''تو میں نے کیا کہا تمہیں؟'' اس نے تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے کہا تھا۔

''آپ نے ڈانٹا ہے مجھے۔'' اس نے گال رگڑے۔

''واٹ؟'' اس نے حیران ہونے کی بھرپور ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا۔

''میں نے کب ڈانٹا تمہیں،؟'' وہ استفہامیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

''آپ نے ڈانٹا ہے مجھے، بہت زور۔'' وہ ایک خفگی سے بھرپور نظر اس پر ڈال کر وہاں سے اٹھ گئی اور اس سے دور جا بیٹھی، فارقلیط حسن فوراً اس کے پاس آیا۔

''اچھا یہ تو بتاؤ میں تمہارا کیا لگتا ہوں؟'' وہ کھڑکی میں جا کھڑی ہوئی تھی، فارقلیط حسن اس کے عقب میں کھڑا ہوا تھا، اس کے کان کے قریب اس نے سرگوشی کی تھی اس کی بات پر اس نے کوئی ردعمل ظاہر نہ کیا، وہ اس کی شرارت کو بھانپ گئی تھی۔

''بتاؤ نا عروبہ۔'' وہ اس کی بات سے حظ اٹھاتے ہوئے بولا تھا، وہ ہنوز خاموش تھی فارقلیط حسن نے ہاتھ بڑھا کر اس کے بالوں میں سے کیچر نکال دیا تھا، اس کے خوبصورت سلکی بال شانوں پر بکھر گئے تھے۔

''میں سمجھتی تھی آپ میرے دوست ہیں بہترین دوست۔'' اس نے مڑتے ہوئے کہا تھا فارقلیط حسن اس کی بات پر مسکراہٹ دباتے ہوئے گویا ہوا۔

''سمجھتی تھی، مطلب اب نہیں ہوں میں دوست تمہارا؟'' وہ جان بوجھ کر بات کو طول دے رہا تھا

وہ عروبہ غضنفر کی باتوں کو ایسے معنی پہنا رہا تھا جو درحقیقت ان کے معنی نہ تھے، وہ تو اپنی معصومیت میں کہے جا رہی تھی اور اس کی سماعتیں اس کے لفظوں سے معطر ہو رہی تھیں۔

''نہیں!'' اس نے خفا سی نگاہ فارقلیط حسن کے دلکش سراپے پر ڈالتے ہوئے لاپرواہی سے کہا۔

''اچھا تو اب کیا لگ رہا ہوں؟'' اس کی دلچسپی بڑھتی جا رہی تھی، دوسری جانب عروبہ غضنفر کی بے نیازی بھی عروج پر تھی اور اس کی یہی بے نیازی تو فارقلیط حسن کو اول روز، پہلی ملاقات میں ہی بھا گئی تھی۔

''ظالم قسم کے ہزبینڈ'' اس نے منہ پھلا کر کہا تو فارقلیط حسن خوب زور سے ہنسا تھا، اس کی ہنسی نے عروبہ غضنفر کا دل اور بری طرح جلایا تھا۔

وہ وہاں سے جانے لگی تھی۔

''کہاں چلی؟'' فارقلیط حسن نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے واپس کھینچا تو وہ اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی، آنکھوں میں ڈھیروں ناراضی لئے ہوئے۔

''جہنم میں۔'' وہ جل کر بولی۔

''اف۔'' فارقلیطا حسن نے اس کے چہرے پر پھسلتی ریشمی زلفوں کو سمیٹتے ہوئے کہا۔

''اتنی نیک اور اچھی لڑکیاں تو صرف جنت میں جاتی ہیں۔'' وہ اسے چھیڑنے سے باز نہ آ رہا تھا عروبہ غضنفر نے کوئی جواب نہ دیا۔

''اور آپ کے بہانے ہم بھی جنت میں چلے جائیں گے۔'' اس نے عروبہ کی ناک کھینچی تھی، وہ تیزی سے اس سے دور ہٹ کر جا بیٹھی تھی۔

''آپ کے ڈیڈی آپ سے سخت خفا ہیں، آپ کو ذرا فکر نہیں ہے؟'' اسے فارقلیط حسن پر حیرت ہو رہی تھی کہ اس کا باپ اس سے خفا ہے اور وہ کیسے خوشگوار موڈ میں گھوم رہا ہے، جیسے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

''تم جو ہو فکر کرنے کے لئے۔'' وہ ڈرائی فروٹ کی باسکٹ اٹھا کر اس سے کچھ فاصلے پر آ بیٹھا اور کھانے لگا، ساتھ ہی اس پر لطیف سا طنز بھی کیا۔

''مجھے عادت نہیں ہے فضول ٹینشن لینے کی، میں ایک خوش مزاج بندہ ہوں، اسی لئے تو لڑکیاں میرے آگے پیچھے گھومتی ہیں۔'' وہ گہری سنجیدگی سے بولا تھا، ساتھ ہی اس کے تاثرات جانچنے کے لئے اس کی جانب دیکھنے لگا۔

''آپ کی ابھی بھی گرل فرینڈز ہیں؟'' عروبہ تو صدمے سے بے ہوش ہونے والی تھی، اسے یقین نا آتا تھا کہ فارقلیط حسن اس سے شادی کے بعد بھی اور لڑکیوں میں دلچسپی رکھتا ہے وہ تو سمجھ

رہی تھی کہ اس نے شادی سے پہلے کے تمام شوق چھوڑ دیئے تھے۔

''ہاں اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔'' وہ سکون سے بولا۔

''مگر بیوی صرف تم ہو۔'' وہ ایسے بولا جیسے یہ کوئی بہت ہی عام سی بات ہو۔

''آپ مذاق کر رہے ہیں نا؟'' عروبہ اٹھ کر اس کے قریب آ بیٹھی اور ڈرائی فروٹ کی باسکٹ اس کے ہاتھ سے پکڑ کر دور رکھ دی۔

No, i am hundred percent Serious اس نے اعتراف کیا۔

Unbeliveable'' وہ نفی میں سر ہلانے لگی۔

''آپ تو کہتے ہیں آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔'' اس کی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھرنے لگی تھیں اور اسی مقام پر آ کر فارقلیط حسن بے بس ہو جاتا تھا۔

''میں نے کب کہا میں تم سے محبت نہیں کرتا۔'' وہ ہنوز سنجیدہ تھا۔

''میں نے زندگی میں بہت کچھ کھویا ہے فارقلیط حسن میرے پاس کھونے کے لئے آپ کے سوا اب اور کوئی نہیں ہے اور کچھ نہیں ہے اور میں۔۔۔'' اس کی آواز بھرا گئی تھی۔

''میں آپ کو کھونا نہیں چاہتی۔'' بات مکمل کر کے اس نے اپنا سر فارقلیط حسن کے شانے سے ٹکا دیا تھا، خود سپردگی کا یہ انداز فارقلیط حسن کہ بہت بھایا۔

Silly girl فارقلیط حسن نے اپنے بازو کا حصار اس کے گرد باندھا۔

don, t get emotional میں تو صرف مذاق کر رہا تھا، اتنا Serious ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔'' فارقلیط حسن نے واضح کیا تھا، کیونکہ وہ اسے اداس نہیں دیکھ سکتا تھا۔

''میرا خیال ہے محبت یہ نہیں ہے کہ کیسی کو اپنا پابند کر لیا جائے، بلکہ محبت تو یہ ہوتی ہے کہ خود اپنا دل کسی ایک کے حوالے کر دیا جائے۔'' وہ رسانیت سے گویا ہوئی۔

''اتنا تجربہ میرا خیال ہے آپ نے تو کبھی محبت کی ہی نہیں، ہیں نا؟'' فارقلیط حسن نے لطیف سا طنز کیا، وہ اسے دیکھے گئی۔

''بہت چالاک ہیں آپ۔'' بالآخر گویا ہوئی۔

''آپ بھی ہو جائیں ناں۔'' وہ ہنستے ہوئے بولا، عروبہ نے کوئی جواب نہ دیا۔

☆.....☆.....☆

صوفیہ جیسے گھر آئی تھیں اسی طرح الٹے قدموں واپس لوٹ گئیں، بھائی کے گھر پہنچیں تو قیامت کا سماں ان کا منتظر تھا، بہن کی حالت دیکھ کر وہ خود پر ضبط کھو بیٹھیں۔

''آپا میرا اکلوتا بیٹا۔'' عیسیٰ احمد کی ماما بھی بہن کو سامنے دیکھ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی تھیں، ہر آنکھ اشکبار تھی، پورا خاندان وہاں جمع تھا، کسی کو بھی یقین نا آ رہا تھا۔

عیسیٰ احمد کے والد سر جھکائے نڈھال بیٹھے تھے، جوان بیٹے سے جدائی کا صدمہ نا قابل برداشت تھا۔ ان کا دل دکھ سے پھٹ رہا تھا مگر وہ مرد تھے، وہ عورت کی طرح نہ تو دھاڑیں مار کر رو سکتے تھے، نہ ہی چیخ اور چلا سکتے تھے مگر ان کے اندر بین ہو رہے تھے، ان کے آنسو ان کے دل پر گر رہے تھے۔

''پھپھو حوصلہ کریں، پلیز یہ خبر جھوٹی ہو گی، عیسیٰ کو کچھ نہیں ہو سکتا۔'' عدیل نے آگے بڑھ کر انہیں پانی پلانا چاہا اس کی آنکھیں شدت ضبط سے سرخ ہو رہی تھیں، وہ عیسیٰ احمد کا بہترین دوست تھا اور جانتا تھا کہ وہ کس طرح عروبہ غضنفر سے محبت کی سزا کاٹ رہا تھا۔

''عدیل میرے بیٹے کو ڈھونڈ لاؤ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔'' ان کی باتیں سب کو رلا رہی تھیں، ہر کسی کو ان کا دکھ محسوس ہو رہا تھا، مگر کوئی کچھ نہ کر سکتا تھا، سب بے بس تھے، خاموش تھے اور شاکڈ تھے۔

☆.....☆.....☆

غضنفر علی خاموش ہو گئے تھے، شاید وہ یقین کرنا چاہتے تھے، یا پھر غور کہ کیا واقعی جو گل افزاء نے کہا ہے وہ صحیح ہے، کیا واقعی ان کے نام کا حوالہ اب اس کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتا، یا پھر وہ ان سے ناراض ہے، اس لئے ایسا کہہ رہی ہے۔

''میں تم سے آج بھی ویسی ہی محبت کرتا ہوں گل افزاء جیسی اول روز سے کی تھی، پلیز مجھے ایک موقع اور دے دو، میں تمہاری تمام محرومیوں کو دور کر دوں گا، تمہارے تمام گلے شکوے ختم کر دوں گا۔'' غضنفر علی کا بس نہ چلا تھا کہ وہ گل افزاء کا ہاتھ پکڑ کر اس دنیا سے کہیں دور نکل جائیں جہاں صرف وہ دونوں ہوں، ماضی کی تلخ یادیں اور ان کے درمیان گزرے جدائی کے لمحے ان کو ستانے کے لئے نہ آئیں، مگر ضروری تو نہیں ہر خواہش پوری ہو۔

''مجھے آپ سے کوئی شکوہ نہیں ہے۔'' وہ بولیں تو ان کے لہجے میں کسی ٹھنڈی میٹھی جھیل جیسا سکون تھا، یہی سکون اور اطمینان ان کے چہرے پر بھی تھا مگر غضنفر علی کے چاروں جانب کسی زوردار طوفان کا موسم تھا، تیز تیز جھکڑ انہیں اپنی لپیٹ میں لے رہے تھے اور وہ چاہ کر بھی ان سے نکل نہ پا رہے تھے۔

''جہاں تک بات محرومیوں کی ہے تو غضنفر صاحب!'' وہ سانس لینے کو رکیں اور غضنفر علی بغور ان کے چہرے کو دیکھنے لگے تھے ان کی آنکھوں میں آس کے دیے جگمگا رہے تھے اور ان جلتے بجھتے دیوں سے نظریں چرا کر گل افزاء ایک مرتبہ پھر گویا ہوئیں۔

''محرومیوں کا ازالہ تو شاید ممکن ہے مگر دکھوں کا نہیں۔'' وہ اچانک اٹھ کھڑی ہوئی تھیں اور باہر کی جانب قدم بڑھا دیئے تھے غضنفر علی کو یوں لگا تھا جیسے ہر سو اندھیرا چھا گیا ہو، دن پر یکا یک رات نے اپنی تاریک چادر پھیلا دی ہو۔

''مجھے گھر جانا ہے۔'' وہ بولیں غضنفر علی ان کے راستے میں آ کھڑے ہوئے تھے۔

''برسوں پہلے تم مجھ سے پوچھے بنا میرا گھر چھوڑ گئی تھیں، میں کچھ نہ کہہ سکا، آج مت چھوڑ کر جاؤ میں روک رہا ہوں۔'' وہ ہاتھ

جوڑے کھڑے تھے، کاسہ دل ان کے سامنے پھیلائے محبت کے سوالی بنے۔

''تب روک لیتے تو میں رک جاتی، تب آپ کو مجھے روکنا چاہیے تھا، مگر اب میں آپ کے روکنے سے نہیں رک سکتی، میرا دل آپ کے انتظار میں تھک چکا ہے، مایوس ہو کر کب کا لوٹ چکا ہے اب واپس نہیں آ سکتا، میں آپ کو معاف کرتی ہوں، ہر اس دکھ اور بے وفائی کے لئے جو آپ نے میرے ساتھ کی، مگر میں واپس آپ کی زندگی میں نہیں آنا چاہتی۔'' وہ ان کے سائیڈ سے ہو کر نکلتی چلی گئی تھیں، غضنفر علی خالی ہاتھ لئے کھڑے رہ گئے تھے، انہیں بہت امید تھی کہ گل افزاء ان کو معاف کر کے اپنا لے گی مگر یہ ان کی خام خیالی ثابت ہوئی تھی، محبت کی نماز کو اگر وقت پر ادا نہ کیا جائے تو قضا کا موقع بھی نہیں ملتا۔

اور غضنفر علی نے وقت پر محبت کی قدر نہ کی تھی گل افزاء کی بے ریا اور پر خلوص چاہت کو شک کی نظر سے دیکھا تھا، یہی ان کا جرم تھا اور اب ان کی یہی سزا تھی، وہ باہر نکلے تو گل افزاء گاڑی کے بیک ڈور کے پاس کھڑی تھیں وہ شکستہ قدموں سے چلتے ہوئے ان کے قریب آئے تھے۔

''پلیز میری ایک آخری ریکویسٹ مان لو۔'' وہ منت بھرے لہجے میں بولے تھے گل افزاء نے ایک خاموش نظر ان کی سمت اچھالی، منہ سے کچھ نہ بولیں۔

''آخری مرتبہ میرے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔'' ان کے انداز میں اتنی منت اتنی سچائی تھی کہ گل افزاء رد نہ کر سکیں اور فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھ گئیں۔

''تھینک یو تھینک یو سو مچ گل افزاء۔'' وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر ان کی جانب مڑے انہوں نے کوئی جواب نہ دیا تھا اور وہ انہیں جواب کیا دیتیں۔

''کاش وقت یہیں رک جائے، میں اسے یہیں روک لوں، لمحے یہیں تھم جائیں جائیں تم اور میں آخری سانس تک ساتھ رہیں۔'' وہ بول رہے تھے، گل افزاء کی سماعتوں کو معطر کر رہے تھے، وہ لب سیے بیٹھی تھیں۔

میں سفر میں تھی میں سفر میں ہوں مجھے قربتوں کی خبر کہاں
جسے راستوں کا پتا نہیں اسے منزلوں کی خبر کہاں
میرے بے خبر تجھے کیا خبر کہاں کون تجھ سے بچھڑ گیا
تجھے اپنی ذات عزیز ہے تجھے دوستوں کی خبر کہاں
تو عروج ہے میں زوال ہوں تو یقین ہے میں گمان ہوں
یہ ہمارا رشتہ اٹوٹ ہے ہمیں فاصلوں کی خبر کہاں

یونہی کٹ گئے میرے روز و شب تجھے کیسے کوئی بتائے اب
تیرے ہجر میں جو ملے مجھے تجھے ان دکھوں کی خبر کہاں
مجھے تجھ سے کوئی گلہ نہیں مجھے حوصلہ ہی ملا نہیں
میرے مہرباں تجھے اب بھلا میری خواہشوں کی خبر کہاں

گاڑی اسٹارٹ ہوئی اور گیٹ سے باہر نکل گئی گل افزاء نے چادر کی اوٹ میں بائیں آنکھ کا کنارا پونچھا وہ نہیں چاہتی تھیں کہ غضنفر علی ان کے دل کا حال جان پائیں، ان کو معلوم تھا کہ اگر غضنفر علی دیکھ لیتے تو یہ آنسو ان کے قدموں کی زنجیر بن جاتا۔

☆.....☆.....☆

''زین۔'' وہ لاؤنج میں بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا جب ماں اس کے پاس آ بیٹھیں، چائے کا کپ اسے تھمایا اور اپنا کپ لے کر صوفے پر جا بیٹھیں اور ریموٹ اٹھا کر ٹی وی کا والیوم کم کر دیا۔

''یس باس؟'' اس نے ہمیشہ کی طرح خوشگوار انداز میں ان کو جواب دیا جس پر وہ نہال ہو جایا کرتی تھیں، ابھی بھی ہنس دی تھیں۔

''واہ کیا بات ہے آپ کے ہاتھ کے ذائقے کی قسم سے اتنی اچھی چائے اور کوئی بنا ہی نہیں سکتا۔'' اس نے چائے کا ایک سیپ لیا اور ہمیشہ کی طرح ان کی تعریف کی تھی، جب بھی وہ ان کی تعریف کرتا تھا تو انہیں اپنے مرحوم شوہر ندیم یاد آ جاتے تھے وہ بھی ایسے ہی ان کی چھوٹی چھوٹی باتوں کی تعریف کرتے تھے، اتنا ہی انہیں چاہتے تھے اور سراہتے تھے۔

''ہاں مگر میں سوچ رہی ہوں تم یہ ایک ہی قسم کا ذائقہ پی پی کر بور نہ ہو جاؤ، اس لئے سوچ رہی ہوں کہ یہ ذائقہ کبھی کبھی بدل لینا چاہیے۔'' وہ بڑے سلیقے سے اسے اپنے جال میں پھنسانے کی

کوشش کر رہی تھیں، مگر اس کا دھیان نیوز کی طرف تھا، اس لئے ان کی بات پر زیادہ غور نہ کر سکا۔

''ہوں۔'' اس نے صرف ہوں کہنے پر اکتفا کیا۔

''تو پھر کیا خیال ہے دیکھوں تمہارے لئے لڑکی؟'' انہوں نے مدعا بیان کیا اور زین ندیم حیرت سے انہیں دیکھنے لگا، اسے یوں اچانک ان سے ایسے سوال کی امید نہ تھی۔

''چائے کے ذائقے کا میرے لئے لڑکی دیکھنے سے کیا تعلق؟'' اس نے استفہامیہ نظروں سے ان کی جانب دیکھتے ہوئے تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا دیں۔

''دیکھو نا لڑکی آئے گی تو تمہیں کبھی کبھی چائے وہ بنا دیا کرے گی، اس طرح ذائقہ بدل جائے گا۔'' انہوں نے وضاحت کی تھی۔

''واہ میری ماں you are great !you are best ! i am lucky enough to have mim

! like you اس نے شریر انداز سے کہتے ہوئے اٹھ کر بازو ان کے گلے میں حمائل کر دیئے تھے۔

''آپ کی ذہانت کا جواب نہیں، سیدھی طرح کہیں نہ آپ کو نوکرانی چاہیے، بغیر تنخواہ کے۔'' اس کی بات پر وہ ایک دم سے سیدھی ہوئیں اور اسے گھورنے لگیں۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟'' جواب میں وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا تھا۔

''کوئی مطلب نہیں، اچھا یہ بتائیں یہ مہم کب شروع کرنے والی ہیں آپ اور یہ کیسے پتا چلائیں گی کہ لڑکی اچھی چائے بنا بھی سکتی ہے کہ نہیں، ایسا نہ ہو شادی کے بعد ہمیں پتا چلے محترمہ کو چائے ہی نہیں بنانی آتی۔'' اس کی یہی باتیں ان کے گھر اور دل کا سکون بھی تھیں اور رونق بھی۔

''ایسی انجان لڑکی لائیں گے ہی نہیں ہم، میرے کالج میں ٹیچر ہے ماریہ اس کی بھانجی بہت اچھی اور سگھڑ لڑکی ہے ابھی گریجویشن کا رزلٹ آیا ہے اس کا بہت اچھے نمبروں سے پاس ہوئی ہے۔'' ان کی بات سے اسے کچھ دیر پہلے کا واقعہ یاد آیا تھا جب وہ سر موسیٰ کے گھر گیا تھا اور ان کی کزن سے اس کی ملاقات ہوئی تھی بے اختیار ہی اس کے لبوں کو ایک دلفریب مسکراہٹ چھو گئی تھی۔

''اچھا شادی کے لئے لڑکی کا گریجویشن ہونا ضروری ہے؟'' وہ مسکراہٹ کو سمیٹتے ہوئے گویا ہوا تھا۔

بے خیالی میں اس نے یہ بات کہی تھی۔

''ہاں کم از کم اتنی تو تعلیم ہو۔'' وہ کہنے لگیں۔

''اگر کوئی لڑکی فیل ہو جائے تو کیا اس کی شادی بھی نہیں ہونی چاہیے؟'' اس نے سنجیدگی پوچھا۔

''نہیں۔'' انہوں نے نفی میں سر ہلایا۔

''اسے پہلے اپنی تعلیم مکمل کرنی چاہیے۔'' اور زین ندیم خاموش ہو گیا تھا، اسے حیرت اس بات پر ہو رہی تھی کہ وہ بھلا کیوں اس کے متعلق سوچنے لگا تھا اور پھر اس قسم کا سوال بھی کر بیٹھا تھا۔

''ماں ابھی تو رہنے دیں، میری نئی نئی جاب ہے، مجھے سیٹ ہو جانے دیں۔'' انہوں نے بھی پھر مزید کوئی بات نا کی تھی، فی الحال اس کے کان میں بات ڈال دی تھی یہی کافی تھا۔

☆.....☆.....☆

علیشہ نے ہر ممکن کوشش کر ڈالی مگر نویلہ کسی طرح نہ سنبھل رہی تھی، اس نے رو رو کر اپنا برا حال کر رکھا تھا وہ عدیل کو کئی بار فون کر چکی تھی کہ اس سے کوئی نئی خبر ملے کوئی امید افزاء بات مگر ہر بار ناکامی اور مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔

Please leave me alone alisha اس نے روتے روتے سر اوپر اٹھایا تھا، علیشہ کو اس پر بہت ترس آیا تھا، اس کی اکلوتی پیاری بہن، جو کل تک آنکھوں میں ڈھیروں خواب سجائے اس گھر سے رخصت ہوئی تھی، ایک ہی رات میں اجڑ کر واپس آ گئی تھی اور جس نے اس کی خوشیوں کو آگ لگائی تھی، اس کے ارمانوں کا خون کیا تھا، وہ خود بھی نہ رہا تھا اور اس کی بہن کیسی پاگل تھی اس کے لئے آنسو بہا رہی تھی۔

I think it,s true love وہ کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

نویلہ نے اپنے آنسو پونچھ ڈالے تھے اور اٹھ کر واش روم میں چلی گئی تھی، وضو کر کے واپس آئی اور جائے نماز بچھا کر دو نفل نماز حاجت کے پڑھنے لگی۔

''اللہ اکبر!'' اس نے ہاتھوں کو اوپر اٹھایا تو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کا خود کا وجود بھی خلا میں معلق ہو نیت باندھی اور آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی، وہ رو رہی تھی مسلسل رو رہی تھی ایک لمحے کو بھی اس کے آنسو نہ تھمے تھے نوافل ادا کر کے اس نے دعا کے لئے ہاتھ بلند کیے تھے۔

''اللہ!'' اس کے لب ہولے سے ہلے تھے اور وہ سسک اٹھی تھی، اس سے آگے کچھ کہہ ہی نہ سکی تھی، دل اتنا سہا ہوا تھا کہ اس کے منہ سے ایک لفظ بھی ادا نہ ہو رہا تھا، اسے معلوم نہ تھا کہ اللہ سے مانگنے کے لئے دل کا حال بیان کرنے کے لئے ضروری نہیں کہ زبان سے بتایا جائے وہ

تو انسان کی روح کے اندر چھپی ہوئی اذیتوں کو بھی جانتا ہے، اس لئے کبھی کبھی اس کے سامنے صرف ہاتھ پھیلا دینا بھی کافی ہوتا ہے، وہ رو رہی تھی، گڑگڑا رہی تھی مگر کچھ مانگ نہ رہی تھی اور وہ تو سب جانتا تھا کہ اسے کیا چاہیے، اسے کس کی طلب ہے اسے کس کی چاہ ہے۔

وہ چھوٹی سی لڑکی جان ہی نہ سکی اور عیسیٰ احمد کی محبت نے اس کے ٹوٹے ہوئے دل کو خدا سے جوڑ دیا، اپنی زندگی میں دو بار اس نے ہاتھ پھیلائے تھے، پہلی بار عیسیٰ احمد کے سامنے اس کی محبت پانے کے لئے اور آج دوسری مرتبہ اللہ کے سامنے عیسیٰ احمد کی زندگی کے لئے۔

☆.....☆.....☆

جب کسی کو پکارا جائے اور پکار کا جواب ملے تو انسان کو بات کرنے کا حوصلہ ملتا ہے، ہمت بڑھتی ہے اور اگر سامنے سننے والا رب تعالیٰ ہو تو انسان میں ایک نیا حوصلہ اور امنگ پیدا ہو جاتی

ہے، جینے کی، آگے بڑھنے کی کچھ ایسا ہی وہ بھی محسوس کر رہی تھی۔

''اللہ تو نے دیکھا اس دنیا نے میرے ساتھ کیا کیا، آج تک مجھے ہر انسان نے دھتکارا دنیا میں ہر جگہ پر میرا نمبر آخری ہی رہا ہے، مجھے کہیں بھی اماں نہ ملی کہیں سکون نصیب نہ ہوا۔ تیرے انسانوں کو بہت محبت دی میں نے، ہر رشتے کو اس کا مقام اور احترام دیا مگر

بدلے میں میرے ساتھ کیا ہوا؟'' بادل ایک مرتبہ پھر زور سے گرج کر اسے بات جاری رکھنے کا عندیہ سنا رہے تھے، اس نے ایک مرتبہ پھر نگاہیں اٹھا کر سیاہ آسمان کی جانب دیکھا تھا۔

''والدین، بہن بھائی، دوست احباب، شوہر اور اب بچے بھی، کسی رشتے نے مجھ سے وفا نہ کی، میں ان سب کو خوش کرنے کی کوشش اور خواہش میں تجھے بھی بھلا بیٹھی، مگر نہ تو وہ خوش ہوئے اور۔۔۔۔ میں اس دنیا میں لوگوں رہنے کا ڈھنگ نہیں جان پائی، اتنی عمر گزر گیا مگر مجھے وہ اسلوب معلوم نہ ہو سکے جن سے یہ دنیا خوش ہوتی ہے، مجھے اب کسی انسان کے در پر نہیں جانا مالک!'' وہ ایک مرتبہ پھر اٹھ کر چلنے لگی تھی، اماوس کی سیاہ رات میں ہر سو گھٹا ٹوپ اندھیرا پھیلا ہوا تھا، سال کی آخری بارش ہر شے کو دھو کر نیا اور ستھرا کر رہی تھی، اس کے پاؤں شل ہو رہے تھے، ایک ایک قدم من من بھر کا ہو رہا تھا۔

چلتے چلتے اسے سڑک پر کسی پتھر سے ٹھوکر لگی تھی، وہ منہ کے بل زمین پر گر پڑی تھی، ناک سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا تھا، بے بسی سے سر اٹھا کر اوپر دیکھا تھا اس لمحے اسے وہ سنگدل شخص بہت شدت سے یاد آ رہا تھا، کیسے اس کی عادتیں بگاڑ دی تھیں اس نے اور اب اسے یوں دھتکار رہا تھا اور اسے تو ہر جگہ دھتکارا گیا تھا غلطی اس کی تھی اسے سمجھ نہ سکی۔

☆.....☆.....☆

تمام رات سب نے بہت اذیت میں روتے ہوئے گزاری تھی، عیسیٰ احمد کی ماما ایک منٹ کے لئے بھی چپ نہ ہوئی تھیں، نہ ہی وہ لیٹی تھیں، نہ کسی سے بات کرتی تھیں، گھر کے کچھ لوگ ایئر پورٹ گئے تھے انفارمیشن لینے کے لئے لیکن خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا تھا۔

رات گزر گئی تھی اور دن نکل آیا تھا سب ایک دوسرے سے نظریں چراتے پھر رہے تھے دفعتاً عدیل کے نمبر پر کال آئی تھی۔

''باہر کا نمبر ہے۔'' وہ زیر لب بڑبڑایا اور کال اٹینڈ کی، سب اس کے چہرے کی جانب دیکھ رہے تھے۔

''عیسیٰ تم۔'' وہ زور سے چلایا اور اٹھ کھڑا ہوا، سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

''کہاں ہے عیسیٰ؟''

''کیسا ہے؟''

''میری بات کرواؤ؟'' طرح طرح کے سوالات تھے اور قسم قسم کی آوازیں، عیسیٰ احمد کی ماما بے ہوش ہو چکی تھیں، اس کے پاپا نے آگے بڑھ کر موبائل عدیل کے ہاتھ سے پکڑ لیا تھا۔

''عیسیٰ میری جان، میرے بچے کدھر ہو؟'' وہ رو رہے تھے، ان کی آواز سنتے ہی اسے ڈھیروں شرمندگی نے آن گھیرا کہ وہ کس طرح اپنے والدین کو وہاں تنہا چھوڑ کر آ گیا تھا اور اب وہ اس کے لئے پریشان تھے۔

''پاپا میں گھر واپس آ گیا ہوں۔'' اس نے انہیں بتایا، وہ آواز سے بہت تھکا ہوا لگ رہا تھا۔

''بیٹا آپ ٹھیک تو ہونا؟'' کدھر سے بول رہے ہو؟'' ان کی تسلی نہ ہو رہی تھی۔

''پاپا i am perfectly fine میں ابھی کچھ دیر پہلے گھر پہنچا ہوں اور میرا فلائیٹ نمبر 113 نہیں 313 تھا غلطی سے آپ کو 113 بتا دیا۔'' اسے تمام خبر مل گئی تھی کہ فلائیٹ نمبر 113 حادثے کا شکار ہو گئی تھی، وہ جانتا تھا کہ اس کے والدین کی کیا حالت ہو رہی ہو گی، اس لئے فوراً انہیں فون کر رہا تھا۔

''ماما کیسی ہیں؟ ان سے بات کروا دیں؟'' وہ جانتا تھا کہ اس وقت اس کی ماں کی کیا حالت ہو گی، اس کی ناراضی اور لاپرواہی نے اس کے والدین کو کس قدر دکھی کیا تھا۔ یہ خیال ہی اسے سخت شرمندہ کر رہا تھا۔

''وہ ابھی بات نہیں کر سکتی، کچھ دیر بعد بات کرواتا ہوں۔'' انہوں نے قصداً اسے بتانے سے پرہیز کیا کہ وہ بے ہوش ہو گئی ہیں۔

''ماما ٹھیک تو ہیں نا؟'' وہ متفکر ہوا۔

''ہاں، تم پریشان مت ہو۔'' انہوں نے فون بند کیا اور عیسی احمد کی ماما کی جانب بڑھے جن کا سر اپنی بہن کی گود میں تھا، صوفیہ کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے، خونی رشتوں کی محبت بھی کتنی عجیب چیز ہوتی ہے، وہ سوچ کر رہ گئے۔

☆.....☆.....☆

فارقلیط حسن اپنے بیڈروم سے نکلا تو اس کی نظر ڈیڈی پر جا پڑی، وہ لان میں بیٹھے تھے، ان کے ہاتھ میں نیوز پیپر تھا جسے وہ نہایت انہماک سے پڑھ رہے تھے۔

''السلام علیکم'' اس نے سلام کیا اور ان کے سامنے جا بیٹھا، اس کی توقع کے عین مطابق انہوں نے کوئی جواب نہ دیا تھا، فارقلیط حسن مسلسل ان کی جانب دیکھ رہا تھا جبکہ وہ اسے نظر انداز کر رہے تھے۔

''آپ کب تک مجھ سے اس طرح خفا رہیں گے؟'' اس نے بات کا آغاز کیا تھا، اندر بڑھتے عروبہ کے قدم دروازے میں ہی رک گئے۔

''جب تک وہ لڑکی تمہارے ساتھ ہے۔'' انہوں نے پل بھر کو نظریں نیوز پیپر سے ہٹا کر اس کی جانب دیکھا اور سفاکی سے بولے۔

''آپ اتنے ظالم تو کبھی بھی نا تھے'' اسے یقین نا آ رہا تھا کہ وہ ایسا بھی کہہ سکتے ہیں۔

''مگر تم ہمیشہ سے اتنے ہی نافرمان ہو، بس میں نے غور اب کیا، یا شاید پہلی مرتبہ تمہاری نافرمانی پر react کیا۔'' وہ کسی طرح بھی اسے معاف کرنے اور اس کی بات ماننے کو تیار نہ تھے، عروبہ میں ہمت ہی نا ہوئی کہ وہ اندر آئے اور ان دونوں کے پاس بیٹھے۔

''ڈیڈی I love her اور اس میں کیا غلط ہے، آپ نے بھی تو مما سے محبت کی تھی نا، آج تک ان کی یادوں کو سینے سے لگا کر رکھا ہوا ہے ان کے جانے کے بعد دوبارہ شادی بھی نہیں کی۔''

اس نے ہمت کر ڈالی تھی، اور ایسی بات کہہ ڈالی تھی جو ان کے زخموں کو چھیڑ گئی تھی، کتنا چاہا تھا انہوں نے اپنی بیوی کو مگر وہ شادی کے دو سال بعد ہی انہیں داغ مفارقت دے گئی، وہ آج بھی اس کی یادوں کو سینے سے لگائے پھر رہے تھے۔

''وہ لڑکی کیا تمہاری ماں جیسی ہے؟'' وہ ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے خیالوں کی دنیا سے نکلے اور اسے خشمگیں نگاہوں سے گھورتے ہوئے خفگی سے بھرپور لہجے میں گویا ہوئے۔

''ڈیڈی وہ بہترین ہے، کبھی اسے پاس بیٹھنے کا موقع تو دیں، اس سے بات تو کریں۔'' فارقلیط حسن کو محسوس ہو رہا تھا کہ بہت زیادہ وقت ہو رہا ہے ڈیڈی کی ناراضی کو، اب اسے ختم ہو جانا چاہے مگر ان کا ایسا کوئی موڈ نظر نہ آتا تھا، اس سے پہلے وہ کبھی اس طرح سے اس سے ناراض نہ ہوئے تھے۔

عروبہ ان دونوں کے پاس سے گزر کر کچن میں چلی گئی تھی، فارقلیط حسن نے اس کے اداس چہرے کو بغور دیکھا تھا۔

''مجھے کوئی شوق نہیں ہے تمہاری بیوی سے بات کرنے کا۔'' انہوں نے کٹھور پن کی انتہا کر دی تھی۔

''میرا خیال ہے اس نے آپ کی ساری باتیں سن لی ہیں۔'' اس نے انہیں ان کی زیادتی کا احساس دلانا چاہا۔

So what? ادھر سرے سے کوئی اثر نہ تھا، فارقلیط حسن متاسف نظروں سے ان کی جانب دیکھنے لگا۔

ان کے درمیان کچھ پل خاموشی حائل رہی تھی جسے ان دونوں نے ہی توڑنے کی کوشش نہ کی تھی، دونوں اپنی اپنی سوچوں میں گم بیٹھے تھے کہ عروبہ چائے لے کر آ گئی تھی، وہ سب سے پہلے بہزاد حسن کی طرف گئی تھی فارقلیط حسن جانتا تھا کہ وہ اس سے چائے نہیں پکڑیں گے مگر اس وقت وہ اسے منع بھی نہیں کر سکتا تھا۔

''انکل! آپ کی چائے۔'' فارقلیط حسن اس کا جائزہ لے رہا تھا زرد رنگ کے سوٹ میں وہ خود بھی زمانے کی تلخیوں اور موسموں کی سختیوں سے کملایا ہوا کوئی پھول لگ رہی تھی، اس نے میرون کلر کی شال لپیٹ رکھی تھی، بالوں کو پونی میں قید کر رکھا تھا مگر کچھ آوارہ لٹیں چہرے کا طواف کر رہی تھیں، بلاشبہ وہ حسین ترین تھی۔

''بہت ڈھیٹ ہو تم۔'' حسن بہزاد نیوز پیپر ٹیبل پر پھینک کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے، فارقلیط حسن بے بسی سے اس کی جانب دیکھ کر رہ گیا تھا۔ اس نے بھی فارقلیط حسن کی جانب دیکھا۔

''عروبہ بہت اچھی چائے بناتی ہے ڈیڈ۔'' اس نے عروبہ غضنفر کی نگاہوں کی التجاء پڑھ لی تھی، اسے اس کی اداس آنکھیں بہت بے چین کر رہی تھیں۔

''پلیز ڈیڈ!'' وہ منت کرنے لگا تھا۔

''تم ہو نا پینے کے لئے۔'' وہ باہر کی جانب بڑھے تھے، عروبہ نے ٹرے سینٹرل ٹیبل پر رکھ دی

تھی اور خود جا کر صوفے پر بیٹھ گئی، فارقلیط حسن اپنی جگہ سے اٹھا اور چائے کے دو کپ اٹھا لئے، ایک کپ اس کی جانب بڑھایا۔

''لو یہ پیو۔'' عروبہ نے خاموشی سے کپ تھام لیا، فارقلیط حسن اپنا کپ لے کر اس کے پاس بیٹھ گیا۔

''ہمیشہ کی طرح بہت مزیدار چائے بنائی ہے تم نے۔'' اس نے بازو عروبہ کے گرد پھیلا کر اسے بازو کے گھیرے میں لے لیا۔

You know arooba farqleet hassan

Through love thorn,s becomes roses!

(محبت سے کانٹے بھی پھول بن جاتے ہیں)

dear and beloved wife don,t be disappointed. He will own you one day so my belive me.

اسے سمجھ نا آ رہی تھی کہ کیسے وہ عروبہ کی اس تکلیف کو کم کر لے جو بار بار ڈیڈی اسے دے رہے تھے، زندگی میں پہلی مرتبہ اسے اپنے باپ پر غصہ آیا تھا۔

''اوہ یہ چائے آپ کی تھی، زیادہ شوگر والی، وہ میری ہے۔'' اس نے فارقلیط حسن کے ہاتھ میں موجود کپ کی جانب اشارہ کیا تو وہ مسکرا دیا اور کپ اس سے دور کرتے ہوئے گویا ہوا۔

i think you need more sugar than me عروبہ غضنفر نے چند ثانیے خاموشی سے اس کی جانب دیکھا اور پھر چائے پینے لگی۔

''زندگی کی تلخیوں اور کڑواہٹ کو چائے کی چینی سے کم نہیں کیا جا سکتا۔'' وہ سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

''زندگی کی تلخیوں کو تو نہیں لیکن منہ کے ذائقے کو بدلا جا سکتا ہے اور یہ بھی ضروری ہے ڈیئر۔'' وہ خاموشی سے چائے پینے لگی، خالی کپ رکھ کر وہ اٹھنے لگی تو فارقلیط حسن نے اس کا ہاتھ پکڑ کر واپس بیٹھا لیا۔

''بیٹھو یہاں۔'' اس نے اپنے پہلو میں اشارہ کیا وہ خاموشی سے بیٹھ گئی، فارقلیط حسن نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کی انگلیوں کو غور سے دیکھنے لگا۔

''تمہارے ہاتھ بہت خوبصورت ہیں۔'' وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے گویا ہوا اور ڈائمنڈ رنگ جو اسی نے اسے گفٹ کیا تھا اور وہ ہر وقت پہنے رکھتی تھی، اسے کبھی اتارتا کبھی دوبارہ اسے پہنا دیتا۔

''میں ساری ہی بہت خوبصورت ہوں۔'' اس نے سادگی سے کہا۔

That,s like a good girl وہ خوش ہوا تھا اس کی بات سن کر۔

''اسی طرح ہر بات کے لئے Confident رہا کرو۔'' وہ اسے پر اعتماد ہی دیکھنا چاہتا تھا۔

''ویسے تمہیں کس نے بتایا کہ تم خوبصورت ہو۔'' وہ دلچسپی سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے گویا ہوا۔

''آئینہ سب بتا دیتا ہے۔'' اس نے گہری سنجیدگی سے کہا۔

''مگر سب باتیں آئینے کے بتانے کی نہیں ہوتیں، کچھ باتیں آپ کے عزیز، آپ کے پیارے ہی کہہ سکتے ہیں۔'' اس کے لہجے میں چھپی اداسی اور کرب کو وہ محسوس کر رہا تھا اور وہ اس کی وجہ بھی جانتا تھا مگر بہت کوشش کے باوجود بھی ابھی تک وہ کچھ نہ کر پایا تھا۔

''چیزوں کو باتوں کو اور لوگوں کو اتنی ہی اہمیت دینا چاہیے جتنی وہ Deserve کرتے ہوں، کسی کو بھی زیادہ سر پر سوار مت کیا کرو۔'' وہ کیا کہہ رہا تھا، وہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی مگر ایسا کرنا اس کے لئے ممکن نہ تھا۔

''ہم یہاں کب تک ہیں؟'' اس نے قصداً موضوع بدلا۔

''جب تک ڈیڈ مان نہیں جاتے۔'' مسکراتے ہوئے بولا، اس کی مسکراہٹ بہت خوبصورت تھی، اتنے کم وقت میں وہ اس کے لیے کتنا اہم ہو گیا تھا، وہ اس بغیر ایک دن تو کیا تھوڑی دیر بھی نہ رہ سکتی تھی، ایک دن تو کیا تھوڑی دیر بھی دکھائی نہ دیتا تو وہ گھبرا جاتی اور اداس ہونے لگتی۔

☆.....☆.....☆

I have loved
I have lost
I have Changed
It has been a diffecult road,
But i have learned.
I learned people
can hurt you
so deeply
and not even worry about you,
good people can change in a minute.
When their hearts have been broken....

But the most important thing i learned -----

You are strong enough to let go.

People come and go,

That is a part of life.

The most impotant thing is to stand up.

And realize that you.

deserve something better

than what you, ve been setting for

نویلہ نے ایک گہری تھکی سانس خارج کی اور کتاب بند کر کے سائیڈ پر رکھی اور بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔

''دل پر کب کسی کا اختیار چلا ہے، یہ کب بہتر اور پھر بہترین مانگتا ہے یہ تو ایک مرتبہ جسے چاہتا ہے وہی بہترین لگتا ہے، اس کے سامنے ساری دنیا کا حسن ماند پڑنے لگتا ہے۔'' اس نے آنکھیں کھول کر ادھر ادھر دیکھا اس کا موبائل اس سے کچھ فاصلے پر پڑا ہوا تھا، وہ اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ جلد ہی کال ریسیو کر لی گئی تھی۔

''محبت کرنے والوں کی آنکھ تو دل میں ہوتی ہے۔'' وہ سوچ کر رہ گئی۔

''ہیلو'' نیند میں ڈوبی مخمور آواز اس کی سماعتوں میں رس گھول رہی تھی، اس کا جی چاہا ایسے ہی ہر طرف سکوت طاری رہے، ساری دنیا چپ رہے اور وہ بولتا رہے اور نویلہ غضنفر اسے سنتی رہے۔

''کون سے بھئی۔'' اس نے کچھ جھنجھلاتے ہوئے دریافت کیا تھا۔

''السلام علیکم!'' اس نے ہمت کر کے سلام کر دیا، دوسری جانب اس کی آواز سنتے ہی عیسیٰ احمد کی تمام حسیات ایک دم جیسے بیدار ہو گئی تھیں۔

''کیوں فون کیا ہے؟'' وہ درشتی سے گویا ہوا۔

''صرف آپ کی آواز سننے کے لئے، دل کو یہ یقین دلانے کے لئے کہ آپ ٹھیک ہیں، اسی دنیا کے کسی کونے میں ہیں جس میں، میں رہتی ہوں۔'' اس کی کسی بات نے نہ پہلے کبھی اس کے دل میں کوئی احساس جگایا تھا اور نہ ہی اب اس میں کوئی کامیابی نویلہ کو ہوئی تھی۔

''ہو گیا ناں یقین کہ ابھی نہیں مرا، اب فون بند کر دو دوبارہ زحمت مت کرنا۔'' قبل اس کے وہ کچھ اور بولتی عیسیٰ احمد نے کال کاٹ دی۔

نویلہ کے دل کو یک گونہ سکون کا احساس ہوا تھا عیسیٰ احمد زندہ ہے، سلامت ہے، یہ احساس ہر احساس پر حاوی تھا۔

مگر اب بھی وہ ویسا ہی تھا، اتنا بڑا زخم لگانے کے بعد بھی بھی وہ اسے کچوکے لگانے سے باز نہ آیا تھا۔

وہ جس کی سانس پر تقریر تھی حیات میری

اسی کا حکم ہے اب رابطہ نہیں کرنا

''ٹھیک ہے عیسیٰ احمد اب کبھی تمہیں نہیں پکاروں گی، تمہاری جدائی میں مجھ پر کیا بیتتی ہے یہ تمہارا مسئلہ تھوڑی ہے۔'' اس نے آنکھوں کے بھیگے گوشے پونچھے اور اٹھ کر کھڑکی کھول دی، ٹھنڈی ہوا کا تیز جھونکا اندر آیا تھا۔

''عیسیٰ احمد تم عروبہ سے محبت نہیں کرتے اگر تم اس سے محبت کرتے ہوتے تو میری محبت کی قدر کرتے، اسے یوں قدموں تلے روند کر نہ جاتے۔'' وہ کمرے سے باہر نکل آئی تھی، اسے گھٹن کا احساس ہونے لگا تھا، ماما اور علیشہ کہیں دکھائی نہ دے رہی تھیں، وہ دھیرے دھیرے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آ گئی تھی، اس کا رخ اس کمرے کی جانب تھا جہاں عیسیٰ احمد ٹھہرا تھا۔

''عیسیٰ!'' اندر قدم رکھتے ہی اس کے دل کی حالت غیر ہونے لگی تھی، ڈریسنگ ٹیبل پر اس کا پرفیوم پڑا ہوا تھا، اس نے اٹھا کر خود پر اسپرے کر لیا تھا، اس کے مخصوص پرفیوم کی خوشبو اردگرد بکھری تو اسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ اس کے آس پاس ہی کہیں موجود ہو، وہ وارڈ روب کی جانب بڑھی اور اسے کھولا، اس کے کپڑے ابھی بھی وہاں موجود تھے، وہ کچھ بھی نہ لے کر گیا تھا اس کی وہی آسمانی ٹی شرٹ نکالی جو وہ اکثر پہنتا تھا اور اس پر وہ بہت جچتی تھی، شرٹ کو سینے سے لگائے وہ کرسی پر آ بیٹھی اور آنکھیں موند لیں۔ آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے تھے۔

لو میں آنکھوں پہ ہاتھ رکھتی ہوں

تم اچانک کہیں سے آ جاؤ

☆.....☆.....☆

عیسیٰ احمد کے والدین کو اتنی خوشی شاید اس کی پیدائش پر نہ ہوئی تھی جتنے وہ اب خوش تھے انہیں تو ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے ان کا بیٹا انہیں دوبارہ ملا ہو۔

''عیسیٰ کی ماں میرا خیال ہے اب ہم واپس چلیں اپنے گھر۔'' احمد نے جب دیکھا کہ ان کی حالت اب بہتر ہے تو ان سے کہنے لگے۔

''ہاں میں بھی اپنے بیٹے کے پاس فوراً جانا چاہتی ہوں۔'' وہ کافی نقاہت محسوس کر رہی تھیں۔

''اور جانے سے پہلے نویلہ کو اپنے پاس بلا کر اس سے معافی مانگنا چاہتی ہوں، احمد ہم نویلہ کو اپنے ساتھ ہی نہ لے جائیں۔'' اچانک ہی یہ خیال ان کے ذہن میں آیا تھا۔

''کیسی باتیں کر رہی ہو، وہ اسے طلاق دے چکا ہے۔'' انہیں بیوی کی بات پر حیرت ہوئی تھی۔

''ابھی تو صرف تحریری طلاق دی ہے اس نے نویلہ نے وصول تو نہیں کی ناں؟'' احمد چند لمحے خاموش رہ گئے جیسے سوچ رہے ہوں کہ کیا کہیں، خود ان کا ضمیر بھی اس بات پر قطعی مطمئن نہ ہو رہا تھا کہ ان کے بیٹے نے ایک بے قصور لڑکی کی زندگی خراب کر دی ہے۔

''کیا عیسیٰ اسے قبول کرے گا؟ انہوں نے استفسار کیا۔

''اسے کرنا پڑے گا، ابھی یہ بات خاندان میں کسی کو بھی معلوم نہیں اور میں چاہتی ہوں معلوم ہو بھی نہ۔'' احمد بھی دل سے ان کی بات سے متفق تھے، ان کی بھی یہی خواہش تھی کہ نویلہ کو اجڑنے سے بچا لیں اور جب انہیں یہ پتا چلا کہ ان کی بیوی بھی ایسا ہی چاہتی ہے تو وہ بھی دل سے تیار ہو گئے تھے نویلہ کو اپنے ساتھ لے جانے کے لیے، انہوں نے موبائل فون اٹھا کر عیسیٰ احمد کا نمبر ملایا اور بیوی کو فون پکڑا کر باہر نکل گئے۔

☆.....☆.....☆

فروا بے چینی کے عالم میں ادھر سے ادھر گھوم رہی تھی، دن گزر گیا تھا، شام کے سائے گہرے ہونے لگے تھے نہ اس کے پاس موبائل اور نہ ہی امی لے کر گئی تھیں۔

''اتنا ٹائم کیوں لگ گیا۔'' اس نے وال کلاک کو دیکھا اس کی نظر کھڑکی کی جانب اٹھی رات اپنے سیاہ بال پھیلائے کھڑی تھی، اس کو گھبراہٹ ہونے لگی تھی، موسیٰ علی بھی گھر پر نہ تھا۔

''یا خدا! میں کس سے کہوں میری امی کو ڈھونڈ لائے ہیں غضنفر علی نے کچھ۔۔۔'' اس سے آگے وہ سوچ ہی نہ سکی۔

''امی میرا آپ کے سوا کوئی نہیں ہے اس دنیا میں، پلیز میرے پاس واپس آ جائیں۔'' وہ ایک مرتبہ پھر رونے لگی تھی، رفتہ رفتہ دل کا بوجھ بڑھنے لگا تھا، اسے کچھ سمجھ نہ آ رہی تھی۔

''میں بھی کتنی پاگل ہوں، بھلا کیا کہیں گے غضنفر علی امی کو، یقیناً عروبہ رو رہی ہوگی، پریشان بھی ہوئی ہوگی، ناراض تو اسے ہونا نہیں آتا، اسی وجہ سے دیر ہو گئی۔'' وہ ٹہلتے ٹہلتے رک گئی۔

''جب عروبہ کو پتا چلا ہوگا کہ اس کی ماما زندہ ہیں، اس کا کیا ردعمل ہوگا اور جب اسے یہ پتا چلے گا کہ میں اس کی بہن ہوں۔۔۔'' وہ چیئر پر جا بیٹھی اور آنکھیں موند لیں، اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا آنے والے وقتوں میں زندگی بہت بہتر ہونے والی ہے، وہ رشتوں کو ترسی ہوئی تھی، اسے بہن مل رہی تھی اور عزیز دوست۔

☆.....☆.....☆

عروبہ سو کر اٹھی تھی، فارقلیط حسن کہیں باہر گیا ہوا تھا، وہ بہت گھبراہٹ اور پریشانی محسوس کر رہی تھی، وضو کر کے وہ نماز پڑھنے لگی تھی۔ ابھی اس نے نیت کی ہی تھی کے فارقلیط حسن آ گیا تھا وہ بیڈ پر نیم دراز اسے نماز پڑھتے ہوئے بغور دیکھنے لگا تھا دوپٹے کے ہالے میں اس کا پاکیزہ چہرہ چاند کی مانند دمک رہا تھا وہ یک ٹک اسے دیکھے گیا۔

نماز ادا کر کے وہ ہاتھ پھیلائے دعا مانگنے لگی تھی، فارقلیط حسن اس کی جھکی پلکوں اور دھیرے دھیرے ہلتے لبوں کے سحر میں گرفتار ہونے لگا تھا۔ اسے خبر ہی نہ ہو سکی تھی اور وہ اس کے دل میں اور زندگی میں اتنا خاص مقام حاصل کر گئی تھی۔

''السلام علیکم!'' دعا مانگ کر اس نے ہاتھ چہرے پر پھیرے اور جائے نماز اٹھا کر تہہ کرنے لگی تو نظر فارقلیط حسن پر جا ٹھہری وہ دلکشی سے مسکرا دی اور اسے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکتہ میری پیاری مسز!'' اس کے اتنے محبت بھرے انداز پر وہ اندر سے نہال ہو گئی مگر جھینپتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور جائے نماز رکھ کر صوفے پر جا بیٹھی۔

''اتنی دور کیوں بیٹھ رہی ہو، یہاں آؤ ناں میرے پاس۔'' فارقلیط حسن نے اسے بلایا اور وہ اٹھ کر اس کے سامنے جا بیٹھی۔

''کتنی فرمانبردار ہو تم I sware اس دور میں ایسی بیوی کسی کی نہ ہو گی۔'' اس کی بات پر عروبہ نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا تھا۔

''اور آج مجھے پتا چلا کہ عورتوں کو کیوں حکم دیتا ہے اسلام کہ جب ان کا شوہر باہر سے آئے تو مسکرا کر اس سے ملیں۔'' اس نے عروبہ کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

''دل خوش ہو گیا تمہاری Smile سے ساری ٹینشن ختم ہو گئی۔'' وہ ہمیشہ ایسے ہی کرتا تھا۔ اس کا ہاتھ پکڑا اور بات کرتا تھا۔

''ٹینشن کس بات کی تھی؟'' اس نے دھیمے سروں میں مسکراتے ہوئے کہا۔

''اللہ!'' فارقلیط حسن اس کی بات پر ہنس دیا۔

''اتنی ساری باتوں میں تمہیں صرف میرا لفظ ٹینشن یاد رہا اور پسند آیا جو اس پر بولنا تم نے ضروری سمجھا، لڑکی تمہارا علاج کرنا پڑے گا۔'' اس کی بات سے وہ محظوظ ہوئی تھی، اس لئے ہنسنے لگی تھی، اس کا ہنسنا فارقلیط حسن کو ایک انوکھی خوشی اور سکون سے دوچار کر گیا تھا۔

''ہنستی رہا کرو بہت اچھی لگتی ہو۔'' اس کی بات پر عروبہ کی ہنسی سمٹ گئی تھی۔

''ایک بات پوچھوں؟'' فارقلیط حسن نے محتاط نظروں سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تو اسے اچنبھا ہوا کہ ایسی کون سی بات ہے جو کہنے کے لئے اسے اجازت طلب کرنا پڑ رہی ہے۔

''جی پوچھئے'' اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''یہ تو میں جانتا ہوں کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو لیکن کیا مجھ سے پہلے بھی تم نے کسی سے محبت کی ہے؟'' اس نے بڑے نارمل سے انداز میں ایک بہت بڑی بات کہہ دی تھی عروبہ غضنفر کو اس سے ایسے سوال کی توقع نہ تھی، چند ثانیے حیرت کے عالم میں اس کی جانب

دیکھنے کے بعد اس نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے کھینچ لیا تھا فارقلیط حسن نے چونک کر اپنے خالی ہاتھ کو دیکھا تھا۔

''یہ کیسا سوال ہے؟'' وہ خفگی سے بھرپور لہجے میں بولی تھی، فارقلیط حسن نے اسے پہلی مرتبہ غصے میں دیکھا تھا۔

very simple وہ بات کو چٹکیوں میں اڑانا چاہتا تھا مگر اب یہ ممکن نہ تھا، تیر کمان سے نکل چکا تھا۔

''جیسے تم سے شادی سے پہلے میری بہت سی لڑکیاں دوست ہوا کرتی تھیں اسی طرح۔۔۔'' Enough فارقلیط حسن وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ آپ میرے متعلق ایسا سوچتے ہیں، مجھے ایسا سمجھتے ہیں۔'' اس کے تیکھے نقوش تن گئے تھے، وہ اس سے دور جا بیٹھی تھی، وہ سخت خفا ہو چکی تھی۔

''نہ میں نے کچھ غلط سوچا ہے اور نہ ہی سمجھا ہے، ایک General بات پوچھی، اس میں اتنا مائنڈ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔'' وہ اٹھ کر فوراً سے پیشتر اس کے پاس آیا تھا، عروبہ کی ناراضی اسے کسی صورت قبول نہ تھی۔

''یہ General بات نہیں ہے، کیا شوہر اپنی بیوی سے یہ سوال کرتا ہے کہ اس کی زندگی میں پہلے بھی کوئی مرد تھا؟ کیا یہ سوال ایک شوہر کو اپنی شریف بیوی سے کرنا چاہیے؟'' اس کی آنکھوں کی سطح پر نمی تیرنے لگی تھی جسے وہ فارقلیط حسن سے چھپانا چاہتی تھی، مگر وہ کبھی بھی اپنے آنسو اس سے چھپا نہ سکی تھی۔

''یا پھر آپ کی نظر میں، میں اچھی لڑکی نہیں ہوں۔'' وہ خاموش ہو گئی تھی اور اس نے سر جھکا لیا تھا، اب وہ گود میں دھرے اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔

''دیکھو عروبہ!'' فارقلیط حسن چند ثانیے خاموش بیٹھا اس کو دیکھتا رہا اور پھر اس کا ہاتھ تھامنا چاہا، مگر اس نے ہاتھ چھڑوا لیا گویا وہ واقعی خفا ہو چکی تھی۔

''پلیز کچھ دیر کے لئے مجھ سے کوئی بات نہ کریں۔'' اس نے ملتجی لہجے میں کہا۔

"We have to talk" فارقلیط حسن نرمی سے بولا۔

i dont want to talk anymore on this topic اس نے بات ہی ختم کرنا چاہی۔

''نہ اب نہ پھر کبھی، میں ایسی کسی فضول بات کا کبھی بھی جواب نہیں دوں گی'' فارقلیط حسن کو اس سے اتنے شدید ری ایکشن کی امید نہ تھی۔

''اوکے، Leave it چلو آج تمہیں شاپنگ کرواتا ہوں، کچھ آؤٹنگ بھی ہو جائے گی۔'' وہ اس کا موڈ بہتر کرنا چاہتا تھا، جو کہ خاصا مشکل لگ رہا تھا۔

''مجھے کہیں نہیں جانا'' اس نے صاف انکار کیا۔

''تو اب تم ضدی بیویوں کی طرح بات کو طول دو گی، مجھ سے ناراض رہو گی؟'' درحقیقت وہ پریشان ہو گیا تھا۔

''اگر آپ شکی مزاج شوہر بنیں گے تو پھر میں بھی ضدی بیوی بن جاؤں گی۔'' وہ دو بدو بولی تو فارقلیط حسن حیران رہ گیا۔

''میں نے کوئی بڑی بات نہیں کی، پتا نہیں تم نے اتنا feel کیوں کیا؟'' وہ معاملے کو سلجھانا چاہتا تھا مگر یہ اتنا آسان نہ تھا۔

❁ ❁

ناول ''می رقصم'' ابھی جاری ہے۔ اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی 20 تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

عابدہ سبین کا بہت خوبصورت نیا ناول

جب پیار کی رُت بدل جائے

ہر ماہ باقاعدگی سے کتاب گھر پر پیش کیا جا رہا ہے
نئی اقساط پڑھنے کیلئے وزٹ کریں

kitaabghar.com

درثمن بلال کا بہت خوبصورت نیا ناول

تم میرے پاس رہو

ہر ماہ باقاعدگی سے کتاب گھر پر پیش کیا جا رہا ہے
نئی اقساط پڑھنے کیلئے وزٹ کریں

kitaabghar.com

قسط نمبر 9

''پتھر مارنے والے کو کبھی اندازہ نہیں ہوتا کہ یہ سمندر میں کتنی گہرائی میں جائے گا۔'' اس کا موڈ بہت بگڑا ہوا تھا اور فارقلیط حسن کے لیے سخت پریشانی کا باعث تھا۔

''میں تمہیں دس منٹ دے رہا ہوں، تیار ہو جاؤ، ہم باہر جا رہے ہیں۔'' وہ کوٹ پہننے لگا تھا۔

''مجھے آپ کے ساتھ کہیں نہیں جانا۔'' اس کی جانب دیکھے بناء بولی تو وہ تیزی سے مڑا اور اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

☆.....☆.....☆

گاڑی سیاہ تارکول کی سڑک پر سبک رفتاری سے جا رہی تھی، وہ دونوں ہی خاموش بیٹھے تھے دونوں کے دل اور زبان میں بہت سی باتیں تھیں۔ مگر کہنے کی ہمت نہ تھی اپنے خیالوں میں گم وہ جانے کیا سوچ رہے تھے، انہیں خبر ہی نہ ہوئی سامنے سے ایک تیز رفتار گاڑی ان کی گاڑی سے ٹکرائی، زوردار دھماکہ ہوا۔

''آہ؟'' ان دونوں کی چیخیں فضا میں بلند ہو گئیں، اردگرد لوگ جمع ہو رہے تھے، بھانت بھانت کی بولیاں تھیں، بند ہوتی آنکھوں کے ساتھ اس نے آخری مرتبہ وہ چہرہ دیکھا تھا اور اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی تھی۔

ان کے اردگرد بہت سارے لوگ جمع ہو چکے تھے، دور سے ایمبولینس کی آواز آ رہی تھی، انہیں کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا، ان کے بازو اور سر پر چھوٹ لگی تھی، ایمبولینس انہیں لے کر ہاسپٹل پہنچی تھی، وہ بے ہوش ہو چکے تھے، انہیں معمولی چوٹیں آئی تھیں، دوبارہ ہوش آنے پر انہوں نے ماؤف ہوتے دماغ کے ساتھ اردگرد نگاہیں دوڑائیں، وہ دماغ پر زور ڈالنے لگے۔

''گل افزاء!'' سب کچھ جیسے واضح ہو گیا تھا، ایک ایک بات یاد آنے لگی تھی، دروازہ کھلا تھا، نرس اور وارڈ بوائے اندر آئے تھے۔

''گل افزاء کہاں ہے؟'' وہ ان دونوں کے چہرے کی جانب دیکھ رہے تھے، جبکہ وہ دونوں خاموش تھے۔

''بولتے کیوں نہیں ہو؟'' ان کا دل کسی انہونی کے احساس سے تھمنے لگا تھا۔

''یہ۔۔۔۔ یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟'' وہ ہاتھ سے برینولا اتار کر پھینکتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

''آپ لیٹے رہیں پلیز۔'' ان دونوں نے انہیں روکنا چاہا مگر وہ ان کی بات سن ہی کب رہے تھے، باہر کی جانب بڑھے، انہیں اس وقت کچھ بھی یاد نہ تھا، اگر یاد تھا تو صرف یہ کہ گل افزاء ان کے ساتھ تھی اور اب نا جانے کہاں اور کس حال میں ہو گی۔

''غضنفر'' وہ باہر نکلے تھے کہ سامنے سے آتی صوفیہ کی ان پر نظر پڑی، ان کے ساتھ عدیل بھی تھا، وہ دونوں تیر کی سی تیزی سے ان کے قریب آئے تھے۔

''غضنفر آپ ٹھیک تو ہیں؟'' انہیں جب فون آیا غضنفر علی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے تو زمین ان کے قدموں تلے سے سرکنے لگی تھی عیسیٰ احمد کی ٹینشن میں وہ پورا دن ان سے کانٹیکٹ نہ کر سکی تھیں اور جب یہ خبر آئی تو وہ گویا بے جان ہو گئیں۔

''گل افزاء کہاں ہے؟'' ان کی آنکھیں بے تحاشا سرخ ہو رہی تھیں۔

''بولتے کیوں نہیں تم لوگ؟'' وہ چلائے تھے۔

''غضنفر اس کی Death ہو۔۔۔''

''نہیں۔'' انہوں نے اپنا ہاتھ صوفیہ کے منہ پر رکھ دیا تھا۔

''شی؟'' وہ اپنے منہ پر انگلی رکھ کر انہیں خاموش رہنے کے لیے کہہ رہے تھے۔

''اتنے سالوں بعد وہ مجھے ملی ہے، ایسا نہیں کر سکتی وہ۔'' وہ ہذیانی انداز میں بولے تھے۔

''وہ ایسی نہیں ہے۔'' انہیں اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔

''خبردار! اگر تم نے ایسا سوچا بھی تو۔۔'' وہ اپنے حواسوں میں نہ لگتے تھے، عدیل نے ان کا ہاتھ پکڑا اور باہر کی جانب بڑھا۔

''آپ میرے ساتھ آئیں پھوپھا جان۔'' وہ انہیں بہلا پھسلا کر گاڑی میں بٹھانے میں کامیاب ہو گیا تھا، بے دم ہو کر انہوں نے سیٹ کی پشت سے سر ٹکا دیا تھا، گاڑی کے پیچھے ایمبولینس آ رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

''ہیلو بیوٹی کوئین۔'' زین باہر سے آیا تھا اور آتے ہی حال کو دیکھ کر شروع ہو گیا۔

''زین؟'' انہوں نے آنکھیں نکالیں۔

''ماں ہوں میں تمہاری۔'' انہوں نے تنبیہی نظروں سے اسے دیکھا تو وہ ہنس دیا۔

''ماں! آپ کی خوبصورتی کی تعریف کر رہا ہوں، آپ کو تو خوش ہونا چاہیے۔'' اس نے مسکراہٹ دباتے ہوئے شرارت سے کہا۔

''اب کہاں خوبصورت ہوں زین۔'' انہوں نے سرد آہ بھری۔

''اب تو ایک شکستہ کھنڈر بن چکی ہوں۔'' زین ان کے دل میں چھپے درد کو اچھی طرح سمجھتا تھا، ایسا نہ تھا کہ اسے ان کے دکھوں کا اندازہ یا پرواہ نہ تھی مگر اس نے ہمیشہ ان کو خوش کرنے، ہنسانے اور ان کا غم ہلکا کرنے کی کوشش کی تھی مگر وہ یہ نا جانتا تھا کہ ایک عورت اپنے شوہر کی موت کا غم نہیں بھلا سکتی، یہ ایسا غم ہے جو گزرتے وقت کے ساتھ اور بڑھتا ہے، دن میں سلگتا اور راتوں کو لو دیتا ہے۔

''کھنڈر بتاتا ہے کہ عمارت حسین تھی۔'' وہ ابھی بھی غیر سنجیدہ تھا، اس نے بات کو مذاق میں اڑانا چاہا۔

''کھانا کھاؤ گے یا کھا کر آئے ہو؟'' انہوں نے خود ہی موضوع بدل دیا تھا، وہ بیٹے کو اداس نہ کرنا چاہتی تھیں، جانتی تھیں وہ بظاہر ہنستا رہتا ہے مگر اس کی زندگی میں بھی رشتوں کی بہت کمی اور محرومیاں ہیں۔

''ارے میری شہد سے زیادہ میٹھی ماں، میں بھلا کیوں کھانا کھا کر آؤں گا، آف کورس آپ کے ہاتھ کا کھانا کھاؤں گا۔'' وہ اٹھ کر چلی گئی تھیں، کچھ دیر میں انہوں نے اسے آواز دی تھی۔

''زین! آجاؤ بیٹا، کھانا گرم ہو گیا ہے۔'' وہ اٹھ کر کچن میں آ گیا تھا، وہ کھانا ٹیبل پر رکھ چکی تھیں زین نے پانی لا کر رکھا اور سلاد بنانے لگا۔

''رہنے دو، یہ تمہارے کرنے کا کام نہیں۔'' انہوں نے چھری اس کے ہاتھ سے پکڑنا چاہی۔

''رہنے دیں ماں!'' اس نے ہاتھ پیچھے کر لیا۔

''ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سب کام خود اپنے مبارک ہاتھوں سے کرتے تھے، تو ہم کیا چیز ہیں۔'' وہ محبت سے اپنے پیارے بیٹے کو دیکھنے لگیں۔

''ماما اسلام یہ ہرگز نہیں کہتا کہ گھر کے سب کام صرف عورت کی ذمہ داری ہیں، مرد کو بھی اس کا ہاتھ بٹانا چاہیے۔'' سلاد بن گیا تھا اور وہ ہاتھ دھو آیا تھا۔

''میں بہت خوش قسمت ہوں زین کہ تم میرے بیٹے ہو۔'' انہوں نے محبت پاش نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''وہ تو آپ ہیں۔'' اس کی فطری شرارت وغیرہ سنجیدگی عود کر آئی تھی، جواب میں وہ مسکرا دیں۔

''آپ کا کالج کیسا جا رہا ہے؟'' اس نے سالن پلیٹ میں نکالتے ہوئے استفسار کیا۔

''آج کل بہت مصروفیت ہے، ایڈمشنز ہو رہے ہیں ناں، اس لئے۔'' وہ بتانے لگیں۔

''ماں میرا دل کرتا ہے بہت سارا کماؤں اور آپ بیٹھ کر عیش کریں بس۔'' وہ ان کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

''زین بیٹا پہلی بات یہ کہ بہت زیادہ دولت کی ہوس اچھی چیز نہیں ہے اور رہی بات بیٹھ کر عیش کرنے کی تو یہ نا اللہ کو پسند ہے اور نا ہی خود مجھے۔'' انہوں نے پیار سے سمجھایا۔

''حدیث شریف ہے کما کر کھانے والا اللہ کا دوست ہوتا ہے۔'' اس نے تو ان کی محبت میں ایسا کہا تھا، ان کی بات پر وہ کچھ خجل سا ہو گیا کے غلط موقع پر بات کر گیا تھا۔

''سوری ماں!'' اس نے فوراً معذرت کر لی تھی، وہ مسکرا دیں۔

☆.....☆.....☆

فارقلیط حسن واپس آیا تو دیکھا عروبہ ٹس سے مس نہ ہوئی تھی، اسے اندازہ نہ تھا کہ وہ اس کی بات کو اتنا سنجیدہ لے گی۔

''عروبہ تم تیار کیوں نہیں ہوئی؟ وہ اس کے پاس آ کر بولا مگر جواب ندارد۔

''کیا ہو گیا یار Now leave it'' اس نے عروبہ غضنفر کا ہاتھ پکڑا۔

''فارقلیط حسن ہاتھ چھوڑیں میرا۔'' اس نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا مگر اس کی گرفت مضبوط تھی۔

''اتنا غصہ۔'' وہ ہولے سے مسکرایا۔

''اگر مجھے پتا ہوتا کہ تم غصے میں اتنی پیاری لگتی ہو تو ہر روز ایک دفعہ تو تمہیں غصہ ضرور دلاتا'' وہ اس کی جانب دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا تو عروبہ اٹھ کھڑی ہوئی، اس کا ہاتھ ابھی بھی فارقلیط حسن کے ہاتھ میں تھا، وہ اس کی جانب نہ دیکھ رہی تھی۔

''اچھا یہ بتاؤ تم کیسے مانو گی، کس طرح مناؤں تم کو؟'' وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''آپ مردوں کے لئے تو شاید یہ کوئی بڑی بات ہی نہیں ہے کہ جب چاہا عورت کے کردار پر الزام لگا لیا، اور پھر کہا جانے دو۔'' وہ جذباتی ہو رہی تھی۔

''اس طرح مجھ سے بات نہ کرو عروبہ۔'' فارقلیط حسن نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا، وہ اپنا ہاتھ سہلانے لگی۔

''اگر مجھے تمہارے کردار پر ذرا بھی شک ہوتا تو تم سے شادی نہ کرتا۔'' اس نے واضح کیا۔

''دوبارہ کبھی ایسا سوچنا بھی مت اور میں یہ بات دوہراؤں گا نہیں۔'' وہ باہر کی جانب بڑھا تھا، عروبہ خاموشی سے اسے جاتا دیکھتی رہی۔

''اگر باہر جانے کا موڈ ہے تو آ جانا، میں ویٹ کر رہا ہوں لاؤنج میں۔'' وہ کمرے سے باہر نکل گیا، عروبہ دوبارہ بیٹھ گئی تھی، اسے بہت گھبراہٹ محسوس ہو رہی تھی دل کو عجیب بے نام سی بے کلی لاحق ہو گئی تھی۔

''فروا تم ٹھیک ہو'' وہ آنکھیں موندے بیٹھی تھی۔

''پاپا آپ کہاں ہیں؟'' اسے رہ رہ کر سب یاد آ رہے تھے۔

''نویلہ، علیشہ تم دونوں خیریت سے ہو'' دل کسی انہونی کے احساس سے کانپنے لگا۔

''کیوں دل اتنا پریشان ہے؟'' وہ اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگی تھی، بے چینی کسی طرح کم نہ ہو رہی تھی، فارقلیط حسن لاؤنج میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا، جب آدھا گھنٹہ گزر گیا اور وہ باہر نہ آئی تو مجبوراً اسے خود ہی آنا پڑا۔

''عروبہ!'' وہ بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی، وہ اس کے قریب آن رکا۔

''عروبہ!'' اس نے اس کا گال تھپتھپایا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی، اب فارقلیط حسن اسے زور زور سے آوازیں دینے لگا تھا۔

''عروبہ آنکھیں کھولو پلیز۔'' وہ بے ہوش پڑی تھی، فارقلیط حسن تیزی سے بیڈروم سے باہر نکلا تھا۔

''ڈیڈی!'' وہ عجلت کے عالم میں گھبرایا ہوا ان کے روم میں داخل ہوا تھا۔

''عروبہ کو پتا نہیں کیا ہو گیا ہے۔'' اس کے ہاتھ پاؤں پھول رہے تھے، آج سے پہلے حسن بہزاد نے اسے کبھی ایسے پریشان اور گھبراہٹ میں بات کرتے نہ دیکھا تھا، انہیں پہلی مرتبہ اندازہ ہوا تھا کہ وہ عروبہ کو کتنا چاہتا ہے۔

☆.....☆.....☆

''فروا!'' رات اس نے سولی پر لٹکتے، تنہا روتے ہوئے گزاری تھی، اسے یقین ہو چلا تھا کہ وہ اپنا واحد رشتہ، اپنا سب کچھ اپنی پیاری ماں کو کھو چکی ہے۔

''ماموں!'' وہ دوڑ کر ان کے پاس آئی تھی۔

''ماموں امی!'' اس سے آگے وہ بول ہی نہ سکی، اس میں کچھ بھی پوچھنے یا سننے کی ہمت ہی نہ تھی۔

''کیوں جانے دیا تھا تم نے اسے۔'' شدت ضبط سے ان کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

''آپ۔۔۔۔رو کیوں۔۔۔۔رہے ہیں۔'' اس نے بیدردی سے اپنے آنسو رگڑ ڈالے تھے۔

''وہ چلی گئی ہے فروا، اب کبھی واپس نہیں آئے گی۔'' ان کی آنکھ سے آنسو چھلک پڑے تھے، فروا بے یقینی کے عالم میں آنکھیں پھاڑے انہیں دیکھ رہی تھی۔

''گل افزاء کا روڈ ایکسیڈنٹ میں انتقال ہو گیا ہے فروا'' وہ رو رہے تھے، فروا خاموش کھڑی تھی، اس کا دل تو اسے ایسی خبریں رات سے سنا رہا تھا مگر وہ مان نہ رہی تھی۔

''امی ایسا نہیں کر سکتیں میرے ساتھ، جھوٹ ہے یہ۔'' وہ ایک دم جیسے ہوش میں آئی تھی۔

''غضنفر علی لے کر گئے تھے، میری امی کو، ماموں جائیں ان سے پوچھیں امی کہاں ہیں۔'' وہ زور زور سے سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔

''میری امی مجھے واپس لا دیں، پلیز ماموں۔'' وہ ہاتھ جوڑے کھڑی تھی اور ان میں ہمت نہ تھی کہ آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھتے، وہ واپس مڑے اور باہر نکل گئے۔

امی پلیز واپس آ جائیں، مجھے آپ کی گود میں سر رکھ کر رونا ہے، امی مجھے رات بہت ڈر لگتا رہا ہے، موسیٰ بھی مجھے چھوڑ کر چلے گئے، امی انہوں نے مجھے مارا ہے۔'' اس کی چیخیں دیواروں سے ٹکرا کر پلٹ رہی تھیں، مگر وہ تنہا ہو چکی تھی، اسے چپ کروانے والا وہاں کوئی نہ تھا، وہ زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔

☆.....☆.....☆

''غضنفر!'' وہ فائل دیکھنے میں مگن تھے جب گل افزاء ان کے سامنے آ بیٹھی تھی۔

''ہوں۔'' انہوں نے پل بھر کو فائل سے نظریں ہٹا کر اس کی جانب دیکھا اور دوبارہ توجہ فائل پر مرکوز کر لی۔

''آپ کو موت سے ڈر لگتا ہے؟'' وہ اکثر ایسی باتیں کیا کرتی تھی غضنفر علی نے لمحے بھر کو اس کی جانب دیکھا۔

''ہوں۔'' انہوں نے صرف اتنا کہا۔

''مجھے موت سے ڈر نہیں لگتا۔'' وہ پرسکون لہجے میں بولی، غضنفر علی نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا جیسے اس کی دماغی حالت پر شبہ ہو، پھر ہنس دیئے۔

''تو پھر تم موت کی حقیقت سے واقف ہی نہیں ہو۔'' وہ بولے۔

''واقف ہوں۔'' وہ دوبارہ کہنے لگی۔

''مجھے موت سے زیادہ قبر کی تنہائی سے خوف آتا ہے، مرنے کے بعد اکیلے ہو جانے سے ڈر لگتا ہے۔'' اس کے لہجے میں ایک دم ہی عجیب سا خوف عود کر آیا تھا، غضنفر علی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''ابھی ہمیں بہت سارا جینا ہے ایک ساتھ ایسی باتیں مت سوچا کرو'' غضنفر علی اسے ٹوک گئے۔

غضنفر علی اپنے بیڈروم میں تھے اور یادوں کی کھڑکی کھولے بیٹھے ماضی کے دھندلکوں میں گم تھے۔

''صرف ایک کپ کافی، میری کہاں ہے؟'' اس کا اداس بھیگا لہجہ جیسے ابھی ابھی ان کے کانوں میں گونجا تھا۔

''غضنفر آپ کی محبت نے مجھے کتنا امیر کر دیا ہے، ہر دکھ اور غم سے آزاد ہو گئی ہوں۔'' وہ کتنی مسرور تھی۔

''میں جنت میں حوروں کو آپ کے پاس نہیں آنے دوں گی، ان سے کہوں گی کہ غضنفر صرف میرے ہیں۔'' اس کا محبت سے بھرپور لہجہ ان کے دل پر چھریاں چلا رہا تھا۔

''میرے مرنے کے بعد بھی دوسری شادی نہ کرنا ورنہ میں قبر سے نکل کر آپ سے لڑنے آ جاؤں گی۔'' وہ دھمکی آمیز شرارت سے کہہ رہی تھی ہر طرف سے یادیں غضنفر علی پر پتھراؤ کر رہی تھیں اور ان کا وجود ہی نہیں روح بھی لہولہان ہو چکی تھی۔

''آپ کیسے اتنا بدل گئے غضنفر، آپ تو مجھے بہت چاہتے تھے۔'' اس کی سسکیاں غضنفر علی کو صاف سنائی دے رہی تھیں، وہ اٹھ کر کھڑکی میں جا کھڑے ہوئے تھے۔

''گل افزا؟'' ان کے آنسو تیزی سے بہہ رہے تھے۔

''مت جاؤ مجھے چھوڑ کر، بہت مشکل سے ملی ہو مجھے۔'' ان کا دل دکھ سے نڈھال تھا، بے بسی انتہاؤں پر تھی۔

''انیس سال تمہارے وجود کی خوشبو اس گھر میں تلاش کرتا رہا ہوں، خوابوں میں تمہیں یہاں چلتے ہوئے دیکھتا رہا ہوں، گل افزاء

مت جاؤ۔'' کمرے کا دروازہ کھلا تھا مگر انہیں پتا نہ چل سکا، نویلہ بے آواز قدموں سے چلتی ہوئی ان کے قریب آئی تھی۔

''پاپا!'' اس نے انہیں پکارا تھا مگر ان کے وجود میں کوئی جنبش نہ ہوئی، وہ اسی طرح کھڑے رہے۔

''پاپا؟'' اس نے اپنا ہاتھ ان کے شانے پر رکھا تھا، وہ آہستگی سے مڑے تھے۔

''بیٹا!'' ان کے آنسو اور بھی تیزی سے بہنے لگے تھے نویلہ نے باپ کو روتے دیکھا تو خود پر ضبط کھونے لگی۔

''آپ رو رہے ہیں؟'' اس نے ہاتھ بڑھا کر ان کے آنسو پونچھے تھے۔

''پلیز مت روئیں پاپا۔'' وہ ان کے سینے پر سر رکھے سسک اٹھی تھی۔

''میں نے بہت برا کیا اس کے ساتھ محبت میں کیے تمام وعدے بھلا دیئے، دو تو بہت معصوم تھی، بہت جلدی گھبرا جاتی تھی، اس نے تنہا زندگی کیسے گزاری ہوگی، وہ میرے جھوٹے وعدوں کو یاد تو کرتی ہوگی۔'' وہ بیٹی سے اپنا دکھ کہہ رہے تھے۔

برسوں جو آنسو کسی کے سامنے نہ بہا سکے تھے، آج اس کے سامنے بہا رہے تھے، انہیں کبھی کوئی کندھا میسر ہی نہ آیا تھا، وہ کس سے اپنا دکھ کہتے۔

''میری بے وفائی اور بے حسی نے اسے اتنا دکھی اور اکیلا کر دیا ہوگا، میں نے کبھی تصور بھی نہ کیا تھا، میری وجہ سے وہ اپنی بیٹی سے دور ہوئی، پتا نہیں اسے کتنا یاد کرتی ہوگی، کیسے اس کے بغیر اتنے برس گزارے۔'' انہیں ہر دکھ رلا رہا تھا، گل افزاء سے کی گئی ایک ایک زیادتی یاد آ رہی تھی۔

''وہ بیٹی سے ملے بغیر ہی چلی گئی۔'' نویلہ زار و قطار رو رہی تھی۔

''میں نے اس کا بہت دل دکھایا، اس کے لبوں سے مسکراہٹ چھین کر ہمیشہ کے لئے آنسو اس کی آنکھوں میں بھر دیئے تھے۔''

نویلہ کے دل پر چوٹ لگی تھی تو اسے محبت کرنے والوں کا درد محسوس ہونے لگا تھا، اس کا دل گداز ہو گیا تھا، وہ اپنے باپ اور گل افزاء دونوں کے دکھ کو سمجھ سکتی تھی مگر وہ اپنے باپ کے لئے کچھ نہ کر سکتی تھی، کیونکہ محبت کا زخم کھانے والوں کے لئے کسی کے پاس مرہم نہیں ہوتا، محبت میں لگنے والی چوٹ کے لئے کوئی مرہم آج تک بن ہی نہیں سکا۔

☆.....☆.....☆

عیسیٰ احمد سو کر اٹھا تو جو خیال سب سے پہلے اس کے ذہن میں ابھرا وہ یہ تھا کہ وہ عروبہ غضنفر کو چھوڑ کر آ گیا ہے، اسے یاد آ رہا تھا کہ یہاں سے جاتے ہوئے وہ کتنا ایکسائیٹڈ تھا، اسے کب خبر تھی کہ وہ اپنا سکون اور چین لٹانے کے لئے جا رہا ہے۔

''عروبہ بلاشبہ تمہارا شوہر ایک شاندار شخص ہے مگر خدا کی قسم وہ تمہیں مجھ سے زیادہ نہیں چاہ سکتا اور یہ وقت ثابت کرے گا تم پر۔''

وہ فریش ہونے چلا گیا تھا، واپس آیا تو اپنے لئے کافی بنانے لگا، وہ کچن میں کھڑا بہت خاموشی سے کافی بنا رہا تھا، مگر ذہن مسلسل عروبہ کی طرف لگا ہوا تھا۔

''بس ایک کپ کافی عیسیٰ!'' وہ آواز سن کر تیزی سے مڑا تھا، وہ اس کے سامنے کھڑی تھی۔

''میرے لئے نہیں بناؤ گے؟'' وہ آنکھیں پھاڑے دیکھ رہا تھا۔

''عروبہ؟'' اس نے ہاتھ آگے بڑھایا اور وہ غائب ہوگئی، ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے وہ ایک کپ کافی اس کے لئے بنانے لگا۔

''آجاؤ عروبہ، میں نے بنالی تمہاری کافی'' وہ دونوں کپ سامنے رکھے اس کا منتظر تھا، مگر وہ شاید بھول چکا تھا کہ وہ اس کی دسترس سے بہت دور جا چکی تھی، کبھی بھی واپس نہ آنے کے لیے۔

نا جانے وہ کتنی دیر اس خود فریبی میں مبتلا رہتا کہ اس کے موبائل پر کال آنے لگی، یہ اس کا دوست جمال تھا، اس نے کال ریسیو کیے بغیر موبائل واپس رکھ دیا تھا۔

''تو یہ طے ہوا عروبہ کہ تم مجھ سے دور جا چکی ہو، ہمیشہ کے لئے۔'' اس نے کافی وہیں چھوڑی اور گھر سے باہر آ گیا، وہ بے مقصد سڑکوں پر گھوم رہا تھا، وہ کسی سے بات نہ کرنا چاہتا تھا، کسی کو دیکھنا نہ چاہتا تھا، وہ صرف عروبہ غضنفر کو دیکھنا اور سننا چاہتا تھا اور ایسا ممکن نہ رہا تھا اس کے موبائل پر ایک دفعہ پھر کال آنے لگی تھی۔

''ہیلو!'' دوسری جانب سے عدیل نے اسے جو خبر سنائی اسے سن کر اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔

''ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟'' اس نے زیر لب بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

''یہ ہو گیا ہے عیسیٰ؟'' اس نے کہا، کچھ دیر بات کرنے کے بعد اس نے فون بند کر دیا تھا۔ عیسیٰ احمد کو گل افزاء کی موت کا بہت دکھ ہوا تھا۔ اسے غضنفر علی پر کبھی غصہ آتا تھا اور کبھی ترس۔

''جو اپنی محبت کو سنبھال نہ سکے اس کی قدر اور Protect نہ کر سکے اسے محبت کرنے کا کوئی حق نہیں۔'' وہ خود کلامی کے انداز میں بڑبڑایا تھا، اس کا دل دکھ سے بھرنے لگا تھا۔

''محبت کرنے والوں کی قسمت میں جدائی کیوں لکھ دی جاتی ہے۔'' دو قسمت کی ستم ظریفی پر حیران تھا غضنفر علی نے ساری زندگی گل افراز کا انتظار کیا تھا اور اب جو وہ ملی تھی تو فوراً بچھڑ بھی گئی تھی، وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''کیا میں بھی غضنفر انکل جیسا ہوں؟'' اس نے اپنے دل سے سوال کیا تھا، مگر اس کا دل خاموش تھا۔

''میں بھی ان کی طرح اپنی محبت کی حفاظت نہ کر سکا، وہ میرے ہاتھوں سے ریت کی طرح پھسل گئی اور میں دیکھتا رہا گیا۔'' تمام رات وہ سڑکوں پر بے مقصد، آوارہ گھومتا رہا تھا، اس کا گھر جانے کے لئے جی ہی نہ چاہ رہا تھا، گھر میں کون تھا، جو اس کا منتظر تھا، جس کے لئے وہ جاتا خاموشیاں، تنہائیاں، اداسیاں اور ویرانیاں۔

☆.....☆.....☆

ڈیڈی نے اسے کوئی جواب نہ دیا اور اپنے بیڈروم سے نکل کر فارقلیط حسن کے روم کی جانب بڑھے، جہاں عروبہ بے ہوش پڑی تھی، ان کی تقلید میں وہ بھی کمرے میں داخل ہوا تھا، سامنے وہ بیڈ پر بے سدھ پڑی تھی۔

''عروبہ بیٹا!'' انہوں نے پاس جا کر اسے آواز دی تھی مگر جواب ندارد۔

''آنکھیں کھولو بیٹا!'' انہوں نے اس کا گال تھپتھپایا، مگر وہ اسی طرح بے حس و حرکت پڑی رہی، فارقلیط حسن کی جان پر بن آئی تھی۔

''ڈاکٹر نکلسن کو فون کرو۔'' انہوں نے اپنا موبائل نکال کر اسے تھمایا تھا، اگلے چند منٹوں میں وہ ان کے گھر پر تھے، وہ ان کے فیملی ڈاکٹر تھے۔

عروبہ کے پاس بیٹھے وہ اسے چیک کر رہے تھے، جبکہ فارقلیط حسن بے چینی کے عالم میں ادھر سے ادھر چکر کاٹ رہا تھا، بار بار وہ اس کے قریب آ کر کھڑا ہو جاتا تھا۔

She is mentaly disturbed and derpressed too much

ڈاکٹر نکلسن نے بتایا تو حسن بہزاد دل ہی دل میں شرمندہ ہونے لگے، ان کا خیال تھا کہ یہ ان کی وجہ سے ہوا ہے، انہیں عروبہ کے ساتھ اپنے رویے پر سخت افسوس ہونے لگا غور کیا تو پتا چلا کہ اس کا تو اس معاملے میں کوئی قصور ہی نہیں ہے، سارا قصور ان کے اپنے بیٹے کا تھا، ڈاکٹر نے کچھ میڈیسن لکھ کر دی اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

Take good care for her

وہ نسخہ انہیں تھماتے ہوئے ہدایات کر کے چلے گئے تھے۔

"Thank you doctor"

فارقلیط حسن نے اس کا شکریہ ادا کیا تھا، وہ چلا گیا، دونوں باپ بیٹا خاموش تھے حسن بہزاد بیٹے سے نظریں چرا رہے تھے، ڈاکٹر نے عروبہ کو انجکشن لگایا تھا اور کہا تھا کہ وہ آدھے گھنٹے تک ہوش میں آ جائے گی۔

فارقلیط حسن اس کے لئے سوپ بنانے کے لئے کچن میں چلا گیا تھا، جبکہ حسن بہزاد وہیں بیٹھے تھے، ان کا دل ہی نہ چاہ رہا تھا وہاں سے اٹھتے ہوئے۔

☆.....☆.....☆

غضنفر علی گل افزاء کی ڈیڈ باڈی ساتھ لے آئے تھے، ان کی موت کی خبر جب اس طرح سے ان کے بھائیوں تک پہنچی کہ وہ غضنفر علی کے ساتھ کہیں جا رہی تھیں اور راستے میں ان کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تو ان کے بھائیوں کا غم و غصے سے برا حال ہونے لگا، بڑے بھائی فوراً غضنفر علی کے سامنے موجود تھے۔

''ذرا بھی شرم اور انسانیت ہے تم میں؟'' نویلہ ان کے پاس موجود تھی، وہ انہیں دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

''ہماری بربادی تو اسی دن شروع ہو گئی تھی جب تم ہماری بہن سے پہلی مرتبہ ملے تھا۔'' وہ زہر اگل رہے تھے اور غضنفر علی کا وجود ان کے لفظوں کے زہر سے جلنے لگا تھا، نویلہ نے بے بسی سے اپنے مجبور باپ کو دیکھا تھا، اسے تو پتا ہی نہ تھا کہ اس کا باپ اتنا مظلوم ہے، وہ اتنا تنہا ہے اور اتنے بڑے دکھ اپنے سینے میں لئے پھر رہا ہے۔

''کیوں آ گئے تھے تم دوبارہ ہماری زندگیوں میں۔'' وہ زور سے دھاڑے تھے۔

''تم نے اسے مار دیا، مار کر ہی دم لیا۔'' انہوں نے آگے بڑھ کر غضنفر علی کا گریبان پکڑ لیا۔

''چھوڑیں انکل میرے پاپا کو۔'' نویلہ راستے میں آئی تھی، انہوں نے غصے سے بھرپور ایک کاٹ دار نظر اس پر ڈالی۔

''کہاں رکھی ہے اس بدنصیب کی لاش؟ لینے آیا ہوں میں۔'' وہ آنسو پیتے ہوئے بولے۔

''بھائی جان! پلیز یہ مت کریں، اس کا جنازہ یہاں سے اٹھنے دیں، میں آپ سے ریکویسٹ کر رہا ہوں۔'' انہوں نے آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ تھامنے کی کوشش کی، انہوں نے حقارت سے غضنفر علی کے ہاتھ جھٹک دیئے تھے نویلہ نے بمشکل ضبط کیا۔

''اس کا جنازہ انتیس سال پہلے تمہارے گھر سے اٹھ گیا تھا، اپنی ہی لاش کو اپنے ناتواں کندھوں پر اٹھائے، وہ خود پھر رہی تھی۔'' وہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں گویا ہوئے۔

''آج اس کا جنازہ اس گھر سے اٹھے گا جہاں اس نے بے بسی اور تنہائی کے انیس سال گزار دیئے، صبر، چپ اور ہمت کے ساتھ۔'' وہ واپس مڑنے لگے تھے غضنفر علی تیزی سے آگے بڑھے اور ان کا راستہ روکا۔

''مجھے اس کی لاش کو کندھا تو دینے دیں، میں ہاتھ جوڑتا ہوں آپ کے آگے۔'' وہ باقاعدہ ہاتھ جوڑے کھڑے تھے۔

''اس کی زندگی میں اسے سہارا نہ دے سکے، اسے تحفظ فراہم نہ کر سکے، اب تمہارے کندھا دینے یا نہ دینے سے اسے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔'' وہ ضبط کی انتہاؤں پر تھے، اکلوتی لاڈلی بہن دکھوں اور آہوں کے درمیان زندگی بسر کر کے ان سے دور جا چکی تھی اور اس کے اس حال کا سبب سامنے کھڑا شخص تھا، ان کا بس نہ چلتا تھا کہ اسے گولی مار دیں۔

''میں نے اس سے بہت محبت کی ہے، اتنا تو حق دیں مجھے۔'' وہ ایک مرتبہ پھر منت کرنے لگے تھے، نویلہ نے دکھ سے اپنے پیارے باپ کو دیکھا تھا اور آگے بڑھی۔

''تمہاری محبت نے ہی اسے ان حالوں کو پہنچایا تھا اور اب اس دنیا سے ہی چلی گئی'' نویلہ نے باپ کو ہاتھ سے پکڑ کر ان کے سامنے سے ہٹانے کی کوشش کی، وہ انہیں اس طرح بھیک مانگتا نہ دیکھ سکتی تھی۔

''اگر اس نے دکھ میں تنہا وقت گزارا ہے تو خوش میں بھی کبھی نہیں رہا۔'' وہ بولے تو ان کے لہجے کا کرب نویلہ صاف محسوس کر سکتی

تھی اور وہ تو خود اس بات کی گواہ تھی کہ اس کے باپ نے ساری زندگی کتنی تکلیف میں گزاری ہے ہمیشہ خود پر چپ اور سنجیدگی کی چادر اوڑھے رکھی ہنسی کبھی بھولے سے ان کے لبوں پر آتی بھی تو اس میں ایک کرب ہوتا تھا محسوس کی جانے والی اداسی چھپی ہوتی تھی۔

''ہاں، وہ تو دکھائی دے رہا ہے۔'' اس غم و صدمے کی حالت اور وقت میں بھی وہ طنز سے باز نہ آ رہے تھے۔

''ابھی تک جوان نظر آتے ہو، اسے دیکھا تھا، تمہارے دیئے گئے زخموں نے وقت سے پہلے اسے کتنا بوڑھا کر دیا تھا، اس کے ہم عمر اسے آنٹی کہہ کر بلاتے تھے۔'' وہ بولے تو غضنفر علی نے کوئی جواب نہ دیا بالکل خاموش رہے۔

''وقت تمہیں جیسے چھوئے بغیر گزار ہے اور اس پر ایک ایک لمحہ صدی کی طرح گزرا ہے۔'' وہ باہر نکل گئے تھے۔

''آپ کیا جانیں میرے دل نے کیسے وقت بتایا ہے، ایک ایک لمحہ میرے دل پر کیسے کیسے عذاب اترتے رہے ہیں۔'' وہ گل افزاء کی ڈیڈ باڈی لے کر چلے گئے تھے غضنفر علی کھڑکی سے یہ سارا منظر دیکھتے رہے تھے، انہوں نے اتنے سال اس کی واپسی کا انتظار کیا تھا، اسے یہاں چلتے پھرتے دیکھا تھا، اب جو آئی تو چار کندھوں پر چل کر، صوفیہ اس اچانک حادثے سے شاکڈ تھیں، عام حالات ہوتے تو ان کی بے حس اور خود غرض فطرت شاید بہت خوش ہوتی مگر وہ نویلہ کی وجہ سے اس قدر پریشان تھیں کہ اس واقعے نے انہیں ڈسٹرب کیا تھا، وہ جانتی تھیں کہ گل افزاء غضنفر علی کے لئے کیا ہے اور اب ان کا آسانی سے سنبھلنا ممکن نہیں۔

☆.....☆.....☆

عروبہ نے آنکھیں کھولیں تو خود کو بیڈ پر چت لیٹا ہوا پایا، فوری طور پر وہ کچھ بھی نہ سمجھ سکی، نہ ہی اسے کچھ یاد آیا، مگر رفتہ رفتہ اسے فارقلیط حسن کی باتیں یاد آنے لگیں، اس کے منہ سے سسکاری نکل گئی۔

''عروبہ بیٹا!'' حسن بہزاد کرسی گھسیٹ کر اس کے قریب آ بیٹھے، انہیں اپنے پاس دیکھ کر وہ خوشگوار حیرت میں مبتلا ہو گئی مگر بولی کچھ نہ، بس انہیں دیکھے گئی۔

''اب طبیعت کیسی ہے؟'' انہوں نے شفقت سے ہاتھ اس کے سر پر پھیرا تو وہ اس کایا پلٹ پر حیران، بس سر ہلا سکی۔

''مجھے معاف کر دو بیٹا۔'' وہ نادم دکھائی دیتے تھے۔

''مجھے آپ سے تو کوئی گلہ نہیں، نہ ہی آپ پر غصہ ہے، مجھے فارقلیط حسن نے ہرٹ کیا ہے بیٹا۔'' وہ سر جھکائے بیٹھے ہولے ہولے بول رہے تھے، عروبہ غضنفر خاموشی سے انہیں سن رہی تھی۔

''سب والدین اپنی اولاد کے لئے بہت کچھ کرتے ہیں، مگر یقین کرو بیٹا میں نے اسے ماں اور باپ دونوں بن کر پالا ہے، میری زندگی کی واحد خوشی اور خوشیوں کا محور اسی کی ذات ہے میں بہت دھوم دھام سے اس کی شادی کرنا چاہتا تھا، مگر اس نے میری تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا، میرا غصہ ناجائز تو نہیں؟'' انہوں نے اچانک سر اوپر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا تھا۔

''جی۔'' وہ بدقت تمام بول پائی۔

''کم از کم میرا انتظار کر لیتا، جو بھی مجبوری تھی مجھے بتاتا، میں فوراً پاکستان آتا، خود آپ کے سر پر ہاتھ رکھ کر عزت سے آپ کو بیٹی بنا کر لاتا۔'' دھیمے لہجے میں نرمی سے بات کرتے ہوئے وہ بالکل فارقلیط حسن جیسے ہی لگ رہے تھے۔

''مجھے اس بات نے ہرٹ کیا کہ میرے بیٹے نے مجھ پر اعتبار نہیں کیا، پوچھنا تو درکنا مجھے بتانا بھی ضروری خیال نہ کیا، اتنا تو میرا حق بنتا تھا نا بیٹا۔'' عروبہ غضنفر کو شرمندگی نے آن گھیرا اسے تو پہلے ہی اس بات کا بہت افسوس تھا کہ فارقلیط حسن کے ڈیڈی اس کی وجہ سے ناراض ہوئے آج جب انہوں نے بات کی تو اس کے دل پر بوجھ مزید بڑھنے لگا۔

''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں انکل'' وہ اثبات میں سر ہلانے لگی۔

''انکل نہیں، مجھے ڈیڈی کہو، جیسے فارقلیط حسن کہتا ہے۔'' انہوں نے اپنائیت سے کہا، دروازہ کھول کر فارقلیط حسن اندر آیا تھا، عروبہ نے اس کی جانب دیکھا تھا، وہ آکر ان دونوں سے فاصلے پر جا بیٹھا تھا، سوپ اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔

''لیکن بیٹا مجھے آپ پہلی نظر میں ہی بہت اچھی لگی تھیں، اس کی دوستوں سے بہت مختلف اور میں تب بہت حیران ہوا تھا جب میں نے آپ کو نماز اور قرآن پاک پڑھتے دیکھا تھا، مجھے اس کے انتخاب پر حیرت بھی ہوئی تھی اور خوشی بھی، پہلی مرتبہ زندگی میں اس نے کوئی ڈھنگ کا کام کیا ہے۔'' وہ بول رہے تھے اور فارقلیط حسن سر جھکائے خاموش بیٹھا رہا تھا۔

''ایسے شادیاں نہیں ہوتیں بیٹا، اس طرح کر کے اس نے آپ کو بھی اپنے سرکل میں de - value کیا، اسے کوئی کام طریقے سے کرنا نہیں آتا۔'' وہ اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

''مگر میں تم سے ناراض نہیں ہوں، آج سے تم میری بیٹی ہو، اپنا ہر پرابلم، بات اور ضرورت مجھ سے کہہ سکتی ہو، شیئر کر سکتی ہو۔'' وہ دروازے کی جانب بڑھے۔

''ڈیڈی!'' فارقلیط حسن نے آگے بڑھ کر ان کا راستہ روک لیا تھا۔

''میں جانتا ہوں میں اس دنیا میں سب سے برا بیٹا ہوں مگر پھر بھی مجھے معاف کر دیں۔'' وہ سر جھکائے کھڑا تھا۔

''مجھے احساس ہے میں نے آپ کا دل توڑا، مگر بلیوی ڈیڈی، بات شادی کی نہیں، عروبہ کی زندگی کی تھی، اس وقت اگر میں اسے نہ اپناتا نا جانے اس کے ساتھ کیا ہوتا اور پتا نہیں یہ مجھ سے کتنی دور چلی جاتی، اگر میں آپ سے اجازت مانگتا اور آپ انکار کر دیتے، پھر میرے لئے بہت مشکل ہو جاتا اسے اپنانا۔'' وہ ایک مرتبہ پھر انہیں اپنی مجبوری کی داستان سنا رہا تھا، چند ثانیے خاموش کھڑے اسے دیکھتے رہے اور پھر باہر نکل گئے، وہ بے بسی سے انہیں جاتا دیکھتا رہا۔

☆.....☆.....☆

فروا بے ہوش تھی، اسے ہوش نہ آ رہا تھا گل افزاء کا جناز ہو چکا تھا غضنفر علی نے جنازے میں شرکت کی تھی، گل افزاء کے دونوں بھائی انہیں دیکھ کر صبر کے گھونٹ پی کر رہ گئے موسیٰ علی کو جیسے ہی خبر ملی وہ پہلی فلائٹ سے ہی واپس آ گیا تھا، وہ اس خبر کو سن کر شاکڈ رہ گیا تھا اور اس کی پریشانی میں اضافہ فروا کی حالت دیکھ کر ہوا تھا۔

''ان کا نروس بریک ڈاؤن ہو گیا ہے۔'' وہ ہاسپٹل میں ایڈمٹ تھی، نویلہ اور شاہ زیب اس کے پاس تھے غضنفر علی بھی جنازے کے بعد وہیں آ گئے تھے۔

''پاپا؟'' وہ کسی بے جان بت کی مانند کھڑے تھے، نویلہ ان کے پاس آئی تھی ان کے ساکت وجود میں ہلکی سی جنبش بھی نہ ہوئی تھی۔

''وہ ٹھیک ہو جائے گی، ڈونٹ وری۔'' اس نے اپنا ہاتھ ان کے شانے پر رکھا تھا، انہوں نے ایک نظر اپنی اس چھوٹی، حساس بیٹی کو دیکھا تھا، وہ نا جانتے تھے کہ وہ اتنی حساس ہے، اس کا دل اتنا نرم ہے، اس نے مشکل کی اس گھڑی میں باپ کے دکھ کو جس طرح محسوس کیا تھا، ان کا ہر قدم پر ساتھ دیا تھا وہ اس کے ممنون ہو گئے تھے۔

''اب کچھ بھی ٹھیک نہیں ہو گا نویلہ بیٹا۔'' ان کے درمیان لمبی چپ حائل رہی تھی، جسے غضنفر علی کی آواز نے توڑا تھا۔

''نہ کبھی میری زندگی میں کچھ ٹھیک ہوا ہے اور نہ گل افزا اور اس کی بیٹیوں کی زندگی میں۔'' وہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں بول رہے تھے، شاہ زیب میڈیسن لینے گیا تھا، واپس آ کر ان کے پاس کھڑا ہو گیا۔

''یہاں کیا لینے آئے ہو؟'' فروا کے دونوں ماموں، موسیٰ علی کے ساتھ وہاں آ گئے تھے نویلہ نے پریشان ہوتے ہوئے ان کی جانب دیکھا تھا۔

''وہ بیٹی ہے میری۔'' وہ لجاجت سے بولے تھے موسیٰ علی نے نا سمجھی کے عالم میں پہلے غضنفر علی اور پھر دونوں ماموں کی جانب دیکھا تھا ان کی باتیں اس کی سمجھ سے باہر تھیں۔

''نہیں مانتی وہ تمہیں اپنا باپ۔'' چھوٹے ماموں غصے سے چلائے۔

''تمہاری شکل تک دیکھنے کی روادار نہیں وہ۔'' بڑے ماموں نے کہا۔

''تایا جان آئیں ہم گھر چلتے ہیں، دوبارہ آ جائیں گے۔'' شاہ زیب نے صورتحال کو بگڑتے دیکھا تو ان کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔

''جب تک اسے ہوش نہیں آ جاتا میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا۔'' وہ ضد کرنے لگے۔

''کیا ثابت کرنا چاہتے ہو اور کس پر کرنا چاہتے ہو، جو تمہارے ان ڈراموں کو سچ مانتی تھی وہ نہیں رہی۔'' بڑے ماموں نے کہا۔

''پاپا پلیز آئیں ہم گھر چلتے ہیں، شام کو دوبارہ آ جائیں گے۔'' نویلہ نے انہیں بچوں کی طرح پچکارا۔

''نویلہ، وہ میری بیٹی ہے، میرے جگر کا ٹکڑا۔'' وہ منت بھرے لہجے میں بولے، مگر نویلہ اور شاہ زیب انہیں زبردستی لے آئے تھے،

موسیٰ علی اس ساری صورتحال سے بہت حیران تھا اسے تو یہ ابھی پتا چلا تھا کہ فروا کے پاپا زندہ ہیں اور یہ کہ وہ اتنے امیر کبیر انسان ہیں اور اسی شہر میں رہتے ہیں۔

☆.....☆.....☆

زین کو آفس سے پتا چلا تھا کہ موسیٰ علی کی رشتے کی خالہ وفات پا گئی ہیں وہ اور ان کی بیٹی اس کے ساتھ گھر میں ہی رہتی تھیں، جب سے اسے پتا چلا تھا اس کا دل بہت دکھی اور بے چین ہوا، اسے یقین تھا کہ وہ اس لڑکی کی والدہ ہوں گی جسے اس نے موسیٰ علی کے لاونج میں بیٹھے روتے دیکھا تھا۔

''وہ تو پیپر میں فیل ہونے پر اتنا رو رہی تھی اس دکھ پر اس کی کیا حالت ہوگی۔'' وہ جب سے آفس سے آیا تھا، بہت خاموش اور اداس تھا کسی کام میں اس کا دل نہ لگ رہا تھا۔

''کیا بات ہے زین، اتنے سنجیدہ کیوں ہو، طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟'' بالآخر انہوں نے بیٹے سے پوچھ ہی لیا۔

''جی امی؟'' اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''خیریت ہے نا؟'' انہیں تشویش ہونے لگی تھی۔

''باس کی خالہ کی ڈیتھ ہوگئی ہے۔'' اس نے بتایا۔

''اوہ۔'' انہوں نے تاسف سے سر ہلایا۔

''کیا ہوا تھا انہیں؟'' وہ پوچھنے لگیں۔

''ایکسیڈنٹ۔'' اس نے مختصر جواب دیا۔

''موت کتنی بے رحم ہوتی ہے نا ماں۔'' اس نے ایک دم سر اوپر اٹھایا تھا، اس کی آنکھوں میں موجزن درد وہ صاف دیکھ سکتی تھیں۔

''ہاں۔'' وہ گہری سانس فضا کے سپرد کرتے ہوئے بولیں۔

''اس دنیا کی سب سے بڑی اور تلخ حقیقت۔'' وہ بولیں، زین چپ ہو گیا تھا اس کے بعد دونوں کے درمیان کوئی بات نہ ہوئی تھی۔

''کیا واقعی مجھے صرف انسانیت کے ناطے اس سے ہمدردی ہے؟'' اس نے اپنے دل کو ٹٹولا تھا، جواب بہت خطرناک اور توقع کے خلاف تھا وہ آئینے کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

''مجھے تو اس کا نام تک معلوم نہیں۔'' وہ زیر لب بڑبڑایا۔

''محبت روحوں کے ملن کا نام ہے، روحوں کی چاہت ہے اور روحوں کے نام نہیں ہوا کرتے، نام تو جسم کا ہوتا ہے۔'' دل نے دلیل دی تھی، وہ بے چینی کے عالم میں ادھر سے ادھر ٹہل رہا تھا، ایسے جذبات تو پہلے کبھی نہ ہوئے تھے، اس طرح تو اس نے پہلے کبھی کسی لڑکی

کے متعلق نہ سوچا تھا۔

''کیا مجھے اس سے محبت ہوگئی ہے؟'' وہ حیران تھا، اسے تو خبر ہی نہ ہوسکی کہ یہ حادثہ کب ہوا اور وہ اس کی زندگی میں اتنا اہم مقام حاصل کر گئی تھی، وہ اس واردات پر ابھی تک شاکڈ تھا

اس کے آس پاس بس ایک ہی صدا تھی، اس کی محبت کی صدا، اس کے عشق کی صدا، وہ مہربالب تھا۔

ہوئی شین الف میم خدا خیر کرے
میں آ گیا پھر جیم الف میم خدا خیر کرے
پہلا ہے مجھے ڈر ہے ہو نہ جاؤں کہیں
الف کاف الف میم خدا خیر کرے
میرے واسطے سکھ چین میرے واسطے تو
مدآرے الف میم خدا خیر کرے
شین قاف سے پالا ہے میرا جب سے پڑا
نہیں کاف الف میم خدا خیر کرے
اپنا تھا خدا جانے ہوا کیا اس کا
نون جیم الف خدا خیر کرے

☆.....☆.....☆

فارقلیط حسن چند ثانیے کھڑا بند دروازے کو دیکھتا رہا اور پھر پلٹ کر اس کے پاس آیا تھا، وہ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی، نظریں سامنے دیوار پر جمی ہوئی تھیں۔

''کیسا فیل کر رہی ہو؟'' وہ اس کے پاس بیٹھ گیا تھا، عروبہ نے نظر اٹھا کر اس کے پریشان چہرے کو دیکھا تھا۔

''ٹھیک ہوں۔'' اس نے کمزور آواز میں جواب دیا، فارقلیط حسن اسے دیکھے گیا، وہ اس کی طرف نہ دیکھ رہی تھی۔

''کب تک ناراض رہنے کا ارادہ ہے؟'' وہ اس کی غیر معمولی خاموشی اور سنجیدگی کو بھانپتے ہوئے گویا ہوا۔

''میں ناراض نہیں ہوں۔'' اس نے سر نفی میں ہلایا۔

''ہاں، وہ تو تمہارا انداز بتا رہا ہے۔'' اسے یقین نہ آ رہا تھا، اس نے عروبہ غضنفر کا ہاتھ پکڑا تھا۔

''فارقلیط حسن ہاتھ چھوڑیں میرا۔'' اس نے فوراً ہاتھ واپس کھینچا تھا، مگر اس کی گرفت مضبوط تھی۔

''چھوڑنے کے لئے نہیں پکڑا۔'' اس نے ہاتھ پکڑ کر اسے آگے کو کھینچا تھا، وہ اس کے قریب ہوئی تھی، وہ اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

i sware میرا وہ مطلب نہ تھا، میں تو یہ۔''

''فارقلیط حسن میں اس بات کو دوہرانا نہیں چاہتی، آپ نے جو بھی کہا، میں کوئی صفائی نہیں دوں گی، مجھے پتا ہے میں کیسی ہوں۔

''فارقلیط حسن نے سوپ کا باؤل اٹھالیا اور چمچ میں سوپ ڈال کر اس کی طرف بڑھایا۔

''تو پھر بے ہوش کیوں ہوئی تھی؟'' وہ ہنوز اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

''میں خود پی سکتی ہوں۔'' اس نے چمچ فارقلیط حسن کے ہاتھ سے پکڑ لیا، وہ اسے دیکھے گیا۔

''اور کیا کچھ خود کر سکتی ہو؟'' وہ دلچسپ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا، وہ کچھ نہ بولی۔

''مجھے معلوم نہ تھا کہ محبت انسان کو ایسے کمزور بنا دیتی ہے، میں نہیں جانتا تھا عروبہ کہ تمہیں کھو دینے کا خوف مجھے یوں اکٹوپس کی طرح جکڑ لے گا، تم کبھی سمجھ نہیں سکتی کہ تم میرے لئے کیا ہو، میں تمہیں کتنا چاہتا ہوں، تمہارے لئے کیا سوچتا ہوں۔'' وہ گھمبیر لہجے میں بولا تھا۔ عروبہ غضنفر خاموش تھی۔ وہ اس وقت اس کی بات کا کوئی جواب نہ دے سکتی تھی نہ ہی مزید کچھ کہنا چاہتی تھی۔

''کبھی بھی مجھ سے بدگمان نہ ہونا یار'' وہ خاموشی سے سوپ پی رہی تھی۔

''اگر بدگمان ہونے لگو تو چپ مت رہنا، مجھ سے شیئر کرنا، مجھے بتانا کہ میری کون سی بات تمہیں بری لگی ہے۔'' وہ مسلسل بول رہا تھا، وہ اس کے بے ہوش ہونے سے ڈر گیا تھا، اس نے تو ایسا تصور بھی نہ کیا تھا کہ وہ اس طرح بات کو دل پر لے گی۔

''تمہیں پتا ہے عروبہ میں بہت دھوکے باز اور جھوٹا شخص ہوں۔'' وہ برملا اظہار کر رہا تھا عروبہ غضنفر نے خالی باؤل سائیڈ پر رکھ دیا تھا اور دوبارہ کراؤن سے ٹیک لگالی تھی۔

''لیکن میں نے نہ تو تم سے کبھی جھوٹ بولا ہے، اور نہ ہی کبھی تم کو دھوکہ دے سکتا ہوں، میں سچ صرف تم سے بولتا ہوں، میں محبت بھی صرف تم سے کرتا ہوں اور پتا نہیں کیوں عروبہ محبت کو وہم کرنے کی عادت ہوتی ہے، میں تمہیں کھونے سے ڈرتا ہوں۔'' وہ اپنے دل کے اندیشے اس سے بیان کر رہا تھا اور وہ انہیں سن رہی تھی۔

''تم مجھ سے محبت چاہے نہ کرعروبہ مگر مجھ سے جھوٹ کبھی نہ بولنا، میں جانتا ہوں تم بہت اچھی لڑکی ہو، اس سے زیادہ ایک اچھی بیوی ہو۔'' وہ اس کی بات کا مفہوم سمجھ رہی تھی۔

''میری زندگی میں آپ سے پہلے کوئی مرد نہیں آیا فارقلیط حسن اطمینان رکھے۔'' بالآخر اس نے چپ کا قفل توڑ دیا تھا، وہ اسے دیکھے گیا وہ بول رہی تھی۔

''میں نے ہمیشہ اپنے کزنز سے فاصلہ رکھا ہے۔میری اس کزن سے بھی نہ تو کوئی دوستی تھی نہ کچھ اور وہ۔۔'' سانس لینے کو رکی تھی، یہ وقت فارقلیط حسن کے لئے کاٹنا دوبھر ہو گیا تھا۔

''اس رات میرے کمرے میں اسے ماما نے بھیجا تھا، پھر پتا نہیں کس نے باہر سے دروازہ بند کر دیا اور۔۔''

''عروبہ مجھے اس بات میں کوئی انٹرسٹ نہیں اور اگر یہ میرے لئے امپورٹنٹ ہوتی تو میں تم سے شادی کیوں کرتا۔'' وہ اس کی بات کاٹ کر بولا تھا۔

''پلیز مجھے بات کرنے دیں۔'' اس نے اسے مزید بولنے سے روکا۔

''اوپر والے پورشن کی لائٹ کا سوئچ اوپر تھا، وہ بھی ماما نے خود بند کی تھی، پریشانی میں میرے کزن نے سوئچ بورڈ پر ہاتھ مار کر آن سوئچ کو آف کر دیا اور جب میرے بابا روم میں آئے تو ماما نے ان کو دکھانے کے لئے لائٹس کے بٹن کو آن کیا۔'' اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گئی تھی۔

''میرے دل میں صرف آپ ہیں، میں دوبارہ یہ بات آپ کو نہیں بتاؤں گی، ایسی صورت میں تو ہرگز نہیں جب آپ مجھ پر اعتبار کھونے لگیں۔'' وہ کچھ خفا سی بولی تھی، فارقلیط حسن ہولے سے ہنس دیا۔

''اگر یہ بات تم مجھے روزانہ بتا دیا کرو تمہارے دل میں، میں ہوں، تو میری عمر بڑھ جائے گی۔'' وہ شرارت آمیز سنجیدگی سے گویا ہوا۔

''میں روز روز اپنے کردار کی صفائیاں نہیں دے سکتی اور اگر کبھی آپ نے میرے کردار پر شک کیا تو میں مر جاؤں گی فارقلیط۔'' فارقلیط حسن نے اس کی بات سے جھرجھری لی۔

''تم اس دنیا کی سب سے اچھی لڑکی ہو'' وہ محبت سے بولا تھا۔

☆.....☆.....☆

''نویلہ!'' وہ ٹیرس پر کھڑی تھی، سوچوں کا محور پاپا اور گل افزاء کی ذات تھی، اسے ابھی تک یقین نہ آتا تھا کہ اس کے باپ نے ایسا پہاڑ سا دکھ اپنے سینے پر اٹھا کر زندگی گزاری ہے اسے آج ان کی سنجیدگی کے پیچھے چھپے کرب کا اندازہ ہو سکا تھا۔

اس نے مڑ کر علیشہ کی جانب دیکھا تھا مگر کچھ بھی بول نہ سکی تھی، علیشہ اس کے پاس آ کھڑی ہوئی اور بغور اس کے مضمحل و اداس چہرے کو دیکھنے لگی تھی۔

''عدیل مجھے لینے آ رہے ہیں، پرسوں ان کی فلائٹ ہے۔'' اس نے اپنا ہاتھ نویلہ کے شانے پر رکھا تھا، وہ خاموش کھڑی تھی۔

''عیسیٰ احمد کو کبھی بھی اپنی زندگی کی مکمل کتاب مت سمجھنا، وہ unfortunately وہ chapter تھا، جو Close ہو گیا، تمہیں آگے بڑھنا ہے، اسے کچھ بن کر دکھانا ہے، تم سمجھنا اللہ نے تمہاری قسمت میں اس سے اچھا لکھا ہے۔'' وہ اسے سمجھا رہی تھی۔

''چیزوں کی Replacement ہوتی ہے علیشہ، انسانوں کی اور رشتوں کی نہیں۔'' اس ایک ٹھنڈی سانس بھری اور آسمان پر اڑتے پرندے کو دیکھا، اس لمحے اسے ایسا محسوس ہوا اس کا دل بھی اس پرندے کی طرح تنہا بے بس اور اداس ہے، جو اپنے غول سے بچھڑ کر ادھر ادھر بھٹک رہا ہے۔

''مگر کسی بے وفا شخص کو منزل سمجھ کر بیٹھ جانا یہ تو بے وقوفی ہے، یہ تمہیں سوائے اذیت کے اور کچھ نہیں دے گی۔'' وہ اس کی بہن تھی، اسے اس حالت میں نہ دیکھ سکتی تھی اسے بربادیوں کی طرف جانے سے روکنا چاہتی تھی۔

''محبت اگر کسی کے دل سے نکلی دعا کا نتیجہ ہو تو یہ زندگی کو گلزار بنا دیتی ہے اور اگر کسی دکھی دل سے نکلنے والی آہ کا نتیجہ ہو تو اذیت کے سوا کچھ نہیں دیتی اور علیشہ۔'' وہ پل بھر کو رکی تھی۔

''میری عیسیٰ احمد سے محبت گل افزاء آنٹی کے دل سے نکلنے والی آہوں کا نتیجہ ہے، میری خوشیوں کو غضنفر علی اور گل افزاء کی خاموشی، صبر اور بے بسی کھا گئی، علیشہ، ماما نے دکھوں کی جو فصل ان دونوں کے راستوں میں بوئی تھی، اس کا زہریلا پھل میری جھولی میں وقت نے ڈال دیا ہے، خدا تمہاری خوشیوں کو سلامت رکھے مگر یہ تمہارا پیچھا بھی کرے گا تم دیکھ لینا۔'' وہ نا جانے کیا کچھ کہہ رہی تھی، علیشہ کو اس کی دماغی حالت پہ شبہ ہونے لگا۔

''ایسا ہو ہی نہیں سکتا علیشہ کہ ہم کسی کے پاؤں ظلم کی کنکریوں سے زخمی کریں اور کل وہی کنکریاں دکھوں اور مصیبتوں کا پہاڑ بن کر ہمارے راستے میں نہ آئیں۔'' علیشہ خاموش ہو گئی تھی، اسے محسوس ہونے لگا تھا کہ نویلہ سے بحث فضول ہے، اس نے طلاق کا بہت صدمہ لیا ہے اور اس بات کو دل سے لگا لیا ہے۔

''تم ماما اور پاپا کے میٹرز میں Interfare نہ کرنا نویلہ وہ جیسے چاہیں اسے Solve کریں۔'' وہ اسے سمجھانے لگی تھی، در حقیقت وہ ایک خود غرض لڑکی تھی، ایسے لوگ کسی

سے محبت نہیں کر سکتے، اسے تو عدیل سے بھی محبت نہ تھی، صرف اس کے روشن مستقبل نے اسے اس کی جانب مائل کیا تھا۔

''نہیں علیشہ؟'' اس نے سر نفی میں ہلایا تھا۔

''یہ matter صرف ماما، پاپا کا نہیں ہے۔ بات بہت آگے چلی گئی ہے۔ ماما کی، کی گئی زیادتی کا تاوان نا جانے ہماری کتنی نسلوں کو بھرنا پڑے گا۔'' علیشہ خاموش کھڑی اسے دیکھتی رہی، نویلہ کی آنکھوں کا کرب اس کے لہجے میں بھی بول رہا تھا، علیشہ نا تو باپ کے دکھ کو سمجھ سکتی تھی اور نہ ہی بہن کے دکھ کو۔

تم at least اپنا حلیہ تو ٹھیک کرو، دیکھو تو تمہارے کپڑے کتنے رف لگ رہے ہیں چینج کرو، باہر نکلو، یوں خود کو قید مت کرو، لوگوں سے ملو جلو۔'' علیشہ اسے سمجھا کر اپنا فرض پورا کر کے چلی گئی تھی۔

وہ پھر سے اکیلی ہوگئی اور اب یہ تنہائی ہی اس کا مقدر تھی۔

نئے کپڑے بدل کر جاؤں کہاں
اور بال بناؤں کس کے لئے
وہ شخص تو شہر ہی چھوڑ گیا
میں باہر جاؤں کس کے لئے
جس دھوپ کی دل میں ٹھنڈک تھی
وہ دھوپ اسی کے ساتھ گئی
ان جلتی بلتی گلیوں میں
اب خاک اڑاؤں کس کے لئے
وہ شہر میں تھا تو اس کے لیے
اوروں سے بھی ملنا پڑتا تھا
اب ایسے ویسے لوگوں کے
میں ناز اٹھاؤں کس کے لئے
اب شہر میں اس کا بدل ہی نہیں
کوئی ویسا جان غزل ہی نہیں
ایوان غزل میں لفظوں کے
گلدان سجاؤں کس کے لئے
سنسان پڑی ہے گھر کی فضا
مدت سے کوئی آیا نہ گیا
ان خالی کمروں میں ناصر
اب شمع جلاؤں کس کے لئے

دل میں درد کی ایک لہری سی اٹھی تھی، اسے سمجھ نہ آ رہا تھا کہ یہ درد گل افزا اور غضنفر علی کے دکھوں کے سبب ہے یا اس کی عیسیٰ احمد سے جدائی کا نتیجہ ہے، اس درد کو دباتے ہوئے وہ اپنے بیڈروم میں آئی اور موبائل اٹھا کر اس میں سے عیسیٰ احمد کی تصویر نکال کر دیکھنے لگی، آنسو آنکھوں سے نکل کر موبائل کی اسکرین پر گرنے لگے تھے مگر اسے ہوش کہاں تھا۔

☆.....☆.....☆

''میں اسے اپنے ساتھ لے کر جانے لگا تھا، اس کا پاسپورٹ بنوا رہا تھا، مجھے خبر نہ تھی کہ۔۔'' بڑے اور چھوٹے ماموں اس کے پاس بیٹھے تھے، جبکہ موسیٰ علی دروازے میں کھڑا تھا۔ ان دو دنوں میں اس پر بہت سے انکشاف ہوئے تھے۔

''امی نے ایک دن بعد ان کے ساتھ جانا تھا، مگر آپ جلدی اسلام آباد چلے گئے تو وہ بھی ان کے ساتھ چلی گئیں، وہ عروبہ سے ملنے کے لئے بہت بے چین تھیں۔'' اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے، اسے یقین ہی نہ آ رہا تھا کہ امی واقعی اسے ہمیشہ کے لیے چھوڑ گئی ہیں وہ تو کبھی ایک دن کے لیے بھی کہیں نہ جاتی تھیں اسے چھوڑ کر۔

''اسے نہیں جانا چاہیے تھا، مجھ سے پوچھ ہی لیتی'' بڑے ماموں بولے تھے۔

انہیں دکھ، افسوس اور پچھتاوے کے ساتھ ساتھ ان سے شکوہ بھی تھا کہ وہ کیوں غضنفر علی کے ساتھ گئیں۔

''میں جا رہا ہوں بیٹا، میری فلائٹ ہے میں فون کرتا رہوں گا آپ کو۔'' وہ باہر چلے گئے تھے، کچھ ہی دیر میں چھوٹے ماموں بھی

اٹھ گئے تھے، اب وہاں وہ تھی اور موسیٰ علی، وہ ابھی تک دروازے میں کھڑا تھا، اسے سمجھ نہ آ رہی تھی کہ اسے کیا کہے، اس کے پاس الفاظ ہی نہ تھے جن سے ان کا غم کم ہو جاتا۔

وہ رو رہی تھی اور موسیٰ علی چپ کھڑا اسے دیکھ رہا تھا، پھر غضنفر علی کو آتا دیکھ کر وہ چونک گیا تھا، اس سے مصافحہ کر کے وہ اندر کی جانب بڑھے تھے

''فروا؟'' انہوں نے اسے آواز دی تھی، وہ اپنی جگہ سے اٹھی غضنفر علی کو اس کے چہرے پر پھیلتے ناگوار تاثرات واضح دکھائی دے رہے تھے۔

''کیسی ہو بیٹا؟'' وہ اس کی خفگی کو بھانپتے ہوئے آگے بڑھے اور اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا۔

''نہیں ہوں میں آپ کی بیٹی۔'' اس نے ان کا ہاتھ جھٹکا تھا۔

''کیوں آئے ہیں آپ یہاں، میں نفرت کرتی ہوں آپ سے شدید نفرت۔'' وہ زور سے چلائی تھی۔

''مار دیا آپ نے میری ماں کو، میری زندگی کا واحد رشتہ میری کل کائنات چھین لی مجھ سے میرے پاس تو اور کچھ بھی نہیں کھونے کے لئے، خالی ہاتھ ہو گئی میں، مجھے لاوارث کر دیا آپ نے، بے سہارا ہو گئی میں، صرف آپ کی وجہ سے۔'' وہ زور زور سے رو رہی تھی غضنفر علی لب بھینچے کھڑے تھے موسیٰ علی خاموشی سے ان باپ بیٹی کو دیکھ رہا تھا۔

''صرف ایک دفعہ میری بات سن لو بیٹا۔'' وہ منت بھرے لہجے میں بولے تھے۔

اگرچہ اب کچھ نہ بچا تھا، کچھ کہنے سننے کا دور گزر گیا تھا مگر وہ گل افزاء کی بیٹی تھی اور وہ اس کو دیکھنا اس سے بات کرنا چاہتے تھے۔

''کچھ نہیں سنا مجھے میری ماں واپس لا دیں، پھر سن لوں گی آپ کی بات۔'' اس نے نفی میں سر زور زور سے ہلاتے ہوئے کہا تھا، آنسو ایک تواتر سے اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔

''وہ اب نہیں آئے گی۔'' انہوں نے مجرمانہ انداز میں اعتراف کیا تھا، فروا نے نفرت سے بھرپور نظر ان کی سمت اچھالی تھی، وہ کتنے آرام سے اتنی بڑی بات کہہ رہے تھے۔

''کیوں لے کر گئے تھے آپ انہیں۔'' اس نے آگے بڑھ کر ان کا گریبان پکڑ لیا تھا۔

''ڈونٹ بی سلی فروا!'' خاموش تماشائی بنا موسیٰ علی آگے بڑھا اور اسے ان سے الگ کیا۔

''اگر نبھا نہیں سکتے تھے تو محبت کیوں کی تھی ان سے، تحفظ نہیں دے سکتے تھے تو شادی کیوں کی تھی، بتائیں۔'' آج اتنے برسوں کے بعد انہیں اس بات کے لئے جوابدہ ہونا ہی پڑا تھا اس زیادتی کے لئے جس پر وہ ہر روز پچھتاتے رہے ہیں۔

''میں بہت سے سکون ہوں فروا، بہت بے چین ہوں، پلیز میرے پاس بیٹھ کر مجھ سے باتیں کرو'' ان کے اندر کا کرب ان کے

لہجے میں عود کر آیا تھا، وہ اس کے سامنے بھکاری بنے کھڑے تھے اور جو لوگ محبت کی قدر نہیں کرتے، اسے ٹھکراتے ہیں تو وقت انہیں ایسے ہی بھکاری بناتا ہے ہر ایک کے سامنے۔

''آپ سے باتیں کروں، آپ سے۔'' وہ دکھ اور غصے کے ملے جلے جذبات کا شکار ہو کر بولی تھی۔

''میں آپ کو کبھی دیکھنا نہیں چاہتی، بات کرنا تو درکنار۔'' اس نے نفرت سے کہا۔

''مجھے ایک موقع دو، میں آپ کے تمام گلے شکوے دور کر دوں گا بیٹا۔'' وہ ہمت نہ ہارے تھے، انہیں ایسا لگ رہا تھا کہ اگر فروا ان سے راضی ہو جائے تو گل افزاء کی روح کو بھی سکون ملے گا۔

''آپ اپنے ضمیر کو بوجھ سے آزاد کروانا چاہتے ہیں ابھی بھی صرف اپنا سوچ رہے ہیں، آپ کتنے Selfish ہیں۔'' اس نے تاسف سے سر ہلایا تھا۔

''مجھے بے حد افسوس ہے کہ آپ میرے باپ ہیں۔'' اس نے حقارت سے کہا، اس کے الفاظ غضنفر علی کی روح تک کو چھلنی کر رہے تھے۔

''فروا میں۔۔۔'' انہوں نے بولنا چاہا صفائی دینا چاہی، مگر وہ یہ بھول رہے تھے کہ بے وفائی کی کوئی وضاحت یا صفائی نہیں ہوتی۔

''آپ چلے جائیں یہاں سے، میں آپ سے بات نہیں کرنا چاہتی، دوبارہ مت آیئے گا میرے سامنے، آپ نے میرا ناقابل تلافی نقصان کر دیا ہے، آپ اسے پورا نہیں کر سکتے۔'' ان کی بات کاٹ کر وہ سختی سے بولی تھی، موسیٰ علی دیکھے گیا۔

''فروا!'' وہ دو قدم آگے آئے تھے، وہ مزید پیچھے ہٹ گئی تھی، وہ گل افزاء اور عروبہ جیسی نہ تھی، وہ ظالم کو معاف کرنے کے حق میں نہ تھی۔

''جائیں۔'' وہ روتے روتے زمین پر بیٹھ گئی تھی۔

''جائیں چلے جائیں۔'' وہ ایک ہی بات کہے جا رہی تھی، غضنفر علی چلے گئے تھے، اس کے رونے کی آوازیں ماحول کو سوگوار بنا رہی تھیں۔ موسیٰ علی اس کے قریب آیا تھا۔

''عروبہ'' اب وہ اسے آوازیں دینے لگی تھی۔

''عروبہ کہاں ہو آ کر دیکھو میں بھی تمہاری طرح اکیلی ہو گئی۔'' موسیٰ علی پنجوں کے بل اس کے قریب بیٹھ گیا تھا۔

''اٹھو فروا۔'' اس نے فروا کو ہاتھ سے پکڑ کر کھڑا کیا اور بازو کے گھیرے میں لے کر بیڈ تک لایا، اسے بیٹھا کر وہ اس کے پاس بیٹھ گیا فروا کا ہاتھ ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا۔

''تم اکیلی نہیں ہو۔'' اس نے دوسرا بازو اس کے گرد پھیلایا، فروا سسک اٹھی تھی۔

''میں تمہارے ساتھ ہوں۔'' وہ ہولے ہولے اس کا شانہ تھپتھپا رہا تھا۔

''موسیٰ میری امی۔'' اس کے شانے پر سر ٹکائے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔ موسیٰ علی کو اسے سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔

''بس فروا؟'' وہ نرم لہجے میں بولا مگر اس وقت نہ تو اس کے الفاظ اور نہ ہی نرم لہجہ فروا کے سلگتے زخموں پر مرہم کا کام دے سکتا تھا، وہ روئے جا رہی تھی۔

''مجھے بہت افسوس ہے ان کے جانے کا مگر ہم بے بس ہیں۔'' اس نے نرمی سے سمجھایا وہ بس روئے جا رہی تھی، اسے کچھ ہوش نہ تھا کہ یہ وہی موسیٰ علی ہے جو اس کو تھپڑ مار کر گیا تھا اور جس کی وہ امی سے شکایت لگانا چاہتی تھی، وقت نے اسے ایسا گہرا گھاؤ لگایا تھا کہ کچھ بھی یاد نہ رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

وہ رو رہی تھی، آنسو بہا رہی تھی، اللہ سے فریاد کر رہی تھی، مگر دل تھا کہ ابھی تک اس کے نام کی گردان کر رہا تھا، آنسو تھے کہ اس کی یاد میں بہہ رہے تھے اور کیوں نہ بہتے محبت میں لگے زخموں کو بھلانا اتنا آسان تو نہیں، جب دل پر چوٹ لگتی ہے تو آنسو خود بخود بہنے لگتے ہیں۔

''کیوں کیے تھے مجھ سے اتنے وعدے، ساتھ نبھانے کی قسمیں کیوں کھائی تھیں، اگر بیچ راستے میں چھوڑ جانا تھا۔'' وہ اسے پکار رہی تھی آوازیں دے رہی تھی مگر وہ تو اس کی زندگی سے اس کی دسترس سے بہت دور نکل چکا تھا، ان کی محبت کو بدگمانی کے گہرے بادلوں نے دھندلا دیا تھا، اسے کچھ سمجھ نہ آ رہی تھی کیا کرے، اس شخص کو کھو دینے کا خیال اس کے لئے سوہان روح تھا۔ وہ شدید اذیت میں مبتلا تھی۔

''اللہ!'' اس نے ایک مرتبہ پھر مایوس و نامراد ہو کر اسے پکارا تھا۔

''میں کیسے رہوں گی اس کے بغیر۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی، اسے یقین تھا وہ اسے تلاش کرتا ہوا اس کے پاس آ جائے گا اور اس سے اپنے رویے کی معافی مانگے گا، ہاتھ تھام کر محبت سے واپس اپنے گھر میں لے جائے گا۔

''مجھے اس کے بغیر رہنا نہیں آتا۔'' وہ بھول چکی تھی کہ وہ شخص اسے گھر سے ہی نہیں دل سے بھی نکال چکا ہے اور جنہیں دل سے نکال دیا جائے ان کے لئے پھر گھر میں بھی کوئی گنجائش نہیں رہتی، وہ اسے ہمیشہ کے لئے کھو چکی تھی مگر اس کا دل اس بات کو ماننے سے انکاری تھا، وہ ابھی بھی آس لگائے بیٹھی تھی۔

''زندگی!'' وہ ایک مرتبہ پھر حواس کھونے لگی تھی، ماحول سے کٹنے لگی تھی، پھر سے خود فریبی میں مبتلا ہو رہی تھی۔

''اندھیرے میں مت بیٹھا کرو۔'' وہ اس کے پاس آ بیٹھا اور گہری نظر اس کی سمت اچھال کر گویا ہوا۔

''یہ جو اندھیرا ہے نا، یہ میرے اندر کا اندھیرا ہے، میں جہاں بھی جاتی ہوں اندھیرے پھیل جاتے ہیں، یہ میرے نصیب کی سیاہیاں ہیں۔'' وہ چند بیٹھا اسے دیکھتا رہا پھر اٹھ کر لائٹس آن کر دیں۔

''پتا نہیں کیسی باتیں کرتی ہو تم'' وہ تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے گویا ہوا۔

''مجھے ڈر ہے ان اندھیروں سے گھبرا کر آپ مجھے چھوڑ نہ دیں۔'' وہ اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔

''ہم دونوں کو کوئی جدا نہیں کر سکتا۔'' اس نے اس کا ہاتھ تھاما، اس نے ایک سسکاری بھری اور حال میں لوٹ آئی، وہ کہیں نہ تھا، وہ ایک مرتبہ پھر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی تھی۔

☆.....☆.....☆

''فارقلیط!'' وہ چیخ مار کر اٹھ بیٹھی تھی۔

''عروبہ!'' فارقلیط حسن فوراً جاگ گیا تھا، اس نے جلدی سے لیمپ کا بٹن آن کیا اور اٹھ کر لائٹس آن کیں۔

''آر یو آل رائیٹ؟'' وہ اٹھ کر اس کے قریب آیا تھا، اس کا پورا جسم پسینے میں شرابور تھا وہ تھر تھر کانپ رہی تھی، اس کے چہرے پر خوف کے سائے منڈلا رہے تھے۔

''کیا ہوا ہے؟'' اس نے عروبہ کی عرق آلود پیشانی پر ہاتھ رکھا۔

''فار۔۔۔قلیط'' اس کی آنکھوں میں وحشت ناچ رہی تھی، زبان لاکھڑا رہی تھی۔

''ہاں بولو۔'' اس نے محبت سے اس کا گال تھپتھپایا۔

''میں تمہارے پاس ہوں۔'' اس کا ایک ہاتھ اس کی پیشانی پر تھا، دوسرے ہاتھ میں اس کا ہاتھ تھا، جسے وہ ہولے ہولے دبا رہا تھا، اسے اپنے ساتھ ہونے کا یقین اور مان بخش رہا تھا۔

''میں نے بہت برا خواب دیکھا ہے۔'' اس نے خشک ہوتے لبوں پر زبان پھیری تھی۔

''مائی گڈنیس۔'' وہ ہنس دیا تھا۔

''اس دنیا میں جو سب سے کمزور اور نازک دل کی لڑکی ہے، اسے اللہ میاں نے میری بیوی بنایا ہے۔ کم آن یار خواب واب کچھ نہیں ہوتے، بس ہمارے Uncinscious میں رہ جانے والی کچھ یادیں اور ہماری دن بھر کی thinking ہوتے ہیں خواب۔'' اس نے گلاس میں پانی انڈیلا اور اس کے پاس لے آیا، وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور گلاس اس سے لے لیا۔

''مجھے سوتے میں ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی مجھے آواز دے رہا ہے، پکار رہا ہے۔'' وہ ابھی تک اک خواب کے زیر اثر تھی۔

''تم سے فکر رہو، کچھ بھی نہیں ہوتا، میں ہوں ناں تمہارے ساتھ۔'' اس نے عروبہ کے ساتھ بیٹھ کر اس کا سر اپنے سینے سے لگا کر بازو کا حصار اس کے گرد باندھ لیا، عروبہ کو ڈھیروں طمانیت کا احساس ہوا، اسے یقین تھا کہ وہ اس وقت بہت محفوظ ہے، مگر اسے ڈر یا خطرہ اپنے لئے نہ تھا، اسے کچھ سمجھ نہ آ رہی تھی کہ خواب میں اسے کون نظر آیا ہے۔

''تم سو جاؤ، میں جاگ رہا ہوں۔'' اس نے یقین دلایا، وہ بہت خوفزدہ تھی، فارقلیط حسن نیم دراز ہو چکا تھا، وہ اس کے ساتھ لگی سو گئی تھی۔

''فارقلیط'' وہ ایک دم پھر سے چیخ مار کر جاگ گئی تھی۔

''عروبہ!'' وہ جاگ رہا تھا، اسی کے متعلق سوچ رہا تھا۔

''وہ مجھے آوازیں دے رہی تھی۔'' وہ اٹھ کر بیٹھ چکی تھی، فارقلیط حسن بھی پریشان ہو گیا تھا۔

''کون؟'' اس نے دریافت کیا۔

''فروا!'' اس کی پیشانی پر پسینے کے قطرے جگمگا رہے تھے۔

''کون فروا؟''

''میری دوست، میری بیسٹ فرینڈ تھی۔'' اس نے بتایا۔

''تھی؟'' اس نے استفہامیہ نظروں سے عروبہ کی جانب دیکھا۔

''ہاں۔'' اس نے سارا واقعہ فارقلیط حسن کے گوش گزار کر دیا تھا، جسے سن کر وہ شاکڈ رہ گیا تھا۔

''آئی سوئیر عروبہ تم نہ سمجھ میں آنے والی ہو۔'' وہ تاسف سے سر ہلا کر رہ گیا۔

''یار اس لڑکی نے تمہارے ساتھ اتنا برا کیا تم اس کے لئے پریشان ہو رہی ہو۔'' اسے حیرت ہوئی تھی حقیقت جان کر وہ ایک ایسی لڑکی کے لئے پریشان تھی جس نے اسے اتنی تکلیف پہنچائی۔

''وہ مجھ سے بہت پیار کرتی تھی۔'' وہ گویا ہوئی۔

''بس وقت نے ہمارے خلاف سازش کی۔'' وہ وضو کرنے چلی گئی تھی۔

''وقت کو Blame نہیں دینا چاہیے، ہم خود کرتے ہیں جو بھی کرتے ہیں۔'' وہ واپس آئی تو فارقلیط حسن بولا، وہ باہر کی جانب بڑھنے لگی، اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔

''کہاں جا رہی ہو؟'' وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر تیزی سے اس کے قریب آیا تھا۔

''نماز حاجت پڑھنے لگی ہوں۔'' وہ باہر نکل گئی۔

''تو تم کمرے میں ہی پڑھ لو۔''

''یہاں آپ نے یہ اپنی تصویریں لگا رکھی ہیں۔'' اس نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''اوہ'' فارقلیط حسن اس کے ساتھ باہر نکلا تھا۔

''تم لاؤنج میں پڑھ لو، میں کل وہ تمام تصویریں اتار دوں گا۔'' عروبہ نے جائے نماز بچھائی اور نماز پڑھنے لگی، فارقلیط حسن وہیں صوفے پر بیٹھ گیا تھا، وہ نماز پڑھ رہی تھی اور وہ بیٹھا اس کو بغور دیکھ رہا تھا، وہ اسے بے حد چاہتا تھا، ایسی محبت کرتا تھا کہ کبھی کبھی وہ خود اس کے لئے اپنے جذبات پر حیران ہوتا تھا، وہ اس کا ہم سفر بھی تھا، سایہ بھی سائبان بھی اور محافظ بھی۔

☆.....☆.....☆

غضنفر علی روزانہ قبرستان جاتے تھے پہروں اس کی قبر پر بیٹھے وہ تمام باتیں کہتے اور دل کی تنہائیوں کا حال سناتے تھے جو برسوں تک نہ سنا سکے تھے۔

''تم سن رہی ہو نا گل افزاء؟'' ان کے آنسو ٹھوڑی سے بہہ کر گل افزاء کی قبر پر گر رہے تھے، وہاں خاموشی تھی، سناٹا تھا، وحشت تھی، مگر غضنفر علی کے لئے وہ سکون حاصل کرنے اور دکھوں سے نجات کی جگہ تھی۔

''مجھے بھی اپنے پاس بلا لو گل افزاء؟ انہوں نے قبر سے مٹی اٹھا کر مٹھیوں میں جکڑ لی تھی، انسان کی فطرت بھی عجیب ہے، زندہ انسانوں کی قدر نہیں کرتا، جب ضرورت ہوتی ہے تو ساتھ چھوڑ جاتے ہیں اور مرنے کے بعد مٹی کے ڈھیر کے پاس آ بیٹھتے ہیں۔

زندہ انسان کو تو دھتکار دیتے ہیں، اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو جھٹک دیتے ہیں اور مرنے والے کو کندھا دینے کو بے چین ہو جاتے ہیں آہ۔

☆.....☆.....☆

صوفیہ شوہر کی حالت دیکھ رہی تھیں، مگر خاموش تھیں، جانتی تھیں وہ چو بھی کر لیں گل افزاء کو واپس نہیں لا سکتے۔، وہ چپ کی چادر اوڑھے پھر رہے تھے، انہیں یہ بھی خبر نہ تھی کہ ان کی اپنی چھوٹی بیٹی بھی ایک دن میں اجڑ گئی تھی، نہ ہی صوفیہ نے انہیں بتایا تھا۔

''ہم نویلہ کو اپنے ساتھ لے کر جائیں گے۔'' عیسیٰ احمد کے والدین ان کے گھر آئے ہوئے تھے، صوفیہ خاموش بیٹھی ان کی باتیں سن رہی تھیں۔

''طلاق دے چکا ہے وہ میری بیٹی کو'' صوفیہ نے جھکا ہوا سر اوپر اٹھایا تھا۔

''ایسے تھوڑی طلاق ہوتی ہے۔'' عیسیٰ احمد کی ماما بولیں۔

''میں اس طرح اسے آپ لوگوں کے ساتھ تنہا نہیں بھیج سکتی، مجھے کیا پتا میری بیٹی کے ساتھ کیا سلوک کرے وہ وہاں۔'' انہوں نے اندیشوں کا اظہار کیا۔

''ہمارے ہوتے ہوئے وہ کچھ نہیں کر سکتا۔'' پاپا بولے تھے، ماما نے بھی تائید میں سر ہلایا تھا۔

''طلاق نامہ بھی آپ کے ہوتے ہوئے اس کے منہ پر مار کر اسے یہاں چھوڑ کر گیا ہے۔'' انہوں نے جیسے یاد دلایا تھا، لمحہ بھر کو تو

وہ جیسے خاموش رہ گئے تھے۔

''نویلہ کے باپ کو تو ابھی پتا بھی نہیں کہ بیٹی بسنے سے پہلے اجڑ گئی۔'' اسی لمحے غضنفر علی نے قدم اندر رکھا تھا۔

''آپ انہیں بتایئے گا بھی مت۔'' عیسیٰ احمد کے پاپا بولے تھے۔

''وہ پہلے ہی بہت پریشان اور دکھی ہیں۔'' عیسیٰ کی ماما بولیں۔

''جاتے جاتے بھی وہ عورت میری زندگی کو ڈسٹرب کر گئی۔'' وہ حقارت اور نفرت سے بولیں۔

ان دونوں نے تاسف سے ایک دوسرے کی جانب دیکھا غضنفر علی اندر داخل ہوئے تو صوفیہ سناٹے میں آ گئی۔

☆.....☆.....☆

موسیٰ علی نے فروا کو سکون آور دوا دے کر سلایا تھا، اس کی طبیعت نہ سنبھل رہی تھی، اس کی وجہ سے معصب بھی ڈسٹرب ہو رہا تھا، موسیٰ علی نے آفس سے چھٹی کی تھی، وہ ناشتہ کر کے فارغ ہوا تھا، معصب اس کے پاس لاؤنج میں بیٹھا کھیل رہا تھا، فروا ابھی تک دواؤں کے زیر اثر سو رہی تھی۔

''السلام علیکم!'' وہ زین ندیم کی آواز سن کر چونک گیا تھا۔

''آؤ زین!'' اس نے کھڑے ہو کر اسے گلے لگایا تھا۔

''بیٹھو'' موسیٰ علی نے صوفے کی جانب اشارہ کیا۔

''آپ کی خالہ کا پتا چلا، بے حد افسوس ہوا۔'' اس نے گفتگو کا آغاز کیا۔

''جیسے اللہ کی مرضی۔'' موسیٰ علی مختصراً بولا۔

''آپ کی خالہ کے بچے نہیں ہیں۔'' اس نے تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے کہا۔

''ایک بیٹی ہے۔''

''اوہ'' اس نے ہونٹ سکوڑے۔

''تو اب وہ۔۔'' اس نے قصداً بات ادھوری چھوڑی۔

''سو رہی ہے، اس کا نروس بریک ڈاؤن ہو گیا تھا، بہت ڈسٹرب ہے۔'' موسیٰ علی بے خیالی میں اسے بتانے لگا، زین ندیم یہ سن کر بے چین ہو گیا تھا، اس کا جی چاہا وہ فروا کو دیکھے، اس کا حال پوچھے، اسے بتائے کہ وہ اس کے غم میں اس کے ساتھ ہے مگر ایسا ممکن نہ تھا، سو وہ اس خواہش کو دل میں دباتے واپس چلا گیا۔

''فروا طبیعت کیسی ہے؟'' موسیٰ علی بیڈ روم میں آیا تو وہ اٹھ چکی تھی، چت لیٹی وہ چھت کو گھور رہی تھی، اس کی آواز سن کر وہ چونک گئی۔

''موسیٰ میری امی۔'' وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور بیڈ کراؤن سے ٹیک لگالی۔

''بس فروا'' وہ تیزی سے اس کے قریب آیا تھا۔

''سنبھالو خود کو، میں تو تمہیں بہت بہادر سمجھتا تھا۔'' وہ اس کے پاس بیٹھ گیا تھا۔

اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے موسیٰ علی نے ہاتھ بڑھا کر اس کے آنسو پونچھے تھے۔

''اٹھو فریش ہو جاؤ، میں تمہارے لئے ناشتہ بناتا ہوں۔'' اس نے فروا کا ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھانا چاہا۔

''مجھے بھوک نہیں ہے۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''فروا معصب بھی بہت ڈسٹرب ہے، وہ تم سے بہت اٹیچ ہے تم اسے اگنور کر رہی ہو، وہ بہت فیل کر رہا ہے دیکھو وہ بن ماں کا بچہ ہے اسے تمہاری محبت اور کیئر کی ضرورت ہے۔'' اس بات پر فروا کے بے جان وجود میں ہلکی سی جنبش ہوئی تھی۔

''معصب کہاں ہے؟ اس نے فوراً اپنے آنسو پونچھ ڈالے۔

''باہر کھیل رہا ہے۔'' موسیٰ کے بتانے پر وہ تیزی سے باہر کی جانب بڑھی۔

''معصب!'' اس نے آواز دی۔

''ماما!'' وہ دوڑ کر اس کے قریب آیا۔

''کیسا ہے میرا بیٹا۔'' اس نے معصب علی کو اٹھا لیا تھا، اسے سینے سے لگائے وہ روئے جا رہی تھی، موسیٰ علی اداسی سے اس منظر کو دیکھ رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

عدیل کی فلائٹ تھی اور علیشہ بہت اداس تھی، وہ خاموشی سے اس کی پیکنگ کر رہی تھی، عدیل اس کی خاموشی کو محسوس کر رہا تھا۔

''اداس ہو۔'' اس نے شرٹ اس کے ہاتھ سے پکڑ کر سائیڈ پر رکھی اور اس کے پاس کھڑا کہنے لگا۔

''نہیں بہت خوش ہوں۔'' وہ منہ پھلا کر بولی، عدیل ہنستا ہوا اس کے قریب آ گیا۔

''تمہیں معلوم تھا کہ میں شادی کے بعد چلا جاؤں گا۔'' اس نے علیشہ کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

''کیسے رہوں گی تمہارے بغیر۔'' اس کا لہجہ بھیگنے لگا۔

''میں جلد تمہیں بلا لوں گا ڈونٹ وری۔'' اس نے اس کا شان تھپتھپایا۔

''کب بلاؤ گے۔'' وہ جھٹ سے بولی۔

''بہت جلد۔'' وہ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''عدیل میں زیادہ انتظار نہیں کر سکوں گی۔'' وہ ایک مرتبہ پھر کہنے لگی۔

''مجھے وہاں جا لینے دو، پھر تمہارے آنے کا فوراً کچھ کروں گا۔'' اس سے ڈھیر سارے وعدے کر کے وہ چلا گیا تھا۔

☆.....☆.....☆

تمام رات عیسیٰ احمد سو نہ سکا، اس نے بے چینی سے کروٹیں بدلتے ہوئے رات آنکھوں میں کاٹی تھی، اسے رہ رہ کر گل افزاء اور غضنفر علی کا دکھ یاد آ رہا تھا۔

''تو کیا عروبہ کی قسمت بھی اپنی ماں جیسی ہے۔'' وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''اللہ نہ کرے۔'' فوراً اس کے منہ سے نکلا تھا۔

''یا اللہ! اب عروبہ کو زندگی میں اور کوئی دکھ نہ ملے۔'' اس نے صدق دل سے دعا کی تھی۔

صبح ہونے تک اس کی طبیعت بہت بوجھل اور اداس تھی، اس نے ایک کپ کافی بنائی اور لاؤنج میں آ کر بیٹھ گیا، ابھی دو سپ ہی لئے ہوں گے کہ ماما کی کال آ گئی۔

''السلام علیکم ماما!'' اس نے بے دلی سے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام! میری جان کیسے ہو؟'' وہ محبت سے بھرپور لہجے میں بولیں۔

''آپ کب آ رہی ہیں؟'' ان کے سوال کو قصداً نظر انداز کرتے ہوئے اس نے استفسار کیا۔

''بس جلد آئیں گے۔'' انہوں نے بتایا۔

''اور نویلہ کو ساتھ لے کر آئیں گے۔'' انہوں نے اطلاع دی عیسیٰ احمد کی تو یہ سن کر جان پر بن آئی۔

''ایسا کچھ بھی مت کیجئے گا ماما۔'' وہ آواز کو حتی المقدور نارمل رکھتے ہوئے بولا تھا۔

''میں اسے طلاق دے چکا ہوں۔'' اسے وہ بات کہنی پڑی جو وہ کہنا نہ چاہتا تھا۔

''ایسے طلاق نہیں ہوتی عیسیٰ۔'' انہوں نے سمجھانا چاہا۔

''اللہ سے ڈرو، وہ لڑکی بے قصور ہے۔''

''بے قصور تو عروبہ بھی تھی ماما، صوفیہ آنٹی ڈری تھیں اس کے ساتھ زیادتی کرتے ہوئے؟'' وہ تلخ ہوا تھا، اسے ماما کا نویلہ کی فیور کرنا بالکل بھی اچھا نہ لگتا تھا اور اب جو بات وہ کہہ رہی تھیں، یہ تو کسی طرح بھی اس کے لئے قابل قبول نہ تھی۔

''سزا اور جزا خدا کا کام ہے ہم کون ہوتے ہیں کسی کو سزا دینے والے۔''

''ماما میں کبھی بھی نویلہ کو اپنے ساتھ نہیں رکھوں گا، آپ اگر اسے یہاں لائیں تو میں گھر چھوڑ دوں گا۔''

''تم اگر اسے ساتھ نہ رکھو گے تو میں تم سے بات نہ کروں گی۔'' انہوں نے یہ کہہ کر لائن کاٹ دی تھی مگر وہ کچھ نہ کر سکتا تھا بات اس کے اختیار سے باہر تھی۔

☆.....☆.....☆

صبح اس کے اٹھنے سے پہلے فارقلیط حسن نے بیڈروم سے تمام وال پینٹنگز اور تصویریں اتار کر سٹور میں پھینک دی تھیں، عروبہ اٹھی تو دیکھ کر مسکرا دی۔

''گڈ مارننگ مائی سویٹ وائف۔'' فارقلیط حسن نے مسکراتے ہوئے اس کا گال چھوا تھا۔

''السلام علیکم'' عروبہ نے ہمیشہ کی طرح اس کی گڈ مارننگ کے جواب میں سلام کیا تھا۔

This room is ready for your prayer عروبہ نے تشکر آمیز نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا تھا، وہ سمجھ نہ پا رہی تھی کہ کیا کہے۔

''آپ اتنے اچھے کیوں ہیں؟'' وہ بے ساختہ بولی تھی اس کی بات پر وہ دل کھول کر ہنسا تھا وہ فریش ہو کر آ گئی تھی۔

well میں اتنا اچھا نہیں ہوں، آپ کی غلط فہمی ہے مسز۔'' وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر روم سے باہر آ گیا تھا۔

''آج تک بہت سی لڑکیوں کو تڑپایا ہے میں نے، بہت سی دیوانی رہی ہیں میری، ابھی تک پیچھا کرتی ہیں، یہ محبت اور خاص عنایت صرف آپ کے لئے ہے۔'' وہ بہت فریش نظر آ رہا تھا، عروبہ کا موڈ بھی اسے دیکھ کر خوشگوار ہونے لگا تھا۔

''اگر کسی کی بددعا لگ گئی آپ کو۔'' اس نے شرارت آمیز سنجیدگی سے کہا، وہ کچن میں آ گئے تھے، فارقلیط حسن ناشتہ بنا رہا تھا، اسے چیئر پر بیٹھا دیا تھا۔

''بددعا نہیں لگتی مجھے۔'' وہ مسکراہٹ دبا کر بولا، عروبہ مسلسل اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔

''آپ اتنے ظالم لگتے تو نہیں۔'' وہ بولی۔

''میں بہت ظالم ہوں۔'' وہ اس کی طرف مڑا۔

''مگر تمہارے لئے نہیں۔'' وہ ناشتہ ٹیبل پر لگانے لگا۔

''میں اس دنیا کا سب سے برا آدمی اور تم اس دنیا کی سب سے اچھی لڑکی ہو۔'' اس نے عروبہ کی ناک کھینچی تھی۔

''فارقلیط!'' وہ اپنی ناک سہلانے لگی تھی۔

''آپ اس دنیا کے دوسرے اچھے آدمی ہیں۔'' فارقلیط حسن نے اس کے کپ میں چائے ڈالی تھی اور سلائس پر مکھن لگا کر اس کی جانب بڑھایا۔

''اچھا۔'' اب وہ اپنے کپ میں چائے ڈال رہا تھا۔

''تو پہلا اچھا آدمی کون ہے؟'' وہ استفہامی نظروں سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

''میرے بابا۔'' اس نے بتایا۔

''تمہیں ابھی بھی لگتا ہے تمہارے پاپا اچھے ہیں۔'' وہ از حد حیران تھا۔

''اس کا کیا مطلب؟'' وہ ناسمجھی کے عالم میں اسے دیکھ رہی تھی۔

''انہوں نے جو تمہارے ساتھ کیا، میرے ڈیڈ میرے ساتھ ایسا کریں تو آئی سوئیر میں تو۔۔۔''

''جیسے بھی ہیں میرے بابا اچھے ہیں اور بس۔'' اس نے چائے کا کپ اٹھایا، فارقلیط حسن خاموش ہو گیا تھا۔

☆.....☆.....☆

''غضنفر!'' صوفیہ کمرے میں آئیں تو دیکھا وہ صوفے پر نیم دراز تھے۔

''طبیعت کیسی ہے؟'' انہوں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا مگر جواب ندارد۔

''مجھے بہت افسوس ہوا گل افزاء۔۔''

''بس۔'' انہوں نے ہاتھ اٹھا کر انہیں مزید بولنے سے روکا۔

''کیا بات کر رہی تھی تم، میری کس بیٹی کا کہہ رہی تھی اجڑ گی؟'' صوفیہ نے خوفزدہ نظروں نے ان کی جانب دیکھا تھا۔

''آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے غضنفر۔'' انہوں نے ٹالنا چاہا۔

''صوفیہ میں نے جتنا پوچھا ہے اتنا جواب دو۔'' مروت و لحاظ کا وقت گزر گیا تھا غضنفر علی نے اس عورت کو وہ مقام دیا تھا جس کی وہ حقدار نہ تھی، اب حقیقت کھلی اور ان پر یہ انکشاف ہوا کہ ان کی بربادی میں اس کا بھی ہاتھ ہے تو ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہونے لگا تھا۔

''آپ سن نہیں پائیں گے۔'' اس نے تمہید باندھی۔

''گل افزاء کی موت کی خبر سن لی ہے اور برداشت بھی کر لی ہے تو اب میں سب کچھ سن سکتا ہوں۔'' وہ ضبط کرتے ہوئے بولے۔

''عیسیٰ احمد نے شادی کی رات ہی نویلہ کو۔۔۔'' ان کی زبان اٹکنے لگی تھی، غضنفر علی دم سادھے بیٹھے تھے۔

''طلاق دے دی تھی۔'' وہ بات مکمل کر کے رونے لگی تھیں، غضنفر علی آنکھیں پھاڑے انہیں دیکھ رہے تھے، ان کے ماتھے پر پسینے کے ننھے ننھے قطرے نمودار ہونے لگے تھے، یکایک ان کے بائیں بازو میں درد اٹھا تھا، ان کا دل رک رک کر چلنے لگا تھا۔

☆.....☆.....☆

رات کا نا جانے کون سا پہر تھا، عروبہ غضنفر کو بہت پیاس لگی تھی، وہ اٹھ کر بیٹھ گئی، اس نے فوراً اپنے پہلو میں نگاہ دوڑائی، وہاں

فارقلیط حسن نہ تھا، وہ واش روم تک آئی۔

''فارقلیط!'' اس نے آواز دی، دروازہ کھلا ہوا تھا، وہ تیزی سے بیڈروم سے نکلی تھی سارا گھر دیکھ لیا، وہ کہیں نہ تھا، وہ لان میں نکل آئی تھی، ہر سو ہو کا عالم تھا، اس سناٹے سے اسے وحشت ہو رہی تھی۔

''نا جانے ڈیڈی گھر پر ہیں یا نہیں۔'' اچانک صحن میں لگے درخت کے پاس اسے ایک ہیولا دکھائی دیا، اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی اور وہ درخت کے تنے پر ضرب لگا رہا تھا۔

''فارقلیط؟'' اس کے منہ سے چیخ برآمد ہوئی، وہ ہیولا اس کی جانب بڑھا، وہ اندر کی طرف بھاگی۔

''رک جائے۔'' اس نے پکارا، خوف کی ایک تیز لہر اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سرائیت کر گئی، اس نے بھاگنا چاہا، مگر اس کے قدم زمین نے جکڑ لئے۔

❁ ❁

ناول ''می رقصم'' ابھی جاری ہے۔ اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی 20 تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

رنگا رنگ کہانیوں سے سجا، خوبصورت اور دلکش

سوہنی ڈائجسٹ

SohniDigest.Com

اگر آپ بھی لکھ رہے ہیں اور اُردو قارئین کی تلاش میں ہیں تو اپنی کہانیاں Inpage میں کمپوز (ٹائپ) کر کے پورے اعتماد کے ساتھ سوہنی ڈائجسٹ میں بھیجئے۔ نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

ابھی sohnidigest@gmai.com پر ای میل کریں۔

قسط نمبر 10

اسے کوئی جائے پناہ نہ دکھائی دے رہی تھی، اس نے فارقلیط حسن کو پکارنا چاہا مگر زبان نے ساتھ چھوڑ دیا، وہ تیزی سے اس کے قریب آیا۔

''عروبہ!'' فارقلیط حسن نے آگے بڑھ کر اس کا شانہ ہلایا تو وہ خوف سے لرزی اور مڑ کر اسے دیکھا، اس کی آنکھوں میں موجزن ڈر کو محسوس کرتے ہوئے فارقلیط حسن سب سمجھ گیا۔

''فارقلیط!'' وہ اس کے بازو سے لپٹ گئی، مارے خوف سے ابھی تک اس کا پورا بدن کانپ رہا تھا۔

''آر یو آل رائٹ؟'' اس نے عروبہ کو اپنی بانہوں کے حلقے میں لیتے ہوئے استفسار کیا تو اسے یک گونہ سکون اور تحفظ کا احساس ہونے لگا۔ اس نے سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا۔

''پہلے آپ نے کمرے سے غائب ہو کر مجھے پریشان کیا، پھر یہاں مجھے ڈرایا۔'' اس نے منہ بسورتے ہوئے کہا تو فارقلیط حسن کو اس پر ڈھیروں پیار آیا، وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے گویا ہوا۔

''مجھے نہیں پتا تھا میری بزدل مسز جاگ جائے گی۔'' وہ اسے چھیڑنے کی غرض سے بولا تھا، وہ خفگی سے بھرپور نظر اس پر ڈال کر رہ گئی، وہ ہنوز مسکرا رہا تھا۔

''آپ رات کے اس پہر یہاں کیا کرنے آئے تھے؟'' اس نے استفہامیہ نظروں سے فارقلیط حسن کی جانب دیکھا تو وہ اس کا ہاتھ تھام کر اندر کی جانب بڑھا۔

''اپنی محبوبہ کو لولیٹر لکھ رہا تھا۔'' وہ شرارت آمیز سنجیدگی سے گویا ہوا تھا، عروبہ غضنفر حیرت زدہ سی اسے دیکھے گئی، وہ دونوں اپنے روم میں آ چکے تھے، اس کا ہاتھ ابھی بھی فارقلیط حسن کے ہاتھ میں تھا، وہ اسے بٹھا کر خود بھی اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا اور اب اس کے تاثرات نوٹ کر رہا تھا۔

''آپ کی محبوبہ آپ کے بیڈروم میں، آپ کے بیڈ پر سو رہی تھی، تو پھر لولیٹر لکھنے کے لئے آپ کو باہر جانے کی کیا ضرورت تھی۔'' وہ اس کی شرارت کو بھانپ چکی تھی، اس لئے سنجیدگی سے بولی، فارقلیط حسن اسے دیکھے گیا۔

''اتنا کانفیڈنس۔'' وہ اب اس کے ہاتھ میں موجود چوڑیوں سے کھیل رہا تھا، عروبہ بغور اس کے دلکش وجود کو دیکھ رہی تھی، زندگی

کے تپتے صحرا میں وہ شخص اس کے لئے ایک ایسا سایہ دار درخت ثابت ہوا تھا، جس کی میٹھی چھاؤں اسے ہر طرح کے موسم کی سختیوں سے ہر وقت بچانے کے لئے تیار رہتی تھی، اس نے تو کبھی خواب میں بھی ایسے ہم سفر کے متعلق نہ سوچا تھا، اسے وہ بہت عزیز تھا، اس کی محبت عروبہ کے لئے زندگی کا سرمایہ تھی، جینے کی وجہ تھی، وہ مسکراتا تھا تو عروبہ کو اپنے اردگرد پھول کھلتے ہوئے محسوس ہوتے تھے وہ بولتا تھا تو وہ اس کے لہجے میں چھے دھیمے سروں میں کھونے لگتی تھی وہ اس کی طرف دیکھتا تھا تو وہ اندر تک سرشار ہو جاتی تھی، وہ اس کے جینے کی وجہ تھا۔

''یہ اعتماد، یہ مزاج، ہماری ہی محبت کا اثر ہے۔'' اس کی چوڑیوں کو چھوڑ کر اب وہ اس کی انگلی میں پہنے ڈائمنڈ رنگ کو کبھی اتارتا کبھی دوبارہ پہنا دیتا۔

''کیا تم بھی مجھ سے محبت کرنے لگی ہو؟'' اس نے اچانک سوال کیا تھا اور ہمیشہ کی طرح وہ اسے خاموش نگاہوں سے دیکھنے لگی تھی، وہ اسے کیا بتاتی کہ اس کی محبت تو عروبہ کے وجود میں خون بن کر دوڑنے لگی تھی، وہ چند لمحوں کے لئے اس سے دور ہوا تھا اور وہ سوتے سے جاگ گئی تھی، اس کے دل نے شور مچا کر اسے جگا دیا تھا۔ اسے بتا دیا تھا کہ وہ اس کے پاس سے اٹھ گیا ہے۔

''آپ باہر کیا کر رہے تھے؟'' اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ ایک مرتبہ پھر اس سے پوچھنے لگی تھی، چند ثانیے وہ اسے دیکھتا رہا، عروبہ اس کی نظروں کا مفہوم سمجھ رہی تھی، مگر قصداً نظر انداز کر رہی تھی۔

''آؤ تمہیں دکھاؤں۔'' وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک مرتبہ پھر باہر آ گیا تھا، وہ خاموشی سے اس کے ساتھ چلتی رہی تھی، وہ اسے اس درخت کے پاس لے آیا تھا، واپس پلٹ کر اس نے لائٹس آن کیں، ان کے اردگرد تیز روشنی پھیل گئی تھی اس کی نظر درخت کے تنے پر ٹھہر گئی تھی، وہ بے یقینی کے عالم میں تنے کو اور کبھی فارقلیط حسن کے خوبصورت چہرے کو دیکھتی تھی، اس کا دل سرشار ہو گیا تھا، خوشی سے جھوم اٹھا تھا، اسے اپنی خوش بختی پر خود رشک آ رہا تھا، اس نے فارقلیط حسن کا ہاتھ پکڑ کر اس کی پشت کو چوما تھا، اس کی یہ ادا فارقلیط حسن کو بہت بھائی تھی، وہ خاموش کھڑا اسے دیکھ رہا تھا، اب اس نے فارقلیط حسن کا ہاتھ پکڑ کر آنکھوں سے لگا لیا تھا، اس کا ایک ایک انداز بتاتا تھا کہ وہ اسے از حد چاہتی ہے، اس کی دیوانی ہے مگر فارقلیط حسن اس کی محبت کو اظہار کی زبان سے سننا چاہتا تھا، عروبہ محبت پاش نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی، اس کو یقین ہو چلا تھا کہ اس شخص کی محبت کا جادو سر چڑھ کر بولنے والا تھا۔

☆.....☆.....☆

پے در پے ملنے والے دکھوں اور شاکس نے غضنفر علی کی ذہنی حالت ابتر کر دی تھی، اسے میں نویلہ کی بربادی کی خبر ان کے اعصاب پر بجلی بن کر گری تھی، وہ ان کی سب سے چھوٹی اور بے حد لاڈلی بیٹی تھی، وہ اتنے بڑے دکھ کو کس حوصلے سے سہہ گئی تھی، کس طرح وہ گل افزاء کی موت پر انہیں تسلیاں اور دلاسے دیتی رہی تھی، وہ ہسپتال کے بستر پر بے بسی کی حالت میں پڑے ہوئے تھے، ان کا جسم مشینوں میں جکڑا ہوا تھا، انہیں ہارٹ اٹیک ہوا تھا، صوفیہ اور نویلہ انہیں ہسپتال لے کر آئی تھیں، تمام رات ان دونوں نے سولی پر لٹکتے ہوئے گزاری تھی۔

''اچھے اللہ میاں جی میرے بابا مجھے واپس لوٹا دے، میں زندگی بھر تجھ سے کبھی کوئی شکوہ نہیں کروں گی عیسیٰ احمد مجھ سے دور چلا گیا میں نے برداشت کرلیا، میرے بابا کو کچھ ہوا تو میں سہہ نہیں پاؤں گی'' آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر اس کے رخساروں پر بہہ رہے تھے، وہ اردگرد سے بے نیاز اس کے سامنے ہاتھ پھیلائے اپنے باپ کی زندگی کی بھیک مانگ رہی تھی، اسے آج اندازہ ہوا تھا کہ وہ اس دنیا میں اپنے پاپا سے زیادہ کبھی کسی کو نہیں چاہ سکتی۔

''نویلہ!'' صوفیہ عجلت کے عالم میں اس کے پاس آئی تھیں، نویلہ کا دل بند ہونے لگا تھا اس کا جی چاہا انہیں بولنے سے منع کر دے، وہ انگلیاں کانوں میں ٹھونس لینا چاہتی تھی۔

''تمہارے پاپا کو ہوش آ گیا ہے۔'' وہ اسے بتا کر واپس مڑ گئی تھیں، وہ فوراً سجدے میں گر پڑی تھی، اس کا دل تشکر کے احساس سے بھر گیا تھا شکرانے کے نوافل ادا کر کے وہ ان کے پاس روم میں آئی تھی۔

''پاپا!'' ان کا ہاتھ پکڑ کر وہ روئے جا رہی تھی۔

''آئی لو یو سو مچ، آئی کانٹ لوو دا وَٹ یو۔'' ان کی آنکھیں بھی جھلملانے لگی تھیں، انہیں ایک مرتبہ پھر احساس جرم نے گھیر لیا تھا۔

''میں تمہارا مجرم ہوں بیٹا۔'' وہ نحیف آواز میں بولے تھے۔

''میں ہوں تمہاری بربادی کی وجہ'' وہ شکستہ لہجے میں بولے تھے۔

''کچھ بھی آپ سے بڑھ کر امپورٹنٹ نہیں ہے میرے لیے، آپ سے زیادہ میں کسی سے محبت نہیں کرتی پاپا، آپ میرے پاس ہیں تو کوئی غم نہیں ہے مجھے، کچھ بھی ایسا مت سوچیں جس سے آپ کی صحت پر برا اثر پڑے۔'' وہ ان کی آنکھوں کے بھیگے گوشے پونچھتے ہوئے پیار سے بولی، انہیں کبھی بھی اندازہ نہ ہو سکا تھا کہ ان کی چھوٹی سی، لاڈلی بیٹی اتنی سمجھدار ہے، اس میں حالات کو فیس کرنے کی اتنی ہمت ہے۔

''میں نے جو گل افزاء کے ساتھ کیا، وہ پلٹ کر میرے سامنے تو آنا تھا، دنیا مکافات عمل ہے بیٹا۔'' اس کی تسلیاں اور دلاسے بھی ان کے بے چین و بے قرار دل کو سکون نہ پہنچا رہے تھے، ان کا احساس جرم اور احساس زیاں اور زیادہ بڑھنے لگا تھا۔

''پاپا کچھ مت سوچیں، Stress آپ کے لئے اچھا نہیں ہے۔'' اس نے ان کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''مجھے سزا مل رہی ہے، پہلے عروبہ اور اب تم۔'' ان کے دل میں پھر سے شدید درد ہونے لگا تھا، وہ درد کو دباتے ہوئے گویا ہوئے، ان کے چہرے پر تکلیف کے آثار نمودار ہوئے تو نویلہ گھبرا اٹھی۔

''پاپا آپ کو پتا ہے میں کالج میں ایڈمیشن لے رہی ہوں اور میں نے سوچا ہے۔'' اس نے بہت خوبصورتی سے بات کا رخ بدلا تھا، مگر ان کی سوچ ایک ہی نقطے پر اٹک کر رہ گئی تھی۔

''کیا عروبہ مجھے معاف کرے گی؟'' انہوں نے گویا اس کی بات سنی ہی نہ تھی۔

''پاپا وہ بہت اچھی ہے۔'' نویلہ نے انہیں تسلی دینا چاہی۔

''ہاں!'' انہوں نے ایک گہرا تھکا ہوا سانس خارج کیا۔

''کیوں کہ وہ گل افزاء کی بیٹی ہے۔'' ان کے دل نے تھک کر اعتراف کیا تھا۔

''آف کورس۔'' وہ ہولے سے مسکرائی۔

''اور اس لئے بھی کہ وہ آپ کی بیٹی ہے۔'' اس نے محبت سے کہا تو وہ چند ثانیے خاموش نظروں سے اسے دیکھتے رہے۔

''میں بہت برا ہوں نویلہ؟'' انہوں نے کہا۔

You are the worlds Best Papa اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا، دفعتاً دروازہ کھلا اور ڈاکٹر ہارون کمال اندر آئے، ان کے ساتھ نرس تھی، جس کے ہاتھ میں ٹرے تھی، جس میں مختلف ادویات اور انجکشنز تھے۔

''السلام علیکم!'' نویلہ نے سلام کیا تھا، ڈاکٹر ہارون کمال نے ایک سرسری نظر اس پر ڈالی اور سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

''اب کیسی طبیعت ہے آپ کی؟'' انہوں غضنفر علی سے دریافت کیا۔

''زندہ ہوں۔'' وہ ناامید لہجے میں بولے۔

''اوں ہوں، غضنفر صاحب!'' نرس بی پی چیک کر چکی تھی اور وہ دیکھ رہے تھے۔

''اتنی مایوسی تو اچھی نہیں۔'' اسی وقت صوفیہ کمرے میں داخل ہوئی تھیں، ڈاکٹر ہارون کمال نے فائل پر کچھ لکھا اور واپس مڑے۔

''مسز غضنفر آپ میرے ساتھ آئیں۔'' وہ صوفیہ سے مخاطب ہوئے، وہ باہر نکل گئیں، نویلہ اٹھ کر باپ کے پاس آ گئی، مگر اس کا دل از حد پریشان ہو چکا تھا۔

☆.....☆.....☆

فروا نے اپنی زندگی کا واحد اور پیارا رشتہ کھو دیا تھا، ماں ایک ایسی ہستی ہوتی ہے جس کی موجودگی تمام دکھوں اور تکلیفوں کا مداوا کر دیتی ہے، کسی محرومی کا احساس نہیں ہونے دیتی، اگر کوئی بھی رشتہ پاس نہ ہو اور صرف ماں پاس ہو تو وہ سب رشتوں کی کمی پوری کر دیتی ہے، لیکن جب ماں چلی جاتی ہے تو سب رشتوں اور محبتوں کے ہونے کے باوجود بھی انسان خود کو بھری دنیا میں اکیلا محسوس کرتا ہے اور فروا کے تو سب رشتے ہی ماں سے جڑے ہوئے تھے، اس کو تو باپ کا نام بھی نہ ملا تھا، اسکول اور پھر کالج اور ہر جگہ اس کے نام کے ساتھ احسان ماموں کا نام گارڈین کے خانے میں لکھا جاتا تھا، مگر وہ اپنے نام کے ساتھ ہمیشہ اپنی ماں کا نام لکھتی تھی۔

''امی کیوں چھوڑ گئیں آپ مجھے، آپ کو پتا تھا نہ میرا آپ کے سوا کوئی نہیں ہے۔'' موسیٰ علی آفس گیا ہوا تھا، معصب سو رہا تھا، وہ انیکسی میں آ گئی تھی، اس کا دل بھرانے لگا تھا، امی کی سب چیزیں اپنی جگہ پر پڑی ہوئی تھیں۔

''امی بس اب پھینک دیں اس جوتے کو اتنا بوسیدہ اور خستہ حال ہو گیا ہے۔''اس کی نظر ان کے جوتے پر پڑی تھی، جو کئی بار ٹوٹا تھا اور کئی بار انہوں نے مرمت کروایا تھا۔

''ابھی اچھا بھلا تو ہے۔''وہ دھیمے پن سے مسکرا دی تھیں۔

''کچھ مہینے اور نکال سکتا ہے۔''وہ جانتی تھی اس کی ماں صرف اس کی خاطر اپنی ضرورتوں کو پس پشت ڈال کر ایسا کر رہی ہے، وہ چاہتی تھیں فروا اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جائے، وہ زندگی میں کبھی کسی کی محتاج نہ ہو، اسے کبھی آنے والے وقتوں میں یہ محسوس نہ ہو کہ اس کا باپ نہ تھا اور اس کی ماں اس کے لئے کچھ نہ کر سکی۔

''امی!''وہ جوتے کو سینے سے لگائے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی، دل شدت غم سے پھٹ رہا تھا۔

میں چھوٹی سی اک بچی تھی
تیری انگلی تھام کر چلتی تھی
تو دور نظر سے ہوتی تھی
میں آنسو آنسو روتی تھی
خوابوں کا اک روشن بستہ
تو روز مجھے پہناتی تھی
جب ڈرتی تھی میں راتوں کو
تو اپنے ساتھ سلاتی تھی
ماں نے کتنے برسوں تک
اس پھول کو سینچا ہاتھوں سے
جیون کے گہرے بھیدوں کو
میں سمجھی تیری باتوں سے
میں تیری یاد کے تکیے پر
اب بھی رات کو سوتی ہوں
ماں! میں چھوٹی سی ایک بچی
تیری یاد میں اب بھی رہتی ہوں

''امی؟'' وہ زمین پر بیٹھی زاروقطار رو رہی تھی۔

''امی میں بہت اکیلی ہوگئی ہوں۔'' اس کے رونے میں تیزی آتی جا رہی تھی۔

''فروا!'' اس کے عقب میں موسیٰ علی کی آواز ابھری تھی مگر وہ اسی طرح روتی رہی تھی۔

''اٹھو۔'' اس نے فروا کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھڑا کر لیا تھا۔

''چلو میرے ساتھ۔'' اس نے جوتا اس کے ہاتھ سے پکڑ کر واپس رکھا اور اسے ساتھ لیے باہر نکل آیا، اسے لاؤنج میں صوفے پر بیٹھا کر وہ اس کے پاس بیٹھ گیا تھا۔

''پیکنگ کر لو اپنی اور معصب کی اس سنڈے ہم انگلینڈ جا رہے ہیں۔'' وہ آنسو بہائے جا رہی تھی موسیٰ علی کی بات سن کر وہ بری طرح چونک گئی تھی۔

''کیوں؟'' نا چاہتے ہوئے بھی وہ پوچھ بیٹھی تھی۔

''میر بزنس ٹور ہے، میں تم دونوں کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔'' اس کے بتانے پر چند ثانیے وہ خاموش بیٹھی رہی۔

''معصب کو ساتھ لے جائیں، میں رہ لوں گی اکیلی، پہلے بھی تو رہی ہوں اکیلی، اتنے کڑے وقت میں۔'' اس نے آنسوؤں کو بے دردی سے رگڑا تھا اور وہ اور زیادہ شدت سے بہنے لگے تھے، موسیٰ علی نے دیکھا تھا کہ اس کی آنکھیں سوج گئی تھیں، ناک سرخ ہو رہی تھی۔ اس کے لب کپکپا رہے تھے، اس نے پہلی بار اسے غور سے دیکھا تھا، بلاشبہ وہ بہت خوبصورت تھی وہ اس فروا سے بالکل مختلف دکھائی دے رہی تھی جو اس سے لڑتی جھگڑتی تھی، اس کی ہر بات کا جواب دیتی تھی۔

''آئے ایم سوری فروا!'' وہ شرمندہ ہوا تھا۔

''واقعی مجھے اس وقت تمہارے ساتھ ہونا چاہیے تھا، مگر ہمیں آنے والے وقت کا نہیں پتا ہوتا مجھے کیا معلوم تھا۔'' اس نے قصداً بات ادھوری چھوڑی تھی، فروا کے آنسو ایک مرتبہ پھر

تیزی سے بہنے لگے تھے۔

''فروا تمہیں خود کو سنبھالنا ہوگا، تمہارے ایسے رونے سے ان کی روح کو تکلیف ہوگی۔'' موسیٰ علی نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

''اور تم اکیلی نہیں ہو، میں اور معصب تمہارے ساتھ ہیں، میں وعدہ کرتا ہوں اب کبھی تم کو اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔'' موسیٰ علی اس کے لئے پانی لے آیا تھا، گلاس اس کے منہ کو لگایا تو وہ ایسے پانی پینے لگی جیسے صدیوں سے پیاسی ہو بزنس ٹور کا بہانہ بنا کر وہ اسے کچھ وقت کے لئے اس گھر اور اس ماحول سے نکالنا چاہتا تھا، اسے احساس نہ ہوا تھا مگر اس کے دل میں فروا کے لئے جگہ بننے لگی تھی۔

☆.....☆.....☆

عیسیٰ احمد ماما سے بات کرنے کے بعد بہت فکر مند ہو گیا تھا، اسے ایک مسلسل بے چینی اور فکر لاحق ہو گئی تھی کہیں ماما پاپا واقعی نویلہ کو یہاں نہ لے آئیں، وقت جیسے جیسے گزر رہا تھا، اس کا احساس زیاں اور زیادہ ہو رہا تھا، اسے یہ خیال ستانے لگا تھا کہ عروبہ غضنفر اسے بے وفا سمجھتی ہو گی، وہ اس کے متعلق کیا سوچتی ہو گی اور پھر یہ خیال کے اسے اس کے بغیر اپنی بقیہ زندگی گزارنی ہے اسے جان لیوا لگتا تھا۔

''عروبہ میں تمہاری جگہ کسی اور کو نہیں دے سکتا۔'' اسے آج وہ شدت سے یاد آ رہی تھی، جی چاہ رہا تھا کہ اس کے پاس اڑ کر پہنچ جائے اس کو دیکھے، اس سے باتیں کرے مگر ایسا ممکن نہ تھا آخری ملاقات میں عروبہ نے اسے اپنے پیچھے آنے سے منع کیا تھا اور وہ دل پر جبر کیے اس سے ملے بغیر واپس آ گیا تھا۔

''کاش وہ سب نہ ہوتا عروبہ!'' وہ روز یہ بات سوچتا تھا، ہر روز اس وقت کو یاد کر کے پچھتاتا تھا مگر وقت اس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

''کیا اس نے مجھے بھلا دیا ہو گا؟'' اس کا دل اس سے سوال کرنے لگا تھا مگر اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا، کوئی تسلی یا دلاسہ نہ تھا، اسے بارہا وہ منظر یاد آیا جس میں وہ بے بسی کی تصویر بنی تنہا کھڑی صوفیہ آنٹی سے مار کھا رہی تھی اور پھر وہ منظر اسے بے چین کرنے لگا جب وہ اپنے شوہر کے شانے پر سر رکھے آنسو بہا رہی تھی اور اسے وہاں سے چلے جانے کے لئے کہہ رہی تھی، وہ اس کا کہا کب ٹال سکتا تھا، وہ وہاں سے آ گیا تھا مگر آتے ہوئے اپنا دل اس کے قدموں میں چھوڑ آیا تھا۔

☆.....☆.....☆

درخت کے تنے پر عروبہ کے نام کے ساتھ فارقلیط حسن کا نام کھدا ہوا تھا، وہ اسے دیکھے گئی اور پھر اس پر ہاتھ پھیرنے لگی۔

''یہ کام صبح بھی تو ہو سکتا تھا۔'' وہ اس کی طرف مڑی تھی، اسے خوش ہوتا دیکھ کر فارقلیط حسن بھی مسرور تھا، یہ احساس اس کے لئے نہایت خوش کن تھا کہ وہ اس کے لبوں پر مسکان بکھیرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔

''یار میں تمہیں سرپرائز دینا چاہتا تھا، صبح تمہیں دکھانا چاہتا تھا، مگر تم نے جاگ کر میرا پلان چوپٹ کر دیا۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولا عروبہ اس کے مہربان چہرے کو دیکھے گئی، اس کی محبتوں کے سامنے اس کے الفاظ کم پڑنے لگتے تھے، اس نے کبھی خواب میں بھی ایسے شخص کا تصور نہ کیا تھا، جو اسے یوں والہانہ چاہتا، اسے سراہتا، جس نے اسے دل کے سنگھاسن پر اتنے بلند مقام پر بٹھا کر یوں معتبر کیا تھا۔

''مجھے کبھی کبھی آپ کی محبت سے ڈر لگنے لگتا ہے فارقلیط!'' چاند کی دودھیا روشنی اس کے صبیح چہرے پر پڑ رہی تھی، اس کی گہری، شفاف اور بے ریا آنکھیں فارقلیط حسن سے بہت کچھ کہہ رہی تھیں، اس سناٹے میں وہ اس کی آنکھوں سے ملنے والے پیغام بہت غور سے سن رہا تھا اور بغور انہیں سمجھ رہا تھا۔

''محبت پر اعتبار کرنا سیکھو عروبہ۔'' اس نے اس کا دایاں ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر بائیں جانب رکھا تھا، عروبہ کی دھڑکنیں، اس کی

دھڑکنوں کو محسوس کرتے ہوئے بے قابو ہونے لگی تھیں۔

''درختوں پر نام لکھنے سے محبت نہیں بڑھتی جن سے محبت کی جائے ان کا نام تو دل پر لکھنا چاہیے نا، درختوں سے نام مٹ سکتا ہے، دل پر لکھا نام کبھی کوئی نہیں مٹا سکتا۔'' عروبہ نے ہاتھ واپس کھینچنا چاہا تھا مگر ہمیشہ کی طرح فارقلیط حسن کی گرفت اس پر بہت مضبوط تھی۔

''تم میرے دل کی دھڑکنوں کو غور سے سنو، یہاں تم کو صرف ایک نام کی بازگشت سنائی دے گی عروبہ!'' عروبہ غضنفر کی ہتھیلیاں سخت سردی کے باوجود بھیگنے لگی تھیں، اب کی بار وہ بالکل خاموش ہوگئی تھی، فارقلیط حسن کی یہ محبتیں، محبتوں کی یہ شدتیں اس کے دل کے اجڑے گلشن میں بہار کی نوید بن کر اتری تھیں، اس کے وجود پر چھائے اداسی کے بادل چھٹنے لگے تھے، اس کی ہمراہی نے عروبہ کو ایک انوکھی خوشی اور مان دیا تھا، اسے زندگی سے پیار ہونے لگا تھا۔

''تم میری محبت پر کب اعتبار کرنا سیکھو گی؟ اس کی طویل خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے وہ آس بھرے لہجے میں بولا تھا۔

''مجھے اعتبار کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے فارقلیط؟'' اس نے فارقلیط حسن کے محبتوں سے گندھے وجود پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

''مگر مجھے پتا بھی نہیں چلا اور میرا دل آپ کی محبت پر اعتبار کرنے لگا ہے۔'' اس کے الفاظ ساون کی پھوار بن کر فارقلیط حسن کے وجود پر اور دل پر برسے تھے، اس کی محنت رائیگاں نہ گئی تھی۔

''لیکن اتنا یاد رکھیے گا، اگر آپ نے میرا اعتبار توڑا تو میں مر جاؤں گی۔'' وہ دھیمے سروں میں بول رہی تھی، اس کے لہجے میں محبت کو کھو دینے کے اندیشے فارقلیط حسن کے دل کو بہت بھار رہتے تھے، وہ اس کا یہ پیارا عکس آنکھوں میں محفوظ کر رہا تھا، اس کے شیریں الفاظ اپنی روح میں اتار رہا تھا۔

''میں تمہارے بناء کچھ نہیں ہوں عروبہ، تم میرے جینے کی وجہ ہو، تم سے مل کر، تمہیں پا کر میں نے زندگی کا مزا پایا ہے، سچی خوشی اور سکون کسے کہتے ہیں، خود میرے دل کو اب معلوم ہوا ہے۔'' وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا تو ایک گہرا سکون عروبہ کی روح تک اتر گیا۔

''جیسے اس درخت کے تنے پر ہمارا نام ساتھ ساتھ لکھا ہے اور یہ صدیوں تک لکھا رہے گا، اسی طرح میرے دل پر تمہارا نام ہمیشہ لکھا رہے گا، میں اگر اس دنیا سے چلا بھی جاؤں نہ تو میری محبت کا حصار تمہیں اپنی حفاظت اور اپنی پناہ میں لئے رکھے گا۔'' اس کے آخری الفاظ نے عروبہ کی جان نکال دی تھی، اس نے اپنا جھکا ہوا سر تیزی سے اوپر اٹھایا تھا، اس نے اپنا بایاں ہاتھ فارقلیط حسن کے لبوں پر رکھ دیا تھا۔

''ایسی بات دوبارہ مت کیجیے گا، ابھی تو میرے دل نے آپ کی محبت کی بارش میں بھیگنا شروع کیا ہے، ابھی تو میری صدیوں کی پیاسی روح نے آپ کی محبت کی بارش سے سیراب ہونا ہے، مجھے آپ کے مضبوط اور گھنے سائے کی بہت ضرورت ہے۔'' اس کی نگاہوں کی التجائیں، اس کے لہجے کی اداسی کو بھانپتے ہوئے وہ نرمی سے مسکرا دیا تھا۔

''کافی پیو گی؟'' وہ اس کا ہاتھ تھامے ہوئے اندر کی جانب بڑھا تھا، اب کی بار عروبہ نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی، اس کے دل کو عجیب سا وہم ہوا تھا۔

''آپ اتنے اچھے کیوں ہیں؟'' اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا، اس کی بات پر فارقلیط حسن دھیمے پن سے مسکرا دیا تھا۔

''کیونکہ میری مسز بہت اچھی ہے۔'' وہ دونوں کچن میں آ گئے تھے، فارقلیط حسن کافی بنانے لگا تھا، وہ شیلف کو ٹیک لگائے اس کے سامنے کھڑی تھی، وہ کافی بنا رہا تھا۔

''آپ کافی بہت اچھی بناتے ہیں'' وہ فریش انداز میں بولی تھی۔

''میں الو بھی بہت اچھا بناتا ہوں۔'' وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا۔

''کیسے؟'' اس نے دایاں ابرو چڑھایا۔

''لڑکیوں کو۔'' وہ شرارت آمیز سنجیدگی سے بولا۔

''اور مجھے؟'' اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ سوال کرنے لگی تھی۔

''تم تو میری کیوٹ سی انوسینٹ سی وائف ہو۔'' اس کی ناک کھینچتے ہوئے وہ محبت سے گویا ہوا تھا، کافی کے مگ لے کر وہ بیڈروم میں آ گئے تھے۔

''کافی بہت مزیدار ہے۔'' عروبہ نے ایک سیپ لیتے ہوئے کہا۔

''اور میں یہ صرف بہت خاص لوگوں کے لیئے بناتا ہوں۔'' وہ اس کے چہرے پر نگاہیں جماتے ہوئے بولا تھا۔

''یہ ڈائیلاگ کتنی لڑکیوں سے بول چکے ہیں اب تک۔'' اس نے مصنوعی پن سے گھورتے ہوئے کہا تو فارقلیط حسن نے ایک جاندار قہقہہ لگایا۔

''ویل، تعداد تو یاد نہیں۔'' وہ ڈھٹائی سے بولا۔

''مگر سچ صرف تم سے بول رہا ہوں۔'' اس کی بات پر عروبہ نے کوئی ردعمل ظاہر نہ کیا اور خاموشی سے کافی پیتی رہی۔

''میں سچ کہہ رہا ہوں، میں نے تمہارے علاوہ کبھی کسی کو کافی بنا کر نہیں پلائی۔'' اب وہ اسے اپنی کہی بات کی خود بھی وضاحت دے رہا تھا۔

''تمہیں پتا ہے میں کالج اور یونیورسٹی لائف میں بہت اچھی سنگنگ کرتا تھا۔'' اس نے اچانک کہا تھا، عروبہ نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

''نہیں۔''

''گانا سناؤں تمہیں؟'' وہ اجازت طلب کر رہا تھا۔

"سنائیں۔" اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اپنا سر اس کے شانے سے ٹکا دیا تھا، وہ کچھ دیر سوچتا رہا، جیسے چوز کر رہا ہو کہ کیا سنائے۔

ہم تیرے بن اب رہ نہیں سکتے

تیرے بنا کیا وجود میرا

تجھ سے جدا گر ہو جائیں گے تو

خود سے بھی ہو جائیں گے جدا

کیوں کہ تم ہی ہو، اب تم ہی ہو

میری زندگی اب تم ہی ہو

چین بھی میرا درد بھی

میری عاشقی اب تم ہی ہو

فارقلیط حسن نے ہاتھ پھیلا کر اسے اپنی مضبوط پناہوں میں لے لیا تھا، اس کا ہاتھ نرمی سے عروبہ غضنفر کے بالوں میں چل رہا تھا، اس کے محبت بھرے لمس کی تاثیر اس کی روح میں اترنے لگی تھی، اس کی جادو بھری آواز اس کے دل کو مٹھی میں لینے لگی تھی۔

تیرا میرا رشتہ ہے ایسا

اک پل دوری گوارا نہیں

تیرے لئے ہر روز میں جیتا

تجھ کو دیا میرا وقت سبھی

کوئی لمحہ میرا نہ ہو تیرے بناء

ہر سانس پہ نام تیرا

کیوں کہ تم ہی ہو

تم ہی ہو، زندگی اب تم ہی ہو

اس نے سونگ ختم کر کے اس کی جانب دیکھا۔

"عروبہ!" اس کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی تھی، وہ سو چکی تھی، اس کے چہرے پر سارے جہان کی معصومیت اور پاکیزگی تھی، اس کی یہ معصومیت اور پاکیزگی فارقلیط حسن کو جان سے زیادہ پیاری تھی۔

☆.....☆.....☆

عدیل نے باہر پہنچتے ہی اسے کال کی تھی وہ اس کے لیے بے حد اداس تھی وہ مسلسل اسے تسلی دیتا رہا تھا۔

''بہت جلد تمہیں اپنے پاس بلاؤں گا تم فکر مت کرنا علیشہ۔'' وہ محبت سے بولا تھا مگر علیشہ کی اداسی کم نہ ہوئی تھی۔

''عدیل میں تمہارے بنا زیادہ دن نہیں رہ سکوں گی۔'' وہ نا چاہتے ہوئے بھی کہہ گئی تھی، عدیل ہنس دیا تھا۔

''میری جان میں کہہ رہا ہوں نہ کہ تم کو جلد بلواؤں گا، بس مجھے یہاں سیٹ ہو جانے دو۔'' اس نے اسے پیار سے سمجھایا اور وہ اس کی بات کے جواب میں خاموش ہو گئی تھی۔

''تم اپنا خیال رکھنا عدیل۔'' وہ محبت سے تفکر آمیز لہجے میں بولی تھی۔

''اور تم کو بھی اپنا خیال رکھنا ہے۔'' عدیل نے جیسے اسے یاد دلایا تھا، کچھ دیر بات کرنے کے بعد اس نے فون بند کر دیا تھا، اسی وقت اس کا موبائل بجنے لگا تھا، اس نے بے دلی سے کال ریسیو کی تھی اور دوسری طرف سے ملنے والی خبر نے اسے دہلا دیا تھا۔

''میں آ رہی ہوں ہاسپٹل تم نے مجھے رات ہی کیوں نہیں بتایا نویلہ!'' اسے جیسے ہی خبر ملی کہ اس کے پاپا کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے وہ فوراً ہاسپٹل جانے کے لئے اپنے روم سے باہر نکلی تھی۔

☆.....☆.....☆

زین ندیم کو جب سے یہ خبر ملی تھی کہ سر موسیٰ علی اپنی کزن کو چھوڑنے انگلینڈ جا رہے ہیں، اس کی جان پر بن آئی تھی، اسے کچھ سمجھ نہ آ رہی تھی کہ وہ کیا کرے، اب اس وقت وہ اسے پرپوز بھی نہ کر سکتا تھا، ابھی دن ہی کتنے ہوئے تھے اس کی ماں کو گئے ہوئے نہ ہی اسے سر موسیٰ سے بات کرنا اچھا لگ رہا تھا، اسے عجیب بے چینی نے گھیر لیا تھا، وہ آفس سے لنچ ٹائم پر نکل کھڑا ہوا تھا، اس کا رخ سر موسیٰ کے گھر کی طرف تھا، کئی بار دماغ نے اسے روکا تھا، مگر دل دماغ کی تمام تاویلیں اور دلیلیں رد کرتا ہوا اس کے سامنے جا پہنچا تھا۔

''السلام علیکم!'' اسے وہ لاؤنج کے صوفے پر بیٹھی نظر آ گئی تھی، پاس ہی معصب علی اپنے کھلونوں سے کھیل رہا تھا، وہ شائستگی سے سلام کرتے ہوئے اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔

''وعلیکم السلام!'' فروا نے سرسری نظر اس پر ڈالی اور ہاتھ میں پکڑا چائے کا کپ لبوں سے لگا لیا۔ زین ندیم نے بغور اس کا جائزہ لیا، سیاہ رنگ کی قمیض اور سیاہ چوڑی دار پاجامے میں اس کی گوری رنگت دمک رہی تھی، ناک میں پہنی چھوٹی سی لونگ اس کے مضمحل اور اداس چہرے کو عجیب سی رونق بخش رہی تھی۔

''مجھے آپ کی والدہ کا پتا چلا، بہت افسوس ہوا۔'' اس نے بات کا آغاز کیا، فروا نے تیزی سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

''اس ایک معاملے میں ہم بہت بے بس ہوتے ہیں۔'' وہ جو اسے یہ کہنے ہی والی تھی کہ موسیٰ علی گھر پر نہیں ہے وہ ابھی جائے، اس کی بات سن کر خاموش ہو گئی تھی، اس کا دل بھرانے لگا تھا۔

''یقین کریں میں نے آپ کے غم کو اپنے دل میں محسوس کیا ہے۔''اس کے الفاظ کے معنوں سے بے خبر وہ اسے اپنے دل کا حال بتانے کی کوشش کر رہا تھا، آنسو فروا کی آنکھوں سے بہنے لگے تھے۔

''کچھ لوگ زندگی کے ہر معاملے میں بے بس ہوتے ہیں۔''اس کے آنسو تیزی سے رخساروں پر بہہ رہے تھے اور زین ندیم کے دل نے شدت سے خواہش کی تھی کہ وہ ان آنسوؤں کو اپنے ہاتھوں سے صاف کرے، مگر کچھ خواہشیں انسان کو ہمیشہ کے لئے دل کے قبرستان میں دفن کرنی پڑتی ہیں، ایسا ہی زین ندیم کو کرنا پڑا تھا۔

''اللہ پاک آپ کی والدہ کی مغفرت فرمائے آمین۔''وہ سمجھ نہ پا رہا تھا کہ کیسے اس سے مدعا بیان کرے۔

''موسیٰ گھر پر نہیں ہیں، آپ بعد میں آیئے گا۔''ایک دم ہی وہ وہاں سے اٹھی تھی اور اندر کی جانب بڑھی تھی، وہ اسے جاتا دیکھتا رہا، اس کے پاس ایسا کوئی اختیار اور حق نہ تھا کہ وہ اسے روکتا بس بے بسی کے عالم میں اسے جاتا دیکھتا رہا، بہت کچھ دل میں سوچ کر آیا تھا مگر اس سے ایک لفظ نہ کہہ سکا تھا، بوجھل قدموں کے ساتھ اٹھ کر وہ باہر کی جانب بڑھا تھا۔

☆.....☆.....☆

وارڈ بوائے سے ڈاکٹر ہارون کمال کے روم کا پوچھ کر وہ آہستگی سے دستک دے کر اندر آ گئی تھی۔

''یس! کم ان۔''اندر سے آواز آئی تھی۔

''ہاں، تو ٹھیک کہتا ہے واجد، تمہیں بھی تھوڑا بریک لینا چاہیے۔''سامنے ڈاکٹر ہارون کمال ریوالونگ چیئر پر بیٹھے، بہت ریلیکس موڈ میں فون پر کسی سے بات کر رہے تھے، وہ خاموشی سے کھڑی ان کے فارغ ہونے کا انتظار کر رہی تھی، جب کافی دیر وہ اسی طرح باتوں میں مصروف رہے اور نویلہ کو یقین ہو گیا کہ وہ اس کی بات نہیں سنیں گے تو وہ واپس مڑنے لگی۔

''رکو!''اپنے عقب میں اسے آواز سنائی دی، اسے رک جانا پڑا تھا۔

''او کے سی یو سون۔''وہ مڑی تب تک وہ فون بند کر چکے تھے، وہ ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی،

''ڈاکٹر صاحب آپ نے میری ماما سے کیا کہا ہے؟''وہ بغور اس کی جانب دیکھ رہے تھے، نویلہ نے اعتماد سے ان کی جانب دیکھتے ہوئے پریشانی سے کہا۔

''آپ غضنفر صاحب کی بیٹی ہیں؟''انہوں نے استفہامیہ نظروں سے نویلہ کی جانب دیکھا تھا۔

''جی میرے پاپا ہیں وہ۔'' اس نے بتایا۔

''دیکھو تمہارے پاپا کی کنڈیشن بہت سیریس ہے، اگر انہیں خدانخواستہ دوسرا ہارٹ اٹیک آیا تو وہ survive نہیں کر پائیں گے۔''انہوں نے اسے اصل صورتحال سے آگاہ کیا تھا۔

وہ بہت زیادہ Stressed out ہیں، اور اس کا سارا اثر ان کے ہارٹ پر پڑ رہا ہے ان کے لئے ریلیکس ہونا بہت ضروری ہے دوسری طرف بی پی بھی کنٹرول میں نہیں ہے مسلسل اوپر نیچے ہو رہا ہے۔'' انہوں نے بتایا تو وہ از حد متفکر ہوئی۔

''شکریہ!'' وہ آنکھوں میں آنے والے آنسوؤں کو پیچھے دھکیلتے ہوئے واپس مڑی اور باہر نکل گئی، ڈاکٹر ہارون کمال پر سوچ نگاہوں سے اسے جاتا دیکھتے رہے۔

''نویلہ!'' باہر نکلتے ہی اس کی نظر سامنے سے آتی علیشہ سے ٹکرائی، وہ تیزی سے اس کے قریب آئی۔

''پاپا کہاں ہیں؟'' وہ اسے لے کر ان کے روم کی جانب بڑھی تھی۔

☆.....☆.....☆

فروا نے بہت انکار کیا تھا مگر موسیٰ علی اس کے انکار کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے جانے کی سب تیاریاں مکمل کر چکا تھا، وہ فروا کے لئے کچھ گرم کپڑے اور کوٹ خرید لایا تھا۔

رات کا وقت تھا، مصعب سو رہا تھا، فروا نماز پڑھ کر اپنی جگہ پر آ کر لیٹی تھی، موسیٰ علی نے غیر ارادی طور پر اس کی جانب دیکھا تھا، سیاہ اور سفید کے امتزاج کا کرتا پاجامہ پہنے دوپٹہ سر پر جمائے وہ انتہائی مضمول واداس اور حسین دکھائی دے رہی تھی، وہ گود میں لیپ ٹاپ رکھے اس پر کچھ ضروری کام کر رہا تھا۔

''فروا!'' وہ اس کی جانب پشت کیے ہوئے لیٹی تھی، اس کی آواز سن کر بھی نہ مڑی۔

''جی!'' مختصر جواب آیا۔

''تمہیں سونا ہے تو لائٹ آف کر دوں؟'' اس سے پوچھا۔

''نہیں، آپ اپنا کام کر لیں۔'' وہ اسی طرح لیٹی ہوئی بولی۔

''میں لاؤنج میں چلا جاتا ہوں۔'' اس کی خاموشی اور سنجیدگی موسیٰ علی کو بہت محسوس ہو رہی تھی، وہ جو یہ سوچتا تھا کہ عنیزہ کے بعد اس کا دل کسی لڑکی کی پرواہ نہیں کر سکتا تو اب اس کا دل فروا کی فکر کرنے لگا تھا، اس کے لئے پریشان ہونے لگا تھا۔

''وہاں سردی ہے۔'' اس کا بولنے کو بالکل دل نہ چاہ رہا تھا، مگر موسیٰ علی اسے بار بار پکار رہا تھا، بولنے کے لئے اکسا رہا تھا اور وہ نا چاہتے ہوئے بھی اسے جواب دے رہی تھی۔

''تمہیں نیند آئی ہے؟'' اس نے ایک سوال کیا تھا۔

''جی!'' اس نے کہنے کے ساتھ ہی کمبل سر تک تان لیا موسیٰ علی اس کی اس حرکت پر خفیف سا مسکرا دیا، اگلے روز شام ان کی فلائٹ تھی فروا بہت بے دلی سے تیار ہو رہی تھی، مگر فی الوقت موسیٰ علی کے لئے یہی کافی تھا کہ وہ اس کے ساتھ جا رہی تھی۔

اتنے لمبے سفر کے دوران وہ مسلسل خاموش رہی تھی، موسیٰ علی کوئی بات کرتا تو ہوں، ہاں میں جواب دے دیتی، مصعب چھوٹی چھوٹی باتیں کرتا ہوا سو گیا تھا، ایئر پورٹ سے وہ لوگ ٹیکسی میں ہوٹل تک آئے تھے روم ریزرو کروا کر وہ اپنا سامان لے کر اندر چلے گئے تھے، موسیٰ علی نے کافی آرڈر کر دی تھی، وہ فریش ہونے چلا گیا تھا۔

''امی؟'' وہ طاہرانہ نظروں سے کمرے کا جائزہ لینے لگی۔

''مجھے ان سب چیزوں کی بہت خواہش تھی، بہت ارمان تھے مگر سب کچھ آپ کے ساتھ مٹی میں مل گیا۔'' موسیٰ علی کو آتا دیکھ کر اس نے تیزی سے آنسو صاف کیے تھے، کافی آ چکی تھی، وہ دونوں خاموشی سے بن پینے لگے تھے۔

''تم ریسٹ کر لو، پھر تمہیں اور مصعب کی باہر لے جاؤں گا، گھمانے کے لئے۔'' اس نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی سے کافی پیتی رہی، موسیٰ علی پر سوچ نگاہوں سے اسے دیکھے گیا۔

☆.....☆.....☆

صبح جب عروبہ کی آنکھ کھلی تو فوری طور پر تو وہ سمجھ ہی نہ سکی کہ وہ کہاں ہے، مگر جب اس کو رات کے واقعات یاد آئے تو وہ چکرا کر رہ گئی۔

''فارقلیط!'' وہ اس کے سینے پر سر رکھے نیم دراز، پرسکون نیند سوتی رہی تھی اور اس کے آرام کی خاطر تمام رات وہ بے آرام ہوا تھا۔

''فارقلیط؟'' اس نے ہولے سے اس کا شانہ ہلایا تھا اور وہ جاگ گیا تھا مسکراتے ہوئے، محبت لٹاتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے۔

''آپ مجھے جگا دیتے، تمام رات ایسے ہی بیٹھے رہے۔'' وہ سخت شرمندہ تھی اور اس کو بے آرام کرنے پر وہ پریشان بھی تھی مگر اس کی مسکراہٹ بہت جاندار تھی۔

''کیوں جگا دیتا۔'' وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔

''اتنی مشکل سے تو یہ موقع ملا، تم کس طرح پرسکون ہو کر سو رہی تھی، میں اس احساس سے ہی بہت آرام میں تھا اور میرا دل مطمئن تھا کہ میرا ساتھ تمہیں ایسے بے فکر بنا دیتا ہے۔'' اس کی لاجک عروبہ کی سمجھ سے باہر تھی۔

''میری تو یہ خواہش ہے کہ ہر صبح جب میری آنکھ کھلے تو تم اسی طرح استحقاق بھرے انداز سے میرے شانے پر اور کبھی میرے سینے پر سر رکھے سو رہی ہو۔'' اتنی صبح صبح اسکی ایسی محبت بھری باتیں سن کر وہ کچھ جھینپتے ہوئے اٹھ کر وضو کرنے واش روم چلی گئی تھی، وہ فجر کی نماز پڑھ کر آئی تو فارقلیط حسن سو رہا تھا، اس نے کمبل اس کے اوپر درست کیا اور آہستگی سے دروازہ کھول کر باہر آ گئی۔

ٹھنڈی ہوا نے اس کا استقبال کیا تھا، وہ اس درخت کے پاس آ کھڑی ہوئی تھی۔

''فارقلیط، عروبہ۔'' اس نے دونوں ناموں پر ہاتھ پھیرا تھا، دل عجیب طرح کی خوشی سے بھر گیا تھا، وہاں سے واپس آئی تو ڈیڈی سے مڈھ بھیڑ ہو گئی۔

''السلام علیکم ڈیڈی۔'' اس نے سلام کیا انہوں نے خوشدلی سے مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا۔

''کیسی ہو بیٹا؟'' وہ اس سے پوچھ رہے تھے۔

''الحمدللہ میں بالکل ٹھیک ہوں۔'' اس نے بھی جواباً مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

''چائے پیو گی؟'' وہ پوچھتے ہوئے کچن کی جانب بڑھے، وہ بھی ان کے ساتھ کچن میں آ گئی۔

''جی!'' اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''مگر بناؤں گی میں۔'' اور وہ چائے بنانے لگی۔

''ڈیڈی پلیز فارقلیط کو معاف کر دیں۔'' اس نے چائے کا کپ انہیں تھماتے ہوئے کہا تو وہ خاموش رہ گئے۔

''وہ سخت شرمندہ ہیں آپ سے۔'' اس نے اس کی طرف داری کی۔

''تو اس نے تمہیں اپنی وکالت کے لئے کہا۔'' انہوں نے چائے کا سیپ لیتے ہوئے کہا۔

''بائی گاڈ، ایسا نہیں ہے ڈیڈی۔'' اس نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔

''انہوں نے تو مجھے آپ سے اس ٹاپک پر بات کرنے سے منع کر رکھا ہے۔'' وہ صاف گوئی سے بولی۔

''بیٹا کچھ زیادتیاں اتنی بڑی ہوتی ہیں کہ ان پر ہمارا دل معاف ہی نہیں کر پاتا اور اس نے مجھے بہت ہرٹ کیا ہے۔'' وہ بول رہے تھے اور عروبہ خاموش ہو گئی تھی۔

اس دن فارقلیط حسن اسے زبردستی آؤٹنگ کے لئے لے گیا تھا، بلیک جینز کے اوپر گھٹنوں تک آتا کرتا اس کے اوپر لانگ کوٹ ،سر پر اسکارف اوڑھے جو کہ کوٹ کے اندر کیا ہوا تھا بہت پرکشش اور باوقار دکھائی دے رہی تھی۔

''چلیں مسز!'' وہ تیار ہو کر آیا اور اسے دیکھ کر بولا۔

''جی!'' اس نے اپنا بیگ کندھے پر لٹکایا اور اس کے ساتھ چل دی۔

''آپ کو میرا اسکارف برا تو نہیں لگتا؟'' وہ کہنے لگی تھی۔

''نہیں، یہ تم پر بہت سوٹ کرتا ہے۔'' وہ دونوں گاڑی میں بیٹھے تھے، وہ ہمیشہ ہر بات میں اس کی حوصلہ افزائی کرتا تھا، اس نے اسے انگلینڈ کے سب سے بڑے شاپنگ سنٹر ٹریفورڈ سینٹر سے ڈھیروں شاپنگ کروائی تھا۔

''بس کریں نا فارقلیط۔'' وہ تھکنے لگی تھی۔

''میرا جی چاہتا ہے دنیا تمہارے قدموں میں ڈھیر کر دوں اور ساری دنیا کو بتاؤں How rnuchi love you وہ جذب کے عالم میں بولا تھا، وہ ہولے سے مسکرا دی۔

''دنیا کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے، میں جانتی ہوں آپ مجھے کتنا چاہتے ہیں۔'' وہ کسی چیز کی طرف بھی دیکھتی تو وہ فوراً اسے خرید لیتا کسی چیز پر ہاتھ رکھتی تو فارقلیط حسن اس کی قیمت ادا کر دیتا شاپنگ کے بعد اس نے اسے امبا ہوٹل چیرنگ کراس سے ڈنر کروایا تھا اور دونوں گھر آ گئے تھے۔

''السلام علیکم ڈیڈی!'' وہ دونوں واپس آئے تو ڈیڈی ٹی وی دیکھ رہے تھے، عروبہ ان کے پاس جا بیٹھی تھی اور انہیں اپنی شاپنگ دکھا رہی تھی، فارقلیط حسن سامنے بیٹھا خاموشی سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

''سب چیزیں بہت اچھی ہیں۔'' انہوں نے پیار سے کہا۔

''میں پرسوں پاکستان جا رہا ہوں۔'' انہوں نے اچانک بتایا تھا، ان کی بات پر فارقلیط حسن نے چونک کر انہیں دیکھا تھا۔

''ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ چلیں؟'' وہ ان کی جانب دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''میں اپنی سیٹ کنفرم کروا چکا ہوں۔'' وہ سنجیدگی سے بولے۔

''آپ سیٹ کینسل کروا دیں۔'' اس نے فوراً حل پیش کیا۔

''بیٹا میرا جانا ضروری ہے، بزنس بہت اگنور ہو رہا ہے، ملازم جتنے بھی اچھے ہوں مالک کی غیر موجودگی میں صحیح طریقے سے کام نہیں کرتے۔'' انہوں نے سمجھایا۔

فارقلیط حسن اٹھ کر اندر چلا گیا تھا، کچھ ہی دیر میں عروبہ اس کے پیچھے آئی تھی۔

''فکر نہ کرو ہم بھی اسی دن کی کسی فلائٹ سے واپس جائیں گے۔'' عروبہ نے تمام چیزیں جو فارقلیط حسن نے اسے دلائی تھیں رکھ دیں، وہ عشاء کی نماز کے لئے وضو کر کے آئی تو اچانک اسے زور کا چکر آیا۔

''فارقلیط؟'' اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا پھیلنے لگا تھا، وہ تیر کی سی تیزی سے اس کے قریب آیا تھا۔

''آر یو او کے؟'' وہ پریشان ہوا تھا۔

''جی!'' وہ اسے شانوں سے پکڑ کر بیڈ تک لایا اور اسے بٹھا کر خود بھی اس کے پاس بیٹھ گیا، کچھ دیر میں اس کی حالت بہتر ہو گئی تھی، وہ نماز پڑھنے لگی اور فارقلیط حسن اس دیکھنے لگا۔

☆.....☆.....☆

''عیسیٰ! یہ کیا حالت بنا رکھی ہے تم نے؟'' اس کا دوست عامر اس سے ملنے آیا تھا اور اسے دیکھ کر شاکڈ تھا، اس کی آنکھوں کی چمک، لہجے کی شوخی و شرارت مفقود تھی، وہ چند ماہ پہلے والا عیسیٰ احمد تو ہرگز نہ دکھتا تھا، سر جھکائے خاموش بیٹھا وہ اسے حیران کر رہا تھا۔

''کیا ہوا ہے مجھے؟'' وہ جواباً اس سے پوچھا کر رہ گیا۔

''میرا خیال ہے تم نے آئینہ دیکھنا چھوڑ دیا ہے۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

عیسیٰ احمد دو کپ کافی بنا لایا تھا، عامر نے اس کے ہاتھ سے کپ لیتے ہوئے فکرمندی سے کہا۔

''ہاں، آئینہ دیکھنا چھوڑ دیا ہے۔'' وہ اداسی سے گویا ہوا۔

''کیونکہ آئینے کے سامنے جاتا ہوں تو وہ مجھے میری شکل نہیں دکھاتا، بلکہ کسی اور کی شبیہ ابھرنے لگتی ہے۔'' اس نے اپنے دل کا سارا حال عامر کے گوش گزار کر دیا تھا، جسے سن کر اسے بہت افسوس ہوا تھا۔

''یہ تو بہت دکھ کی بات ہے عیسیٰ؟'' اس نے متاسف نظروں سے اپنے دوست کو دیکھا۔

''زندگی کبھی کبھی ہمیں کتنا بے بس کر دیتی ہے اور خود دور کھڑی ہماری بے بسی کا تماشہ دیکھتی ہے۔'' عیسیٰ احمد کے دل کی حالت رفتہ رفتہ بگڑتی جا رہی تھی، وقت جیسے جیسے گزر رہا تھا، اس کے دکھ اور تکلیف میں اتنا ہی اضافہ ہو رہا تھا، اسے عروبہ کے بغیر رہنا اتنا ہی زیادہ مشکل لگ رہا تھا۔

''مجھے تمہاری خالہ پر حیرت ہو رہی ہے۔'' عامر بولا تھا، عیسیٰ احمد کا موبائل بجنے لگا تھا، اس نے بے دلی سے کال ریسیو کی تھی، پاکستان سے اس کی ماما بات کر رہی تھیں۔

''عیسیٰ! غضنفر بھائی کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔'' ان کی بات سن کر اس کے ہوش اڑ گئے تھے، وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''کیا؟'' عامر نے اس کی جانب دیکھا۔

''یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے، انہیں نویلہ کی ڈائیورس کا پتا چلا تو وہ برداشت نہیں کر پائے۔'' ماما نا جانے کیا کچھ کہہ رہی تھیں، وہ غائب دماغی سے سن رہا تھا، اسے کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا، وہ فطرتاً رقیق القلب انسان تھا، اس نے کبھی کسی کا برا نہ چاہا تھا، کبھی کسی کے ساتھ برا نہ کیا تھا مگر عروبہ کی محبت اور پھر جدائی نے اسے توڑ کر رکھ دیا تھا، اسے بہت بدل دیا تھا۔

☆.....☆.....☆

موسیٰ علی کی آنکھ کھلی تو اسے فروا کہیں دکھائی نہ دی، چند ثانیے وہ لیٹا اس کا انتظار کرتا رہا، مگر جب کافی دیر گزرنے کے بعد بھی وہ کمرے میں نہ آئی تو اس نے اٹھ کر دیکھا، واش روم کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور کمرے میں بھی وہ کہیں نہ تھی۔

''مائی گاڈ، کہاں گئی۔'' وہ روم میں نکل کر ادھر ادھر دیکھتا رہا مگر وہ نہیں تھی، اچانک ایک خیال آنے پر وہ واپس کمرے میں آیا اور ٹیرس کی جانب بڑھا۔

''تھینک گاڈ، فروا!'' وہ اسے ٹیرس پر کھڑی دکھائی دی۔

''تم نے تو میری جان ہی نکال دی۔'' وہ تیزی سے اس کے قریب آیا، مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا، وہ ہنوز خاموش کھڑی رہی۔

''طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟'' اس کے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ ہولے سے بولا تو فروا نے اثبات میں سر ہلایا۔

''یہاں سردی بہت زیادہ ہے تم نے شال، جرسی یا کوٹ کچھ بھی نہیں پہن رکھا۔'' وہ ابھی بھی خاموش تھی۔

''فروا!'' موسیٰ علی نے غور کیا، وہ بے آواز رو رہی تھی، اس کے پکارنے پر اس نے سر اٹھا کر موسیٰ علی کی جانب دیکھا اور جلدی سے اپنے آنسو پونچھ ڈالے۔

''میں کیسے تمھاری اداسی کو ختم کروں؟'' وہ بے بسی سے سوال کر رہا تھا۔

''امی کو واپس لے آئیں۔'' آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے تھے، موسیٰ علی نے بے بسی سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

''یہ ممکن نہیں ہے۔'' وہ اسے لے کر واپس کمرے میں آ گیا تھا۔'' وہ جتنے دن وہاں رہے موسیٰ علی نے اس کا بہت خیال رکھا، اسے گھمانے لے کر جاتا، شاپنگ کرواتا، مسلسل اس سے باتیں کرتا جنہیں وہ خاموشی سے سنتی۔

''فروا! بات سنو؟'' وہ سو نیلگی تھی جب موسیٰ علی نے اسے بلایا، وہ اس کے پاس جا بیٹھی وہ بغور اس کی جانب دیکھ رہا تھا، یہ حزن اس کے حسن کو مزید بڑھا رہا تھا، موسیٰ علی نے اسکا ہاتھ پکڑا، اس نے فوراً اس کی جانب دیکھا اور تیزی سے ہاتھ واپس کھینچا مگر اس کی گرفت مضبوط تھی اس نے اپنے اور فروا کے درمیان کھڑی دیواروں کو گرانے کا فیصلہ کر لیا تھا، اس کے دل نے اسے بیوی کی حیثیت سے قبول کر لیا تھا۔

☆.....☆.....☆

''پاپا کی طبیت کچھ سنبھلی تو اس نے ماما کو علیشہ کے ساتھ گھر بھیج دیا تھا، دو دن سے وہ مسلسل ادھر تھیں، نہ کچھ ٹھیک سے کھایا تھا اور نہ ہی ریسٹ کیا تھا نویلہ کو فکر تھی کہ کہیں وہ بھی بیمار نہ پڑ جائیں۔

آدھی رات کا وقت تھا، اچانک نویلہ کی آنکھ کھلی تھی، پاپا زور زور سے سانس لے رہے تھے ان کو دیکھ کر اس کا سانس حلق میں اٹکنے لگا تھا، وہ تیزی سے کمرے سے باہر بھاگی تھی۔

''ڈاکٹر!'' پورا ہسپتال تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا، وہ سامنے موجود ڈاکٹرز کے کمرے کی جانب بھاگی تھی اور عجلت کے عالم میں اندر داخل ہو گئی تھی، وہاں اس وقت چار ڈاکٹرز موجود تھے، تین ڈاکٹرز تقریباً نیند میں تھے، مگر ڈاکٹر ہارون کمال موبائل فون ہاتھ میں تھامے اس کو دیکھ رہے تھے جبکہ ان کے دوسرے ہاتھ میں چائے کا کپ تھا وہ اندر داخل ہوئی تو انہوں نے اس کی گھبرائی ہوئی شکل دیکھی اور فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔

''ڈاکٹر میرے پاپا۔'' وہ بدقت تمام اتنا ہی بول پائی اور منہ پر ہاتھ رکھ کر رو دی، وہ چائے کا کپ رکھ کر تیزی سے اٹھے اور غضنفر علی کے روم کی جانب بڑھے۔

''سسٹر!'' کاؤنٹر پر موجود دونوں نرسیں سو رہی تھیں نویلہ منہ پر ہاتھ رکھے مڑی تھی، اس کا دل خشک پتے کی مانند کانپ رہا تھا،

ڈاکٹر ہارون کمال روم میں آ گئے تھے، وہ غضنفر علی کے سینے کو زور زور سے دبا رہے تھے، نویلہ کی سسکیوں کی آواز کمرے میں گونج رہی تھی۔

''سر کیا ہوا؟'' نرس بوکھلائی ہوئی اندر داخل ہوئی۔

''پیشنٹ کی کنڈیشن سیریس ہے ڈاکٹر نواز کر بلا کر لائیں۔'' وہ تیزی سے بولے تھے۔

''ڈاکٹر پلیز! میرے پاپا کو بچا لیں۔'' وہ روتی ہوئی اس کے پاس آئی تھی۔

''آپ باہر چلی جائیں۔'' اس کی جانب دیکھے بناء وہ مصروف سے انداز میں بولے تھے مگر وہ وہیں کھڑی رہی، اسی اثناء میں وہی نرس اور اس کے ساتھ ایک دوسرا ڈاکٹر اندر آئے تھے۔

''یہ کیا رونا دھونا لگا رکھا ہے بی بی، باہر جاؤ'' آنے والا ڈاکٹر درشتی سے بولا، ڈاکٹر ہارون کمال نے پلٹ کر نویلہ کی جانب دیکھا، ان کے چہرے پر ایک مہربان اور نرم تاثر تھا، وہ روتی ہوئی باہر نکل گئی، پانچ منٹ بعد ڈاکٹر ہارون کمال باہر آئے تھے، وہ دیوار سے ٹیک لگائے زار و قطار رو رہی تھی۔

He is better now وہ ان کی آواز سن کر چونک کر سیدھی ہوئی تھی۔

''بروقت ٹریٹمنٹ سے انہیں دوسرے ہارٹ اٹیک سے بچا لیا گیا ہے۔'' اس کے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے، اس نے تشکر آمیز نگاہوں سے انہیں دیکھا تھا، وہ چلے گئے تھے، اگلا ایک ہفتہ غضنفر علی ہاسپٹل میں رہے تھے، وہ ڈاکٹر ہارون کمال کا شکریہ ادا کرنا چاہتی تھی مگر اسے وہ کہیں دکھائی نہ دیے تھے۔

☆.....☆.....☆

عروبہ اور فارقلیط حسن کی رات ایک بجے کی فلائٹ تھی، گھر سے نکلنے سے پہلے عروبہ اس درخت کے پاس آئی تھی، اس کے تنے پر لکھے عروبہ فارقلیط پر محبت سے ہاتھ پھیرنے لگی تھی۔

''دیکھنا، ایک دن ہسٹری میں سچا عشق کرنے والوں میں ہم دونوں کا بھی نام لکھا جائے گا، جیسے ہیر رانجھا، سسی پنوں، سوہنی مہینوال لیلیٰ مجنوں اور lots of others کا۔'' فارقلیط حسن اس کے عقب میں آ کھڑا ہوا تھا، وہ مسکراتے ہوئے پلٹی تھی۔

''رہنے دیں، ہسٹری میں ان عاشقوں کے نام ہیں جن کی محبت کا انجام برا ہوتا ہے، آپکا کیا ارادہ ہے'' فارقلیط حسن نے درخت کے سامنے کھڑے ہو کر اس کے گلے میں بازو ڈال کر سیلفی لی۔

''میرا ارادہ یہ ہے کہ مورخ لکھے کہ ایک شوہر اپنی بیوی پر عاشق ہو گیا۔'' وہ شریر لہجے میں بولا۔

''اس میں کیا Different ہے؟'' وہ ناسمجھی سے بولی۔

''تم خود دیکھو کبھی کوئی شوہر بیوی کا بھی عاشق ہوتا ہے بھلا۔'' وہ اس کی شرارت کو سمجھ کر ہنس دی تھی، واپسی کا سفر کافی اچھا رہا

تھا، عروبہ اب ریلیکس تھی، گھر آ کر وہ تو سو گئی تھی اور فارقلیط حسن باہر چلا گیا تھا، اگلا پورا دن اس کی تھکاوٹ نہیں اتری تھی۔

☆.....☆.....☆

''فارقلیط حسن!'' شام کا وقت تھا، وہ لان میں ٹہلتے ہوئے اسے بے چینی سے کال کر رہی تھی۔

''یس مائی ڈیئر وائف؟'' ہمیشہ کی طرح وہ خوشگوار موڈ میں بولا تھا۔

''آپ گھر کب آئیں گے؟'' اس نے جلدی سے پوچھا۔

''خیریت؟'' اس کے لہجے میں چھپی خوشی کو محسوس کرتے ہوئے وہ بولا۔

''مجھے آپ کو کچھ بتانا ہے۔'' اس نے تیزی کہا۔

''اوکے'' وہ پرسوچ لہجے میں بولا۔

I am coming اور اگلے دس منٹوں میں وہ اس کے سامنے تھا۔

''بتاؤ۔'' وہ اس کا ہاتھ تھامے لان چیئر پر لے آیا۔

''کیا بات تھی؟'' وہ منتظر نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا

''میرا رزلٹ آ گیا ہے اور میں نے بہت اچھے مارکس لئے ہیں۔'' وہ پرجوش لہجے میں بولی۔

''واٹ!؟'' فارقلیط حسن کو حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔

''ڈونٹ ٹیل میبار۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''تمہارے بات کرنے کے انداز سے مجھے ایسا لگا کہ تم مجھے بتانے جا رہی ہو کہ ہم دونوں ممی پاپا بننے والے ہیں۔'' فارقلیط حسن کا سارا جوش جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔

''فارقلیط!'' اس نے آنکھیں نکالیں۔

''بہت برے ہیں۔'' آپ وہ خفا ہونے لگی۔

Well وہ تو میں ہوں۔'' وہ ہنس دیا۔

''تم ہی نہیں مانتی اور کہتی رہتی ہو کہ آپ اچھے ہیں۔'' اسے چھیڑنے کے انداز میں بولا۔

''اب سے نہیں کہوں گی۔'' وہ برا مان گئی۔

''ویسے مجھے کوئی جلدی نہیں، ابھی تم کافی چھوٹی ہو اور یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔'' وہ اب سنجیدگی سے بولا۔

''میں اتنی چھوٹی نہیں ہوں۔'' اس نے منہ بنایا۔

''ہاں آپ میری دادی کی عمر کی ہیں۔''اس کی بات پر وہ ہنس دی تھی۔

''ویسے کیا Percentage آئی ہے تمہاری؟''اس نے پوچھا تھا۔

''رہنے دیں، آپ نے میری ساری خوشی خراب کردی ہے۔''اس نے منہ بسورا۔

''اتنی محنت کی تھی میں نے تاکہ میرا رزلٹ اچھا آئے اور میں یونیورسٹیمیں ایڈمیشن لوں۔''وہ اداسی سے گویا ہوئی۔

''تمہیں خوشی خراب کرنے کی ضرورت نہیں I was just joking اور رہی بات یونیورسٹی میں ایڈیشن کی تو وہ تم ضرور لو۔''عروبہ کو اس کی بات پر یقین نہ آیا تھا، وہ حیرت سے لب نیم وا کیے اسے دیکھ رہی تھی۔

''آپ سچ کہہ رہے تھے؟'' کچھ دیر لگی تھی اسے اس کی بات کا یقین کرنے میں۔

''آف کورس!''مسکرایا۔

''آپ کتنے اچھے ہیں فارقلیط۔''وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور اس کے پیچھے جا کھڑی ہوئی اور اس کے گلے میں بانہیں حمائل کرتے ہوئے اپنی ٹھوڑی اس کے شانے پر ٹکادی۔

''جتنی اچھی میری مسز ہے، اس سے کافی زیادہ کم۔''اس کے دونوں ہاتھوں کو دائیں ہاتھ سے پکڑتے ہوئے وہ گویا ہوا تھا۔

''نہیں، آپ مجھ سے زیادہ اچھے ہیں۔''اس نے اعتراف کیا۔

''چائے پئیں گے؟''

''ہاں، اگر تم بناؤ گی تو۔''وہ کچن کی جانب بڑھ گئی تھی، اس رات کھانے کی میز پر حسن بہزاد نے اسے بہت ساری مبارکباد دی تھی اور ان دونوں کو یہ بھی بتایا تھا کہ اسی ہفتے وہ ان کے ولیمے کی تقریب کر رہے ہیں، جس میں خاندان اور اپنے سرکل کے تمام لوگوں کو انوائٹ کر کے فارقلیط حسن کی شادی ڈکلیئر کردیں گے، فارقلیط حسن اس بات پر بہت خوش ہوا تھا، مگر عروبہ تھوڑی کنفیوژ تھی، عروبہ کے رزلٹ کی خوشی میں حسن بہزاد نے کل اسے لنچ باہر کروانے کا وعدہ کیا تھا۔

☆.....☆.....☆

اسے گھر سے نکلے کئی گھنٹے گزر چکے تھے مگر دل ابھی بھی بے یقین تھا، اس نے جو الزام اس پر لگایا تھا وہ ناقابل یقین تھا، وہ اس پر اندھا اعتبار کرتی تھی، اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ اس کے متعلق ایسا سوچ بھی سکتا ہے۔

''آ کر دیکھیں میں کتنی اکیلی ہوں۔''وہ روتے روتے اسے پکارنے لگی تھی۔

دل کی حالت غیر تھی، اس نے اتنے برس اس شخص کو پوجا تھا، اسے شدتوں سے چاہا تھا، پھر ایسا کیسے ہوسکتا تھا کہ وہ یوں لمحوں میں اس کی محبت اور وفا کو ٹھوکر مار کر چلتا بنا تھا۔

''آپ میرے علاوہ کسی اور کو کیسے چاہ سکتے ہیں، آپ صرف میرے ہیں۔'' اس کا جسم پتھر کی سل بن چکا تھا، اس کا دم گھٹنے لگا تھا، ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس شخص کی جدائی اس کی جان لے لے گی۔

''رویا مت کرو تم روتی ہو تو آنسو میرے دل پر گرتے ہیں۔'' وہ اس کے آنسو پونچھنے لگا تھا، وہ غمزدہ سی آس پاس دیکھ رہی تھی، بارش نے ہر طرف جل تھل کر دیا تھا، ایسی ہی جھل تھل اس کے اندر بھی جاری تھی۔

وہ اردگرد سے بے نیاز بیٹھی تھی، دفعتاً ایک گاڑی اس کے قریب آن رکی تھی، وہ لاتعلق سی بیٹھی تھی گاڑی کا دروازہ کھول کر اس کے پاس آنے والا شخص ورطہ حیرت میں ڈوبا ہوا تھا۔

''آپ یہاں؟ اس وقت۔'' وہ تیزی سے اس کے قریب آیا، اس نے میکانکی انداز میں سر اوپر اٹھایا۔

☆.....☆.....☆

شہر کے سب سے مشہور اور مہنگے ڈیزائنر کا ڈریس پہنے، سب سے اچھے پارلر سے تیار ہو کر عروبہ کا حسن دو آتشہ ہو گیا تھا، اس پر نگاہ ٹکانا مشکل تھا، پارلر کے آئینے کے سامنے کھڑی وہ بے یقینی سے خود کو دیکھ رہی تھی۔

''کیا یہ میں ہوں؟'' اس نے جیسے حیرت کے عالم میں خود سے سوال کیا۔ اسے فارقلیط حسن کے مخصوص کلون کی خوشبو آئی تھی، وہ تیزی سے مڑی تھی۔

''نہیں، اللہ نے جنت سے میرے لئے حور اتاری ہے۔'' اس کے چہرے کو اپنی ہتھیلیوں کے پیالے میں لے کر وہ گھمبیر لہجے میں بولا تھا۔

''آپ!'' اسے سامنے دیکھ کر وہ خوشگوار حیرت میں مبتلا ہو گئی۔

''مجھے تو ڈرائیور نے لینے آنا تھا؟''

''ہاں!'' اس نے اس کی ٹھوڑی کو انگلی سے چھو کر اونچا کیا۔

''تمہارا یہ سجا سنورا روپ میرے لئے ہے نا، تو اسے سب سے پہلے دیکھنے کا حق بھی میرا ہی ہے۔'' وہ سرگوشی کے انداز میں بولا تھا، عروبہ غضنفر کبھی کبھی اس کے جنون سے ڈر جاتی تھی۔

I love you so much

اس کا ہاتھ اسے وہ باہر کی جانب بڑھا تھا۔

You looks so pretty

فارقلیط حسن نے پارلر میں کام کرنے والی تمام لڑکیوں کو ہزار ہزار کے نوٹ تھمائے تو وہ حیرت زدہ سی اس انوکھے جوڑے کو دیکھ رہی تھیں، جو خوشی اور طمانیت عروبہ کے چہرے پر تھا انہوں نے اس سے پہلے کسی دلہن کے چہرے پر نہ دیکھا تھا اور جو محبت اور

چاہت فارقلیط حسن کی آنکھوں اور ہر ہر انداز میں تھا وہ بھی انہوں نے نہ دیکھا تھا۔

''آپ بھی بہت اچھے لگ رہے ہیں۔'' وہ ترنگ سے بولی، فارقلیط حسن اسے گاڑی تک لایا، فرنٹ ڈور کھول کر اسے بٹھایا اور خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی، کچھ دیر میں وہ لوگ گھر پہنچ گئے فنکشن گھر کے لان میں ارینجکیا گیا تھا۔

دور تک جاتی روش پر ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے وہ دونوں چلتے ہوئے اسٹیج کی جانب بڑھ رہے تھے، دونوں اطراف سے ان پر پھولوں کی بارش ہو رہی تھی، فارقلیط حسن اسٹیج پر کھڑا ہوا اور پھر اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا، اس نے کچھ ہچکچاتے ہوئے اپنا ہاتھ فارقلیط حسن کے ہاتھ میں دے دیا تھا، وہ دونوں ایک ساتھ کھڑے ہوئے بہت اچھے اور مکمل لگ رہے تھے، فوٹو گرافرز دھڑا دھڑ ان کی تصویریں بنا رہے تھے۔

''عروبہ کتنی اچھی لگ رہی ہے نہ۔'' اسٹیج کے دائیں طرف ٹیبل پر نویلہ اور غضنفر علی بیٹھے تھے، غضنفر علی کو نویلہ کے چہرے پر دکھ پریشانی یا اداسی کا شائبہ تک دکھائی نہ دیا، اسے دیکھ کر انہیں بھرپور طمانیت کا احساس ہوا۔

''مجھے کبھی بھی ہیرے کی پہچان نہ ہو سکی، نہ میں گل افزاء کی قدر کر سکا، نہ اس کی بیٹیوں کی'' وہ افسردگی سے گویا ہوئے۔

''مگر شکر ہے کہ عروبہ کا شوہر چاہنے والا اور قدر کرنے والا ہے۔'' وہ دونوں اب اسٹیج پر بیٹھ چکے تھے، دونوں کے لب مسکرا رہے تھے ہر کوئی اب چاند سورج کی جوڑی کو سراہ رہا تھا کسی کی آنکھوں میں حسد تھا تو کسی کے رشک، فارقلیط حسن کی تمام کزنز بھی آئی ہوئی تھیں حسن بہزاد نے سب رشتہ داروں اور دوستوں کو انوائٹ کیا ہوا تھا، وہ مسکراتے ہوئے ہر ایک کو ویلکم کہہ رہے تھے۔

عروبہ اور فارقلیط حسن اسٹیج سے اتر کر مہمانوں سے مل رہے تھے، اس کا ہاتھ فارقلیط حسن کے ہاتھ میں تھا۔ وہ بہت مسرور اور شادماں تھی، یکا یک فارقلیط حسن کی نظر غضنفر علی پر پڑی تھی، وہ سر جھکائے افسردہ سے بیٹھے تھے۔

''عروبہ!'' اس نے اس کی توجہ ادھر مبذول کروائی۔

''وہ تمہارے پاپا بیٹھے ہیں نہ۔'' عروبہ تیزی سے مڑ کر ادھر دیکھا تھا، وہ ان کی جانب بڑھی تھی۔

''پاپا!'' وہ ان کے قریب آئی تھی، وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے، نویلہ نے بھی ان کی تقلید میں چیئر چھوڑ دی تھی۔

''آپ۔۔۔'' اس کی آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے تھے۔

''عروبہ! رونا نہیں Be brave فارقلیط حسن نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھا تھا۔

''آپ اتنے کمزور کیوں ہو گئے ہیں، کیا ہوا آپ کو؟'' وہ آنسو پیتے ہوئے فکرمندی سے بولی۔

''پاپا بیمار ہو گئے تھے۔'' نویلہ نے حقیقت قصداً چھپائی تھی۔

''میں اب ٹھیک ہوں۔'' وہ بدقت تمام مسکرائے تھے۔

''تمہیں دیکھ کر بالکل ٹھیک ہو گیا ہوں۔'' اسے وہ بہت کمزور اور بوڑھے دکھائی دے رہے تھے، ان کے سر کے زیادہ بال سفید ہو

چکے تھے کیا ہو گیا تھا، انہیں چند مہینوں میں۔

''نویلہ تم پاپا کا خیال نہیں رکھتی، دیکھو تو کتنے کمزور ہو گئے ہیں۔'' اب وہ اس سے مخاطب ہوئی تھی نویلہ کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے۔

''تم ٹھیک ہو عروبہ؟'' اس نے سوال کیا اور عروبہ نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا، فارقلیط حسن کو عروبہ پر حیرت تھی، وہ وہاں سے ہٹ گیا تھا، اسے وہ منظر یاد آیا جب عروبہ پورے خاندان کے سامنے مار کھا رہی تھی اور کوئی اسے بچانے کے لئے آگے نہ بڑھا تھا اور پھر اسے وہ منظر یاد آیا جب وہ اس کا پرپوز لیے کر گھر گیا تھا اور اس سے ملنے اس کے کمرے میں گیا تھا اور وہ بے یار و مددگار، لاوارثوں کی طرح نیم بے ہوش پڑی تھی، اسے وہ منظر یاد آیا جب اسے رخصت کروا کر لاتے ہوئے غضنفر علی نے اسے اپنے کمرے میں بلایا تھا اور عروبہ کو اس کے ساتھ دیکھ کر اسے کمرے سے باہر نکلنے کا کہا تھا، پھر اسے وہ وقت یاد آیا تھا جب اگلے روز وہ عروبہ کو لے کر ان کے گھر گیا تھا اور غضنفر علی نے یہ کہہ کر گھر آنے سے انکار کر دیا تھا کہ جب تک عروبہ وہاں ہے وہ گھر نہیں آئیں گے، فارقلیط کا دل اس ماحول سے اچاٹ ہونے لگا تھا۔

رات گئے تقریب کا اختتام ہوا تھا۔ عروبہ بہت تھک گئی تھی، وہ اپنے روم میں آ گئی تھی، فارقلیط حسن کے پاس اس کے کچھ دوست بیٹھے ہوئے تھے، وہ ابھی روم میں نہیں آیا تھا۔

''ابھی چینج مت کرنا۔'' وہ دوپٹے سے پنیں اتارنے لگی تھی کہ فارقلیط حسن کا میسج دیکھ کر رک گئی، وہ بہت تھک چکی تھی مگر اس کا حکم ٹال نہ سکتی تھی، اس لیے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے اس کا انتظار کرنے لگی تھی، اس کی آنکھ لگ گئی تھی۔

فارقلیط حسن کمرے میں آیا تو اسے گہری نیند میں پایا، اس کے سامنے بیٹھا وہ یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا، اس کی نظروں کا ارتکاز تھا شاید کہ وہ جاگ گئی تھی۔

''آپ آ گئے۔'' اس نے بوجھل ہوتی پلکوں کو اوپر اٹھایا۔

''میں نے تو زندگی میں کوئی نیک کام نہیں کیا، پھر تم کس بات کا صلہ ہو؟'' وہ گہری سنجیدگی سے بولا۔

''یہی میں آپ کے متعلق سوچتی ہوں'' اس نے فوراً ادھار چکایا، فارقلیط حسن مبہم سا مسکرایا۔

''میں اب چینج کر لوں؟'' اس کے اس طرح دیکھنے سے وہ نروس ہو رہی تھی۔

''نہیں۔'' وہ مبہم سا مسکرایا۔

''جی چاہ رہا ہے تم ایسے ہی بیٹھی رہو اور میں تمہیں دیکھتا رہوں۔''

''میں تھک گئی ہوں اور نیند بھی آ رہی ہے۔ اس کے گال بلش کرنے لگے۔

''تم کتنی ان رومانٹک ہو۔'' اس نے کوٹ اتار کر اسے صوفے پر اچھالا اور شرٹ کے بازو کہنیوں تک فولڈ کرتے ہوئے اس کے سامنے چت لیٹ گیا۔

''آج کوئی ایسی بات کرو جو میرے دل میں گلاب کھلا دے، ایسی بات جو اگر کبھی خدانخواستہ ہمارے گلشن محبت میں خزاں کا اندیشہ ہو تو ان گلابوں کی خوشبو اسے پھر سے مہکا دے، کچھ کہو نہ ایسا عروبہ، میرے کان ترس رہے ہیں۔'' وہ منت کر رہا تھا، وہ لب سیے خاموش بیٹھی تھی۔

''ڈریس بہت بھاری ہے فارقلیط، میں ایزی نہیں ہوں چینج کرنا چاہتی ہوں۔'' معاً وہ اٹھی اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جا بیٹھی اس نے ایک ایک کر کے تمام زیور اتارا، وہ پلٹ کر اسے دیکھنے لگا، اب وہ دوپٹے میں لگی پنیں اتارنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''کبھی کبھی تم مجھے بہت ظالم لگتی ہو۔'' وہ کچھ خفا سا اس کے قریب آیا۔

''اتنے ناولز لکھ رکھے ہیں تم نے، ایسے ایسے خوبصورت الفاظ کر دل میں اترنے والے مگر میرے لئے تمہارے پاس کوئی لفظ نہیں ہے۔'' وہ اس کے دوپٹے میں جابجا لگی پنیں اتارنے لگا۔

''آپ ایسا کیوں سوچتے ہیں؟'' اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

''تم ایسا کیوں کرتی ہو؟ اس کا دوپٹہ اتار کر اس نے بیڈ کی پائنتی پر رکھ دیا تھا، وہ ساکت بیٹھی تھی، فارقلیط حسن وارڈ روب کی جانب بڑھا، واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک مخملی کیس تھا، وہ اس کی پشت پر آ کھڑا ہوا تھا۔

To you ! with love اس نے ڈبیہ میں سے چین نکال کر عروبہ کے گلے میں پہنائی نہایت نفیس چین میں جابجا ڈائمنڈ لگے ہوئے تھے جس چیز نے عروبہ کو چونکایا وہ چین میں موجود انگریزی لفظ F تھا

وہ اس کی محبت بھری چالاکی پر متبسم کھڑی تھی۔

''شکریہ!'' اس نے لفظ پر ہاتھ پھیرا، اس کی آنکھیں جگمگا رہی تھیں۔

''آپ اس دنیا کے سب سے اچھے ہزبینڈ ہیں۔'' اس نے بلا وجہ ہی اس کی ٹائی کو درست کیا تھا، وہ اکثر ایسی باتیں کیا کرتی تھی، مگر فارقلیط حسن کو ایسا ڈھکا چھپا اظہار نہیں چاہیے تھا، وہ اس کی آنکھوں میں چمکتے ستاروں اور اس کی مانگ میں بھری کہکشاں کو بغور دیکھے گیا، اب وہ اپنے بالوں میں سے ہیئر پنز اتار رہی تھی، اس میں بھی فارقلیط حسن اس کی مدد کر رہا تھا، وہ ہمیشہ اس کی مدد کرتا تھا، وہ اسے کبھی تنہا نہ چھوڑتا تھا۔

☆.....☆.....☆

رات کے ایک بجے کا وقت تھا، نویلہ کتابیں لے کر بیٹھی پڑھ رہی تھی، اسے شدید پیاس محسوس ہوئی وہ پانی پینے کے لئے اٹھی، اس کا موبائل بپ دینے لگا تھا۔

''اس وقت کس کی کال ہے؟'' وہ خود کلامی کے انداز میں گلاس رکھ کر مڑی تھی، اسے اچنبھا ہوا تھا، اس نے موبائل اٹھا کر دیکھا، اس کی اسکرین پر انجان نمبر جگمگا رہا تھا، وہ نظر انداز کرتے ہوئے دوبارہ پڑھنے میں مصروف ہو گئی، کال دوبارہ آنے لگی۔

''کوئی ضروری کال نہ ہو۔'' وہ زیرلب بڑبڑائی اور کال ریسیو کی۔

''السلام علیکم!'' اس نے آہستگی سے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام!'' شائستگی سے جواب دیا گیا۔

"Is there miss Navaila"

بھاری مردانہ آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تو اس نے بری طرح چونکتے ہوئے وال کلاک کی جانب دیکھا جو رات کا ایک بجا رہا تھا اس نے موبائل فون کو کان سے ہٹا کر ان کی اسکرین کو حیرت کے عالم میں گھورا۔

❁ ❁

ناول ''می رقصم'' ابھی جاری ہے۔ اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی 20 تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

رنگا رنگ کہانیوں سے سجا، خوبصورت اور دلکش

سوہنی ڈائجسٹ

SohniDigest.Com

اگر آپ بھی لکھ رہے ہیں اور اُردو قارئین کی تلاش میں ہیں تو اپنی کہانیاں Inpage میں کمپوز (ٹائپ) کر کے پورے اعتماد کے ساتھ سوہنی ڈائجسٹ میں بھیجئے۔ نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

ابھی sohnidigest@gmai.com پر ای میل کریں۔

قسط نمبر 11

''ہیلو! ہیلو!'' دوسری طرف سے ایک تواتر سے آنے والی آوازوں نے اسے کوفت میں مبتلا کر دیا، اسے اپنی غلطی کا اندازہ ہو گیا، مگر اب کیا ہو سکتا تھا، وہ کال ریسیو کر چکی تھی، اب بنا بات کیے فون بند کرنا اسے نامناسب لگ رہا تھا۔

''ہیلو!'' اس نے موبائل فون کو کان سے لگا کر آہستگی سے کہا۔

''تھینک گاڈ!'' دوسری جانب سے ایک طویل سانس لینے کی آواز اسے واضح سنائی دی تھی، ساتھ ہی دوستانہ انداز میں کہا گیا ''تھینک گاڈ'' اسے الجھا گیا۔

''میں سمجھا آپ نے کال بند کر دی ہے۔'' دوسری طرف سے کہا گیا تو اس کی الجھن میں مزید اضافہ ہو گیا۔

''مس نویلہ! آپ سن رہی ہیں؟'' ایک مرتبہ پھر اس سے سوال کیا گیا تھا، وہ جو کوئی بھی تھا بڑے اپنائیت بھرے انداز میں بے تکلفی سے اس کا نام پکار رہا تھا، انداز ایسا تھا جیسے ان میں صدیوں کی شناسائی ہو۔

''جی!'' اس نے ہولے سے جواب دیا۔

''آپ کون ہیں؟'' بالآخر اس نے پوچھ ہی لیا، کیونکہ اس کا بتانے کا کوئی ارادہ نظر نہ آتا تھا اور وہ رات کے اس پہر کسی انجان اور اجنبی شخص سے اس بے تکلفی سے طویل گفتگو نہیں کر سکتی تھی۔

''میں ڈاکٹر ہارون کمال ہوں۔'' دوسری طرف سے بتائے جانے پر اسے ایک مرتبہ پھر حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا۔

''اب آپ کے فادر کیسے ہیں؟'' نام بتا کر اب وہ اس سے دریافت کر رہا تھا۔

''اوہ، ڈاکٹر ہارون کمال آپ۔'' وہ خوشدلی سے گویا ہوئی۔

''میرے پاپا! اب ٹھیک ہیں، آپ واقعی بہت اچھے ڈاکٹر ہیں، ورنہ ڈاکٹرز کب کال کر کے پیشنٹ کی طبیعت پوچھتے ہیں۔'' اس کی بات پر وہ زیرِ لب مسکرایا تھا۔

''مجھے آپ کا شکریہ ادا کرنا تھا، میں نے ہاسپٹل میں آپ کو تلاش کیا تھا، مگر آپ مجھے نہیں ملے تھے، مگر اس کے بعد سے میں آپ کے لیے دعا ضرور کرتی ہوں، جس طریقے سے آپ نے میرے پاپا کا ٹریٹمنٹ کیا، I am really thankful۔'' اس نے ڈاکٹر ہارون کمال کا شکریہ ادا کیا تو ان کا حوصلہ بڑھا، ورنہ وہ تھوڑے کنفیوز تھے کہ اگر اس نے پہچاننے سے انکار کر دیا یا بات نہ کی تو ان کی انسلٹ ہو گی۔

''آپ شکریہ تو اب بھی ادا کر سکتی ہیں میرا۔'' وہ شگفتہ لہجے میں بولتے ہوئے بات کو طول دے رہے تھے، مگر نویلہ نہ سمجھ سکی، اس نے کم عمری میں ہی عیسیٰ احمد سے جنون کی حد تک محبت کی تھی، اس کے سوا اسے نہ کوئی دکھائی دیتا تھا اور نہ ہی کسی کی بات اور آواز دل تک جاتی تھی۔ عیسیٰ احمد کے بعد ایک رسمی سا تعلق تھا ہر ایک سے، جسے وہ نبھاتی تھی۔

''اچھا! وہ کس طرح؟'' اس نے استفہامیہ لہجے میں پوچھا۔

''آپ کل میرے ساتھ ایک کپ کافی پینے آ سکتی ہیں؟'' انہوں نے جھٹ سے کہا تھا اور ان کے اس طرح آفر کرنے پر وہ خاموش ہو کر رہ گئی تھی، وہ تو انہیں سرے سے جانتی ہی نہ تھی، پھر کس طرح ان کے ساتھ چل پڑتی۔

''اوکے!'' کچھ سوچ کر اس نے ہامی بھر لی۔

''تھینک یو!'' اس کے اقرار پر وہ بے حد خوش ہوا تھا، اسے کافی شاپ کا ایڈریس اور ٹائم بتا کر اس نے کال بند کر دی، نویلہ نے پھر سے کتاب کھول لی، مگر ذہن بھٹک بھٹک کر عیسیٰ احمد کی طرف جاتا تھا، اسے ہر طرف وہی دکھائی دیتا تھا، کتابیں کھولتی تو سامنے اس کا چہرہ ہوتا، مگر اس نے خود سے وعدہ کیا تھا کہ اسے پڑھنا ہے اور آگے بڑھنا ہے، صرف اپنے پاپا کے لئے سو وہ سر جھٹک کر کتاب کی جانب متوجہ ہو گئی۔

☆.....☆.....☆

فروا اور موسیٰ علی ایک ہفتہ انگلینڈ میں رہے تھے، موسیٰ علی نے اسے خوب گھمایا پھرایا، شاپنگ کروائی، ہوٹلنگ، اس سب سے اس کا موڈ خاصا بہتر ہو گیا تھا، وہ جیسے ہی اپنی امی کو یاد کرنے لگتی، موسیٰ علی فوراً اس کا دھیان بٹا دیتا، رفتہ رفتہ وہ سنبھلنے لگی تھی، موسیٰ علی کی محبت اور توجہ سے نکھرنے لگی تھی، معصب علی اس سے بہت اٹیچ ہو گیا تھا، فروا بھی اسے بہت چاہتی تھی۔

وہ لوگ واپس آ گئے تھے، فروا سو گئی تھی، جبکہ موسیٰ علی کچھ ریسٹ کے بعد آفس چلا گیا تھا، اس کی بہت امپورٹینٹ میٹنگ تھی، واپس آیا تو فروا ابھی تک سو رہی تھی۔

''فروا!'' وہ اس کے پاس آ کر اسے آوازیں دینے لگا۔ وہ ذرا سا کسمسائی اور دوبارہ سو گئی۔ موسیٰ علی نے اس کا گال ہولے سے تھپتھپایا۔

''فروا! اٹھ جاؤ یار۔'' فروا نے آنکھیں کھول دیں اور ناسمجھی کے عالم میں موسیٰ علی کی جانب دیکھنے لگی۔ وہ اس پر جھکا، اسے جگانے کی کوشش کر رہا تھا۔

''چائے ریڈی ہے، فریش ہو کر آ جاؤ باہر۔'' اسے کہہ کر وہ باہر نکل گیا، فروا کچھ دیر کسلمندی سے لیٹی رہی اور پھر فریش ہو کر باہر آ گئی۔ موسیٰ علی چائے لے کر لاؤنج میں آ گیا۔

''اُٹھ گئیں؟'' اس نے مسکراتے ہوئے کپ فروا کی جانب بڑھایا۔

''آپ نے جگایا ہے تو اُٹھنا ہی تھا۔'' اس نے منہ بناتے ہوئے کہا تو وہ ہنس دیا۔

''تو تمہارا مزید سونے کا ارادہ تھا۔'' وہ اس کی جانب دیکھ کر ہنس دیا، لاؤنج کا دروازہ کھلا اور غضنفر علی اندر آئے، فروا کے چہرے پر پھیلتی مسکراہٹ فوراً سمٹ گئی، اس کی رگیں تن گئیں اور چہرے پر ناگواری کے اثرات واضح ہو گئے۔

''فروا پلیز Tolerate کرنا۔'' موسیٰ علی آہستگی سے بولا۔

''السلام علیکم!'' غضنفر علی قریب آ گئے تھے، انہوں نے شائستگی سے سلام کیا تھا۔

''وعلیکم السلام!'' موسیٰ علی نے کھڑے ہو کر ان سے مصافحہ کیا اور خوشدلی سے مسکراتے ہوئے ان کو ویلکم کہا۔

''بیٹھیں پلیز۔'' اس نے اپنے پہلو میں اشارہ کیا، انہوں نے ایک نظر لاپروا نظر آتی فروا پر ڈالی اور بیٹھ گئے، فروا چائے کے ساتھ ساتھ غصے کے گھونٹ بھی پی رہی تھی۔

''اور سنائیں، طبیعت کیسی ہے آپ کی؟ کافی ویک لگ رہے ہیں۔'' موسیٰ علی کو فروا کا ان کو اس طرح نظر انداز کرنا اچھا نہ لگ رہا تھا، مگر وہ کچھ نہ کر سکتا تھا۔ اس لیے ان سے اپنائیت بھرے لہجے میں بولا۔

''میں اب ٹھیک ہوں۔'' انہوں نے پل بھر کا توقف کیا۔

''ہارٹ اٹیک ہوا تھا مجھے۔'' انہوں نے فروا کی طرف دیکھا تھا، اسی ٹائم اس نے بھی کچھ چونکتے ہوئے ان کی جانب دیکھا، ان سے نظریں ملتے ہی وہ زاویہ نظر بدل گئی۔ وہ اداسی سے مسکرا دیئے۔

''اوہ! آپ نے بتایا ہی نہیں۔'' موسیٰ علی متفکر ہوا۔

''کب ہوا اور اب آپ کیسے ہیں؟ آپ اپنا خیال رکھا کریں، سٹریس مت لیا کریں۔'' وہ ہدایت کرنے لگا۔ فروا دوبارہ چائے کی جانب متوجہ ہو گئی، مگر لاشعوری طور پر کان ادھر ہی لگے ہوئے تھے۔

''سٹریس نے ہی تو مستقل ساتھ دیا اور وفا نبھائی ہے مجھ سے۔'' وہ دھیمے لہجے میں بولے۔

''وفا کا لفظ آپ کے منہ سے اچھا نہیں لگتا، آپ کو تو اس لفظ کے ہجے بھی معلوم نہیں ہیں شاید۔'' اس نے طنز کا نشتر چھوڑا تھا، ایسا کہنے سے وہ خود کو باز نہ رکھ سکی، موسیٰ علی نے اسے تنبیہی نظروں سے دیکھا تھا، مگر وہ نظر انداز کر گئی۔

''چلو نفرت سے ہی سہی، آپ نے بات تو کی مجھ سے بیٹا۔'' غضنفر علی زخمی پن سے مسکرائے۔ موسیٰ علی نے متاسف نظروں سے فروا کی جانب دیکھا تھا، وہ رشتوں کو ان کی خوبیوں اور خامیوں سمیت قبول کرنے کا قائل تھا، وہ خود عنیزہ کی محبت پانے میں اپنے والدین کھو چکا تھا، انہوں نے اسے دھتکار دیا تھا، وہ چاہتا تھا کہ فروا اپنے پاپا کو معاف کر کے انہیں قبول کر لے۔

''جو شخص کسی کی بے لوث، خالص اور انمول محبت اور وفا کو اپنی ضد، انا اور ہٹ دھرمی کے قدموں تلے روند کر چلا جائے، اس کی

زندگی کے چراغ کو عمر بھر کے لئے آندھیوں کی زد پر رکھ جائے، اس کے منہ سے وفا کا ذکر چہ معنی دارد۔"

ان کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ تمسخرانہ لہجے میں بولی تو پل بھر کو وہ خاموش رہ گئے۔

"آپ کا رویہ، آپ کے الفاظ جائز ہیں بیٹا!" وہ سر جھکائے بیٹھے اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو گھور رہے تھے، جہاں سے ظالم اور بے رحم وقت نے گل افزاء کا نام برسوں پہلے بنا ان کی اجازت کے مٹا دیا تھا، جس کی تکلیف وہ آج بھی محسوس کرتے تھے۔

"وقت نے مجھ پر بھی کم ستم نہیں ڈھائے بیٹا، مجھے بھی ہر محاذ پر مسلسل شکست ہوئی ہے، اگر آپ کی ماما اور عروبہ کے ساتھ غلط ہوا تو مجھے ہر زیادتی کی پوری پوری سزا ملی ہے، میں نے اپنی بیٹی نویلہ کی شادی عیسیٰ احمد سے کی اور اس نے۔۔۔"

"واٹ؟" فروا ایک جھٹکے سے سیدھی ہوئی۔

"آپ نے عیسیٰ احمد سے اپنی بیٹی کی شادی کیسے کر دی؟ آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں، آپ اتنے ظالم کیوں ہیں؟" وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی، ساتھ ہی غضنفر علی بھی کھڑے ہو گئے تھے، جبکہ موسیٰ علی ہونق بنا ان دونوں کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"بیٹا! میری بات تو سن لو، عیسیٰ احمد نے میری۔۔۔"

"موسیٰ آپ میری بات سن لیں۔" وہ ان کی کوئی بات سننے کو تیار نہ تھی، وہ تیزی سے موسیٰ علی کی جانب بڑھی تھی۔

"اگر یہ ظالم، دغاباز شخص مجھے دوبارہ یہاں نظر آیا تو میں یہ گھر چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔" اس نے وارن کرنے کے انداز میں اسے کہا اور پاؤں پٹختی ہوئی اندر چلی گئی۔ غضنفر علی بوجھل دل اور بوجھل قدموں کے ساتھ چل دیئے۔

"آئی ایم سوری! میں اسے سمجھاؤں گا، آپ دل پر مت لیجئے گا۔" موسیٰ علی ان کے قریب آیا۔ وہ اداسی سے مسکرا دیئے۔

"تین زندگیوں کی خوشیوں کا قاتل ہوں، اسے میرے ہاتھوں پر خون نظر آتا ہے، وہ ٹھیک کر رہی ہے، اسے ایسا ہی کرنا چاہیے، کسی نے تو بدلہ لینا تھا، کبھی نہ کبھی تو حساب چکانا پڑتا ہے۔" وہ زیر لب بڑبڑاتے ہوئے باہر کی جانب بڑھے۔ موسیٰ علی بے بسی سے انہیں جاتے دیکھتا رہا۔

☆.....☆.....☆

فارقلیط حسن آفس چلا گیا تھا، وہ سارا دن اکیلی، جلے پیر کی بلی کی طرح ادھر سے ادھر گھومتی رہی تھی۔ شام نے اپنے پر پھیلانے شروع کیے تو اسے گھبراہٹ ہونے لگی۔

"آئی مس یو۔" اس نے میسج کیا اور ٹیرس پر نکل آئی، سوچ کا پنچھی نا جانے کس سمت پرواز کر رہا تھا، اسے فروا کی یاد آنے لگی تھی۔

اس کے ساتھ گزرا وقت ایک سہانا خواب لگنے لگا تھا۔ یکا یک اس کی آنکھوں پر کسی نے ہاتھ رکھا تھا۔

"فارقلیط!" اس کے لہجے میں چھپی خوشی محسوس کرتے ہوئے وہ مسکرا دیا اور اس کی آنکھوں سے ہاتھ ہٹا کر تھوڑی اس کے

شانوں پر ٹکا دی۔

''ہمیں خبر ملی ہے کہ ہماری مسز ہمیں یاد کر رہی ہیں، سو ہم اپنی تمام مصروفیات ترک کر کے دوڑے چلے آئے ہیں۔'' اس کے گرد بازوؤں کا حصار باندھتے ہوئے اس کے کان میں سرگوشی کی تو وہ مسکرا دی۔

''تو نہ آتے، رہتے مصروف آفس میں۔'' وہ اس کی مضبوط گرفت میں ذرا سا کسمساتے ہوئے نروٹھے پن سے بولی۔

''اب کیا کریں، غالب کی طرح اس عشق نے ہمیں بھی نکما کر دیا ہے۔'' وہ شرارت آمیز سنجیدگی سے بولا، تو عروبہ فوراً سیدھی ہوئی اور اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگی، اس کی آنکھیں بہت کچھ کہہ رہی تھیں، بہت سے ایسے پیغام سنا رہی تھیں جو فارقلیط حسن اس کی زبان سے سننا چاہتا تھا۔

''آج مجھے دن بہت لمبا لگا، وقت کٹ ہی نہ رہا تھا، ایسا لگ رہا تھا جیسے آپ کو گئے ہوئے بہت وقت ہو گیا ہو۔'' اس کے لہجے میں پنہاں خوف فارقلیط حسن صاف محسوس کر سکتا تھا، اسے کھو دینے کا خوف، اس سے دوری کا خوف۔

''تمہارا یونیورسٹی میں ایڈمیشن کروا رہا ہوں، اگلے منڈے سے کلاسز اسٹارٹ ہیں، پھر تم بور نہیں ہو گی۔'' اس کا ہاتھ پکڑ کر وہ سیڑھیوں کی جانب بڑھا تھا۔

''آپ آفس سے کس ٹائم آیا کریں گے؟'' اس کی سوئی ابھی بھی اسی بات پر اٹکی ہوئی تھی۔

''جب تم کہو گی۔'' وہ دونوں لان میں آ گئے تھے، خوشگوار ہوا نے ان کا استقبال کیا تھا، وہ دونوں لان چیئرز پر بیٹھ گئے تھے۔ بٹلر ان کے لیے چائے اور لوازمات سے سجی ٹرالی لے آیا تھا۔ عروبہ غضنفر کا اداس چہرہ اب خوشی سے جگمگانے لگا تھا۔ فارقلیط حسن کی موجودگی، اس کی ہمراہی اور سنگت اسے ہر غم، دکھ اور فکر سے بے نیاز کر دیتی تھی۔

''موسم آج بہت خوبصورت ہے۔'' فارقلیط حسن نے چائے کا سپ لیتے ہوئے کہا، جبکہ عروبہ نے ایک نظر لان پر ڈالی اور پھر سے فارقلیط حسن کی جانب دیکھنے لگی۔

''پتا نہیں موسم خوبصورت ہے، یا آپ کے آنے سے ہو گیا ہے۔'' وہ سوچ کر رہ گئی، دفعتاً اس کی نگاہ کیاری میں پھول پر بیٹھی رنگ برنگی تتلی پر جا پڑی، وہ میکانکی انداز میں اٹھی تھی۔

''دیکھیں فارقلیط! کتنی پیاری تتلی ہے۔'' وہ کیاری کے قریب ہی بیٹھ گئی تھی۔ فارقلیط حسن اس کی اس بچگانہ حرکت پر ہولے سے مسکرا دیا تھا، مگر وہ اس کی جانب نہ دیکھ رہی تھی، اس کی پوری توجہ اس رنگ برنگی تتلی کی جانب تھی، اس نے احتیاط سے اسے چھوا تھا، اس کے چہرے پر بہت سے خوبصورت رنگ بکھرے ہوئے تھے، فارقلیط حسن نے موبائل نکال کر اس منظر کو ہمیشہ کے لئے کیمرے میں قید کر لیا تھا۔

''ہاں، واقعی بہت خوبصورت تتلی ہے۔'' وہ پرشوق نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''عروبہ فارقلیط حسن میرے دل کے باغ کی ایک حسین تتلی ہے، نازک اور خوبصورت۔'' اس کی بات پر عروبہ نے نظریں اٹھا کر اس کی جانب دیکھا تھا۔

''ایک بزنس مین کے منہ سے ایسی شاعرانہ باتیں۔'' وہ کھلکھلا کر ہنستی ہوئی اس کے سامنے آ بیٹھی تھی اور فارقلیط حسن اس کی ہنسی کی جلترنگ میں کھو سا گیا تھا۔

''یہ بزنس مین بہت پتھر دل اور بگڑا ہوا تھا، اسے تمہاری محبت، بلکہ عشق نے بدل دیا ہے، اب شاعر کہو، مجنوں یا دیوانہ، جیسا بھی ہوں تمہارا ہوں۔'' وہ اس کی بات سے محظوظ ہوئی تھی۔ ہوا اس کے بالوں سے اٹھکیلیاں کر رہی تھی، وہ چائے کے چھوٹے چھوٹے سپ لیتے ہوئے اپنی قسمت پہ ناز کر رہی تھی، فارقلیط حسن کی محبت نے نہ صرف اس کے زخموں پر مرہم رکھا تھا بلکہ اس کی زندگی اور شخصیت کو نکھار دیا تھا۔

''ذرا سی پسندیدگی، تھوڑی سی محبت اور چند مہینوں کی رفاقت کو عشق کا نام مت دیں۔'' اس نے ازراہِ مذاق کہا تھا، مگر فارقلیط حسن سنجیدگی سے اس کی جانب دیکھنے لگا تھا، گویا اندازہ لگا رہا ہو کہ وہ مذاق کر رہی ہے، یا پھر واقعی سنجیدہ ہے۔

''میری محبت کو معمولی مت سمجھو عروبہ!'' وہ گھمبیر لہجے میں بولا تھا۔

''محبت اور عشق کے معنوں سے نابلد نہیں ہوں میں۔'' اس نے کپ میز پر رکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

''نہ ہی ان کے فرق سے ناواقف ہوں۔'' وہ مزید گویا ہوا۔

''محبت یہ ہے کہ آپ کے محبوب کو صرف آپ چاہو اور عشق یہ ہے کہ آپ چاہیں کہ آپ کے محبوب کو سب چاہیں اور میں عروبہ!'' اس نے شہادت کی انگلی اپنے سینے پر رکھی تھی۔

''میں چاہتا ہوں پوری دنیا تم سے پیار کرے، تمہاری عزت اور قدر کرے، مجھے ہر وہ شخص عزیز ہے جو تم سے وابستہ ہے، جو تمہاری عزت کرتا ہے، میں محبت کو بند کمرے میں قید کرنے کا عادی نہیں ہوں، محبت گھٹن میں نہیں رہ سکتی، اسے آزاد فضاؤں میں رہنا پسند ہے۔'' وہ اپنے مخصوص نرم، دلکش، دوستانہ لہجے میں بول رہا تھا اور عروبہ کی سماعتیں اس کے خوبصورت، محبت بھرے الفاظ سے معطر ہو رہی تھیں۔

''آئی ایم سوری، آپ کو شاید میری بات بری لگی ہے۔'' عروبہ نے کہنا ضروری خیال کیا۔

''ارے!'' وہ ہولے سے ہنس دیا۔

''مجھے تمہاری کوئی بات کبھی بری نہیں لگ سکتی۔'' اس کے کہنے پر عروبہ مطمئن ہو گئی تھی۔ وہ فارقلیط حسن کی محبت پر جتنا خدا کا شکر ادا کرتی، وہ کم تھا، اس کے لیے اس کی محبت اس کا ساتھ اور اس کا سایہ کسی انمول تحفے سے کم نہ تھا۔

''چلو تمہیں شاپنگ کرواتا ہوں۔'' فارقلیط حسن اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''ابھی کچھ دن پہلے آپ نے انگلینڈ سے مجھے اتنا کچھ دلایا ہے۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔

فارقلیط حسن نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑا اور پورچ کی جانب بڑھا۔

''میرا دل کرتا ہے تمہیں ہر روز شاپنگ کرواؤں۔'' اس نے عروبہ کی بات ان سنی کرتے ہوئے اسے گاڑی میں بٹھایا اور خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

☆.....☆.....☆

علیشہ سو رہی تھی، اس کا موبائل بپ دے رہا تھا، اس نے بنا دیکھے کال ریسیو کی اور موبائل فون کان کو لگایا۔

''ہیلو!'' عدیل کی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تو اس کی نیند فوراً بھک سے اڑ گئی۔ اس نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں اور موبائل فون کو کان سے ہٹا کر اس کی اسکرین کو دیکھا اور مسکراتے ہوئے فون دوبارہ کان سے لگا لیا۔

''کیسی ہو علیشہ؟ کیا سو رہی ہو؟'' وہ استفسار کرنے لگا، علیشہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

''میں ٹھیک ہوں، تم کیسے ہو؟''

''مجھے اپارٹمنٹ مل گیا ہے، ہم دونوں کے لئے کافی ہوگا، میری جاب کے لئے دعا کرو۔'' وہ اسے تفصیل سے آگاہ کر رہا تھا، اس سے بات کر کے علیشہ کا موڈ خوشگوار ہو گیا تھا، اداسی کہیں دور جا سوئی تھی۔

''اب مجھے بلوانے کے انتظامات کرو عدیل۔'' اس نے وہی بات پھر سے دوہرائی تھی۔

''ہاں، بس میں کچھ دن تک کرتا ہوں، تم اب بے فکر ہو جاؤ۔'' وہ اسے تسلی دیتے ہوئے بولا۔ اس دن اس نے علیشہ سے کافی دیر بات کی تھی۔ دونوں نے مل کر مستقبل کے سہانے سپنے بنے تھے۔

☆.....☆.....☆

نویلہ نے ڈاکٹر ہارون کمال سے وعدہ تو کر لیا تھا، مگر اب ان سے ملنے کے لیے جانا عجیب سا لگ رہا تھا۔ اس نے ماما کو بتا دیا تھا کہ وہ کالج سے دیر سے آئے گی، اور وہ ان کی سگی اولاد تھی، عروبہ تو تھی نہیں کہ شک کرتیں اور پابندیاں لگاتیں۔ جب سے وہ طلاق کے حادثے سے گزری تھی، وہ اسے بالکل بھی کچھ نہ کہتی تھیں، اس کی ہر بات فوراً مان لیتی تھیں۔

وہ مطلوبہ کافی شاپ پہنچی تو ڈاکٹر ہارون کمال کو اپنا منتظر پایا۔

''سوری آپ کو ویٹ کرنا پڑا۔'' وہ سلام کر کے اس کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔ آج بھی اس کے چہرے پر وہی مسکراہٹ تھی، جو نویلہ نے ہاسپٹل میں دیکھی تھی، مگر فرق صرف یہ تھا کہ وہ مسکراہٹ پیشہ ورانہ تھی اور یہ دوستانہ۔

''نہیں، اٹس اوکے۔'' اس کے سلام کا جواب دے کر وہ نرمی سے بولے۔

''مجھے صرف دس منٹ ہوئے ہیں یہاں بیٹھے۔'' انہوں نے اسے بتاتے ہوئے کافی کا آرڈر دیا، نویلہ خاموش ہو گئی تھی، جبکہ

ڈاکٹر ہارون کمال اس کا جائزہ لے رہے تھے۔

''تو پڑھتی ہیں آپ؟'' اس نے چونک کر ان کی جانب دیکھا۔

''جی!'' ان کے سوال پر اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ اس نے بیگ اور فائل گود میں رکھی ہوئی تھی۔ کافی آ گئی تھی اور ڈاکٹر ہارون کمال نے کپ اسے پیش کیا تھا۔

''کیا پڑھ رہی ہو؟'' انہوں نے کافی کا ایک سِپ لیتے ہوئے اس سے پوچھا تھا۔

''ایف ایس سی، پری میڈیکل۔'' اس نے بتا کر کپ اٹھا کر لبوں سے لگا لیا تھا۔

''ارے واہ۔'' وہ یہ سن کر نا جانے کیوں خوش ہوئے تھے۔

''تو مستقبل کی ڈاکٹر ہیں آپ؟'' وہ بات میں سے بات نکال رہے تھے۔

''جی!'' اس نے مختصراً جواب دیا۔

''مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی۔'' وہ دوستانہ مسکراہٹ اس کی سمت اچھالتے ہوئے گویا ہوئے، تو اس نے بھی صرف مسکرانے پر اکتفا کیا۔

''ڈاکٹر صاحب! آپ کا بے حد شکریہ، آپ نے میرے پاپا کا خیال رکھا، ان کا اچھا ٹریٹمنٹ کیا، خدا کے بعد میرے پاپا کو آپ نے بچایا ہے، میں آپ کی مشکور ہوں۔'' اس نے واقعی دل سے ان کا شکریہ ادا کیا تھا، وہ ہنس دیئے۔

''وہ میرا فرض تھا۔''

''اور فرض بھی سب کہاں اچھے طریقے سے نبھاتے ہیں، فرض کو پورا کرنا ہی تو بڑی بات ہے۔'' وہ مدبرانہ انداز میں بولتی ہوئی انہیں بہت اچھی لگی تھی۔ ایک بات جو انہوں نے بطورِ خاص نوٹ کی تھی، وہ یہ تھی کہ وہ اپنی عمر سے زیادہ سنجیدہ اور میچور تھی، اس کی ہم عمر لڑکیاں تو شوخ و چنچل ہوا کرتی ہیں، بات بات پر ہنستی ہیں، مگر اس کی گہری سنجیدگی اسے عمر سے بڑا بنا گئی تھی۔

''شکریہ!'' ڈاکٹر ہارون کمال مسکرائے تھے۔ نویلہ نے ان کی جانب دیکھا، بلاشبہ وہ شاندار شخصیت کے مالک تھے، مگر نویلہ کے لئے اب کسی شخص یا چیز سے متاثر ہونا ناممکن تھا، اس کے دل نے عیسیٰ احمد کے بعد کسی بھی دوسرے شخص کے لئے دھڑکنے کی قسم کھائی تھی، وہ سپاٹ انداز میں انہیں دیکھ رہی تھی۔

''میں اب جاؤں گی۔'' وہ بیگ اور فائل سنبھالتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی، ڈاکٹر ہارون کمال بھی فوراً اٹھے تھے۔

''کیسے جائیں گی آپ؟'' وہ استفہامیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے بولے تھے۔

''میں ڈرائیور کو کال کروں گی۔'' اس نے بیگ سے موبائل نکالتے ہوئے کہا۔

''میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں۔'' انہوں نے فراخدلانہ پیشکش کی تھی، نویلہ شش و پنج میں مبتلا کھڑی انہیں دیکھ رہی تھی۔ وہ دو

قدم آگے بڑھے اور اس کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔

''آپ کے ڈرائیور کو آنے میں ٹائم لگے گا۔'' انہوں نے کہا، تو وہ خاموشی سے ان کے ساتھ چلتی ہوئی پارکنگ تک آ گئی۔ انہوں نے فرنٹ ڈور کھولا، وہ بیٹھ گئی، وہ ڈرائیونگ سیٹ سنبھال چکے تھے، نویلہ گردن موڑے گاڑی سے باہر دیکھ رہی تھی اور ساتھ ہی انہیں ایڈریس بتا رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

عروبہ نماز پڑھ رہی تھی، فارقلیط حسن بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے، گود میں لیپ ٹاپ لیے بیٹھا تھا، اس کی انگلیاں کی بورڈ پر تیزی سے متحرک تھیں۔ وہ گاہے بگاہے نظریں اٹھا کر عروبہ کی جانب بھی دیکھ لیتا تھا، دوپٹے کے ہالے میں اس کا چاند چہرہ دمک رہا تھا، لمبی، گھنی پلکیں، گلابی عارضوں کو چوم رہی تھیں۔ عاجزی سے رکوع و سجود کرتی وہ سیدھی فارقلیط حسن کے دل میں اتر رہی تھی۔

نماز پڑھ کر اس نے دعا کے لئے ہاتھ بلند کیے تو بہت دیر تک وہ دعا مانگتی رہی، فارقلیط حسن بار بار اس کی طرف دیکھتا تھا، اس نے دعا مانگ کر ہاتھ چہرے پر پھیرے اور جائے نماز تہہ کر کے اٹھ کھڑی ہوئی، کچھ ہی دیر میں وہ بیڈ پر آ بیٹھی تھی اور فارقلیط حسن کا موبائل اٹھا کر اس میں اپنی تصویر دیکھنے لگی۔

''کیا مانگ رہی تھی تم اللہ سے؟'' اس نے موبائل کی اسکرین سے نظریں ہٹا کر فارقلیط حسن کی جانب دیکھا تھا، جس کی نگاہیں لیپ ٹاپ پر جمی ہوئی تھیں، وہ غالباً کوئی بہت ضروری کام کر رہا تھا، مگر عروبہ کو اب اندازہ ہوا تھا کہ اس کا دھیان اس کی طرف بھی تھا۔

''آپ کو کیوں بتاؤں؟'' اس نے شگفتگی سے مسکراتے ہوئے شرارت بھرے لہجے میں کہا تو فارقلیط حسن نے لمحہ بھر کو لیپ ٹاپ کی اسکرین سے نظریں ہٹا کر اس کی جانب دیکھا، اس کی تیزی سے متحرک سفید انگلیاں رک گئیں۔

''اتنا خوبصورت، ہینڈسم اور محبت کرنے والا شوہر ہے تمہارا، لڑکی اور کیا چاہیے تمہیں؟'' وہ شرارت آمیز سنجیدگی سے گویا ہوا، عروبہ اس کی بات پر کھلکھلا کر ہنس دی تھی، وہ دوبارہ کام کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

''کتنی خوش فہمیاں ہیں جناب کو۔'' اس نے محبت سے فارقلیط حسن کے مہربان وجود کو دیکھا تھا، اسے پتا بھی نہ چلا تھا اور یہ اتنا پیارا سا شخص چپکے سے اس کے دل کا قفل کھول کر دبے پاؤں اندر داخل ہو گیا تھا، وہ کبھی بھی فارقلیط حسن کو یہ نہیں بتانا چاہتی تھی کہ وہ اس کی دیوانی ہو چکی ہے، محبت تو بہت چھوٹا لفظ ہے، وہ اس سے عشق کرنے لگی ہے۔

''کیا غلط کہا ہے، میں نے؟'' اس نے لیپ ٹاپ کو شٹ ڈاؤن کیا اور بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور عروبہ کو نظروں کے حصار میں لیتے ہوئے بولا۔

''نہیں۔'' عروبہ نے نفی میں سر ہلایا۔

''دراصل میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگ رہی تھی کہ آپ کو ہمیشہ میرا بنائے رکھے، کبھی مجھ سے دور نہ کرے، ورنہ میں بہت اکیلی ہو جاؤں گی۔'' اس کی بات نے فارقلیط حسن کو اندر تک سرشار کر دیا تھا، یہ خیال اس کے لیے نہایت خوش کن تھا، کہ وہ اسے دعاؤں میں اللہ سے مانگ رہی تھی۔

''ایک بات بتاؤ عروبہ۔'' فارقلیط حسن نے پرسوچ نگاہوں سے کہا تو عروبہ اسے دیکھے گئی۔

''پوچھیں؟'' وہ اسی کی جانب دیکھ رہی تھی۔

''تم نے اپنے بابا کو معاف کر دیا؟'' اس بات پر عروبہ لمحہ بھر کو خاموش ہو گئی۔

''ہاں۔'' وہ نگاہیں جھکا گئی، چہرے کی جگمگاہٹ ماند پڑ گئی تھی۔

''اگر کبھی میں تمہارے ساتھ اتنا ہی برا کروں جتنا تمہارے بابا اور تمہاری فیملی نے کیا، تو کیا مجھے بھی معاف کر دو گی؟'' عروبہ نے تیزی سے فارقلیط حسن کی جانب دیکھا تھا۔

''نہیں فارقلیط حسن!'' وہ بے اختیاری سے بولی تھی۔

''آپ میرے ساتھ ایسا کبھی بھی نہیں کر سکتے، مجھے یقین ہے۔'' اس کے پُر یقین لہجے پر فارقلیط حسن خاموش ہو گیا تھا، جیسے سمجھ نہ پا رہا ہو کہ کیا کہے، اسے کس طرح اپنی بات سمجھائے۔

''میں ایسا کچھ فرض ہی نہیں کرنا چاہتی، میں کچھ بھی برا آپ کے اور اپنے حوالے سے سوچنا ہی نہیں چاہتی۔'' اس کی بات کاٹ کر وہ تیزی سے بولی تھی۔ فارقلیط حسن خاموش ہو گیا تھا، اسے عروبہ کے ماتھے پر پسینے کے ننھے ننھے قطرے واضح دکھائی دے رہے تھے، اس نے اس بات کو بہت سیریس لے لیا تھا۔

''کیا تم اتنا اعتبار کرتی ہو مجھ پر؟'' وہ پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

''ہاں۔'' اس نے اثبات میں سر ہلایا اور سونے کے لئے لیٹ گئی۔

''فارقلیط!'' وہ سونے لگا تھا، جب عروبہ کی آواز سن کر فوراً اس کے پاس آیا۔

''اگر کبھی آپ نے میرے ساتھ کچھ برا کیا تو میں آپ کو معاف تو کر دوں گی۔'' فارقلیط حسن بنا پلکیں جھپکائے اسے دیکھ رہا تھا۔

''لیکن میں زندہ نہیں رہوں گی۔'' اس کی بات سے اسے جھرجھری آئی تھی، وہ اسے کیسے بتاتا کہ اسے کھو دینے کے وہم اسے کتنا ستاتے ہیں، اس نے پلکیں موند لی تھیں۔

''اٹھو کافی پیتے ہیں۔'' اس نے عروبہ کا شانہ ہلایا۔

''نہیں، مجھے سونا ہے۔'' اس نے آنکھیں نہیں کھولی تھیں، فارقلیط حسن نے اس کی ناک کھینچی تھی۔

''اٹھ جاؤ لڑکی، ورنہ مجھے اٹھانا آتا ہے۔'' اسے ایک دم گھبراہٹ ہونے لگی تھی، بلکہ عجیب طرح کی وحشت اسے اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی، وہ عروبہ کو بھی اٹھانے لگا تھا۔

''کیا ہے فارقلیط حسن!'' وہ برے برے منہ بناتی اس کے ساتھ کچن تک آئی تھی، فارقلیط حسن کافی بنا رہا تھا اور ساتھ مسلسل بول رہا تھا، جبکہ وہ پلکیں جھپک کر نیند بھگانے کی کوشش کر رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

موسیٰ علی کمرے میں آیا تو فروا رو رہی تھی، وہ خاموشی سے اس کے پاس جا کر بیٹھ گیا، اسے سمجھ نہ آ رہی تھی کہ کس طرح فروا سے بات کرے اور کیسے اسے سمجھائے، وہ مسلسل روئے جا رہی تھی۔

''دیکھو فروا!'' اس نے فروا کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے نرمی سے بات کا آغاز کیا۔

''وہ جیسے بھی ہیں باپ ہیں تمہارے، تم اس طرح بی ہیومت کیا کرو۔'' اس نے پیار سے سمجھایا تھا، کیونکہ اسے حقیقتاً فروا کا غضنفر علی سے بدتمیزی کرنا بالکل بھی اچھا نہ لگتا تھا، بارہا اسے سمجھایا تھا، مگر وہ نہ سمجھتی تھی، اب بھی موسیٰ علی نے اپنا فرض نبھایا تھا، اسے سمجھا کر وہ اس کے دل سے غضنفر علی کے لئے نفرت اور غصہ نکالنا چاہتا تھا، مگر وہ جانتا نہ تھا کہ یہ اتنا آسان نہیں ہے۔

''میں اس ظالم اور خودغرض شخص کو اپنا باپ نہیں مانتی، آپ نہیں جانتے کہ اس نے ہم لوگوں کے ساتھ کیا کیا، اس کی زیادتیاں بہت بڑی ہیں، معاف نہیں کی جا سکتیں۔'' اس نے روتے ہوئے کہا تھا۔ موسیٰ علی نے اس بات پر دل میں شکر ادا کیا کہ وہ اس سے ناراض نہ تھی اور یہ کہ وہ اس سے بات کرنے پر آمادہ تو تھی۔

''جب معاف کرنے کا ارادہ کر لیا جائے تو یہ نہیں دیکھا جاتا کہ زیادتی کتنی بڑی ہے۔ فروا تم انہیں معاف کر دو۔'' اس نے رسانیت سے اسے سمجھایا۔

''موسیٰ یہ کہنا بہت آسان اور کرنا بہت مشکل ہے، جن کی وجہ سے آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ عذاب بنا ہو، انگاروں پر لوٹتے ہوئے وقت بتایا ہو، موسیٰ میں جب سوچتی ہوں نہ کہ میری امی نے اس شخص کی بے وفائی کے داغوں کو سینے میں چھپا کر کس طرح ایک بیوہ جیسی زندگی گزاری، تو میرا دل چاہتا ہے میں اسے شوٹ کر دوں۔'' وہ چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر ایک مرتبہ پھر رونے لگی تھی، موسیٰ علی خاموشی سے اسے دیکھے گیا۔

''میری ماں نے اتنا بڑا دکھ ساری زندگی تنہا جھیلا، مجھے کبھی کچھ نہیں بتایا، وہ نہیں چاہتی تھیں کہ میں اس شخص سے نفرت کروں، مگر میں نے اس کی فرعونیت اپنی آنکھوں سے دیکھی، جب نویلہ کی سالگرہ پر یہ میری بہن کے دوپٹے کو اپنے قدموں تلے روند کر اسے سارے مہمانوں کے سامنے تنہا چھوڑ کر وہاں سے چلا گیا۔'' اس نے بے دردی سے آنسوؤں کو رگڑا۔

''جب اس کی بیوی کو تحفظ چاہیے تھا، اس کی محبت چاہیے تھی، وہ اسے نہ دے سکا اور اب جب بیٹی کو اس کا سایہ، اس کا مان چاہیے تھا اس نے منہ موڑ لیا، موسیٰ اسے مان رکھنا نہیں آتا، اسے تحفظ دینا نہیں آتا، وہ میرے ساتھ بھی وہی کرے گا جو اس نے امی اور عروبہ کے ساتھ کیا، میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گی۔'' وہ ایک مرتبہ پھر رونے لگی تھی، موسیٰ علی اس کے لیے پانی لے آیا تھا، اس نے گلاس فروا کے لبوں سے لگایا، وہ غٹا غٹ پورا گلاس پی گئی تھی۔

''ریلیکس فروا!'' موسیٰ علی نے اس کا ہاتھ سہلایا۔

''انہیں معاف نہیں کرنا، نہ کرو، خود کو ہلکان مت کرو۔'' جواب میں اس نے ہولے سے سر ہلایا تھا، رونے سے اس کی آنکھیں اور ناک سرخ ہو گیا تھا، اسے یاد تھا کہ جب اس کی امی زندہ تھیں وہ کتنی کانفیڈنٹ ہوا کرتی تھی، بلکہ وہ اسے منہ پھٹ کہتا تھا، ان کے جانے کے بعد وہ کتنی کمزور ہو گئی تھی، بات، بات پر رونے لگتی تھی۔

☆.....☆.....☆

نویلہ کالج چلی جاتی، غضنفر علی آفس، ایسے میں صوفیہ بولائی بولائی سارے گھر میں پھرتی رہتی، نویلہ بہت بدل گئی تھی، اب وہ بہت کم بولتی تھی، گھر میں کوئی مہمان آ جاتا تو اس کے سامنے کم ہی جاتی، شاپنگ، آؤٹنگ اور اسی طرح کی دوسری تمام سرگرمیاں اس نے ترک کر دی تھیں، صوفیہ اس کے لیے بے حد فکر مند رہتی تھیں، مگر کچھ کہتی نہ تھیں۔ وہ اپنی پڑھائی میں مصروف ہو گئی تھی، جبکہ صوفیہ کو دن رات یہی فکر دامن گیر رہتی کہ اس کا مستقبل کیا ہو گا، کون اس سے شادی کرے گا۔

وہ لاؤنج میں صوفے پر بیٹھی تھیں، سوچوں میں غلطاں و پیچاں، انہوں نے علیشہ کا نمبر ملایا، اس نے فوراً کال ریسیو کر لی تھی۔

''السلام علیکم ماما!'' اس نے بشاش لہجے میں سلام کیا، جواباً وہ کافی افسردہ لہجے میں بولیں۔

''علیشہ تم آج میرے پاس آ جاؤ، دل بہت گھبرا رہا ہے، تمہارے پاپا آفس گئے ہیں اور نویلہ کالج۔'' وہ یاس بھرے لہجے میں گویا ہوئیں، مگر علیشہ ان کی اداسی کو محسوس نہ کر سکی۔

''ماما آج تو آنا مشکل ہے، میں اور آنٹی ایک پارٹی میں جا رہے ہیں، میرا پارلر میں اپائنٹمنٹ ہے۔'' وہ مصروف سے انداز میں بولی تھی، وہ خاموش ہو گئیں۔

''خیریت ہے؟'' ان کی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے وہ پوچھنے لگی۔

''میں نویلہ کی وجہ سے بہت پریشان ہوں، تم ہی اسے کچھ سمجھاؤ۔'' وہ لجاجت سے بولیں۔

''سوری ماما! مجھے تو نویلہ کے معاملے سے دور ہی رہنے دیں۔ وہ اتنی بے وقوف ہے، مجھے اندازہ نہ تھا۔ وہ بس عیسیٰ کی یادوں کے سہارے زندگی گزارنا چاہتی ہے۔'' اس نے بغیر کوئی لحاظ رکھے، سیدھے سبھاؤ ان کے سامنے انکار کر دیا۔

''غلطی آپ کی ہے ماما، جو آپ نے عیسیٰ کے ساتھ کیا تھا، کیا اس کے بعد اس کی نویلہ سے شادی کروانا عقلمندی تھی، سوری ٹو سے ماما، ہر شخص غضنفر علی نہیں ہوتا۔'' اس کا غصے سے بھرپور انداز انہیں یہ باور کروا گیا کہ وہ کبھی بھی ان کی کسی قسم کی کوئی ہیلپ نہیں کرے گی۔

''اوکے ماما! بعد میں بات کروں گی۔'' اس نے فون بند کر دیا، صوفیہ نے صوفے کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں، ان کے ہر انداز میں ایک تھکی تھکی کیفیت نمایاں تھی، نویلہ کا غم انہیں ذہنی توڑ پھوڑ کا شکار کر گیا تھا۔

☆.....☆.....☆

زین ندیم کو ایک مسلسل بے چینی لاحق تھی، جس کا علاج اسے ناممکن سا نظر آتا تھا، کچھ سمجھ نہ آ رہی تھی کہ کیا کرے اور کس سے بات کرے، سر موسیٰ سے بات کرتے ہوئے اسے ڈر لگتا تھا اور امی سے بات کرنے کی ابھی ہمت نہ تھی، اس کا کسی کام میں دل نہ لگ رہا تھا، بے چینی ہی بے چینی تھی، بے دلی کے ساتھ آفس جاتا اور گھر میں بھی خاموش ہی رہتا، امی نے اس کی سنجیدگی اور خاموشی کی وجہ پوچھی تو وہ ٹال گیا۔

شام کو وہ گھر کا کچھ ضروری سامان لینے کے لئے مارکیٹ گیا تھا اور اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے سر موسیٰ، ان کے بیٹے اور فروا کو ایک شاپ سے نکلتے دیکھا۔

''یہ تو باہر چلی گئی تھیں۔'' اسے کسی انہونی کا احساس ہوا تھا، وہ لوگ پارکنگ کی جانب بڑھ رہے تھے، زین ندیم ساکت کھڑا یہ منظر دیکھ رہا تھا، فروا فرنٹ ڈور کھول کر موسیٰ علی کے ساتھ بیٹھ گئی۔

''تو کیا۔۔۔'' اس کے دل نے سوال کیا۔

''نہیں۔۔۔نہیں۔'' اس نے فوراً دل کو ڈپٹ کر خاموش کروا دیا۔

''ایسا نہیں ہو سکتا۔'' وہ سامان لیے بغیر واپس آ گیا، جی چاہ رہا تھا کہ ابھی اسی وقت سر موسیٰ کے گھر جائے، مگر کس طرح، کیا کہے اور اگر فروا کے اور ان کے تعلق کے متعلق سوال کرے تو کس حیثیت سے، اس کا دماغ گھومنے لگا تھا۔

☆.....☆.....☆

عیسیٰ احمد کی بے وفائی، اس کا دھتکارنا اور ٹھکرانا نویلہ کو گھر اور گھر کے ماحول سے باغی کر گیا تھا۔ اس کے سلگتے زخموں پر ڈاکٹر ہارون کمال کا ٹھنڈا میٹھا لہجہ مرہم کا کام دے رہا تھا، نامحسوس انداز میں وہ اس کے بہت قریب آ گئے تھے، اکثر دونوں کہیں نہ کہیں ملتے، فون پر بات کرتے اور میسجز کا تو کوئی وقت ہی نہ ہوتا، نویلہ کو ڈاکٹر ہارون کمال میں کوئی دلچسپی نہ تھی، وہ تو جینے کے لیے، آگے بڑھنے کے لیے اور عیسیٰ احمد کی یادوں سے پیچھا چھڑانے کے لیے یہ سب کر رہی تھی۔

وہ دونوں اس وقت ایک ریسٹورنٹ میں بیٹھے ہوئے تھے، ہمیشہ کی طرح نویلہ کچھ لیٹ پہنچی تھی۔

''میں لیٹ تو نہیں ہوئی؟'' ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''زیادہ نہیں۔'' وہ بھی جواباً مسکرائے تھے۔

''مطلب لیٹ ہوئی ہوں۔'' وہ دلکشی سے مسکراتی، ڈاکٹر ہارون کمال کے دل میں اتر رہی تھی، وہ ایک سمجھدار، ڈیسینٹ اور میچور انسان تھے، نویلہ غضنفر انہیں پہلی نظر میں ہی بہت اچھی لگی تھی، وہ ہمیشہ لڑکیوں سے دور رہے تھے، اپنی اسٹڈی اور پھر پریکٹس سے انہیں اس قدر لگاؤ تھا کہ اِدھر اُدھر دیکھنے کی کبھی فرصت ہی نہ ملی تھی۔

''مجھے تمہارا انتظار کرنا اچھا لگتا ہے۔'' وہ بولے تو نویلہ لمحہ بھر کو انہیں دیکھے گئی۔ اس کے دل میں ان کے لیے کوئی جذبہ نہ تھا، کوئی ویسا احساس نہ جاگا تھا جیسا ڈاکٹر ہارون کمال اپنے دل میں اس کے لیے رکھتے تھے۔

''تمہاری اسٹڈی کیسی جا رہی ہے؟''

انہوں نے مینیو کارڈ اٹھایا اور اس سے پوچھنے کے ساتھ ساتھ کارڈ پر نظر دوڑائی، نویلہ انہیں ہی دیکھ رہی تھی۔

''بہت اچھی۔'' اس نے جواب دیا، ڈاکٹر ہارون کمال نے ویٹر کو بلا کر آرڈر نوٹ کروایا، ان کی نگاہوں کی خاموش محبت نویلہ سے مخفی نہ تھی، مگر وہ جان کر انجان بنی ہوئی تھی۔

''مجھے اس دن کا انتظار ہے جب تم ڈاکٹر بن کر آؤ گی اور پھر ہاسپٹل میں ہر وقت میرے ساتھ ہوا کرو گی۔'' ان کی بات پر وہ مسکرا دی تھی۔ اس کام میں تو ابھی بہت وقت تھا، وہ کتنی لمبی پلاننگ کر رہے تھے۔

''اس کام میں ابھی بہت وقت پڑا ہے ڈاکٹر صاحب!'' اس نے جیسے انہیں یاد دلایا تھا۔

''کوئی بات نہیں، میں انتظار کر رہا ہوں تمہارا۔'' وہ لاپرواہی سے بولے تھے، نویلہ کھانے کی جانب متوجہ ہو گئی تھی۔

ریسٹورنٹ سے نکل کر وہ لوگ مارکیٹ میں آ گئے تھے، ڈاکٹر ہارون کمال نے اسے ایک قیمتی پرفیوم خرید کر دیا تھا، جسے اس نے احتیاط سے اپنے بیگ میں ڈال لیا تھا، وہ آج خاصی خوش تھی۔

''چلو میں تمہیں ڈراپ کر دوں۔'' وہ اسے ساتھ لے کر گاڑی کی جانب بڑھے۔

''تھینک یو! ڈاکٹر ہارون۔'' اس نے گھر کے سامنے اترنے سے پہلے مڑ کر ان کی طرف دیکھا اور ممنونیت سے کہا، جواباً وہ ہولے سے مسکرا دیئے۔

"Thank you for what?" وہ استفہامیہ نظروں سے ان کی جانب دیکھ رہے تھے۔

"For everything"۔ اس نے جواب دیا اور گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ وہ گیٹ کے پاس پہنچی اور مڑ کر دیکھا، وہ ابھی تک کھڑے ہوئے تھے، وہ گیٹ پار کر گئی، ٹیرس پر کھڑی صوفیہ نے چونکتے ہوئے گہری نظروں سے اس منظر کو دیکھا تھا۔

☆.....☆.....☆

عروبہ ایکسپیکٹ کر رہی تھی اور یہ خبر فارقلیط حسن سے زیادہ حسن بہزاد کو خوش کر گئی تھی، عروبہ اپنے روم میں لیٹی ہوئی تھی، فارقلیط حسن باہر نکلا تو لاؤنج میں بیٹھے حسن بہزاد اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

''مبارک ہو تمہیں!'' انہوں نے بازو پھیلا دیئے تھے۔ فارقلیط حسن خوشگوار حیرت میں مبتلا ان سے بغل گیر ہوا تھا، وہ اس کی چوڑی پشت کو محبت سے تھپک رہے تھے، اس کے دل اور ضمیر پر پڑا بوجھ جیسے صدیوں بعد سرکنے لگا تھا، انہوں نے اسے خود سے الگ کیا۔

''تھینک یو ڈیڈی!'' اس نے ان کی طرف دیکھا اور تشکر آمیز لہجے میں کہتے ہوئے نگاہیں جھکا لیں۔

''اب خود باپ بنو گے تو میرے جذبات کو سمجھ سکو گے۔'' انہوں نے محبت بھرا شکوہ کیا۔

''میں آپ سے بہت شرمندہ ہوں ڈیڈی!'' وہ نگاہیں نہ اٹھا پا رہا تھا، وہ اپنے باپ کو بے حد چاہتا تھا، وہ جانتا تھا کہ انہیں اس کی وجہ سے کتنی تکلیف پہنچی ہے۔

''بس اب بھول جاؤ پرانی باتوں کو، عروبہ کا خوب خیال رکھو، وہ کھانے پینے میں بہت لاپرواہی کرتی ہے۔'' وہ اسے سمجھا رہے تھے، وہ فرمانبرداری سے سر ہلاتا رہا، کافی دیر بعد جب وہ روم میں آیا تو عروبہ نماز پڑھ رہی تھی، وہ اس کے فارغ ہونے کا منتظر تھا۔

''عروبہ مجھے ایک بات کی بہت ٹینشن ہے۔'' وہ نماز پڑھ کر آئی تو فارقلیط حسن کچھ الجھے الجھے انداز سے بولا۔

''کیا؟'' وہ بولی۔

''عموماً لڑکیاں بچے آنے کے بعد شوہر کو بھول جاتی ہیں، تم تو ایسا نہیں کرو گی؟'' وہ فکرمندی سے بولا۔ عروبہ پہلے تو حیرت سے لب نیم وا کئے اسے دیکھتی رہی پھر ہنس دی۔

''فارقلیط!'' اس کے خیال میں تو فارقلیط حسن کو بہت خوش ہونا چاہیے تھا، مگر وہاں اسے ایسے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے تھے، اب اس کی بات سن کر وہ حیران ہو گئی تھی۔

''آپ کا نمبر میرے دل اور زندگی میں ہمیشہ پہلا رہے گا۔'' اس نے اسے یقین دہانی کروائی۔

''پتا نہیں عروبہ! میں تم سے دور جانے سے ڈرتا ہوں، کوئی تمہیں مجھ سے دور نہ کر دے، یہ خوف ہر وقت میرے ساتھ رہتا ہے۔'' وہ اسے بتانے لگا، عروبہ کو اس سے ایسی بات کی امید نہ تھی۔

''آپ بلاوجہ پریشان ہو رہے ہیں، ایسا کبھی نہیں ہوگا۔'' اس نے فارقلیط حسن کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

''تم وعدہ کرو مجھ سے تم کبھی بھی مجھ سے زیادہ کسی کو نہیں چاہو گی، اپنے بچے کو بھی نہیں۔'' فارقلیط حسن نے اس سے وعدہ لیا تھا۔

''آئی پرامس!'' اس نے اپنا ہاتھ فارقلیط حسن کے ہاتھ میں دے دیا تھا۔

''ایک بات مجھے بھی کہنی تھی آپ سے۔'' اس نے اچانک یاد آنے پر کہا۔

''کہو۔'' وہ اس کی انگلی میں موجود رنگ کبھی اتارتا اور کبھی واپس پہنا دیتا۔

''مجھے یونیورسٹی جانا ہے، آپ مجھے منع نہیں کریں گے نا؟'' اس نے آس بھرے لہجے میں پوچھا۔

''ہرگز نہیں، تم یونیورسٹی جاؤ، یا کہیں بھی، مجھے کسی بات پر کوئی اعتراض نہیں ہے، میں تم سے یہ کبھی نہیں کہوں گا کہ تم ایک مڈل کلاس لڑکی کی طرح گھر پر رہو، اور صرف میرے بچے پالو۔'' اس کے جواب پر وہ مطمئن ہوگئی تھی، ایک بوجھ تھا، جو سرک گیا تھا، ورنہ اسے یہ فکر دامن گیر تھی کہ کہیں فارقلیط حسن اسے منع نہ کر دے اور پھر وہ کیا کرے گی۔

''تھینک یو فارقلیط!'' اس نے اس کا ہاتھ چوم کر آنکھوں سے لگایا تھا۔

''آپ اس دنیا کے سب سے اچھے ہزبینڈ ہیں۔'' وہ اس کی بات پر ہنس دیا تھا۔

''اور اس دنیا کا سب سے برا انسان ہوں۔'' وہ بولا تو عروبہ نے مصنوعی خفگی سے اسے گھورا۔

''خبردار! آئندہ میرے ہزبینڈ کے بارے میں ایسے الفاظ بولے تو۔'' وہ دھمکی آمیز لہجے میں بولی، فارقلیط حسن نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔

''میں بہت برا ہوں، مگر تمہارے بغیر کچھ نہیں ہوں۔'' وہ گمبھیر لہجے میں بولا تھا۔ عروبہ اسے دیکھے گئی۔

تمہارا نام لیتا ہوں
سانسوں میں تقدس کی کئی پرتیں الٹتی ہیں
انہیں آنکھوں میں بھرتا ہوں
آنکھوں سے شعاعیں نور کی
باہر نکلنے کو ترستی ہیں
انہیں سوچوں کی مٹھی میں جکڑتا ہوں
سارے جسم میں ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگتی ہیں
ابھی واضح نہیں مجھ پر
کہ میں چاہت کے کتنے مرحلے
طے کر کے اس منزل پہ پہنچا ہوں
ابھی واضح نہیں مجھ پر
کہ میری سوچ ایسی ہے

یا تیری ذات میں کوئی

شبستاں سا اجالا ہے

مگر اک بات واضح ہے

کہ تیرے لمس کی موجودگی

میرے لیے جینے کا

اکلوتا سہارا ہے

میری سوچوں کا محور ہے

میرے جینے کا حاصل ہے

اگر تجھ کو میری سوچوں سے

منع کر دیا جائے

تو!

باقی کچھ نہیں بچتا

عروبہ اس کے لہجے کی گمبھیرتا میں کھونے لگی تھی، اس نے کس قدر خوبصورتی سے شاعری کی زبان میں اپنے جذبات کا اظہار کیا تھا اور وہ تو کرتا رہتا تھا۔

عروبہ کی آنکھوں میں آنسو آنے لگے تھے۔ فارقلیط حسن پریشان ہونے لگا۔

''کیا ہوا؟ تم رو رہی ہو؟''

''نہیں۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''یہ خوشی کے آنسو ہیں۔'' وہ مسکرانے لگی تو فارقلیط حسن بغور اس دھوپ چھاؤں کے منظر کو دیکھنے لگا۔

''تمہاری آنکھ میں آنسو نہیں آنے چاہیے، خوشی سے بھی نہیں۔'' فارقلیط حسن نے محبت سے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا، وہ بھلا کب اس کی بات ٹالتی تھی۔

☆.....☆.....☆

اس نے چونکتے ہوئے اس شخص کی جانب دیکھا تھا، وہ اس کے سامنے اس کے قریب کھڑا تھا، اسے دیکھ کر اس کے زخم اور زیادہ رسنے لگے تھے، دل کا درد اور تیزی سے بہنے لگا تھا، آنسوؤں میں روانی آ گئی تھی، وہ شخص اور شدت سے یاد آنے لگا تھا، اس کی وفائیں،

محبتیں، وعدے اور قسمیں اس کے آس پاس شور مچانے لگے تھے۔

''آپ یہاں اس وقت اکیلی، اس حال میں۔'' وہ بولا تو وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگی، جیسے اس کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔

''خیریت تو ہے نہ؟'' وہ پریشان ہوتا ہوا بولا۔

''پلیز مجھے بتائیں کیا ہوا ہے؟'' اسے سخت پریشانی لاحق ہوگئی تھی، مگر وہ مسلسل روئے جا رہی تھی، کچھ بھی بتانے پر آمادہ نہیں تھی۔

''چلیں آپ کو گھر ڈراپ کر دوں۔'' اس نے کہا، تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''میرا کوئی گھر نہیں ہے، مجھے یہیں پڑا رہنے دو، مر جانے دو۔'' وہ روتے ہوئے بولی۔

''کیا مطلب؟'' وہ شاکڈ تھا۔

''اس نے مجھے گھر سے نکال دیا، وہ جو مجھے زندگی کہتا تھا، بھول گیا سب باتیں، نہیں وہ جھوٹ بول رہا ہے، وہ مجھ سے نفرت کر ہی نہیں سکتا، میں نہیں جانتی اس نے ایسا کیوں کیا۔'' وہ ایک مرتبہ پھر رونے لگی تھی، وہ حیران پریشان سا اسے دیکھ رہا تھا، اسے اس کی باتوں پر یقین نہ آ رہا تھا، بھلا ایسے کیسے ہو سکتا تھا، ان دونوں کی محبت کی تو زمانہ مثالیں دیتا تھا، پھر یوں اچانک۔۔۔

''آپ میرے ساتھ چلیں، میں اس سے بات کروں گا، آپ گاڑی میں بیٹھی رہیے گا۔'' اس نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھامنا چاہا جسے اس نے بری طرح جھٹک دیا۔

''اب کسی بات کا کوئی فائدہ نہیں، اس نے۔۔۔'' اس کی زبان لڑکھڑا گئی تھی، ہونٹ کپکپا رہے تھے، آواز میں واضح لرزش تھی۔

''اس نے مجھے۔۔۔ طلاق دے دی ہے۔'' وہ بدقت تمام بول پائی تھی، سامنے کھڑے شخص کو ایسا محسوس ہوا تھا جیسے کہ ساتوں آسمان اس کے اوپر آ گرے ہوں، وہ بے یقینی کے عالم میں اس کے اجڑے، بکھرے وجود کو دیکھ رہا تھا۔

بادل زور سے گرجا تھا، ساتھ ہی بجلی چمکی تھی، بوڑھا آسمان دھاڑیں مار مار کر رونے لگا تھا۔

اے محبت تیرے انجام پہ رونا آیا، آہ!

☆.....☆.....☆

بہت سوچ بچار کے بعد زین ندیم نے فروا سے بات کرنے کا ارادہ کر لیا، وہ عجلت بھرے انداز میں ناشتہ کر رہا تھا، جب امی نے اسے ٹوک دیا اور محبت بھرے لہجے میں بولیں۔

''بیٹا! آرام سے کھاؤ۔''

''بس اماں! ہو گیا ناشتہ۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اندر کی جانب بڑھا، واپسی میں اس کے ہاتھ میں بائیک کی چابی تھی، اس نے

بالوں میں پھنسائے ہوئے سیاہ گلاسز آنکھوں پر لگا لیے تھے۔

''کس بات کی اتنی جلدی ہے، جو ٹھیک سے ناشتہ بھی نہیں کیا۔'' انہوں نے اسے روکا۔

''ماں بہت ضروری کام ہے، دعا کیجیے گا۔'' وہ کہہ کر رکا نہیں، بائیک لے کر باہر نکل گیا۔ وہ سیدھا آفس آیا تھا، سر موسیٰ آفس آئے ہوئے تھے، اس نے جب انہیں مصروف دیکھا تو ضروری کام کا بہانہ کر کے آفس سے نکل آیا، اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا، اسے ڈر لگ رہا تھا اور کسی حد تک وہ نروس تھا، وہ پہلے بھی کئی مرتبہ ان کے گھر آیا تھا، مگر آج یہ دہلیز پار کرتے ہوئے وہ بری طرح گھبرایا تھا۔

لاؤنج میں سر جھکائے بیٹھا وہ فروا کا منتظر تھا، اس کی دھڑکنیں اسے آتا دیکھ کر بے ترتیب ہو رہی تھیں، اس نے کھڑے ہو کر اسے سلام کیا تھا۔

''موسیٰ گھر پر نہیں ہیں۔'' اس کے سلام کا جواب دے کر وہ گہری سنجیدگی سے بولی تھی۔

''جی! میں جانتا ہوں، آفس سے ہی آ رہا ہوں، سر وہیں تھے۔'' وہ شائستگی سے گویا ہوا۔

''تو پھر کیوں آئے ہیں آپ؟'' اس نے دایاں ابرو چڑھا کر تیکھے پن سے پوچھا تو زین ندیم کے حوصلے پست ہونے لگے، سب الفاظ بھک سے ذہن سے اڑ گئے تھے۔

''مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔'' وہ نگاہیں جھکائے کھڑا تھا، جبکہ فروا نے کچھ چونکتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔

''دراصل میں آپ کو پسند کرتا ہوں۔'' ہمت مجتمع کر کے اس نے کہہ دیا تھا، فروا شاکڈ تھی، اس کی حالت تو ایسی تھی جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

''آپ جانتے ہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں؟'' کچھ لمحے خاموشی کی نظر ہو گئے تھے، اچانک جیسے وہ ہوش میں آئی تھی۔

''اگر میں یہ بات موسیٰ کو بتا دوں، تو معلوم ہے آپ کو آپ کا کیا حشر کریں گے وہ۔'' وہ غصے سے بولی تھی۔

''میں خود ان سے بات کرنا چاہتا ہوں، مگر اس سے پہلے آپ سے اجازت۔۔۔''

''یہ غضب مت کیجیے گا۔'' وہ اس کی بات کاٹ کر تیزی سے بولی۔

''وہ آپ کو جان سے مار دیں گے۔'' وہ خوفزدہ دکھائی دینے لگی تھی۔

''مگر کیوں؟''

''کیونکہ۔۔۔ میں ان کی بیوی ہوں۔'' زین ندیم کو ایسا محسوس ہوا جیسے چھت اس کے سر پر آ گری ہو، وہ آنکھیں پھاڑے بے یقینی کے عالم میں اسے دیکھ رہا تھا، اس کی اندرونی شکست و ریخت اس کے چہرے سے واضح تھی، فروا نے آج پہلی مرتبہ اسے غور سے دیکھا تھا، وہ بے حد خوبصورت تھا، یقیناً کئی لڑکیوں کا آئیڈیل ہو گا، بہت سی اس پہ مرتی ہوں گی، مگر محبت کا یہ المیہ ہے کہ جسے جہاں سے چاہیے

ہوتی ہے، وہاں سے نہیں ملتی، بہت قسمت کے دھنی ہوتے ہیں، جنہیں یہ مل جاتی ہے۔فروا کو اس پر ترس آیا تھا، کیونکہ وہ اس کا درد سمجھ سکتی تھی، اس کے دل کے کسی کونے میں عیسیٰ احمد کی محبت چپ اور بے بسی کی چادر اوڑھے آج بھی بیٹھی تھی، اس کا جی چاہا دھاڑیں مار مار کر روئے۔

نا جانے گل افزاء اور غضنفر علی کی ناکام محبت پر یا عروبہ اور عیسیٰ کی دردناک محبت پر، یا اپنی عیسیٰ احمد سے یکطرفہ اور ناکام محبت پر، یا پھر زین ندیم کی فروا سے یکطرفہ اور ناکام محبت پر، وہ اس کے دھواں دھواں چہرے پر ایک آخری نگاہ ڈال کر پلٹ گئی تھی، زین ندیم خالی ہاتھ، خالی دل اور تہی داماں سا وہیں کھڑا تھا۔

☆.....☆.....☆

نویلہ کالج میں اپنے مخصوص بینچ پر بیٹھی بہت تیزی سے نوٹس بنانے میں مصروف تھی، اس نے کوئی دوست نہ بنائی تھی، وہ اکیلی سارا دن گزارتی، صرف اپنی پڑھائی پر فوکس رکھتی۔

''بے شک نماز بھاری ہے، مگر مومنوں کے لئے ہرگز نہیں جو دل سے میری طرف جھکتے ہیں۔'' ایک نہایت خوبصورت، ٹھنڈی میٹھی جھیل کی مانند پرسکون آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تو لمحہ بھر کو اس کا پین رک گیا۔

''اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، تو وہی لوگ جنتی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔'' وہ دوبارہ لکھنے میں مصروف ہوگئی، وہی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی، اب کی بار وہ اسے اگنور نہ کر سکی، اپنی جگہ سے اٹھی اور آواز کی سمت چل پڑی، وہ ایک بڑا کمرا تھا، جو شاید اکثر خالی رہتا تھا، وہاں کوئی کلاس نہیں ہوتی تھی، وہ چلتی ہوئی اس کے دروازے میں جا کھڑی ہوئی، اندر بہت سی طالبات بیٹھی تھیں، سامنے ایک لڑکی جس نے سیاہ رنگ کا عبایہ پہن رکھا تھا کھڑی ان سے باتیں کر رہی تھی، یقیناً وہ آواز اسی کی تھی، نویلہ بنا پلکیں جھپکائے اسے دیکھ اور سن رہی تھی، اس کی آواز اور اس کے الفاظ نویلہ کی روح میں اتر رہے تھے، وہ دم سادھے کھڑی تھی۔

☆.....☆.....☆

''عیسیٰ تمہیں پاکستان آنا ہوگا۔'' ماما کی کال آئی تھی اور وہ بضد تھیں کہ عیسیٰ احمد پاکستان آ کر نویلہ کو اپنے ساتھ لے کر جائے، مگر وہ مسلسل انکاری تھا۔

''ماما! میں کئی بار آپ کو بتا چکا ہوں کہ یہ ممکن نہیں ہے۔'' اس نے حتی الامکان آواز کو نارمل رکھتے ہوئے کہا تھا۔

''تو پھر یہ بات ذہن نشین کر لو عیسیٰ احمد کہ میں اور تمہارے پاپا کبھی بھی وہاں نہیں آئیں گے نہ ہی تم سے بات کریں گے۔'' انہوں نے کھٹاک سے فون بند کر دیا تھا، عیسیٰ احمد سر تھام کر رہ گیا۔

پورا دن پریشانی کے عالم میں گزرا تھا، وہ ماما اور پاپا کو ناراض نہ کرنا چاہتا تھا، مگر نویلہ کو اپنے گھر اور زندگی میں جگہ دینا بھی اس کے بس میں نہ تھا۔

''ماما! کاش آپ میری اذیت کو سمجھ سکیں، شاید اس طرح میرا درد کم ہو جائے۔'' وہ سر تھامے پریشان بیٹھا تھا، اچانک اس کے نمبر پر کال آنے لگی تھی، اس نے موبائل اٹھا کر کال ریسیو کی۔

''کیا؟'' دوسری طرف سے اسے جو خبر ملی اس نے اس کے اوسان خطا کر دیئے، اس کے پیروں تلے سے زمین کھسک گئی تھی، موبائل اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گرا تھا۔

☆.....☆.....☆

عروبہ کا یونیورسٹی میں پہلا دن تھا، وہ بہت ایکسائیٹڈ تھی، فارقلیط حسن آفس جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا، ساتھ ہی مسکراتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''تیار ہو گئی تم؟'' وہ کف لنکس لگاتے ہوئے اس سے پوچھنے لگا۔

''جی!'' وہ اس کے برابر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آ کھڑی ہوئی اور اسکارف پنوں کی مدد سے سیٹ کرنے لگی۔

''لپ اسٹک وغیرہ نہیں لگاؤ گی؟'' وہ اس کے میک اپ سے پاک چہرے کو ایک نظر دیکھتے ہوئے بولا۔

''نہیں۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''لڑکی کا بناؤ سنگھار صرف اور صرف اس کے شوہر کے لیے ہوتا ہے۔'' اس نے دوپٹہ شانے پر سیٹ کیا، بلاشبہ وہ بہت باوقار اور پیاری لگ رہی تھی۔

''لیکن یہ شوہر لڑکی کو اجازت دے رہا ہے کہ لپ اسٹک لگا لو۔'' وہ مسکراہٹ دبا کر بولا۔

''شوہر صاحب کا بہت شکریہ، مگر لڑکی بھی میک اپ نہیں کرے گی۔'' وہ اب اپنا بیگ اور فائل اٹھا کر اس کے ساتھ ناشتے کی میز پر آ گئی تھی۔

''اچھے بچوں کی طرح ناشتہ کرو۔'' اسے جلدی جلدی تھوڑا سا ناشتہ کرتے دیکھ کر وہ ٹوک گیا۔

''بھوک نہیں ہے۔'' اس نے منہ بنایا۔

''یہ جوس کا گلاس ختم کرو۔'' فارقلیط حسن نے اسے گلاس تھمایا، جو کہ اس نے طوعاً و کرہاً تھام لیا، فارقلیط حسن اسے خود ڈراپ کرنے گیا تھا۔

''اپنا بہت سارا خیال رکھنا، لنچ ٹائم پر کر لینا، کچھ بھی ایسا نہ کھانا جو تمہارے لئے اچھا نہیں، تھکن یا طبیعت خراب محسوس ہو تو فوراً مجھے کال کرنا، میں آ جاؤں گا۔'' محبت سے اس کے گال تھپتھپا کر فکرمندی سے بولا تو وہ مسکرا دی۔

''میں آپ کو مس کروں گی۔'' وہ اداس ہونے لگی۔

''جب دل چاہے کال کر لینا۔'' فارقلیط حسن نے کہا، وہ گاڑی سے نیچے اتر آئی۔

''مجھے آپ خود لینے آیئے گا، ڈرائیور کو مت بھیجئے گا۔'' وہ ونڈو میں جھکی اسے ہدایت کر رہی تھی، اس نے اثبات میں سر ہلایا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔

پھر لسٹ دیکھتے، کلاس ڈھونڈتے اسے کچھ وقت لگا تھا، کلاس سے فارغ ہو کر وہ یونیورسٹی کے وسیع و عریض گراؤنڈ کے نسبتاً تنہا گوشے میں جا بیٹھی اور جلدی سے موبائل فون بیگ سے نکالا، ابھی وہ فارقلیط حسن کا نمبر ملانے ہی والی تھی کہ ایک لڑکا اس کے سامنے آ رکا۔

''ہیلو! مائے نیم از ریحان، تمہارا نام کیا ہے؟'' اس کے سامنے ہاتھ پھیلائے بے تکلفی سے اس کا نام پوچھ رہا تھا، وہ حیرت کے عالم میں بنا پلکیں جھپکائے اسے دیکھ رہی تھی، جو کہ شکل اور حلیے سے ہی اوباش نظر آ رہا تھا، عروبہ نے گھبرا کر ارد گرد دیکھا، مگر قریب قریب کوئی نہ تھا۔

❁ ❁

ناول ''می رقصم'' ابھی جاری ہے۔ اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی 20 تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

رنگا رنگ کہانیوں سے سجا، خوبصورت اور دلکش

سوہنی ڈائجسٹ

SohniDigest.Com

اگر آپ بھی لکھ رہے ہیں اور اُردو قارئین کی تلاش میں ہیں تو اپنی کہانیاں Inpage میں کمپوز (ٹائپ) کر کے پورے اعتماد کے ساتھ سوہنی ڈائجسٹ میں بھیجئے۔ نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

ابھی sohnidigest@gmai.com پر ای میل کریں۔

قسط نمبر 12

عروبہ غضنفر حیرت زدہ سی اسے دیکھ رہی تھی اور کبھی اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو، وہ تو اسے جانتی تک نہ تھی، مگر وہ کس بے تکلفی سے اس کے سامنے ہاتھ پھیلائے کھڑا تھا۔

وہ اچانک اٹھی اور تیز تیز قدم اٹھاتی اس سے دور جانے لگی، وہ اسے جاتے دیکھتا رہا، پھر سر جھٹک کر آگے بڑھ گیا، عروبہ کا دل خوف کے مارے، زور سے کانپ رہا تھا، اس کا دل اچاٹ ہونے لگا تھا، مزید کسی کلاس میں جانے کا موڈ نہ بنا تو اس نے فارقلیط حسن کو کال کر دی کہ اسے لینے کے لیے آ جائے اور اس کا انتظار کرنے لگی۔

☆.....☆.....☆

نویلہ دروازے کی اوٹ میں کھڑی تھی، اسے اس لڑکی کی باتیں سنتے ہوئے اپنے اندر کا اضطراب اور بے چینی بڑھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی، ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کی آواز اس کے اندر کے کرب کو سمیٹ رہی ہو، اس کی روح پر لگے زخموں پر مرہم رکھ رہی ہو، وہ وہیں کھڑی رہی، یہاں تک کہ اندر سے آواز آنا بند ہو گئی، رفتہ رفتہ لڑکیاں کمرے سے باہر نکلنے لگیں، وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی کمرے میں داخل ہو گئی، سامنے وہی لڑکی اب لڑکیوں کے گھیرے میں کھڑی تھی، اچانک اس کی نظر نویلہ پر پڑی تھی، اس نے ہاتھ کے اشارے سے نویلہ کو قریب بلایا تھا، نویلہ نے مڑ کر دیکھا، جیسے یقین کرنا چاہتی ہو کہ کیا واقعی وہ اسے بلا رہی ہے یا کسی اور کو۔

''اب آپ سب جائیں، مجھے اپنی اس بہن سے بات کرنی ہے۔'' وہ لڑکی نرمی سے بولی اور فوراً سب لڑکیاں وہاں سے باہر نکل گئیں، اب وہاں صرف وہ دونوں تھیں۔

''آؤ۔'' اس نے نویلہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے ایک چیئر پر بٹھایا اور خود بھی اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

''کہو؟'' نویلہ اس کی جانب دیکھ رہی تھی، لب سیے، بنا پلکیں جھپکائے۔

''کیا کہوں؟'' اس کا دل بھرانے لگا تھا، سمجھ نہ آ رہی تھی کہ کیا کرے اور کیا کہے۔

''وہ درد، جو تمہارے دل کو کاٹ رہا ہے، آنکھوں سے ٹپک رہا ہے، جس نے تمہارے لبوں سے ہنسی چھین لی ہے، یہ جو پیاس ہے تمہاری آنکھوں میں، کس چیز کی ہے؟'' نویلہ نے چونکتے ہوئے اس کی جانب دیکھا تھا، وہ سخت حیران تھی، بھلا وہ کیسے جان گئی کہ اس کے اندر کوئی درد ہے، اس کے دل میں کوئی پیاس ہے، وہ فیصلہ نہ کر پا رہی تھی کہ اسے کچھ بتائے یا نہ، وہ تو اسے جانتی تک نہ تھی، اس کا نام بھی

معلوم نہ تھا، مگر اس کا نرم اور ہمدرد لہجہ اسے سب بتانے پر مجبور کرنے لگا، وہ درد جو وہ اپنوں سے چھپائے، خود کو کمپوز کرتے کرتے تھکنے لگی تھی، اس سے بیان کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

''وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔'' اس نے نگاہیں جھکا لیں، اتنا کہہ کر ہی اسے لگا جیسے مزید کچھ بھی کہنے کو نہیں بچا، وہ سسک اٹھی۔

''میں نے اس سے بھیک مانگی، محبت کی بھیک، رحم کی بھیک، مگر اس نے مجھے دھتکار دیا، ٹھکرا دیا، میری محبت جتنی بڑھتی گئی، وہ اتنی ہی مجھ سے نفرت کرتا گیا، میں نے بہت کوشش کی اس کے دل میں جگہ بنانے کی، مگر ناکام رہی۔'' اس کی آنکھوں کے گوشے بھیگنے لگے تھے۔

''میرا دل اسے بھلا نہیں پا رہا، لاکھ کوشش کروں، وہ ذہن سے نہیں نکلتا، ایک لمحے کے لئے بھی نہیں بھولتا، میں کیا کروں، بہت تکلیف میں ہوں۔'' آنسو پلکوں کی باڑھ توڑ کر اس کے رخساروں پر بہنے لگے تھے، اس کا بدن ہولے ہولے کانپنے لگا تھا، اس لڑکی نے اپنا ہاتھ اس کے شانے پر رکھ دیا، نویلہ کے رونے میں روانی آ گئی تھی۔

''محبت ایک بہت قیمتی خزانہ ہے، یہ کبھی بھی بھیک میں نہیں ملتی، اسے کبھی بھی مانگنا نہیں چاہیے، جب آپ اس دنیا میں کسی انسان کو اتنا زیادہ چاہو اور وہ آپ کو نہ ملے، آپ سے دور بھاگے اور آپ کی محبت سچی ہو، تو جان لو اللہ آپ کو اس سے زیادہ نوازنا چاہتا ہے اور جسے اللہ کی محبت مل جائے اسے پھر دنیا والوں کی محبت سے کیا غرض۔'' نویلہ نے اچانک سر اوپر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا تھا۔

''کیا میں اس قابل ہوں؟'' اس نے کپکپاتے لبوں سے اس سے سوال کیا تھا۔

''کوئی بھی اس کی محبت کے قابل نہیں ہوتا، بس وہ جس پر نظر ڈالتا ہے، اس کی نظر میں تم بھی ہو۔'' نویلہ کے آنسو تھم گئے تھے، وہ آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہی تھی، جیسے یقین نہ آ رہا ہو، بھلا وہ اتنی خوش بخت کہاں تھی، وہ چند ثانیے اس لڑکی کی جانب دیکھتی رہی۔

''میں بہت بری ہوں، اسے سب پتا ہے میرا۔'' وہ آگے بڑھ کر اس کے گلے لگ گئی تھی۔

''میں بہت بری ہوں، میں بہت گناہگار ہوں، میں اس کی نظر کے قابل نہیں ہوں، میری اوقات اتنی نہیں ہے۔'' وہ زور زور سے رو رہی تھی، وہ لڑکی اس کی پشت سہلا رہی تھی، اس کے رونے میں روانی آتی جا رہی تھی، آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہ لے رہے تھے، اس نے نویلہ کو رونے دیا اور چپ نہیں کروایا۔

☆.....☆.....☆

زین ندیم خالی ہاتھ ہو گیا تھا، اس کے ساتھ وہ ہو گیا تھا جس کا اس نے کبھی تصور بھی نہ کیا تھا، ہر وقت ہنسنے اور دوسروں کو ہنسانے والا زین، نا جانے کب محبت کا روگ پال بیٹھا، اسے خبر ہی نہ ہو سکی تھی اور محبت خبر ہونے کب دیتی ہے، یہ تو کسی گھاک شکاری کی طرح گھات لگائے بیٹھی ہوتی ہے، معصوم اور کمزور دل لوگوں کو پھنسانے۔

وہ ان کے گھر سے باہر نکل آیا تھا، شکستہ قدموں اور ٹوٹے دل کے ساتھ، گھر کے باہر کھڑا وہ حسرت زدہ نظروں سے بند دروازے

کو دیکھ رہا تھا، لمحوں میں اس کی محبت اس سے چھن گئی تھی، اسے تہی داماں کر گئی تھی۔

اگلے دو دن وہ آفس نہیں گیا تھا، امی نے بہت پوچھا مگر وہ ٹالتا رہا۔

''بیٹے! آخر کوئی تو وجہ ہو گی چھٹی کرنے کی، طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟'' وہ بیٹے کے مزاج کے ہر موسم سے آشنا تھیں، مگر یہ کون سا موسم تھا، جس سے وہ آج سے پہلے ناواقف تھیں، اس حال میں تو اس کو کبھی نہ دیکھا تھا۔

''ماں میں نے جاب چھوڑ دی ہے۔'' اس نے سر جھکا کر آہستہ آواز میں کہا تو وہ چونکتے ہوئے اس کی جانب دیکھنے لگیں۔

''ٹھیک ہے بیٹا، اگر آپ کو سوٹ نہیں کر رہی تو اٹس او کے، لیکن کوئی وجہ بھی تو ہو گی نہ۔'' انہوں نے کھوجتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

''ماما! میں سی ایس ایس کرنا چاہتا ہوں۔'' اس اطلاع پر وہ بہت خوش ہوئی تھیں۔

''ارے! یہ تو بہت خوشی کی بات ہے بیٹے۔'' انہوں نے ہمیشہ کی طرح اس کی حوصلہ افزائی کی تھی، زین کو انہیں جاب چھوڑنے کا بتاتے ہوئے ڈر لگ رہا تھا، وہ اس کے مستقبل کے حوالے سے فکر مند رہا کرتی تھیں، جب سے اس کی جاب ہوئی تھی، وہ خاصی مطمئن ہو گئی تھیں۔

''لیکن بیٹا یہ اچانک سی ایس ایس کا خیال کیسے آ گیا؟'' انہوں نے سرسری انداز میں سوال کیا تھا، زین ندیم نے ان کی طرف دیکھا۔

''امی یہ کوئی خاص جاب نہیں ہے، میں کیا ساری زندگی اسی طرح گزار دوں گا، پھر آپ نے میرے لیے پڑھی لکھی لڑکی لانے کا پلان بنا رکھا ہے، تو میں نے سوچا کہ مجھے بھی مزید پڑھنا چاہیے۔'' وہ پھیکی سی ہنسی ہنستے ہوئے بولا تھا، وہ بس اسے دیکھے گئیں، ان کا دل کہہ رہا تھا کہ اصل بات کچھ اور ہے اور ان کے لیے یہ زیادہ فکر کی بات تھی کہ زندگی میں پہلی بار اس کے سعادت مند اور شریف بیٹے نے ان سے بات چھپائی تھی، ان سے غلط بیانی کی تھی، مگر فی الحال وہ خاموش ہو گئی تھیں۔

☆.....☆.....☆

عیسیٰ احمد شدید صدمے سے دوچار تھا، اس کے والدین کار حادثے میں چل بسے تھے، وہ بے یقین، شاکڈ سا کھڑا ہوا تھا، ابھی چند منٹ پہلے تو ماما اس سے بات کر رہی تھیں، پھر یوں اچانک، وہ نیچے بیٹھتا چلا گیا، اس کا دل اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہ تھا، اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے انکاری تھا۔

''ماما! پاپا۔۔۔!'' وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا تھا۔

''میں بہت اکیلا ہو جاؤں گا، ایسا نہ کرنا میرے ساتھ۔'' وہ اونچا لمبا لڑکا پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا، بہت دیر رو لینے سے دل کا بوجھ کچھ ہلکا ہوا، اس نے حقیقت پر غور کیا۔

''نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا۔'' دل پھر بھرانے لگا تھا، آنسو پھر سے بہنے لگے تھے، اس کی زندگی کا محور، اس کا کل سرمایہ اس کے

والدین تھے، ان کے سوا اس کا کوئی نہ تھا اور اب وہ انہیں بھی کھو چکا تھا۔

''کاش میں پاکستان نہ جاتا، تو ہم یوں تباہ نہ ہوتے، سب کچھ ختم نہ ہوتا۔'' اسے وہ وقت یاد آیا جب ماما نے اسے پاکستان جانے کا کہا تھا، جس کے بعد ان کی فیملی کی بربادی شروع ہوئی تھی، وہ کتنی پرسکون اور خوشگوار زندگی گزار رہے تھے کہ رفتہ رفتہ سب کچھ ختم ہو گیا، ان کی زندگیوں میں ایسا بھونچال آیا کہ سب کچھ بکھر گیا اور وہ لوگ سمیٹ بھی نہ سکے۔

☆.....☆.....☆

فارقلیط حسن اسے لینے کے لیے فوراً آ گیا تھا، وہ فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھ گئی، اس نے گاڑی آگے بڑھا لی، فارقلیط حسن نے بغور اس کی جانب دیکھا۔

"How was your day?"

چند ثانیے وہ اس کے بولنے کا انتظار کرتا رہا، مگر جب وہ مسلسل خاموش رہی تو اسے پوچھنا ہی پڑا۔

"Very bad"۔ نا چاہتے ہوئے بھی وہ کہہ گئی، ساتھ ہی اسے وہ لڑکا اور اس کی حرکت یاد آ گئی، خوف کے مارے اس نے جھرجھری لی، فارقلیط حسن نے گردن گھما کر اس کی جانب دیکھا تھا، وہ بہت تھکی تھکی سی لگ رہی تھی۔

''اوہ! bad کیوں؟'' وہ پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

''میں بہت بور ہوئی۔'' عروبہ کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تو خود کو سنبھال کر احتیاط سے بولی۔ وہ حقیقتاً اس لڑکے کی وجہ سے پریشان ہو گئی تھی، اسے ہر بات، ہر پریشانی فارقلیط حسن سے شیئر کرنے کی عادت ہو چکی تھی اور اسے بتا کر وہ ریلیکس بھی ہو جایا کرتی تھی، مگر یہ بات وہ اس سے چھپا گئی، بتانے کا حوصلہ ہی نہ ہوا۔

''اوہ۔'' فارقلیط حسن ہولے سے ہنس دیا۔

''ابھی تو پہلا دن تھا نہ، آہستہ آہستہ دل لگ جائے گا۔'' اس نے عروبہ کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''تمہاری کوئی فرینڈ بنی؟'' وہ استفسار کرنے لگا، جواب میں عروبہ نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''تو یار کوئی فرینڈ ہو، ساتھ باتیں کرنے، گھومنے پھرنے کے لئے، پھر ہی انجوائے کیا جا سکتا ہے، اب اکیلا بندہ تو بور ہی ہوتا ہے نہ۔'' اس کی بات پر وہ خاموش ہی رہی، اسے کوئی جواب نہ سوجھا، صبح یونیورسٹی جاتے ہوئے وہ جتنی خوش اور ایکسائیٹڈ تھی، اب موڈ اتنا ہی سنجیدہ اور دل بجھا بجھا سا تھا۔

رات کے کھانے پر ڈیڈی ان لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ عروبہ خاموشی سے کھانا کھا رہی تھی، جبکہ وہ دونوں باپ بیٹا بزنس سے متعلق باتیں کر رہے تھے۔

''عروبہ بیٹا! یونیورسٹی میں فرسٹ ڈے کیسا رہا؟'' اچانک ڈیڈی نے اس سے پوچھا تھا۔

''ٹھیک رہا ڈیڈی۔'' اس نے آہستگی سے جواب دیا، فارقلیط حسن اس کو دیکھنے لگا تھا۔

''کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتانا۔'' اس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا، کھانا کھا کر وہ اپنے روم میں آ گئی تھی۔ فارقلیط حسن جب کمرے میں آیا تو وہ نماز پڑھ رہی تھی، وہ ایک فائل لے کر بیٹھ گیا اور اس کا انتظار کرنے لگا، وہ بار بار فائل سے نظریں ہٹا کر عروبہ کی جانب دیکھتا تھا۔

''سونے لگی ہو؟'' نماز پڑھ کر جب وہ لیٹنے لگی تو فارقلیط حسن نے اس سے سوال کیا۔

''جی!'' مختصر جواب آیا۔

''اگر تم کسی بات سے پریشان ہو تو مجھ سے شیئر کر سکتی ہو، مے بی میرے پاس تمہاری پریشانی کا solution ہو۔'' اس نے فراخدلی سے پیشکش کی تھی، عروبہ غضنفر چند ثانیے بغور اس کے مہربان چہرے کو دیکھتی رہی اور پھر لیٹ گئی۔

''میں کیوں پریشان ہونے لگی، بس تھک گئی ہوں۔'' اس نے آنکھیں موند لیں۔ فارقلیط حسن کو اس کی بات پر یقین نہ آیا تھا، مگر فی الوقت وہ خاموش ہو گیا تھا، اسے عروبہ کی آنکھوں میں ایک انجانا خوف نظر آیا تھا، جو شادی کے ابتدائی دنوں میں نظر آتا تھا، صبح یونیورسٹی جاتے ہوئے جو شوخی و شرارت اور اعتماد اس کی آنکھوں میں تھا، وہ اس وقت مفقود تھا، فارقلیط حسن فائل رکھ کر لیٹ گیا۔

☆.....☆.....☆

موسیٰ علی کو جب زین ندیم کا ریزائن پیپر ملا تو وہ ورطۂ حیرت میں ڈوب گیا، پہلے تو اسے یقین ہی نہ آیا کہ واقعی یہ سچ ہے، اس نے سمجھا شاید زین نے مذاق کیا ہے، اس نے فوراً فون اٹھا کر زین کو کال کی۔

''السلام علیکم سر!'' اس کی سماعتوں سے زین ندیم کی سنجیدہ مؤدبانہ آواز ٹکرائی۔

''زین یہ کیسا مذاق ہے؟'' موسیٰ علی نے فوراً پوچھا۔

''کیا سر؟'' اس نے تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے کہا، ورنہ سمجھ تو وہ گیا تھا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں، مگر فوری جواب نہ دے سکا۔

''آپ نے ریزائن کر دیا ہے؟'' موسیٰ علی نے سوال کیا تھا، چند ثانیے خاموشی چھائی رہی۔

''جی سر!'' اس نے بالآخر کہہ ہی دیا۔

''مگر کیوں؟'' وہ پوچھ رہا تھا۔

''سر میں study کرنا چاہتا ہوں اس لئے۔'' اس نے جواب دیا۔

''کل پرسوں تک تو آپ کا ایسا کوئی ارادہ نہ تھا، پھر یوں اچانک۔'' موسیٰ علی کو اس کی بات پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

''سر آپ جانتے ہیں، میں کبھی بھی، کسی بھی ٹائم ارادہ بنالیتا ہوں، بس مجھے ایسا لگنے لگا ہے کہ میرا فیوچر اس جاب سے کچھ خاص برائٹ نہیں ہے، مجھے study کرنی چاہیے، اس لئے میں نے یہ decision لیا، میری امی بھی اس فیصلے سے خوش ہیں۔'' موسیٰ علی کے دل میں اس کے لیے ایک خاص مقام تھا، بہت کم وقت میں وہ ایک خاص اہمیت اختیار کر گیا تھا، اس کا یوں آفس چھوڑ جانا، اسے اداس کر گیا تھا۔

''یہ تو اچھی بات ہے، لیکن کبھی بھی آپ آفس آنا چاہیں یا rejoin کرنا چاہیں تو You are most welcome۔'' موسیٰ علی نے فراخدلانہ پیشکش کی تھی، اس کی بات سے اس کے لبوں پر زہر خند ابھرا تھا۔

''تھینک یو سر!'' اس نے کہا، کچھ ہی دیر میں اس نے فون بند کر دیا، امی کالج گئی ہوئی تھیں، وہ اس وقت اکیلا تھا، صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر اس نے آنکھیں موند لیں۔

''آپ بہت جھوٹے ہیں سر موسیٰ اور مجھے جھوٹ سے سخت نفرت ہے۔'' وہ دل ہی دل میں سوچ کر رہ گیا، اسے ان سے اتنے بڑے دھوکے اور غلط بیانی کی توقع نہ تھی، اگر وہ شروع میں ہی بتا دیتے کہ فروا ان کی بیوی ہے تو شاید وہ اتنا آگے نہ بڑھتا، اپنے قدموں کو وہیں روک لیتا، لیکن ان کے جھوٹ نے اس کا بہت نقصان کیا تھا، اسے لمحوں میں تہی داماں کر دیا تھا۔

☆.....☆.....☆

غضنفر علی آفس نہیں گئے تھے، صوفیہ انتظار کرتی رہیں اور بالآخر ان کے پاس آ گئیں، وہ بیڈ پر بے سدھ پڑے ہوئے تھے۔

''غضنفر!'' وہ ان کے قریب آئیں اور ہولے سے آواز دی۔

''غضنفر آپ ٹھیک تو ہیں؟'' انہوں نے دوبارہ پوچھا، مگر جواب ندارد۔

''غضنفر!'' صوفیہ نے گھبرا کر انہیں جھنجھوڑ ڈالا تھا۔

''کیا بات ہے؟'' انہوں نے آنکھیں کھولتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔

''آپ ٹھیک ہیں؟'' وہ خوفزدہ دکھائی دے رہی تھیں۔

''میں زندہ ہوں صوفیہ!'' وہ شکست خوردہ لہجے میں بولے تھے۔

''اتنی آسانی سے نہیں مروں گا۔''

''خدا نہ کرے۔'' بے اختیار ان کے منہ سے نکلا تھا۔

''صبح صبح کیا فضول باتیں کر رہے ہیں۔'' وہ ان کی بات سن کر دہل گئی تھیں، انہوں نے غضنفر علی کو بہت چاہا تھا، انہیں حاصل کرنے کے لیے جانے کتنے دل توڑے تھے، کتنے خواب اجاڑے تھے، کتنی زندگیاں برباد کی تھیں اور اس سب کے لیے وہ خود کو حق بجانب

سمجھتی تھیں، ان کا خیال تھا اپنی محبت کو پانے کے لیے انسان جو بھی کرتا ہے وہ جائز ہوتا ہے، انہوں نے جو غضنفر علی اور گل افزاء کے ساتھ کیا تھا، اس پر انہیں کوئی شرمندگی نہ تھی اور اب جو عروبہ کے ساتھ کیا اس پر بھی وہ ذرا بھی شرمندہ نہ تھیں۔

''تمہارے لیے یہ فضول باتیں ہیں، مگر میری زندگی کی حقیقت یہی ہے، جب انسان کسی معصوم پر ظلم ڈھاتا ہے اور ظلم سہنے والا خاموشی سے اس کو برداشت کر لیتا ہے تو خدا اس کو لکھ رکھتا ہے، وہ تو ایک ایک لمحے کا حساب رکھتا ہے اور پھر ایک دن ظلم کرنے والے کے سامنے اس کے سب گناہ آ جاتے ہیں، اس کے ضمیر پر ہتھوڑے برسانے، اس کی روح پر تازیانے برسانے، صوفیہ تم فکر نہ کرو، میں جلدی نہیں مروں گا۔'' وہ خاموش ہو گئے تھے، صوفیہ ان کے زرد چہرے کو فکرمندی سے دیکھ رہی تھی، وہ نہ تو ٹھیک سے کچھ کھاتے تھے، نہ صحیح سوتے تھے، وہ سخت تکلیف میں تھے، مگر صوفیہ کچھ نہ کر پا رہی تھیں۔

''آپ بے قصور ہیں غضنفر!'' وہ انہیں ضمیر کے بوجھ تلے سے آزاد کرنا چاہتی تھیں۔

''تمہارے کہنے سے میرا دل نہیں مانے گا۔'' انہوں نے ایک گہری سانس سینے سے خارج کی تھی۔

''آپ فریش ہو جائیں، میں ناشتہ بناتی ہوں آپ کے لیے۔'' انہوں نے بات کو سمیٹتے ہوئے موضوع بدلا، غضنفر علی اٹھ کر خاموشی سے واش روم کی جانب بڑھ گئے تھے، وہ انہیں جاتا دیکھتی رہیں، فون کی بیل بجی، وہ باہر کی جانب لپکیں۔

☆.....☆.....☆

عیسیٰ احمد کیسے پاکستان آیا، کس طرح جنازے میں شریک ہوا، سب کچھ وہ غائب دماغی کیفیت سے کر رہا تھا، اسے بالکل یقین نہ آ رہا تھا، جو ہو گیا تھا، صوفیہ نے اسے دیکھا تو دل کی حالت غیر ہونے لگی، ایک طرف وہ ان کی مرحوم بہن کا بیٹا تھا، تو دوسری طرف وہ ان کی بیٹی کی خوشیوں کا قاتل بھی تھا، اس نے کس سفاکی سے ان کی بیٹی سے ان کے کیے کا بدلا لیا تھا، ان کی نویلہ کو بدل کر رکھ دیا تھا، وہ پہلے والی نویلہ لگتی ہی نہ تھی۔

''ممانی نے تمہیں بلوایا ہے۔'' وہ سر جھکائے بیڈ پر بیٹھا ہوا تھا، جب علیشہ روم میں آئی، سرد اور سپاٹ انداز میں کہہ کر وہ پلٹنے لگی تھی۔

''آ کر کھانا کھا لو۔''

''مجھے بھوک نہیں ہے۔'' اس کی طرف دیکھے بغیر اس نے جواب دیا تھا۔ علیشہ طیش کے عالم میں پلٹی تھی۔

''یہاں تمہارے ناز نخرے دیکھنے کے لئے کوئی نہیں بیٹھا ہوا، مجھے ممانی نے بھیجا تو میں آ گئی، ورنہ میں تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔'' وہ دانت پیستے ہوئے نفرت سے گویا ہوئی۔

''شکریہ!'' عیسیٰ احمد نے سنجیدگی سے کہا تو علیشہ کا غصہ مزید بڑھ گیا۔

''کیا سمجھتے ہو تم خود کو؟'' وہ پلٹ کر سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

''میں آپ سے بات نہیں کرنا چاہتا، بہتر ہوگا آپ یہاں سے چلی جائیں۔'' وہ خود پر ضبط کرتے ہوئے بولا۔ اس نے اپنے ماں باپ کو ایک ساتھ کھو دیا تھا، لمحوں میں تنہا ہو گیا تھا، اسے یہ دکھ مزید بے چین کر رہا تھا کہ ماما نے آخری بار اس سے بات کرتے ہوئے ناراض ہو کر فون بند کیا تھا، اسے ان سے وہ آخری بات، وہ گفتگو بار بار یاد آئی تھی، پاپا کا چہرہ نظروں کے سامنے گھوم جاتا تھا۔

''تم سے بات کرنے کے لیے مرکون رہا ہے۔'' وہ حقارت سے گویا ہوئی۔

''تم نے جو میری بہن کے ساتھ کیا، ساری زندگی سکون نہ پاؤ گے۔'' وہ پھنکاری۔

عیسیٰ احمد خاموش رہا، وہ شدید ذہنی توڑ پھوڑ اور بے چینی کا شکار تھا، جب وہ کچھ نہ بولا تو وہ واپس مڑ گئی، دو منٹ بعد ممانی جان اس کے سامنے تھیں۔

''بیٹا! کھانا کھالو۔'' وہ اس کے سامنے بیٹھ گئیں۔

''جانے والوں کے ساتھ ہم جا تو نہیں سکتے۔'' انہوں نے نرمی سے اپنائیت بھرے لہجے میں کہا، عیسیٰ احمد کا ٹوٹا پھوٹا انداز انہیں افسردہ کر رہا تھا۔

''ابھی بھوک نہیں ہے، آپ فکر نہ کریں ممانی، جب بھوک لگی کھالوں گا۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''دو دن سے تم نے کچھ نہیں کھایا بچے، بیمار پڑ جاؤ گے۔'' وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

''ماما اور پاپا کے جانے کے بعد بھی میں زندہ ہوں، تو یقین رکھیں میں زندہ ہی رہوں گا، بھوک سے نہیں مروں گا۔'' اس نے سائیڈ ٹیبل سے اپنا موبائل اور والٹ اٹھایا تھا۔

''میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں۔'' وہ باہر کی جانب بڑھا، انہوں نے اسے روکا نہیں تھا، وہ چلا گیا۔

☆.....☆.....☆

اگلے روز یونیورسٹی جاتے ہوئے عروبہ بجھی بجھی سی تھی، فارقلیط حسن نے فی الحال اسے کچھ بھی کہنا مناسب نہ سمجھا، اسے ڈراپ کر کے وہ آفس چلا گیا، وہ سارا دن بہت محتاط رہی، کہیں وہی لڑکا پھر سے اس کا راستہ نہ روک لے، مگر آج وہ نظر نہ آیا تھا، عروبہ نے شکر ادا کیا۔

واپسی پر اسے فارقلیط حسن نہیں، بلکہ ڈرائیور لینے آیا تھا، اس بات پر اس کا موڈ خاصا آف ہوا تھا۔

''فارقلیط صاحب کیوں نہیں آئے؟'' اس نے بیٹھتے ہی ڈرائیور سے پوچھا۔

''سر میٹنگ میں تھے۔'' ڈرائیور نے مؤدب ہو کر جواب دیا تھا، گھر آ کر وہ فریش ہو کر سو گئی تھی، دن ڈھلنے لگا، شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے، دن بھر کا تھکا ہارا سورج اب سونے کو بے تاب تھا، پرندے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔

فارقلیط حسن گھر آیا تو غیر معمولی خاموشی کا احساس ہوا، وہ سیدھا اپنے بیڈروم میں آیا، عروبہ کو سوتا دیکھ کر وہ فریش ہونے چلا گیا،

واپس آیا تو اسے اسی طرح سوتا پا کر اسے تشویش ہونے لگی۔

''عروبہ!'' اس کے پاس کھڑا، وہ اسے آوازیں دے رہا تھا، وہ ذرا سا کسمسائی، فارقلیط حسن نے اس کا گال تھپتھپایا، اس نے آنکھیں کھول دیں۔

''اٹھ جاؤ یار، شام ہوگئی۔'' اس نے مندی مندی آنکھوں سے فارقلیط حسن کو دیکھا اور اٹھ گئی، فریش ہو کر وہ دونوں لان میں چلے گئے تھے۔

''لنچ کیا تھا تم نے؟'' فارقلیط حسن نے اس سے پوچھا تھا، وہ ایسے ہی اس کی فکر کیا کرتا تھا، چھوٹی سی بات کے لئے اسے لے کر پریشان ہو جاتا تھا۔

''جی!'' اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''میں نے سینڈوچ کھایا تھا۔''

''آج کا دن کیسا رہا؟'' بٹلر ان کے لئے چائے لے آیا تھا اور چائے کے ساتھ اچھے خاصے لوازمات تھے، وہ ان دونوں کو چائے سرو کر کے چلا گیا تھا۔

''کل سے اچھا۔'' اس نے چائے کا کپ لبوں سے لگا لیا، فارقلیط حسن نے گہری نظروں سے اسے دیکھا، وہ واقعی کل کی نسبت فریش لگ رہی تھی۔

''کوئی فرینڈ بنی؟'' وہ سرسری سا پوچھ رہا تھا۔

''نہیں۔'' عروبہ نے سر نفی میں ہلایا۔

''میرے فرینڈ تو آپ ہیں۔'' اس کی بات پر وہ بے ساختہ ہنس دیا تھا۔

''میں تو تمہارا بوائے فرینڈ ہوں نہ۔'' اس نے گہری سنجیدگی سے مذاق کیا تھا، عروبہ نے اسے آنکھیں نکالیں، مگر وہ نظر انداز کر گیا تھا۔

''کسی لڑکی کو دوست نہیں بنایا؟'' وہ استفہامیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

''آپ نے شادی سے پہلے مجھ سے فرینڈ شپ کرنے کی کوشش کی تھی، پھر کامیابی ہوئی؟'' وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے لطیف سا طنز کر رہی تھی، فارقلیط حسن بھی اس کی بات پر ہنس دیا تھا۔

''تم شکل سے جتنی معصوم لگتی تھی، اتنی ہی چالاک نکلی تھی، جب میں نے تمہارا دیا ہوا نمبر ڈائل کیا تو تمہاری چالاکی سمجھ میں آ گئی تھی، ویسے تم نے نام تو اچھا بتایا تھا، ماہ جبین۔'' اس ٹائم کو یاد کر کے عروبہ کے لبوں کو بھی مسکراہٹ چھو گئی تھی۔

''تم پر یہ نام بھی سوٹ کرتا ہے، ماہ جبین۔''

عروبہ خاموش رہی تھی۔

''تمہیں پتا ہے میں نے تمہیں کتنا تلاش کیا، مگر تم مجھے نہیں مل رہی تھی، مجبوراً میں نے شاہ زیب سے بات کی۔'' اسے بتا رہا تھا اور عروبہ دلچسپی سے سن رہی تھی۔

''مائی گاڈ! آپ نے شاہ زیب بھائی کو بتا دیا۔'' اس نے کچھ پریشان ہو کر فارقلیط حسن کی جانب دیکھا۔

''ہاں۔'' فارقلیط حسن نے بتایا۔

''میں نے تمہارا حلیہ بتا کر اور نام بتا کر پوچھا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا، اس دن پھر تمہاری بہن کی سالگرہ والے دن میں اچانک وہاں آ گیا اور تم مجھے نظر آ گئی۔'' اس نے پوری تفصیل بتائی۔

''شکر ہے آپ وہاں آ گئے۔'' عروبہ نے اس وقت کو یاد کیا تو شدید اذیت کا احساس اسے رگ و پے میں بھرتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

''مجھے وہاں آنا ہی تھا، کیونکہ تمہیں میرے پاس آنا تھا عروبہ، اللہ نے تمہیں خاص میرے لیے بنایا ہے۔'' اس کے ان الفاظ سے عروبہ کا دل تشکر کے احساس سے بھرنے لگا تھا۔

''شاپنگ کا موڈ ہے؟'' اسے اداس ہوتے دیکھ کر اس نے موضوع بدل ڈالا تھا۔

''بالکل بھی نہیں۔'' اس نے فوراً منع کیا۔

''یونیورسٹی جانے کے لئے کچھ نئی شاپنگ کر لو۔'' اس کی آفر ہنوز برقرار تھی۔

''فارقلیط حسن میرے پاس آلریڈی سب کچھ ضرورت سے بہت زیادہ ہے، میری وارڈ روب بھری پڑی ہے۔'' اس نے منع کیا تو پھر فارقلیط حسن نے بھی دوبارہ نہ کہا، وہ اس پر کسی معاملے میں سختی یا زور زبردستی نہ کرتا تھا۔

☆.....☆.....☆

زین ندیم کو دھتکارنے اور ٹھکرانے کے بعد فروا بہت بے چینی محسوس کرنے لگی تھی، اسے عیسیٰ احمد سے اپنی محبت اور پھر اس کا ہمیشہ کے لیے خود سے دور چلے جانا یاد آیا تھا، اس شام موسیٰ علی گھر آیا تو کافی سنجیدہ سا تھا۔

''کیا بات ہے، آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟'' وہ استفسار کرنے لگی۔

''ہاں۔'' اس نے سر ہلانے پر اکتفا کیا، وہ لاؤنج میں صوفے پر بیٹھا کنپٹیوں کو دبا رہا تھا، فروا اس کے لئے پانی لے آئی تھی اور پھر چائے بنانے لگی۔

''میرا ایک بہت اچھا ورکر زین ندیم اچانک آفس چھوڑ گیا۔'' اس نے چائے پیتے ہوئے یونہی باتوں باتوں میں تذکرہ کیا، فروا

نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔

''کیوں چھوڑ گیا؟'' اس نے یونہی برسبیل تذکرہ پوچھ لیا۔

''کہتا ہے study کرنے لگا ہوں، مگر مجھے لگتا ہے، اصل بات یہ نہیں ہے۔'' وہ موسیٰ علی کی چالاکی اور زمانہ شناسی پر دل ہی دل میں حیران ہوئی تھی۔

''چلیں آپ ٹینشن نہ لیں، اس طرح تو آفس میں لوگ آتے جاتے رہتے ہوں گے۔'' اس نے موسیٰ علی کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔'' اس نے ہنکارا بھرا۔

''مگر یہ لڑکا بہت اچھا تھا، بے ریا، خالص، بہت شریف، ہر ایک کی عزت کرنے والا۔'' فروا جانتی تھی کہ وہ یوں ہی کسی کی تعریف نہیں کرتا، یقیناً وہ لڑکا بہت اچھا ہوگا اور یہ اس نے دیکھا تھا کہ دنیا میں جو جتنا زیادہ اچھا ہے، اتنے زیادہ دکھ اٹھاتا ہے۔

''پاپا! آئسکریم۔'' معصب روم سے باہر نکلا تھا، موسیٰ علی کا دھیان اس کی طرف ہو گیا۔

''میرے بیٹے کو آئسکریم کھانی ہے؟'' موسیٰ علی نے اسے گود میں اٹھا لیا۔

''جی!'' اس نے سر ہلایا۔

''فروا ایسا کرو ریڈی ہو جاؤ، تم دونوں کو آؤٹنگ پر لے جاتا ہوں۔'' فروا اٹھ کر اندر چلی گئی تھی اور بجھے بجھے دل کے ساتھ تیار ہونے لگی۔

☆.....☆.....☆

عیسیٰ احمد کافی دیر سے غضنفر ہاؤس کے گیٹ کے سامنے کھڑا تھا، وہ خود میں ہمت مجتمع کرنے کی کوشش کر رہا تھا، وہ بات کہنے کے لیے، جس کے لیے وہ یہاں آیا تھا، بالآخر اس نے قدم اندر کی جانب بڑھا دیئے تھے، لاؤنج میں اسے صوفیہ آنٹی نظر آ گئی تھیں۔

''السلام علیکم!'' اس نے سلام کیا تھا، صوفیہ نے سر اٹھا کر دیکھا، اپنے سامنے کھڑے عیسیٰ احمد کو دیکھ کر ان کے چہرے پر شدید ناگواری کے تاثرات پھیل گئے تھے۔

''تم میری مرحومہ بہن کے بیٹے ہو، اس لیے بہت آرام سے کہہ رہی ہوں یہاں سے واپس مڑ جاؤ۔'' وہ غصے کو ضبط کرتے ہوئے بولیں۔

''مجھے نویلہ سے ملنا ہے۔'' اس نے ان کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

''کیا؟'' وہ تو گویا اچھل کر کھڑی ہوئی تھیں اور حیران نظروں سے اسے دیکھنے لگی تھیں۔

''میری بات کان کھول کر سن لو عیسیٰ احمد، میری بیٹی کو مزید دکھ دینے کی اجازت میں تمہیں ہرگز نہیں دوں گی۔'' انہوں نے دوٹوک انداز میں اسے سمجھایا۔

''میں اسے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔'' اس نے مصالحت آمیز انداز میں کہا۔

''ہرگز نہیں، تم سے اس کا ہر رشتہ ختم ہو چکا ہے، وہ پڑھ رہی ہے، اپنا فیوچر بنائے گی اور پھر اسے تم سے بھی اچھا لڑکا مل جائے گا۔''

''میں نویلہ سے ملے بغیر نہیں جاؤں گا۔'' وہ واپس مڑا اور اس کے کمرے کی جانب بڑھا۔

''رک جاؤ عیسیٰ!'' وہ اس کے پیچھے لپکیں، مگر وہ دستک دے کر اندر داخل ہو چکا تھا، نویلہ نماز پڑھ کر جائے نماز پر بیٹھی دعا مانگ رہی تھی، اپنے سامنے عیسیٰ احمد کو دیکھ کر وہ بے یقین نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

''نکلو یہاں سے۔'' صوفیہ زور سے چلائیں۔

''نویلہ مجھے تم سے بات کرنی ہے، مگر تمہاری ماما مجھے روک رہی ہیں، سمجھاؤ انہیں۔'' اس نے نویلہ کی جانب مدد طلب نظروں سے دیکھا۔

''السلام علیکم!'' نویلہ نے سلام کیا، وہ جائے نماز اٹھا کر رکھنے لگی۔

''ماما! مجھے ان کی بات سننے دیں۔'' وہ پرسکون لہجے میں بولی۔

''نویلہ یہ وہی شخص ہے جو۔۔۔''

''ماما! اگر ایک شخص کہیں سے چل کر مجھ سے بات کرنے آئے تو وہ چاہے عیسیٰ احمد ہوں یا کوئی اور میں بات ضرور سنوں گی۔'' اس نے انہیں کوئی بھی سخت بات کہنے، ماضی کی تکلیف دہ باتوں کو چھیڑنے سے منع کیا۔

''یہ بہت جھوٹا اور فریبی ہے، اس کی باتوں میں مت آنا۔'' وہ واپس مڑ گئیں۔

''بیٹھیں۔'' نویلہ نے صوفے کی طرف اشارہ کیا اور خود اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گئی۔

''مجھے آپ کے پیرنٹس کا بہت افسوس ہے۔'' وہ ایک نظر اس پر ڈال کر اب میز پر رکھے گلدان میں موجود پھولوں کو دیکھنے لگی تھی۔

''نویلہ میں تمہیں لینے کے لیے آیا ہوں، چند دنوں میں تمہارے کاغذات بن جائیں گے، تم میرے ساتھ فرانس جاؤ گی۔'' عیسیٰ احمد کی بات پر اس نے اپنا جھکا ہوا سر تیزی سے اوپر اٹھایا تھا۔

''سوری عیسیٰ! میں آپ کے ساتھ نہیں جا سکتی۔'' اس نے انکار کیا۔

''میں جانتا ہوں تم مجھ سے بہت ناراض ہو، میں نے تمہیں ہرٹ کیا ہے، پلیز مجھے معاف کر دو۔'' وہ منت بھرے لہجے میں بولا۔

''پہلی بات یہ کہ میں ناراض نہیں ہوں آپ سے، دوسری بات یہ کہ آپ نے مجھے ہرٹ نہیں کیا ہے، تو پھر معافی کا کوئی جواز نہیں۔'' وہ اب عیسیٰ احمد کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولی تھی۔

''تو وہ محبت ختم ہو گئی جو تمہیں مجھ سے تھی۔'' اس نے طنز کرتے ہوئے کہا۔

''محبت کبھی ختم نہیں ہوتی عیسیٰ!'' اس نے پل بھر کا توقف کیا۔

''یہ تو الوہی روشنی کی مانند ہوتی ہے، بڑھتی جاتی ہے، محبت کے بچھڑنے سے جدائی کی تپش اور آگ جو آپ کے اندر جلے اس سے دوسروں کو جلاتے مت پھریں، بلکہ اس آگ سے دیا جلائیں اور اندھیری راتوں میں بھٹکنے والوں کے لئے رہبر بن جائیں اور میں نے بھی یہی کرنے کا فیصلہ کیا ہے عیسیٰ۔'' دھیرے دھیرے متانت اور گہری سنجیدگی سے، پراثر انداز میں بولتی ہوئی وہ اس نویلہ سے بہت مختلف لگ رہی تھی جسے وہ جانتا تھا، کیا یہ اس کی جدائی کا اثر تھا، یا اس کے باپ کی بیماری، وہ سمجھ نہ پایا۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھے گیا۔

''تو تم محبت کر کے پچھتا رہی ہو؟'' اس نے ہولے سے مسکراتے ہوئے طنز کیا تھا۔

''نہیں عیسیٰ!'' اس نے اپنا سر نفی میں ہلایا تھا۔

''مجھے آپ سے کی جانے والی محبت پر کوئی شرمندگی نہیں ہے، نہ میں اس سے انکاری ہوں، ہاں مگر اس محبت میں پا لینے کی خواہش ختم ہو چکی ہے، میری محبت آج بھی قائم ہے، بس اس نے صرف راستہ بدلا، محبت آج بھی وہی ہے۔'' اس کا ایک ایک لفظ کتنا پراثر تھا، اس کے لفظوں کی آنچ سے عیسیٰ احمد کا دل پگھلنے لگا تھا، وہ بغور اس کے مطمئن اور پرسکون چہرے کو دیکھ رہا تھا، جیسے اس سکون کی وجہ اس کی سمجھ سے باہر ہو، اس کے الفاظ میں وہ تڑپ کہیں نہ تھی جو محبت کھو دینے کے بعد در آتی ہے۔

''سچی محبت کبھی اپنا راستہ نہیں بدلتی نویلہ، یہ تمہاری کیسی محبت تھی نویلہ جو اتنے کم وقت میں بدل گئی۔'' وہ کچھ الجھا، کچھ حیران سا اسے دیکھ رہا تھا۔

''محبت کو پا لینے میں وہ مزہ ہرگز نہیں ہے جو اسے کھو دینے میں ہے، جب انسان ان چیزوں کو پانے کی کوشش کرتا ہے جو اس کی قسمت میں نہیں ہوتیں، اللہ کی رضا کے بغیر اپنی مرضی پوری کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے بہت بڑی ٹھوکر لگتی ہے۔'' عیسیٰ احمد ناسمجھی کے عالم میں اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

''محبت میں ناکامی پر جو چوٹ لگتی ہے، اس میں بھی ایک انوکھا مزہ ہے، یہ چوٹ سہنے میں بھی ایک انوکھا سکون ہے، محبت پا کر انسان کچھ نہیں سیکھتا عیسیٰ! مگر محبت کو کھو کر بہت کچھ ایسا نظر آنے لگتا ہے جو پہلے دکھائی نہ دیتا تھا، آپ کو کھو کر میں نے وہ پایا ہے، جس کا میں نے کبھی تصور بھی نہ کیا تھا، مجھے اب آپ سے اور اللہ سے کوئی گلہ نہیں ہے۔'' اس نے تفصیلاً کہا، عیسیٰ احمد چند ثانیے اسے دیکھتا رہا۔

''صوفیہ آنٹی کی بیٹی کے منہ سے ایسی باتیں، بہت حیران کن ہیں، I can't believe this.'' وہ حیرت زدہ تھا۔

''ماما آپ سے بڑی ہیں، جیسی بھی ہوں، ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''میں ایسا نہیں کر سکتا۔'' اس نے سختی سے کہا۔

''جو محبت آپ کے اندر عاجزی اور نرم مزاجی پیدا نہ کرے وہ محبت نہیں ہوتی عیسیٰ احمد!'' اس نے پل بھر کا توقف کیا۔

''وہ خود پسندی ہوتی ہے، خواہش کی غلامی ہوتی ہے۔'' نویلہ نے سائیڈ ٹیبل کو کھول کر اس میں سے طلاق نامہ نکالا تھا۔

''مجھے اب سمجھ آ گئی ہے کہ دل کا اور روح کا رشتہ زبردستی نہیں جوڑا جا سکتا، میں نے ناسمجھی میں کوشش کی اور آپ سے یہ کاغذی،

کمزور سا رشتہ جوڑ بیٹھی، میں آج آپ کے سامنے اس پر سائن کر کے آپ کو ہر طرح کے بوجھ سے آزاد کر رہی ہوں۔'' اس نے پین پکڑا، عیسیٰ احمد ساکت ہو گیا، وہ آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہا تھا۔

''اور میں نے آپ کو معاف کیا، سچے دل سے معاف کیا، دل پر کوئی بوجھ لے کر مت جایئے گا۔'' وہ شکستہ قدموں سے چلتا ہوا دروازے کی جانب بڑھا، اس نے پلٹ کر نویلہ کے پرسکون چہرے کو دیکھا، اس کی ساری بے چینی و بے سکونی عیسیٰ احمد کے اندر بھر گئی تھی، وہ باہر نکل گیا، نویلہ بیڈ پر اوندھے منہ گری تھی، دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

عروبہ لائبریری میں سے نکل رہی تھی جب اچانک وہی لڑکا اس کے سامنے آ گیا تھا۔

''ہائے کیسی ہو؟'' وہ اس کی سائیڈ سے ہو کر نکل گئی تھی۔

''بات تو سنو عروبہ!'' اس نے بے تکلفی سے اس کا نام لے کر پکارا تھا، عروبہ رک گئی۔

''مجھے تم سے دوستی کرنی ہے۔'' عروبہ اس کی اس جرأت پر شاکڈ رہ گئی۔

''آؤ کہیں بیٹھ کر آرام سے بات کرتے ہیں۔'' اس کا یہ بے تکلف، دوستانہ انداز عروبہ غضنفر کو آگ لگا گیا۔

''دیکھو مسٹر! اوور اسمارٹ بننے کی ضرورت نہیں ہے، میں میرڈ ہوں اور میرے ہزبینڈ بہت۔۔۔''

''تم میرڈ ہو؟'' اس نے ہونٹ سکوڑے۔

''لگتی تو نہیں، آئی مین بہت چھوٹی سی دکھتی ہو۔'' اس نے کہا۔

''بہتر ہو گا آپ میرا پیچھا چھوڑ دیں۔'' عروبہ جانے لگی، اس نے آگے بڑھ کر اس کی کلائی تھام لی۔

''تمہارا پیچھا تو اب میں سائے کی طرح کروں گا۔'' اس کی حرکت نے عروبہ کو طیش دلا دیا تھا۔ اس نے مڑ کر ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر مارا۔

''آئندہ میرے پیچھے آنے سے پہلے اس تھپڑ کو یاد کر لینا۔'' کہہ کر وہ رکی نہیں تیز تیز قدم اٹھاتی گیٹ کی طرف جانے لگی، وہ آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہا تھا، عروبہ نے ٹیکسی روکی اور گھر آ گئی۔

''کیا کروں؟ کیا فارقلیط حسن کو اس کے متعلق بتاؤں؟'' وہ سخت پریشان تھی، اسے کچھ سمجھ نہ آ رہی تھی۔

''یا اللہ! مجھے مزید کسی آزمائش میں مت ڈالنا، میں بہت مشکل سے سر اٹھا کر چلنے کے قابل ہوئی ہوں، مزید کوئی ذلت نہیں سہہ سکتی، کسی غم کا بوجھ نہیں اٹھا سکتی۔'' اس کا دل بھرانے لگا تھا، وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی، اسے یہ سارے آنسو فارقلیط حسن کے آنے سے پہلے بہانے تھے۔

☆.....☆.....☆

فروا ایکسپیکٹ کر رہی تھی، اس خبر نے موسیٰ علی کو پریشان کر دیا تھا، وہ یہ سن کر بالکل چپ ہو گیا تھا، بالآخر اس نے فروا سے بات کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

''فروا!'' وہ معصب کو سلا رہی تھی، موسیٰ علی کی آواز سن کر اس نے خاموشی سے اس کی جانب دیکھا۔

''مجھے بچہ نہیں چاہیے۔'' اس کی بات نے فروا کو حیران کر دیا تھا۔

''میرا خیال ہے ہمارے لئے معصب ٹھیک ہے، بس اسی کو۔۔۔''

''آپ کو نہیں چاہیے ہوگا، مگر مجھے تو چاہیے۔'' فروا نے بغیر کسی لحاظ کے کہہ دیا۔

''میں معصب کو بہت چاہتی ہوں، اس کے لیے کبھی میرا پیار کم نہیں ہوگا۔'' اس نے بہت آرام سے ادب سے بات کی تھی۔

''فروا میں کہہ رہا ہوں نہ کہ ابھی ضرورت نہیں ہے۔'' اس نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔

''موسیٰ کیا آپ دو بچے افورڈ نہیں کر سکتے؟'' فروا نے کچھ خفگی سے کہا۔

''فضول باتیں مت کرو۔'' وہ بگڑا۔

''میری اجازت کے بغیر تم اکیلی یہ فیصلہ نہیں کر سکتی۔'' اس نے اپنے اختیارات کا اسے احساس دلانا چاہا۔

''اور آپ بھی میری مرضی کے بغیر تنہا یہ فیصلہ نہیں کر سکتے۔'' اس میں ایک دم سے وہی پرانی والی فروا زندہ ہو گئی تھی، جو اپنے حق کے لیے لڑنا، آواز اٹھانا جانتی تھی۔

''ضد مت کرو، اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔'' اس نے سمجھانے کی کوشش کی۔

''آپ کو میری بات ماننا ہوگی۔'' وہ اٹل لہجے میں کہہ کر واک آؤٹ کر گئی تھی، اگلے دو روز تک دونوں کی بات چیت بند رہی تھی۔

''معصب تنگ نہیں کرو، کھانا کھا لو۔'' فروا اس کے پیچھے پھر پھر کر تھک گئی تھی، مگر وہ مان کر نہ دے رہا تھا۔

''نہیں کھاؤں گا۔'' وہ نفی میں سر ہلاتا کبھی اِدھر بھاگ جاتا کبھی اُدھر۔

''کیا مصیبت ہے، مجھ سے مار کھا لو گے تم۔'' اس نے معصب کا ہاتھ پکڑ کر غصے سے کہتے ہوئے اپنی طرف کھینچ کر جھنجھوڑا۔

''فروا!'' موسیٰ کی گرجدار آواز نے اس کا دل دہلا دیا۔

''تم ابھی سے میرے بیٹے کے ساتھ یہ سلوک کر رہی ہو، میری ایک بات کان کھول کر سن لو۔'' اس نے آگے بڑھ کر معصب کو اس کی گرفت میں سے کھینچا تھا اور انگلی اٹھا کر اسے وارن کرنے کے انداز میں بولا۔

''ہاتھ توڑ دوں گا تمہارے، اگر میرے بیٹے کے ساتھ دوبارہ ایسا کیا تو۔''

''موسیٰ!'' غضنفر علی کی زوردار آواز پر وہ دونوں ہی چونکے تھے۔

''لاوارث نہیں ہے میری بیٹی کہ آپ اس طرح اس سے بات کرو۔'' وہ ان کے قریب آن رکے اور موسیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے بولے۔

''دیکھیں انکل میں نے۔۔۔'' موسیٰ علی نے بولنا چاہا۔

''مجھے آپ کی ہمدردیوں کی ضرورت نہیں ہے، جس شخص کی وجہ سے میری ماں نے اتنے دکھ اٹھائے، تنہا زندگی گزاری، جس کے ہوتے ہوئے بھی میں یتیموں کی طرح پلی، ایک لمحے کے لیے مجھے اس کا سایہ نہیں چاہیے، یہ شخص مجھے ڈانٹے، مارے، گالیاں دے یا گھر سے نکال دے، مجھے پھر بھی آپ کی مدد نہیں چاہیے۔'' اتنا کہہ کر وہ وہاں رکی نہیں، تیز تیز قدم اٹھاتی باہر نکل گئی اور انیکسی کی جانب بڑھ گئی۔

دروازہ کھولتے ہی دل بری طرح بھرانے لگا تھا، یادوں نے چاروں اطراف سے اس پر ایسی یلغار کی تھی اس کے لیے بچ نکلنا بہت مشکل تھا۔

''امی! میں بہت اکیلی ہوگئی ہوں۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

☆.....☆.....☆

عروبہ بے حد خوفزدہ ہوگئی تھی، اسے ٹمپریچر ہوگیا تھا اور اگلے دو روز وہ یونیورسٹی بھی نہ جا سکی، اسے ایک مسلسل چپ لگی ہوئی تھی، فارقلیط حسن اور حسن بہزاد نے اسے بہلانے کی ہر ممکن کوشش کر ڈالی مگر بے سود۔

''عروبہ یونیورسٹی نہیں جانا؟'' فارقلیط حسن آفس جانے کے لئے تیار ہو رہا تھا، عروبہ صوفے کے اوپر پاؤں کیے، سمٹ کر بیٹھی ہوئی تھی، وہ اچانک مڑا اور پوچھنے لگا۔

''نہیں۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''کیا اب تم اپنی پریشانی مجھ سے چھپاؤ گی؟'' وہ اس کے قریب آ کر بیٹھ گیا اور اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''فارقلیط حسن میں پریشان نہیں ہوں، پلیز مجھے ڈسٹرب مت کریں۔'' اس نے اپنا ہاتھ چھڑایا۔

''اوکے۔'' وہ اٹھا اور باہر نکل گیا، سارا دن عروبہ پریشان اور بے چین رہی، رات فارقلیط حسن دیر سے گھر آیا تھا۔

''آپ ناراض ہیں مجھ سے؟'' عروبہ نے اس کی غیر معمولی خاموشی کو بھانپتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔'' فارقلیط حسن نے نفی میں سر ہلایا، وہ گود میں لیپ ٹاپ رکھے کام کر رہا تھا، سرسری نظر اس پر ڈال کر دوبارہ کام میں مصروف ہوگیا۔

''مجھے صبح آپ سے اس طرح بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔'' اسے فارقلیط حسن کی خاموشی اور سنجیدگی بہت محسوس ہو رہی تھی۔

''اٹس اوکے۔'' وہ ابھی بھی اس کی جانب متوجہ نہ تھا، پھر عروبہ نے بھی کوئی بات نہ کی تھی، تمام رات وہ جاگتی رہی تھی، فارقلیط حسن سو گیا تھا، وہ بیڈروم سے باہر نکل آئی، اس کا رخ لان کی طرف تھا، باہر قدم رکھتے ہی تیز ہوا کے جھونکے نے اس کا استقبال کیا تھا، وہ

لان میں ٹہلنے لگی تھی، یکا یک بارش ہونے لگی تھی۔

''میں کیا کروں، فارقلیط کو بتاؤں یا نہیں۔'' وہ بینچ پر بیٹھ گئی تھی، اسے وہاں بیٹھے کچھ ہی دیر گزری تھی کہ، فارقلیط حسن وہاں آ گیا۔

''عروبہ!'' اس نے اپنا ہاتھ اس کے شانے پر رکھا تو وہ ڈر گئی۔

''اس وقت یہاں کیوں بیٹھی ہو۔'' وہ کھڑی ہو گئی تھی، اس کی آنکھوں میں خوف کے سائے لہرا رہے تھے۔

''ریحان کی باتوں سے پریشان ہو یا اس تھپڑ سے جو تم نے اسے مارا تھا؟'' فارقلیط حسن کی بات نے اس کے جسم سے جان نکال دی تھی۔

''بتاؤ۔'' فارقلیط حسن نے اس کا گال تھپتھپایا تھا، بجلی زور سے چمکی اور لمحہ بھر کے لیے لان روشنی سے بھر گیا۔

''میں اسے نہیں جانتی، مجھے نہیں پتا وہ مجھے کیوں پریشان کر رہا ہے، میرا یقین کریں فارقلیط!'' اس کا دم نکلنے لگا تھا، ہونٹ خشک ہو رہے تھے، فارقلیط حسن نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اندر کی جانب بڑھا، وہ کسی بے جان لاش کی مانند اس کے ساتھ کھنچی چلی جا رہی تھی، اسے بٹھا کر وہ پانی لے آیا۔

''یہ پیو۔'' اس نے گلاس عروبہ کو تھمایا۔

''میں اسے نہیں جانتی فارقلیط۔'' وہ گلاس کو نظر انداز کرتے ہوئے بولی۔

''پانی پیو۔'' فارقلیط حسن نے گلاس اس کے لبوں سے لگا دیا، پانی پیتے ہوئے وہ مسلسل اسے دیکھ رہی تھی، فارقلیط حسن نے خالی گلاس میز پر رکھا۔

''کیا تمہیں ابھی بھی مجھ پر اعتبار نہیں ہے، میری کس بات سے تمہیں ایسا لگا کہ میں تم پر شک کروں گا، یا تمہیں سپورٹ نہیں کروں گا؟'' وہ خفگی سے بھرپور لہجے میں بولا۔

''میں اتنا کمزور نہیں ہوں کہ ایک شخص بھرے مجمع میں میری بیوی کو ڈراتا پھرے اور میں کچھ نہ کر سکوں، کیوں چھپائی تم نے مجھ سے یہ بات؟'' وہ خفا تھا۔

''میں ڈر گئی تھی فارقلیط۔''

''اپنے یہ بلاوجہ کے ڈر ختم کرو، ورنہ کھا جائیں گے یہ تمہیں۔''

''میں اب یونیورسٹی نہیں جاؤں گی۔'' اس نے حتمی انداز میں کہا۔

''اس دن بھی تم ٹیکسی سے گھر آ گئیں، مجھے کال کر کے بلا لیتی، ایک تو میں اس لڑکے کا دماغ درست کرتا۔'' اس نے یاد آنے پر کہا۔

''تم یونیورسٹی جاؤ گی، وہ لڑکا اب تمہیں نظر نہیں آئے گا وہاں۔'' فارقلیط حسن نے اسے ریلیکس کرنا چاہا، وہ ممنون نظروں سے

اسے دیکھ رہی تھی، اس کی محبت، احساس، نرمی اور کیئر بھی عروبہ کو ڈرا دیتی تھی، وہ کچھ نہ بول پائی بس پنا سر اس کے شانے سے ٹکا دیا۔

یہ بھی نہ پوچھ سکی کہ اس کو ان سب باتوں کا کیسے پتا چلا۔

☆.....☆.....☆

''آپ اٹھیں ادھر سے۔'' اس نے اس عورت کا ہاتھ تھام کر اسے اٹھایا اور اب کی بار وہ خاموشی سے اٹھ گئی اور اس کے ساتھ چلتی ہوئی گاڑی تک آئی تھی، اس شخص نے فرنٹ ڈور کھول کر اسے اندر بٹھایا اور خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

گاڑی میں ہیٹر آن تھا، وہ پوری طرح بھیگی ہوئی تھی، رفتہ رفتہ بہت سے درد جاگنے لگے تھے، انگلی پر لگے زخم میں سے ٹیسیں اٹھنے لگی تھیں۔

سب سے زیادہ درد دل میں اٹھ رہا تھا، اس نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائی اور آنکھیں موند لیں، ساتھ بیٹھے شخص نے بغور اسے دیکھا تھا۔

گاڑی گھر کے گیٹ سے اندر داخل ہوئی اور پورچ میں جا کھڑی ہوئی۔

''آجائیں باہر۔'' اس شخص نے دروازہ کھول کر اسے پکارا، وہ چند ثانیے ناسمجھی کے عالم میں وہیں بیٹھی رہی اور جب سمجھ آیا کہ وہ کہاں ہے تو باہر آ گئی۔

''آئیں۔'' وہ اسے ساتھ لے کر اندر کی جانب بڑھا، اس کے دل کی حالت بھی بہت عجیب تھی، وہ دونوں لاؤنج میں داخل ہوئے، سامنے ہی وہ منتظر کھڑی تھی۔

''کہاں تھے آپ احمد؟ میں اتنی پریشان تھی، کال بھی پک نہیں کر رہے تھے۔'' وہ تیزی سے اس کے قریب آئی تھی اور تبھی اس کی نظر عقب میں کھڑی اپنی ماں پر گئی تھی اور لمحہ لگا تھا اس کا موڈ آف ہونے میں، وہ وہاں سے جا چکا تھا۔

''منع کیا تھا میں نے آپ کو، پھر آپ کیوں آئیں۔'' شوہر کے وہاں سے جاتے ہی وہ ماں سے مخاطب ہوئی تھی، اس کی حالت اور کیفیت کو نظر انداز کرتے ہوئے۔

''میں خود۔۔۔نہیں۔۔۔آئی۔۔۔وہ۔۔۔مجھے۔۔۔'' اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔

''کیا وہ آپ کو اٹھا کر لائے ہیں، ماما کبھی بھی آپ کو احساس نہیں ہوگا کہ آپ کتنی غلط ہیں۔'' وہ تیزی سے واپس مڑی تھی، اس بات کی پرواہ کیے بغیر کہ ان کے دل پر کیا بیت رہی ہے، وہ پتھر کا بت بنی کھڑی تھی، جب اس کا داماد لباس تبدیل کر کے آیا تھا۔

''آپ کھڑی کیوں ہیں، بیٹھیں نا۔'' اس کی آنکھوں میں وحشت ناچ رہی تھی، اس لمحے اسے اس عورت پر ترس آیا تھا، وہ کتنی تنہا تھی۔

☆.....☆.....☆

نویلہ بہت دنوں سے ڈاکٹر ہارون کمال سے نہیں ملی تھی، انہوں نے کئی بار کہا، مگر اب وہ ان کی کال بھی ریسیو نہ کرتی تھی، نہ ہی میسج کا جواب دیتی، اتوار کا دن تھا، وہ اپنے بیڈروم میں پڑھ رہی تھی جب ملازمہ اس کے لئے پیغام لے کر آئی۔

''نویلہ بی بی آپ سے ملنے کوئی آیا ہے۔'' وہ بتا کر پلٹ گئی تھی۔

''مجھ سے ملنے کون آ گیا؟'' زیر لب بڑبڑاتی، دوپٹہ درست کرتی وہ لاؤنج میں آ گئی تھی۔ سامنے پاپا کے ساتھ بیٹھے ڈاکٹر ہارون کمال کو دیکھ کر وہ چکرا کر رہ گئی، وہ کس بے تکلفی سے ان سے باتیں کر رہا تھا۔

''السلام علیکم!'' اس نے سلام کیا، ڈاکٹر ہارون کمال اٹھ کر کھڑے ہو گئے، عین اسی لمحے صوفیہ لاؤنج میں داخل ہوئیں، ان کے پیچھے ملازمہ ٹرالی دھکیلتی ہوئی آ رہی تھی، نویلہ نے پاپا کی جانب دیکھا، وہ اسی کو دیکھ رہے تھے۔

❁ ❁

ناول ''می رقصم'' ابھی جاری ہے۔ اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی 20 تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

رنگا رنگ کہانیوں سے سجا، خوبصورت اور دلکش

سوہنی ڈائجسٹ

SohniDigest.Com

اگر آپ بھی لکھ رہے ہیں اور اُردو قارئین کی تلاش میں ہیں تو اپنی کہانیاں Inpage میں کمپوز (ٹائپ) کر کے پورے اعتماد کے ساتھ سوہنی ڈائجسٹ میں بھیجئے۔ نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

ابھی sohnidigest@gmai.com پر ای میل کریں۔

قسط نمبر 13

''وعلیکم السلام!'' ڈاکٹر ہارون کمال نے خوشدلی سے مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا۔غضنفر علی نے نویلہ کو ایک نظر دیکھنے کے بعد زاویہ نظر بدل لیا تھا۔

''آیئے بیٹھئے۔'' ڈاکٹر ہارون کمال صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا تھا، انداز ایسا تھا جیسے وہ میزبان اور نویلہ مہمان ہو، صوفیہ بیٹھ چکی تھیں، نویلہ کو بھی بادل نخواستہ بیٹھنا پڑا۔

وہ بے تکلفی سے ماما اور پاپا سے باتیں کر رہے تھے، اگر نویلہ سے کچھ پوچھتے تو وہ ہوں ہاں میں جواب دے کر پھر سے خاموش ہو جاتی۔

''بہت خوشی ہوئی مجھے آپ لوگوں سے مل کر۔'' وہ جانے کے لئے اٹھے تو نویلہ نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔

''ہمیں بھی۔'' صوفیہ نے غضنفر کی طرف دیکھا، وہ صرف رسماً مسکرائے تھے۔

''آتے جاتے رہا کرو بیٹا۔'' صوفیہ نے کہا تو نویلہ نے چونکتے ہوئے ان کی جانب دیکھا، پاپا نے بغور نویلہ کے لئے دیئے انداز کو دیکھا تھا۔

اور پھر ایسا اکثر ہونے لگا تھا کہ ڈاکٹر ہارون کمال کبھی ان کے گھر لنچ پر آ رہے ہیں، کبھی ڈنر کرنے اور کبھی شام کی چائے پینے، کبھی انہیں صوفیہ آنٹی کے ہاتھ کے پکوڑے یاد آنے لگتے ہیں، کبھی پاستا، کبھی کٹلس اور کبھی کافی، نویلہ خاموشی سے یہ سب دیکھ رہی تھی، مگر اسے سمجھ نہ آ رہی تھی کہ کیا کرے، کیسے ان کے بڑھتے قدموں کو روکے، یا ماما کو سمجھائے۔

اس کے ایگزامز ہونے والے تھے، وہ لاؤنج میں بیٹھی پڑھ رہی تھی کہ اچانک ڈاکٹر ہارون کمال آ گئے، وہ اپنی کتابیں سمیٹنے لگی، اس کی اس حرکت پر وہ زیر لب مسکرا دیئے۔

''آنٹی! مجھے لگتا ہے آپ کی بیٹی کو میرا یہاں آنا پسند نہیں ہے۔'' ڈاکٹر ہارون کمال اس کے سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولے، وہ جی ہی جی میں تلملائی، مگر کہا کچھ نہیں، وہ بغور اسے دیکھنے لگے۔

''ارے نہیں بیٹا، اسے کیوں برا لگے گا، آپ کا اپنا گھر ہے، جب مرضی آؤ، یہ اپنے امتحان کی وجہ سے کچھ پریشان ہے۔'' صوفیہ نے بات بنائی۔

''نویلہ! کیا میں آپ کی پڑھائی میں کچھ مدد کر سکتا ہوں؟'' انہوں نے فراخدلانہ پیشکش کی۔

''نو تھینکس۔'' وہ کتابیں سمیٹ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور وہاں سے جانے لگی۔

''کہاں جانے لگی آپ؟'' اس کے جانے سے سارا منظر ایکدم پھیکا لگنے لگا تھا، انہوں نے روکنے کی کوشش کی، صوفیہ نے اسے رکنے کا اشارہ کیا۔

''اس طرح مجھ سے پڑھا نہیں جاتا۔'' اس نے گہری سنجیدگی سے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔

''آنٹی! میں اب جاؤں گا۔'' وہ بھی اٹھتے ہوئے بولا۔

''بیٹا میں نے آپ کی فیورٹ ڈشز بنائی ہیں، کھانا کھا کر جانا۔'' صوفیہ اس کے چہرے سے اس کے دل کی حالت کا اندازہ کرتے ہوئے بولیں۔

''نہیں آنٹی، میری ڈیوٹی کا ٹائم ہو رہا ہے۔'' وہ بجھے ہوئے دل کے ساتھ وہاں سے اٹھا تھا، صوفیہ خاموشی سے اسے جاتا دیکھتی رہیں۔

☆.....☆.....☆

فروا کے سنجیدہ موڈ کی وجہ سے معصب کافی اپ سیٹ تھا، وہ اس سے بہت اٹیچ تھا، فروا بھی اس سے بے حد پیار کرتی تھی، موسیٰ علی آفس جانے لگا تو معصب اس کے پاس آ کھڑا ہوا۔

''پاپا!'' موسیٰ علی نے نظریں گھما کر اس کی جانب دیکھا، وہ خود بھی رات بھر نہ سویا تھا، فروا کو ڈانٹ کر وہ بہت بے چین رہا تھا۔

''جی میرا بیٹا؟'' موسیٰ علی نے برش واپس ڈریسنگ پر رکھا اور پنجوں کے بل زمین پر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

''کیا بات ہے؟'' اس نے ہاتھ سے معصب علی کی ٹھوڑی اونچی کرتے ہوئے کہا۔

''آپ اچھے نہیں ہیں۔'' اس نے موسیٰ علی کا ہاتھ ہٹاتے ہوئے کہا۔

''آپ نے ماما کو مارا ہے۔'' اس کی نگاہوں کی خفگی اور لہجے کی اداسی موسیٰ علی سے برداشت نہ ہو رہی تھی، وہ چند ثانیے خاموشی سے اسے دیکھتا رہا، جیسے سمجھ نہ پا رہا ہو کہ کیا کہے۔

''میں نے ماما کو نہیں مارا۔'' موسیٰ علی نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا، مگر معصب علی کا موڈ ہنوز سنجیدہ تھا، وہ کچھ ماننا نہ چاہتا تھا۔

''آپ جھوٹ بولتے ہیں، آپ نے ماما کو مارا ہے۔'' وہ رونے لگا۔

''وہ چلی گئی ہیں، وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی ہیں۔'' وہ بھاگ کر دور جا کھڑا ہوا تھا۔

''ماما کہیں نہیں گئیں، وہ۔۔۔ وہ تو کچن میں ہیں، میں ابھی بلا کر لاتا ہوں۔'' وہ تیزی سے باہر نکلا اور انیکسی کی جانب بڑھا، اندر قدم رکھتے ہی اسے فروا دکھائی دی تھی۔ وہ سامنے کمرے میں نظر آ رہی تھی، بیڈ کے سامنے وہ زمین پر گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھی تھی۔

''فروا!'' موسیٰ علی نے اسے آواز دی، اس کے وجود میں کوئی جنبش نہ ہوئی۔

''فروا!فروا!''موسیٰ علی تیزی سے اس کے قریب آیا،وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

''فروا آر یو او کے؟''اس کے قریب رک کر موسیٰ علی نے اس کا شانہ ہلایا،اس کا سر ایک طرف کو ڈھلک گیا۔

''فروا۔۔۔فروا! آنکھیں کھولو پلیز۔''اس کی آنکھیں بے حد سوجی ہوئی تھیں،اس کا جسم بے جان محسوس ہو رہا تھا،موسیٰ علی نے اسے اٹھا کر بیڈ پر لٹایا اور موبائل نکال کر ایمبولینس کو کال کرنے لگا۔

☆.....☆.....☆

عروبہ کئی دنوں سے فروا کو بہت یاد کر رہی تھی،کبھی وہ اس کے خواب میں آتی،کبھی یوں ہی بیٹھے بیٹھے یاد آنے لگتی،وہ یونیورسٹی سے آئی تھی،فارقلیط حسن ابھی آفس سے نہیں آیا تھا۔

''فروا کو کال کرتی ہوں۔''اس نے کئی مرتبہ فروا کا نمبر ملایا مگر ہر بار وہ بند ہی ملا،وہ پریشان سی بیٹھی تھی،جب فارقلیط حسن آ گیا۔

''گڈ ایوننگ۔''فارقلیط حسن نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا،جواباً عروبہ بدقت تمام مسکرائی،وہ چینج کر کے واپس آیا تو عروبہ کو ہنوز اسی پوزیشن میں سنجیدگی سے بیٹھے ہوئے پایا۔

''عروبہ آر یو او کے؟''وہ اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے بغور اس کی جانب دیکھتے ہوئے استفسار کرنے لگا،اسے وہ کچھ پریشان دکھائی دے رہی تھی۔

''جی۔''اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''پریشان ہو؟''فارقلیط حسن نے جانچتی نظروں سے اس کا جائزہ لیا تھا،وہ تو اس کو دیکھتے ہی جان جاتا تھا کہ اس کا موڈ کیسا ہے،وہ خوش ہے یا پریشان،وہ اس کی رگ رگ سے واقف تھا۔

''پتا نہیں کیوں مجھے فروا بہت یاد آ رہی ہے۔''عروبہ غضنفر نے دل کی بات اس سے کہہ دی۔

''فروا!وہی تمہاری فرینڈ؟''فارقلیط حسن نے پوچھا۔

''جی۔''اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''ایک ایسی لڑکی جس نے تمہارے کریکٹر پر الزام لگایا،جب تمہیں اس کی ضرورت تھی،اس نے تمہیں اکیلا چھوڑ دیا،پھر تم کیوں اسے یاد کرتی ہو؟''فارقلیط حسن کو اس پر شدید حیرت ہوئی تھی،اسے عروبہ کا فروا کے لئے پریشان ہونا بالکل بھی پسند نہ تھا۔

''فارقلیط حسن وہ ایسی نہیں تھی۔''اس نے اسے سمجھانا چاہا،مگر وہ کچھ بھی سننے کے موڈ میں نہ تھا۔

''وہ ایسی تھی یا نہیں،اس نے تمہارے ساتھ بہت برا کیا اور میں تمہیں ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ تم ایسے کسی پرسن کے لیے اپ سیٹ ہو،جسے تمہاری پروا نہیں۔''فارقلیط حسن نے بغیر کوئی لگی لپٹی رکھے اسے صاف الفاظ میں کہہ دیا،عروبہ غضنفر کو اس سے ایسے ری ایکشن

کی امید نہ تھی، وہ بالکل خاموش ہوگئی، فارقلیط حسن کو فوراً احساس ہوگیا کہ اسے اس طریقے سے بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔

''دیکھو عروبہ۔'' اس نے عروبہ کا ہاتھ تھاما۔

''جو شخص آپ کی ریسپیکٹ نہیں کرتا، اسے ویلیو نہیں کرنا چاہیے، ڈیڈی نے تمہارے بابا کو ہمارے ریسپشن پر انوائیٹ کیا، سچ بتاؤں مجھے اچھا نہیں لگا تھا، وہ آئے، تم ان سے ملی، میں خاموش رہا کیونکہ وہ تمہارے بابا ہیں، مگر فرواسے تمہارا کوئی بلڈ ریلیشن نہیں ہے، کہ تم اسے چھوڑ نہیں سکتی، میں تو تم سے یہی کہوں گا کہ اس سے بات مت کرو، آگے تمہاری مرضی۔'' عروبہ نے اس سے مزید کچھ بھی کہنے کا ارادہ موقوف کر دیا تھا، وہ جانتی تھی کہ فارقلیط حسن اس کے معاملے میں کتنا حساس ہے، وہ ایسے ہر انسان سے نفرت کرتا ہے جس نے کبھی اسے ذرا سی بھی تکلیف پہنچائی ہو۔

☆.....☆.....☆

عیسیٰ احمد کو نویلہ سے ایسے رویے کی ہرگز توقع نہ تھی، اس کا خیال تھا وہ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوگی، فوراً اس کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو جائے گی، مگر یہاں تو سب کچھ اس کی توقع کے خلاف ہوا تھا، نویلہ نے اسے اپنانے اور قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا تھا، وہ غضنفر ہاؤس کے سامنے سر جھکائے کھڑا تھا، اسے اپنی غلطیاں اور زیادتیاں بھی یاد آ رہی تھیں، کیسے اس نے ایک رات کی دلہن کے تمام ارمانوں پر پانی پھیرا تھا، اس کی خوشیوں میں آگ لگائی تھی، اسے دھتکارا تھا، اسے زمانے سے نظریں ملانے کے قابل نہ چھوڑا تھا، آج اس کا جو رویہ تھا، وہ صحیح تھا، وہ اسے دوش نہ دے سکتا تھا۔

''میں کتنا بدنصیب ہوں، نہ ماما پاپا کو خوش کر سکا، نہ عروبہ کو پا سکا اور نہ نویلہ کو راضی کر سکا۔'' وہ وہاں سے چل دیا، گھر پہنچا تو علیشہ اور ممانی کو لاؤنج میں بیٹھے پایا، وہ خاموشی سے وہاں سے نکلنے لگا جب ممانی سے اسے آواز دے ڈالی۔

''عیسیٰ بیٹا۔'' وہ آواز سن کر مڑا۔

''کھانا گرم کرواؤں؟'' وہ شفقت بھرے لہجے میں بولیں۔

''ممانی جان بھوک نہیں ہے ابھی۔'' وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا، علیشہ کی چبھتی نظروں نے کمرے میں داخل ہونے تک اس کا تعاقب کیا۔

☆.....☆.....☆

زین ندیم خوب دل لگا کر پڑھ رہا تھا، اس نے اپنا پورا فوکس پڑھائی پر رکھا ہوا تھا، ابھی بھی وہ کتابیں لیے بیٹھا پڑھ رہا تھا، جب ماما اس کے پاس آئیں۔

''آیئے ماں۔'' اس نے کتاب بند کرتے ہوئے مسکرا کر ہشاش بشاش انداز میں ان کی جانب دیکھتے ہوئے کہا، وہ بغور اس کی

جانب دیکھ رہی تھیں۔

''کیوں کر رہے ہو اتنی محنت؟'' ان کے ہاتھ میں دودھ کا گلاس تھا، جو انہوں نے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا تھا اور خود اس کے سامنے بیٹھ گئیں۔

''یار ماما! آپ کو خوش ہونا چاہئے کہ میں محنت کر رہا ہوں، کچھ بن جاؤں گا، میرا فیوچر برائٹ ہوگا، آپ الٹا پریشان ہو رہی ہیں۔'' وہ ہنستے ہوئے بولا۔

''یہ جو تم اتنا مسکرا رہے ہو، کیا غم ہے جسے چھپا رہے ہو۔'' انہوں نے معنی خیزی سے شعر پڑھا، زین ندیم کے چہرے پر ایک تاریک سایہ لہرا گیا، مگر اس نے فوراً خود کو سنبھالتے ہوئے کمپوز کر لیا۔

''ماں غم اور میں؟'' اس نے زوردار قہقہہ لگایا۔

''دو متضاد چیزیں ہیں۔'' وہ ان کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

''زین میں تمہاری شادی کرنا چاہتی ہوں۔'' ان کی بات سے اس کی ہنسی کو فوراً بریک لگا تھا، وہ سنجیدگی سے ان کی جانب دیکھنے لگا تھا۔

''یہ بیٹھے بٹھائے شادی کہاں سے آ گئی؟'' اس نے پوچھا۔

''تم میرے اکلوتے بیٹے ہو، میں تمہاری خوشیاں دیکھنا چاہتی ہوں۔'' انہوں نے آج دوٹوک بات کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

''ماما میرا فیوچر بن جانے دیں، پھر شادی بھی ہو جائے گی۔'' اس نے صاف پہلو تہی سے کام لیتے ہوئے کہا تو چند ثانیے کو وہ خاموش رہ گئیں۔

''زین یہ ایک دم سے تمہیں فیوچر کو برائٹ بنانے کی فکر کیوں ہونے لگی؟'' وہ کھوجتی نظروں سے اسے دیکھنے لگیں۔

''ماما پہلے آپ ہی کہتی تھیں مجھے محنت کرو، اچھی جاب حاصل کرو، اب جب میں محنت کر رہا ہوں تو آپ پریشان ہوتی ہیں۔'' وہ بہت اعتماد سے بات کر رہا تھا۔

''کیا تم کسی کو پسند کرتے ہو؟'' بالآخر ان کے دل کی بات زبان پر آ گئی تھی، زین ندیم زور زور سے ہنسنے لگا تھا، جبکہ وہ خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

''ایسا لگتا ہوں آپ کو؟'' وہ انہیں الجھا رہا تھا اور وہ الجھتی جا رہی تھیں، کوئی سرا ان کے ہاتھ نہ لگ رہا تھا۔

''کسی کو پسند کرنا کوئی معیوب بات نہیں، اگر ایسا کچھ ہے، تو مجھے بتاؤ، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔'' اس نے ہنستے ہوئے سر نفی میں ہلا دیا۔

''ماما، نہ تو میں کسی کو پسند کرتا ہوں نہ اس کے کوئی چانسز ہیں، جب بھی شادی کی آپ کی پسند سے کروں گا۔'' اس نے دودھ کا گلاس اٹھا کر لبوں سے لگا لیا، خالی گلاس اس سے لے کر وہ باہر نکل گئیں۔ زین ندیم نے ایک طویل سانس خارج کی، سوچوں میں الجھی سانس۔

☆.....☆.....☆

موسیٰ علی پریشانی کے عالم میں ادھر سے ادھر چکر لگا رہا تھا، فروا نے اس کی سوچ سے کئی زیادہ بات کو دل پر لیا تھا۔

''مجھے اسے ڈانٹنا نہیں چاہیے تھا۔'' وہ پچھتانے لگا تھا، اسی لمحے آئی سی یو کا دروازہ کھلا تھا، موسیٰ علی نے جلدی سے اس سمت دیکھا تھا۔

''ڈاکٹر ہاؤ از شی؟'' وہ بے چینی سے بولا تھا، اس کی متفکر آس بھری نظریں ڈاکٹر کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

''انہیں کوئی شدید ذہنی صدمہ پہنچا ہے، جس کا اثر ان کے ذہن پر بری طرح سے پڑا ہے۔'' ڈاکٹر کی بات سن کر اس کی پریشانی میں مزید اضافہ ہوا تھا، اسے احساس ہونے لگا تھا کہ اس کا رویہ فروا کے ساتھ بہت سخت اور نامناسب تھا، ڈاکٹر جا چکا تھا، وہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا، ابھی چند سیکنڈز گزرے ہوں گے کہ اندر سے ایک لیڈی ڈاکٹر نکلی تھیں۔

''آپ میرے ساتھ آئیں۔'' اس نے موسیٰ علی کو ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور چل پڑی، وہ ان کے پیچھے چلتا ہوا ان کے آفس میں داخل ہو گیا۔

''بیٹھیں۔'' اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے وہ خود اپنی چیئر پر جا بیٹھیں، موسیٰ علی ڈاکٹر کی جانب دیکھ رہا تھا۔

''آپ کو اپنی وائف کا خیال رکھنا چاہیے تھا۔'' ڈاکٹر نے بات کا آغاز کیا۔

''وہ کم عمر ہے، آپ تو خاصے سمجھدار لگتے ہیں۔'' وہ خاموش بیٹھا سن رہا تھا۔

''غالباً یہ پہلا بچہ تھا آپ کا؟'' ڈاکٹر نے استفہامیہ نظروں سے موسیٰ علی کی جانب دیکھا، جو ڈاکٹر کے لفظ تھا سے الجھ کر رہ گیا تھا۔

''جی۔'' اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''مجھے آپ کو بتاتے ہوئے بے حد افسوس ہو رہا ہے کہ اس کا مس کیرج ہو گیا ہے۔'' ڈاکٹر اور نا جانے کیا کچھ کہہ رہی تھی، مگر وہ سن کب رہا تھا، وہ اٹھ کر باہر آ گیا، اسے احساس ندامت اور احساس گناہ نے گھیر لیا تھا۔

''آئے ایم سوری فروا۔'' وہ آئی سی یو کے باہر سر جھکائے کھڑا تھا، وہ خود کو فروا کا مجرم سمجھ رہا تھا، اسے یہ احساس ہونے لگا تھا کہ اس سے شادی کر کے فروا کو کچھ نہیں ملا تھا، وہ اس کے لئے ایک اچھا شوہر ثابت نہیں ہوا تھا۔

☆.....☆.....☆

نویلہ اپنے روم میں چیئر پر سر جھکائے بیٹھی تھی، جب ماما اندر آئی تھیں، مگر ان کے آنے سے بھی اس کے انداز نشست میں فرق نہ آیا تھا۔

''نویلہ!'' وہ اس کے سامنے جا بیٹھی تھیں، نویلہ نے اپنا جھکا سر اوپر اٹھا کر خاموشی سے ان کو دیکھا تھا۔

''کیوں کر رہی ہو ایسا؟'' انہوں نے گہری نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔

''کیسا؟'' نویلہ نے تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے کہا۔

''اگر ڈاکٹر ہارون کمال تم میں دلچسپی لے رہا ہے، قسمت ایک مرتبہ پھر تم پر مہربان ہو رہی ہے تو کیوں کفران نعمت کرتی ہو۔'' انہوں نے نرمی سے اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

''ماما! ڈاکٹر ہارون مجھ میں اس لیے دلچسپی لے رہے ہیں کیونکہ انہیں میری ڈائیورس کے متعلق نہیں پتا، جس دن پتا چلا مڑ کر دیکھنا بھی پسند نہیں کریں گے۔'' اس نے انہیں سمجھانا چاہا۔

''میں نے محسوس کیا ہے کہ وہ تم سے محبت کرتا ہے۔'' انہوں نے دوٹوک بات کرنے کا فیصلہ کیا، نویلہ دنگ رہ گئی ان کی بات سن کر۔

''ماما!'' وہ آنکھیں پھاڑے انہیں دیکھ رہی تھی۔

''ایک دو بار وہ مجھ سے سرسری سا ملے ہیں، اسے آپ محبت کیسے کہہ سکتی ہیں؟'' وہ شاکڈ تھیں۔

''یونہی تو ہمارے گھر تک نہیں آ گیا، تم بس اپنا رویہ اس کے ساتھ ٹھیک رکھو، باقی سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو۔'' وہ کہہ کر چلی گئی تھیں، نویلہ سر تھام کر رہ گئی تھیں، ماما اس کی بات نہیں سمجھ رہی تھیں، یا شاید سمجھنا نہیں چاہتی تھیں۔

☆.....☆.....☆

فارقلیط حسن ڈیڈی کے پاس بیٹھا بزنس سے متعلق امور پر بات چیت کر رہا تھا، کچھ دیر بعد جب وہ اپنے روم میں آیا تو یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ عروبہ سو چکی تھی، اس سے پہلے ایسا کبھی نہ ہوا تھا کہ وہ اس کے آنے سے پہلے سو جائے، وہ جتنا بھی لیٹ ہوتا، عروبہ اس کا انتظار کرتی تھی۔

''تو یہ مجھ سے ناراض ہو گئی ہے۔'' فارقلیط حسن نے ایک نظر اس کے سوئے وجود پر ڈالی اور بیڈ پر نیم دراز ہو گیا، تمام رات وہ بے چین رہا تھا، بار بار آنکھ کھل جاتی اور وہ اٹھ کر عروبہ کو دیکھتا، وہ سو رہی ہوتی، صبح ناشتے کی ٹیبل پر بھی وہ کچھ زیادہ ہی سنجیدہ تھی۔

''بیٹا اسٹڈی کیسی ہو رہی ہے؟'' ڈیڈی نے پوچھا، فارقلیط حسن نے اس کی جانب دیکھا۔

''ٹھیک ہو رہی ہے ڈیڈی۔'' اس نے مسکرانے کی کوشش کی۔

''گڈ۔'' انہوں نے شفقت بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

''بیٹا کہیں آیا جایا کرو، لوگوں سے ملا جلا کرو، آپ نے بالکل خود کو گھر میں قید کر رکھا ہے۔'' حسن بہزاد اسے بہت چاہتے تھے، فارقلیط حسن کی طرح وہ اس کا بھی بہت خیال رکھتے تھے، اس کی شکل میں انہیں ایک پیاری سی بیٹی مل گئی تھی۔

''میں ٹھیک ہوں ڈیڈی۔'' اس نے چائے کا خالی کپ رکھا اور اپنے روم میں آ کر یونیورسٹی جانے کے لئے تیار ہونے لگی، دو منٹ بعد ہی فارقلیط حسن بھی آ گیا تھا، عروبہ نے اس سے کوئی بات نہیں کی، نہ ہی اس کو دیکھنا گوارا کیا۔

''تم مجھ سے ناراض ہو؟'' وہ ہیئر برش کر رہی تھی، جب فارقلیط حسن کی بات سن کر بالوں میں چلتا اس کی ہاتھ لمحہ بھر کو رکا تھا، فارقلیط حسن اس کو دیکھ رہا تھا۔

''نہیں۔'' اس نے سر نفی میں ہلایا۔

''جھوٹ مت بولو۔'' وہ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

''اگر اپنی انسلٹ تمہیں خود فیل نہیں ہوتی تو کوئی فرق نہیں پڑتا، تم جس سے مرضی ملو، بات کرو۔'' عروبہ نے اس کی طرف دیکھا، مگر جواب نہیں دیا۔

''میرا خیال تھا کہ تم جیسی لڑکی ایسے کسی شخص سے بات بھی کرنا پسند نہیں کرے گی، جس نے بھرے مجمعے میں اس کے کردار پر الزام لگایا، لیکن آج پتا چلا میں غلط تھا۔'' وہ اس کے سامنے سے ہٹ گیا تھا، عروبہ غضنفر ہنوز خاموش تھی، وہ اس وقت فارقلیط حسن سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔

''میں گاڑی میں ویٹ کر رہا ہوں تمہارا، جلدی باہر آ جاؤ۔'' فارقلیط حسن اپنا ضروری سامان لے کر باہر نکل گیا تھا، عروبہ غضنفر پلٹ کر کتابیں بیگ میں ڈالنے لگی تھی۔

☆.....☆.....☆

''فروا اب بس بھی کر دو۔'' وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے رو رہی تھی اور موسیٰ علی خاموشی سے بیٹھا دیکھ رہا تھا، جب وہ کسی طرح بھی خاموش ہونے کے لئے تیار نہ ہوئی تو اسے مجبوراً اسے چپ کروانا پڑا۔

''مجھ سے بات نہ کریں۔'' فروا نے چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی وہ اس وقت شدید قنوطیت کا شکار تھی، اسے کسی بہت اپنے کی ضرورت تھی، مگر وہ بدقسمت لڑکی، اپنی زندگی میں موجود دونوں عزیز رشتے کھو چکی تھی۔

''فروا!'' دروازہ کھلا تھا اور غضنفر علی اندر آئے تھے۔

''میرے بچے کیا ہوا؟'' وہ تیزی سے اس کے قریب آئے، اس کے گرد اپنا بازو پھیلا کر اس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا، آج اس نے انہیں کچھ نہ کہا تھا، ان کے سینے سے لگی وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

''انہوں نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا، میں انہیں معاف نہیں کروں گی۔'' اس کے رونے میں روانی آتی جا رہی تھی، وہ غضنفر علی کے سینے سے لگی تو ان کی بے چین و بے قرار روح کو قرار آنے لگا، انہیں سکون ملنے لگا تھا۔

''میں فروا کو اپنے ساتھ لے کر جا رہا ہوں۔'' اسی شام فروا کو ڈسچارج کر دیا گیا تھا اور غضنفر علی نے موسیٰ علی پر واضح کر دیا تھا، وہ ہکا بکا رہ گیا تھا۔

''فروا تم میرے ساتھ چلو، اپنے گھر۔'' موسیٰ علی اس کی منتیں کرنے لگا تھا، کہاں تو وہ غضنفر علی سے بات کرنے کی روادار نہ تھی اور کہاں اب ان کے ساتھ جانے کے لئے آمادہ ہو گئی تھی۔

''مجھے آپ کے ساتھ نہیں جانا۔'' اس نے دوٹوک انداز میں کہا اور غضنفر علی کے ساتھ چلتی ہوئی ہسپتال سے باہر نکل آئی، وہ بھی ان کے پیچھے آ رہا تھا۔

''پلیز انکل، ایسا مت کریں۔'' وہ منت پر اتر آیا۔

مگر غضنفر علی نے ان سنی کر دی اور فروا کے لئے گاڑی کا فرنٹ ڈور کھول دیا، وہ بھی موسیٰ علی سے ضد اور نفرت میں فی الحال غضنفر علی سے اپنی دشمنی کو بھول چکی تھی۔

''آپ میری اجازت کے بغیر اسے نہیں لے جا سکتے۔'' وہ غضنفر علی کے پیچھے آیا، وہ ڈرائیونگ سیٹ سنبھال چکے تھے۔

''یہ میری بیٹی ہے، اسے ساتھ لے جانے کے لئے مجھے تمہاری اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔'' انہوں نے گاڑی اسٹارٹ کی، موسیٰ علی وہیں کھڑا ہاتھ ملتا رہ گیا تھا، اس کی پریشانیوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا، وہ سمجھ نہ پا رہا تھا کہ معصب علی کو کیسے سنبھالے گا، جس نے فروا کے لیے رو رو کر آسمان سر پر اٹھا رکھا تھا۔

☆.....☆.....☆

''عدیل تم نے مجھے کہا تھا کہ باہر جاتے ہی مجھے بلا لو گے، مگر اب تو کئی مہینے گزر گئے، آخر تم مجھے کب بلاؤ گے۔'' آج تو علیشہ غصے سے پھٹ ہی پڑی تھی، کیونکہ وہ ہر دفعہ ایک ہی بات کہہ کر اسے خاموش کروا دیتا تھا، کہ ''جلد بلاؤں گا'' اب علیشہ سے مزید صبر نہ ہو رہا تھا، پھر گھر میں عیسیٰ احمد کو دیکھنا، اس کا سامنا کرنا اس کے لئے سخت تکلیف دہ تھا۔

''کیا ہوا ہے، اتنا روڈ کیوں ہو رہی ہو؟'' وہ اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے الٹا اس سے سوال کرنے لگا تھا۔

''عدیل تم خود سوچو میرے روڈ ہونے کی وجہ کیا ہے، تمہیں میرا کوئی خیال نہیں ہے، اگر تم نے اب کچھ نہ کیا تو میں پاپا کی طرف چلی جاؤں گی۔'' اس نے غصے میں آ کر فون بند کر دیا، اس کے بعد مسلسل عدیل کی کالز آتی رہیں مگر اس نے فون اٹینڈ نہ کیا۔

''مجھے نہیں کرنی اس سے بات۔'' اس نے موبائل آف کر دیا، اسے عدیل پر سخت غصہ تھا۔

☆.....☆.....☆

فارقلیط حسن کا دل آفس کے کسی کام میں نہیں لگ رہا تھا، اسے رہ رہ کر عروبہ غضنفر کا خفا چہرہ یاد آ رہا تھا، اسے نے سیکرٹری کو بلایا۔

''یس سر!'' وہ اجازت لے کر اندر آئی تھی۔

''آج کی تمام اپائنٹمنٹس کینسل کر دو، میں گھر جا رہا ہوں۔'' وہ اپنی چیزیں سمیٹتے ہوئے بولا۔

''لیکن سر آج تو ہمایوں گروپ آف انڈسٹریز سے آپ کی بہت امپورٹنٹ میٹنگ ہے۔''

''آپ سے جو کہا، وہ کریں، مشورے مت دیں۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''لیکن سر اس طرح کمپنی کو بہت نقصان ہوگا۔'' وہ باہر نکلنے لگا جب وہ اس کے پیچھے آئی اور تیز تیز بولنے لگی۔

''مس ٹینا!'' وہ مڑا۔

''آپ کا جو کام ہے، صرف وہ کریں۔''

آفس سے وہ سیدھا عروبہ کی یونیورسٹی آیا اور اسے کال کی، مگر اس کا نمبر بند جا رہا تھا، وہ اس کے ڈیپارٹمنٹ گیا، وہاں سے پتا چلا کہ وہ گھر جا چکی ہے، وہ ڈرائیونگ کرتا ہوا گھر پہنچا، عروبہ لاؤنج میں چائے پی رہی تھی۔

''السلام علیکم!'' اسے دیکھتے ہی اس نے سلام کیا، فارقلیط حسن اس کے قریب بیٹھ گیا۔

''تم جلدی کیوں آ گئی؟'' وہ اس کی جانب دیکھتے ہوئے استفسار کرنے لگا، اس کے تاثرات سے اسے کچھ اندازہ نہ ہو رہا تھا کہ اس کا موڈ کیسا ہے۔

''میرے سر میں بہت درد ہو رہا تھا۔'' اس نے کپ لبوں سے لگا لیا، فارقلیط حسن اسے دیکھے گیا۔

''آپ کیوں جلدی آ گئے؟'' اب وہ اس سے پوچھنے لگی تھی، فارقلیط حسن خاموشی سے اسے دیکھے گیا، شرٹ کے بازو کہنیوں تک فولڈ کیے، اس کے بے حد سفید بازو بہت اچھے لگ رہے تھے، رات بھر جاگنے کی وجہ سے آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

''فارقلیط کیا ہوا ہے، سب ٹھیک ہے نہ؟'' عروبہ غضنفر نے آگے بڑھ کر اس کا بازو ہولے سے ہلایا۔

''آپ کو تو بخار ہے فارقلیط۔'' اس نے کپ میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

''طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو آفس کیوں گئے تھے؟'' وہ محبت بھرے انداز سے اس پر خفا ہو رہی تھی اور فارقلیط حسن کے بے چین دل کو قرار آنے لگا تھا، اس کی تڑپتی، جھلستی روح پر جیسے ٹھنڈی پھوار پڑنے لگی تھی۔

''اٹھیں اندر جا کر لیٹیں، میں کچھ کھانے کو لاتی ہوں اور پھر میڈیسن لے لیں۔'' وہ متفکر دکھائی دے رہی تھی اور اس کا یہ انداز فارقلیط حسن کا سیروں خون بڑھا رہا تھا، وہ ہولے سے مسکرا دیا۔

''اب ایسا بھی بیمار نہیں کہ بچوں کی طرح لیٹ جاؤں۔'' ایک لمحہ لگا تھا اس کا موڈ بحال ہونے میں، وہ جو بہت پریشانی کے عالم میں آفس سے نکلا تھا، اب خود کو ریلیکس محسوس کر رہا تھا، اذیت بھری رات گزارنے کے بعد ایک بوجھل دن کا آغاز ہوا تھا، مگر اب سب کچھ

ٹھیک اور اچھا لگ رہا تھا۔

''اٹھیں فارقلیط۔'' وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے زبردستی روم میں لے گئی، اسے وہاں لٹا کر باہر جانے لگی جب فارقلیط حسن نے اس کا بازو تھاما۔

''تم میرے پاس بیٹھ کر مجھ سے باتیں کرو، آئی ایم شیور میں کچھ ہی دیر میں ٹھیک ہو جاؤں گا۔'' وہ اسے باہر جانے سے روک رہا تھا۔

''میں ابھی آتی ہوں۔'' وہ کچن میں چلی گئی تھی، اسے فارقلیط حسن کے ساتھ اپنے رویے پر از حد افسوس ہو رہا تھا، اب وہ اس کا ازالہ کرنا چاہتی تھی۔

☆.....☆.....☆

غضنفر علی خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کر رہے تھے، گاہے بگاہے نظریں گھما کر فروا کے اداس اور کمزور چہرے پر بھی ڈال لیتے تھے، وہ بالکل پتھر کے بت کی طرح ساکت و جامد بیٹھی تھی۔

گاڑی ایک بڑے گیٹ سے اندر داخل ہوئی تھی، غضنفر علی نیچے اترے اور تیزی سے اس کی سائیڈ کا دروازہ کھولا۔

''آجاؤ بیٹا۔'' وہ محبت سے بولے، فروا کو وہ وقت یاد آ گیا جب وہ امی کا پیچھا کرتی ہوئی یہاں آئی تھی اور یہاں آ کر اس پر کیسے کیسے انکشافات ہوئے تھے۔

''مجھے غضنفر سے ملنا ہے۔'' اس کے کانوں میں ایک پریشان گھبرائی ہوئی بے بس آواز ابھری تھی، وہ گاڑی سے نیچے اتر آئی، یہی وہ جگہ تھی جہاں امی اس عورت کی منتیں کر رہی تھیں۔

''غضنفر علی تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتے۔'' وہ پھنکاری تھی، فروا رک گئی، غضنفر علی چلتے چلتے رک گئے اور مڑ کر اسے دیکھا، وہ پتھر کی مورت بنی کھڑی تھی، وہ اس کے قریب آئے اور اپنا بازو اس کے شانے کے گرد پھیلایا۔

''آؤ بیٹا! رک کیوں گئی۔'' انہوں نے پیار سے پچکارا تو اس کے رگ و پے میں شدید اذیت کا احساس ابھرنے لگا۔

''مجھے اگر اپنی بے گناہی ثابت کرنا ہوتی تو آج سے انیس سال پہلے کرتی، میں یہاں کبھی پلٹ کر واپس نہ آنا چاہتی تھی۔'' اسے اپنی امی کی بات یاد آئی تھی اور وہ ایک مرتبہ پھر رک گئی تھی، اسے پچھتاوا ہونے لگا تھا کہ یہ کیا کر بیٹھی، موسیٰ علی سے غصے اور ناراضگی میں وہ ایسے شخص کے ساتھ چل پڑی جو اس کی ماں کی بربادی کا سبب تھا، ان کے سب دکھوں کی وجہ تھا۔

''پاپا آپ لوگ آ گئے۔'' نویلہ خوشدلی سے مسکراتی ہوئی سامنے سے آتی دکھائی دی تھی۔

''السلام علیکم فروا آپی۔'' اس نے کچھ ہچکچاتے ہوئے اسے آپی کہا اور اس کو گلے لگا لیا، فروا کا رنگ زرد ہو رہا تھا۔

''نویلہ تم نے عروبہ کو تو کبھی آپی نہیں کہا، فروا عروبہ کی ہم عمر ہے۔'' غضنفر علی مسکراتے ہوئے بولے تھے، نویلہ نے ایک طویل

عرصے بعد انہیں مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔

''اب سے انہیں بھی کہا کروں گی۔'' نویلہ، فروا کے آنے سے بہت خوش تھی، وہ اس کا ہاتھ تھامے لاؤنج میں لے آئی تھی، جہاں صوفیہ مالکانہ انداز میں صوفے پر براجمان تھی۔

''السلام علیکم۔'' اس نے بادل نخواستہ سلام کیا، وہ گل افزاء کی بیٹی تھی، وہ اپنی ماں کی تربیت پر کوئی حرف نہ آنے دینا چاہتی تھی۔

''وعلیکم السلام۔'' صوفیہ نے ہاتھ میں پکڑے میگزین سے لمحہ بھر کو نظریں ہٹا کر اسے دیکھا۔

''تمہیں جو کرنا ہے کرو، مگر میرے گھر سے باہر نکل کر، میں تمہیں یہاں کوئی تماشا نہیں کرنے دوں گی۔'' صوفیہ دوبارہ میگزین دیکھنے لگی تھی، مگر فروا انہی کو دیکھ رہی تھی، اسے بہت کچھ یاد آنے لگا تھا۔

''اس عورت کو دھکے دے کر باہر نکالو، اگر نہ نکلے تو گولی مار دینا۔'' فروا نے ٹھنڈی سانس بھری تھی، غضنفر علی نے نویلہ کی جانب دیکھا تھا۔

''فروا آپی آپ میرے ساتھ والا روم دیکھ لیں، میں نے آپ کے لیے وہ سیٹ کروایا ہے۔'' نویلہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے وہاں سے لے جانا چاہا۔

''نویلہ گیسٹ روم صاف ہے، اسے وہاں لے جاؤ۔'' صوفیہ نے میگزین ایک طرف رکھا، فروا نے غضنفر علی کی طرف دیکھا۔

''سارا گھر آپ کا اپنا ہے بیٹا، آپ کو جو روم اچھا لگے آپ وہیں رہو، سوائے گیسٹ روم کے۔'' غضنفر علی نے نرمی سے اسے کہا۔

''میں۔۔۔عروبہ کے۔۔۔روم میں رہوں گی۔'' فروا نے کچھ ہچکچاتے ہوئے کہا۔

''ضرور بیٹا۔'' غضنفر علی نے فوراً کہا، نویلہ فروا کو لے کر سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی۔

''میری ایک بات یاد رکھنا صوفیہ بیگم۔'' غضنفر علی کی آواز گو کہ ہلکی تھی، مگر نویلہ اور فروا صاف سن سکتی تھیں۔

''میری بیٹی کو یہاں ذرا سی بھی تنگی اور تکلیف نہ ہو، کیونکہ اب کی بار میں تمہیں معاف نہیں کروں گا۔'' غضنفر علی نے انگلی اٹھا کر تنبیہہ کی تھی، صوفیہ خاموشی سے سن رہی تھیں۔

☆.....☆.....☆

موسیٰ علی سخت پریشانی کے عالم میں گھر آیا تھا، اسے فروا سے اس انتہائی قدم کی امید نہ تھی، نہ ہی وہ ایسا تصور بھی کر سکتا تھا کہ غضنفر علی اسے اپنے ساتھ لے جائیں گے، اس نے معصب علی کو ہمسایوں کے گھر سے لیا اور گھر آ گیا۔

''پاپا!'' وہ سوچوں میں گھرا ہوا اسے ساتھ لیے اندر بڑھ رہا تھا کہ معصب نے اسے پکارا۔

''ماما کہاں ہیں؟'' اس کے سوال کا موسیٰ علی کے پاس کوئی جواب نہ تھا، وہ اسے لیے اندر آ گیا۔

''پاپا! بتائیں، ماما کہاں ہیں؟'' وہ منہ بسورنے لگا تھا۔

''آپ کی ماما بیمار ہیں، وہ ڈاکٹر کے پاس ہیں، جب ٹھیک ہو جائیں گی تو گھر آ جائیں گی۔'' اس نے معصب علی کو بہلانا چاہا۔

''نہیں۔۔۔ مجھے ماما کے۔۔۔ پاس جانا ہے۔'' وہ رونے لگا تھا، موسیٰ علی نے موبائل نکال کر غضنفر علی کا نمبر ملایا۔

''السلام علیکم انکل!''

''موسیٰ علی جو سلوک میری بیٹی کے ساتھ تم نے کیا ہے، اس کے بعد یہ توقع مت رکھنا کہ میں اسے تمہارے ساتھ دوبارہ جانے دوں گا۔'' انہوں نے بغیر کسی لحاظ کے دوٹوک الفاظ میں اسے باور کروایا تھا۔

''میں نے اس کے ساتھ ایسا کچھ نہیں کیا، اگر میرا قصور ہوتا تو میں آپ کو کال کر کے نہ بتاتا اس کی بیماری کا۔'' موسیٰ علی نے وضاحت دینا چاہی۔

''میں نے خود تمہیں اسے اتنی بری طرح ڈانٹتے سنا ہے، اس کے بعد بھی تم یہ کہو گے تمہارا قصور نہیں ہے۔'' انہوں نے فون بند کر دیا تھا، موسیٰ علی نے سر پکڑ لیا، ادھر معصب علی بھی خوب زور و شور سے رو رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

فارقلیط حسن، عروبہ غضنفر کی محبت پر دل ہی دل میں مسرور، اس کی اپنے لیے فکر مندی کو دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

''آپ اپنی بالکل بھی پروا نہیں کرتے، نہ ہی خیال۔'' وہ اس کے سامنے بیٹھی پیار بھرے انداز میں کہہ رہی تھی، فارقلیط حسن اس کا بنایا ہوا سوپ پی رہا تھا۔

''آج پتا چلا میری مسز کو ڈانٹنا بھی آتا ہے۔'' اس نے باؤل سائیڈ پر رکھ دیا تھا۔

''آپ کے کپڑے نکال دیئے ہیں میں نے، فریش ہو جائیں پھر میڈیسن کھا لیں۔'' عروبہ غضنفر نے باؤل اٹھایا اور باہر کی جانب بڑھی۔

''میں ٹھیک ہوں اب، میڈیسن کی ضرورت نہیں۔'' فارقلیط حسن نے کہا، عروبہ باؤل کچن میں رکھ کر واپس آ گئی، فارقلیط فریش ہو کر آیا تو حسن بہزاد کی کال آ گئی، انہیں سیکرٹری نے بتایا تھا کہ فارقلیط حسن کی شاید طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔

''ڈیڈ! I am perfectly alright۔'' انہیں مطمئن کرنے کے بعد وہ عروبہ کے پاس آ گیا تھا۔

''باہر چلیں؟'' وہ اجازت طلب نظروں سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

''کہیں نہیں جانا، آپ میڈیسن لے کر آئیں۔'' اس نے سختی سے کہا۔

''اوکے، پھر تم بھی میرے ساتھ چلو۔'' وہ بچوں کی طرح ضد کر رہا تھا، عروبہ جانے کے لیے رضامند ہو گئی تھی، فارقلیط حسن بہت

خوش تھا۔

''یہ آپ کدھر جا رہے ہیں؟'' اسے ساحل کی جانب جاتے دیکھ کر وہ احتجاجاً چلائی، مگر وہ ہنس دیا، وہ شام دونوں کی بہت اچھی گزری تھی۔

رات وہ واش روم میں تھی جب اس کا موبائل بار بار بپ دے رہا تھا، آخر کار فارقلیط حسن نے کال ریسیو کر لی۔

''عروبہ پلیز فون بند نہ کرنا، میں۔۔۔ میں عیسیٰ احمد ہوں۔'' فارقلیط حسن نے فون بند کر دیا تھا۔ عروبہ واپس آئی تو وہ اسے بتا نہ سکا اس کال کے متعلق، مگر وہ حیران ضرور تھا۔

☆.....☆.....☆

''آپ ماما کو کیوں ساتھ لائے؟'' وہ بیڈ روم میں آیا تو وہ بے چینی میں ادھر سے ادھر ٹہل رہی تھی۔

''ماں ہیں وہ تمہاری۔'' اس نے متاسف نظروں سے اسے دیکھا۔

''میں انہیں آپ سے بہتر جانتی ہوں۔'' وہ خفگی سے بولی۔

''کوئی ضرورت نہیں ان سے اتنی ہمدردی کرنے کی۔'' اس نے بے یقین نگاہوں سے اسے دیکھا اور باہر آ گیا۔

''آپ گیسٹ روم میں آ جائیں، کپڑے بھی سارے بھیگ چکے ہیں، بیمار نہ پڑ جائیں۔'' وہ آنسو بھری آنکھوں سے اس شخص کو دیکھ رہی تھی، اس کی بیٹی نے اس کے سامنے آنے، اس کے ساتھ کوئی بھی نرمی برتنے سے انکار کر دیا تھا، وہ جان گئی تھی۔

☆.....☆.....☆

نویلہ، فروا کو عروبہ کر روم میں چھوڑ کر چلی گئی تھی، اس نے جیسے ہی اندر قدم رکھا، دل میں ایک ٹیس سی اٹھی، یادوں کا اژدہام اسے اپنی لپیٹ میں لینے لگا۔

''تم میری بیسٹ فرینڈ ہو، میں تمہیں کبھی نہیں چھوڑ سکتی۔'' وہ شکستہ قدموں سے آگے بڑھ رہی تھی۔

''کپڑوں پر لگی گندگی تو صاف ہو جاتی ہے، مگر جو کیچڑ کسی کے کردار پر اچھالا جاتا ہے، وہ صاف نہیں ہوتا۔'' وہ دو قدم مزید آگے آئی تھی۔

''دیکھ لیے آپ نے اس کے کرتوت، میں تو کہتی تھی اس کی حرکتیں ٹھیک نہیں، آپ نے میری ایک نہ مانی۔'' اس کا سانس تیز تیز چلنے لگا تھا، اس کے آس پاس صوفیہ کی آواز سفاکی سے گونجی تھی۔

''یہ صلہ دیا تم نے اپنے باپ کی محبتوں کا۔'' صوفیہ نے ایک زوردار تھپڑ عروبہ کے منہ پر مارا تھا، وہ غضنفر علی کے قدموں میں جا گری تھی، ایک ایک کر کے سب منظر واضح ہونے لگے تھے، وہ عروبہ کے بیڈ پر گرنے کے انداز میں بیٹھی تھی۔

''تو یہ تھی تمہاری اصلیت عروبہ۔'' فروا محبت وعقیدت سے بیڈ پر ہاتھ پھیر رہی تھی، اسے اپنی زیادتی یاد آ رہی تھی، دل کٹنے لگا تھا۔

''تم۔۔۔تو۔۔۔ایسے مت۔۔۔کہو۔۔۔فروا۔'' عروبہ کا ٹوٹا بکھرا بے یقین لہجہ اور ڈبڈبائی آنکھیں اسے یاد آنے لگی تھیں۔

''نہیں عروبہ۔۔۔نہیں۔۔۔نہیں۔'' اس نے تکیہ اٹھا کر گود میں رکھا اور اس میں منہ دے کر اپنی چیخیں دبانے لگی۔

''میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں عروبہ۔'' وہ دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی۔

''پلیز ایک مرتبہ واپس آ جاؤ، صرف ایک بار میری بات سن لو پلیز۔'' وہ بہت دیر روتی رہی تھی۔ کمرے کا دروازہ ناک ہوا تھا اور نویلہ اندر آئی تھی۔

''یہ جوس پی لیں فروا آپی۔'' اس نے گلاس سائیڈ پر رکھا۔

''پاپا آپ کے لیے بہت اسپیشل، پرہیزی ڈنر تیار کروا رہے۔۔۔'' اس کی بات منہ میں ہی رہ گئی تھی، فروا نے آنسوؤں سے تر چہرہ اوپر اٹھایا تھا، اس کی آنکھوں کی ویرانی اور وحشت نویلہ کو ہلا گئی۔

''آپ ٹھیک تو ہیں؟'' اس نے گھبراتے ہوئے پوچھا۔

''میں نے عروبہ کے ساتھ اچھا نہیں کیا، مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔'' وہ اور زیادہ رونے لگی تھی۔

''ان کے ساتھ تو کسی نے بھی اچھا نہیں کیا۔'' نویلہ نے ایک طویل سانس خارج کیا۔

''مجھے یہاں نہیں رہنا، مجھے یہاں سے جانا ہے۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''پلیز فروا آپی۔'' نویلہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر واپس بٹھایا۔

''ایسے مت کریں۔'' فروا مسلسل وہاں سے جانے کی ضد کر رہی تھی۔

پھر وہ رات کے کھانے کے لیے بھی کمرے سے نہ نکلی تھی، غضنفر علی کو اس کے پاس آنا پڑا۔

''بیٹا! آپ نے کھانا کھانے سے کیوں منع کیا ہے؟'' وہ بیڈ پر نیم دراز خلاؤں میں گھور رہی تھی، جب غضنفر علی اس کے پاس آئے تھے۔

''مجھے بھوک نہیں ہے۔'' اس نے ان کی جانب دیکھے بغیر روکھائی سے کہا۔

''تھوڑا سا کھا لو، آ جاؤ، شاباش۔'' انہوں نے پیار سے پچکارا۔

''مجھے یہاں نہیں آنا چاہیے تھا، یہاں سے میری امی کو ذلیل و رسوا کر کے نکالا گیا، میری بہن کو بے عزت کر کے دھکے دے کر نکالا، آپ لوگ میرے ساتھ بھی ایسا ہی کریں گے، مجھے۔۔۔یہاں۔۔۔نہیں۔۔۔رہنا۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''دل سے ہر وہم نکال دو فروا، ایسا کچھ نہیں ہوگا بیٹا۔'' وہ نرمی سے دھیمے پن سے بولے تھے۔ انہوں نے فروا کے لئے کھانا وہیں منگوا لیا تھا، اپنے ہاتھ سے نوالہ بنا کر اس کی جانب بڑھایا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

''میں نے گل افزاء کو گھر سے نہیں نکالا تھا۔'' فروا نے چونک کر ان کی جانب دیکھا تھا۔

''کیا آپ کی امی نے آپ کو ایسا بتایا تھا؟'' وہ آہستگی سے بولے۔

''امی کبھی آپ کے متعلق کچھ غلط نہیں کہتی تھیں۔'' اس نے تھوڑا سا کھانا کھا کر ہاتھ کھینچ لیا تھا۔

''میں جانتا ہوں، وہ ایسا کبھی کر ہی نہیں سکتی تھی۔'' وہ بہت آبدیدہ ہو گئے تھے، فروا ناسمجھی کے عالم میں انہیں دیکھ رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

رات سوتے ہوئے اچانک اس کی آنکھ کھل گئی تھی، اس نے امی کو خواب میں دیکھا تھا، وہ بہت خوش تھیں، فروا کو ان کی بے حد یاد آ رہی تھی، اسے کمرے میں گھبراہٹ ہونے لگی تھی، وہ باہر نکل آئی تھی۔

''کتنا بڑا اور شاندار گھر ہے غضنفر علی، آپ کو احساس ہے کہ آپ کی بیوی اور بیٹی نے کیسی زندگی گزاری۔'' وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے آ گئی تھی، مختلف راہداریوں سے ہوتے ہوئے وہ ہال میں آ گئی تھی، وہاں سوئمنگ پول تھا، جس کے شفاف پانی پر پڑنے والی روشنیاں عجیب نظارہ پیش کر رہی تھیں، وہ وہیں زمین پر بیٹھ گئی اور سر گھٹنوں میں دے کر رونے لگی۔

''فروا!'' اسے یہاں بیٹھے کچھ ہی دیر گزری تھی کہ غضنفر علی وہاں آ گئے، ان کی آواز سن کر اس نے تیزی سے سر اوپر اٹھایا اور آنسو پونچھنے لگی۔

''کیا ہوا ہے، اس وقت ادھر کیوں بیٹھی ہو۔'' وہ اس کے پاس پنجوں کے بل بیٹھے تھے۔

''ادھر دیکھو۔'' وہ نظریں چرانے لگی، غضنفر علی نے اس کی ٹھوڑی کو چھو کر کہا۔

''تم رو رہی تھی؟'' وہ بے چین ہو اٹھے تھے۔

''میں نے امی کو خواب میں دیکھا ہے۔'' اس کے آنسو پھر بہنے لگے تھے، غضنفر علی نے اپنے ہاتھوں سے اس کے آنسو پونچھے تھے۔

''وہ کیوں چلی گئیں مجھے چھوڑ کر۔'' اس کے رونے میں روانی آ گئی تھی۔

''وہ کہیں نہیں گئی، اس کی محبت اور دعائیں تمہارے ساتھ ہیں بیٹا۔'' انہوں نے پیار سے سمجھایا۔

''جن سے ہمارا اتنا گہرا رشتہ ہوتا ہے، اس قدر محبت ہوتی ہے، وہ دور جا کر بھی ہمارے ساتھ ہوتے ہیں۔'' انہوں نے محبت سے کہا۔

''چلو اٹھو جا کر سو جاؤ۔'' انہوں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''مجھے نیند نہیں آ رہی۔'' اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''اوکے تو پھر آ جاؤ چائے پیتے ہیں۔'' غضنفر علی نے کہا، اب کی بار اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا اور اٹھ کر چل دی۔

''فروا!'' غضنفر علی نے اسے آواز دی، وہ رک گئی اور مڑ کر دیکھا۔

''کیا تم میرے ساتھ بیٹھنا یا بات کرنا نہیں چاہتی؟'' وہ واپس مڑ کر آ گئی تھی۔

''پی لوں گی چائے۔'' اس نے گہری سنجیدگی لہجے میں سموتے ہوئے کہا اور غضنفر علی کے ساتھ کچن میں آ گئی۔

''اس وقت سب ملازم سو چکے ہیں، تو چائے میں بناؤں گا۔'' وہ خاموشی سے چیئر پر بیٹھ گئی، غضنفر علی اس سے باتیں کر رہے تھے اور وہ ہوں ہاں سے زیادہ جواب نہ دے رہی تھی۔

''چائے کیسی ہے؟'' انہوں نے فروا کے سامنے کپ رکھا اور خود بھی بیٹھ گئے، فروا نے ایک سپ لیا اور حیران رہ گئی، ذائقہ بالکل امی کے ہاتھ کی چائے جیسا تھا۔

''پتا نہیں۔'' اس نے روکھائی سے کہا اور چائے ختم کر کے اپنے روم میں آ گئی تھی، اس روز غضنفر علی آفس سے جلدی آ گئے تھے اور اسے شاپنگ کے لئے چلنے کو کہہ رہے تھے۔

''مجھے کہیں نہیں جانا۔'' وہ مسلسل انکار کر رہی تھی، نویلہ نے بھی بہت کہا، مگر وہ نہیں گئی، وہ خود ہی نویلہ کو ساتھ لے کر اس کے لئے شاپنگ کرنے چلے گئے۔

''اتنے قیمتی اور مہنگے کپڑے۔'' اس کی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھرنے لگیں، اس نے کبھی خواب میں بھی ایسے بیش قیمت کپڑے جوتے نہ دیکھے تھے۔

''ساری زندگی میری ماں نے فیکٹری میں دھکے کھائے، کپڑے سلائی کر کر کے مجھے پالا۔ غضنفر علی آپ مجھ پر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آپ کو بہت فکر ہے میری، ان چیزوں سے میری بچپن کی محرومیاں پوری نہیں ہوتیں، میرے اور امی کے دکھوں کا مداوا نہیں ہوتا۔'' اس نے نفرت سے ان سب چیزوں کو دیکھا تھا۔

☆.....☆.....☆

فروا اور نویلہ لاؤنج میں بیٹھی چائے پی رہی تھیں جب ڈاکٹر ہارون کمال وہاں آئے۔

''السلام علیکم۔'' انہوں نے سلام کیا تو جواب فروا نے دیا۔

''نویلہ میرا خیال ہے کہ سلام کا جواب ہر مسلمان پر فرض ہے۔'' ڈاکٹر ہارون کمال صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولے تھے، فروا نے بغور نویلہ کے بگڑتے اور بدلتے موڈ کو دیکھا تھا۔

''آپی نے جواب دیا ہے آپ کو۔'' اس نے چائے کا خالی کپ ٹرے میں رکھا اور ٹرے اٹھا کر کچن میں چلی گئی، واپس آئی تو ڈاکٹر ہارون کمال کو فروا سے باتیں کرتے ہوئے پایا، وہ فروا کی طرف مڑی۔

''فروا آپی آئیں، ہم آپ کی وارڈ روب سیٹ کرلیں۔'' وہ وہاں سے جانا چاہتی تھی۔

''نویلہ ایک منٹ۔'' ڈاکٹر ہارون کمال اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

''کیا تم یہاں بیٹھ کر مجھ سے بات کرسکتی ہو؟'' نویلہ نے کچھ خجل سا ہو کر فروا کی جانب دیکھا۔

''مجھے آپ سے بات نہیں کرنی۔'' وہ جانے لگی تھی، ڈاکٹر ہارون کمال نے اس کا راستہ روکا۔

''میں اپنے پیرنٹس کو تمہارے گھر بھیجنا چاہتا ہوں۔''

''واٹ؟'' نویلہ شاکڈ تھی۔

''نہ تم میری کال ریسیو کرتی ہو، نہ مجھ سے بات کے لئے آمادہ ہو، مجبوراً یہ بات یہاں اس ماحول میں کہنی پڑ رہی ہے۔'' وہ ہکا بکا کھڑی تھی، فروا وہاں سے جانے لگی۔

''آپ میرے بارے میں جانتے ہی کیا ہیں؟'' وہ یکدم تلخی سے مسکرائی، فروا سیڑھیوں کی جانب بڑھ رہی تھی، مڑ کر نویلہ کو دیکھا۔

''جتنا جانتا ہوں، کافی ہے میرے لیے۔'' وہ اطمینان سے بولے، فروا سیڑھیاں چڑھنے لگی تھی۔

''کچھ نہیں جانتے آپ میرے متعلق۔'' وہ بولی، صوفیہ تیزی سے آگے بڑھیں۔

''نویلہ تم جاؤ یہاں سے۔'' وہ سخت گھبرا گئی تھیں، فروا سیڑھیاں چڑھتے ہوئے مڑ کر یہ سب دیکھ رہی تھی۔

''نہیں جاؤں گی میں یہاں سے، ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ انہیں دھوکے میں رکھیں۔'' وہ تیز تیز بول رہی تھی، ڈاکٹر ہارون کمال کے ساتھ ساتھ فروا نے بھی چونک کر انہیں دیکھا تھا۔

''نویلہ میں کہہ رہی ہوں۔۔۔''

''ماما پلیز۔'' اس نے ہاتھ اٹھا کر انہیں بولنے سے منع کیا۔

''ڈاکٹر صاحب مجھے۔۔۔''

''نویلہ چپ!'' صوفیہ نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا، ڈاکٹر ہارون کمال کچھ حیران سے آگے بڑھے۔

''مجھے شادی کی رات ڈائیورس ہوگئی تھی۔''

ڈاکٹر ہارون کمال شاکڈ سے کھڑے تھے، جبکہ فروا کو زور کا چکر آیا تھا، اس نے جلدی سے ریلنگ کو تھاما، نویلہ وہاں سے تیزی سے نکلی اور اپنے روم میں آگئی تھی، صوفیہ ڈاکٹر ہارون کمال سے نظریں چرا رہی تھیں۔

☆.....☆.....☆

موسیٰ علی، غضنفر علی کے آفس آیا تھا، اسے سامنے دیکھ کر وہ خاصے ناراض ہوئے تھے، مگر موسیٰ علی نے ہمت نہ ہاری۔

''پلیز انکل! میری بات سمجھنے کی کوشش کریں۔'' وہ منت کرنے لگا تھا۔

''میرا بیٹا اس سے بہت اٹیچ ہے، اسے بہت تیز بخار ہو گیا ہے فروا سے دور ہونے کی وجہ سے۔'' غضنفر علی نے متاسف نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔

''تو آپ کو اس کے ساتھ اپنے رویے پر کوئی شرمندگی نہیں، ضرورت کے تحت اسے لے جانا چاہتے ہیں۔'' وہ طنز سے بولے۔

''ایسا نہیں ہے۔''

''کبھی سوچا ہے آپ سے عمر میں کتنی چھوٹی ہے، آپ شادی شدہ، ایک بچے کے باپ ہیں، کیا آپ کا اس کے ساتھ رویہ ایسا ہونا چاہیے تھا؟'' وہ برہمی سے بولے۔

''میں نے اسے کچھ بھی نہیں کہا، مگر وہ بہت ضدی ہے، میرا غصہ، معصب پر اتار رہی تھی۔'' اس نے دبا دبا احتجاج کیا۔

''بات یہ ہے کہ وہ معصب کی حقیقی ماں نہیں ہے، وہ اسے جتنا مرضی پیار کرے، مگر ایک دفعہ ڈانٹے تو آپ کو فیل ہوگا سوتیلی ہے، اس لیے ایسا کر رہی ہے۔'' غضنفر علی کی بات پر وہ خاصا شرمندہ ہوا تھا۔

''مجھے فروا کی معصب کے لیے محبت پر کوئی شک نہیں ہے۔'' اس نے ہر ممکن کوشش کر ڈالی مگر نہ تو غضنفر علی فروا کو اس کے ساتھ بھیجنے پر آمادہ ہوئے تھے، نہ ہی فروا اس سے ملنے یا بات کرنے کو تیار تھی۔

''فروا کی ماں نے بہت مجبوری کی حالت میں اس کی شادی آپ سے کی ہوگی، مگر موسیٰ صاحب، فروا کا باپ مجبور نہیں ہے، میں چاہوں تو اب بھی اس کی بہت اچھی جگہ شادی کروا سکتا ہوں۔'' غضنفر علی نے اسے باور کروایا۔

''آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔'' موسیٰ علی شاکڈ رہ گیا۔

''میں فروا کی مرضی کے بغیر اسے آپ کے ساتھ نہیں بھیج سکتا۔'' غضنفر علی نے موسیٰ علی کو کڑی سزا دینے کا فیصلہ کیا تھا، انہیں ڈاکٹر سے فروا کے مس کیرج کا پتا چلا تھا، وہ جانتے تھے سارا قصور موسیٰ علی کا ہی ہے۔

☆.....☆.....☆

اگلے روز ناشتے کی میز پر فارقلیط حسن عروبہ کو ڈیڈی سے ہنس ہنس کر باتیں کرتے بغور دیکھ رہا تھا، وہ کافی سنجیدہ تھا۔

''آپ کی طبیعت اب ٹھیک ہے؟'' یونیورسٹی کے سامنے گاڑی سے اترنے سے پہلے اس نے فارقلیط حسن سے پوچھا تھا۔

''ہوں۔'' اس نے مختصر جواب دیا۔ آفس میں بیٹھا وہ ایک ضروری فائل دیکھ رہا تھا، جب عروبہ کی کال آئی تھی۔

''آج آپ کس ٹائم فری ہوں گے فارقلیط؟'' وہ استفہامیہ لہجے میں بولی تھی۔

''میری بہت امپورٹنٹ میٹنگ ہے، میں آج لیٹ ہو جاؤں گا، تمہیں ڈرائیور پک کر لے گا۔'' اس سے بات کرنے کے بعد وہ

کچھ بے چینی محسوس کرنے لگا تھا، شام کے پانچ بجے وقت تھا جب وہ گھر آ گیا، مگر عروبہ گھر پر نہ تھی۔

''یہ کہاں چلی گئی؟'' وہ وہیں لاؤنج میں بیٹھ کر اس کا انتظار کرنے لگا۔

''عروبہ میں عیسیٰ احمد بات کر رہا ہوں۔'' اچانک سے اس کے دماغ میں جھماکا ہوا تھا، آج سے پہلے ایسا کبھی نہ ہوا تھا کہ عروبہ اسے بتائے بغیر اکیلی کہیں جائے، وہ ہمیشہ اس کے ساتھ جاتی تھی، جہاں بھی جانا ہوتا، ایک گھنٹے بعد وہ گھر آ گئی تھی۔

''ارے آپ آ گئے؟'' اسے سامنے دیکھ کر وہ ہنسی، مگر فارقلیط حسن خاموش رہا۔

''آپ نے تو کہا تھا کہ لیٹ آئیں گے۔'' وہ اس کے قریب بیٹھ گئی۔

''ہاں، مگر میں نے سوچا شاید تمہیں میری ضرورت ہے، مجھے جلدی چلے جانا چاہیے، مگر تم شاید میرے ساتھ نہیں جانا چاہتی تھی۔''

''آپ کے ساتھ کیوں نہیں جانا چاہتی تھی، یہ کیا بات ہوئی۔'' وہ اس کی بات کے مفہوم سے قطعی انجان ہنس دی تھی، فارقلیط حسن اٹھ کھڑا ہوا۔

''میں واپس آفس جا رہا ہوں، میٹنگ ہے میری۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

''اب آ گئے ہیں تو رہنے دیں، مجھے آپ کو ایک بات بتانی ہے۔'' اس نے فارقلیط حسن کو روکا۔

''جانا ضروری ہے۔'' وہ کہہ کر نکل گیا، عروبہ بہت خوش تھی، اس نے فارقلیط حسن کے سرد و سپاٹ انداز کو محسوس نہ کیا۔

☆.....☆.....☆

''حد سے زیادہ خودسر ہوتی جا رہی ہو نویلہ۔'' ڈاکٹر ہارون کمال خاصے ناراض ہو کر گئے تھے، صوفیہ نے انہیں ساری حقیقت بتانے کی کوشش کی تھی مگر وہ ان کی کوئی بات سننے کو تیار نہ تھے، ان کا خیال تھا کہ صوفیہ آنٹی نے انہیں جان بوجھ کر دھوکا دیا ہے۔

''میں نے جو کیا، ٹھیک کیا۔'' نویلہ نے نگاہیں جھکا کر ادب سے جواب دیا۔

''تم نے ٹھیک نہیں کیا، اتنا اچھا رشتہ گنوا دیا۔'' مارے دکھ کے ان کا برا حال تھا۔

''ماما پلیز۔'' نویلہ بری طرح ہرٹ ہوئی تھی۔

''میرے لیے ایسی کوئی خواہش دل میں مت رکھیں۔'' اس نے انہیں صاف منع کیا۔

''لڑکی کی شادی صرف ایک بار ہوتی ہے اور میری ہو چکی ہے، پلیز آپ میری شادی کا خیال دل سے نکال دیں۔'' اس نے صاف الفاظ میں انہیں منع کیا تو وہ شاکڈ رہ گئیں۔

''تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے، تم عیسیٰ احمد کی یادوں کو سینے سے لگا کر۔۔۔''

''ماما میں کسی کی یادوں کو سینے سے نہیں لگا رہی، میں صرف اپنی اسٹڈی پر فوکس کرنا چاہتی ہوں۔'' اس نے واضح کیا۔

''تم پاگل ہو چکی ہو، ایک ماں کے جذبات کو نہیں سمجھتی۔'' وہ اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئیں، ان کی نظر سامنے آتی فروا پر پڑی، تو پارہ ہائی ہونے لگا۔

''دیکھو لڑکی! اپنے کام سے کام رکھو، میری بیٹی کا دماغ خراب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' درشتی سے کہہ کر وہ چلی گئیں، فروا وہیں کھڑی رہ گئی۔

نویلہ اپنے روم سے نکلی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اندر لے گئی۔

''ماما کی بات کا برا مت منایئے گا۔'' وہ دونوں بیٹھ چکی تھیں۔

''تمہاری شادی کب ہوئی؟'' فروا نے اپنی چھوٹی سی اور پیاری سی بہن کو دیکھا۔

''تم تو ابھی بہت چھوٹی ہو۔'' اس نے دل کی بات کہی، نویلہ زخمی پن سے مسکرا دی۔

''دوسروں کے راستے میں کانٹے بچھانے والوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔'' وہ نگاہیں جھکائے بیٹھی تھی۔

''ماما نے جو گل افزاء آنٹی، پاپا اور پھر عروبہ کے ساتھ کیا اس کی سزا بھی تو ملنی تھی۔'' فروا ناسمجھی کے عالم میں اسے دیکھ رہی تھی۔

''فروا آپی! پاپا ساری زندگی گل افزاء آنٹی سے جدائی کے غم میں تڑپتے رہے ہیں، میں نے شاید کبھی ایک یا دو بار انہیں مسکراتے دیکھا ہے، وہ کبھی بھی ہنستے نہیں ہیں، ماما نے دادی اور پھپھو کے ساتھ مل کر ان کا ہنستا بستا گھر اجاڑا اور پھر یہاں تک بس نہیں کیا، عروبہ کو سارے خاندان کے سامنے رسوا کر کے یہاں سے نکالا، ایک اجنبی کے ہاتھ میں ان کا ہاتھ دے دیا، وہ تو شکر ہے کہ ان کے شوہر بہت اچھے ہیں۔'' نویلہ بول رہی تھی اور فروا کے سامنے ایک کے بعد دوسرا راز کھل رہا تھا، اسے آج پتا چلا تھا کہ اس کے پاپا تو اس کے وجود سے بے خبر تھے، انہیں تو یہ بتایا گیا تھا کہ دوسرے بچے کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔

''ان سب گناہوں اور زیادتیوں کی سزا ماما کو میری شکل میں ملی، عیسیٰ احمد نے شادی کی پہلی رات طلاق نامہ میرے ہاتھ میں تھما دیا، لیکن فروا آپی۔'' اس کی آواز بھرا گئی۔

''ماما نے پھر بھی کچھ نہیں سیکھا، انہیں سمجھ نہیں آئی کہ کسی کے قدموں کے نیچے سے زمین کھینچنے سے انسان خود بھی بے سائبان ہو جاتا ہے۔'' آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر اس کی آنکھوں سے اس کے ہاتھوں پر گر رہے تھے۔

''میں بہت دکھ سے کہہ رہی ہوں کہ دھوکہ دینا میری ماما کی عادت ہے، اب وہ ڈاکٹر ہارون کمال کو دھوکہ دے رہی تھیں۔'' فروا نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگا لیا۔

''چپ ہو جاؤ۔'' وہ دکھ جو نویلہ اپنی سگی بہن علیشہ سے نہ کہہ سکی، اس نے فروا سے کہہ دیا تھا اور ایسا کرنے سے اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہوا تھا، فروا اس کی پشت سہلا رہی تھی۔

''عیسیٰ احمد تو بہت برا نکلا۔'' نویلہ فوراً اس سے الگ ہوئی تھی۔

''نہیں فروا آپی۔'' اس نے سر نفی میں ہلاتے ہوئے ہاتھ کی پشت سے آنسو صاف کئے۔

''ہمارے اپنے اعمال ہمارے سامنے آتے ہیں۔'' وہ بھاری آواز میں بولی تھی۔

''تم بہت اچھی ہو نویلہ، دیکھنا تمہاری قسمت بھی تمہاری طرح اچھی ہوگی۔'' فروا کو وہ واقعتاً بہت اچھی لگی تھی۔

''مجھے اب کبھی شادی نہیں کرنی فروا آپی۔'' اس نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''تم ابھی بہت چھوٹی ہو، دھیان سے پڑھو، اپنا فیوچر بناؤ، یہ باتیں ابھی مت سوچو۔'' فروا نے پیار سے اس کا گال تھپتھپایا تھا۔

''آپ سے ایک بات کہوں؟'' نویلہ نے کچھ ڈرتے ہوئے اس سے استفہامیہ لہجے میں پوچھا۔

''تمہیں کچھ بھی کہنے کے لئے مجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' فروا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''آپ۔۔۔ پاپا کو۔۔۔ معاف کر دیں۔'' نویلہ نے ہچکچاتے ہوئے اپنی بات مکمل کی تھی۔

''میں جانتی ہوں یہ بہت مشکل ہے، مگر یقین کریں انہوں نے زندگی تپتے صحرا میں ننگے پاؤں جلتے گزاری ہے، وہ کبھی بھی گل افزاء آنٹی کو بھلا نہیں سکے، وہ یہاں سے جا کر بھی نہیں گئی تھیں، وہ یہیں تھیں، پاپا کی زندگی میں، ان کے دل میں اور ان کے خوابوں میں۔'' فروا خاموش بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی۔

''نویلہ میری امی نے بہت بری زندگی گزاری ہے۔'' فروا بدقت تمام بول پائی تھی۔

''میں مانتی ہوں۔'' نویلہ نے تائید کی۔

''آپ عروبہ آپی سے ملیں، ان سے پوچھیں، آپ کو ان کی بات پر تو یقین آئے گا نا، پاپا نے کیسی اذیت بھری زندگی گزاری ہے، گل افزاء آنٹی سے الگ ہو کر تو وہ بھی خوش نہ تھے، اپنی اپنی جگہ دونوں نے دکھ اٹھائے، دونوں ہی بے قصور تھے، دونوں کے خلاف سازش ہوئی تھی، پلیز فروا آپی پاپا کو معاف کر دیں، انہیں اون کر لیں، ڈاکٹر نے کہا ہے کہ ٹینشن ان کے لئے ٹھیک نہیں ہے، اگر اب کی بار انہیں خدانخواستہ ہارٹ اٹیک ہوا تو۔۔۔'' اتنا کہہ کر نویلہ خاموش ہو گئی تھی، اس نے یہاں آنے کے بعد غضنفر علی کو جتنا آبزرو کیا تھا، اسے وہ ایک نرم مزاج، ہمدرد اور سلجھے انسان لگے تھے، اس کا دل خود بخود ان کے حق میں گواہی دینے لگا تھا۔

''فروا بی بی آپ سے کوئی ملنے آیا ہے۔'' ملازمہ اطلاع دینے آئی تھی۔

''نویلہ یہ موسیٰ۔۔۔ ہو۔۔۔ گا۔۔۔ میں اس۔۔۔ سے نہیں۔۔۔ ملوں گی۔'' وہ خوفزدہ ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''ریلیکس فروا آپی۔'' نویلہ نے اسے تسلی دی۔

''اس شخص کی وجہ سے میں اپنے بچے سے محروم ہوئی، مجھے نہیں ملنا اس سے۔'' اس نے صاف انکار کر دیا، نویلہ نے اسے بہت سمجھایا، مگر فروا نے ایک نہ مانی، موسیٰ علی مایوس لوٹ گیا۔

☆.....☆.....☆

غضنفر علی آفس سے لوٹے تو کافی تھکے ہوئے تھے، مگر اب وہ جلدی گھر آنے کی کوشش کیا کرتے تھے، ان کا جی چاہتا تھا کہ وہ فروا سے باتیں کریں، اس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزاریں۔

''پتا نہیں کس کا منحوس سایہ پڑ گیا ہے میری نویلہ کے نصیبوں پر کہ بنا بنایا کام بگڑ گیا۔'' صوفیہ کو بے چینی سے ان کا انتظار تھا، آتے ہی شروع ہو گئیں اور ساری بات غضنفر علی کے گوش گزار کر دی۔

''میری بات سنو صوفیہ۔'' غضنفر علی آواز نیچی کرتے ہوئے بولے، سیڑھیاں اترتی فروا وہیں رک گئی۔

''فروا میرا وہ بچہ ہے جسے میں انیس سال مردہ سمجھتا رہا، کیونکہ تم لوگوں نے مجھے یہی بتایا تھا، میں نے ہمیشہ اسے یاد کیا، تنہائی میں اس کے لیے روتا رہا ہوں، میں اب اس کے بغیر نہیں رہ سکتا، اس کے خلاف تمہارے دل اور دماغ میں جو زہر ہے اسے نکال دو، ورنہ میں۔۔۔ تمہیں اس گھر سے نکالنے کے لیے مجبور ہو جاؤں گا اور مجھے ایسا کر کے کوئی افسوس نہیں ہوگا۔'' وہ صوفیہ کو وارن کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے، وہ اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا کر رہ گئیں، وہ فروا کو ساتھ لے کر شاپنگ کروانے گئے تھے، نویلہ بھی ان کے ساتھ تھی۔

''پاپا اب ہمیں آئسکریم کھلائیں۔'' نویلہ نے فرمائش کی تو غضنفر علی نے فروا کی جانب دیکھا۔

''بیٹا آپ بھی تو کچھ کہیں، کیا کھانا ہے، کیا چاہیے آپ کو۔''

''مجھے فرمائشیں کرنے کی عادت نہیں ہے۔'' وہ سپاٹ لہجے میں بولی تو غضنفر علی خاموش ہو گئے، وہ لوگ ریسٹورنٹ میں بیٹھے تھے، غضنفر علی کافی پی رہے تھے اور وہ دونوں آئسکریم کھا رہی تھیں جب اچانک زین ندیم اپنے دوست کے ساتھ وہاں آیا تھا، اس کی نظر فروا پر پڑی تھی، فروا نے بھی اسے دیکھ لیا تھا، وہ آگے بڑھ گیا۔

''فروا آپی! آپ کو کون سی آئسکریم پسند ہے؟'' نویلہ نے غیر معمولی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے ماحول بدلنے کی خاطر کہا۔

''میری امی بہت غریب تھیں نویلہ، ہم ایسی چیزیں افورڈ نہیں کر سکتے تھے، اس لئے مجھے زیادہ نہیں پتا اس بارے میں۔'' غضنفر علی کا دل کٹنے لگا تھا۔

''فروا بچے آپ آگے آ جاؤ۔'' وہ واپسی میں پچھلی سیٹ پر بیٹھنے لگی تھی جب غضنفر علی نے اسے پکارا، اس نے نویلہ کی طرف دیکھا۔

''ہاں فروا آپی، آپ آگے آ جائیں۔''

نویلہ نے مسکراتے ہوئے کہا، فروا نے غضنفر علی کی جانب دیکھا، ان کی آنکھوں کی خاموش التجائیں اس سے مخفی تو نہ تھیں، وہ خاموشی سے آگے بڑھی اور فرنٹ ڈور کھول کر ان کے برابر والی سیٹ پر جا بیٹھی۔

''گل افزاء کی بیٹیوں کو مان رکھنا آتا ہے، ٹوٹے دل جوڑنے آتے ہیں۔'' انہوں نے نظریں پھیر کر فروا کی جانب دیکھا تھا اور دل میں سوچا تھا۔

☆.....☆.....☆

اتوار کا دن تھا، غضنفر علی پھر بھی معمول کے مطابق اپنے وقت پر اٹھے تھے، جاگنگ کر کے وہ ابھی واپس لوٹے تھے اور اپنے اور فروا کے لئے چائے بنا رہے تھے۔

''آپ نے کہاں تک پڑھا ہے بیٹا؟'' انہوں نے چائے کا کپ فروا کے سامنے رکھا اور خود بھی بیٹھ گئے۔

''میں نے گریجویشن کیا ہے۔'' فروا نے چائے کا سپ لیتے ہوئے کہا۔

''چائے بہت مزیدار ہے۔'' فروا نے فوراً تعریف کی۔

''گل افزاء کو بھی میرے ہاتھ کی چائے بہت پسند تھی۔'' اس نے فوراً ان کی طرف دیکھا تھا۔

گل افزاء کا ذکر کرتے ہوئے ان کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی، وہ بہت خوبصورت لگے تھے اس سے، فروا ان کو دیکھے گئی۔

''اس کے جانے کے بعد میں نے کبھی چائے نہیں بنائی، کسی کے لیے نہیں بنائی۔'' انہوں نے ایک ٹھنڈی سانس بھری تھی، فروا نے دیکھا وہ اس کی امی کا ذکر بہت محبت و عقیدت سے کرتے تھے۔

''صاحب آپ سے ملنے کوئی آیا ہے۔'' ملازمہ نے بتایا۔

''اس وقت کون آ گیا۔'' وہ چائے پیتے ہوئے بولے۔

''میں دیکھتا ہوں بیٹا، آپ سے ناشتے پر ملتا ہوں۔'' وہ چلے گئے تھے اور فروا ان کے متعلق سوچے جا رہی تھی۔

''آپ؟'' انہوں نے ڈرائینگ روم میں قدم رکھا اور سناٹے میں آ گئے، رگ و پے میں شدید اذیت کا احساس ابھرنے لگا تھا، برسوں پرانے ملنے والے زخم پھر سے تازہ ہو گئے تھے، دوسری طرف بھی ایسا ہی حال تھا۔

☆.....☆.....☆

فارقلیط حسن گہری نیند سو رہا تھا، عروبہ موبائل اٹھا کر ٹیرس پر آ گئی تھی، اسے وہاں کھڑے ہوئے کافی دیر گزر گئی تھی، دل میں ڈر بھی تھا کہ کہیں فارقلیط حسن جاگ نہ جائے۔

''ٹھیک ہے، میں تم سے مل لیتی ہوں، لیکن میرے ہزبینڈ کو پتا نہ چلے کہ میں تم سے کانٹیکٹ میں ہوں۔'' وہ پیچھے مڑی اور چکرا کر رہ گئی، سامنے فارقلیط حسن کھڑا تھا اور نا جانے کب سے کھڑا تھا اور اگر اس نے سب باتیں سن لی ہوئیں؟ عروبہ کو زور کا چکر آیا تھا، فارقلیط حسن گہری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا، عروبہ غضنفر کو پہلی بار فارقلیط حسن سے ڈر لگا تھا۔

❁ ❁

ناول ''می رقصم'' ابھی جاری ہے۔ اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی 20 تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

http://kitaabghar.com

قسط نمبر 14

عروبہ غضنفر بالکل ساکت کھڑی تھی، اس کو اپنا سانس بند ہوتا محسوس ہو رہا تھا، اسے یقین تھا فارقلیط حسن اس کی باتیں سن چکا ہے، وہ دھیرے دھیرے چلتا ہوا اس کے قریب آیا تھا۔

''فارقلیط! وہ۔۔۔میں۔۔۔یہاں۔۔۔''

''یہاں ٹھنڈ ہے، بیمار ہو جاؤ گی، اندر چلو۔'' وہ ہکلاتے ہوئے بول رہی تھی، رنگ زرد پڑ رہا تھا، ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے ابھی گر پڑے گی، جب فارقلیط حسن اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا تھا، اس نے ایک گہری نظر عروبہ پر ڈالی اور واپس مڑ گیا۔

''کیا انہوں نے میری باتیں سن لیں؟'' مارے خوف کے اسے پسینے آنے لگے تھے، دل خشک پتے کی مانند کانپ رہا تھا، اس نے پہلی بار فارقلیط حسن سے کچھ چھپایا تھا اور پہلی دفعہ میں ہی پکڑی گئی تھی، وہ اندر کی جانب بڑھی تھی، اس کے قدم من من بھر کے ہو رہے تھے، فارقلیط حسن بیڈ کی پائنتی سر جھکائے بیٹھا تھا۔

''فارقلیط!'' وہ اس کے پاس بیٹھی تھی اور ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا تھا، مگر وہ اسی طرح بیٹھا رہا تھا، اس کے وجود میں ذرا بھی جنبش نہ ہوئی تھی۔

''میری طرف دیکھیں، مجھ سے بات کریں۔'' وہ روہانسی ہوئی تھی، فارقلیط حسن نے جھکی نگاہیں اٹھا کر اسے شکوہ کناں نظروں سے دیکھا تھا۔

''میں نے محبت صرف تم سے کی ہے، سچ بھی صرف تم سے بولتا ہوں، اچھا بھی صرف تمہارے لیے ہوں، مجھے برا بننے میں ایک لمحہ نہیں لگے گا، یہ بات یاد رکھنا عروبہ فارقلیط حسن!'' سرد نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے وہ سپاٹ انداز میں بولا تو عروبہ کے حوصلے ٹوٹنے لگے۔

''پہلے مجھے فیل ہوتا تھا تم shy نیچر ہو، اس لیے مجھ سے اظہار محبت نہیں کرتی، مگر مجھے یقین تھا تم مجھ سے محبت کرتی ہو، مگر آج پتا چلا کہ میری غلط فہمی تھی، تم مجھ سے محبت نہیں کرتی اور تم جھوٹ بھی صرف مجھ سے بولتی ہو۔'' اسے فارقلیط حسن سے ایسے رویے کی امید تو ہرگز نہ تھی، وہ اس طرح تو بات نہ کیا کرتا تھا، وہ تو سراپا محبت تھا، سراپا خلوص و نرمی تھا، پھر صرف اتنی سی بات پر اتنا غصہ ایسی ناراضی۔

عروبہ کچھ نہ بولی تھی، اپنی صفائی میں ایک لفظ نہ کہا تھا، اس کی آنکھوں سے آنسو موتیوں کی طرح ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے تھے، فارقلیط حسن اٹھ کر باہر نکل گیا تھا، عروبہ غضنفر کا دل دکھ سے بھرنے لگا تھا، وہ بہت دیر وہاں بیٹھی آنسو بہاتی رہی تھی، مگر نہ تو فارقلیط حسن واپس

کمرے میں آیا، نہ ہی اسے چپ کروایا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور موبائل فون سے سم نکال کر پھینک دی اور ایک مرتبہ پھر رونے لگی۔

☆.....☆.....☆

فروا چائے کے کپ دھو کر انہیں رکھ کر اٹھی اور کچن سے باہر نکل گئی، وہ ڈرائنگ روم کے دروازے کے پاس سے گزری تو اندر سے آنے والی آوازیں سن کر رک گئی۔

''کہاں چلے گئے تھے آپ ظفر بھائی؟ کدھر رہے اتنے برس؟'' غضنفر علی کی آواز میں دکھ، ملال، رنج، تاسف اور نا جانے کیا کچھ تھا۔

''جو کچھ گل افزاء کے ساتھ تمہاری فیملی نے کیا، اس کے بعد کیا میرا یہاں رہنا بنتا تھا؟'' فروا نے چونکتے ہوئے ڈرائنگ روم کے ادھ کھلے دروازے کو نا سمجھی کے عالم میں دیکھا۔

''بیچاری گل افزاء!'' ظفر علی نے ٹھنڈی سانس بھری۔

''کتنی معصوم، چھوٹی اور پیاری بچی تھی، میرے لیے تو میرے بچوں جیسی تھی، بہت چھوٹی تھی وہ مجھ سے۔'' وہ اور بھی نا جانے کیا کچھ کہہ رہے تھے، فروا دم سادھے وہاں کھڑی تھی۔

''غضنفر! تمہیں صوفیہ سے شادی نہیں کرنی چاہیے تھی، اس گھٹیا عورت کی وجہ سے تم دونوں جدا ہوئے، تمہاری ہنستی بستی زندگی خراب ہوئی۔'' ظفر علی کی بیوی راشدہ نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

''مجھے برباد کرنے والی صوفیہ نہیں، میری ماں اور بہن تھیں، میری زندگی میں آگ تو انہوں نے لگائی، صوفیہ سے شادی صرف عروبہ کی خاطر کی تھی اور اس وقت مجھے یہ ہرگز پتا نہ تھا کہ گل افزاء کو اس گھر سے اس نے نکلوایا ہے، جب تک مجھے یہ بات پتا چلی وقت بہت گزر چکا تھا، وہ میری دو بیٹیوں کی ماں بن چکی تھی۔'' وہ سر جھکائے خاموش بیٹھے تھے، فروا وہاں سے ہٹ چکی تھی، بوجھل قدموں سے چلتی وہ اپنے روم میں آ گئی تھی، دل اچانک اس گھر، اس کی ہر چیز اور اس کے مکینوں سے اچاٹ ہونے لگا تھا، جی چاہ رہا تھا بھاگ کر یہاں سے چلی جائے۔

''امی آپ تو کہتی تھیں جو جتنا نرم مزاج اور معاف کر دینے والا ہوتا ہے، وہ اتنا ہی کامیاب ہوتا ہے، اسے خوشیاں اور کامیابیاں ملتی ہیں، پھر آپ اتنی ناکام کیوں تھیں امی؟ اتنی تنہا اور دکھی کس لیے تھیں؟'' وہ بیڈ کے سامنے فلور کشن پر بیٹھ گئی تھی، دل درد اور دکھ کے مارے پھٹ رہا تھا۔

''آپ تو کہتی تھیں صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے، پھر آپ کے صبر کا پھل اتنا کڑوا کیوں تھا۔'' اس کے آنسو بہنے لگے تھے، صوفیہ جیسی سفاک اور مکار عورت جس نے اتنی زندگیاں اجاڑیں، اتنے دل توڑے، وہ کیوں اتنی کامیاب ہے، اتنی خوش ہے، یہ اتنا بڑا بنگلہ، گاڑیاں،

سپر لگژری لائف اس کا مقدر کیوں؟ آپ کا کیوں نہیں؟'' اس کے آنسوؤں میں روانی آتی جا رہی تھی، جی چاہ رہا تھا کہ ہر چیز کو تہس نہس کر کے رکھ دے، مگر وہ ضبط کیے بیٹھی تھی، مگر آنسوؤں پر کوئی اختیار نہ تھا، اس نے انہیں بہہ جانے دیا۔

☆.....☆.....☆

صوفیہ نے تمام رات بے چینی میں کروٹیں بدلتے ہوئے گزار دی تھی، انہیں ہارون کمال جیسے شاندار ڈاکٹر کا ہاتھ سے نکلنا بہت پریشان کر گیا تھا، وہ تو سمجھ رہی تھیں کہ نویلہ کی قسمت کھل گئی ہے۔

''میں آپ کو ایسا ہرگز نہ سمجھتا تھا، مگر آپ نے مجھے دھوکہ دیا، آپ نے سوچا بھی کیسے کہ میں آپ کی طلاق یافتہ بیٹی کا ہاتھ تھاموں گا، میں ڈاکٹر ہارون کمال، جس کے لیے ایک سے بڑھ کر ایک شاندار لڑکی کی لائین لگی ہوئی ہے، وہ آپ کی طلاق یافتہ بیٹی۔۔۔''

''بس کر دو ہارون کمال!'' صوفیہ نے ہاتھ اٹھا کر انہیں مزید بولنے سے روکا۔

''کیوں، سچ اتنا برا لگا۔'' وہ طنز سے گویا ہوئے۔

''مجھے کتنی تکلیف ہوئی ہے، آپ سوچ بھی نہیں سکتیں۔'' وہ غصے سے کہتے ہوئے باہر کی جانب بڑھے۔

''اور ہاں میرا ایک مشورہ ہے۔'' وہ جاتے جاتے مڑے۔

''دوبارہ کسی کو یہ دھوکہ مت دیجیے گا، ورنہ بہت نقصان اٹھائیں گی، آپ کی بیٹی سمجھدار ہے، اس نے مجھے حقیقت سے آگاہ کر دیا، ورنہ۔۔۔''

چند ثانیے لب بھینچے وہ انہیں دیکھتے رہے اور پھر لمبے لمبے ڈگ بھرتے وہاں سے چلے گئے، صوفیہ کے سر میں شدید درد ہو رہا تھا، وہ باہر آ گئیں، غضنفر علی کہیں نہ تھے، وہ ہر جگہ انہیں دیکھ چکی تھیں۔

''غضنفر کہاں ہیں؟'' وہ ملازمہ سے استفسار کرنے لگیں۔

''پتا نہیں بیگم صاحبہ۔'' اس نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

''پہلے تو جی فروا بی بی کے ساتھ مل کر چائے پی رہے تھے، پھر شاید ان کے کچھ مہمان آئے ہوئے تھے، ڈرائنگ روم میں ان کے پاس بیٹھے رہے، پھر کہاں گئے، یہ نہیں پتا۔'' اس نے تفصیل سے آگاہ کیا۔

''مہمان؟'' صوفیہ زیر لب بڑبڑائیں۔

''کون مہمان؟'' وہ استفہامیہ لہجے میں بولیں۔

''یہ تو نہیں معلوم بیگم صاحبہ۔''

انہیں بے چینی لاحق ہو گئی تھی، پورا دن گزر گیا تھا، مگر غضنفر علی واپس نہیں آئے تھے، ان کا سیل بھی آف جا رہا تھا، نویلہ بھی بہت

پریشان تھی، البتہ فروا اپنے کمرے میں بند تھی، فروا کو اس بات کی نہ فکر تھی اور نہ ہی پروا کہ غضنفر علی کہاں ہیں، اس کی بلا سے وہ جہاں مرضی جائیں، اس نے اپنی ماں کو کھو دیا تھا، اسے اب اس بات سے کوئی فرق نہ پڑتا تھا کہ کون آ رہا ہے اور کون جا رہا ہے۔

☆.....☆.....☆

عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ بہت سارا رو لینے سے دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے، دکھ کا درد کم محسوس ہونے لگتا ہے، بے بسی کا احساس کچھ کم ہو جاتا ہے، مگر عروبہ کے ساتھ ایسا نہیں ہوا تھا، بہت سارا رو لینے کے بعد اس کے غم کی شدت کم نہ ہوئی تھی، بلکہ اس کی تکلیف میں اضافہ ہوا تھا، وہ فارقلیط حسن کے رویے سے بری طرح ہرٹ ہوئی تھی، دل پر بہت گہری چوٹ لگی تھی اس کی باتوں سے، اب وہ منتظر تھی کہ وہ اس کے پاس آئے اور اسے ساتھ لگا کر چپ کروائے۔

دوسری طرف فارقلیط حسن کی حالت بھی کچھ مختلف نہ تھی، عیسیٰ احمد کی آنے والی کال اور اس کے بعد عروبہ غضنفر کا عجیب پراسرار سا رویہ اس کے دل میں بدگمانیوں کو جنم دے رہا تھا اور آج عروبہ کی فون پر ہونے والی گفتگو نے تابوت میں آخری کیل کا کام کیا تھا، اسے یقین ہو گیا تھا کہ اس کا شک درست ہے، وہ لاؤنج میں صوفے پر سر جھکائے بیٹھا تھا، جب عروبہ غضنفر شکستہ قدموں سے چلتی ہوئی اس کے پاس آئی تھی۔

''فار۔۔۔قلیط!'' اس نے اسے شدتوں سے پکارا، آواز کا بھاری پن بتا رہا تھا کہ وہ مسلسل روتی رہی ہے۔

''میری طرف دیکھیں، مجھ سے بات کریں پلیز۔'' اس نے فارقلیط حسن کا بازو پکڑ کر ہلایا تھا۔

''مجھے اس طرح اگنور مت کریں، میں آپ کی خفگی اور بے رخی برداشت نہیں کر سکتی۔'' آنسو ایک مرتبہ پھر بہنے لگے تھے، فارقلیط حسن نے اس کی جانب دیکھا تھا، اس کے آنسو اس کی خفگی اور غصے کو پگھلانے لگے تھے، وہ منہ سے کچھ نہ بولا تھا، اس کا بولنے کو جی نہ چاہ رہا تھا، مگر وہ عروبہ کے رویے سے ڈسٹرب ہو رہا تھا، اس کی آنکھیں بہت کچھ کہہ رہی تھیں مگر لب خاموش تھے۔

عروبہ غضنفر کے کان شدتوں سے منتظر تھے، کہ فارقلیط حسن اس سے کچھ کہے، کوئی پھول جیسی بات، کسی خوشبو جیسے لہجے میں، مگر وہ ہنوز خاموش تھا، لب سیے بیٹھا تھا، عروبہ کی سماعتیں ترس رہی تھیں۔

''کچھ بولیں فارقلیط!'' اس نے فارقلیط حسن کا شانہ ہلایا، پھر اس کے چہرے کو ہاتھوں میں لیا۔

''مجھے آپ کی محبت کی قسم، میں فروا سے بات نہیں کر رہی تھی۔'' اس نے اپنے آنسوؤں کو بہہ جانے دیا، انہیں صاف کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی، اس کے آنسو تو فارقلیط پونچھتا تھا۔

''میں جانتا ہوں تم اس سے بات نہیں کر رہی تھی۔'' فارقلیط حسن نے بغور اس کے بہتے آنسوؤں، سرخ ناک اور سوجی آنکھوں کو دیکھا تھا، اس کا انداز گہری سنجیدگی لیے ہوئے تھا، ہمیشہ والی شوخی و شگفتگی مفقود تھی، وہ بھلا کب عروبہ سے ایسے بات کرتا تھا، وہ کب عادی تھی اس کے ایسے لہجوں کی، وہ تو اس کی نرمی کی عادی تھی۔

''میں نویلہ سے بات کر رہی تھی، وہ۔۔۔مجھ سے۔۔۔ملنا چاہتی ہے۔'' فارقلیط حسن نے چونکتے ہوئے اس کی جانب دیکھا تھا، وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا، اسے وہاں سچائی کی پرچھائیں بہت واضح نظر آ رہی تھیں، دل اس کی معصومیت کی گواہی دے رہا تھا۔

''آپ کو اچھا نہیں لگتا تو۔۔۔میں۔۔۔میں۔۔۔اس سے کبھی بات نہیں کروں گی، میں نے اپنے موبائل میں سے سم نکال کر توڑ دی ہے، آئی پرامس میں آپ کی اجازت کے بغیر کسی سے بات نہیں کروں گی، کبھی کسی سے نہیں ملوں گی۔ میرے لیے۔۔۔سب سے۔۔۔ زیادہ اہم آپ ہیں، میں آپ کی ناراضگی برداشت نہیں کر سکتی۔'' اس سے زیادہ فارقلیط حسن اس کے آنسو برداشت نہ کر سکتا تھا، وہ مزید اسے روتے نہ دیکھ سکتا تھا، اس نے ایک نرم مسکراہٹ عروبہ کی سمت اچھالی۔

''میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔'' اس کے منہ سے الفاظ ادا ہوئے تھے اور عروبہ کے تڑپتے دل کو قرار آنے لگا تھا، جیسے اس کے مردہ جسم میں جان پڑنے لگی تھی۔

''بس، کبھی تم مجھ سے کچھ چھپانا مت، اب کی بار معاف کر رہا ہوں، آئندہ برداشت نہیں کروں گا۔'' اس نے ہاتھ بڑھا کر عروبہ غضنفر کے آنسو پونچھے تھے۔

''میں نے آپ سے کبھی جھوٹ نہیں بولا، نہ آئندہ کبھی بولوں گی، آپ مجھ سے وعدہ کریں، مجھ سے دوبارہ کبھی خفا نہیں ہوں گے۔'' وہ بہت ڈر گئی تھی، یقین دہانی چاہتی تھی۔

''میں فارقلیط حسن وعدہ کرتا ہوں کہ مسز عروبہ فارقلیط حسن سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا اور عروبہ کو بھی مجھ سے وعدہ کرنا ہوگا کہ وہ کبھی مجھ سے جھوٹ نہیں بولے گی، کچھ نہیں چھپائے گی۔'' فارقلیط حسن نے ہاتھ عروبہ کے سامنے پھیلایا تھا جسے تھامنے میں اس نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا تھا، اس کی نرم ہمدرد اور دوستانہ مسکراہٹ پا کر عروبہ غضنفر کی جان میں جان آئی تھی، اس کا محبت بھرا لمس اس کے مشام جاں میں سکون اتار رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

دن بھر کا تھکا ہارا سورج اب سونے کو بیتاب تھا، شام نے اپنا سرمئی آنچل دھرتی پر پھیلا دیا تھا، پرندے اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے، فروا کمرے سے باہر نکل آئی تھی، اسے سارے گھر پر غیر معمولی خاموشی کا راج محسوس ہوا تھا، وہ آہستگی سے سیڑھیاں اتر کر کچن میں آ گئی، رونے کی وجہ سے سر اور آنکھوں میں شدید درد ہو رہا تھا۔

''لائیں بی بی میں چائے بنا دوں۔'' اپنے عقب میں اس نے ملازمہ کی آواز سنی۔

''نہیں شکریہ، میں بنا لوں گی۔'' اس نے انکار کیا، ملازمہ باہر نکل گئی، وہ چائے بنا کر کچن سے نکلی تو صوفیہ سے سامنا ہو گیا، وہ لاؤنج میں بیٹھی ہوئی تھیں، پریشانی ان کے چہرے سے مترشح تھی، فروا کو سامنے دیکھ کر ان کا غصہ بڑھ گیا تھا، وہ خاموشی سے ان کے پاس

سے گزر رہی تھی جب وہ اسے پکار بیٹھیں۔

''سنو لڑکی!'' وہ حقارت آمیز لہجے میں بولی تھیں، فروا رک گئی۔

''کیا صبح غضنفر نے تم سے کوئی بات کی تھی، کہیں جانے کا بتایا تھا؟ ان کا نمبر بند ہے، صبح سے گھر سے غائب ہیں۔'' وہ بہت پریشان دکھائی دے رہی تھیں۔

''مجھے نہیں معلوم۔'' وہ اس عورت سے شدید نفرت کرتی تھی۔ بات کرنا تو درکنار وہ اس کی شکل بھی دیکھنے کی روادار نہ تھی۔

''تم نے تو کچھ نہیں کہا انہیں؟'' وہ حیرت زدہ سی مڑی تھی۔

''میں نے؟'' اس نے انگلی سے اپنی جانب اشارہ کیا۔

''میں کیا کہوں گی بھلا؟'' اس نے آواز کو حتی المقدور نارمل رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''دیکھو میری بات کا برا نہ منانا، شوہر جیسا بھی ہو، اچھی اور سمجھدار لڑکیاں اس کے ساتھ نبھاہ کرنے کی کوشش کرتی ہیں، یوں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آ جانا کوئی عقلمندی تو نہیں ہے۔'' ان کی نصیحت بھری سرزنش اسے بالکل بھی نہ بھائی تھی، وہ واپس مڑی اور سہج سہج کر قدم اٹھاتی ان کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

''یہ میرا ذاتی معاملہ ہے، میں اس میں کسی کی مداخلت پسند نہیں کرتی۔'' اس نے صاف الفاظ میں کہا، اس کا اعتماد انہیں حیران کر گیا۔

''بالکل اسی طرح ہی خودسر تھی تمہاری ماں، وہ بھی اپنی ضد میں گھر چھوڑ کر تمہیں لے کر بھاگ گئی اور پھر دیکھ لیا۔''

''اُف!'' فروا کے صبر و ضبط کا پیمانہ لبریز ہو گیا، وہ غصے سے ہاتھ اٹھا کر بولی۔

''میری ماں گھر چھوڑ کر نہیں گئی تھیں، آپ نے سازشوں سے انہیں نکلوایا تھا۔'' فروا کی رگیں تن گئی تھیں، تنفس بے قابو ہونے لگا تھا۔

''میرے منہ لگنے کا نتیجہ جانتی ہو نہ۔'' وہ استہزائیہ انداز میں ہنسی تھیں، لمحہ بھر کو فروا کو ان سے خوف آیا تھا۔

''گل افزاء اور عروبہ کا حال تمہارے سامنے ہے۔'' فروا کو سامنے کھڑی اس عورت سے شدید نفرت محسوس ہوئی تھی۔

''میں آپ کی اصلیت اچھی طرح جانتی ہوں، مجھے بتانے کی ضرورت نہیں۔'' فروا نے طنز سے کہا، تو صوفیہ اس کی خود اعتمادی اور جرأت پر حیران رہ گئیں، وہ وہاں سے جانے لگی تھی پھر اچانک مڑی۔

''گل افزاء اور عروبہ کے ساتھ ساتھ نویلہ کا حال بھی میرے سامنے ہے۔'' وہ ان کی آنکھوں میں دیکھ کر بے خوفی سے بولی۔

''شٹ اپ۔'' صوفیہ نے ایک زناٹے دار تھپڑ اس کے منہ پر رسید کیا تھا، وہ اس اچانک حملے کے لیے قطعاً تیار نہ تھی اور نتیجے کے طور پر اندر داخل ہوتے ہوئے غضنفر علی کے قدموں میں جا گری، چائے اس کے ہاتھ اور پاؤں کو جلاتی زمین پر جا گری۔

''صوفیہ!'' غضنفر علی کی دھاڑ نے گھر کے در و دیوار کو ہلا دیا تھا، نویلہ بھاگ کر اپنے روم سے باہر آئی تھی، صوفیہ جو غضنفر علی کیا اس

اچانک آمد سے قطعی لاعلم تھیں، خوف کے مارے کانپ اٹھیں۔

انہوں نے نیچے جھک کر فروا کو اوپر اٹھایا، وہ دائیں گال پر ہاتھ رکھے، بے یقینی سے غضنفر علی کو دیکھ رہی تھی، جھیل سے نین کٹوروں میں پانی ایسے ٹھہر گیا تھا جیسے سیپ میں بند موتی، وہ خوفزدہ ہرنی کی مانند باپ کو دیکھ رہی تھی، انہوں نے اس کا سر پکڑ کر اپنے سینے سے لگایا اور اسے بازوؤں کے حصار میں لے لیا، اس کے آنسو غضنفر علی کے دل پر گر رہے تھے۔

''غضنفر۔۔۔!'' صوفیہ نے خشک لبوں پر زبان پھیری۔

''میں اسے سمجھا رہی۔۔۔''

''تم کون ہوتی ہو اسے سمجھانے والی، تمہاری۔۔۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری بیٹی پر ہاتھ اٹھانے کی۔'' شدت ضبط سے ان کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

''دفعہ ہو جاؤ یہاں سے، نکل جاؤ میرے گھر سے۔'' انہوں نے ہاتھ سے باہر کی جانب اشارہ کیا۔

''غضنفر ایک دفعہ میری بات۔۔۔''

''صوفیہ چپ ہو جاؤ، خاموش ہو جاؤ۔'' نویلہ نے اپنے باپ کو اس حالت میں کبھی نہ دیکھا تھا۔

اس کو ان کی اندرونی شکست و ریخت ان کے چہرے سے صاف دکھائی دے رہی تھی۔

''میری خوشیوں کو آگ لگائی، میری محبت، میری گل افزاء کو مجھ سے دور کیا، میری فروا میرے ہوتے ہوئے بھی یتیموں کی طرح پلی، میں ساری زندگی عروبہ سے نگاہیں نہیں ملا سکا، میں پچھلے انیس سالوں سے اپنی خوشیوں کے قاتل کو ڈھونڈ رہا تھا، مجھے تو پتا ہی نہ تھا کہ وہ آستین کا سانپ میرے ہی گھر میں میرے ساتھ موجود ہے۔'' غضنفر علی کی آواز بھرا گئی تھی۔ ان کے لب کپکپا رہے تھے، انہیں دیکھ کر نویلہ کی آنکھوں کی سطح پر نمی تیرنے لگی تھی۔

''غضنفر!'' صوفیہ نے بولنا چاہا۔

''گل افزاء نے کیسی تنہائی، بے بسی اور مجبوری کی زندگی گزاری، فروا باپ کے سائے سے محروم رہی۔'' غضنفر علی کی آنکھیں چھلک پڑی تھیں۔

''پاپا!'' نویلہ کی آنکھیں بھی برسنے لگی تھیں۔

''عروبہ ہر وقت ڈری سہمی رہتی تھی، تم نے اسے کبھی میرے قریب نہیں آنے دیا۔'' فروا ان کے حصار سے نکل گئی تھی۔

''تمہیں کبھی اپنے گناہوں پر پچھتاوا نہیں ہوا؟ کبھی مجھ پر ترس نہیں آیا؟'' فروا سیڑھیوں کی جانب بڑھی تھی۔

''غضنفر میں۔۔۔''

''نفرت کرتا ہوں میں تم سے۔'' غضنفر علی صوفیہ کی بات کاٹ کر بولے تھے۔

''اور خود سے بھی۔'' وہ صوفے پر ڈھے گئے تھے اور آنکھیں موند لیں، ان کی بند آنکھوں سے آنسو لڑی کی صورت نکل رہے تھے۔

''اگر مجھے ابھی نویلہ کی شادی نہ کرنی ہوتی تو میں تمہیں بھی طلاق دے دیتا۔'' نویلہ بھاگ کر باپ کے قریب آئی تھی، صوفیہ وہاں سے چلی گئی تھیں۔

''پاپا!'' نویلہ صوفے کے بازو پر بیٹھ گئی اور اپنا بازو ان کے شانوں کے گرد پھیلا کر سر ان کے کندھے پر رکھ لیا۔

''مت روئیں پلیز۔'' نویلہ ان کے گلے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی، غضنفر علی کے آنسو بھی تھمنے کا نام نہ لے رہے تھے۔

☆.....☆.....☆

''عروبہ سو جاؤ تم۔'' فارقلیط حسن نے اسے نرمی سے کہا۔

''آپ بھی تو جاگ رہے ہیں۔'' وہ ایک لمحے کے لیے بھی اس کو اکیلا نہ چھوڑنا چاہتی تھی۔

''میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔'' وہ انگشت شہادت اور انگوٹھے سے کنپٹیوں کو مسل رہا تھا۔

''چائے پئیں گے؟'' عروبہ نے جھٹ سے پیشکش کر ڈالی، فارقلیط حسن نے اثبات میں سر ہلا دیا، وہ کچن میں چلی گئی تھی، مگر فارقلیط حسن اس کے پاس نہیں آیا تھا، وہ چائے بنا کر لائی تو فارقلیط حسن لاؤنج میں نہیں تھا، وہ بیڈ روم میں آئی، وہ بیڈ پر نیم دراز آنکھیں موندے پڑا تھا۔

''فارقلیط!'' عروبہ نے اسے پکارا۔

''یہ چائے۔'' فارقلیط حسن نے جھٹ سے آنکھیں کھول دیں اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا، اس نے چائے کا کپ عروبہ سے لے لیا۔

''بہت مزیدار ہے چائے۔'' فارقلیط حسن نے ایک سِپ لیتے ہوئے کہا، عروبہ کچھ نہ بولی، بس خاموشی سے اسے دیکھے گئی، اسے ایک نامحسوس دیوار اپنے اور فارقلیط حسن کے درمیان حائل ہوتی محسوس ہوئی تھی۔

عروبہ کا جی چاہا وہ فارقلیط حسن کو بتائے کہ وہ اسے بہت چاہتی ہے، اس سے بے پناہ محبت کرتی ہے، مگر وہ ایسا نہ کہہ سکی، اسے بولنے سے خوف آ رہا تھا، کچھ کہنے سے ڈر لگ رہا تھا۔

وہ پوری رات بہت بے چین رہی تھی، سوتے میں بھی اس نے فارقلیط حسن کا ہاتھ تھامے رکھا تھا۔

''اللہ! فارقلیط حسن کے دل میں میری جو محبت آپ نے ڈالی ہے، اسے کبھی ختم نہ ہونے دینا۔'' فجر کی نماز پڑھ کر وہ روتے ہوئے دعا مانگ رہی تھی۔

''کیا مانگ رہی تھی؟'' وہ جائے نماز رکھ کر پلٹی تو فارقلیط حسن سامنے ہی کھڑا تھا، وہ تو اتنی جلدی نہیں جاگتا تھا۔

''جو میرا ہے، وہ ہمیشہ میرا رہے۔'' وہ آہستگی سے بولی۔

دوپٹے کے ہالے میں اس کا چہرہ چاند کی مانند دمک رہا تھا۔

''کون ہے تمہارا؟'' وہ بظاہر سرسری پوچھ رہا تھا۔

''آپ نہیں جانتے۔'' وہ مسکرائی۔

''شام کو تیار رہنا، شاپنگ پر جائیں گے، ڈنر بھی باہر کریں گے۔'' وہ اسے کہہ کر واش روم کی جانب بڑھ گیا، عروبہ اس کے لیے آج خود ناشتہ بنانا چاہتی تھی، اس نے یونیورسٹی سے چھٹی کر لی تھی۔

☆.....☆.....☆

عیسیٰ احمد واپس جانے لگا تھا اور جانے سے پہلے ایک مرتبہ وہ عروبہ سے بات کرنا چاہتا تھا، مگر عروبہ نے اس کی کال ریسیو کرنے کے باوجود اس سے بات نہ کی تھی۔

''مجھے عروبہ سے ملنا ہوگا۔'' وہ اس کے گھر کی جانب چل دیا تھا، نتائج سے بے پروا ہو کر، جانتا تھا یہ اتنا آسان نہیں، مگر اس کے لیے یہ ضروری ہو گیا تھا، ڈرائنگ روم میں بیٹھا، وہ شدتوں سے اس کا منتظر تھا۔

''السلام علیکم!'' عروبہ اندر داخل ہوئی تھی، عیسیٰ احمد نے کھڑے ہو کر اسے سلام کیا تھا، جبکہ اسے سامنے دیکھ کر عروبہ غضنفر کا حال ایسا تھا جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

''آپ۔۔۔ یہاں۔'' عروبہ غضنفر پر گویا حیرتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا، اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ آنے والا مہمان عیسیٰ احمد بھی ہو سکتا ہے۔

''عروبہ! مجھے صرف پانچ منٹ کے لیے آپ سے بات کرنی ہے۔'' عیسیٰ احمد لجاجت سے بولا تھا۔

''میں دو منٹ کے لیے بھی آپ کی بات نہیں سن سکتی، پلیز آپ یہاں سے چلے جائیں۔'' وہ تو پہلے ہی فارقلیط حسن کے کل کے رویے اور باتوں سے بہت ڈسٹرب تھی، وہ اندر سے ڈر گئی تھی، اب مزید ایسا کچھ نہ کرنا چاہتی تھی جس سے فارقلیط حسن اس سے ناراض ہوتا، کیونکہ اس کی ناراضی عروبہ کے لیے قابل برداشت نہ تھی۔

''عروبہ میرے پیرنٹس کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔'' وہ شدت غم سے نڈھال تھا۔

''مجھے بے حد افسوس ہوا سن کر۔'' عروبہ نے متاسف لہجے میں کہا، مگر وہ چاہتی تھی کہ عیسیٰ احمد فوراً وہاں سے چلا جائے۔

''عروبہ میں بہت برا ہوں۔'' عیسیٰ احمد دکھ کی شدت سے بے حال تھا۔

''اسی لیے تنہا رہ گیا ہوں۔'' اس نے عروبہ کے اداس چہرے کو دیکھا تھا، اس کی رتجگے کے باعث سرخ پڑتی آنکھیں عیسیٰ احمد کو

نا جانے کیا کیا کہانیاں سنا رہی تھیں، وہ اسے دیکھے گیا۔

''میں نے آپ کے ساتھ اچھا نہیں کیا عروبہ!'' وہ شرمندہ تھا۔

''اب ان باتوں کا کوئی فائدہ نہیں عیسیٰ!'' عروبہ نے اسے مزید بولنے سے روکا۔

''مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا عروبہ۔'' وہ بار بار ایک ہی بات دہراتا رہا۔

''جو ہو گیا ہم اسے بدل نہیں سکتے، یہ ایسا ہی لکھا تھا، یوں ہی ہونا تھا اور پھر اسی حادثے کے بعد ہی فارقلیط حسن میری زندگی میں آئے، شاید اسی طرح ہمارا ملن لکھا تھا۔'' عیسیٰ احمد اسے دیکھے گیا، کتنی عزیز تھی اسے وہ لڑکی، کیسے لمحوں میں وہ اس سے دور ہو گئی تھی۔

''شاید آپ نے مجھے دل سے معاف نہیں کیا، اسی لیے میں آج بھی بے سکون ہوں عروبہ، میں اس ایک پل کی کوتاہی کی سزا کاٹ رہا ہوں، جب میں آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ کر گیا تھا۔'' وہ سر جھکائے بیٹھا نادم دکھائی دیتا تھا۔

''میں نے آپ کو دل سے معاف کر دیا تھا، آپ اس وہم کو اپنے دل سے نکال دیں کہ شاید آپ کو میری آہ لگ گئی ہے۔'' گو کہ عروبہ نے اس سے کوئی دھواں دھار قسم کا عشق نہیں کیا تھا، مگر وہ اسے پسند ضرور کرنے لگی تھی، مگر وہ صرف ایک وقتی پسندیدگی اور بے نام سا جذبہ تھا، اب تو اس کا سب کچھ فارقلیط حسن ہی تھا، اس کے سامنے نہ تو عیسیٰ احمد کی کوئی حیثیت تھی اور نہ کسی اور کی۔

☆.....☆.....☆

فروا نے رو رو کے برا حال کر لیا تھا، اس نے دل میں تہیہ کر لیا تھا کہ وہ یہاں سے چلی جائے گی، دروازہ ناک ہوا تھا، مگر وہ ان سنی کیے پڑی رہی۔

''فروا'' غضنفر علی اندر آئے تھے، وہ اوندھی پڑی رو رہی تھی، وہ اس کے پاس بیٹھ گئے اور اس کے بالوں میں محبت سے انگلیاں پھیرنے لگے۔

''فروا! میری جان، مت رو، اٹھو بات سنو میری۔'' وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور خاموشی سے آنسو بہانے لگی، مگر ان کی طرف دیکھا نہیں۔

''اتنی خفا ہو کہ میری طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں۔'' انہوں نے فروا کی بے حد سوجی آنکھوں اور سرخ ناک کو بغور دیکھا، اس کی شکل بہت زیادہ گل افزاء سے ملتی تھی، وہ اسے محبت سے دیکھے گئے۔

''مجھے یہاں نہیں رہنا، یہاں سے جانا ہے، ابھی اور اسی وقت۔'' اس نے بے دردی سے آنسوؤں کو رگڑا۔

''ایسے مت جاؤ بیٹا۔'' انہوں نے فروا کے چہرے پر پھیلے بالوں کو ہٹا کر اس کے آنسوؤں کو پونچھا۔

''یہاں آنا میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی، یہاں وہ لوگ رہتے ہیں جن کی وجہ سے میری امی اور ہم دونوں بہنوں کی زندگیاں خراب ہوئیں۔'' وہ بہت غصے میں تھی اور تیز تیز بول رہی تھی۔

''پتا نہیں میں کیسے یہ بات بھول گئی، حالانکہ مجھے بھولنی نہیں چاہیے تھے۔'' اس کے آنسو پھر بہنے لگے تھے۔

''مت روفروا، تمہارے آنسو مجھے تکلیف دے رہے ہیں۔'' غضنفر علی منت کرنے لگے تھے۔

''رونے سے بھی تب ہی روکا جب خود کو تکلیف ہوئی، آپ کتنے خود غرض ہیں۔'' غضنفر علی کو اس کے آنسو بہت تکلیف دے رہے تھے، مگر ان کی ہزار خواہش اور کوشش کے باوجود بھی اس کے آنسو تھم نہ رہے تھے۔

''میری محبت پر شک مت کرو بیٹا۔'' وہ بے بسی سے بولے تھے۔

''تم چاہے مجھ سے دور رہی ہو، مگر ہو تو میرا خون، میرے جسم کا حصہ اور بیٹا جب جسم کے ایک حصے میں تکلیف ہو تو پورا جسم درد محسوس کرتا ہے۔'' وہ خود کو اس کا مجرم سمجھتے تھے، اس کے دکھوں کی وجہ۔

''اگر میری تکلیفوں پر درد محسوس کرتے تھے، تو مجھے اکیلے کیوں چھوڑا؟'' وہ سوال کر رہی تھی، ان سے اپنی محرومیوں کا جواب مانگ رہی تھی۔

''میں بتا چکا ہوں بیٹا مجھے آپ کے وجود سے لاعلم رکھا گیا، ورنہ میں اپنی بیٹی کو کبھی اپنے سائے سے محروم نہ رکھتا۔'' وہ وضاحت دے رہے تھے، مقصد اسے دکھ سے بچانا تھا۔

''میرے وجود سے لاعلم تھے، کیا امی کے وجود سے بھی لاعلم تھے؟ انہیں کس بات کی سزا دی؟'' اور اس مقام پر آ کر غضنفر علی ہارنے لگتے تھے۔

''گل افزاء نے غلطی کی تھی، گھر نہ چھوڑتی، میرے آنے تک کسی بھی طرح وہیں رہتی، میں لاعلم تھا وہ تو سب کی سازش سے باخبر تھی، وہاں سے جا کر اس نے میدان خالی چھوڑ دیا۔''

''آپ کبھی بھی اپنی غلطی نہیں مانیں گے، نفرت ہو رہی ہے مجھے آپ سے، آپ کے گھر سے اور۔۔۔ اور خود سے بھی۔'' اس نے چہرہ ہاتھوں میں ڈھانپ لیا، وہ بے بسی سے اسے دیکھے گئے۔

☆.....☆.....☆

فارقلیط حسن آفس آ کر کافی مصروف ہو گیا تھا، مگر اس کا ذہن عروبہ کی طرف ہی لگا ہوا تھا، اس کا دل اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ عروبہ معصوم ہے، وہ اسے ہی چاہتی ہے، مگر دماغ کچھ اور کہتا تھا۔

''میں تمہیں بہت چاہتا ہوں عروبہ! تم شاید جانتی نہیں تم میرے لیے کیا ہو، میری جان ہو، میرا چین، سکون، سب کچھ، میری زندگی، میری سوچیں، تم سے شروع ہو کر، تم پر ختم ہوتی ہیں۔'' وہ چیئر کی بیک سے پشت ٹکائے، آنکھیں موندے اس کے خیالوں میں گم تھا۔

''رات میں نے تم کو رلا دیا، ایسا کیوں کیا میں نے، بہت برا ہوں میں۔'' وہ خود کو برا بھلا کہنے لگا تھا، اس کا کام میں جی نہ لگ رہا

تھا، حسن بہزاد بھی آفس میں موجود نہ تھے، اصولاً اسے وہاں ہونا چاہیے تھا، مگر وہ موبائل اور والٹ اٹھا کر باہر کی جانب بڑھا، وہ جلد از جلد عروبہ کے پاس پہنچنا چاہتا تھا، اسے بتانا چاہتا تھا کہ وہ اسے کتنا چاہتا ہے۔

عروبہ کے آنسو یاد آ آ کر اسے بے چین کر رہے تھے، گاڑی جیسے جیسے گھر کے قریب جا رہی تھی، اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو رہی تھی۔

''آئی لو یو عروبہ، لو یو سو مچ۔'' اس نے گاڑی گھر کے باہر کھڑی کر دی تھی، اس کا ارادہ عروبہ کو ساتھ لے کر لانگ ڈرائیو پر جانے کا تھا۔

"You are my princess, You are my darling, You are my life." ۔ زیر لب گنگناتے ہوئے وہ اندر آیا تھا، عروبہ روم میں نہیں تھی، وہ اسے ڈھونڈنے لگا اور ڈرائنگ روم کے سامنے سے گزرتے ہوئے ٹھٹک کر رک گیا۔

''پلیز عیسیٰ احمد میری بات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔'' وہ آہستہ آواز میں بولتے ہوئے اس کی منتیں کر رہی تھی۔

''اگر فارقلیط آ گئے تو بہت پرابلم ہو جائے گی پلیز چلے جائیں۔'' وہ مسلسل منت کر رہی تھی، فارقلیط شاکڈ رہ گیا، اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ عروبہ اس سے اتنا بڑا جھوٹ بولے گی، ایسے دھوکہ دے گی۔

''کیا آپ اپنے ہزبینڈ سے محبت کرتی ہیں؟'' عیسیٰ احمد کے سوال پر فارقلیط حسن کی دھڑکنیں تھمنے لگی تھیں، اس کے کان جواب سننے کے لیے شدت سے منتظر تھے، جو بات اس نے آج تک فارقلیط حسن کے سامنے نہ کہی تھی، اسے یقین تھا اب وہ اس کا اقرار کرے گی، کیونکہ وہ جانتا تھا کہ عروبہ اس کے سامنے محبت کا اظہار کرنے سے شرماتی ہے۔

''آپ کو اس سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے۔'' اس کی امیدوں اور خوش فہمیوں کا محل لمحوں میں زمین بوس ہوا تھا، ایک لمحہ لگا تھا اور عروبہ غضنفر اور اس کے درمیان صدیوں کا فاصلہ پیدا ہو گیا تھا، جسے مٹانا فارقلیط حسن کو ناممکن لگ رہا تھا۔

''آپ تو بہت بڑے بڑے دعوے کرتے تھے نہ محبت کے اور جب ثابت کرنے کا وقت آیا تو مجھے چھوڑ کر بھاگ گئے، اس کے بعد میرے ساتھ جو بھی ہوتا یہ آپ کے concerns نہیں ہیں۔'' فارقلیط حسن نے دردیدہ نگاہوں سے بند دروازے کو دیکھا اور الٹے قدموں پلٹنے لگا، وہ بمشکل گاڑی تک پہنچا تھا۔

''نہیں عروبہ۔'' وہ گاڑی میں بیٹھ گیا تھا۔

''تم میرے ساتھ یہ دھوکہ نہیں کر سکتی۔'' اس نے سر اسٹیئرنگ پر مارا تھا۔

''بہت خلوص اور بڑی محبت کے ساتھ میں نے تمہیں اپنی زندگی میں شامل کیا تھا۔'' اس کی آنکھیں شدت ضبط سے سرخ انگارہ ہو رہی تھیں۔

''میرے لیے سب سے زیادہ امپورٹنٹ آپ ہیں، میں آپ کی ناراضی برداشت نہیں کر سکتی۔'' چند ثانیے وہ بے حس و حرکت

بیٹھا، اپنے گھر کو دیکھتا رہا اور پھر گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

شام سے رات ہوگئی، مگر وہ شہر کی سڑکوں پر بے مقصد گاڑی دوڑاتا رہا۔ اس کا دل غم کی شدت سے پھٹ رہا تھا، دماغ اس بات کو ماننے سے انکاری تھا، مگر جو اس نے اپنے کانوں سے سنا تھا وہ اسے جھٹلا بھی تو نہ سکتا تھا، رات گہری ہو رہی تھی، وہ ساحل کنارے کھڑا پانی کی آتی جاتی سرکش لہروں کو دیکھ رہا تھا، اس نے اپنا موبائل فون آف کر رکھا تھا۔

''کیوں کی میں نے تم سے اتنی محبت؟ کیوں عروبہ؟'' وہ زور سے چلایا، اس کے ضبط کی طنابیں ٹوٹنے لگی تھیں۔

''عروبہ! تم میری ہو، صرف میری۔'' وہ ریت پر پنجوں کے بل بیٹھ گیا تھا۔

''میری محبت نے میرے اظہار نے مجھے تمہارے سامنے بے وقعت بنا دیا، وہ تمہیں مجھ سے زیادہ تو نہ چاہتا ہوگا۔'' اس نے بالوں کو مٹھیوں میں جکڑ رکھا تھا، سرد ہوائیں اس کے بدن سے ٹکرا رہی تھیں، مگر اسے یکسر پروا نہیں تھی، نہ ہی کچھ ہوش تھا۔

نمی دے کر جو مٹی کو
مسلسل گوندھتے ہو تم
بتاؤ کیا بناؤ گے؟
کوئی کوزہ، کوئی مورت،
یا پھر محبوب کی صورت۔۔۔؟؟
سخن ور ہوں۔۔۔
کہو تو مشورہ اک دوں۔۔۔؟
یہ گھاٹے کا ہی سودا ہے
یہاں مٹی کی مورت کی
اگر آنکھیں بناؤ گے
تمہیں آنکھیں دکھائے گی
تراشو گے زباں اس کی
تو ترشی جھیل پاؤ گے۔۔۔؟
اگر جو دل بنایا تو
ہزاروں خواہشیں بن کر

تمہیں تم سے ہی مانگے گی

عطائے خلعت احمر

اسے خود سے بنائے گی

وہاں اپنی محبت کا

جو نادر تاج پہنانا

خدا خود کو ہی سمجھے گی

ابھی بھی وقت ہے بات مانو

ارادہ ملتوی کر دو

اسے مٹی ہی رہنے دو

وہ جس پر ہزاروں لڑکیاں مرتی تھیں، ہر وقت اس کی ایک نگاہ التفات کے لیے تڑپتی تھیں، مگر ان کے جذبات سے کھیلنا، ان کا مذاق اڑانا اس کا من پسند مشغلہ تھا، وہ جو بزنس ٹائیکون تھا، محبت کو فارغ اور بے وقوف لوگوں کا شغل سمجھتا تھا، خود محبت کا روگ پال بیٹھا تھا۔

''نہیں، میرے ساتھ ایسا نہیں ہو سکتا، میں نے تمہیں بہت چاہا ہے عروبہ۔'' اسے خبر ہی نہ ہوئی اور اس کی آنکھوں سے گرم سیال بہنے لگا، سردی کی یخ بستہ رات، ظالم سمندر کی سرکش موجوں کا بھیانک شور اور فارقلیط حسن جیسی مضبوط، مغرور چٹان کی توڑ پھوڑ ماحول کو وحشت ناک بنا رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

نویلہ دستک دے کر فروا کے روم میں داخل ہو گئی تھی، سامنے جو منظر اس نے دیکھا اس نے اسے رنجیدہ کر دیا تھا، فروا زار و قطار رو رہی تھی اور پاپا اس کے سامنے سر جھکائے بیٹھے تھے۔

''اس نے تھپڑ تمہارے منہ پر نہیں، میری روح پر مارا ہے فروا، میں کتنی تکلیف میں ہوں تم سوچ بھی نہیں سکتی۔'' پاپا کی درد میں ڈوبی آواز نویلہ کی سماعتوں سے ٹکرائی، تو وہ وہیں رک گئی۔

''بس اپنی ہی تکلیف کا پتا ہوتا ہے آپ کو، آپ ایک خود غرض انسان ہیں۔'' وہ بپھر اٹھی تھی۔

''غضنفر صاحب مجھے آپ کی ہمدردیوں کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ اس کے جلے ہوئے ہاتھ اور پاؤں پر مرہم لگانا چاہتے تھے، مگر فروا نے غصے سے انہیں دھتکار دیا۔

''فروا آپی آپ کو پاپا سے اس طرح بات نہیں کرنی چاہیے۔'' نویلہ اپنے باپ کی بے عزتی برداشت نہیں کر سکتی تھی، وہ سمجھ سکتی تھی

اس وقت وہ کتنے ٹوٹے ہوئے ہیں اور نویلہ ان کے بکھرنے سے ڈرتی تھی۔

''تم تو ایسے ہی کہو گی نویلہ۔'' فروا نے توپوں کا رخ اس کی طرف کیا۔

''زندگی نے ہر رشتہ، ہر چیز تمہیں دے دی، تم میری تکلیف کو کیا سمجھو۔'' اس کی بات پر نویلہ اذیت بھرے انداز میں مسکرائی اور اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

''کسی کو بھی سب کچھ نہیں ملتا فروا آپی۔'' غضنفر علی نے بیٹی کے مرجھائے چہرے کو بغور دیکھا تھا۔

''ہر ایک دکھوں کا بوجھ اٹھائے پھر رہا ہے، ہر ایک اپنے اندر نا جانے کتنی اذیتیں لیے گھوم رہا ہے، بس ہر ایک کا غم کا بوجھ اٹھانے کا طریقہ مختلف ہے۔'' نویلہ نے مدبرانہ انداز میں کہا، غضنفر علی اٹھ کھڑے ہوئے اور دروازے کی جانب بڑھے۔

''تمہیں کیا دکھ ہے نویلہ، تم تو اپنے پیرنٹس کے پاس ہو، تم نے انہیں ہمیشہ اکٹھے دیکھا ہے۔'' فروا کے لہجے کی حسرتوں کو محسوس کرتے ہوئے غضنفر علی تڑپ کر مڑے تھے۔

''کبھی کبھی پیرنٹس کو اکٹھے دیکھنا بھی اذیت ناک ہوتا ہے فروا آپی۔'' غضنفر علی کا ہینڈل گھماتا ہوا ہاتھ وہیں رک گیا۔

''جب پیرنٹس ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں تو بچوں کو بھی تحفظ کا احساس ہوتا ہے، مگر جب ان کا آپس میں سلوک یا اتفاق نہ بنے تو ہر وقت ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہم بھی کوئی بوجھ ہیں اور ہمارے سر پر موجود چھت نا جانے کب اڑ جائے۔'' اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔

''یقین اور بے یقینی کی کیفیت کے درمیان رہ کر جینا بہت اذیت ناک ہوتا ہے فروا آپی۔''

غضنفر علی ساکت کھڑے تھے۔

''جسے آپ بہت چاہتے ہوں، اسے آپ کی آنکھوں کے سامنے بہت تکلیف دی جائے اور آپ کچھ بھی نہ کر سکیں، یہ سب دیکھنا بہت مشکل ہوتا ہے فروا آپی۔'' نویلہ کی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھرنے لگی تھیں، وہ اٹھی اور تیزی سے مڑی، اس کی نظریں غضنفر علی سے ٹکرائیں، وہاں اذیتوں کا ایک جہاں آباد تھا، چند ثانیے انہیں دیکھتی رہی اور پھر باہر نکل گئی۔

وہ اپنے کمرے میں آ گئی تھی اور موبائل ڈھونڈنے لگی، جلد ہی اسے وہ کتابوں کے نیچے سے مل گیا تھا، اس نے عروبہ کا نمبر ملایا، ایک بار، دو بار، سہ بار، کال نہیں جا رہی تھی، نمبر بند تھا۔

''عروبہ کال اٹھائیں۔'' وہ زیرِ لب بڑبڑائی تھی، مگر بہت بار ٹرائی کرنے کے بعد بھی کال ریسیو نہیں ہوئی، بلکہ کال جا ہی نہ رہی تھی۔

''اف خدایا، کیا کروں؟'' اس نے سر تھام لیا۔

''کیسے اپنے ٹوٹے ہوئے رشتوں کو جوڑوں، اس وقت عروبہ آپی کا فروا آپی سے ملنا بہت ضروری ہے، فروا آپی کو دکھ اور احساس

تنہائی سے صرف وہی نکال سکتی ہیں۔'' وہ سوچوں میں گھری بیٹھی تھی جب غضنفر علی دستک دے کر اندر آئے تھے۔

''آئیں پاپا۔'' انہیں سامنے دیکھ کر وہ مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''بہت برا ہوں میں نویلہ۔'' غضنفر علی ایک دم ہی بہت بوڑھے اور کمزور لگنے لگے تھے، نویلہ تیزی سے ان کے سامنے جا کھڑی ہوئی تھی۔

''آپ اس دنیا کے سب سے اچھے پاپا ہیں۔'' اس نے محبت سے مسکراتے ہوئے ان کی طرف دیکھا۔

''وقت نے آپ کے خلاف سازش کی، آپ اس کو خود پر حاوی مت کریں۔'' وہ خاموشی سے اسے دیکھ رہے تھے۔

''بلاوجہ خود کو بلیم مت کریں۔'' غضنفر علی کا اجڑا بکھرا حلیہ نویلہ کے دل پر برچھیاں چلا رہا تھا۔

''میں فروا کی آنکھوں میں اپنے لیے نفرت دیکھ کر مرنے لگتا ہوں، وہ مجھے میرا نام لے کر پکار رہی تھی، وہ مجھے اپنا باپ نہیں سمجھتی اور سمجھے بھی کیسے۔۔۔'' ان کی آواز بھرا گئی تھی، وہ نگاہیں جھکا گئے تھے۔

''وہ آپ سے نفرت نہیں کرتی ہے۔'' نویلہ نے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔

''آپ کی کوئی بھی بیٹی آپ سے نفرت نہیں کر سکتی پاپا۔'' نویلہ نے عقیدت سے ان کی طرف دیکھا تھا۔

''میں نے جو کچھ گل افزاء کے ساتھ کیا، اس کی سزا تو مجھے ملنی ہے اور آخری سانس تک ملے گی۔'' فروا کا رویہ ان کے احساس گناہ میں اضافہ کر رہا تھا، وہ ہارنے لگے تھے۔

''پاپا! ایک آئیڈیا ہے میرے پاس، فروا آپی کو منانے کے لیے۔'' نویلہ نے انہیں امید کی کرن دکھائی۔

''کیا؟'' انہوں نے آس بھری نظروں سے نویلہ کو دیکھا۔

''آپ ادھر بیٹھیں پاپا۔'' اس نے انہیں بٹھایا اور خود ان کے سامنے بیٹھ گئی، غضنفر علی بغور اس کی بات سن رہے تھے۔

☆.....☆.....☆

موسیٰ علی کو جب سے یہ پتا چلا تھا کہ فروا اس کے خاندان کی لڑکی ہے، وہ دل ہی دل میں خوش تھا، اسے یقین تھا کہ اس کے پیرنٹس اس مسئلے کو حل کر لیں گے۔

اس نے فروا سے ملنے، بات کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کر ڈالی تھی، مگر نہ تو وہ بات سن رہی تھی اور نہ ہی غضنفر علی، پریشان ہو کر اس نے ماما سے بات کی تھی اور اس کے والدین فوراً پاکستان آ گئے تھے، وہ انہیں بتائے بغیر دوسری شادی کر چکا ہے، پہلے تو اس بات پر خفا ہوئے، مگر پھر اس کی پریشانی اور معصب کے چڑچڑے پن اور رونے کو دیکھ کر انہوں نے اسے معاف کر دیا تھا۔

''موسیٰ!'' وہ اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا جب ماما اس کے پاس آئی تھیں، معصب دادا کے ساتھ آئسکریم کھانے گیا ہوا تھا۔

''وہ واپس آ جائے گی، ڈونٹ وری۔'' انہوں نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے نرمی سے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

''میں نے اس کے ساتھ بہت برا کیا ماما۔'' اس کے لہجے میں پچھتاوا تھا، ایک محسوس کیا جانے والا کرب۔

''وہ بہت اچھی ماں کی بیٹی ہے، معاف کر دے گی تمہیں۔'' ماما نے اس کی پریشانی دور کرنے کے لیے کہا۔

''اسی بات کا تو دکھ ہے ماما۔'' اس نے ان کی طرف دیکھا۔

''میں ہر بار بہت برا کرتا ہوں اور وہ ہر بار مجھے معاف کر دیتی ہے، اسے اب مجھے معاف نہیں کرنا چاہیے۔'' وہ شدید قسم کے احساس جرم میں مبتلا تھا۔

''اب وہ آ جائے گی تو اس کی قدر کرنا، اسے محبت دینا، زندگی بار بار موقع ہر کسی کو نہیں دیتی، ایسا نہ ہو وہ بھی عنیزہ کی طرح جائے اور پلٹ کر نہ آئے۔'' انہوں نے اسے سمجھانے کے لیے کہا، مگر ان کی بات نے اسے جھنجھوڑ ڈالا۔

''اللہ نہ کرے ماما۔'' وہ بے چینی سے بولا تھا، انہوں نے بیٹے کی جانب دیکھا۔

''میں اب اسے کھونا نہیں چاہتا۔'' موسیٰ علی نے قدرے متفکر لہجے میں کہا۔

''اسے واپس لے کر آؤں گا اور سر آنکھوں پر بٹھاؤں گا۔'' وہ مصمم ارادہ کر چکا تھا، اس کی ماما مسکرا دیں۔

☆.....☆.....☆

عیسیٰ احمد کے جانے کے بعد عروبہ خوب دل لگا کر تیار ہوئی اور لاؤنج میں بیٹھ کر فارقلیط حسن کا انتظار کرنے لگی۔

ایک گھنٹہ، دو گھنٹے، تین گھنٹے اور پھر وقت سولی پر لٹکتے ہوئے گزرنے لگا، عروبہ نے فارقلیط حسن کو کئی کالز کر ڈالیں، مگر جواب ندارد۔

''کہاں چلے گئے؟'' عروبہ بے چینی میں ادھر سے ادھر ٹہلنے لگی، کچھ سمجھ نہ آ رہی تھی کہ کیا کرے، کس سے پوچھے، حسن بہزاد بھی بزنس ٹور پر انگلینڈ گئے ہوئے تھے۔

''فارقلیط حسن پلیز واپس آ جائیں۔'' وہ دکھ، پریشانی اور بے بسی کے احساس تلے دب کر رونے لگی تھی۔

''عروبہ بی بی آپ سے ملنے کوئی آیا ہے۔'' وہ ملازمہ کی آواز سن کر مڑی تھی، باہر بادل گرجا تھا اور ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو گئی تھی۔

''مجھے کسی سے نہیں ملنا۔'' اس نے خوفزدہ ہو کر لاؤنج کی گلاس وال سے باہر دیکھا تھا۔

''لیکن وہ نوے۔۔۔''

''میں نے کہا نہ مجھے کسی سے نہیں ملنا، جا کر کہہ دو کہ عروبہ گھر پر نہیں ہے۔'' وہ واپس پلٹی اور اپنے بیڈروم میں آ گئی، بیڈروم کی کھڑکی سے اس نے بابا اور نویلہ کو جاتے ہوئے دیکھا۔

''بابا!'' اس کے لبوں نے بے آواز جنبش کی، اس کا جی چاہا بھاگ کر ان کے گلے لگ جائے اور خوب روئے، مگر وہ لمحوں میں اس

کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے۔

''بابا میں بہت اکیلی ہو گئی ہوں۔'' ہر طرف اندھیرا پھیلنے لگا تھا، اسے شدید گھٹن کا احساس ہونے لگا تھا، وہ باہر آ گئی تھی اور لاؤنج کی گلاس وال سے برستی بارش کو دیکھنے لگی تھی۔

''بے فکر رہیں میں آپ کی عزت پر کوئی بات نہیں آنے دوں گا، آپ ہر مشکل میں مجھے اپنے ساتھ کھڑا ہوا پائیں گے۔'' ایک ہمدرد، مہربان اور نرم سا لہجہ اس کے آس پاس گونجنے لگا تھا۔

''فارقلیط!'' وہ گھبرا کر مڑی تھی۔

''میں نے کہا تھا نہ مجھے ان آنکھوں میں آنسو نہیں چاہئیں، پھر کیوں بھول گئی تم یہ بات۔'' اس نے اپنے گالوں پر پھسلتے آنسوؤں کو محسوس کیا تو بے دردی سے انہیں رگڑ ڈالا۔

''محبت کرنے والے عجیب ہوتے ہیں، سر پھرے اور دیوانے، کیا تمہیں میری محبت پر یقین ہے؟'' گمبھیر لہجہ اس کے آس پاس گونجا تھا۔

''کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟'' وہ تیزی سے فون کی طرف بڑھی اور ایک مرتبہ پھر نمبر ڈائل کرنے لگی۔

''ہاں، ہاں میں آپ سے محبت کرتی ہوں فارقلیط حسن، بلکہ عشق کرتی ہوں آپ سے۔'' نمبر بند جا رہا تھا، اس نے مایوس ہو کر ریسیور کریڈل پر ڈال دیا تھا۔

''ایک دفعہ آ جائیں فارقلیط! آج میں آپ کو بتا دوں گی کہ میں آپ کی دیوانی ہو چکی ہوں، آپ کے بغیر ایک پل نہیں رہ سکتی۔'' وہ باہر نکل آئی تھی، برستی بارش میں وہ گیٹ کے سامنے ٹہلنے لگی تھی۔

''میں تو سوچ رہا تھا کہ تم سو رہی ہو گی، لیکن اب پتا چلا کہ ہے آگ دونوں طرف برابر لگی ہوئی۔'' ٹہل ٹہل کر اس کی ٹانگیں شل ہو گئی تھیں۔

''نہیں اللہ میاں جی، ایسا مت کرنا، میں یہ برداشت نہیں کر سکتی۔'' وہ زمین پر بیٹھتی چلی گئی اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔

''مجھ سے میرا سب کچھ لے لو، مگر فارقلیط حسن مجھے واپس لوٹا دو۔'' اس کے منہ سے چیخیں نکل رہی تھیں جو کہ بارش کی آواز کے ساتھ دب رہی تھیں۔

''جس سے محبت کی جائے اسے ہر وقت آنکھوں کے سامنے رکھنا بھی تو ضروری ہوتا ہے، کیا میں نے تم کو قید کر رکھا ہے؟'' اسے فارقلیط حسن کا کہا گیا ایک ایک لفظ ازبر تھا۔

''فارقلیط حسن آ جائیں واپس، آ کر دیکھیں آپ کی عروبہ کتنی تنہا ہے، مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے، پلیز واپس آ جائیں فارقلیط۔''

اس کے کپڑے بھیگ چکے تھے، پورا جسم بارش میں بیٹھنے کی وجہ سے برف کی سل بنا ہوا تھا۔

رات کے اڑھائی بجے کا وقت تھا جب گاڑی گیٹ سے اندر داخل ہوئی تھی۔

وہ پتھر کا بت بنی وہیں زمین پر کیچڑ میں بیٹھی ہوئی تھی، فارقلیط حسن گاڑی میں سے اتر کر اس کے قریب آیا تھا۔

''فارقلیط!'' اس نے اپنا ہاتھ عروبہ کی جانب بڑھایا، وہ بھاگ کر اس سے لپٹ گئی تھی۔

''کہاں چلے گئے تھے آپ؟ کیوں کیا میرے ساتھ ایسا، اگر آپ اب نہ آتے تو میں مر جاتی فارقلیط، مجھے ایسا لگا میں نے آپ کو بھی کھو دیا۔'' اس کے سینے پر سر رکھے وہ بچوں کی طرح رو رہی تھی۔

اور فارقلیط حسن کا ذہن اس کے لفظوں سے الجھ کر رہ گیا، اسے آہستگی سے خود سے علیحدہ کر کے وہ اندر کی جانب بڑھا، عروبہ شاکڈ رہ گئی۔

''فارقلیط!'' وہ اس کے پیچھے بھاگتی ہوئی اندر آئی تھی۔

''چینج کرو اور سو جاؤ۔'' وہ سرد اور سپاٹ لہجے میں بولا۔

''کیا؟'' وہ شاکڈ رہ گئی، اسے اتنی اذیت میں مبتلا کرنے کے بعد وہ آیا تھا اور اس کا یہ لیا دیا انداز عروبہ کی جان نکال رہا تھا، اسے ہکا بکا چھوڑ کر وہ چینج کرنے چلا گیا تھا۔

''فارقلیط! آپ کو کیا ہوا ہے؟ صبح تو آپ۔۔۔''

''عروبہ میں بہت تھکا ہوا ہوں، مجھے سونے دو۔'' وہ چینج کر کے نکلا تو عروبہ اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی، مگر وہ روکھائی سے بولتا ہوا اس کے سامنے سے ہٹ گیا۔

''آپ جانتے ہیں میں کتنی پریشان تھی آپ کی وجہ سے۔'' وہ لیٹ چکا تھا، عروبہ اس کے پاس گئی، اس کے قریب بیٹھ کر اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگی۔

''عروبہ ان چونچلوں کی ضرورت نہیں ہے، تھوڑی سی بڑی ہو جاؤ پلیز، کب تک یہ بچوں والی حرکتیں کرو گی؟'' فارقلیط حسن کی بات پر چھن سے اس کے اندر کچھ ٹوٹا تھا۔

''فارقلیط!'' وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی، مگر وہ آنکھیں موندے لیٹا ہوا تھا، دل اور جذبات پر جبر کیے ہوئے، ورنہ جی چاہ رہا تھا کہ آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگا لے، اس کے تمام آنسو پونچھ ڈالے، وہ جانتا تھا اس نے یہ وقت کتنی مشکل سے گزارا ہوگا۔

''آپ مجھ سے ناراض ہیں فارقلیط؟'' اس سے رہا نہ جا رہا تھا، فارقلیط حسن کی بے رخی اس کی جان لے رہی تھی۔

''نہیں۔'' وہ سختی سے بولا۔

''اور پلیز اب لائٹ آف کردو، بہت تھکا ہوا ہوں۔'' اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ خود پر ضبط کھو رہا ہے، اسے عروبہ کے آنسو ڈسٹرب کر رہے تھے، اس نے اٹھ کر لائیٹ آف کردی تھی، مگر وہ خود لیٹی نہیں تھی، اچانک فارقلیط حسن کو اپنے پیروں پر نمی محسوس ہوئی تھی۔

''عروبہ!'' وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور سائیڈ ٹیبل لیمپ آن کردیا۔

''مجھے معاف کردیں، فارقلیط میں نہیں جانتی اب آپ کس بات پر خفا ہیں، مگر آپ کی خفگی میری جان لے لے گی۔'' وہ سسک رہی تھی اور سسکتے سسکتے اس نے اپنے ہاتھ فارقلیط حسن کے پاؤں پر رکھ دیئے تھے۔

''میں آفس میں بزی تھا۔'' عروبہ کو اس طرح روتے دیکھ کر وہ تکلیف محسوس کر رہا تھا۔

''جھوٹ بول رہے ہیں آپ۔'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔

''میں نے بتایا تھا نہ کہ میں بہت برا ہوں، اچھا صرف تمہارے لیے بنا ہوں، محبت بھی صرف تم سے کرتا ہوں اور سچ بھی صرف تم سے بولتا ہوں۔'' عروبہ کے آنسو ایک تواتر سے بہہ رہے تھے، وہ کسی بے بس مجرم کی طرح ملتجی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔

''اگر میری اچھائی، برائی میں بدلی تو اس کی وجہ تم ہوگی عروبہ۔'' اس نے عروبہ کے ہاتھ اپنے پاؤں سے ہٹائے تھے۔

''میرا جھوٹ تمہیں تکلیف دے رہا ہے تو تم خود کب مجھ سے سچ بول رہی ہو۔'' وہ اس کے لب و لہجے اور الفاظ میں در آنے والی بیگانگی کو محسوس کرتے ہوئے مرنے لگی تھی۔

''مجھے آپ کی محبت کی عادت ہے، میری عادتیں بگاڑ کر مجھ سے ایسا نہ کریں، میں مر جاؤں گی فارقلیط۔'' وہ ہاتھ جوڑنے لگی تھی۔

''آپ اچھے ہیں یا برے، میرے لیے بہت اہم ہیں، میں اس دنیا میں سب سے زیادہ آپ سے محبت کرتی ہوں، بابا سے بھی۔۔۔ زیادہ۔'' کوئی اور وقت ہوتا تو فارقلیط حسن اس کے منہ سے اظہار محبت سن کر خوشی سے جھوم اٹھتا مگر اسے اب عروبہ کی کسی بات پر اعتبار نہ تھا۔

''محبت؟'' وہ استہزائیہ انداز میں ہنسا۔

''اور مجھ سے؟'' وہ بیڈ پر نیم دراز ہوگیا، کراؤن سے ٹیک لگائے وہ اسے دیکھ رہا تھا۔

''میں تمہارے منہ سے محبت کے دو میٹھے بول سننے کے لئے ترستا رہا اور تم مجھے ترساتی رہی، کل رات تک تو ایسی کوئی بات تم نے نہ سوچی، نہ کہی، پھر یہ اچانک انکشاف کیسے ہوا کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟'' وہ اس کی محبت کا یقین نہ کر رہا تھا، عروبہ پر ایک اور عذاب اترا تھا۔

''مجھے ڈر لگتا تھا فارقلیط کہ اگر میں اظہار کروں گی تو آپ کو کھو دوں گی۔'' اس نے اپنے اندیشے اسے بتائے تھے، مگر اب وقت اس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

''تو کتنے لوگوں سے اظہار کر چکی ہو اب تک محبت کا؟'' اس نے طنز کیا، عروبہ دھک سے رہ گئی۔

''میں نے صرف آپ سے محبت کی ہے، اظہار بھی صرف آپ سے کیا ہے۔''

''اگر ہمارے درمیان بچے کی زنجیر نہ ہوتی تو میں تم کو آج اپنی زندگی سے نکال دیتا۔'' عروبہ کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا۔

''مگر اب ایسا نہیں کروں گا، بے فکر ہو کر سو جاؤ۔''

''اتنی بڑی بات، اتنی آسانی سے کہہ دی آپ نے۔'' اس نے سر فارقلیط حسن کے پاؤں پر رکھ دیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''پلیز میرے ساتھ ایسا نہ کریں، میں۔۔۔ برداشت نہیں کر سکتی، میں ایسے۔۔۔ سو۔۔۔ نہیں سکتی۔'' فارقلیط حسن نے بمشکل اسے اوپر اٹھایا۔

''اگر تم ایسے ہی کرتی رہی تو میں باہر چلا جاؤں گا۔'' وہ التجائیہ انداز میں اسے دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلانے لگی تھی۔

''آپ کے سوا میرا کوئی نہیں ہے، آپ تو میرے ساتھ ایسا مت کریں، آج نویلہ۔۔۔ آئی۔۔۔ تھی۔۔۔ اور میں نے اس سے بات نہیں کی، میں آپ کی ہر بات مانوں گی، مگر پلیز مجھ سے خفا مت ہوں، مجھ سے دور مت کریں خود کو۔'' روتے روتے اس نے ایک مرتبہ پھر اپنا سر اس کے پاؤں پر رکھ دیا تھا، فارقلیط حسن جیسے ہارنے لگا تھا۔

''اور بھی کوئی آیا تھا؟'' وہ قدرے نرمی سے بولا تھا، عروبہ چونکی مگر اس وقت وہ اسے عیسیٰ احمد کے متعلق نہ بتانا چاہتی تھی۔

''نن۔۔۔ نہیں۔'' عروبہ نے سر نفی میں ہلایا، فارقلیط حسن دوبارہ لیٹ گیا۔

''اب مجھے ڈسٹرب مت کرنا، ورنہ میں چلا جاؤں گا۔'' وہ دوبارہ لیٹ گیا، عروبہ رونے لگی تھی، بالآخر وہ اٹھ کر باہر نکل گیا، عروبہ نے اسے روکنا چاہا تو فارقلیط حسن نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا، وہ اسٹڈی روم میں آ گیا باقی رات دونوں نے جاگ کر گزاری تھی۔

☆.....☆.....☆

وہ حیرت زدہ سی کھڑی، بے بسی کے عالم میں گیسٹ روم کے در و دیوار کو دیکھ رہی تھی کہ دروازہ ایک مرتبہ پھر کھلا تھا۔

''آپ کھڑی کیوں ہیں، بیٹھیے نہ پلیز۔'' وہ شخص نگاہیں جھکاتے ہوئے عقیدت و احترام سے انہیں کہہ رہا تھا، وہ خالی الذہنی کی کیفیت میں اسے دیکھ رہی تھیں، مگر کچھ کہہ نہ سکیں۔

''یہ میں آپ کے لیے کپڑے لایا ہوں، چینج کر لیں، ابھی تو آپ کی بیٹی کا ہی ڈریس ہے، صبح نئے لے آؤں گا۔'' وہ بہت نرم، ہمدرد اور اپنائیت بھرے لہجے میں بول رہا تھا۔

''مجھے یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔'' وہ تڑپ کر بولی تھیں۔

''آپ نے کچھ غلط نہیں کیا۔'' وہ آہستگی سے بولا۔

''آپ کی بیٹی کا گھر ہے اور۔۔۔'' اس نے پل بھر کا توقف کیا۔

''اور میرا بھی، آپ بے فکر ہو کر رہیں یہاں۔'' اس عورت نے تیزی سے اپنا جھکا ہوا سر اوپر اٹھایا تھا۔

''میں صبح ہوتے ہی یہاں سے چلی جاؤں گی۔'' وہ اس سے زیادہ خود کو تسلی دے رہی تھیں۔

''ریلیکس ہو جائیں۔'' وہ اسے وہیں چھوڑ کر کچن میں آ گیا، اچھی سی چائے بنا کر ساتھ میں کچھ کھانے کی چیزیں لے کر وہ اس کے روم میں واپس آیا۔

''یہ چائے پی لیجئے۔'' وہ لباس تبدیل کر چکی تھی۔

''ارے آپ کے ہاتھ پر زخم کیسا؟'' اس کی نظروں کے تعاقب میں اس نے اپنے ہاتھ کی جانب دیکھا اور انگلی پر موجود زخم کو دیکھ کر وہ زخمی پن سے مسکرا دی۔

''میری روح پر اس سے ہزاروں گنا بڑے زخم لگے ہوئے ہیں، جسم کے زخموں پر تو مرہم لگ جاتا ہے، روح کے زخموں کا کیا کروں؟'' وہ خاموش کھڑی سوچ رہی تھی۔

وہ باہر نکل گیا، کچھ ہی دیر میں اس کی واپسی ہوئی، اس کے ہاتھ میں فرسٹ ایڈ باکس تھا۔

''اللہ پاک سب کو آپ جیسا داماد دے۔'' وہ انہماک سے ہاتھ پر بینڈیج کر رہا تھا، ان کی بات سن کر شا کی نظروں سے ان کی جانب دیکھا۔

''چائے پی لیں۔'' وہ باہر نکل گیا، انہوں نے کسی چیز کو ہاتھ تک نہ لگایا تھا، بیڈ پر لیٹتے ہی دل میں ٹیسیں سی اٹھنے لگی تھیں۔

کوئی مجھ کو ایسی دلیل دے
کہ میں توڑ کر ترے نقش
آنکھ کی پتلیوں سے مٹا سکوں
کوئی مجھ کو ایسی دلیل دے
کہ میں دل سے تری
عمر بھر کی رفاقتوں کو مٹا سکوں
کوئی مجھ کو ایسی دلیل دے
کہ میں عمر بھر تیری یاد کا
کوئی جشن ہی نہ منا سکوں
جو نہیں تو پھر۔۔۔میرے ہمنوا
مجھے یاد کر، مجھے یاد آ۔۔۔!

☆.....☆.....☆

نویلہ اور غضنفر علی ناکام لوٹے تھے، مگر وہاں فروا واپس جانے کے لیے تیار بیٹھی تھی۔

''ڈرائیور سے کہہ کر مجھے گھر بھجوا دیں۔'' اس کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں، ناک سرخ ہو رہی تھی۔

''موسیٰ علی خود لینے آئے گا، ایسے نہیں جانے دوں گا میں۔'' وہ اس کے سامنے چیئر پر بیٹھ گئے تھے۔

''جب ہارنا شرط ٹھہری تو کیا فائدہ کہ جیتنے والے کو دعوت دی جائے کہ آ کر ہماری ہار کا تماشا دیکھے۔'' اس نے بھاری آواز میں کہا۔

''آج تو موسم بہت خراب ہے، کل میں خود چھوڑ آؤں گا بیٹا۔'' وہ ازلی نرم لہجے میں بولے۔

''میں خود چلی جاتی ہوں۔'' وہ ضدی پن سے بولی۔

''مجھے معاف چاہے نہ کرو، مگر مجھ سے ناراض ہو کر مت جاؤ۔'' وہ شکستہ لہجے میں بولے، فروا نے ان کی بات مان لی تھی اور رک گئی، اگلے روز وہ ناشتے کے بعد جانے کے لیے تیار ہو گئی تھی، نویلہ بے حد اداس تھی، غضنفر علی بہت غمگین دکھائی دے رہے تھے۔

''آتی رہیے گا فروا آپی۔'' اس سے گلے ملتے ہوئے نویلہ کی پلکیں نم ہونے لگی تھیں، اس کا بھی دل بھرانے لگا تھا، مگر وہ خود پر ضبط کیے کھڑی تھی۔

موسیٰ علی کی ماما ان لوگوں کو دیکھ کر خوشگوار حیرت میں مبتلا ہو گئی تھیں۔

''میں اپنی بیٹی آپ کے حوالے کر کے جا رہا ہوں بھابھی، اب اگر موسیٰ نے اسے ہرٹ کیا تو میں اسے ہرگز معاف نہ کروں گا۔'' معصب علی اسے دیکھ کر بہت خوش تھا اور اس کی گود سے ہی نہ اتر رہا تھا۔

''اب آپ کو شکایت نہ ہو گی۔'' انہوں نے غضنفر علی کو تسلی دیتے ہوئے کہا، فروا وہاں سے اٹھ کر کمرے میں چلی گئی تھی، جانے سے پہلے غضنفر علی اس کے کمرے میں آئے تھے۔

''میں آتا رہوں گا ملنے۔'' فروا نے غصے سے ان کی جانب دیکھا تھا۔

''اس کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ سرد لہجے میں بولی۔

''مجھے تو ہے۔'' وہ کہہ گئے۔

''جب کسی کو بہت تکلیف دے کر مار دیا جائے نہ غضنفر صاحب تو پھر اپنے دل کی تسلی کے لیے اس کی قبر پر چادر اور پھول چڑھانے بھی نہیں جانا چاہیے، کیونکہ ان چیزوں کا مرنے والے کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔'' وہ آنسو ضبط کرتے ہوئے بولی۔

''انجانے میں، یا غلطی سے کیا گیا قتل بھی اللہ معاف کر دیتا ہے اور میں نے کوئی قتل نہیں کیا بیٹا۔''

''آپ قاتل ہیں، میری امی کی خوشیوں کے، ان کے اعتبار کے، افسوس دنیا میں ایسی کوئی عدالت نہیں جو اعتبار کا قتل کرنے والوں کو سزا دے اور یہی نہیں آپ میری محرومیوں کے ذمہ دار ہیں، موسیٰ علی کو میری کوئی ضرورت نہیں۔

❁ ❁

ناول ''می رقصم'' ابھی جاری ہے۔ اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی 20 تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

قسط نمبر 15

''اس شخص کو مجھ سے محبت نہیں ہے، کئی بار اس نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا ہے، میں اس شخص کی شکل بھی نہ دیکھنا چاہتی تھی، مگر میں اس کے سامنے ہار گئی اور میری اس شکست کی وجہ آپ ہیں، صرف آپ، اگر میرے باپ کے گھر کی چھت محفوظ ہوتی، مجھے تحفظ اور سہارا فراہم کرتی تو میں کبھی یہاں نہ آتی۔'' غضنفر علی شاکڈ سے بیٹھے ہوئے تھے، ابھی وہ کچھ بولنے ہی والے تھے کہ موسیٰ علی وہاں آ گیا تھا، غضنفر علی بے بسی سے اسے دیکھتے ہوئے وہاں سے چلے گئے تھے۔

''فروا! کیسی ہو؟'' اس نے فروا کا ہاتھ پکڑا جسے اس نے فوراً جھٹک دیا۔

''مجھ سے دور ہی رہیے گا، میں یہاں صرف معصب کے لیے آئی ہوں، آپ سے میرا ہر تعلق ختم ہو چکا ہے۔'' وہ اٹھنے لگی۔

''تم اگر معصب کی سگی ماں ہوتی، تب بھی میں تمہیں اس کو ڈانٹنے سے منع کرتا، کیونکہ فروا ہمیں اپنا غصہ بچوں پر نہیں نکالنا چاہیے۔'' اس نے فروا کا ہاتھ پکڑ کر اسے واپس بٹھا لیا تھا۔

''مجھے وضاحتیں مت دیں۔'' اس نے ہاتھ چھڑانا چاہا، مگر موسیٰ علی کی گرفت مضبوط تھی۔

''فروا! ہمارے لیے رشتے اہم ہونے چاہیے، نہ کہ جیت اور ہار، جب ہم اپنے معاملات میں جیتنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہم رشتوں کو ہار جاتے ہیں۔'' موسیٰ علی ناصحانہ انداز میں بولا تھا۔

''اور میں فروا تمہارے سامنے اپنی شکست تسلیم کرتا ہوں، اپنی تمام غلطیوں اور کوتاہیوں کی معافی مانگتا ہوں، کیونکہ میں تمہیں جیتنا چاہتا ہوں، تمہاری محبت پانا چاہتا ہوں فروا۔'' وہ اپنائیت سے کہہ رہا تھا، مگر فروا کو اب اس کی کسی بات پر اعتبار نہ تھا، اس کی وجہ سے وہ اپنا بچہ کھو چکی تھی اور یہ جرم وہ چاہ کر بھی اسے معاف نہ کر سکتی تھی۔

''اور یہ مت سمجھنا کہ میں معصب کی وجہ سے تمہیں واپس لانا چاہتا تھا، یہ حقیقت ہے کہ میں نے تم سے شادی معصب کے لیے کی تھی، مگر اب تم میری بیوی ہو، میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا۔'' وہ اس کے خیالات سے انجان کہہ رہا تھا، فروا نے سر کو استہزائیہ انداز میں جھٹکا۔

''عنیزہ کو کھو کر زندہ ہیں آپ، تو میرے جانے سے کیا فرق پڑے گا بھلا۔'' وہ طنز کے نشتر چھوڑنے لگی، موسیٰ علی نے بغور اسے دیکھا۔

''ہر ایک کی اپنی جگہ ہوتی ہے فروا، تم بھی میرے لیے بہت اہم ہو۔'' وہ بولا تھا۔

''مجھے آپ کی کسی بات پر اعتبار نہیں ہے موسیٰ!'' فروا نے سر کو نفی میں ہلایا تھا۔

''آ جائے گا، محبت اپنا آپ منوا کر رہتی ہے اور میں تم سے محبت کرنے لگا ہوں، تمہاری دوری نے مجھے احساس دلایا ہے کہ تم میرے لیے کتنی اہم ہو۔'' وہ بول رہا تھا، محبت بھری باتیں کر رہا تھا، مگر فروا کو ان باتوں سے نفرت تھی، ان پر یقین نہ تھا۔

☆.....☆.....☆

سنا ہوگا اذیت کی کوئی حد بھی ہوتی ہے

ملو ہم سے کہ ہم اس حد کے اکثر پار جاتے ہیں

فارقلیط حسن اسے اذیتوں کی بھٹی میں جلتا چھوڑ کر وہاں سے چلا گیا تھا، وہ بے یقین سی بیٹھی تھی، اس کا تو خیال تھا کہ ہمیشہ کی طرح وہ اپنے دیر سے آنے پر اس سے معافیاں مانگے گا، اپنی محبت بھری باتوں سے اسے منا لے گا، مگر ہر بار ویسا نہیں ہوتا جیسا ہم سوچتے ہیں۔

''اس دنیا میں جو سب سے کمزور دل کی لڑکی تھی، اسے اللہ نے میری بیوی بنا دیا ہے۔''

شوخی و شرارت سے بھرپور، محبت بھرا لہجہ اس کے آس پاس گونجا تھا۔

''اللہ!'' اس نے منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی چیخوں کا گلا گھونٹا تھا، باہر ایک تواتر سے بارش جاری تھی اور اندر اس کی آنکھیں۔

''میری مسز اس دنیا کی سب سے اچھی لڑکی ہے۔'' بادل زور سے گرجا تھا۔

''فارقلیط!'' اس نے کھڑکی کی سمت دیکھا تھا، جس کے پٹ ہوا کی دستک سے کھل گئے تھے۔

''میں نہیں اچھا، بلکہ میری مسز اچھی ہے۔'' اس کے دل میں درد اٹھا تھا اور رفتہ رفتہ پورے بدن میں پھیل گیا تھا، وہ کمرے سے باہر نکل آئی، اسے عجیب سا خوف محسوس ہو رہا تھا، اس نے ہر جگہ ڈھونڈا، فارقلیط حسن کہیں نہ تھا۔

''فارقلیط!'' اسٹڈی کی لائیٹ آن تھی، وہ وہاں آ گئی، دروازہ اندر سے بند تھا۔

''پلیز دروازہ کھولیں، مجھ سے بات کریں۔'' وہ رو رہی تھی، گڑگڑا رہی تھی، التجائیں کر رہی تھی، مگر اس وقت فارقلیط حسن پر اس کی کوئی بات اثر نہ کر رہی تھی۔

''فارقلیط! میں آپ کی۔۔۔وہی عروبہ ہوں۔۔۔جس سے۔۔۔آپ محبت کرتے ہیں۔۔۔ مجھے یوں مت اگنور۔۔۔ کریں۔۔۔پلیز ایک بار، مجھے۔۔۔میری۔۔۔غلطی۔۔۔تو بتا دیں۔'' اس کا وہاں سے ہٹنے کا کوئی ارادہ نہ تھا اور نہ فارقلیط حسن کا دروازہ کھولنے کا۔

وہ بے حد سیاہ رات تھی اور حد درجہ منحوس، اس رات نے فارقلیط حسن سے اعتبار، مان اور بھروسہ چھین لیا تھا اور عروبہ غضنفر سے فارقلیط حسن کو۔

☆.....☆.....☆

نویلہ، عروبہ کے رویے پر حیران تھی، پہلے تو وہ اس سے ملنے پر بھی آمادہ ہوگئی تھی اور پھر کال بھی ریسیو نہیں کی اور جب وہ پاپا کو ساتھ لے کر اس کے گھر گئی تو اس نے ملنے سے انکار کر دیا، نویلہ کو اچنبھا ہوا تھا۔

''وہ کہہ رہی تھی کہ ان کے ہزبینڈ کو پتا نہ چلے، کیا ان کے ہزبینڈ نے ہم سے کانٹیکٹ رکھنے سے منع کر رکھا ہے؟'' طرح طرح کے سوالات اس کے ذہن میں آ کر اسے بے چین کر رہے تھے، کل اس کا پیپر تھا اور وہ ٹھیک سے پڑھ بھی نہ پا رہی تھی۔

شام کا وقت تھا وہ اور ماما لاؤنج میں بیٹھی تھیں، وہ پڑھ رہی تھی، جبکہ ماما بلا مقصد چینل گھما رہی تھیں۔

''تمہارے پاپا نے کبھی مجھے وہ حیثیت اور مقام نہیں دیا جو میرا حق بنتا تھا، ہمیشہ گل افزاء اور اس کی بیٹیوں کو اہمیت دی۔'' وہ غضنفر علی کے رویے پر سخت رنجیدہ تھیں، وہ ان سے نارض تھے اور صبح ناشتی کیے بغیر آفس گئے تھے۔

''ماما آپ کو پاپا کو سمجھنا چاہیے، وہ کیا چاہتے ہیں، اس بات کا خیال رکھنا چاہیے، آپ کو فروا آپی پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے تھا۔'' نویلہ ان سے بحث نہ کرنا چاہتی تھی، مگر اب جب وہ خود بات کر رہی تھیں، تو اس نے بھی موقع دیکھ کر کہہ دیا۔

''تھپڑ ہی مارا تھا نہ، گولی تو نہیں ماری۔'' وہ نخوت آمیز لہجے میں بولیں۔

''ایسا مت کہیں ماما، وہ بہن ہیں میری۔'' نویلہ کو ان کی بات بہت بری لگی تھی۔

''نہیں ہے وہ تمہاری بہن، تمہاری بہن صرف علیشہ ہے۔'' وہ نفرت سے پھنکاریں، اسی لمحے غضنفر علی اندر داخل ہوئے تھے، صوفیہ نے زبان دانتوں تلے دبالی۔

''نویلہ! ایک گلاس پانی پلانا بیٹے۔'' غضنفر علی وہیں اس کے پاس بیٹھتے ہوئے بولے تھے، نویلہ نے انہیں سلام کیا اور بغور ان کے تھکن زدہ چہرے کو دیکھا اور کچن میں چلی گئی۔

''چائے پئیں گے؟'' صوفیہ نے لگاوٹ سے پوچھا۔

''نہیں۔'' غضنفر علی نے سر کو نفی میں ہلاتے ہوئے صوفے کی پشت سے سر ٹکا دیا۔

لاؤنج کا دروازہ کھلا تھا اور علیشہ بیگ گھسیٹتی ہوئی اندر آئی تھی، چہرے پر شدید غیض و غضب کے تاثرات تھے۔

''پاپا!'' وہ غضنفر علی کے سامنے جا بیٹھی تھی۔

''میں عدیل کا گھر چھوڑ آئی ہوں۔'' اس نے صوفیہ کے سر پر بم پھوڑا تھا، پانی کے کر لاؤنج میں داخل ہوتی نویلہ ٹھٹک کر رک گئی تھی، جبکہ غضنفر علی نے چونک کر اس کی جانب دیکھا تھا۔

''کیا کہہ رہی ہو؟ ہوش میں تو ہو؟'' صوفیہ گھبرا اٹھیں۔

''ہوش میں ہی ہوں ماما، وہ ایک نمبر کا جھوٹا، مکار اور دھوکے باز ہے۔'' صوفیہ اس کی بات سن کر ششدر رہ گئی تھیں۔ ایک بیٹی

پہلے ہی طلاق لے کر بیٹھی تھی، تو دوسری خود سامان اٹھا کر آ گئی تھی، وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

''اب میں یہاں سے تب ہی جاؤں گی جب عدیل مجھے اپنے ساتھ لے کر جانے کے لیے آئے گا۔'' وہ فیصلہ سنا کر اپنے روم کی جانب بڑھ گئی تھی، جبکہ وہ تینوں ہکا بکا اسے جاتا دیکھ رہے تھے۔

☆.....☆.....☆

زین ندیم نے خوب دل لگا کر محنت کی تھی، اس کے سی ایس ایس کے پیپرز بہت اچھے ہوئے تھے، ماما بہت خوش تھیں، ان کی خواہش تھی کہ جیسے ہی زین کی جاب لگے گی وہ فوراً اس کی شادی کر دیں گی۔

ماما کالج گئی ہوئی تھیں، وہ سو رہا تھا، موبائل فون کی آواز پر اس کی آنکھ کھلی تھی، فون اس کے دوست ساحر کا تھا۔

''ہیلو!'' اس نے کال ریسیو کرتے ہوئے فون کان کو لگایا اور سوئی ہوئی آواز میں بولا۔

''زین تو نے آج کا اخبار دیکھا؟'' وہ بہت ایکسائٹڈ تھا، زین سمجھ نہ سکا۔

''نہیں یار! میں تو سو رہا ہوں۔''

''اٹھ جا میرے یار! رزلٹ آ گیا اپنا۔'' ساحر بہت خوش تھا۔

''اچھا!'' زین ندیم جیسے نیند سے فوراً جاگ اٹھا ہو۔

''کیا بنا؟ پاس ہو گئے ہم؟'' اس نے پر امید لہجے میں استفسار کیا۔

''میں تو پاس ہو گیا ہوں، مگر تو۔۔۔'' اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

''میں پاس نہیں ہوا؟'' اس کا دل بجھ سا گیا۔

''یار! تو نے ٹاپ کیا ہے۔'' ساحر چلایا۔

''کیا؟'' زین ندیم کو یقین نہیں آ رہا تھا، اس نے ماما کی واپسی تک کا وقت بہت مشکل سے گزارا تھا، وہ گھر آئیں تو زین نے انہیں پکڑ کر خوشی سے گھما ڈالا۔

''ارے۔۔۔ارے۔۔۔زین، یہ کیا کر رہے ہو؟'' وہ چلائیں۔

''آپ کے اس نالائق بیٹے نے سی ایس ایس میں ٹاپ کیا ہے۔'' وہ اس خبر کو سن کر خوشی سے جھوم اٹھی تھیں، ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

''میرا بیٹا بہت ہونہار، بہت قابل ہے اسے نالائق مت کہو۔'' انہوں نے محبت سے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا تھا۔

''یہ سب آپ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے ماما، اس نے ان کے دونوں ہاتھوں کو چوم کر عقیدت سے آنکھوں سے لگاتے ہوئے کہا۔

''آپ کی محنت اور صبر کا پھل ہے، اللہ کی طرف سے۔'' دونوں نے خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا تھا۔

''ندیم آج زندہ ہوتے، تو بہت خوش ہوتے۔'' وہ ایسے ہی ہر خوشی اور ہر غم کے موقع پر انہیں یاد کیا کرتی تھیں۔

''ماما وہ اب بھی خوش ہوں گے میری اس کامیابی پر، دنیا سے چلے جانے کے بعد پیچھے رہ جانے والوں سے رشتہ اور بھی مضبوط ہو جاتا ہے۔'' ان کی اداسی دور کرنے کی خاطر وہ بولا تھا۔

''بس اب میں تمہارا کوئی بہانہ نہیں سنوں گی، تمہارے لیے لڑکی تلاش کروں گی۔'' ان کی بات پر وہ مسکرا دیا تھا، مگر کچھ بھی بولا نہیں۔

''تم بتاؤ تمہیں کیسی لڑکی پسند ہے۔'' اسے کھوجتی نظروں سے دیکھتے ہوئے گویا ہوئیں۔

''آپ جیسی۔'' وہ بے اختیار بولا، تو ماما اس کی بات پر مسکرا دیں۔

''آپ جیسی سچی، محبت کرنے والی، بے ریا اور خالص۔''

''ایسی کوئی لڑکی ہے تمہاری نظر میں؟'' وہ استفہامیہ لہجے میں بولیں۔

''نہیں ماں۔'' زین ندیم نے نفی میں سر ہلایا۔

''یہ آپ کا کام ہے، اسے ڈھونڈنا اور ہاں ایک بات کا خاص خیال رکھیے گا۔'' وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا۔

''اسے اچھی سی چائے بنانی آتی ہو۔'' اس کے سنجیدگی سے مذاق کرنے پر ماما بہت زور سے ہنسی تھیں۔

''بے فکر رہو، بہت اچھی دلہن لاؤں گی بیٹا، جو میرے ہیرے جیسے بیٹے کی قدر کرے گی۔''

''ابھی فی الحال تو میری ٹریننگ ہوگی، مجھے اس کی تیاری کرنی ہے۔'' زین ندیم نے انہیں اطلاع دی تھی، دونوں ماں بیٹا بہت خوش تھے، ثمینہ کا بہت بڑا خواب ان کے بیٹے نے پورا کر دیا تھا۔

☆.....☆.....☆

نویلہ نے ڈرائیور کو واپسی میں اسے پک کرنے سے منع کر دیا تھا، رات وہ پڑھ رہی تھی جب اس نے پاپا کو لان میں بے چینی سے ٹہلتے ہوئے دیکھا تھا، وہ فوراً کتابیں چھوڑ کر ان کے پاس آئی تھی۔

''پاپا!'' اس کی آواز سن کر وہ چونک کر رک گئے تھے۔

''کیا ہوا ہے؟ آپ اتنی سردی میں یہاں کیوں ٹہل رہے ہیں؟'' وہ فکرمندی سے بولی تھی۔

''محبت ایک انمول خزانہ ہے بیٹا، جو بدبخت اسے ٹھکراتا ہے، ساری زندگی دربدر بھٹکتا پھرتا ہے، چین اور سکون کی دولت تلاش کرتا ہے، مگر اسے حاصل نہیں ہوتی۔'' وہ گھمبیر لہجے میں بولے تھے۔

''آپ نے تو کسی کی محبت کو نہیں ٹھکرایا بابا۔''

''آہ!'' انہوں نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

''میں اتنا بے قصور نہیں ہوں بیٹا، میں گل افزاء کا مجرم ہوں، اس پر کیے گئے ظلم کی سزا مجھے میری بیٹیوں کے دکھوں کی صورت مل رہی ہے۔'' نویلہ اب کی بار کچھ نہ بولی تھی، لان میں سخت سردی تھی اور پاپا نے جرسی، سویٹر، کچھ نہ پہن رکھا تھا۔

''پہلے تم واپس آئی اور اب علیشہ۔'' نویلہ ان کی پریشانی کی وجہ جان گئی۔

''علیشہ جذباتی ہے، عدیل بھائی پہلے خود تو سیٹ ہو جائیں، پھر اسے بھی بلا لیں گے۔'' اس نے تسلی دی۔

''نویلہ میں چاہ کر بھی تم لوگوں کے لیے کچھ نہیں کر پا رہا۔'' وہ بے بس دکھائی دے رہے تھے۔

''پاپا آپ اتنا کیوں فیل کر رہے ہیں؟'' نویلہ انہیں اس حال میں نہ دیکھ سکتی تھی۔

''میں نے ابھی عروبہ کو خواب میں دیکھا، وہ بہت رو رہی تھی، مجھے پکار رہی تھی، پتا نہیں کیوں نویلہ، بیٹا مجھے ایسا لگتا ہے جیسے وہ کسی مشکل میں ہے، مجھے پکار رہی ہے، مگر وہ اپنی ماں جیسی ہے، نہ تکلیف میں واویلا کرتی ہے، نہ کسی کو مدد کے لیے پکارتی ہے، بس تنہا اپنے اوپر جھیلتی رہتی ہے۔'' ان کے لہجے میں محسوس کیا جانے والا درد اور کرب پنہاں تھا، نویلہ بے بسی سے اپنے پیارے پاپا کو دیکھتی رہی۔

''ہم اس کے گھر گئے، مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ گھر میں ہی ہے، اس نے ہم سے ملنے سے انکار کیا ہے۔'' ان کا دل اندیشوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

''بھلا وہ ایسا کیوں کریں گی؟'' محسوس تو نویلہ کو بھی ایسا ہی ہوا تھا۔

''انہوں نے خود مجھے ملنے کے لیے کہا تھا۔'' نویلہ نے انہیں تسلی دینا چاہی۔

''موسم اچھا تھا، وہ اور ان کے ہزبینڈ آؤٹنگ پر گئے ہوں گے۔'' اس نے بات بنانا چاہی۔

''پتا نہیں اس کا ہزبینڈ کیسا ہوگا، میں نے آنکھیں بند کر کے ایک اجنبی کے ہاتھ میں اپنی بیٹی کا ہاتھ تھما دیا، کیسا باپ ہوں میں۔'' وہ خود کو کوس رہے تھے، پچھتا رہے تھے، کتنے دکھی اور بے بس تھے وہ۔

''وہ بہت اچھے ہیں پاپا۔'' نویلہ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا، مگر درحقیقت وہ خود بھی پریشان تھی، عروبہ نے اسے خود ملنے کا کہا اور پھر نمبر بھی بند کر لیا اور ان سے ملی بھی نہیں۔

''میں کبھی بھی اس سے نظریں نہیں ملا پاؤں گا۔'' نویلہ نے انہیں بمشکل تسلی دے کر کمرے میں بھیجا تھا، اگلے روز وہ پیپر دے کر عروبہ کے گھر جانے کا فیصلہ کر کے گھر سے نکلی تھی۔

☆.....☆.....☆

بے حد سیاہ سفاک اور منحوس رات کا اختتام ہوا تھا اور ایک بوجھل اداس اور غمگین دن کا آغاز ہوا تھا۔

اللہ اکبر

اللہ سب سے بڑا ہے

اللہ اکبر

اللہ سب سے بڑا ہے

اس کی سرخ، سوجی آنکھوں سے ایک مرتبہ پھر گرم سیال بہنے لگا تھا، اسے فارقلیط حسن پر جو بھروسہ، اعتبار اور مان تھا، وہ ٹوٹ گیا تھا۔

''سب سے بڑا تو ہے اور تو بندوں کے اتنے بڑے بڑے گناہ معاف کر دیتا ہے، تیرے سامنے بہایا گیا ندامت کا ایک آنسو عمر بھر کے گناہ بخشوا دیتا ہے، تیرے بندے اتنے سفاک کیوں ہیں؟ بغیر کسی غلطی اور گناہ کے اتنی کڑی سزا دیتے ہیں، رو رو کر خود کو آنسوؤں میں بہا بھی دیا جائے تو معاف نہیں کرتے، تو تو نہیں دھتکارتا، کسی ٹوٹے دل کو نہیں ٹھکراتا، پھر تیرے انسان کیوں؟'' اس نے شاور لے کر صاف لباس پہنا اور نماز پڑھنے لگی، نماز کے بعد وہ رب تعالیٰ کے حضور جھکی بے بسی سے آنسو بہا رہی تھی، دل تھا کہ سنبھل ہی نہ رہا تھا، وہ جائے نماز پر بیٹھی گڑگڑا رہی تھی۔

''اللہ!'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

''تو۔۔۔مجھ سے۔۔۔سب کچھ لے۔۔۔لے۔۔۔میرے یہ۔۔۔بچے۔۔۔بھی۔'' اس نے پیٹ پر ہاتھ پھیرا تھا، اس کی ہچکی بندھ گئی تھی۔

''مگر مجھے۔۔۔صرف۔۔۔صرف۔۔۔فارقلیط۔۔۔دے۔۔۔دے۔۔۔میں۔۔۔اس۔۔۔کے۔۔۔بغیر۔۔۔نہیں رہ۔۔۔سکتی۔۔۔اور۔۔۔اگر۔۔۔ان کو۔۔۔میری زندگی۔۔۔سے۔۔۔نکالنا ہی ہے تو مجھے۔۔۔موت دے دے۔'' بہت سارا رو کر گڑگڑا کر وہ کمرے سے نکلی اور دوبارہ اسٹڈی کے باہر جا بیٹھی۔

دن کے ساڑھے آٹھ بجے کا وقت تھا، جب اسٹڈی کا دروازہ کھلا تھا، فارقلیط حسن اس کے پاس سے گزر کر اپنے بیڈروم کی جانب بڑھا تھا۔

''فارقلیط!'' وہ اس کے پیچھے بھاگی تھی۔

''پلیز میری بات سنیں۔'' وہ ملتجی انداز میں بولی تھی، مگر وہ ان سنی کر کے چلا گیا تھا۔

''لائیں میں نکال دیتی ہوں کپڑے۔'' وہ وارڈروب کی جانب بڑھا تھا، عروبہ اس کے قریب آتے ہوئے بولی، مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا اور کپڑے نکال کر واش روم میں گھس گیا۔

''یا اللہ!'' وہ بیڈ پر گرنے کے انداز میں بیٹھی۔

''کیا ہو گیا ہے فارقلیط کو؟ میں کیا کروں؟'' اس نے سر تھام لیا، وہ کچن میں آ گئی اور اس کے لیے ناشتہ بنانے لگی، بارش میں بھیگنے اور تمام رات گیلے کپڑوں کے ساتھ سردی میں اسٹڈی کے باہر بیٹھنے کی وجہ سے اسے ٹمپریچر ہو گیا تھا، لیکن اسے اگر اس وقت کچھ یاد تھا تو صرف فارقلیط حسن کی محبت، اس کی ناراضی۔

''فارقلیط!'' وہ باہر جا رہا تھا، عروبہ اس کے پیچھے بھاگی تھی۔

''ناشتہ تو کر لیں۔'' وہ خاموشی سے کچن میں آ گیا اور اپنے لیے کافی بنانے لگا۔

''میں نے آپ کے لیے ناشتہ بنا دیا ہے۔'' وہ لجاجت سے گویا ہوئی۔

''فارقلیط!'' اس کی طویل خاموشی عروبہ کو کسی طوفان کا پیش خیمہ لگ رہی تھی۔

''پلیز مجھ سے بات کریں، میری طرف دیکھیں، ایسے اگنور مت کریں مجھے۔'' اس نے اپنا سر فارقلیط حسن کے بازو سے ٹکایا، اس نے فوراً اسے جھٹک کر خود سے الگ کیا تھا۔

''آپ میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہیں، آپ تو مجھ سے محبت کرتے ہیں، فارقلیط، بولیں پلیز۔۔۔'' عروبہ نے اس کا بازو پکڑ کر زور سے ہلایا۔

''تمہیں میرے منہ سے اپنے لیے نفرت کا اظہار سننا اچھا نہیں لگے گا، اس لیے مجھے بولنے پر مجبور مت کرو۔'' ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولتا ہوا وہ وہاں سے نکل گیا، عروبہ غضنفر علی پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے جاتا دیکھتی رہی۔

☆.....☆.....☆

موسیٰ علی کی ماما بہت اچھی تھیں، وہ فروا سے بہت محبت سے پیش آتیں، موسیٰ کے ڈیڈی بھی اسے اپنی سگی بیٹی کی طرح سمجھتے تھے، فروا کو وہ دونوں بہت اچھے لگے تھے، موسیٰ کی ماما اس سے اس کی امی کی باتیں کرتی تھیں، اسے ان سے ہی پتا چلا تھا کہ وہ لوگ غضنفر علی کے رشتہ دار ہیں۔

''میری امی کا نام تو ساجدہ تھا، پھر آپ سب انہیں گل افزاء کیوں کہتے ہیں؟'' وہ دونوں بیٹھی چائے پی رہی تھیں، معصب علی پاس ہی بیٹھا کھلونوں سے کھیل رہا تھا، فروا نے ان سے پوچھا۔

''ڈاکومنٹس میں اس کا نام گل افزاء تھا، ویسے اس کا نام ساجدہ تھا، وہ یونیورسٹی میں غضنفر علی کے ساتھ پڑھتی تھی، تو بس غضنفر کو تو اس کا یہی نام معلوم تھا، اسی لیے ہم سب بھی اسے گل افزاء ہی کہتے تھے۔'' انہوں نے اسے تفصیلاً بتایا۔

''میرے بابا نے میری امی کو گھر سے کیوں نکالا تھا؟'' اس نے کچھ جھجکتے ہوئے سوال کیا، راشدہ بیگم اس کے سوال پر خاموش رہ گئیں۔

''بیٹا! غضنفر نے اسے نہیں نکالا تھا، آپ کی دادی اور پھپھو نے چالیں چل کر اسے نکالا، وہ بیچارہ تو ملک سے باہر تھا، بیٹیوں کی

پیدائش کا سن کر دوڑا چلا آیا، مگر تب تک یہ لوگ اپنے ناپاک عزائم میں کامیاب ہو چکی تھیں، گل افزاء کو ڈرا دھمکا کر گھر سے نکال چکی تھیں، غضنفر علی بہت رویا تھا، وہ دن اور آج کا دن، کسی نے غضنفر علی کو ہنستے نہیں دیکھا، سانسوں کو کسی بوجھ کی طرح اٹھائے پھر رہا ہے۔'' وہ خاموش ہو گئی، مزید کچھ نہ پوچھ سکی۔

''میں نماز پڑھ لوں، پھر لنچ ساتھ میں کرتے ہیں، آپ کے ڈیڈی کسی سے ملنے گئے تھے، آتے ہوں گے۔'' وہ کہہ کر اٹھ گئیں۔

''ماما! آپ میرے ساتھ کھیلیں۔'' معصب اس سے ضد کرنے لگا تھا۔ وہ فروا کا دوپٹہ اٹھا لایا اور اس کی آنکھوں پر باندھ دیا۔

''اب ڈھونڈیں مجھے ماما!'' وہ زور زور سے ہنس رہا تھا، فروا ادھر ادھر ہاتھ مار کر اسے تلاش کر رہی تھی۔

''نہیں مل رہے مجھے معصب، کہاں چھپ گئے ہو۔'' وہ تھکنے لگی تھی۔

''ڈھونڈیں نہ ماما! میں یہیں ہوں۔'' وہ شریر ہوا۔ فروا آواز کی سمت مڑی اور سامنے سے آتے موسیٰ علی سے ٹکرا گئی اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا، دوسرے ہاتھ سے آنکھوں سے دوپٹہ کھولا۔

''آپ!'' اسے سامنے دیکھ کر فروا نے ہاتھ چھوڑ دیا، مگر موسیٰ علی نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔

''اگر غلطی سے ہاتھ پکڑ ہی لیا ہے، تو مت چھوڑو فروا۔'' وہ معنی خیزی سے بولا۔

''میں تھک گئی ہوں معصب، اب بس۔'' اس نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی، مگر موسیٰ علی نے اسے جانے نہ دیا۔

''کب تک رہو گی ناراض؟'' وہ اسے منانے کے سب جتن کر چکا تھا، مگر وہ مان کر نہ دے رہی تھی۔

''میں ناراض نہیں ہوں۔'' اس نے وہاں سے جانے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔

''تو پھر مجھ سے اتنی دور دور کیوں ہو؟'' وہ استفسار کرنے لگا۔

''اول روز سے ہی ہم دور تھے اور دور رہیں گے، آپ نے عنیزہ سے کیا وعدہ نبھایا اور مجھ سے شادی کی۔''

''بس فروا!'' موسیٰ علی نے اسے مزید بولنے سے روکا۔

''اتنی بدگمانی اچھی نہیں ہوتی۔'' وہ اسے ساتھ لیے صوفے کی جانب بڑھا۔

''تم ابھی دو بچوں کو نہیں سنبھال سکتی، میں اس لیے منع کر رہا تھا، لیکن میں نے ایسا نہیں چاہا تھا۔'' وہ اس سے معافی مانگ رہا تھا اور وہ سر جھکائے بیٹھی آنسو بہا رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

نویلہ کا پیپر بہت اچھا ہوا تھا، وہ پیپر دے کر نکلی اور ادھر ادھر دیکھے بنا باہر نکلی اور ٹیکسی میں عروبہ کے گھر کی جانب روانہ ہو گئی، چوکیدار نے اسے اندر جانے دیا تھا، وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھی کچھ دیر اس کا انتظار کرتی رہی اور بالآخر باہر آ گئی۔

''عروبہ۔۔۔ آپی!'' اسے وہ لاؤنج میں بیٹھی نظر آ گئی، نویلہ اس کے پاس آ کر بولی، تو عروبہ اچھل پڑی۔

''تت۔۔۔تم۔۔۔یہاں۔۔۔کیوں۔۔۔آئی۔۔۔ہو؟'' وہ ہکلاتے ہوئے بولی، مارے خوف کے اس کا رنگ زرد ہو رہا تھا۔

''میں آپ سے ملنے آئی ہوں۔'' نویلہ نے اس کے ٹوٹے بکھرے انداز اور اجاڑ، ویران حلیے کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

''تمہیں یہاں۔۔۔نہیں آنا چاہیے تھا۔'' اس کے سامنے میز پر کپ میں چائے پڑی تھی جو کہ پڑی پڑی ٹھنڈی ہو چکی تھی۔

''کیا بات ہے، آپ اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہیں اور آپ کی آنکھیں اتنی سرخ اور سوجی ہوئی کیوں ہیں؟'' نویلہ نے نرمی سے محبت بھرے لہجے میں کہا تو عروبہ کی آنکھیں چھلکنے کو بیتاب ہونے لگیں۔

''نویلہ انہیں پتا چل گیا ہے کہ میرا تم سے کانٹیکٹ ہے، جبکہ انہوں نے مجھے منع کیا تھا، تم لوگوں سے ملنے اور بات کرنے سے۔'' اس کی بات پر نویلہ نے اسے چونکتے ہوئے دیکھا تھا، وہ بے یقین سی تھی۔

''کیا وہ آپ پر پابندیاں لگاتے ہیں؟'' نویلہ کو بہن کی حالت دیکھ کر دکھ ہوا تھا۔

''نہیں، صرف تم لوگوں سے ملنے سے منع کیا ہے، نویلہ میں فارقلیط سے بہت محبت کرتی ہوں، ان کے بغیر جینے کا تصور بھی میرے لیے سوہان روح ہے، پلیز مائنڈ مت کرنا۔'' وہ بات ادھوری چھوڑ کر نویلہ کی طرف منت بھرے انداز میں دیکھنے لگی تھی۔

''ٹھیک ہے، میں دوبارہ یہاں نہیں آؤں گی، مگر پاپا آپ کے لیے بہت پریشان ہیں اور ایک اور بات کرنی تھی مجھے آپ سے۔'' اس نے تمہیدی انداز اختیار کرتے ہوئے کہا۔

''آپ کی جو فرینڈ تھی نہ فروا۔۔۔'' نویلہ اتنا کہہ کر رک گئی تھی۔

''عروبہ آپی دراصل وہ آپ۔۔۔''

''نویلہ فارقلیط آ گئے۔'' عروبہ از حد خوفزدہ ہو گئی تھی اور بے چینی کے عالم میں اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''تم۔۔۔تم۔۔۔پلیز۔۔۔یہاں۔۔۔ادھر چھپ جاؤ۔'' عروبہ نے اسے صوفے کے پیچھے چھپا دیا تھا، اگلے ہی لمحے فارقلیط حسن اندر داخل ہوا تھا، عروبہ کا دل دھک دھک کر رہا تھا، وہ اس کی جانب دیکھے بنا اندر چلا گیا تھا۔

''نویلہ! جتنی جلدی ہو سکے، یہاں سے نکل جاؤ۔'' عروبہ نے فارقلیط حسن کے جاتے ہی اسے ہاتھ پکڑ کر باہر کی جانب دھکیلا۔

''کیوں کر رہے ہیں وہ آپ کے ساتھ ایسا؟'' نویلہ کا دل اس کی بے بسی پر کڑھنے لگا تھا، وہ عروبہ غضنفر کی زندگی کے ایک ایک لمحے کی حقیقت سے واقف تھی، اب ہی تو جا کر اسے سکون ملا تھا، ابھی تو اس نے محبت کی بارش میں بھیگنا شروع کیا تھا۔

''پلیز جاؤ نویلہ!'' وہ اس کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے رو دی۔

''تمہیں میری قسم بابا کو کچھ مت بتانا، وہ پہلے ہی میری وجہ سے بہت دکھ اٹھا چکے ہیں۔'' عروبہ نے اسے باہر کی جانب دھکیلا تھا اور واپس مڑی اور صوفے پر جا بیٹھی اور اپنی بے ترتیب دھڑکنوں کو بحال کرنے لگی۔

☆.....☆.....☆

زین ندیم کی ٹریننگ شروع ہوگئی تھی، جو کہ نو ماہ کے عرصے پر مشتمل تھی، اسے اس سلسلے میں لاہور جانا تھا، ثمینہ بیٹے کے لیے بہت اداس ہو رہی تھیں۔

''آپ بھی میرے ساتھ چلیں ماں۔'' ان کی اداسی کو بھانپتے ہوئے وہ کہنے لگا تھا۔

''میں اپنی جاب چھوڑ کر کیسے جا سکتی ہوں بیٹا۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولیں۔

''ویک اینڈ پر آیا کروں گا نہ۔'' اسے ان کی تنہائی اور اداسی کے خیال سے وحشت ہو رہی تھی، مگر اس کا جانا بھی تو ضروری تھا، ان کے گلے میں بازو ڈال کر انہیں ساتھ لگائے وہ کچن میں لے آیا اور اپنے اور ان کے لیے چائے بنانے لگا، وہ آنکھوں میں امڈتے آنسو اس سے چھپا رہی تھیں۔

☆.....☆.....☆

غضنفر علی آفس سے واپسی پر فروا کی طرف چلے گئے تھے، وہ اپنے کمرے میں تھی، وہ دستک دے کر اندر آ گئے، معصب علی سو رہا تھا اور وہ اس کے پاس بیٹھی تھی۔

''السلام علیکم!'' انہوں نے سلام کیا، فروا کے چہرے پر ناگواری پھیل گئی۔

''کیا سلام کا جواب نہ دو گی بیٹا؟'' وہ اس کے سامنے چیئر پہ بیٹھ گئے۔

''کیوں آئے ہیں آپ یہاں؟'' ان کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ تلخی سے گویا ہوئی۔

''کیونکہ یہاں میری پیاری سی بیٹی رہتی ہے۔'' انہوں نے ہمت نہ ہاری تھی۔

''اب ان باتوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔'' اس نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''کوئی بات نہیں اور کوئی بھی چیز مجھے خوشی نہیں دے سکتی اب۔''

''ایک بار دل کو بڑا کر کے دیکھو، ہمت کرو، سب کچھ اچھا لگنے لگے گا۔'' غضنفر علی نے ہمت نہ ہاری اور برابر اسے سمجھاتے رہے۔

''میرے لیے یہ سب اب بہت مشکل ہے۔'' وہ آمادہ نہ تھی، کسی طرح بھی ان کی بات نہ ماننا چاہ رہی تھی۔

''بیٹا میں چاہتا ہوں آپ یونیورسٹی میں ایڈمیشن لے لو، آگے پڑھو۔'' انہوں نے کب کی سوچی ہوئی بات اس سے کہہ دی اور وہ سن کر بھڑک اٹھی۔

''اس کا کیا فائدہ ہوگا؟'' وہ طنز سے گویا ہوئی۔

''ضروری نہیں بیٹا ہر کام ہم فائدے کو دیکھ کر کریں، ویسے اسٹڈی کمپلیٹ کر کے آپ میرا یا موسیٰ کا آفس جوائن کر سکتی ہیں۔'' انہوں نے پیار سے اسے سمجھایا۔

''جس انسان نے زندگی میں صرف نقصان ہی اٹھائے ہوں تو پھر ہر نیا کام کرنے سے پہلے وہ ضرور سوچتا ہے اور مجھے آپ کا یا موسیٰ کا آفس جوائن نہیں کرنا۔'' اس نے دوٹوک الفاظ میں انکار کیا۔

''اب کی بار نہیں اٹھاؤ گی نقصان۔'' انہوں نے یقین دہانی کروانا چاہی۔

''آپ میری فکر مت کیا کریں۔'' وہ خفگی سے بولی۔

''اس سے میں خود کو نہیں روک سکتا۔'' انہوں نے جھٹ سے کہا۔

''مجھے بابا کہا کرو نہ، جیسے عروبہ کہتی ہے۔'' وہ اس کی منت کرنے لگے۔

''ہاں تاکہ آپ میرے ساتھ بھی وہی کریں، جو عروبہ کے ساتھ کیا، میں آپ کو کبھی بھی بابا نہیں کہوں گی۔'' وہ سختی سے کہتے ہوئے لب بھینچ گئی۔

''مجھے یقین ہے کہو گی، جب میں مر جاؤں گا تو بابا، بابا کہہ کر بلاؤ گی، مگر میں واپس نہیں آؤں گا بیٹا۔'' وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

''میں آپ سے معافی اس لیے نہیں مانگتا کہ آپ مجھے معاف کر دو اور میں پرسکون ہو جاؤں، میں تو ایسا اس لیے چاہتا ہوں کہ آپ کا جو دل چلتا رہتا ہے میری نفرت سے، اس سے آپ کو نجات مل جائے گی۔'' وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور باہر کی جانب بڑھے، فروا کے دل کی حالت عجیب سی ہونے لگی تھی، اس کا جی چاہا انہیں روک لے۔

''اگر میرے آنے سے آپ کو تکلیف پہنچتی ہے تو میں دوبارہ یہاں نہیں آؤں گا، خوش رہو میرے بچے۔'' ان کی آنکھوں میں گہری اداسی تھی، فروا چاہتے ہوئے بھی ان کو روک نہ سکی تھی اور وہ چلے گئے۔

☆.....☆.....☆

فارقلیط حسن کا غم و غصہ آفس جا کر بھی کم نہ ہوا تھا، اسے یقین ہو چکا تھا کہ عروبہ اس سے جھوٹ بول رہی ہے اور اسے دھوکہ دے رہی تھی، اس نے رات بھی کچھ نہ کھایا تھا، صبح ناشتے کے بغیر آفس آیا تھا، اب طبیعت کافی بوجھل اور خراب سی محسوس ہو رہی تھی، اسی لیے وہ گھر واپس آ گیا تھا، عروبہ لاؤنج میں ہی بیٹھی تھی، اسے دیکھ کر دل پشیمانیوں میں گھرنے لگا، وہ سیدھا بیڈروم کی جانب بڑھا۔

موسم میں تندی اور ترشی بڑھتی جا رہی تھی، باہر سخت سردی تھی، فارقلیط حسن کھڑکی میں جا کھڑا ہوا، اگلے ہی لمحے وہ باہر آیا۔

''کوئی آیا تھا؟'' اس کے سوال پر عروبہ غضنفر سناٹے میں آ گئی تھی، وہ آنکھیں پھاڑے حیرت کے عالم میں اسے دیکھ رہی تھی۔

''میں نے تم سے پوچھا ہے کوئی آیا تھا یہاں؟'' فارقلیط حسن کے لہجے میں سختی در آئی تھی، خوف کے مارے عروبہ غضنفر کا سانس رکنے لگا تھا۔

''نن۔۔۔نہیں۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

''جھوٹ بولتی ہو تم۔'' فارقلیط حسن نے ٹیبل پر پڑا کپ اٹھا کر زور سے دیوار پر مارا تھا، اس کی دھاڑ نے عروبہ کو سہما دیا تھا، وہ کب جانتی تھی اس فارقلیط حسن کو۔

''کیوں کر رہی ہو ایسا، کیا چل رہا ہے تمہارے دماغ میں، بتاؤ؟'' اس کے لہجے میں چٹانوں کی سختی تھی، اس نے آگے بڑھ کر عروبہ کا بازو دبوچا اور اسے ایک جھٹکے سے کھڑا کر دیا۔

''کیوں آئی تھی وہ؟ کس کا پیغام لائی تھی نویلہ؟'' چھن سے کچھ اس کے اندر ٹوٹا تھا۔

''فارقلیط!'' اس کی آنکھوں کی سطح پر نمی تیرنے لگی تھی۔

''جھوٹ نہیں، اب اور نہیں، سچ بتاؤ کیوں آئی تھی نویلہ؟'' فارقلیط حسن کی آہنی انگلیاں عروبہ غضنفر کے نرم و نازک بازوؤں میں پیوست ہو رہی تھیں۔

''آپ کی آنکھوں پر شک کی پٹی بندھ چکی ہے آپ اب میری کسی بات کا یقین نہیں کریں گے، اس لیے میں اب کچھ نہیں کہوں گی۔'' اس نے اپنا بازو چھڑانے کی ناکام کوشش کی تھی۔

''تم نے مجھے دھوکہ دیا ہے، میں تمہیں معاف نہیں کروں گا۔'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سفاک لہجے میں گویا ہوا، عروبہ غضنفر کے لیے اس کا یہ روپ برداشت کرنا حد درجہ مشکل تھا۔

''بس یہ تھی آپ کی محبت فارقلیط، اتنا ہی بھروسہ تھا مجھ پر۔'' وہ کچھ نہ بولا اور واپس مڑ گیا، چند ثانیے وہ ساکت کھڑی اس کے الفاظ پر غور کرتی رہی اور پھر صوفے پر بیٹھ گئی۔

کبھی یاد آئے تو پوچھنا
ذرا اپنی خلوت شام سے۔۔۔!
کسے عشق تھا تیری ذات سے
کسے پیار تھا تیرے نام سے!
ذرا یاد کر کہ وہ کون تھا
جو کبھی تجھے بھی عزیز تھا!
وہ جو مر مٹا تیرے نام پہ
وہ جو جی اٹھا تیرے نام سے!
ہمیں بے رخی کا نہیں گلہ

کہ یہی وفاؤں کا ہے صلہ!

مگر ایسا جرم تھا کون سا

گئے ہم دعا و سلام سے!

اسے کھانے پینے کا ہوش نہ رہا تھا، یونیورسٹی کو جیسے بھول گئی تھی، نہ اپنی سدھ بدھ تھی، نہ ہی اپنی حالت کی پروا، اس کی پروا تو فارقلیط حسن کیا کرتا تھا، اسے کب آتا تھا اپنا خیال رکھنا، وہ جس نے اس کا ناتا آنسوؤں سے توڑ کر ہنسی کو اس کے لبوں کا راستہ دکھایا تھا، ہر بات یکسر بھول چکا تھا۔

''فارقلیط! نہیں۔'' وہ روئے جا رہی تھی، اس کی کوئی غلطی نہ تھی مگر فارقلیط حسن اسے غلط سمجھ رہا تھا، اس سے دور جا رہا تھا اور وہ چاہ کر بھی اسے روک نہ پا رہی تھی، اس کی طبیعت سخت خراب رہنے لگی تھی، وہ صبح سے بار بار vomit کر رہی تھی، اس پر گرجنے اور برسنے کے بعد وہ گھر سے باہر نکل گیا تھا، پوری رات وہ گھر نہ آیا تھا، عروبہ نے روتے ہوئے اللہ سے دعائیں مانگتے ہوئے گزاری تھی رات۔

''یا اللہ! میرے پاس فارقلیط حسن کے سوا کچھ نہیں ہے، اگر تو نے اس شخص کو میرے مشکل وقت کا ساتھ بنا کر بھیجا ہے تو اسے میری زندگی سے کبھی بھی نکالنا مت۔'' وہ منت کر رہی تھی، فارقلیط حسن کی خفگی اس کے لیے موت کا پیغام تھی۔

☆.....☆.....☆

''فروا آپی! پاپا کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔'' نویلہ کی فون کال نے اسے دہلا دیا تھا، اس کی آنکھیں پتھرا گئیں، دھڑکنیں تھم گئی تھیں۔

''نہیں۔'' موبائل فون اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا تھا، اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھے فائل میں مگن موسیٰ علی نے جھٹ سے اسے دیکھا تھا۔

''نہیں۔۔۔نہیں۔۔۔نہیں۔'' اس نے منہ پر ہاتھ رکھ لیا تھا، کچھ ہی دیر میں وہ لوگ ہاسپٹل میں موجود تھے، پورا راستہ وہ روتی رہی تھی، موسیٰ علی نے اسے چپ بھی نہیں کروایا تھا۔

''نویلہ۔۔۔کیسے ہیں وہ؟'' اسے آئی سی یو کے سامنے ہی نویلہ مل گئی تھی، وہ بھاگ کر اس کے گلے لگ گئی تھی۔

''دعا کریں فروا آپی!'' نویلہ کی آنکھوں سے بھی آنسو بہنے لگے تھے۔

''پاپا کی کنڈیشن بہت سیریس ہے۔'' اس نے روتے ہوئے بتایا تھا، سامنے صوفیہ بیٹھی تھیں، فروا کی ان پر نظر پڑی تھی، وہ سر جھکائے بیٹھی تھیں۔

''موسیٰ۔۔۔میرے۔۔۔میرے۔۔۔بابا۔'' وہ بے بسی سے رو دی تھی۔

''وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔'' موسیٰ علی نے اسے تسلی دی تھی۔

''اگر میرے یہاں آنے سے آپ کو تکلیف پہنچتی ہے تو میں دوبارہ یہاں نہیں آؤں گا۔'' گمبھیر اداس لہجہ اس کی سماعتوں کو اذیت سے دوچار کر رہا تھا، اس نے خوفزدہ نظروں سے آئی سی یو کے بند دروازے کو دیکھا تھا، نویلہ تیزی سے اس کے قریب آئی تھی۔

''فروا آپی! سنبھالیں خود کو۔'' اس نے فروا کو ساتھ لگا لیا۔

''نویلہ۔۔۔ ان سے۔۔۔ کہو۔۔۔ ایک دفعہ۔۔۔ ہوش میں۔۔۔ آ جائیں۔۔۔ مجھے۔۔۔ انہیں بتانا ہے۔۔۔ میں ان سے۔۔۔ کتنا پیار کرتی ہوں۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

''وہ ٹھیک ہو جائیں گے، آپ دعا کریں۔'' نویلہ نے اپنے آنسو ضبط کرتے ہوئے کہا۔

☆.....☆.....☆

تمام رات بے چینی سے کروٹیں بدلتے ہوئے گزری تھی، اس کی بیٹی نے کٹھور پن کی انتہا کر دی تھی، ایک مرتبہ بھی ان کے پاس نہ آئی تھی۔ رات جتنی بھی تاریک ہو، سفاک ہو یا بے رحم ہو بالآخر اختتام پذیر ہوتی ہے، دن ضرور نکلتا ہے اور اس منحوس رات کا اختتام بھی دن کا اجالا پھیلنے سے ہو گیا تھا، اس نے وضو کیا اور نماز پڑھنے لگی، آنکھوں سے اشکوں کا سیل رواں جاری تھا۔

نماز ختم کر کے دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے تو دل دکھ سے پھٹنے لگا، کچھ کہنے اور مانگنے کی ہمت ہی نہ ہو رہی تھی، تمام عمر اس نے خدا سے اس ایک شخص کی محبت ہی تو مانگی تھی، مگر اب جا کر اسے سمجھ آئی تھی کہ جو چیز، جو انسان اور جو محبت قسمت میں نہ ہو، اس کے لیے چاہے عمر بھر سجدے میں گڑگڑاتے ہوئے گزار دی جائے، کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

''یا اللہ!'' اتنا کہنا تھا کہ اس کے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے اور وہ پھوٹ پھوٹ کر بچوں کی طرح رونے لگی، جس شخص نے اسے گھر سے، دل سے اور زندگی سے نکال دیا تھا، وہ اسی کو مانگ رہی تھی، اس کا دل پکار پکار کر اس کا ساتھ پھر سے مانگ رہا تھا۔

''میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی اللہ!'' وہ ہاتھ جوڑے بیٹھی بے بسی کی انتہاؤں پر تھی۔

☆.....☆.....☆

رات عروبہ کی طبیعت بہت خراب ہو گئی تھی، فارقلیط حسن گھبرا گیا تھا، وہ فوراً اٹھ کر اس کے قریب آیا تھا۔

''کیا ہوا ہے؟'' اس نے عروبہ کا ہاتھ پکڑا۔

''مجھے آپ کی ہمدردیوں کی ضرورت نہیں ہے۔'' عروبہ نے فوراً اپنا ہاتھ چھڑوایا، وہ شام کو گھر آیا تھا۔

''تمہاری طبیعت زیادہ خراب ہے، ہمیں ہاسپٹل چلنا چاہیے۔'' مگر عروبہ نے کوئی جواب نہ دیا، کچھ ہی دیر میں وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔

''مائی گاڈ!'' فارقلیط حسن کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی تھی، وہ فوراً اسے ہاسپٹل لے کر گیا تھا۔

''انہیں شدید ذہنی صدمہ پہنچا ہے، جس کی وجہ سے ان کا بی پی ہائی ہو گیا ہے، اب ہمیں ان کا آپریشن کرنا ہوگا۔'' ڈاکٹر اسے بتا کر عجلت کے عالم میں واپس مڑ گئی تھی۔

''میرے خدا اسے کچھ نہ ہو، میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔'' ہر گزرتا لمحہ اس کی پریشانی میں اضافہ کر رہا تھا، اب اسے ایسا محسوس ہونے لگا تھا، جیسے قصور سراسر اس کا اپنا تھا، عروبہ تو بالکل معصوم، بے ریا اور خالص لڑکی تھی، مگر اب کیا ہو سکتا تھا، وہ اپنے ہاتھوں سے اپنا نقصان کر چکا تھا۔

سخت پریشانی اور گھبراہٹ کے عالم میں اس نے حسن بہزاد کو کال کر دی تھی، وہ پہلی فلائیٹ سے ہی واپس آ گئے تھے۔

''مبارک ہو آپ کو، اللہ نے آپ کو جڑواں بیٹا اور بیٹی سے نوازا ہے۔'' ڈاکٹر نے اسے مسکراتے ہوئے اطلاع دی تھی۔

''یہ سب کیا ہے فارقلیط؟'' حسن بہزاد حیران تھے۔

''اس کی حالت بہت خراب تھی، کچھ بھی ہو سکتا تھا، اس لیے ہمیں آپریشن کرنا پڑا۔'' ڈاکٹر نے انہیں تفصیل سے بتایا۔

''عروبہ کیسی ہے؟'' فارقلیط حسن کو صرف اس کی فکر تھی۔

اس نے دو پری میچور بچوں کو جنم دیا ہے، ابھی وہ بہت ویک اور بے ہوش ہے مگر ڈاکٹرز اس کے لیے بہت پر امید ہیں، ان شاء اللہ جلد recover کر لے گی۔'' ڈاکٹر جا چکی تھی، حسن بہزاد نے آگے بڑھ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

''ایسا کیا ہوا تھا کہ اس کی طبیعت اتنی خراب ہو گئی۔'' فارقلیط حسن کوئی جواب نہ دے سکا، دو دن بعد عروبہ ہاسپٹل سے ڈسچارج ہو گئی تھی۔

حسن بہزاد نے پوتے کا نام شہیر رکھا تھا، جبکہ فارقلیط حسن نے بیٹی کا نام ماہ وش رکھا تھا۔

فارقلیط حسن دونوں بچوں سے بہت پیار کرتا تھا، بیٹی میں تو اس کی جان تھی، وہ شکل وصورت میں بالکل عروبہ پر گئی تھی، جبکہ شہیر کچھ عروبہ جیسا تھا، کچھ فارقلیط حسن جیسا۔

دونوں بچے ہر وقت عروبہ غضنفر کو مصروف رکھتے تھے۔ فارقلیط حسن نے اسے فل ٹائم میڈ رکھ کر دی تھی، جو بچوں کے سب کاموں میں عروبہ کی ہیلپ کرواتی تھی، رات اگر بچے اٹھ جاتے، تو فارقلیط حسن ماہ وش کو اٹھا لیتا، عروبہ شہیر کو اٹھائے رکھتی، ابھی بھی وہ دونوں جاگ گئے تھے، عروبہ نے دونوں کو فیڈر پلا کر سلایا تھا۔

''تم یونیورسٹی کب جانا شروع کرو گی؟'' فارقلیط حسن جاگ گیا تھا اور اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

''مجھے نہیں جانا یونیورسٹی۔'' اس کی جانب دیکھے بنا جواب دیا۔

''تمہیں بہت سارا پڑھنا تھا، یاد ہے تمہیں؟'' وہ بولا۔

''مجھے نہ کچھ یاد ہے اور نہ میں یاد کرنا چاہتی ہوں، کیونکہ مجھے تکلیف کے سوا کچھ نہیں ملتا، میری ساری غلط فہمیاں اور خوش فہمیاں دور ہو چکی ہیں، مجھے میری اوقات میں رہنے دیں۔'' وہ لیٹ چکی تھی، فارقلیط حسن اسے دیکھے گیا۔

☆.....☆.....☆

غضنفر علی کی بے ہوشی طویل ہوتی جا رہی تھی، فروا کا رو رو کر برا حال تھا۔

''یا اللہ! میرے پاس اس ایک رشتے کے سوا اور کچھ نہیں بچا، مجھے معاف کر دے، میں نے اپنے باپ کو دھتکارا، ان کی محبت کو ٹھکرایا، مجھے بابا واپس لوٹا دے، میں اب ان کی محبت کی قدر کروں گی، میں انہیں کبھی مایوس نہیں کروں گی۔''

اس نے دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرے اور واپس آ گئی، اسے سامنے ہی نویلہ نظر آ گئی تھی۔

''ڈاکٹر سے کہو مجھے ان کے پاس جانے دیں، مجھے یقین ہے میں انہیں پکاروں گی تو وہ۔۔۔ وہ ضرور۔۔۔ ہوش میں آ جائیں گے۔'' وہ نویلہ کی منتیں کرنے لگی تھی، نویلہ ہنوز خاموش تھی، فروا کی نظر سامنے سے آتے ڈاکٹر پر پڑی۔

''ڈاکٹر۔۔۔ پلیز۔۔۔ پلیز مجھے میرے بابا کے پاس جانے دیں، میں آپ کو یقین دلاتی ہوں، میرے پکارنے پر وہ۔۔۔ وہ ہوش میں آ جائیں گے۔'' ڈاکٹر چند ثانیے کھڑا اسے دیکھتا رہا اور پھر اسے ساتھ لے کر اندر داخل ہو گیا، اندر پہلے سے دو ڈاکٹرز موجود تھے، اس نے انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

''مجھے یقین ہے کہو گی، جب میں مر جاؤں گا تو بابا، بابا کہہ کر بلاؤ گی، مگر میں واپس نہیں آؤں گا بیٹا!'' وہ سامنے کئی مشینوں میں جکڑے پڑے تھے، فروا کا دل پھٹنے لگا، وہ آگے بڑھی۔

''بابا!'' اس نے انہیں پکارا۔

''بابا اٹھیں۔'' تینوں ڈاکٹرز اسے دیکھ رہے تھے۔

''آپ تو مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں نا، پلیز میرے کہنے پر اٹھ جائیں۔'' وہ انہیں بار بار بلا رہی تھی۔

''بابا جان!'' اس نے ہاتھ ان کے گال پر رکھا تھا، ان کے دائیں ابرو میں ہلکی سی جنبش ہوئی تھی۔

''بابا اٹھیں پلیز، واپس آ جائیں، میں بہت اکیلی ہو گئی ہوں۔'' غضنفر علی کے ساکت وجود میں جنبش ہوئی، وہ زور زور سے سانس لینے لگے تھے۔

''آپ باہر جائیں۔'' ڈاکٹر تیزی سے ان کے قریب آئے اور فروا کو ہدایت کی۔

''نہیں۔'' اس نے سر نفی میں ہلایا۔

''پلیز سمجھنے کی کوشش کریں۔'' اسے باہر نکال کر انہوں نے دروازہ بند کر لیا۔

''بابا واپس آجائیں۔'' نویلہ کے گلے لگے بس وہ یہی کہے جا رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

زین ندیم کی ٹریننگ مکمل ہوگئی تھی اور اب اس کی پہلی پوسٹنگ حیدرآباد میں ہوئی تھی، اس نے بطور اسسٹنٹ کمشنر اپنا آفس جوائن کیا، تو اس کے سٹاف نے اسے کھلے دل سے ویلکم کہا، وہ نہ صرف خود حسین وجمیل تھا، بلکہ اس کا دل اور سوچ بھی خوبصورت تھی، وہ ایک ایماندار، فرض شناس اور نرم مزاج آفیسر تھا، مگر کام کے معاملے میں وہ کوئی کوتاہی برداشت نہ کرتا تھا۔

ثمینہ نے اس کے لیے لڑکی پسند کر لی تھی اور اس نے سعادت مندی سے ان کی پسند کے سامنے سر جھکا دیا تھا، فروا سے اسے کوئی دھواں دھار عشق نہ ہوا تھا، نہ ہی وہ اس کا دیوانہ تھا، لیکن وہ اس کی پہلی محبت تھی، اس کی اولین چاہت اور پہلی محبت کو بھلانا اتنا آسان تو نہ تھا، مگر وہ ایک اعلیٰ کردار، اصول پسند اور صاف طبیعت کا مالک تھا، اسے بے ایمانی اور خیانت ہرگز پسند نہ تھی، یہی وجہ تھی کہ وہ فروا کی یادوں کو دل کے قبرستان میں دفن کر کے اپنے بیڈروم میں داخل ہوا تھا، رشتہ طے ہونے کے بعد ایک دو مرتبہ اس کا انیتا بیگ سے سامنا ہوا تھا، مگر اس نے اس پر خاص توجہ نہ دی تھی، مگر اب وہ اس کی بیوی بن چکی تھی، ایک مضبوط اور خوبصورت بندھن میں اس کے ساتھ بندھ چکی تھی۔

''السلام علیکم!'' اس نے اندر کمرے میں قدم رکھتے ہوئے سلام کیا، اس کی توقع کے خلاف وہ دوپٹہ عام انداز میں لیے بیٹھی اسی کی جانب دیکھ رہی تھی، نہ تو چہرے پر گھونگٹ تھا، نہ ہی کوئی حیاء آلود تاثر، سلام کا جواب نہ پا کر وہ چند ثانیے کھڑا حیرت زدہ سا اسے دیکھتا رہا اور پھر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

''کیسی ہیں آپ؟'' زین ندیم نے گفتگو کا آغاز کیا۔

''بہت بری۔'' وہ بغاوت آنکھوں اور لہجے میں سموتے ہوئے بولی تو زین ندیم نے الجھن آمیز نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''کیا مطلب؟ میں سمجھا نہیں۔'' وہ چونکا۔

''میں یہ شادی نہیں کرنا چاہتی تھی، میں اپنے کزن نواز کو پسند کرتی ہوں۔'' اس نے زین ندیم کی سماعتوں پر بم پھوڑا تھا۔

''مگر میرے والدین کو ایسا لگتا تھا کہ ایک معمولی تنخواہ دار کزن تمہیں کیا دے سکتا ہے، آپ تو بہت بڑے آفیسر ہیں، آپ سے شادی کی صورت میں، مجھے زندگی کی ہر خوشی، ہر نعمت مل جائے گی، پتا نہیں والدین بیٹیوں کی خوشیوں کو پیسے کے ترازو میں رکھ کر کیوں تولتے ہیں۔'' زین ندیم ساکت بیٹھا بے یقینی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''مگر میں اس شادی کو نہیں مانتی، آپ ابھی اسی وقت مجھے طلاق دیں۔'' زین ندیم چند گھنٹوں کی دلہن کے منہ سے ایسی بات سن کر ششدر رہ گیا، اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہ آ رہا تھا۔

''کیا فضول بات کر رہی ہیں، جانتی ہیں کیا کہہ رہی ہیں آپ؟'' وہ غصے سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''اچھی طرح جانتی ہوں اور میں چاہتی ہوں کہ آپ بھی سمجھیں اس بات کو۔'' اس کا سکون غارت کر کے وہ اطمینان بھرے لہجے میں بول رہی تھی۔

''میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا۔'' زین ندیم نے دوٹوک الفاظ میں اسے باور کروایا۔

''اللہ اور رسول کو گواہ بنا کر قائم کیا گیا رشتہ میں بلا جواز ختم نہیں کر سکتا۔'' وہ قطعیت سے بولا تھا۔

''آپ ایسا نہیں کر سکتے میرے ساتھ۔'' وہ پہلی بار گھبرائی تھی، اس نے اور نواز نے اپنی طرف سے تو بہت اچھی پلاننگ کی تھی۔

''میری امی آپ کو بہت شوق اور محبت سے بیاہ کر لائی ہیں، میں آپ کو ان کے ساتھ ایسا نہیں کرنے دوں گا۔'' وہ اسے اپنا فیصلہ سنا کر چینج کرنے چلا گیا تھا، واپس آیا تو وہ بے چینی سے کمرے میں ٹہل رہی تھی۔

''آپ کو اس شادی سے کچھ نہیں ملے گا، کیا آپ کی غیرت اس بات کو گوارا کرتی ہے کہ آپ کی زندگی میں ایک ایسی لڑکی آئی ہے جس کے دل میں کوئی اور ہے۔'' وہ اسے اکسا رہی تھی، مجبور کر رہی تھی، کہ کسی طرح وہ اسے طلاق دے کر نکالے اور وہ جا کر اپنے والدین کو بتائے کہ ان کا فیصلہ کتنا غلط تھا اور پھر اس کی شادی نواز سے ہو جائے۔

''میری غیرت ایک رات کی دلہن کو طلاق دینا بھی گوارا نہیں کرتی، چاہے وہ خود ہی کیوں نہ مانگے۔'' وہ سکون سے بولا اور جا کر بیڈ پر نیم دراز ہو گیا اور اپنا موبائل اٹھا کر اسے دیکھنے لگا، وہ اسے مکمل طور پر نظر انداز کر رہا تھا۔

''زین صاحب! میں آپ کو اپنے ساتھ ایسا ہرگز نہیں کرنے دوں گی۔'' وہ اس کے پاس آ کر کھڑی ہوئی اور غصے سے موبائل فون اس کے ہاتھ سے چھینا۔

''کیا بدتمیزی ہے یہ؟'' زین ندیم اٹھ کر بیٹھ گیا اور موبائل اس سے لینے کے لیے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے خفگی سے بھرپور لہجے میں بولا۔

''آپ مجھے زبردستی اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتے۔'' اس نے ہاتھ پیچھے کیا۔

''آپ یہاں آئی اپنی مرضی سے ہیں، مگر جائیں گی میری مرضی سے۔'' وہ اسے چڑا رہا تھا۔

''میں آپ کی زندگی کو جہنم بنا دوں گی۔'' اس نے غم و غصے کا شکار ہو کر کہا۔

''شوق سے۔'' وہ مسکرا دیا۔

''اور اب میرا موبائل واپس کر دو، اس میں کچھ بھی نہیں ہے، میں بہت شریف بندہ ہوں، میری کوئی گرل فرینڈ بھی نہیں ہے۔'' اس کی باتیں انیتا بیگ کا پارہ ہائی کر رہی تھیں۔

''میں آپ سے امپریس نہیں ہونے والی۔'' اس نے موبائل فون زین ندیم کے پہلو میں پٹخا۔

''ہو جاؤ گی، ہزاروں لڑکیاں مجھ پر مرتی ہیں، آپ کیا چیز ہو۔'' اس نے تکیہ اٹھا کر منہ پر رکھ لیا، انیتا بیگ نے فوراً تکیہ کھینچا۔

''ایسا قیامت تک بھی نہ ہوگا، میں صرف اور صرف نواز سے محبت کرتی ہوں۔'' وہ ذرا بھی نہ شرمائی، نہ جھجکی اور نہ ہی اسے زین ندیم سے ڈر لگا۔

''اسے آپ کی بے وقوفی کہوں یا۔۔۔'' اس نے قصداً بات ادھوری چھوڑ دی۔

''شوہر کے سامنے محبوب کا نام لینے والی عورت بہادر نہیں بلکہ بے باک لگتی ہے۔'' وہ کہنے سے خود کو باز نہ رکھ سکا۔

''اور بے باک عورت اچھی نہیں سمجھی جاتی۔''

''مجھے فرق نہیں پڑتا۔'' اس نے کندھے اچکائے، زین ندیم اسے دیکھے گیا۔

''اور آپ اٹھیں یہاں سے، ادھر مجھے سونا ہے۔'' زین ندیم نے بھی مزید بحث کا ارادہ موقوف کیا اور تکیہ اٹھا کر صوفے پر چلا گیا۔

اپنے بیڈروم میں داخل ہونے سے پہلے اسے ذرا اندازہ نہ تھا کہ ایسا کچھ بھی ہو سکتا ہے، وہ ایک ہینڈسم لڑکا تھا، اتنی اچھی پوسٹ پر جاب کر رہا تھا، انیتا بیگ، ثمینہ کے کالج کی ایک ریٹائرڈ پروفیسر کی بیٹی تھی اور ثمینہ کے رشتہ مانگنے پر اس نے خوشی خوشی ہاں کہہ دی تھی۔

☆.....☆.....☆

شہیر اور ماہ وش اسے زندگی کا احساس دلاتے، عروبہ ہر وقت ان دونوں کے ساتھ مصروف رہتی تھی، اس نے فارقلیط حسن کو معاف کر دیا تھا، اس کے سوا وہ کر بھی کیا سکتی تھی، اس کا غصہ، ناراضی اور ہر بات فارقلیط حسن کی محبت کے سامنے ہار گئی تھی، وہ لوگ انگلینڈ میں شفٹ ہو گئے تھے، سال میں دو بار پاکستان آتے اور کبھی حسن بہزاد ان کے پاس رہنے آ جاتے تھے۔ عروبہ نے دوبارہ بابا یا نویلہ سے کانٹیکٹ نہیں کیا تھا، فارقلیط حسن کے کہنے پر بھی وہ آمادہ نہیں ہوئی تھی اور پھر وہ بھی خاموش ہو جاتا تھا، اس نے اپنا بزنس اسٹارٹ کر دیا تھا، اس کا یہاں مستقل رہنے کا پلان تھا، وہ خوب محنت کر رہا تھا۔ حسن بہزاد نے اسے بہت سمجھایا تھا، مگر وہ نہ مانا، اس کا خیال تھا کہ پاکستان میں رہیں گے تو لوگ ان کی لائف کو ڈسٹرب کرتے رہیں گے۔

''اگر تم یہ بات روزانہ مجھے بتا دیا کرو کہ تمہارے دل میں، میں ہوں تو میری عمر بڑھ جائے گی۔'' شام کا وقت تھا، عروبہ غضنفر کافی کا مگ تھامے لان میں آ گئی، وہ اس درخت کے پاس آ کھڑی ہوئی جس کے تنے پر فارقلیط حسن نے اپنا اور اس کا نام کھودا تھا۔

''فارقلیط!'' اس نے زیر لب بڑبڑاتے ہوئے تنے پر ہاتھ پھیرا۔

''جیسے اس درخت کے تنے پر ہمارا نام ساتھ ساتھ لکھا ہے اور یہ صدیوں تک لکھا رہے گا، اسی طرح میرے دل پر تمہارا نام لکھا رہے گا، میں اگر اس دنیا سے چلا بھی جاؤں نہ تو میری محبت کا حصار تمہیں اپنی حفاظت اور پناہ میں لیے رکھے گا۔'' اس کا لہجہ آج بھی ان سرد فضاؤں میں گونج رہا تھا۔

''میرا دل چاہتا ہے دنیا تمہارے قدموں میں ڈھیر کر دوں اور ساری دنیا کو بتاؤں How much I love you۔'' اس کی آنکھوں میں نمی تھی اور لب مسکرا رہے تھے۔

''دیکھنا ایک دن ہسٹری میں سچا عشق کرنے والوں میں ہم دونوں کا نام بھی لکھا جائے گا، میرا ارادہ یہ ہے کہ مورخ لکھے، ایک شوہر اپنی بیوی پر عاشق ہو گیا۔''

''اس میں کیا different ہے؟'' سرد ہوا عروبہ کے چہرے سے ٹکرائی تو اس نے جھرجھری لی۔

''تم خود دیکھو، کبھی کوئی شوہر بیوی کا عاشق ہوتا ہے بھلا۔'' بیرونی دروازہ کھول کر فارقلیط حسن اندر آیا اور بغور اسے دیکھا۔

☆.....☆.....☆

فروا کا یونیورسٹی میں لاسٹ سمیسٹر چل رہا تھا، معصب اسکول جانے لگا تھا، وہ باپ دادا اور دادی کی نسبت اس سے زیادہ اٹیچ تھا، فروا بھی اسے دل و جان سے چاہتی تھی، وہ یونیورسٹی سے واپسی پر بابا کے آفس جانے لگی تھی، غضنفر علی میں تو جیسے نئی زندگی آ گئی تھی، فروا بھی سب ناراضی بھلا کر اب دل و جان سے ان کو چاہنے لگی تھی، ان کا خیال رکھنے لگی تھی، صوفیہ اور علیشہ کی چبھتی نظروں کو اگنور کر کے وہ اکثر ان کے پاس رہنے کے لیے آ جاتی تھی۔

''چائے پئیں گے بابا؟'' وہ ابھی ابھی ایک میٹنگ سے لوٹے تھے اور خاصے تھکے ہوئے تھے۔

''ہاں ضرور۔'' اس نے انٹرکام اٹھا کر دو کپ چائے کا آرڈر دیا، غضنفر علی صوفے پر بیٹھ چکے تھے، جبکہ فروا ان کی چیئر پر جا بیٹھی۔

''اس سیٹ پر بیٹھ کر میں کیسی لگتی ہوں؟'' وہ شرارت سے گویا ہوئی۔

''بہت پیاری۔'' غضنفر علی مسکرا دیئے۔

''بالکل میرا بیٹا لگتی ہو اور مجھے اطمینان ہے کہ میرے بعد اس سیٹ کو بہت اچھے طریقے سے سنبھالو گی۔'' ان کی بات پر فروا کا دل ڈوب سا گیا تھا۔

''کبھی کبھی آپ بہت گندے بچوں والی باتیں کرتے ہیں۔'' فروا نے منہ پھلاتے ہوئے خفگی سے بھرپور لہجے میں کہا تو غضنفر علی کو اس پر ڈھیروں پیار آیا، وہ ہنس دیئے۔

''اچھا سوری، اب نہیں کہتا ایسی بات۔'' چائے آ گئی تھی، وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے برابر آ بیٹھی تھی۔

''I love you baba!''۔ چائے کا ایک سپ لیتے ہوئے وہ بے اختیاری سے بولی۔

''Love you too my child''۔ وہ نرمی سے مسکراتے ہوئے بولے۔

نویلہ کا میڈیکل کالج میں ایڈمیشن ہو گیا تھا، وہ پڑھائی میں مصروف ہو گئی تھی، کبھی کبھار وہ فروا اور پاپا کے ساتھ مل کر چائے پینے آ

جاتی، وہ وقت غضنفر علی کے لیے بہت اچھا ہوتا تھا اور تب وہ عروبہ کو بہت یاد کرتے، نویلہ کے کہنے کے باوجود وہ اسے کال نہ کرتے تھے، البتہ نویلہ انہیں جھوٹی تسلیاں دیتی رہتی تھی کہ اس کا عروبہ سے رابطہ ہے اور وہ انہیں سلام کہتی ہے۔

☆.....☆.....☆

علیشہ کو والدین کے گھر میں آئے سال سے اوپر کا عرصہ ہو گیا تھا، مگر عدیل اسے اپنے پاس نہ بلوا رہا تھا، شروع شروع میں تو وہ کال کرتا، اسے پیار سے سمجھاتا، صوفیہ کی منتیں کرتا، رفتہ رفتہ دونوں کی لڑائیاں بڑھنے لگیں اور پھر یوں ہوا کہ عدیل نے اس سے ہر رابطہ ختم کر لیا۔

صوفیہ بھائی سے سخت ناراض تھیں، جنہوں نے بہن کو اتنا بڑا دھوکہ دیا تھا۔

''صوفیہ میرا کوئی قصور نہیں ہے۔'' وہ ہر بار یہی کہہ کر خاموش ہو جاتے، صوفیہ غضنفر علی کے پیچھے پڑی تھیں کہ وہ عدیل سے بات کریں، مگر اب تو وہ بات کرنے کے لیے بھی آمادہ نہ تھا، بالآخر علیشہ نے اس کے پاس جانے کا فیصلہ کر لیا۔

صوفیہ خود اس کے ساتھ جانا چاہتی تھیں، مگر ان کی طبیعت ٹھیک نہ تھی، علیشہ تنہا ہی اس کے پاس جا پہنچی، ٹیکسی اسے عدیل کے اپارٹمنٹ کے سامنے چھوڑ گئی تھی، دل میں ہزاروں خوش گمانیاں اور وسوسے لیے وہ آگے بڑھی، اس کا خیال تھا کہ اسے اچانک سامنے دیکھ کر عدیل بہت خوش ہوگا، دروازہ کھلا ہوا تھا وہ اندر داخل ہو گئی تھی۔

''عدیل!'' اس کے لبوں نے بے آواز جنبش کی۔ وہ لاؤنج میں صوفے پر بیٹھا ہوا تھا، اسے سامنے دیکھ کر دل میں موجود تمام غصہ و ناراضی لمحوں میں غائب ہوئی تھی۔

''بابا کی جان، بابا کا بیٹا۔'' وہ دو قدم آگے بڑھی اور اس کے قدم ساکت ہو گئے، وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس منظر کو دیکھ رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

انیتا بیگ نے زین کے ساتھ جانے سے انکار کیا تھا اور زین نے بھی زیادہ اصرار نہیں کیا تھا، وہ جب بھی گھر کا چکر لگاتا ثمینہ اس کے سر ہو جاتیں، اس بار تو انہوں نے اس کی ایک نہ سنی اور انیتا بیگ کو زبردستی اس کے ساتھ بھیج دیا، اسے گھر چھوڑ کر وہ آفس چلا گیا تھا، بہت سے ضروری کام تھے جنہیں نمٹاتے ہوئے اسے کافی دیر ہو گئی۔

''گل خان کھانا لگا دو، میں فریش ہو کر آتا ہوں۔'' اس نے اپنے خاص ملازم کو ہدایت کی اور بیڈروم میں آ گیا۔

''انیتا اٹھو کھانا کھا لو۔'' اس کے قریب بیٹھتے ہوئے وہ اسے جگانے کی کوشش کر رہا تھا۔

''انیتا!'' زین ندیم نے اس کا گال تھپتھپایا۔

''میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، مجھے یہاں زبردستی لے تو آئے ہو، مگر پچھتاؤ گے۔'' وہ اس کی بات سن کر رکا اور مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔

''میں نے ایک دفعہ کہا تمہیں ساتھ آنے کے لیے، آپ خود آئی ہیں میرے ساتھ۔'' انیتا کا رویہ ہتک آمیز تھا وہ برداشت کر رہا تھا۔

''آپ آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر روئیں گے، یاد رکھیئے گا میری بات۔'' وہ چلائی تھی، زین ندیم تھکا ہوا تھا، مزید اس کی کوئی فضول بات سننے کی ہمت نہ تھی، خاموشی سے باہر نکل گیا، کھانا کھا کر کمرے میں واپس آیا تو وہ وہاں نہ تھی۔

اس کے دل میں انہونی کا خیال آیا، وہ اسے ہر جگہ تلاش کرنے کے بعد لان میں نکل آیا، اس کی پریشانی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ تیرہ کنال کے اس اسسٹنٹ کمشنر ہاؤس کا کونا کونا اس نے ملازموں کو چھاننے کے لیے کہا اور خود سنگی بینچ پر بیٹھ گیا، وہ لڑکی اس کی سوچ سے زیادہ خودسر، ہٹ دھرم اور بے وقوف تھی۔

☆.....☆.....☆

رات کافی ہوگئی تھی، وہ آفس سے نکل کر پارکنگ کی جانب بڑھا، دل شادماں و مسرور تھا، اپنی ہی دھن میں وہ چلا جا رہا تھا، کہ دفعتاً بائیں طرف سے ایک گاڑی آئی اور قبل اس کے کہ وہ اپنی گاڑی میں بیٹھتا، اس گاڑی سے اس پر اندھا دھند فائرنگ ہونے لگی تھی، اسے سنبھلنے کا موقع نہ مل سکا اور وہ زمین پر گرتا چلا گیا، ہاتھ میں پکڑا موبائل چھوٹ کر دور جا گرا اور اس پر کال آنے لگی، خون میں لت پت بے بسی کی انتہاؤں پر پہنچتے ہوئے اس نے ہاتھ بڑھا کر موبائل اٹھانے کی کوشش کی، مگر وہ ناکام رہا، موبائل کی آواز سماعتوں سے ٹکرا رہی تھی، مگر دل کہیں نیچے ہی بیٹھتا جا رہا تھا، اس کا حرکت کرتا ہاتھ رک گیا تھا، آنکھیں بند ہوگئی تھیں، سامنے درخت پر بیٹھا پرندہ زور سے چیخا تھا، اس کی چیخ کا گلا کسی دوسرے پرندے نے بے دردی سے گھونٹا تھا اور گہری ہوتی سیاہ رات اور بھی گہری ہوگئی تھی۔

❁ ❁

ناول ''می رقصم'' ابھی جاری ہے۔ اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی 20 تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

قسط نمبر 16

موسیٰ علی آج کل آفس سے کافی لیٹ آ رہا تھا، اکثر وہ جب آتا فروا سو رہی ہوتی، آج بھی وہ لیٹ تھا، فروا بھی یونیورسٹی کے بعد آفس اور پھر گھر میں معصب کے ساتھ مصروف رہنے کی وجہ سے بہت تھکی ہوئی تھی، اس لیے رات کا کھانا کھاتے ہی سو گئی۔

''موسیٰ!'' وہ چیخ مار کر اٹھ بیٹھی، اس نے بے حد ڈراؤنا خواب دیکھا تھا، اس کا پورا بدن پسینے سے شرابور تھا، وہ رات پانی رکھنا بھول گئی تھی، اس کے حلق میں کانٹے سے چبھ رہے تھے، وہ پیروں میں جوتا پہنے، دوپٹہ اوڑھے باہر نکلی، کچن کی طرف جاتے ہوئے اسے کاریڈور میں سے گزرتے ہوئے ماما لاؤنج میں ٹہلتی نظر آئیں۔

''ماما!'' وہ ان کے پاس آ گئی۔

''آپ جاگ رہی ہیں؟''

''فروا مجھے نیند نہیں آ رہی، دل عجیب طرح سے گھبرا رہا ہے۔'' وہ شکل سے ہی پریشان دکھائی دے رہی تھیں۔

''ماما!'' فروا کے ہاتھ پاؤں بے جان ہونے لگے۔

''میں نے ابھی بہت برا خواب دیکھا ہے۔'' اس نے پیشانی کو پونچھتے ہوئے کہا۔

''فروا میرا دل بیٹھا جا رہا ہے، موسیٰ آج بہت لیٹ ہو گیا ہے۔'' ان کا رنگ زرد ہونے لگا۔

''آپ بیٹھیں یہاں۔'' فروا نے ہاتھ پکڑ کر انہیں صوفے پر بٹھا دیا، وہ ان کے لیے پانی لے آئی۔

''میں نے اسے کال بھی کی ہے، وہ ریسیو نہیں کر رہا۔''

خود فروا کی جان پر بن آئی تھی، موسیٰ علی اس کا شوہر تھا اور اب بہترین دوست بھی، جو ہر بات اور ہر کام میں اس سے رائے لیتا اور اسے اہمیت دیتا تھا، پڑھائی سے لے کر ہر چیز میں اسے سپورٹ کرتا تھا، اس کی خواہش تھی کہ فروا اس کا آفس جوائن کرے، مگر فروا اپنے بابا کا آفس جوائن کرنا چاہتی تھی تو یہاں بھی موسیٰ علی نے اس کی مرضی کو اہمیت دی۔

''میں دوبارہ کرتی ہوں فون۔'' فروا نے ٹیبل پر پڑا ان کا موبائل اٹھا کر کال ملائی۔

''نہیں اٹھا رہے۔'' راشدہ بیگم کی آنکھوں میں جگمگاتے آس کے دیے ٹمٹمانے لگے۔

''یا اللہ! میرے بچے کی حفاظت فرما، وہ ایسا لاپرواہ تو نہیں۔'' فروا دوبارہ کال ملانے لگی، کال ریسیو ہو گئی تھی۔

''موسیٰ آپ کہاں ہیں؟ کال کیوں نہیں ریسیو کر رہے؟ ہم لوگ اتنے پریشان ہیں۔'' ماما نے ہاتھ بڑھا کر اس سے موبائل لینا چاہا۔

''کیا؟'' وہ زور سے چلائی۔

''ایسا نہیں ہوسکتا۔'' وہ سر کو بار بار نفی میں ہلا رہی تھی، ماما خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

''ماما!'' فروا کے ہاتھ سے موبائل فون چھوٹ گیا تھا، وہ دزدیدہ نگاہوں سے ماما کو دیکھ رہی تھی، اس پل ماما کا جی چاہا اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیں، اسے بولنے سے منع کر دیں، یا اپنی سماعتوں کو ضائع کر دیں، وہ ایک پل، ایک صدی کے برابر لگا تھا انہیں۔

''موسیٰ کو۔۔۔ کسی نے۔۔۔ گولی مار دی۔''

الفاظ تھے یا سیسہ جو راشدہ بیگم کے کانوں میں انڈیلا گیا تھا، وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے فروا کو دیکھ رہی تھیں، فروا زور زور سے رو رہی تھی، جبکہ راشدہ بیگم کا وجود ساکت ہو گیا تھا، ظفر علی شور سن کر بھاگ کر باہر آئے تھے۔

☆.....☆.....☆

عروبہ غضنفر نے تیزی سے آنسو پونچھ ڈالے تھے، وہ اب فارقلیط حسن سے اپنے آنسو، اپنے درد اور تکالیف چھپاتی تھی، مگر وہ اس کے آنسو دیکھ چکا تھا، دھیرے دھیرے چلتا ہوا اس کے قریب آ رکا۔

''السلام علیکم!'' عروبہ غضنفر نے اسے سلام کیا تھا، مگر اس کی جانب دیکھنے سے گریز کیا۔

''اکیلے اکیلے کافی پی جا رہی ہے۔'' اس نے دھیمے پن سے مسکراتے ہوئے کافی کا کپ عروبہ کے ہاتھ سے پکڑا اور سپ لیا۔

''زبردست۔'' اس نے کپ واپس عروبہ کو تھمایا۔

''بہت مزیدار ہے کافی۔'' عروبہ غضنفر نے کوئی جواب نہ دیا، چند ثانیے یوں ہی خاموشی رہی۔

''میں کھانا گرم کرتی ہوں، آپ اندر آ جائیں۔'' وہ مڑنے لگی تو فارقلیط حسن نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''بور نہیں ہوتی تم یہ ایک سے جملے بول بول کر۔۔۔ کھانا گرم کرتی ہوں، آپ کے کپڑے نکال دیے ہیں، چائے بنا دوں، کافی پئیں گے۔'' عروبہ غضنفر نے نظریں اٹھا کر فارقلیط حسن کی جانب دیکھا۔

''جو انسان آپ سے اتنی محبت کرے، آپ کو اتنا چاہے، اسے معاف کر دینا چاہیے عروبہ!'' وہ بول رہا تھا اور عروبہ غضنفر خاموشی سے اسے سن رہی تھی اور پچھلے ڈیڑھ سال سے یہی تو ہو رہا تھا۔

یہ خاموشی جواب کہ گفتگو کے بیچ ٹھہری ہے
یہی اک بات ساری گفتگو میں سب سے گہری ہے

''میں نے جتنا تمہیں چاہا ہے، اپنی زندگی میں کبھی کسی کو نہیں چاہا، کیا تم میری غلطی کو معاف نہیں کر سکتی؟'' وہ سوال کر رہا تھا، التجاء کر رہا تھا اور عروبہ خاموش نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''میں آپ سے ناراض نہیں ہوں۔'' عروبہ نے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے آزاد کروایا۔

''تم کہو کہ تم نے مجھے معاف کر دیا۔'' وہ آس بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے منت بھرے لہجے میں بولا۔

''میں نے آپ کو معاف کیا فارقلیط!'' وہ کسی روبوٹ کی طرح بول رہی تھی، جذبات سے عاری، احساسات سے بے پرواہ، اس کا چہرہ سپاٹ تھا، آنکھیں بجھی ہوئی تھیں، وہ پتھر کی کوئی اداس سی مورت دکھائی دیتی تھی۔

''دل سے معاف کر دو عروبہ!'' وہ لجاجت سے گویا ہوا۔

''دل سے معاف کیا۔'' وہ اسی انداز سے بولی اور ہاتھ میں پکڑی ٹھنڈی کافی لے کر واپس پلٹ گئی، فارقلیط حسن اسے جاتے دیکھتا رہا، دونوں کے درمیان ایک ایسی دیوار کھڑی ہو گئی تھی جسے فارقلیط حسن ہر رات گراتا اور ہر صبح وہ پہلے سے بھی زیادہ بلند نظر آتی، فارقلیط حسن چاہ کر بھی سب کچھ ٹھیک نہ کر پا رہا تھا اور عروبہ غضنفر خواہش اور کوشش کے باوجود سب کچھ بھلا نہ سکی تھی، وہ اس کا پہلے سے بھی زیادہ خیال رکھتی تھی، اس کی ہر بات مانتی تھی، کسی چیز یا بات کے لیے ضد کرنا چھوڑ دیا تھا، کیونکہ اسے فارقلیط حسن پر جو مان تھا وہ ختم ہو گیا تھا۔

☆.....☆.....☆

جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا، زین ندیم کی پریشانی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا، وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ ایک ضدی اور نادان لڑکی ہے، اپنی ضد میں کچھ بھی کر سکتی ہے، فی الحال جو سچویشن تھی اس کا کوئی حل اسے نظر نہ آ رہا تھا۔

''یا اللہ! کہاں ڈھونڈوں اسے۔'' اس نے نگاہیں اٹھا کر دور تک پھیلے درختوں کے سلسلے کو دیکھا۔

''کہاں جا سکتی ہے؟'' وہ کچھ سمجھ نہ پا رہا تھا۔

''سر!'' گل خان بھاگتا ہوا اس کے قریب آیا۔

''میڈم۔۔۔ میڈم۔۔۔ وہاں بیٹھا ہے۔'' اس نے ہاتھ سے اس طرف اشارہ کیا، جہاں مصنوعی آبشار بنی ہوئی تھی اور اس کے اردگرد بہت خوبصورتی سے چھوٹے چھوٹے پہاڑ بنائے ہوئے تھے۔

''ام نے ان کو بتایا کہ سر بہت پریشان ہیں، وہ کہنے لگا، اچھی بات ہے۔'' زین ندیم خاموشی سے اٹھ کر اس سمت چل دیا، وہ ایک اونچے پتھر پر بیٹھی ہوئی تھی، اسے دیکھ کر اسے سخت غصہ آیا، مگر وہ پی گیا۔

''اندر چلو۔'' وہ اس کے قریب پہنچ کر بولا تو وہ چونکی، اسے دیکھا اور زاویہ نظر بدل لیا۔

''میں آپ سے کچھ کہہ رہا ہوں۔'' وہ ٹس سے مس نہ ہوئی تو زین ندیم اس کے سر پر پہنچ گیا۔

''مجھے اندر گھٹن فیل ہو رہی ہے، میں یہاں ٹھیک ہوں، آپ جائیں۔'' وہ ہٹ دھرمی سے بولی تو چند ثانیے وہ کھڑا اسے دیکھتا رہا اور پھر آگے بڑھ کر اس کا بازو دبوچ لیا۔

''گھر ملازموں سے بھرا ہوا ہے، پہلے ہی بہت تماشا کر چکی ہیں آپ، میں مزید نہیں ہونے دوں گا۔'' اسے ایک جھٹکے سے اٹھایا اور ساتھ لے کر چلنے لگا۔

''چھوڑو میرا ہاتھ، وحشی، جنگلی انسان۔'' وہ چلائی، زین ندیم نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا، وہ کلائی کو سہلاتے ہوئے اس کو گھورتے ہوئے تیز تیز قدم اٹھاتی اندر کی جانب بڑھی اور اس سے پہلے بیڈروم میں داخل ہوگئی۔

وہ اندر آیا تو انیتا بیگ غصے کے عالم میں ادھر سے ادھر ٹہل رہی تھی، اس کی جانب دیکھے بغیر وہ ایک فائل اٹھالایا اور اسے دیکھنے لگا۔

''نفرت کرتی ہوں میں آپ سے۔'' اس کی جانب دیکھے بنا تیز تیز ٹہلتے ہوئے وہ ایک دم زور سے بولی۔

''مجھ سے کچھ کہا؟'' زین ندیم نے فائل سے سر اوپر اٹھایا۔

''نہیں، دیواروں سے باتیں کر رہی ہوں۔'' وہ شدید صدمے سے دوچار تھی۔

''بہت خوبصورت اور بڑا ہے آپ کا یہ قید خانہ۔'' وہ اس سے کچھ فاصلے پر آ بیٹھی تھی، زین ندیم نے سر اٹھا کر اس کے تیکھے، تنے ہوئے نقوش کو دیکھا اور دوبارہ فائل کی جانب متوجہ ہوگیا۔

''خود آپ بھی بہت خوبصورت ہیں۔'' اس کی بات پر وہ زیر لب مسکرایا۔

''شکریہ!'' اس کی مسکراہٹ اسے مزید غصہ دلا گئی۔

''مگر یاد رکھیے گا، میں کبھی بھی امپریس نہیں ہوتی ان چیزوں سے، میں کبھی بھی آپ کی نہیں ہوسکتی۔'' وہ اسے باور کروا رہی تھی، اس کی بات پر زین ندیم کی مسکراہٹ گہری ہوگئی تھی۔

''دماغ خراب ہے آپ کا۔'' وہ بولا تو انیتا بیگ کو گویا پتنگے لگ گئے۔

''دماغ تو نہیں، قسمت خراب ہے میری، جو میری شادی نواز سے نہیں آپ سے ہوگئی۔'' وہ اسے غصہ دلانے اور نیچا دکھانے کے لیے کہہ رہی تھی۔

''آپ کو غصہ نواز سے شادی نہ ہونے پر ہے یا مجھ سے شادی ہونے پر ہے؟'' اس کے سکون میں ذرا فرق نہ آیا تھا، بلکہ وہ اس کی حالت سے حظ اٹھاتے ہوئے بول رہا تھا، انیتا بیگ کا جی چاہا اس کا سر پھاڑ دے۔

''کیا سمجھتے ہیں آپ خود کو؟'' اس نے فائل زین ندیم کے ہاتھ سے کھینچ کر دور پھینکی۔

''ایک خوبصورت، ذہین، ذمہ دار، نرم مزاج، خوش مزاج آفیسر۔۔۔ اور تو کچھ نہیں۔'' اس نے شانے اچکاتے ہوئے اسے تپایا۔

''اونہہ، خوش فہمیاں۔'' وہ زیر لب بڑبڑائی، زین ندیم فائل لے کر بیٹھ گیا، جب کسی طرح بھی وہ اسے ہرا نہ سکی تو موبائل اٹھا کر نمبر ملایا اور فون کان سے لگایا۔

''ہاں نواز کیسے ہو؟'' وہ مسکراتے ہوئے بولی، زین ندیم نے ایک نظر اس کو دیکھا اور دوبارہ فائل پر جھک گیا، جب تک وہ جاگتا رہا، وہ فون پر نواز سے بات کرتی رہی، مگر زین ندیم اسے نظر انداز کرتا رہا۔

☆.....☆.....☆

''عدیل!'' علیشہ کو اپنی آواز کسی کنویں سے آتی محسوس ہوئی تھی، سب کچھ اس کے سامنے واضح ہو گیا تھا، کچھ بھی کہنے سننے کو نہیں بچا تھا، ایک لمحے کو اس کا جی چاہا وہ وہاں سے بھاگ جائے اور کبھی پلٹ کر نہ دیکھے اور باقی زندگی اس فریب میں گزار دے کہ عدیل صرف اور صرف اس کا ہے، وہ اس کی آواز سن کر مڑا اور سناٹے میں آ گیا۔

''علیشہ!'' وہ گود میں اٹھائے بچے کو لے کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''تم یہاں کیوں آئی ہو؟'' عدیل کا رنگ لٹھے کی مانند سفید ہو رہا تھا، وہ تیزی سے اس کے قریب آیا اور پریشانی کے عالم میں مڑ کر بند دروازے کو دیکھتے ہوئے آہستگی سے بولا۔

''دھوکے باز انسان۔'' شدید دکھ کی حالت میں اس سے ایک لفظ بھی نہ بولا گیا۔

''پلیز علیشہ باہر چلی جاؤ، ورنہ بہت گڑبڑ ہو جائے گی۔'' وہ منت کر رہا تھا۔

''جھوٹے انسان، تمہیں کوئی شرمندگی نہیں، ذرا احساس نہیں، تم نے مجھے کتنا بڑا دھوکہ دیا۔'' وہ زور سے چلائی۔

''دیکھو علیشہ یہاں کوئی تماشا نہ کرنا، اگر صومیہ آ گئی تو بہت گڑبڑ ہو جائے گی۔'' وہ بہت گھبرایا ہوا تھا۔

''اس کی اتنی فکر اور میری کوئی پرواہ نہیں۔'' وہ شاکڈ تھی۔

''دیکھو علیشہ میری جان، تم باہر آؤ، میں تمہیں۔۔۔''

''دور رہو مجھ سے۔'' علیشہ نے اس کا ہاتھ جھٹکا۔

''تم نے میرے ساتھ بہت برا کیا ہے اور اب میں تمہاری بیوی کو تمہاری اصلیت بتاؤں گی۔'' وہ اس کے سائیڈ سے ہو کر آگے بڑھی اور صوفے پر جا کر بیٹھ گئی، عدیل کی جان پر بن آئی تھی۔

''علیشہ میں بہت مجبور ہو گیا تھا، دل میں ڈھیروں امیدیں لے کر، میں اپنے اور تمہارے خواب پورے کرنے یہاں آیا تھا، مگر مجھے کوئی اچھی جاب نہ مل رہی تھی، میں بہت پریشان تھا، تب ایک دن مجھے صومیہ مل گئی، اس کا باپ بہت بڑا بزنس مین ہے، اس نے مجھے اپنے باپ کی کمپنی میں جاب دلوائی۔'' وہ تیز تیز بول رہا تھا۔

''مجھے تمہاری اس رام کہانی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔'' وہ تڑخ کر بولی۔

''میں تمہیں آخری بار کہہ رہا ہوں ابھی یہاں سے چلی جاؤ، میں تم سے باہر آ کر بات کروں گا۔'' وہ آواز کو حتی المقدور نارمل کرتے

ہوئے بولا۔

''میں نہیں جاؤں گی۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولی۔

''بہت برا ہوگا تمہارے ساتھ۔'' وہ وارن کر رہا تھا۔

''مزید کیا برا کرو گے۔'' وہ آنکھوں میں امڈتے آنسو پیتے ہوئے بولی۔

''تم نے اپنے خوابوں کو پورا کرنے کے لیے میرے خوابوں میں آگ لگائی ہے، میں تمہارے گھر میں آگ لگا کر اسے راکھ کا ڈھیر بنتا دیکھ کر جاؤں گی۔'' عدیل کو کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا کہ کیا کرے، صومیہ مارکیٹ سے لوٹنے ہی والی تھی۔

''علیشہ تم۔'' بات اس کے منہ میں ہی رہ گئی تھی، بیرونی دروازہ کھلا تھا، عدیل نے دزدیدہ نگاہوں سے دروازے کی سمت دیکھا تھا اور پھر علیشہ نے اس کے متغیر ہوتے چہرے کو دیکھ کر اس کی نظروں کے تعاقب میں مڑ کر دیکھا، جہاں دروازے سے اندر ایک موٹی اور چھوٹے قد کی لڑکی آنکھوں میں حیرت واستعجاب لیے کھڑی ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

غضنفر علی ریسیپشن سے معلومات لے کر تیزی سے مڑے، انہیں آپریشن تھیٹر کے باہر ہی فروا نظر آ گئی تھی، وہ حد درجہ خوفزدہ اور سہمی ہوئی تھی۔

''فروا! میرے بچے۔'' غضنفر علی آگے بڑھے اور اسے سینے سے لگا لیا، انہیں سامنے پا کر اس کے آنسو تھمنے کا نام ہی نہ لے رہے تھے۔

''کیسے ہوا یہ سب؟'' وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر اس کی ڈھارس بندھا رہے تھے، مگر فروا کا وجود درخت سے کٹی شاخ کی مانند تھا، وہ جیسے بے جان ہوتی جا رہی تھی۔

''بابا! پلیز ڈاکٹرز سے کہیں موسیٰ کو بچا لیں۔'' ان سے الگ ہو کر وہ اب ہاتھ جوڑ کر ان سے التجاء کر رہی تھی، غضنفر علی نے بے بسی سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

''بچانے والی ذات تو اللہ کی ہے بیٹے اور وہ اسے بچا لے گا۔'' وہ اس کے ساتھ ساتھ خود کو بھی تسلی دے رہے تھے۔

''میری زندگی میں سے پرابلمز کبھی ختم نہیں ہوں گے، مجھے ایسا لگنے لگا تھا، کہ اب برا وقت گزر گیا ہے اور زندگی میں صرف سکون ہی ہوگا، مگر میں غلط تھی، اللہ نے نہ کبھی میرے ساتھ اچھا کیا ہے نہ کبھی کرے گا۔'' اس کی بات پر وہ لحظہ بھر کے لیے خاموش ہو گئے تھے۔

''اللہ بندوں کے ساتھ برا نہیں کرتا بیٹا۔'' وہ نرمی سے بولے تھے۔

''اس نے میرے ساتھ ہمیشہ برا کیا ہے۔'' وہ ان کی بات ماننے کو تیار نہ تھی۔

''کچھ لوگوں کو سب کچھ دے دیتا ہے اور کچھ کو بس تڑپاتا اور ترساتا ہے، کبھی چین نہیں لینے دیتا، اگر موسیٰ کو کچھ ہوا تو میں۔۔۔

میں اس سے ناراض ہو جاؤں گی۔'' غضنفر علی خاموش ہو گئے تھے، وہ جانتے تھے اس وقت وہ کچھ نہیں سنے گی، اس لیے کچھ بھی کہنا بے معنی تھا، وہ اسے شانوں سے پکڑ کر ویٹنگ ہال کی چیئرز تک لائے تھے، جہاں موسیٰ علی کے غم سے نڈھال والدین بیٹھے تھے، غضنفر علی نے فروا کو بٹھایا اور خود بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئے۔

☆.....☆.....☆

عروبہ دونوں بچوں کے ساتھ لونگ روم میں بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی، دونوں اپنے کھلونوں سے کھیل رہے تھے، ماہ وش بھائی کی نسبت زیادہ ایکٹو اور چالاک تھی، فارقلیط حسن اس کی چھوٹی چھوٹی شرارتوں اور باتوں پر ہنستا تھا، وہ ہمیشہ شہیر سے کھلونے چھین لیا کرتی تھی۔

''پاپا، پاپا۔'' فارقلیط حسن اندر داخل ہوا تھا اور ماہ وش اسے دیکھتے ہی چلانے لگی تھی، مگر وہ پہلے عروبہ کے پاس آیا، اسے بازو کے گھیرے میں لے کر اس کے گال کو مس کیا۔

''گڈ ایوننگ۔'' وہ بشاشت سے مسکرایا۔

''السلام علیکم!'' عروبہ غضنفر نے بھی جواباً مسکرا کر اسے جواب دیا تھا۔

''آپ کی بیٹی آپ کے پاس آنے کے لیے بے چین ہے۔'' عروبہ نے اس کی توجہ ماہ وش کی جانب مبذول کروانا چاہی، جو فارقلیط حسن کو متوجہ نہ پا کر کچھ خفا دکھائی دینے لگی تھی، جبکہ شہیر بہت خاموشی سے فارقلیط حسن کا بازو تھامے کھڑا تھا۔

''اب تم صاف کہو میں تم سے دور ہو جاؤں۔'' اس نے سرسری انداز میں کہتے ہوئے ذرا سا آگے جھک کر بیٹی کو اٹھا کر گود میں بٹھا لیا۔

''چائے پئیں گے یا کافی؟'' وہ اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے بولی۔

''کچھ بھی نہیں۔'' وہ ایک دم بجھ سا گیا تھا، دونوں بچے اس سے خوب لاڈ کر رہے تھے۔

''میں سوچ رہا ہوں اس دفعہ بچوں کا برتھ ڈے ہم پاکستان جا کر سیلیبریٹ کریں۔'' اس نے عروبہ کی طرف مشورہ طلب نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تھا، وہ فوراً مان گئی۔

''جیسے آپ کو ٹھیک لگے۔'' اس نے فوراً حامی بھر لی، فارقلیط حسن اسے دیکھے گیا۔

''کبھی تو کسی بات سے انکار بھی کر دیا کرو۔'' وہ جیسے شکوہ کر رہا تھا۔

''آپ کبھی کچھ غلط کہتے ہی نہیں، انکار کیوں کروں؟'' وہ ہلکا سا مسکرائی۔

''مجھے کبھی کبھی یہ وہم ستانے لگتا ہے عروبہ کہ میں نے تمہیں کھو دیا ہے۔'' اس کے لہجے میں حسرت تھی، خوف تھا، ایک محسوس کی جانے والی پیاس تھی۔

''آپ اتنا وہم مت کیا کریں، میں ہمیشہ سے آپ کی ہوں اور آپ ہی کی رہوں گی اور میں صرف آپ کے ساتھ ہوں، مجھے آپ کے علاوہ اور کسی کی ضرورت نہیں ہے۔'' فارقلیط حسن اسے دیکھے گیا، ایک ایک لفظ کو اپنی روح میں اتارتا گیا، اسے عروبہ پر، اس کے الفاظ پر گہرا یقین تھا۔

''میں جانتا ہوں تمہیں میری محبت پر یقین نہیں رہا، مگر عروبہ وقت تم پر خود ثابت کرے گا کہ تم میرے لیے کیا ہو، میں تمہیں کتنا چاہتا ہوں، وقت نے ہماری محبت کے خلاف سازش ضرور کی، مگر کامیاب نہیں ہوا، نہ ہی میں اسے کامیاب ہونے دوں گا عروبہ۔'' عروبہ اس کے لیے کافی لائی تھی، اسی رات عروبہ نے پیکنگ شروع کر دی تھی، کیونکہ دو دن بعد وہ لوگ پاکستان جا رہے تھے۔

''عروبہ! میری بیٹی۔'' حسن بہزاد سب سے زیادہ اسے دیکھ کر خوش ہوتے تھے، فارقلیط حسن اور عروبہ نے انہیں کچھ نہ بتایا تھا، مگر وہ جانتے تھے دونوں کے درمیان کچھ ایسا ضرور ہوا ہے، جس نے ان کے دلوں کو ایک دوسرے سے دور کر دیا ہے۔

''گرینڈ پا۔'' ماہ وش بھاگ کر ان کی گود میں چڑھ گئی تھی۔

''ڈیڈی!'' عروبہ آگے بڑھی اور حسن بہزاد نے اسے ساتھ لگا کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا، ان کے گھر کا سونا پن لمحوں میں غائب ہوا تھا، انہوں نے بچوں کی شاندار سی سالگرہ منانے کا فیصلہ کیا تھا اور اس کے لیے بھرپور انتظامات کروا رہے تھے، وہ فارقلیط حسن سے کچھ کھنچے کھنچے سے تھے اور ہمیشہ کی طرح وہ بس انہیں دیکھے گیا۔

☆.....☆.....☆

نویلہ، فروا کے لیے بہت پریشان تھی، فروا کا بی پی بار بار ڈاؤن ہو جاتا تھا، اس کی حالت نویلہ سے دیکھی نہ جا رہی تھی، وہ غضنفر علی کی خاص ہدایت پر فروا اور موسیٰ علی کے پیرنٹس کے لیے کھانا تیار کروانے گھر آئی تھی، معصب کو بھی وہ اپنے ساتھ لے آئی تھی۔

''نویلہ!'' وہ کچن میں تھی، جب صوفیہ اس کے سر پر پہنچ گئیں۔

''جی ماما!'' وہ مڑی۔

''میری بات سنو۔'' وہ اسے کہہ کر باہر نکل گئیں، نویلہ ان کے پیچھے آئی تھی۔

''تمہیں کوئی ضرورت نہیں ہے اس لڑکی کے غم میں گھلنے کی، اپنی پڑھائی چھوڑ چھاڑ کر اس کی خدمتیں کرنے کی۔'' نویلہ نے متاسف نظروں سے ماں کو دیکھا تھا۔

''باپ تمہارا آفس کو بھلائے اس کو سینے سے لگائے بیٹھا ہے، پتا نہیں کب سمجھو گے تم باپ بیٹی۔'' وہ شدید الجھن اور غصے کا شکار تھیں۔

''ماما ایسا مت کہیں، پاپا اور فروا آپی بہت پریشان ہیں۔'' نویلہ نے انہیں کچھ بھی سخت کہنے سے روکا، معصب بھی پاس ہی بیٹھا ہوا تھا۔

''مجھے تمہارا فروا کے ساتھ اتنا فرینک ہونا بالکل پسند نہیں ہے، باپ بزنس اس کے حوالے کرنے پر تلا ہوا ہے، بیٹی اپنا فیوچر بھلائے اس کی خدمتیں کر رہی ہے، کتنی میری خواہش تھی کہ تم یا علیشہ باپ کے ساتھ بزنس سنبھال لو، لیکن تم لوگوں نے کبھی میری بات کو اہمیت ہی نہیں دی۔'' وہ بیٹیوں سے سخت کبیدہ خاطر نظر آ رہی تھیں۔

''ماما ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' نویلہ ان کے پاس آ بیٹھی۔

''میرا انٹرسٹ بزنس میں نہیں ہے اور علیشہ کی شادی ہو گئی اور بے فکر رہیں فروا آپی خود بھی کچھ نہیں لینا چاہتیں، پھر ان کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں ہے، اتنا بڑا گھر، بزنس اور پراپرٹی ہے موسیٰ بھائی کے پاس۔'' اس نے تسلی دی۔

''گل افزاء کو بہت شریف سمجھتا ہے غضنفر، بیٹی کو جاتے جاتے بھی ظفر کے گھر چھوڑ گئی، آخر کو پرانا یارانہ تھا۔'' نویلہ نے متاسف نظروں سے ماں کی جانب دیکھا۔

☆.....☆.....☆

''عدیل! یہ لڑکی کون ہے؟'' وہ چلتی ہوئی ان لوگوں کے قریب آئی اور علیشہ کو گھورتے ہوئے تیکھے پن سے عدیل سے سوال کیا تھا۔

''عدیل کی بیوی۔'' قبل اس کے کہ عدیل اس سے کچھ کہتا علیشہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اس لڑکی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

''واٹ؟'' وہ زور سے چلائی، عدیل کا حال تو ایسا تھا جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

''بکواس کر رہی ہو تم۔'' وہ علیشہ پر جھپٹی۔

''اپنی حد میں رہو۔'' عدیل کی گود میں موجود بچہ اس لڑکی کے پاس جانے کے لیے بے چین تھا، مگر اسے اس وقت ہوش کہاں تھا۔

''یہ کیا کہہ رہی ہے عدیل؟'' وہ عدیل کی طرف مڑی۔

''جھوٹ۔۔۔ جھوٹ۔۔۔ بول رہی ہے۔'' وہ اپنا دفاع کرتے ہوئے بولا۔

''عدیل!'' علیشہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''میں اس کی بیوی ہوں، یہ تم سے جھوٹ بول رہا ہے، اس نے مجھے بھی دھوکہ دیا ہے، تمہیں بھی دھوکہ دے گا۔'' علیشہ تیز تیز بول رہی تھی۔

''نکل جاؤ تم میرے گھر سے۔'' اس نے آگے بڑھ کر بچہ عدیل کی گود سے لیا اور اسے دھکا دیا۔

''ایسا مت کہو صومیہ ڈارلنگ۔'' اس نے آگے ہوتے ہوئے ہاتھ اس کے شانے پر رکھا جسے اس لڑکی نے فوراً جھٹک دیا۔

''میں جان سے مار دوں گی اسے۔'' وہ زور سے چلائی اور اندر چلی گئی۔

''بہت برا کروں گا تمہارے ساتھ۔'' علیشہ کو گھورتے ہوئے وہ اس کے پیچھے گیا، تقریباً پندرہ بیس منٹ بعد دونوں واپس آئے

تھے، یہ وقت علیشہ نے سولی پر لٹکتے ہوئے گزارا تھا۔

''تم یہاں سے چلی جاؤ علیشہ، میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔'' وہ جیسے کسی گہرے خواب سے چونکی تھی۔

''طلاق دیتا ہوں۔'' علیشہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی، وہ سمجھ نہ پا رہی تھی کہ یہ کوئی ڈراؤنا خواب ہے یا حقیقت۔

''نن۔۔۔نہیں۔'' اس کے لب کسی بے بس قیدی پرندے کی مانند فقط پھڑ پھڑا کر رہ گئے۔

''طلاق دیتا ہوں۔'' عدیل جیسے کسی بڑے بوجھ سے آزاد ہوا تھا، وہ پتھر کی بے جان مورت بنے، لب نیم وا کیے اس بے وفا، دغا باز اور خود غرض شخص کو دیکھ رہی تھی، جس نے اپنے خواب بچانے کی خاطر اسے اجاڑ دیا تھا۔

''نہیں عدیل۔'' وہ زور سے چلائی۔

''تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے۔'' اس نے دونوں کانوں پر ہاتھ رکھ لیے تھے، مگر اب سب کچھ ختم ہو چکا تھا۔

''نکلو تم یہاں سے۔'' وہی لڑکی آگے بڑھی اور علیشہ کو دھکے دینے لگی، عدیل بے بسی سے یہ سب دیکھ رہا تھا، مگر وہ اس کو روک نہ سکتا تھا۔

''میں تم کو کبھی معاف نہیں کروں گی، اللہ تم کو برباد کرے جیسے تم نے مجھے کیا۔'' وہ رو دی تھی، عدیل نگاہیں چرانے لگا، اس لڑکی نے علیشہ کا ہینڈ کیری بھی اس کے ساتھ ہی باہر پھینک دیا تھا۔

''یا اللہ!'' اجنبی دیس کی اس سرد ظالم بے وفا فضا میں اپنی تنہائی، بے بسی اور بربادی کے خیال نے اسے توڑ پھوڑ کر رکھ دیا، وہ گھر کر باہر سیڑھیوں پر بیٹھی زار و قطار رو رہی تھی، اس نے زندگی میں پہلی بار اللہ کو پکارا تھا، آنسو اس کے گالوں پر بہتے ہوئے ٹھوڑی سے لٹکنے لگے تھے۔

یکا یک بادل گرجا اور بارش برسنے لگی، اس نے بے بسی سے نگاہیں اٹھا کر آسمان کو دیکھا اور اپنا ہینڈ کیری گھسیٹتی ہوئی تیز تیز سڑک پر چلنے لگی، اس نے جینز کے اوپر لانگ کوٹ پہن رکھا تھا، گلے میں مفلر لٹکائے وہ بے خیالی سے چلی جا رہی تھی کہ سامنے سے آتی گاڑی سے ٹکرا گئی۔

''آہ۔'' اس کے منہ سے چیخ برآمد ہوئی، ہینڈ کیری اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گرا۔

☆.....☆.....☆

زین ندیم نے انیتا بیگ کو ناشتے کے لیے نہیں جگایا تھا، وہ آفس جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا جب وہ جاگ اٹھی۔

''گڈ مارننگ۔'' وہ اٹھ کر اس کے قریب آئی، زین ندیم ہیئر برش کر رہا تھا، وہ ڈریسنگ کو ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی، اس نے کوئی جواب نہ دیا، بس ایک نظر اسے دیکھ کر رہ گیا۔

''موڈ آف ہے آپ کا؟'' وہ استہزائیہ انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔

''نہیں۔'' مختصر جواب۔

''اچھا مجھے لگا میرے نواز سے بات کرنے پر آپ نے مائنڈ کیا۔'' وہ اسے چڑانے کی کوشش کر رہی تھی، مگر اسے ناکامی ہوئی تھی۔

''جب آپ مجھ سے بحث کرتی ہیں تو کافی بہادر اور کانفیڈنٹ لگتی ہیں اور جب نواز سے متعلق بات کرتی ہیں تو ایک کمزور، ہاری ہوئی بے وقوف لڑکی لگتی ہیں۔'' زین ندیم کی بات پر لحظہ بھر کو وہ خاموش ہو گئی تھی، مگر اگلے ہی لمحے خود کو سنبھال کر گویا ہوئی۔

''جیلس ہو رہے ہیں۔'' وہ تپا دینے والے انداز میں مسکرائی تھی۔

''اونہہ جیلس۔'' اس نے سر جھٹکا۔

''تمہاری سوچ اور کردار پر حیرت ہوتی ہے۔'' اس نے برش واپس رکھا اور پرفیوم اٹھا کر اسپرے کرنے لگا۔

''میرے کردار پر بات کرنے سے پہلے اپنے گریبان میں جھانکیں، ایک کمزور بے بس لڑکی کو زبردستی باندھ کر رکھا ہوا ہے۔'' وہ تلملائی تھی۔

''کمزور، بے بس اور آپ۔'' وہ حیرت سے بے ہوش ہونے لگا تھا۔

''بہادری کے جو مظاہرے آپ نے میرے سامنے کیے ہیں، اس کے بعد کون کافر آپ کو کمزور اور بے بس سمجھے گا۔'' وہ اب کلائی میں گھڑی باندھ رہا تھا۔

''لیکن ایک بات یاد رکھیے گا، شادی سے پہلے ہم جو بھی تھے، مگر شادی کے بعد ہم اپنے قول و فعل کے لیے ایک دوسرے کو جوابدہ ہیں۔'' وہ اب اپنا لیپ ٹاپ بیگ میں ڈال رہا تھا۔

''میں کسی بھی بات کے لیے آپ کو جوابدہ نہیں ہوں زین صاحب۔'' وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولی۔

''مرد عورت کے کردار پر اپنا سب کچھ قربان کر سکتا ہے، عورت اگر باوفا ہو تو مرد خود کو دنیا کا خوش قسمت ترین مرد سمجھتا ہے۔'' وہ اسے کہہ رہا تھا، وہ خوب سمجھ رہی تھی۔

''میں نے پہلے دن ہی آپ پر سب کچھ واضح کر دیا تھا۔'' وہ لاپرواہی سے بولی۔

''نا جانے آپ معصوم ہیں، بے وقوف یا۔۔۔'' اس نے قصداً بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔

''میں جو بھی ہوں، یہ آپ کا ہیڈک نہیں ہے، آپ مجھے طلاق دیں اور خود کو اور مجھے اس اذیت سے نکالیں۔'' اس نے حل پیش کیا۔

''بہت خود غرض ہیں آپ۔'' زین ندیم کہے بنا نہ رہ سکا۔

''محبت اور جنگ میں سب جائز ہے۔'' اسے تو کسی چیز، کسی انسان اور رشتے کی پرواہ نہ تھی، نواز کی محبت نے اسے خود غرض بنا دیا تھا۔

''جو محبت والدین کی عزت، محبت اور وقار کی دھجیاں اڑانے کو کہے، وہ محبت نہیں خود غرضی ہوتی ہے، بربادی کی ابتداء۔'' زین ندیم نے اسے متاسف نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

زین ندیم فطرتاً حساس انسان تھا، وہ دوسروں کی خوشیوں پر اپنی خوشیوں کو قربان کر دینے کو ترجیح دیتا تھا۔

''آپ کو میرے پیرنٹس کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ برہم ہوئی، وہ ہر بار اس کے سامنے اس کی باتوں سے ہار جاتی تھی۔

''میں اپنی ماما کی فکر کر رہا ہوں، انہیں دکھ دینے کا میں سوچ بھی نہیں سکتا۔'' زین ندیم نے اس پر فوراً واضح کیا تھا۔

''مگر میں زیادہ عرصہ آپ کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔'' وہ بھی دوبدو بولی تھی، بناء کسی لحاظ یا جھجک کے۔''

''میں بلاوجہ اس رشتے کو ختم نہیں کر سکتا۔'' وہ جان چھڑاتے ہوئے بولا۔

''آپ کو ابھی بھی وجہ چاہیے۔'' وہ طنز سے گویا ہوئی۔

''یہ وجہ میں ماما کو نہیں بتا سکتا۔'' اس نے فوراً باور کروایا۔

''جس دن کوئی ایسی وجہ میرے سامنے آئی، جو میں ماما کو بتا سکوں، میں خود آپ کو چھوڑ دوں گا۔'' اسے کہہ کر وہ رکا نہیں تھا، باہر کی جانب بڑھ گیا، جبکہ انیتا بیگ غصے سے بھرپور نگاہ اس پر ڈال کر رہ گئی، زین ندیم اس کے لیے ایک امتحان بنتا جا رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

غضنفر علی نماز پڑھنے گئے تھے، فروا ہاسپٹل کی سیڑھیاں اتر کر نیچے آ گئی، اس کے اردگرد خوب شور تھا، بھیڑ تھی، لوگ آ جا رہے تھے، مگر اس وقت اس کے اندر گہرے سناٹے پھیلے ہوئے تھے، وہ بے خیالی میں ہی ہاسپٹل سے باہر نکل آئی تھی، وہ بے نیازی سے سڑک پر چلی جا رہی تھی، چلتے چلتے وہ ہاسپٹل سے بہت دور نکل آئی تھی، مگر اسے کچھ خبر نہ تھی، نہ ہی کچھ ہوش تھا، وہ بس چلتی جا رہی تھی، سامنے ہی ایک سبز گنبد والی عمارت تھی، وہ اس کے باہر سیڑھیوں پر بیٹھ گئی، ذہن اس وقت گہری سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

''پریشان ہو؟'' ایک سانولی سی عورت اس سے کچھ فاصلے پر آ بیٹھی تھی، فروا گہرے خیال سے چونکی تھی، مگر کوئی جواب نہ دیا، شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔

''وہ یا تو اسے آزماتا ہے جس کی محبت پر اسے بہت یقین ہوتا ہے، یا پھر اسے آزماتا ہے جس کا یقین اس کی محبت پر ڈانواڈول ہو رہا ہوتا ہے۔'' فروا اب بھی کچھ نہ بولی تھی، بس خاموشی سے اسے دیکھے گئی۔

''مجھے اس کی محبت پر یقین نہیں ہے۔'' وہ سامنے لگے نیم کے درخت کو بغور دیکھتے ہوئے بولی۔

''وہ صرف چند لوگوں سے محبت کرتا ہے اور انہی کو ہر چیز سے نوازتا ہے، باقیوں کو صرف ترساتا ہے۔'' اس عورت نے فروا کے ستے ہوئے چہرے کو دیکھا۔

''بہت بدگمان ہو اس سے؟'' عورت نے سوال کیا۔

''میں ناراض ہوں اس سے۔'' وہ بولی تو عورت اس کی بات پر ہنس دی۔

''انسان کو یہ اختیار نہیں دیا گیا کہ اس سے ناراض ہو۔'' وہ ناصحانہ انداز میں بولی۔

''انسان کو کوئی اختیار دیا ہی کب گیا ہے۔'' وہ تلخی سے گویا ہوئی۔

''یہ بہت بڑے بزرگ کا دربار ہے، یہاں لوگ دور دور سے منتیں مانگنے آتے ہیں، تم بھی منت مانگو، تمہارے بھی دل کی مراد پوری ہو جائے گی۔'' اس نے نگاہیں اٹھا کر تعجب سے اس عورت کو دیکھا۔

''میں کیوں اپنے ہی جیسے انسان سے مانگوں کچھ، دل کیا تو اللہ سے مانگ لوں گی۔'' اس نے انکار کیا۔

''استغفر اللہ۔'' عورت نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

''تم تو بہت بھٹکی ہوئی ہو، دین کے راستے پر چلنے والے، اللہ کے ولی کو اپنے جیسا کہہ رہی ہو۔'' وہ خاصی حیران اور خفا دکھائی دے رہی تھی، فروا نے چپ سادھ لی۔

''ان سے کوئی بھی نہیں مانگتا، نہ ہی اللہ کے سوا کوئی دے سکتا ہے، ہاں ان جیسے اللہ کے پیاروں کا واسطہ دے کر جب اللہ سے مانگا جائے تو وہ ضرور عطا کرتا ہے، واسطہ اور وسیلہ اسلام میں جائز ہے بیٹی، حضرت آدمؑ کی توبہ حضرت محمد ﷺ کا واسطہ دینے سے قبول ہوئی تھی۔'' اس عورت نے تفصیلاً سمجھایا۔

''مجھے پتا ہوتا یہ دربار ہے تو یہاں آ کر نہ بیٹھتی، جہاں غیر اللہ کے نام پر کھانے تقسیم ہوتے ہیں۔'' فروا طنز سے گویا ہوئی۔

''افسوس ہو رہا ہے تمہاری سوچ پر بیٹی، کسی نے کتنا غلط بتایا ہے تمہیں۔'' وہ متاسف نظروں سے فروا کو دیکھ رہی تھی۔

''غیر اللہ سے تمہاری کیا مراد ہے؟'' فروا سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

''اللہ کے پاک کلام میں سے ہی سورتیں اور آیات پڑھی جاتی ہیں اور اللہ کی مخلوق کو ہی کھانا کھلایا جاتا ہے، یہاں غیر اللہ کا کیا ذکر؟'' فروا چند ثانیے اسے دیکھتی رہی اور پھر سے گویا ہوئی۔

''اور یہ جو لوگ درباروں پر آ کر قبروں کو سجدہ کرتے ہیں یہ کیا ہے؟ حالانکہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا میری قبر کو میرے بعد سجدہ گاہ نہ بنا لینا۔'' وہ درشتی سے بولی۔

''کوئی سجدہ نہیں کرتا، آپ دل پر ہاتھ رکھ کر کہو، کیا کوئی مسلمان اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کر سکتا ہے، کلمے کی تو پہلی شرط ہی لا الہ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور پھر آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا، مجھے اب اپنی امت سے شرک کا کوئی ڈر نہیں، سوائے شرک مخفی کے، موسیقی کو حرام قرار دیا ہے، ہم اسے نہیں چھوڑتے، بندے کے خوف یا رضا کی خاطر اللہ کے حکم کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔'' اس نے تفصیلاً سمجھایا۔

''میں پھر بھی نہیں مانتی ان درباروں کو۔'' فروا اٹھ کھڑی ہوئی۔

''بدبختی ہے تمہاری، خدا سے ڈرنا چاہیے اس کے پیاروں کے متعلق کچھ کہنے سے پہلے۔''

''اونہہ، دربار پر منت ماننے سے میرا کام ہو جائے گا۔'' اس نے سبز عمارت کو دیکھتے ہوئے استہزائیہ انداز میں کہا اور واپسی کی راہ لی۔

''آؤ گی، یہیں واپس آؤ گی، جب سکون کھو جائے گا، جب نقصان اٹھاؤ گی تو ضرور آؤ گی۔'' وہ عورت بول رہی تھی مگر فروا اس کی مزید کوئی بات نہ سننا چاہتی تھی اس لیے تیز تیز قدم اٹھاتی اس سے دور ہونے لگی تھی، وہ جلد از جلد اس جگہ سے دور جانا چاہتی تھی۔

☆.....☆.....☆

وہ واپس بیڈ پر جا بیٹھی اور تسبیح پڑھنے لگی، دروازہ ہلکی سی دستک سے کھلا تھا، اس کے انداز نشست میں فرق نہ آیا، نہ ہی اس نے دروازے کی جانب دیکھا۔

''السلام علیکم!'' وہ اس کے سامنے کھڑا اسے سلام کر رہا تھا، اس نے کمزور سی آواز میں جواب دیا، مگر اس سے نظریں ملانے کا حوصلہ نہ ہوا۔

''میں آج جاؤں گا ان کے پاس، بات کروں گا ان سے۔'' وہ اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

''میں نے بتایا نہ وہ مجھے۔۔۔طلاق۔۔۔''

''ایسے کیسے دے سکتے ہیں وہ طلاق آپ کو؟'' وہ اس کی بات کاٹ کر بولا۔

''وہ دے چکے۔'' اس کے چہرے پر شدید اذیت رقم تھی۔

''آپ فکر نہیں کریں۔'' وہ تسلی دیتے ہوئے بولا، اسے تکلیف میں دیکھ کر وہ خود بھی دکھی ہو گیا تھا۔

''مجھے ان کے بغیر رہنا نہیں آتا۔'' وہ نا چاہتے ہوئے بھی اس سے اپنا درد کہہ گئی، دل بھرانے لگا، آنکھوں کے گوشے بھیگنے لگے، تنہائی کا احساس، اس سے ہمیشہ کے لیے دور جانے کے احساس سے اس کو سانس لینا بھی مشکل ہو رہا تھا۔

''وہ آپ سے بہت محبت کرتے ہیں، آپ کو ایسے کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔'' دروازہ دھاڑ سے کھلا تھا، اس نے فوراً سامنے دیکھا اور اپنی بیٹی کو دیکھ کر وہ ڈر گئی، مگر وہ اسے نظر انداز کرتی ہوئی اپنے شوہر کے قریب آئی۔

''آپ کے آفس کا ٹائم ہو رہا ہے، ناشتہ کر لیں آ کر۔'' وہ خاصی رکھائی سے بول رہی تھی، وہ اٹھ کر باہر نکل گیا۔

''اگر آپ یہاں آ ہی گئی ہیں تو پلیز ان سے کچھ مت کہیے گا، میں نہیں چاہتی کہ انہیں کچھ پتا چلے۔'' وہ خاصی ناراض دکھائی دے رہی تھی، خفگی سے بھرپور لہجے میں بولی تو وہ خاموشی سے بیٹی کے چہرے کو دیکھے گئی، مگر کچھ کہہ نہ سکی۔

''وہ چلے جائیں تو میں آپ کو ناشتہ دیتی ہوں۔'' وہ جاتے جاتے مڑی۔

عین ممکن ہے میں پلٹ آؤں

اس کی آواز میں بلاؤ مجھے

میں نے بولا تھا یاد مت آنا

جھوٹ بولا تھا یاد آؤ مجھے

وہ باہر نکل گئی تھی، اس پر یادیں ایک مرتبہ پھر یلغار کرنے لگی تھیں۔

☆.....☆.....☆

علیشہ کی آنکھ کھلی تو فوری طور پر تو وہ کچھ نہ سمجھ سکی، کہ وہ کہاں ہے، لیکن آہستہ آہستہ تمام حسیات بیدار ہوئیں تو سب کچھ یاد آنے لگا۔

''کیسا محسوس کر رہی ہیں آپ؟'' وہ اپنے قریب اجنبی مردانہ آواز سن کر چونکی اور اٹھ کر بیٹھنے لگی، مگر ٹانگ میں اٹھنے والی ٹیس نے اسے ایسا نہ کرنے دیا۔

''آپ میری گاڑی سے ٹکرا گئی تھیں۔''

اس کی خوفزدہ سوالیہ نظروں کو پڑھتے ہوئے وہ شستہ انگریزی میں بولا، علیشہ اسے دیکھے گئی، اس وقت وہ ایک بیڈ پر پڑی ہوئی تھی، کمرے میں موجود واحد کھڑکی سے پردہ ہٹا ہوا تھا، باہر گہری سیاہ رات پھیل چکی تھی، اس نے کلائی پر بندھی گھڑی کو دیکھا۔

''مائی گاڈ۔'' رات کے ایک بجے کا وقت تھا، اسے یہاں آئے ہوئے کئی گھنٹے گزر چکے تھے، وہ لڑکا کمرے سے باہر نکل گیا تھا، واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک ٹرے تھا۔

''یہ کھالیں، پھر میڈیسن دیتا ہوں آپ کو۔'' اس نے سہارا دینے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا، مگر علیشہ نے اسے وہیں روک دیا، وہ ٹرے اس کے پاس رکھ کر پھر سے باہر نکل گیا۔

''ماما!'' اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

''عدیل میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔'' وہ نفرت سے بولی، وہ مسلسل روئے جا رہی تھی، جب وہی لڑکا دوبارہ اندر آیا۔ شکل سے وہ انگریز ہی لگتا تھا، اس کے نقوش انگریزوں جیسے تھے، مگر رنگت مشرقی مردوں جیسی تھی۔

''تم نے یہ کھایا کیوں نہیں؟'' وہ علیشہ سے پوچھ رہا تھا۔

''مجھے بھوک نہیں ہے۔'' اس کی آواز بھرا گئی اور پھر سے آنسو بہنے لگے۔

''تم رو رہی ہو؟'' اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھا وہ اس سے پوچھ رہا تھا، علیشہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''کیوں؟'' اب وہ وجہ جاننا چاہتا تھا اور جواب میں علیشہ نے اسے ساری بات بتا دی، وہ کچھ دیر خاموش بیٹھا رہا، اس کے چہرے کے تاثرات بہت عجیب ہو رہے تھے۔

''تمہارے بچے ہیں؟'' علیشہ کو اس کے سوال پر حیرت ہوئی تھی۔

''نہیں۔'' اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''یہ تو اچھی بات ہے۔'' وہ بولا تو علیشہ حیرت سے اسے دیکھے گئی۔

''میرا نام ڈاکٹر تیمور عباس ہے، تم جب تک ٹھیک نہیں ہو جاتی، چاہو تو یہاں رہ سکتی ہو۔'' وہ باہر نکل گیا اور علیشہ اسے جاتا دیکھتی رہی۔

اس نے پاکستان کال کر کے ماما کو بتا دیا تھا کہ وہ عدیل کے پاس پہنچ گئی ہے، وہ فون پر اپنی طلاق کا بتا کر انہیں پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی، اگلے دو روز تک وہ بمشکل تھوڑا سا چلنے کے قابل ہوئی تھی، اس دوران ڈاکٹر تیمور عباس نے اس کی ہر ضرورت کا خیال رکھا تھا، کھانے سے لے کر میڈیسن تک، وہ ایک نرم مزاج، ہمدرد اور مہربان شخص تھا۔

☆.....☆.....☆

عروبہ اور فارقلیط حسن دونوں ہی بے حد خوبصورت لگ رہے تھے، دونوں بچوں کے برتھ ڈے کا ایسا شاندار اہتمام کیا گیا تھا کہ لوگ برسوں یاد رکھتے، فارقلیط حسن عروبہ کو بتائے بغیر غضنفر ہاؤس والوں کو انوائیٹ کرنے گیا تھا، مگر وہاں جا کر اس پر جو انکشافات ہوئے تھے، انہوں نے اسے شاکڈ کر دیا تھا، اس نے بہت کوشش کی کہ عروبہ کو فروا کے متعلق بتائے، اسے یہ بتائے کہ وہ اس کی دوست نہیں، سگی بہن ہے، مگر وہ ہمت نہ کر سکا۔

''عروبہ!'' رات گئے فنکشن ختم ہوا، سب لوگ بہت تھک گئے تھے، فارقلیط حسن کے کزنز اور دوست اس کے پاس بیٹھے تو اٹھنے کا نام ہی نہ لیا، وہ اب بہت کم ہی کسی کو میسر آتا تھا۔

''جی!'' وہ نماز پڑھ چکی تھی اور اب سونے کی تیاری کر رہی تھی، دونوں بچے سو چکے تھے۔

''کل تمہارے پاپا کی طرف چلیں۔'' اس نے کچھ ہچکچاتے ہوئے کہا، عروبہ غضنفر نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔

''نہیں۔'' اس نے انکار کیا، اب وہ لیٹ چکی تھی۔

''تمہارا جی نہیں چاہتا ان سے ملنے کو۔'' اس نے اگلا سوال کیا۔

''نہیں۔'' وہ ہنوز سنجیدہ تھی۔

''تو اس کا مطلب ہے تم نے مجھے معاف نہیں کیا۔'' وہ بولا تو عروبہ اٹھ بیٹھی اور اس کی جانب دیکھا۔

''آپ ایک ہی بات کو بار بار کیوں دُہراتے ہیں، جس بات کو میں بھلا چکی ہوں، آپ مجھے وہ بار بار کیوں یاد دلاتے ہیں۔'' اسے اندازہ نہ ہوا تھا اور وہ اچھی خاصی برہم ہو گئی، جواب میں فارقلیط حسن خاموش ہو گیا، تب اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

''دیکھیں فارقلیط۔''

''تم اگر بھلا چکی ہوتی تو یہ رویہ نہ ہوتا تمہارا، تم اسی ایک بات کو لے کر کیا ہماری ساری زندگی خراب کرو گی؟ کیا میری محبت،

میری چاہت، میرا خلوص کچھ بھی یاد نہیں تمہیں؟'' وہ بہت کوشش کرتا تھا کہ اس کے اور عروبہ کے درمیان سب کچھ پہلے جیسا ہو جائے، مگر کچھ رویے کچھ الفاظ کے گھاؤ بھلائے نہیں جا سکتے اور عروبہ غضنفر کا دل بھی سہم گیا تھا، وہ سب بھلا نہ پا رہا تھا، جو فارقلیط حسن نے اسے کہا تھا۔

''میرے رویے کو کچھ نہیں ہوا، آپ کو صرف وہم ہے۔'' وہ دوبارہ لیٹ چکی تھی۔

''میں اگر تم سے دور ہو گیا نہ تو تم سہہ نہیں پاؤ گی عروبہ!'' وہ جتلا رہا تھا۔

''دھمکی دے رہے ہیں؟'' اس نے رخ نہیں موڑا تھا۔

''احساس دلا رہا ہوں تمہیں۔'' وہ تھکن زدہ لہجے میں بولا۔

''سنو۔'' وہ اٹھ کر گیا اور کچھ دیر میں واپس آ گیا، عروبہ نے اس کی جانب دیکھا۔

''آنکھیں بند کرو۔'' وہ کہہ رہا تھا، عروبہ نے جھٹ سے آنکھیں بند کیں۔

''اب کھولو۔'' فوراً حکم کی تعمیل ہوئی۔

''واؤ۔'' فارقلیط حسن کے ہاتھ میں بہت خوبصورت ڈائمنڈ بریسلٹ تھا۔

''بہت خوبصورت ہے۔'' وہ ہلکا سا مسکرائی، اس کے ساتھ ہی ایک چین تھی جس میں ڈائمنڈ سے ''عروبہ'' لکھا ہوا تھا، فارقلیط حسن نے اسے بریسلٹ پہنا دیا تھا۔

''اب یہ چین تم مجھے پہنا دو۔'' وہ محبت بھرا اصرار کر رہا تھا، عروبہ نے اس کی بات مان لی تھی، دونوں مسکرا رہے تھے، فارقلیط حسن خوش ہو گیا تھا۔

☆.....☆.....☆

زین ندیم خلاف معمول جلدی گھر آ گیا تھا، انیتا بیگ اسے کہیں دکھائی نہ دے رہی تھی، وہ ماما کو کال کرنے لگا تھا۔

''میں ٹھیک ہوں، آپ سنائیں۔'' وہ ان سے بات کرتے ہوئے ہمیشہ کی طرح کافی مسکرا رہا تھا، انیتا بیگ اسی وقت کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

''آپ جب حکم کریں گی، میں حاضر ہو جاؤں گا۔'' وہ خوشگوار لہجے میں بول رہا تھا، انیتا بیگ نے اسے گھور کر دیکھا، مگر وہ اسے اگنور کر رہا تھا۔

''میں خود آپ کو بہت مس کرتا ہوں۔'' اس نے کچھ دیر بات کرنے کے بعد فون بند کر دیا۔

''کس سے بات کر رہے تھے؟'' اس سے رہا نہ گیا تو پوچھنے لگی۔

''اپنی گرل فرینڈ سے۔'' وہ گہری سنجیدگی لہجے میں سموتے ہوئے بولا۔

''تو یہ ہے آپ کی شرافت۔'' وہ غصے سے بولی۔

''تم جیلس ہو رہی ہو؟'' وہ ہنسی دباتے ہوئے بولا۔

''میری جوتی ہوتی ہے جیلس، مجھے کیا ضرورت ہے جیلس ہونے کی۔'' وہ غصہ دباتے ہوئے بولی۔

''لگ تو ایسا ہی رہا ہے۔'' وہ اس کے چہرے کو جانچتی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

''میرا آپ سے ایسا کوئی رشتہ نہیں ہے کہ۔۔۔'' اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

''رشتہ تو ہے، آپ نہ مانیں تو الگ بات ہے۔'' زین ندیم اپنی پیکنگ کر رہا تھا۔

''میں دو دن کے لیے کوئٹہ جا رہا ہوں، آپ پیکنگ کر لیں، آپ کو کراچی چھوڑ دوں گا، آپ اپنے پیرنٹس سے مل لیں۔'' اس نے بات کا رخ بدلا۔

''مجھے نہیں ملنا ان سے۔'' اس نے فوراً انکار کیا۔

''وہ آپ کے پیرنٹس ہیں، آپ کو یاد کرتے ہیں، آنٹی کی کئی دفعہ مجھے کال آئی ہے، آپ ان سے بات بھی نہیں کرتیں۔''

''میرا جو دل چاہے گا میں وہی کروں گی، آپ اپنے مشورے اپنے پاس رکھیں۔'' وہ کس قدر بدتمیزی سے بولی۔

''میں آپ کو یہاں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا، آپ کراچی ماما کے پاس چلی جائیں۔'' اس نے کہا۔

''میں کوئی بچی نہیں ہوں، رہ سکتی ہوں اکیلی، بلکہ بہت سکون سے رہ سکتی ہوں۔'' اس نے رکھائی سے کہا۔

''آپ اکیلی رہ سکتی ہوں گی، مگر میں آپ کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا، بات کو سمجھیں۔'' وہ نرمی سے بولا تھا۔

''میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' اس پر ذرا اثر نہ ہوا۔

''جب تک آپ میرے نکاح میں ہو، فکر کرنا میرا فرض ہے۔'' اس کی بات پر انیتا بیگ کا چہرہ کھل اٹھا تھا، زین ندیم کمرے سے باہر نکل گیا اور وہ اس کے لفظ ''جب تک'' میں کھو کر رہ گئی۔

☆.....☆.....☆

فروا بہت بوجھل دل کے ساتھ ہاسپٹل میں داخل ہوئی تھی، سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آئی، آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا تھا، وہ دھڑکتے دل کے ساتھ آگے بڑھی، غضنفر علی اور موسیٰ علی کے پیرنٹس تیزی سے اٹھے تھے، اندر سے ڈاکٹر نکلا، اس کے چہرے پر مایوسی پھیلی ہوئی تھی۔

''آئی ایم سوری۔'' وہ فقط اتنا ہی بول پایا تھا، سامنے کھڑے تینوں نفوس ساکت ہو گئے تھے اور خود فروا کا دل بھی۔

''نہیں۔'' اس کے لب پھڑپھڑائے اس کا وجود پتھر کا ہو گیا تھا، اس نے وہاں سے بھاگ جانا چاہا مگر وہ ہل بھی نہ سکی۔

''وہ یا تو اسے آزماتا ہے جس کی محبت پر اسے بہت یقین ہوتا ہے، یا پھر اسے آزماتا ہے جس کا یقین اس کی محبت پر ڈانواڈول ہو

رہا ہوتا ہے۔'' اس کے آس پاس آواز ابھری تھی۔

''اللہ بندوں کے ساتھ برا نہیں کرتا بیٹا۔'' وہ تیزی سے مڑی تھی اور برق رفتاری سے سیڑھیاں اترنے لگی تھی۔

کافی تیز ہوا چل رہی تھی، وہ بھاگنے لگی تھی، اس کا رخ دربار کی جانب تھا۔

''خدا سے ڈرنا چاہیے اس کے پیارے بندوں کے متعلق کچھ کہنے سے پہلے۔'' وہ اور زور سے بھاگنے لگی تھی، اس کے پاؤں میں سے جوتا اتر گیا تھا، سانس دھونکنی کی مانند چل رہا تھا، وہ دربار کے باہر پہنچ گئی تھی۔

''اللہ۔۔۔! میں مانتی ہوں تیرے۔۔۔ اس بندے۔۔۔ کو۔۔۔ تیرا۔۔۔ پیارا۔۔۔ مجھے۔۔۔ ایک بار۔۔۔ معاف کر۔۔۔ دے۔۔۔ اپنے پیارے۔۔۔ بندے۔۔۔ کے واسطے۔۔۔ تجھے اس۔۔۔ بندے۔۔۔ کی۔۔۔ محبت۔۔۔ اور۔۔۔ عبادت۔۔۔ کا۔۔۔ واسطہ۔۔۔ مجھ سے۔۔۔ موسیٰ علی۔۔۔ کو دور۔۔۔ نہ کرنا۔'' وہ دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی، آتے جاتے لوگ اسے تاسف سے دیکھ رہے تھے، وہ بہت ہی پریشان حال دکھائی دے رہی تھی، ہوا تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی اور اس کے آنسو بھی۔

روتے روتے وہ نیچے گر پڑی تھی، اب وہ سجدے کی حالت میں چلی گئی تھی، وہ اللہ کی منتیں کر رہی تھی، وہ اس سے مدد مانگ رہی تھی، کیونکہ صرف وہی دے سکتا ہے، وہ سجدہ بھی اللہ کو کر رہی تھی، کیونکہ سجدہ بھی صرف اسی کو کیا جا سکتا ہے، ہاں وہ دربار میں موجود تھی، پاک بزرگ کے سامنے، پاک جگہ پر اور پاک جگہ پر مانگی دعائیں بھی تو جلد قبول ہوتی ہیں۔

☆.....☆.....☆

تیمور عباس کا چھوٹا سا گھر بہت خوبصورت تھا، وہ چاروں اطراف سے سبزے سے گھرا ہوا تھا، علیشہ لونگ روم کی گلاس وال کے پاس چیئر پر بیٹھی باہر دیکھ رہی تھی، تیمور عباس وہاں آیا تھا اور اس نے اس کے سامنے کافی کا بھاپ اڑاتا مگ رکھا تھا۔

''تھینک یو۔'' علیشہ ہولے سے بولی۔

''مشرقی مرد بہت بے وفا اور دھوکے باز ہوتے ہیں۔'' تیمور عباس اس کے سامنے بیٹھ گیا اور اپنا کافی کا مگ اپنے سامنے رکھ لیا، اس کی بات پر علیشہ نے کوئی ردعمل ظاہر نہ کیا اور کافی کی چھوٹی چھوٹی چسکیاں لینے لگی۔

''میری مدر امریکن تھیں اور فادر انڈین، وہ یہاں روزگار کی تلاش میں آئے تھے اور پھر میری ماں سے شادی کر لی، اسے خوب لوٹا، گرین کارڈ ہولڈر ہو گیا اور ایک دن اسے اور مجھے چھوڑ کر بھاگ گیا، میری ماں ایک سال بہت روئی اس دھوکے پر خوب تلملائی، میں تب دو سال کا تھا، پھر آہستہ آہستہ اس نے اپنی زندگی بنانے کا فیصلہ کیا، کلبز، پارٹیز، بوائے فرینڈز، اسی طرح میں دس سال کا ہو گیا اور اب میری ماں گھر سے راتوں کو غائب رہنے لگی تھی اور ایک دن وہ مجھے گرینڈ ما کے پاس چھوڑ کر اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ بھاگ گئی، گرینڈ ما نے مجھے ہاسٹل میں داخل کروا دیا اور یوں میری زندگی تنہا گزری، وہ دونوں بہت خوش ہوں گے اپنی زندگیوں میں، مگر میں ان سے شدید

نفرت کرتا ہوں۔'' علیشہ کو اس کی باتیں سن کر بہت افسوس ہوا تھا۔

''آپ کے فادر مسلم تھے؟'' یہ سب کچھ بتاتے ہوئے تیمور عباس کے چہرے پر شدید اذیت تھی، مگر اب جیسے وہ پرسکون ہو گیا تھا، وہ کافی پینے لگا تھا۔

''ہاں وہ مسلم تھا اور میری ماں کرسچن۔'' اس نے کپ میز پر رکھتے ہوئے علیشہ کی جانب دیکھا۔

''اور آپ؟'' علیشہ نے کچھ ہچکچاتے ہوئے اس سے پوچھا۔

''میں کچھ بھی نہیں۔'' اس کی بات پر علیشہ پہلے حیران ہوئی اور پھر ہنسنے لگی۔

''کچھ تو ہونا چاہیے آپ کو۔'' وہ بولی تو تیمور عباس چونکا۔

''مسلم یا کرسچن۔'' وہ آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتا رہا۔

''میں آپ کو کلمہ پڑھا دوں؟'' علیشہ نے اس سے پوچھا۔

''نہیں۔'' تیمور عباس نے سر نفی میں ہلایا۔

''میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔'' وہ کافی کے خالی مگ اٹھا کر چلا گیا، علیشہ کا پاؤں ٹھیک ہو گیا تھا، رات گیارہ بجے کی فلائیٹ سے وہ گھر جا رہی تھی، اپنے گھر، اپنے وطن پاکستان۔

''تم مجھ سے ناراض ہو؟'' تیمور عباس اس کے پاس آیا، وہ پیکنگ کر رہی تھی۔

''مذہب کے معاملے میں زبردستی نہیں چلتی، جب آپ کا دل مانے آپ کلمہ پڑھ لیجیے گا، اللہ آپ کے تمام دکھ اور تکالیف دور کر دے گا۔'' علیشہ نے ایک صفحے پر کلمہ اور انگلش میں اس کا ترجمہ لکھ کر تیمور کو تھمایا، اس نے بے دلی سے کاغذ اپنی جیکٹ کی جیب میں رکھ لیا۔

وہ اسے ائیر پورٹ چھوڑنے گیا تھا، پتا نہیں کیوں علیشہ کو وہ اداس لگا تھا۔

''آپ نے میری بہت ہیلپ کی ہے اور مہمان نوازی، اس کے لیے آپ کا بہت شکریہ، اللہ کبھی بھی کسی کو اکیلا نہیں چھوڑتا، جو آپ نے کھو دیا، وہ واپس نہیں آئے گا، مگر آگے وہ آپ کو بہت کچھ دے گا۔'' وہ اسے ہاتھ ہلاتی آگے بڑھ گئی، تیمور عباس اداسی سے وہیں کھڑا رہا اور پھر جہاز کے رن وے پر دوڑنے سے فلائی کرنے تک وہ وہیں کھڑا اسے دیکھتا رہا، زندگی میں پہلی بار اسے کسی سے انسیت اور اپنائیت محسوس ہوئی تھی۔

اس کا دل دکھ سے بھرنے لگا تھا، آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے، اس نے ٹشو نکالنے کے لیے جیکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا، تو وہ کاغذ اس کے ہاتھ میں آ گیا۔

''There is no God but Allah, and prophet Muhammad peace be upon him

is the messenger of Allah''۔اس کی آنکھوں سے آنسو ایک تواتر سے بہنے لگے تھے، وہ پڑھنے لگا اور نظریں اوپر اٹھا کر دور جاتے جہاز کو دیکھنے لگا، وہ بار بار کلمے کا ترجمہ پڑھتا تھا، اس کے دل نے عجیب سی خوشی محسوس کی تھی، ساری اداسی یکلخت غائب ہوگئی تھی۔

''Now I am Muslim''۔وہ آنسو پونچھتا ہوا پارکنگ میں اپنی گاڑی کی جانب بڑھا، اس کے لب مسلسل ہل رہے تھے۔

☆.....☆.....☆

زین ندیم کا سامان گل خان نے گاڑی میں رکھ دیا تھا، وہ کچھ دیر کے لیے آفس گیا، کچھ ضروری کام نمٹا کر وہ ایئر پورٹ گیا تھا ماما کو لینے۔

''کمزور ہو گئے ہو۔'' وہ بولیں تو زین ندیم ہنس دیا۔

''کہاں ماما، بالکل ٹھیک ہوں۔'' زین نے ماما کو بلوا لیا تھا، انیتا جانے کے لیے تیار نہ تھی اور وہ اسے اکیلے نہ چھوڑنا چاہتا تھا۔

''انیتا تمہارا خیال تو رکھتی ہے نا؟'' گاڑی وسیع و عریض گھر میں داخل ہوئی تو ماما اس سے استفسار کرنے لگیں۔

''میں کوئی بچہ تھوڑی ہوں ماما۔'' وہ ٹالتے ہوئے بولا، اس نے انیتا کو ماما کی آمد سے متعلق نہیں بتایا تھا، کیونکہ اسے یقین تھا کہ وہ منع کر دیتی۔

دونوں ماں بیٹا اکٹھے لاؤنج میں داخل ہوئے تھے، زین ندیم بہت خوش اور فریش تھا، مگر سامنے جو منظر تھا اس نے اس کی مسکراہٹ چھین لی تھی، اس کی آنکھوں میں پہلے بے یقینی اور پھر غصہ ابھرا تھا، جبکہ ثمینہ بھی شاکڈ تھیں۔

انیتا بیگ سامنے صوفے پر نواز کی گود میں سر رکھے لیٹی ہوئی تھی، وہ اور نواز باتوں میں مگن تھے، جب انیتا کی نظر سامنے اٹھی اور اس کا سانس سینے میں اٹک گیا۔

''آ۔۔۔پ؟'' وہ تیر کی سی تیزی سے اٹھی تھی، نواز بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''یہ۔۔۔یہ۔۔۔سب کیا ہے زین!'' ماما نے مڑ کر زین کے جھکے ہوئے سر کو دیکھا۔

''کون ہے یہ لڑکا؟'' زین کو خاموش پا کر وہ آگے بڑھیں اور ان دونوں کے قریب گئیں۔

''میرے بیٹے میں کس چیز کی کمی تھی جو تم یہ سب کر رہی ہو؟'' ان کا جی چاہ رہا تھا انیتا بیگ کا خون پی جائیں۔

''میں نواز کو پسند کرتی ہوں، میں نے پہلے روز ہی آپ کے بیٹے کو بتا دیا تھا اور اسے کہا تھا مجھے ڈائیورس دے دے، یہ ہی مجھے زبردستی۔۔۔''

''چٹاخ۔'' زوردار تھپڑ کی آواز پر زین ندیم نے زمین میں گڑی نظریں اوپر اٹھائیں۔

''بے شرم، بے حیا لڑکی۔'' وہ زور سے دھاڑیں۔

''تم میرے بیٹے کی جوتی کے برابر بھی نہیں ہو، تم اسے ڈیزرو ہی نہیں کرتی، دفعہ ہو جاؤ یہاں سے، زین!'' وہ مڑ کر اس کے پاس آئیں۔

''طلاق دو اس بدکردار لڑکی کو۔'' انہوں نے بیٹے کا شانہ ہلایا۔

''مجھے نہیں رہنا تمہارے ساتھ، مجھے طلاق دو، ابھی اور اسی وقت۔'' وہ بے خوفی سے زین ندیم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

وہ سمجھی تھی زین کوئٹہ چلا گیا ہے، اس نے نواز کو پہلے ہی بتا دیا تھا، ادھر زین ندیم گھر سے نکلا، ادھر نواز اس کے پاس تھا، مگر وہ بے حد خوش تھی کہ اس کا کام خود ہی ہو گیا تھا۔

''بہت پچھتاؤ گی۔'' زین ندیم اس کے سامنے جا کھڑا ہوا اور اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا، اس کے چہرے پر شدید اذیت تھی۔

''جس ذلت سے تم نے مجھے دوچار کیا، میں کبھی بھلا نہیں پاؤں گا۔'' اس نے انیتا بیگ کو آزاد کر دیا تھا، وہ چلی گئی تھی، زین ندیم ماما کی گود میں سر رکھ کر بچوں کی طرح رویا تھا، اس کے آنسوؤں نے ثمینہ بیگم کو دہلا دیا تھا، وہ تو زندگی میں کبھی نہ رویا تھا۔

''اس نے میرے ماتھے پر رسوائی کا ایسا داغ لگایا ہے جو کبھی نہ دھلے گا ماں۔''

''بس میرے بچے۔'' انہوں نے اس کے آنسو پونچھ کر اس کی پیشانی چومی۔

''وہ بدنصیب ہے جو میرے بیٹے کو ٹھکرایا، پچھتائے گی۔'' وہ اسے بہلا رہی تھیں، ان کے دل سے انیتا بیگ کے لیے بہت بددعائیں نکلی تھیں۔

☆.....☆.....☆

فروا وہاں سے واپس ہاسپٹل نہیں گئی تھی، بلکہ گھر آ گئی تھی، اس نے اپنا موبائل فون آف کر دیا تھا، لینڈ لائن سیٹ کا کنکشن کاٹ دیا تھا، وہ خوفزدہ سی صوفے پر پاؤں کیے بیٹھی تھی، اسے وہاں بیٹھے کئی گھنٹے گزر گئے تھے، جب لاؤنج کا دروازہ کھلا تھا، بابا اور نویلہ کو آتے دیکھ کر اس نے دونوں کانوں پر ہاتھ رکھ لیے تھے۔

''نہیں۔۔۔نہیں۔۔۔ایسا نہیں۔۔۔ہو سکتا۔۔۔بابا۔۔۔کچھ مت۔۔۔بولنا۔'' وہ زور زور سے سانس لے رہی تھی، غضنفر علی اور نویلہ تیزی سے اس کے قریب آئے تھے۔

''فروا موسیٰ کو ہوش آ گیا ہے بیٹا۔'' غضنفر علی نے اس کے کانوں سے ہاتھ ہٹائے۔

''نہیں۔'' وہ سر کر نفی میں ہلانے لگی۔

''آپ جھوٹ بول رہے ہیں، میں نے خود سنا تھا۔'' اور اس سے آگے وہ بول ہی نہ سکی۔

''ہم بھی حیران ہیں اور ڈاکٹرز بھی، ڈاکٹرز نے میڈیکلی موسیٰ کو dead قرار دے دیا تھا، مگر کچھ دیر کے بعد اس کا جسم حرکت

کرنے لگا۔'' غضنفر علی اسے بتا رہے تھے اور وہ بے یقین سا چہرہ لیے کبھی انہیں اور کبھی نویلہ کو دیکھتی تھی، اگلے ہی روز وہ اسی دربار پر گئی تھی اور اس نے وہاں بہت سا کھانا تقسیم کیا تھا، صرف اور صرف اللہ کے نام پر اللہ کی مخلوق میں۔

☆.....☆.....☆

علیشہ کی طلاق کی خبر نے صوفیہ کو ہلا کر رکھ دیا تھا، انہیں عدیل سے ایسی امید تو نہ تھی، وہ فوراً بھائی کے پاس دوڑی گئی تھیں، مگر انہوں نے عدیل کی اس حرکت سے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے بہن سے معافی مانگنا چاہی۔

''میں آپ لوگوں کو کبھی معاف نہیں کروں گی، میرے بھائی اور بہن کی اولادیں اس قابل ہی نہ تھیں کہ میں ان سے رشتہ جوڑتی۔'' وہ انہیں سخت سست سنا کر وہاں سے آ گئی تھیں، غضنفر علی یہ خبر سن کر چپ ہو گئے تھے۔

''فروا کے لیے تو بہت درد اٹھ رہا تھا، آپ کے دل میں، کیا میری بیٹیوں کی کوئی فکر نہیں آپ کو؟'' غضنفر علی انہیں ایک نظر دیکھ کر وہاں سے اٹھے اور علیشہ کے روم میں آ گئے۔

''پاپا!'' وہ سامنے بیڈ پر بیٹھی تھی، دوڑ کر ان کے گلے لگی اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔

''بس میرا بچہ۔'' غضنفر علی کی آنکھ سے آنسو نکل کر علیشہ کے بالوں میں گم ہو گئے، وہ ان کے سینے سے لگی سسک رہی تھی اور وہ چاہ کر بھی کچھ نہ کر سکتے تھے، وہ جانتے تھے ان کی گل افزاء کے ساتھ زیادتیاں اور ان کی بیوی کے گناہوں کی سزا انہیں بیٹیوں کو ملنے والے دکھوں کی صورت میں مل رہی تھی، مگر وقت ان کے ہاتھ سے نکل چکا تھا اور وہ بے بس تھے، انہیں معلوم تھا کہ دنیا مکافات عمل ہے۔

''بس میرا بیٹا تو بہت بہادر ہے۔'' وہ اسے ساتھ لگائے بیڈ تک لائے، اسے بٹھا کر خود بھی بیٹھ گئے۔

''کسی دھوکے باز اور بے وفا کے لیے آنسو نہیں بہاتے، آج آخری مرتبہ رو لو، دوبارہ نہیں رونے دوں گا۔'' علیشہ نے ان کی گود میں سر رکھ لیا، غضنفر علی کا ہاتھ اس کے سر پر ٹھہر گیا تھا۔

❁ ❁

ناول ''می رقصم'' ابھی جاری ہے۔ اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی 20 تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

http://kitaabghar.com

قسط نمبر 17

پندرہ سال بعد:

وہ بے چینی کے عالم میں ادھر سے ادھر ٹہل رہی تھی، رات کے اڑھائی بجے کا ٹائم تھا، سارا عالم خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہا تھا، مگر چین سکون اور آرام جیسے الفاظ تو برسوں سے اس کے لیے اجنبی بن چکے تھے، گزرتا وقت اس کی اذیتوں میں ایک تواتر سے اضافہ کر رہا تھا، وہ بار بار بیڈروم کی کھڑکی سے باہر دیکھتی بالآخر وہ تھک کر اور مایوس ہو کر جا بیٹھی اور جب بھی وہ مایوس ہونے لگتی وہ آ جاتا، آج بھی ایسا ہی ہوا، اسی لمحے دروازہ کھلا اور وہ اندر داخل ہوا۔

''آپ نے۔۔۔آج پھر۔۔۔ڈرنک کیا ہے؟'' وہ دکھ سے نڈھال ہوتی اس کے قریب آئی اور اسے سہارا دینا چاہا، مگر اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے آگے آنے سے روکا اور لڑکھڑاتا ہوا بیڈ کی جانب بڑھا، وہ خاموش تماشائی بنی اسے دیکھتی رہی، چند لمحوں میں وہ بیڈ پر بے سدھ پڑا تھا۔

''آخر کب تک؟'' وہ اس کے پیروں میں سے جوتے اتار رہی تھی، اس کی آنکھوں سے خاموش اور بے بس آنسو نکلنے لگے تھے، اس کی راتیں ایسے ہی گذرتی تھیں، نشے میں ڈوبے شوہر کو سنبھالتے اور ٹوٹے ہوئے دل کو بہلاتے ہوئے، وہ اذیتوں کی ایسی سولی پر لٹک رہی تھی جس سے نجات نظر نہ آتی تھی، اس کے چار سو گہری کھائیاں تھیں، اندیشوں، وسوسوں، بے یقینیوں اور بے اعتباریوں کی۔

وہ رات بھی اس نے اذیتوں کے سمندر میں غوطے لگاتے ہوئے گزاری تھی، وہ اللہ سے اپنے شوہر کے لیے بہت دعائیں کرتی تھی، مگر اس کی کوئی دعا قبول نہ ہوتی تھی۔

رات اختتام پذیر ہوئی تھی اور دن کا اجالا پھیلنے لگا تھا، مگر دن کی روشنی اس کے نصیبوں پر پھیلنے والی سیاہی کو کم نہ کر سکتی تھی، وہ بے دلی سے ناشتہ بنا رہی تھی جب فارقلیط حسن کچن میں آیا تھا۔

''گڈ مارننگ!'' اس کی فریش آواز عروبہ غضنفر کی سماعتوں سے ٹکرائی تو وہ تیزی سے مڑی، وہ فریج میں سے پانی کی بوتل نکال رہا تھا۔

''السلام علیکم!'' عروبہ غضنفر نے سلام کیا، وہ اس کی شکوہ کناں نظروں کو دیکھ کر مسکرایا اور چیئر پر جا بیٹھا۔

''برسوں گزر گئے ساتھ رہتے، مگر نہ تم بدلی نہ میں۔'' گڈ مارننگ کے جواب میں اس کا سلام کرنا فارقلیط حسن کو پہلے بہت پسند تھا، مگر اب عجیب لگتا تھا۔

''آپ بدلے ہیں، میں نہیں۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا اور دوبارہ ناشتہ بنانے لگی۔

''تم پیکنگ کرلو، بچوں سے بھی کہو، اپنا سارا ضروری سامان پیک کرلیں، ہم اگلے ہفتے پاکستان شفٹ ہو رہے ہیں۔'' عروبہ غضنفر کی سماعتوں پر گویا بم بلاسٹ کیا گیا تھا، وہ بے یقینی کے عالم میں مڑی تھی۔

''اتنا بڑا فیصلہ، یوں اچانک؟'' وہ چاہ کر بھی یہ نہ کہہ سکی کہ اسے بتائے بناء، اس سے پوچھے بغیر کیسے یہ فیصلہ کرلیا اس نے۔

''بابا بہت اکیلے ہیں، بیمار رہنے لگے ہیں، انہیں ضرورت ہے ہماری۔'' عروبہ غضنفر حیران سی تھی، فارقلیط حسن کے منہ سے ایسی باتیں برسوں بعد سن کر اچنبھا ہوا تھا۔

''وہ تو پچھلے پندرہ سالوں سے اکیلے ہی ہیں، انہیں تو تب بھی ہماری ضرورت تھی۔'' وہ کہنے سے خود کو باز نہ رکھ سکی، بہت وقت لگا تھا اسے سنبھلنے میں، یہاں سیٹل ہونے میں اور اب اسے دونوں بچوں کی پڑھائی کی بھی فکر تھی۔

''ہر بات میں بحث کرنا کیا ضروری ہوتا ہے؟'' عروبہ نے اس کے سامنے چائے کا کپ رکھا تھا، اسی وقت ماہ وش اندر داخل ہوئی تھی۔

''ہیلو مام، ڈیڈ۔'' جینز کے اوپر لانگ کوٹ پہنے بالوں کی اونچی پونی بنائے اس کا فریش دمکتا چہرہ فارقلیط حسن کو مسکرانے پر مجبور کر گیا۔

''ہیلو مائے چائلڈ۔'' وہ سیدھی فارقلیط حسن کی طرف آئی، اس کی پشت کی جانب کھڑی ہو کر بازو اس کے گلے میں ڈالے اور ذرا سا آگے کو جھک کر اس کی چائے اٹھالی۔

''تیاری کرلو، ہم پاکستان جا رہے ہیں۔'' اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے وہ بولا تھا، ماہ وش تیزی سے سیدھی ہوئی اور اس کے سامنے آ بیٹھی۔

''کون پاکستان جا رہا ہے؟'' شہیر بولتا ہوا اندر داخل ہوا تھا۔

''ہم۔'' ماہ وش نے اطلاع دی، عروبہ غضنفر ہنوز خاموش تھی۔

''سچ پاپا؟'' ماہ وش پر اشتیاق لہجے میں بولی تھی۔

''بالکل سچ۔'' وہ مسکرا دیا، ماہ وش اور شہیر کا جوش اور خوشی دیکھ کر وہ خاموش ہوگئی، اس نے پھر فارقلیط حسن سے کوئی بات نہ کی، سب کچھ ٹھیک اور بہت اچھا چل رہا تھا، وہ زندگی سے مطمئن تھی، اس کے پاس سب کچھ تھا، گھر، چاہنے والا شوہر، بچے، سکون، مگر کچھ عرصے سے فارقلیط حسن کو نا جانے کیا ہو گیا تھا، وہ گھر دیر سے آنے لگا تھا، بات بات پر دونوں کی بحث اور جھگڑا ہونے لگا اور پھر فارقلیط حسن نے ڈرنک شروع کر دیا، اس کے لیے ایک مرتبہ پھر پریشانیوں، بے چینیوں اور بے سکونیوں کے دروازے کھلنے لگے تھے اور اسے ایسا محسوس

ہونے لگا تھا جیسے فارقلیط حسن پاکستان بھی ڈیڈی کے لیے نہیں جا رہا، وہ صرف اسے اذیت دینا چاہتا تھا اور دونوں بچے تو دادا کے پاس جانے کا سن کر بے حد خوش تھے۔

☆.....☆.....☆

نویلہ ابھی آ کر اپنے روم میں بیٹھی ہی تھی کہ سسٹر مائدہ دوڑتی ہوئی آئی تھی۔

''ڈاکٹر نویلہ ایمرجنسی آئی ہے، پلیز آپ چل کر دیکھ لیں۔'' وہ پچھلے سترہ گھنٹوں سے آن ڈیوٹی تھی، اب اس کے سر میں درد ہو رہا تھا اور وہ چائے بنانے کا سوچ رہی تھی، کہ ایک مرتبہ پھر اسے اٹھنا پڑا، اس نے کنپٹیوں کو مسلتے ہوئے گویا ہمت مجتمع کی تھی اور اٹھ کھڑی ہوئی، سسٹر مائدہ اس کے ساتھ ہی تھی۔

''مریضہ کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔'' وہ معائنہ کر کے تیزی سے مڑی، کچھ دیر ٹریٹمنٹ دینے سے جب وہ نہ سنبھلیں تو وہ مائدہ کی جانب متوجہ ہوئی۔

''ڈاکٹر زارا کو بلائیں۔'' وہ متفکر دکھائی دیتی تھی، ڈاکٹر زارا آئیں تو نویلہ کی سانسیں بحال ہوئیں، جلد ہی مریضہ کی حالت پر قابو پا لیا گیا تھا۔

''ڈاکٹر نویلہ میرے ساتھ آئیں۔'' ڈاکٹر زارا اسے ساتھ لے کر اپنے روم کی جانب بڑھیں۔

''میرا خیال ہے اب آپ گھر جا کر آرام کریں، بہت تھکی ہوئی لگتی ہیں۔'' اس کی بات پر وہ ہولے سے مسکرا دی۔

''میں ٹھیک ہوں میم!'' اس نے گھر جانے سے انکار کیا۔

''میں جانتی ہوں آپ ایک محنتی اور انسانیت سے محبت کرنے والی ڈاکٹر ہیں، مگر یاد رکھیں، آپ پیشنٹ کو تب ہی اچھے طریقے سے look after کر سکتی ہیں جب آپ خود فٹ ہوں۔'' وہ ڈاکٹر زارا کی بات سمجھ گئی تھی، اسی لیے خاموشی سے وہاں سے اٹھ گئی لیکن گھر جانے سے پہلے وہ اس مریضہ کو دیکھنے آئی تھی اور انہیں ہوش میں دیکھ کر اس کی جان میں جان آئی تھی، وہ طبعاً حساس واقع ہوئی تھی، اگر کسی مریض کی حالت زیادہ خراب ہوتی تو اس کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے، جانے سے پہلے وہ روم نمبر سات میں موجود تیرہ سالہ بچے مہروز کو دیکھنے گئی تھی، وہ بچہ دل کا مریض تھا، نویلہ اس سے بہت پیار کرتی تھی، اس کے لیے روزانہ پھول لے کر آتی تھی، وہ بھی اس سے بہت مانوس ہو گیا تھا۔

''میں گھر جا رہی ہوں مہروز، تمہیں کچھ چاہیے تو نہیں؟'' وہ استفسار کرنے لگی۔

''نہیں ڈاکٹر صاحبہ!'' اس نے اپنی براؤن خوبصورت مگر اداس آنکھوں کو گھماتے ہوئے کہا۔

''آپ جلدی واپس آ جائیے گا۔'' وہ اس کی بات پر مسکرا دی۔

''ہاں میں جلد آؤں گی۔'' وہ گھر آ گئی جہاں برسوں سے سناٹوں، وحشتوں اور ویرانیوں کا راج تھا، علیشہ کی چھ سال پہلے تیمور عباس سے شادی ہوگئی تھی اور وہ اس کے ساتھ اسلام آباد میں مقیم تھی، غضنفر علی اپنا زیادہ وقت بزنس کو دیتے یا ٹینس کھیلنے کلب چلے جاتے اور صوفیہ اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے لیے سارا دن دیواروں سے باتیں کرتیں، کبھی نوکروں سے الجھتیں اور کبھی نویلہ پر برسنے لگتیں، وہ ان کے کمرے میں آئی اور انہیں سلام کیا۔

''مل گیا وقت ماں کے پاس آنے کا؟'' وہ شکوہ کرنے لگیں۔

''ماما! بہت بزی تھی، دو آپریشنز تھے، پھر ایمرجنسی میں بھی پیشنٹس کو دیکھنا تھا۔'' اس نے ان کے گلے میں بازو ڈالتے ہوئے کہا تو ان کا غصہ تھمنے لگا۔

''چائے بنواؤں تمہارے لیے یا کھانا کھاؤ گی؟'' وہ اٹھتے ہوئے بولیں۔

''چائے پی کر سونا ہے اب۔'' وہ سونا چاہتی تھی مگر ان کی ناراضی کا خیال کرتے ہوئے چائے کے لیے حامی بھر لی۔

''مجھے بات کرنی ہے تم سے۔'' وہ چائے پی رہی تھی جب انہوں نے محتاط نظروں سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا، نویلہ نے چونک کر ان کی جانب دیکھا، ان کا تمہید بھرا انداز اسے باور کروا گیا کہ وہ کیا بات کرنا چاہتی ہیں۔

''ماما پلیز۔'' وہ احتجاجاً بولی۔

''میں بہت تھکی ہوئی ہوں۔'' اس نے انہیں بات کرنے سے روکنا چاہا۔

''برسوں گزر گئے نویلہ، اب تو مان جاؤ میری بات، بہت سی لڑکیوں کی شادی ٹوٹ جاتی ہے، پھر وہ دوبارہ گھر بسا لیتی ہیں، بہت خوشگوار زندگی گزارتی ہیں، ایک موقع تو دو زندگی کو۔'' وہ منت کرنے لگی تھیں اور ہمیشہ کی طرح آج بھی وہ انہیں مایوس کر کے اٹھ گئی تھی۔

''گھر اجڑ کر دوبارہ بس جاتے ہوں گے، مگر دل جب ایک بار ٹوٹتا ہے نہ، تو دوبارہ نہیں جڑتا۔'' وہ ان سے نہ کہہ سکی اور اپنے روم میں آ کر چینج کر کے سونے کے لیے لیٹ گئی، شدید تھکن کے باوجود نیند آنکھوں سے روٹھ گئی تھی، وہ بے چینی سے کروٹیں بدلنے لگی۔

☆.....☆.....☆

علیشہ کھڑکی میں کھڑی بہت غور سے دور دور تک نظر آتے پہاڑوں کو دیکھ رہی تھی، سوچ کا پنچھی کہیں دور انجانے دیسوں کی سیر کو نکلا ہوا تھا۔

''ہیلو۔'' وہ اچانک اس کے عقب میں آ کھڑا ہوا تھا۔

''تیمور۔'' اس نے ڈر کر سینے پر ہاتھ رکھا تو وہ ہنس دیا۔

''تم ڈر گئی؟'' وہ ہنس رہا تھا۔

''مجھے آپ کے آنے کا پتا ہی نہیں چلا۔'' وہ پلٹتے ہوئے بولی تھی۔

برسوں پہلے جب وہ تیمور عباس کو ملی تھی اور وہ اسے سی آف کرنے آیا تھا تو اس لمحے نے اس کی زندگی بدل ڈالی تھی، اس کے جانے کے بعد اس نے ایک مسلمان عالم دین کے پاس جا کر اسلام قبول کر لیا تھا اور باقاعدہ اسلامی تعلیم حاصل کرنے لگا تھا، مگر علیشہ اس کے دل و دماغ سے نہ نکلتی تھی، وہ اسے بہت یاد کرتا تھا، وہ کئی بار اس بات پر پچھتایا تھا کہ اس نے جاتے ہوئے اس کا ایڈریس کیوں نہ مانگا، مگر اب کچھ نہ ہو سکتا تھا۔

اور پھر چار سال بعد وہ پاکستان آیا تھا، ڈاکٹرز کے ایک وفد کے ساتھ کسی کانفرنس میں شرکت کے لیے، اس کانفرنس میں کچھ ینگ ڈاکٹرز شامل تھے اور کچھ کا ہاؤس جاب چل رہا تھا، انہی میں ڈاکٹر نویلہ بھی تھی، کانفرنس کے اختتام پر علیشہ اسے پک کرنے آئی تھی، دونوں کو مارکیٹ جانا تھا، واش روم سے نکلتے تیمور عباس کی اس پر نظر پڑی تھی اور وہ لمحہ بھر کو ساکت ہو گیا، مگر اگلے ہی لمحے اس نے ان دونوں کے پیچھے دوڑ لگا دی تھی۔

''کن خیالوں میں گم ہو گئی؟'' تیمور عباس نے اس کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجائی تو وہ حال میں لوٹ آئی۔

''کچھ نہیں۔'' وہ اداسی سے گویا ہوئی۔

''رپورٹس ملیں؟'' اس نے آس بھرے لہجے میں پوچھا تو وہ نگاہیں چرانے لگا۔

''چھوڑو نا یار، آؤ ڈنر کرتے ہیں اور پھر ڈھیر ساری گپ شپ۔'' تیمور عباس نے اسے بانہوں کے حصار میں لیتے ہوئے کہا اور باہر کی جانب بڑھا۔

''مجھے بھوک نہیں ہے تیمور۔'' وہ سمجھ گئی اس بار بھی اس کی دعا قبول نہیں ہوئی، اس دفعہ بھی اسے دھتکار دیا گیا ہے۔

''رزق سے منہ موڑ کر اللہ کو ناراض نہیں کرتے علیشہ۔'' اس نے ایک نہ سنی اور اسے زبردستی ڈائننگ ٹیبل تک لے آیا۔

''ناراض تو وہ مجھ سے بہت پہلے سے ہے، بلکہ ہم سب سے، ماما، پاپا، نویلہ اور مجھ سے، ہم میں سے کوئی بھی تو سکون میں نہیں ہے۔'' ڈاکٹر تیمور عباس نے اس کی پلیٹ میں چاول نکالے تھے۔

''اللہ اپنے بندوں سے بہت پیار کرتا ہے، اتنی جلدی نہ تو ناراض ہوتا ہے، نہ ہی سزا دیتا ہے۔'' تیمور عباس نے ناصحانہ انداز میں سمجھایا۔

''مگر جو انسان اس کے بندوں کو تکلیف دیتا ہے، وہ ان سے ناراض بھی ہوتا ہے اور انہیں سزا بھی دیتا ہے۔'' علیشہ غضنفر کا دل اسی ایک بات پر اٹکا ہوا تھا۔

''اگر ایسا کچھ تم سے ہوا ہے تو معافی مانگ لو اللہ سے۔'' تیمور عباس نے اپنی طرف سے حل پیش کیا تھا، علیشہ خاموش ہو گئی، وہ اسے کیا بتاتی کہ انسانوں کے ساتھ کی گئی زیادتیوں پر اللہ معاف نہیں کرتا۔

☆.....☆.....☆

پاکستان شفٹ ہونے کے بعد بچے بہت خوش تھے، جبکہ حسن بہزاد کی خوشی تو دیدنی تھی، دوسری طرف فارقلیط حسن بھی مطمئن نظر آتا تھا، مگر عروبہ غضنفر کو ایک مستقل چپ لگی ہوئی تھی، غضنفر علی اور نویلہ اس سے ملنے آئے تھے، اتنے سالوں کے بعد ان سے ملاقات ہو رہی تھی، مگر اس کے انداز میں کوئی گرمجوشی نہ تھی، مگر وہ خود کو کمپوز کرنے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔

''بچے کدھر ہیں؟'' غضنفر علی نے سوال کیا تھا اور اسی لمحے فارقلیط حسن اندر آیا تھا، ان کے ملنے کے بعد وہ جلد ہی اٹھ کر اندر چلا گیا تھا۔

''عروبہ آپی! بچوں کو لے کے آیئے گا ہماری طرف۔'' نویلہ نے جانے سے پہلے اسے گلے لگا کر کہا، عروبہ غضنفر نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا۔

ان کے جانے کے بعد جب وہ روم میں آئی تو فارقلیط حسن تیار ہو رہا تھا، عروبہ غضنفر خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی، جبکہ وہ اسے نظر انداز کر رہا تھا۔

''واپسی میں دیر ہو جائے گی، انتظار مت کرنا۔'' وہ خود پر پرفیوم اسپرے کرتا ہوا موبائل اور گاڑی کی چابی اٹھا کر باہر کی جانب بڑھا۔

''کہاں جا رہے ہیں؟'' عروبہ غضنفر نے اس کا راستہ روکا۔

''سوال، جواب کرنا چھوڑ دو یار۔'' اس نے ہولے سے عروبہ کا گال تھپتھپایا اور باہر کی جانب بڑھ گیا اور اب تو ایسا ہی ہو رہا تھا، وہ اس کی کسی بات کو خاطر میں نہ لاتا تھا، اس کو اذیت اور تکلیف میں مبتلا کر کے ذرا بھی پشیمان نہ ہوتا تھا۔

''حق رکھتی ہوں میں آپ پر۔'' فارقلیط حسن اس کی بات سن کر رکا، مڑ کر اس کی جانب دیکھا۔

''بہت عرصہ ہوا، میں نے تم پر حق جتانا چھوڑ دیا، بہتر ہے تم بھی اس اذیت سے خود کو اور مجھے آزاد کر دو۔'' وہ چلا گیا تھا، اس کی اذیت بڑھا کر، اسے تنہائیوں اور وحشتوں کے حوالے کر کے۔

بدگمانی کو بڑھا کر تم نے یہ کیا کر دیا
خود بھی تنہا ہو گئے مجھ کو بھی تنہا کر دیا

اسے حسن بہزاد نے بلوایا تھا، وہ اسٹڈی میں تھے، عروبہ ان کے پاس آ گئی، وہ آنکھوں پر چشمہ لگائے کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے۔

''آؤ بیٹا!'' اسے دیکھ کر وہ خوشدلی سے مسکرائے تھے اور اپنے سامنے پڑی کرسی کی جانب اشارہ کیا، عروبہ بیٹھ گئی تھی۔

''کیا کر رہی تھی؟'' انہوں نے کتاب بند کرتے ہوئے استفسار کیا۔

''کچھ نہیں ڈیڈی۔'' اس نے بدقت تمام مسکراتے ہوئے جواب دیا، ملازمہ چائے کے دو کپ دے کر چلی گئی تھی۔ حسن بہزاد نے ایک کپ اٹھا کر اس کے سامنے رکھ دیا اور دوسرا اٹھا کر لبوں سے لگا لیا۔

''میری بیٹی سے زیادہ اچھی چائے کوئی نہیں بنا سکتا۔'' وہ محبت سے گویا ہوئے، عروبہ غضنفر نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا۔

''مگر اس وقت مجھے تم سے ضروری بات کرنی تھی، اس لیے یہاں بلوایا۔'' انہوں نے تمہید باندھی، انہوں نے کہا تو عروبہ غضنفر نے چونک کر ان کی جانب دیکھا۔

''فارقلیط حسن کے اس رویے کی کیا وجہ ہے؟'' انہوں نے وہی سوال کیا تھا، جس سے وہ بچنا چاہتی تھی اور اس کے پاس اس کا جواب بھی نہ تھا، وہ کیسے اپنے منہ سے اپنی محبت کی ناکامی کی داستان انہیں سناتی، اپنی ہار اور دل کی بربادی کے واقعات ان کے گوش گزار کرتی۔

''میں جانتا ہوں تم یہ بات اپنے باپ کو تو ہرگز نہیں بتاؤ گی، مگر میں کہوں گا کہ مجھے ضرور بتاؤ۔'' عروبہ غضنفر خاموشی سے لب کچلنے لگی تھی۔

''اس نے بہت چاہت سے اپنایا تھا تمہیں، اس نے زندگی میں صرف ایک بار مجھ سے لڑائی کی اور وہ بھی تمہارے لیے۔'' وہ بول رہے تھے، اسے بولنے کے لیے اکسا رہے تھے، مگر وہ لبوں کو سیے، چپ کی بکل مارے بیٹھی تھی، حسن بہزاد جانچتی نظروں سے اس کے چہرے کا جائزہ لے رہے تھے۔

☆.....☆.....☆

زین ندیم آفس سے آیا تھا اور سیدھا ماما کے پاس ان کے کمرے میں جا پہنچا تھا، وہ آنکھیں موندے لیٹی ہوئی تھیں، وہ سلام کرتا ہوا ان کے قریب بیٹھ گیا۔

''اب طبیعت کیسی ہے؟'' وہ استفسار کرنے لگا۔

''ٹھیک ہوں۔'' وہ کمزور آواز میں بولیں۔

''اپنا خیال رکھا کریں ماں، میرے پاس آپ کے علاوہ اور ہے ہی کون، پلیز میری خاطر اپنا خیال رکھ لیا کریں۔'' اس نے ماں کا ہاتھ پکڑ کر چوما۔

''شادی کر لو زین۔'' وہ منت بھرے لہجے میں بولیں، زین ندیم نے ان کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ اس کے تاثرات ایک دم بہت سخت ہو گئے، انداز میں سرد مہری واضح تھی، ایسا برسوں سے ہو رہا تھا، انیتا بیگم کا لگایا گیا زخم تو وقت نے بھر دیا تھا مگر وہ دوبارہ عورت پر اعتبار نہ کر سکا تھا۔

''ایسی بات نہ کیا کریں ماں، جو پورا کرنا میرے اختیار میں نہیں ہے۔'' وہ ان سے نگاہیں چرانے لگا تھا، اس مقام پر آ کر وہ خود کو بے بس محسوس کرتا تھا۔

''تم کر سکتے ہو پورا، ہر لڑکی انیتا بیگ نہیں ہوتی۔'' انہوں نے سمجھانا چاہا۔

''میں کھانا یہیں پر منگوا لیتا ہوں ماں۔'' وہ اٹھنے لگا تو انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''زین میرے مرنے سے پہلے میری یہ خواہش پوری کردو۔'' وہ ملتجی ہوئیں۔

''کیسی باتیں کررہی ہیں ماں۔'' وہ خفگی سے گویا ہوا، وہ اس کا سب کچھ تھیں، اس کے پاس ان کے سوا اور تو کوئی رشتہ نہ تھا۔

''میں نے تمہاری زندگی کا فیصلہ درست نہیں کیا تھا، اس بات کی بہت سزا دے چکے ہو، مجھے بھی اور خود کو بھی، مگر اب بس کردو، یہ اتنا بڑا گھر، نوکر چاکر یہ شان وشوکت کس کام کی جب دلی سکون وراحت ہی نصیب نہیں۔'' وہ آج اسے منا کر دم لینے کا تہیہ کیے بیٹھی تھیں۔

''ابھی کھانا کھالیں ماما، بعد میں بات کریں گے۔'' اس نے ٹالنا چاہا۔

''نہ میں کھانا کھاؤں گی نہ ہی میڈیسن، پہلے تم وعدہ کرو کہ اب تم شادی کرلو گے۔'' وہ دل میں ٹھان چکی تھیں کہ اسے ہر حال میں منانا ہے، اس کی زندگی کا سونا پن ان سے نہ دیکھا جاتا تھا۔

''ٹھیک ہے ماں۔'' اس نے انہیں منانے کے لیے کہہ دیا اور وہ بے حد خوش تھیں۔

''اللہ پاک تمہارے حق میں بہت اچھا کرے گا۔'' وہ چند ثانیے خاموش کھڑا انہیں دیکھتا رہا اور پھر خاموشی سے باہر نکل گیا۔

☆.....☆.....☆

ماہ وش کا اکیڈمی میں پہلا دن تھا۔

بلیو جینز کے اوپر آف وائٹ شرٹ پہنے لاپرواہی سے اسکارف گلے میں لٹکائے بالوں میں سن گلاسز پھنسائے وہ ایک شان بے نیازی سے چلی جارہی تھی، لمبی روش کراس کرکے وہ مین ڈور تک پہنچی اور اسے کھولا اور سامنے سے آتے کسی لمبے چوڑے وجود سے جا ٹکرائی۔

''نان سینس۔'' وہ چیخی، اس کے ہاتھ میں موجود کتابیں زمین بوس ہوچکی تھیں۔

''سوری، آپ اچانک سامنے آئی ہیں۔'' وہ مہذبانہ انداز میں معذرت کرتے ہوئے بولا۔

''یعنی آپ کا مطلب ہے غلطی میری ہے سراسر۔'' اس نے تیکھے پن سے اسے گھورا۔

''میں نے ایسا تو نہیں کہا۔'' وہ جانے کے لیے قدم بڑھانے لگا۔

''جا کہاں رہے ہو، کتابیں اٹھا کر دو مجھے۔'' اس نے رعب جھاڑا۔

''کھڑے گھور کیا رہے ہو؟ کتابیں دو اٹھا کر۔'' وہ بدتمیزی سے بولی، لمحہ بھر کو کھڑا وہ اسے دیکھتا رہا اور پھر آگے بڑھ کر زمین سے کتابیں اٹھائیں اور اس کے قریب آیا۔

''دوبارہ آنکھیں کھول کر چلنا، کسی کا بڑا نقصان بھی ہوسکتا ہے۔'' اس نے جھپٹنے کے انداز میں کتابیں پکڑیں اور بدتمیزی سے بولتی ہوئی آگے بڑھ گئی، پہلی دو کلاسز اچھی گزر گئی تھیں۔

تیسری کلاس اکاؤنٹنگ کی تھی، وہ چیئر سے ٹیک لگائے بیٹھی بے نیازی سے بیل چباتے موبائل فون پر whats app چیک

کر رہی تھی جب آواز سن کر ذرا سا اوپر دیکھا اور پلکیں جھپکانا بھول گئی۔

''اسٹوڈنٹس یہ اکیڈمی کے اونر اور آپ کے اکاؤنٹنگ کے ٹیچر محترم۔۔۔''

یہ تو وہی شخص تھا جس سے وہ یہاں آتے ٹکرائی تھی، اس کے سامنے سر تنویر کھڑے اس کا تعارف کروا رہے تھے۔

''مائی گڈنیس۔'' اس کا جی چاہا سر پیٹ لے مگر اب پچھتائے کیا ہوت، سر تنویر نا جانے کیا کچھ کہہ رہے تھے، مگر وہ خجل سی بیٹھی کبھی سامنے دیکھتی اور کبھی نگاہیں جھکا لیتی، وہ دن اس کا اکیڈمی میں بہت مشکل سے گزرا تھا، اگلے روز وہ ڈرتے ہوئے ان کی کلاس میں آئی، مگر انہوں نے نہ تو اسے کل کچھ کہا تھا اور نہ ہی آج۔

وہ بہت نارمل پڑھاتے رہے، اسے ایک دفعہ بھی ایسا محسوس نہ ہوا کہ جیسے وہ اسے گھور رہے ہوں یا انہیں اس پر کوئی غصہ ہو، وہ کلاس لے کر چلے گئے اور ٹھیک تیس منٹ بعد اس کا آفس سے بلاوا آ گیا۔

''مے آئی کم ان سر؟'' اس نے آہستہ آواز میں کہا، انہوں نے لمحہ بھر کو نظریں اٹھائیں، شاکنگ پنک شارٹ فراک اور وائیٹ کیپری میں وہ بے حد حسین دکھائی دے رہی تھی، اس کی رنگت خوب دمک رہی تھی، شاکنگ پنک لپ اسٹک لگائے، خوبصورت سلکی بال شانوں پر بکھرائے اس کے بے حد تیکھے نقوش، وہ سر تا پا قیامت تھی، اس کی ایک ایک ادا سے غرور جھلکتا تھا، وہ فوراً نگاہیں جھکا گئے۔

''یس۔'' سر کو ہولے سے جنبش دے کر اسے اندر آنے کے لیے اجازت دی۔

''یہ آپ لائی ہیں؟'' انہوں نے ٹیبل پر پڑے سرخ گلابوں کے بکے اور سوری کے کارڈ کی جانب اشارہ کیا۔

''یس سر۔'' اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''آپ کو یہ نہیں لانے چاہیے تھے۔'' وہ کہنے لگے، ساتھ ہی پھولوں کی جانب اشارہ کیا۔

''سر! میں بہت شرمندہ ہوں، مجھے آپ سے معافی مانگنی تھی اور اس کے لیے مجھے یہی مناسب لگا۔'' اس نے وضاحت کرتے ہوئے کہا، وہ اسے اگنور کرتے ہوئے سامنے پڑی فائل پر نگاہیں مرکوز کیے ہوئے تھے۔

''آپ شرمندہ ہیں، یہ کافی تھا، آپ نے سوری کہا، میں نے مان لیا۔'' وہ گہری سنجیدگی سے نرم لہجے میں بولے، تو ماہ وش حسن کی جان میں جان آئی، ورنہ اس نے تو سمجھا تھا کہ شامت پکی ہے، مگر دوسری طرف ایسا نرم اور مشفقانہ لہجہ اور انداز تھا کہ وہ بے یقینی سے دیکھ رہی تھی۔

''تھینک یو سر!'' وہ جانے کے لیے مڑی۔

''یہ لیتی جایئے۔'' عقب سے آواز ابھری تھی۔

''یہ آپ کے لیے ہیں سر۔'' اس کا ازلی اعتماد عود کر آیا، گردن گھما کر بولی۔

''میں یہ نہیں لے سکتا۔'' انہوں نے صاف گوئی سے کہا، ماہ وش حسن کو یہ اپنی انسلٹ لگی تھی، مگر اس بار ضبط اور برداشت مجبوری تھی۔

''تو پھر ڈسٹ بن میں پھینکوا دیں۔'' وہ کہہ کر رکی نہیں باہر نکل گئی، وہ اس کی جرأت اور اس کے کانفیڈینس پر حیران ہو رہے تھے۔

☆.....☆.....☆

زین ندیم اپنے پی اے کو کچھ ضروری ہدایات نوٹ کروا رہا تھا اور اس کے ساتھ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا پی اے تیزی سے ڈائری پر اہم پوائنٹس نوٹ کر رہا تھا۔

''ڈرائیور!'' دفعتاً زین ندیم نے اسے پکارا۔

''گاڑی روکو۔'' اس نے حکم جاری کیا، گاڑی فوراً رک گئی۔

''ہاشم! معلوم کر کے آؤ یہاں کیا ہوا ہے؟'' سامنے روڈ بلاک تھا اور بہت زیادہ رش تھا، ہاشم (پی اے) تابعداری سے سر ہلاتا نیچے اتر گیا تھا اور کچھ ہی دیر میں اس کی واپسی ہوئی تھی۔

''سر! یہاں سامنے ہاسپٹل میں بچے کی ڈیتھ ہوگئی ہے، لواحقین کا کہنا ہے کہ یہ ڈاکٹرز کی لاپرواہی سے ہوا ہے، اب وہ بچے کی لاش رکھے، احتجاج کر رہے ہیں۔'' ہاشم نے تفصیل سے آگاہ کیا۔

''گاڑی پارک کرو۔'' زین ندیم نے ڈرائیور کو ہدایت کی، پیچھے آنے والی سیکیورٹی کی گاڑی بھی پارکنگ میں ان کے پیچھے تھی۔

زین ندیم کے ساتھ ہاشم تھا، جبکہ پیچھے دو گارڈز بھی تھے، وہ ہاسپٹل کے اندر داخل ہو چکا تھا اور اس کے اندر داخل ہوتے ہی ہاسپٹل میں ایک افراتفری مچ گئی تھی، کمشنر کا ہاسپٹل میں آنا کوئی چھوٹی بات نہ تھی۔

''سر! آپ نے کیوں تکلیف اٹھائی، آپ ہمیں حکم کرتے ہم آپ کے پاس آ جاتے۔'' سامنے سے آتے ایم ایس نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

''صاحب! میرے بچے کو مار دیا انہوں نے، میں منتیں کرتی رہی، مگر کسی ڈاکٹر نے میری نہیں سنی، انہوں نے مارا ہے میرے بچے کو صاحب۔'' ایک غریب خستہ حال عورت اس کے پاس آئی اور رونے لگی، ایم ایس گڑبڑا گیا۔

''بی بی! آپ جاؤ یہاں سے، سر آپ آئیں، آفس میں بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔'' مگر زین ندیم کا غصے اور دکھ سے برا حال تھا۔

''صاحب! مجھے انصاف چاہیے۔'' وہ زین ندیم کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑی تھی۔

''یہ جھوٹ بول رہی تھی۔'' پاس ہی ریسپشن پر نویلہ کھڑی یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی، اس ظلم اور ناانصافی پر اس کا دل کڑھ رہا تھا۔

''میں جھوٹ نہیں بولتی۔'' وہ زور زور سے رو رہی تھی۔

''آپ کو پورا انصاف ملے گا اماں جی۔'' زین ندیم نے انہیں یقین دلانا چاہا۔

''یہ۔۔۔یہ۔۔۔ڈاکٹرنی بھی۔۔۔جانتی ہے۔'' اس عورت کی نظر نویلہ پر پڑی تھی۔

''میں نے ڈاکٹر کی بہت منتیں کی، مگر وہ سارے گپیں لگا رہے تھے، چائے پی رہے تھے، اس ڈاکٹرنی کو میں نے کہا، یہ آئی مگر تب تک۔۔۔'' وہ اتنا بول کر منہ پر دوپٹہ رکھ کر رونے لگی۔

''کون کون سے ڈاکٹرز موجود تھے وہاں؟'' زین ندیم، نویلہ کے قریب آیا تھا، اس کی آنکھوں میں آنسو ٹھہر سے گئے تھے، وہ دم بخود سی ایم ایس کے کرخت چہرے کو دیکھ رہی تھی۔

''جھوٹ کہہ کر ظالم کا ساتھ مت دیں، سچ بتا کر مظلوم کی حمایت کریں۔'' وہ بغور نویلہ کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

وہ عورت آس بھری نظروں سے نویلہ کی جانب دیکھ رہی تھی، اس کی آنکھ میں ٹھہرے آنسو ایک ساتھ باہر نکلے تھے اور تیز رفتار سیلابی ریلے کی مانند اس کے چہرے پر بہتے ہوئے گرنے لگے تھے۔

''مجھے نہیں معلوم۔'' وہ کہہ کر رکی نہیں تھی، بلکہ بہت تیزی سے مڑ گئی تھی، زین ندیم پر سوچ نگاہوں سے اسے جاتا دیکھتا رہا، وہ عورت نویلہ کو آوازیں دے رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

فارقلیط حسن کی روٹین میں کوئی فرق نہ آیا تھا، حسن بہزاد خاموشی سے سب کچھ دیکھ رہے تھے، مگر اسے کچھ نہ کہتے تھے۔

عروبہ غضنفر کے دن کانٹوں پر ننگے پاؤں چلتے ہوئے گزرتے تھے تو راتیں سولی پر لٹکتے ہوئے، ابھی بھی وہ نماز پڑھ کر بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھی۔

اداسی تیرگی ہوتی تو شاید!
اک دیا آباد کرنے سے ہی چھٹ جاتی
مگر ایسا نہیں ہے
اداسی راستہ ہوتی!
تو اس کو اپنے پیروں سے گنا کرتے
کہیں تو جا کے گنتی ختم ہو جاتی
مگر ایسا نہیں ہے
اداسی پیڑ ہوتی تو۔۔۔!
ہم اس کے بازو کاٹ کر معذور کر دیتے
زمیں سے اس کا سایہ دور کر دیتے

مگر ایسا نہیں ہے

اداسی سال ہوتی!

تو ہم خود کو یہ سمجھاتے

کہ دیکھو!

تین سو پینسٹھ دنوں کی بات ہے ساری

اداسی پھر نہیں ہوگی

مگر ایسا نہیں ہے

اداسی دائرہ ہوتی!

تو ہم اس سے کسی تنسیخ کے

خط کی طرح باہر نکل جاتے

کوئی تو ایسا لمحہ مل ہی جاتا

ہم سنبھل جاتے

مگر۔۔۔!

ایسا نہیں ہے

اداسی تو۔۔۔اداسی کے سوا

کچھ بھی نہیں ہے

یہاں جتنی بھی بارش ہو

یہ مٹی نم نہیں ہوتی

اداسی کم نہیں ہوتی۔۔۔!!!

رات کے ایک بجے کا عمل ہوگا، سارا عالم خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہا تھا، ایسے میں وہ بے چینی کے ساتھ بار بار نگاہیں اٹھا کر وال کلاک کو دیکھتی، پونے دو کا وقت تھا جب وہ کوٹ کندھے پر لٹکائے، شکستہ قدموں سے چلتا بیڈروم میں داخل ہوا تھا۔

عروبہ اپنی جگہ سے نہیں اٹھی تھی، نہ ہی ہمیشہ کی طرح اس کے قریب آئی اور نہ ہی اس سے کوئی بات کی، وہ بھی اس کو نظر انداز کرتا ہوا وارڈ روب کی جانب بڑھ گیا۔

فریش ہو کر آیا تو عروبہ اسی جگہ، اسی پوزیشن میں بیٹھی ہوئی تھی، مگر فارقلیط حسن نے اس پر ایک نگاہ غلط انداز ڈالنا بھی گوارا نہ کیا اور بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور سائیڈ ٹیبل سے موبائل اٹھا کر نمبر ملایا اور ہنس ہنس کر فون پر باتیں کرنے لگا۔

''نہیں یار! تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔'' عروبہ غضنفر نے دکھ کے عالم میں چونک کر اس کی جانب دیکھا، مگر اسے مطلق پروا نہ تھی، وہ خوش گپیوں میں مصروف تھا، تقریباً آدھا گھنٹہ وہ بات کرتا رہا اور اس دوران عروبہ غضنفر بے چینی سے بار بار پہلو بدلتی رہی، اس نے فون بند کر کے سائیڈ پر رکھا تو عروبہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قریب آئی۔

''کھانا نہیں کھائیں گے؟'' اس نے سپاٹ انداز میں سوال کیا، فارقلیط حسن نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''اس وقت کون سا کھانا؟'' اس نے گھڑی کی جانب دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''میں آپ کا انتظار کر رہی تھی، میں نے بھی کھانا نہیں کھایا۔'' اس نے بتایا۔

''تو تم کھا لیتی، کتنی بار کہا ہے میرا انتظار مت کیا کرو۔'' وہ روکھائی سے کہتے ہوئے لیٹ گیا۔

''فون پر کس سے بات کر رہے تھے؟'' اس نے استفسار کیا، فارقلیط حسن نے بازو اٹھا کر آنکھوں پر رکھ لیا تھا۔

''دوست سے۔'' مختصر جواب آیا۔

''اور دوست لڑکی تھی؟'' اگلا سوال۔

''کیا فرق پڑتا ہے؟'' اس پر ذرا جو اثر ہوتا۔

''آپ کو نہیں پڑتا، مجھے پڑتا ہے۔'' وہ گویا ہوئی۔

''تو پڑا کرے، میں کچھ نہیں کر سکتا۔'' وہ ڈھٹائی سے بولا۔

''جوان بیٹی کے باپ ہیں آپ۔'' عروبہ نے احساس دلانا چاہا۔

''تو؟'' اس نے آنکھوں سے بازو ہٹا کر استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''کاش آپ کو احساس ہو کہ آپ کتنا غلط کر رہے ہیں، میرے ساتھ، اپنے بچوں کے ساتھ۔'' وہ دکھ سے کہتی ہوئی باہر نکل گئی اور تمام رات وہ واپس کمرے میں نہ آئی، وہ ہر روز اسے ایک نیا زخم لگاتا تھا، ایک نئی اذیت سے دوچار کرتا تھا، جس سے چھٹکارا ناممکن تھا اور جس کا اس کے پاس کوئی علاج بھی نہ تھا۔

☆.....☆.....☆

معصب علی بیٹھا پڑھ رہا تھا، جب فروا دبے پاؤں اس کے پاس آئی تھی، اس نے میز پر دودھ کا گلاس رکھا تھا۔

''ماما!'' وہ ہنس دیا، فروا نے بازو اس کے گلے میں ڈال لیے۔

''مجھے کبھی بھی آپ کے آنے کا پتا نہیں چلتا۔'' وہ اپنی شکست کو تسلیم کر رہا تھا۔

''میرا بیٹا پڑھائی میں اتنا مگن ہوتا ہے کہ اسے خبر ہی نہیں ہوتی کوئی آیا ہے۔'' معصب علی کی طرف دیکھتے ہوئے وہ مسکرائی تھی۔

''لیکن مجھے آپ کا تو پتا چلنا چاہیے نا۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا اور فروا کی جانب رخ کرتے ہوئے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لے کر اس کی پیشانی کو چوما، اس کے اس محبت بھرے انداز پہ وہ نہال ہوئی تھی اور کھلکھلا کر ہنس دی۔

''I love you so much mama!''۔ اس نے فروا کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا تھا۔

''میں دنیا میں سب سے زیادہ آپ سے محبت کرتا ہوں، پاپا سے بھی زیادہ۔'' وہ ذرا سا آگے کو جھکا تھا۔

''اور میں سب سے زیادہ اپنے بیٹے سے محبت کرتی ہوں، موسیٰ سے بھی زیادہ۔'' وہ بھی ذرا سا آگے کو جھکتے ہوئے بولی تو معصب علی مسکرا دیا۔

''دودھ پی لینا۔'' وہ چلی گئی، معصب علی آج پھر اس سے بات نہ کر سکا تھا، اس کی ماما سے بہت دوستی تھی، ہر بات ان سے شیئر کرتا تھا، مگر یہ بات نہ کہہ سکتا تھا، بہت کوشش کے باوجود۔

وہ بیڈروم میں آئی تو موسیٰ علی ابھی جاگ رہا تھا، اس کے سامنے فائل پڑی تھی اور وہ اسے دیکھنے میں منہمک تھا۔

''مل آئی بیٹے سے؟'' اس نے فائل بند کر دی۔

''جی!'' وہ بیٹھتے ہوئے بولی۔

''مجھے وہ کچھ الجھا سا لگا۔'' وہ پرسوچ انداز میں بولی۔

''تو پوچھنا تھا، کیا وجہ ہے۔'' موسیٰ علی نے فوراً سے پیشتر کہا۔

''نہیں۔'' فروا نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔

''میں انتظار کر رہی ہوں کہ وہ خود مجھے بتائے کہ کیا پرابلم ہے۔'' موسیٰ علی نے متشکر نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

''بہت شکریہ فروا! اگر عنیزہ زندہ تو شاید وہ بھی معصب کا اتنا خیال نہ رکھتی جتنا تم رکھتی ہو۔'' وہ ممنونیت کے احساس سے گویا ہوا۔

فروا کے ہاں دوبارہ کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا تھا اور اس نے اس بات پر اپنے دل کو منا لیا تھا، کیونکہ جب موسیٰ علی کو گولی لگی تھی تو اس نے اللہ سے اس کی زندگی کی بھیک مانگی تھی اور جب وہ اسے واپس مل گیا تھا تو اسے اب اللہ سے کوئی شکوہ نہ رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

ماہ وش کو خبر نہ ہوئی اور اس کے سر اس کے لیے بہت خاص اہمیت اختیار کرتے جا رہے تھے، وہ ہر وقت ان کے متعلق سوچتی رہتی، اٹھتے بیٹھتے بس ان ہی کے خیال دماغ میں گھومتے رہتے، وہ اپنی کیفیت پر خود بھی حیران تھی، وہ حد درجہ مغرور تھی، کسی کو خاطر میں نہ لاتی

تھی، مگر سر جیسے جیسے اسے اگنور کرتے وہ اور زیادہ بے چین اور بے خود ہو کر ان کی جانب بڑھتی تھی۔

وہ بہت دیر سے ٹینس کلب میں ٹینس کھیل رہی تھی، مگر ذہن کھیل پر فوکس نہ کر پا رہا تھا، اچانک اس کی نظر سامنے چیئرز پر بیٹھے سر پر پڑی اور پلٹنا بھول گئی، وہ کسی سے باتیں کر رہے تھے، وہ جو ہر وقت ان کو دیکھنے کے لیے بے چین رہتی تھی، اس وقت ان کی ایک جھلک دیکھ کر سرشار ہو گئی تھی۔

وہ آدمی ان کے پاس سے اٹھ کر چلا گیا تھا، ماہ وش تیر کی سی تیزی سے ان کی قریب آئی تھی۔

''ہائے سر!'' وہ بے تکلفی سے کہتی ہوئی ان کے سامنے چیئر پر بیٹھ گئی۔

''آپ کو یہاں دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔'' وہ بے تکلفی سے بولی، انہوں نے کوئی جواب نہ دیا اور اٹھ کر جانے لگے، ماہ وش نے ان کا راستہ روکا۔

''آپ مجھے اس طرح اگنور کیوں کرتے ہیں؟'' اس کے سوال پر ان کے چہرے پر ناگواری پھیلی تھی۔

''آپ میری اسٹوڈنٹ ہیں، مجھ سے بات کرنے سے پہلے اس بات کو ذہن میں رکھا کریں۔'' وہ آگے بڑھ گئے، ماہ وش بھاگ کر ان کے پیچھے آئی۔

''اگر آپ چاہیں تو ہم اچھے دوست بھی بن سکتے ہیں۔'' وہ ان کے ساتھ چلتے ہوئے بولی، وہ رک گئے اور گھور کر اسے دیکھنے لگے۔

''میری عمر کا ہی لحاظ کر لیں۔'' وہ غصہ ضبط کرتے ہوئے کہنے لگے۔

''دوستی میں عمر کی کوئی قید نہیں ہوتی سر۔'' وہ ہمت نہ ہارنا چاہتی تھی، اسے یقین تھا یہ موقع دوبارہ نہ ملنے والا تھا۔

''آپ بدتمیزی کر رہی ہیں مجھ سے۔'' انہوں نے انگلی اٹھا کر اسے تنبیہ کی۔

''میں ایسا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔'' اس نے جھٹ سے کہا۔

''ٹیچر اور اسٹوڈنٹ کے رستے میں ایک حد، ایک لحاظ اور احترام ہوتا ہے اور آپ اس حد کو پار کر رہی ہیں۔'' وہ اسے احساس دلانا چاہتے تھے، کیونکہ وہ بہت تیزی سے ان کی جانب بڑھ رہی تھی اور وہ سمجھ نہ پا رہے تھے کہ اس کے بڑھتے قدموں کو کیسے روکیں۔

''میں نے ایسا تو کچھ بھی نہیں کہا سر!'' انہیں وہ کوئی جادوگرنی لگی تھی، جو اپنے جادو سے لوگوں کو سحر میں مبتلا کر سکتی تھی، انہیں سمجھ نہ آئی تھی کہ اسے سامنے دیکھ کر دل عجیب انداز سے دکھی کیوں ہو جاتا تھا، انہیں سرے سے ماہ وش میں کوئی دلچسپی نہ تھی، مگر وہ سمجھ نہ پا رہے تھے کہ اس کے منہ زور جذبوں پر بند کیسے باندھیں۔

''سلی گرل۔'' وہ زیر لب بڑبڑاتے ہوئے وہاں سے چلے گئے تھے اور وہ بے بس پیاس بھری نگاہوں سے انہیں دیکھتی رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

نویلہ کی طبیعت بہت خراب ہوئی تھی، اسے اس بچے کی موت کا تو دکھ تھا ہی ساتھ میں یہ بھی تھا کہ اس نے مظلوم کا ساتھ نہیں دیا، اس نے حق کو جھٹلایا اور جھوٹ کا ساتھ دیا، اس کے ساتھ ہی اسے اس آفیسر کی سرد نگاہیں بار بار یاد آتی تھیں، اسے پتا چل گیا تھا کہ وہ کمشنر صاحب تھے، پوری رات وہ روتی رہی تھی اور صبح ناشتہ بھی نہیں کیا تھا اور جلد ہی تیار ہو کر گاڑی لے کر گھر سے نکل گئی تھی، کمشنر ہاؤس کے باہر وہ پانچ منٹ خاموشی سے گاڑی میں بیٹھی رہی تھی۔

بالآخر وہ فیصلہ کن انداز میں سر کو جھٹکتے ہوئے باہر نکل آئی۔

''مجھے اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہیں، میں صرف اور صرف حق کا ساتھ دوں گی، میں کسی مظلوم کا دل مزید ٹوٹنے کا سبب نہیں بنوں گی۔''

اس نے گیٹ پر کھڑے گارڈز کو اپنا نام بتایا اور کارڈ دکھا کر کمشنر صاحب سے ملنے کے لیے کہا، وہ اندر چلا گیا، پانچ منٹ بعد واپس آیا۔

''آپ اندر آ جائیں۔'' وسیع و عریض گھر جا بجا ملازم، اسے اب اکیلے آنے پر پچھتاوا ہونے لگا، مگر وہ اب واپس نہ جا سکتی تھی۔

''نا جانے کوئی اندر اور ہو گا بھی کہ نہیں۔'' وہ سوچتی ہوئی آگے بڑھنے لگی، اسے ڈرائنگ روم میں پہنچا کر ملازم غائب ہو گیا تھا۔

ٹھیک تین منٹ بعد پردہ ہلا اور ساتھ ہی وہ اندر داخل ہوا۔

''السلام علیکم!'' نویلہ کو ٹھنڈے پسینے آنے لگے، وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور سلام کیا۔

''تشریف رکھیں۔'' سلام کا جواب دیتے ہوئے زین ندیم نے صوفے کی جانب اشارہ کیا، وہ جھٹ بیٹھ گئی اور کچھ ڈرتے ہوئے اس کی جانب دیکھا، وہ اسی کو دیکھ رہا تھا، چہرے پر حد درجہ سختی تھی۔

''مجھے آپ کو کچھ بتانا ہے سر!'' اس نے بمشکل تھوک نگلتے ہوئے تمہید باندھی۔

''سن رہا ہوں۔'' وہ سرد اور سپاٹ انداز میں بولا تو نویلہ پچھتانے لگی کہ وہ یہاں کیوں آئی۔

''وہ۔۔۔کل۔۔۔میں نے جھوٹ۔۔۔بولا تھا۔'' اس نے بدقت تمام کہا۔

''جانتا ہوں۔'' وہ سکون سے بولا۔

نویلہ نے چونک کر اس کی جانب دیکھا اور دوبارہ نگاہیں پھیر لیں، وہ اس کی چبھتی سرد نگاہوں کی تاب نہ لا سکتی تھی۔

''جو سچ آپ سب کے سامنے ان فیکٹ ظالم کے سامنے نہیں بول سکتیں، اس کی غیر موجودگی میں کہنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔'' اس نے طنز کا نشتر چھوڑا۔

''یہ بزدلی ہے۔'' اس نے گھر کا۔

''جانتی ہوں۔'' اس نے پہلی بار زین ندیم کی آنکھوں میں جھانکا۔

''مگر میں جھوٹ بول کر ساری رات سو نہیں پائی، مجھے یہ احساس دامن گیر رہا کہ میں نے مظلوم کا نہیں، ظالم کا ساتھ دیا ہے۔'' وہ

جلدی جلدی کہنے لگی۔

''اور آپ کا خیال ہے اب یہاں آ کر آپ نے مجھ پر اور ان غریب والدین پر بہت احسان کیا ہے، آپ کو کل سچ بتانا چاہیے تھا، آپ نے حقیقت صرف اپنی جاب بچانے کے لیے چھپائی۔'' وہ اس پر برس پڑا اور نویلہ جو پہلے ہی اپ سیٹ تھی اور رات بھر رونے سے اس کی طبیعت بھی خراب تھی، اس کی آنکھیں چھلک پڑی تھیں۔

''ارے زین کیوں ڈانٹ رہے ہو بچی کو؟'' ماما اندر داخل ہوئیں اور اسے ٹوکا۔

''کون ہے یہ؟'' وہ دلچسپی سے پوچھتے ہوئے اشتیاق بھرے انداز میں اس کی جانب دیکھتے ہوئے بولیں۔

زین ندیم نے مختصراً سارا واقعہ ان کے گوش گزار کر دیا، سن کر وہ پریشان ہوئیں، اور نویلہ کے قریب بیٹھتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''اس سب میں اس کا کیا قصور؟'' انہوں نے زین ندیم کو گھورا۔

''ان کا قصور ہے۔'' زین ندیم کو ان کا نویلہ کے ساتھ اس طرح بے تکلف ہونا بالکل پسند نہ آیا۔

''بیٹا ادھر دیکھو۔'' انہوں نے نویلہ کی ٹھوڑی کو چھو کر رخ اپنی جانب موڑا۔

''میں نے تمہیں کہیں دیکھا ہے۔'' وہ دماغ پر زور دیتے ہوئے اسے پر سوچ انداز سے دیکھتے ہوئے کہنے لگیں۔

''آپ ہاسپٹل میں ایڈمٹ تھیں وہیں۔'' نویلہ نے بھی انہیں پہچان لیا تھا۔

''ہاں، بالکل بالکل، زین یہ تو اتنی اچھی ڈاکٹر ہے، اپنے مریضوں کا اتنا خیال ہے اسے کہ اوور ٹائم ڈیوٹی کرتی ہے۔'' وہ اس کی طرفداری میں بول رہی تھیں اور زین ندیم بے بس سا بیٹھا تھا۔

''بیٹا! تم شادی شدہ ہو؟'' ان کے سوال پر نویلہ نے سٹپٹا کر زین ندیم کی جانب دیکھا تھا اور دوسری طرف اس کے اردگرد بھی خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگی تھیں۔

''یہ کیسا سوال ہے ماما؟'' وہ مداخلت کرتے ہوئے بولا۔

''تم چپ رہو۔'' انہوں نے نویلہ کی جانب استفہامیہ نظروں سے دیکھا، جو اپنی عمر سے کئی سال چھوٹی دکھائی دیتی تھی۔

''نہیں۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا اور اٹھنے لگی، جب انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر واپس بیٹھایا اور پر مسرت لہجے میں بولیں۔

''ناشتہ ہمارے ساتھ کر کے جانا۔'' وہ محبت بھرا اصرار کرنے لگیں۔

''نہیں آنٹی، ہاسپٹل پہنچنا ہے مجھے۔'' اسے زین ندیم سے بے حد ڈر لگ رہا تھا، وہ جلد از جلد وہاں سے جانا چاہتی تھی، جبکہ اس کی ماما اسے آسانی سے بخشنے کے موڈ میں نہ تھیں۔

☆.....☆.....☆

ناشتہ اس کے کمرے میں ہی بھجوا دیا گیا تھا، وہ انتظار کرتی رہی کہ اس کی بیٹی آئے اور اس کے پاس بیٹھے، اسے کہے کہ ''ماما پلیز کچھ کھالیں''، اسے کھلانے کے لیے اصرار کرے، اسے کہے کہ ''پریشان مت ہوں، میں پاپا سے بات کروں گی'' مگر ایسا کچھ نہ ہوا اور اس کی زندگی میں کب ویسا ہوتا تھا جیسا وہ سوچتی تھی، جس طرح وہ چاہتی تھی، اس نے ناشتے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

''میرے بغیر کھا سکتی ہو؟ تم ایسی بے وفا تو نہیں۔'' اس نے گھبرا کر ارد گرد دیکھا، گمبھیر لہجہ اس کی رگیں کاٹنے لگا۔

اس نے ہاتھ واپس کھینچ لیا، پورا دن گزر گیا، شام کو باہر سے گاڑی کے ہارن کی آواز ابھری، وہ جلدی سے کھڑکی میں جا کھڑی ہوئی، آنے والا اس کا داماد تھا، اس کا جی چاہا بھاگ کر اس کے پاس جائے، اس سے پوچھے کہ کیا وہ اس ستمگر کے پاس گیا تھا اور اس نے کیا جواب دیا؟ مگر جھجک مانع آ گئی، اسے اپنی بیٹی سے ڈر محسوس ہوا، کہیں وہ خفا نہ ہو، اسے برا نہ لگ جائے اور پھر وہ پلٹ کر واپس بیٹھ گئی۔

رات کے کھانے کے لیے وہ خود اسے بلانے آیا تھا۔

''مجھے بھوک نہیں ہے۔'' اس نے ہونٹوں پر زبان پھیری۔

''آپ کو جھوٹ نہیں بولنا آتا، چلیں شاباش آ جائیں میرے ساتھ۔'' وہ نرمی سے بولا، وہ اس کے ساتھ چل دی، اسے اپنی بیٹی سے خوف آیا تھا، وہ کھانے کے دوران چوروں کی طرح نگاہیں جھکا کر بیٹھی ہوئی تھی، وہ اسے ایک ایک چیز پیش کر رہا تھا، مگر وہ بمشکل تھوڑا سا کھانا کھا کر اپنے روم میں آ گئی۔

''ماما! کب تک یہاں ٹھہرنے کا ارادہ ہے آپ کا؟'' وہ اس کے پیچھے آئی تھی۔

''ک۔۔۔کل!'' اس نے بنا سوچے سمجھے کہہ دیا اور وہ بھی مطمئن ہو گئی۔

''یہی بہتر ہے، میرے لیے بھی، اور آپ کے لیے بھی۔'' اس نے یہ پوچھنے کی بھی زحمت نہ کی کہ وہ کہاں جائیں گی، ان کا کون سا ٹھکانہ ہے اب، اسے صرف پتا تھا تو یہ کہ وہ یہاں سے چلی جائیں اور در پردہ وہ انہیں دھکے ہی دے رہی تھی اور اس کے ساتھ تو ہمیشہ یہی ہوا تھا، ہر ہر جگہ اسے دھتکارا گیا۔

☆.....☆.....☆

شہیر اور ماہ وش اپنی پڑھائی میں مگن رہے تھے، وہ باپ کی سرگرمیوں سے لاعلم تھے اور پھر عروبہ بھی یہی کوشش کرتی تھی کہ انہیں کچھ معلوم نہ ہو۔

آج رات وہ خلاف معمول جلدی ہی گھر آ گیا تھا، کھانا کھا کر وہ اسٹڈی میں لیپ ٹاپ لیے بیٹھا تھا، عروبہ اس کے لیے چائے بنا کر لائی تھی مگر اس کی بات سن کر ٹھٹک کر دروازے پر ہی رک گئی تھی۔

''میں تین دن کے لیے لندن جا رہا ہوں اور تمہیں بھی میرے ساتھ جانا ہوگا۔'' وہ دروازے کی اوٹ میں کھڑی سب سن رہی تھی۔

''ہاہا۔۔۔'' فارقلیط حسن نے قہقہہ لگایا تھا۔

''بیوی!'' اس نے استہزائیہ انداز میں کہا۔

''بیوی سے کہوں گا آفس کے کام کے سلسلے میں پنڈی جا رہا ہوں۔'' اس سے آگے وہ نہ سن سکتی تھی، واپس پلٹ گئی، اسے فارقلیط حسن سے اس جھوٹ اور دھوکے بازی کی ہرگز توقع نہ تھی، وہ اپنے روم میں آئی، نماز پڑھی اور اس کا انتظار کرنے لگی، کچھ ہی دیر میں وہ آ گیا تھا۔

''میری پیکنگ کر دو عروبہ، مجھے تین دن کے لیے پن۔۔۔''

''لندن جانا ہے۔'' وہ اس کی بات کاٹ کر سختی سے بولی تو فارقلیط حسن نے چونکتے ہوئے اسے دیکھا، وہ خاصا حیران تھا۔

''جب آپ کو میری کچھ پرواہ ہی نہیں، مجھے کچھ سمجھتے ہی نہیں تو پھر یہ جھوٹ کیوں؟ جہاں مرضی جائیں۔ جس کو چاہے ساتھ لے جائیں، مگر نہیں، بات یہ نہیں ہے۔'' وہ خاصی مشتعل نظر آ رہی تھی، فارقلیط حسن اسے دیکھے گیا۔

''آپ کو دھوکا دینے کی عادت ہے، اس کے بغیر آپ کا گزارا نہیں۔'' اس نے دکھ سے کہا۔

''پہلے جھوٹی محبت کا ڈھونگ رچایا اور اب۔۔۔'' اس کا گلا رندھ گیا تھا اور وہ خاموش ہو گئی تھی۔

''مجھے اس اذیت سے آزادی چاہیے۔'' وہ یکا یک التجا کرنے لگی۔

''جلد مل جائے گی تمہیں آزادی۔'' وہ معنی خیزی سے بولا، عروبہ غضنفر اس کے لفظوں کے گرداب میں پھنس کر رہ گئی۔

☆.....☆.....☆

''بی الرٹ سر آ رہے ہیں فرینڈز۔'' ماہ وش بھاگتی ہوئی اندر آئی اور سب اسٹوڈنٹس کو الرٹ کیا، چند سیکنڈز میں ہی وہ اندر داخل ہو چکے تھے۔

''ہیپی برتھ ڈے ٹو یو، ہیپی برتھ ڈے ڈیئر سر!'' ہر طرف خوب شور تھا، روم کو پھولوں اور غباروں سے آراستہ کیا گیا تھا، سامنے ٹیبل پر بہت بڑا سا کیک پڑا تھا، سب اسٹوڈنٹس انہیں وش کر رہے تھے، وہ حیران سے آگے بڑھے اور پھر ان کی نظر ماہ وش کے دمکتے چہرے پر جا ٹھہری اور وہ وہیں رک گئے۔

''اسٹاپ اٹ۔'' وہ زور سے دھاڑے، سب اسٹوڈنٹس وہیں خاموش ہو گئے، ایک دم سناٹا چھا گیا۔

''کس کی مرضی اور اجازت سے ہو رہا ہے یہ سب؟'' ان کے غصے نے سب کو سہما دیا۔

''جواب دیں۔'' وہ کھا جانے والی نظروں سے سب کو گھور رہے تھے۔

''سر! یہ میرے کہنے پر ہو رہا ہے۔'' ماہ وش نے کہا تو سب اس کی جانب دیکھنے لگے، جبکہ وہ نڈر اور بے خوف نظر آ رہی تھی۔

''ان فیکٹ یہ سب ارینج بھی میں نے ہی کیا ہے۔'' وہ مزید گویا ہوئی، سب اسٹوڈنٹس اس کے اعتماد پر حیران ہو رہے تھے، جبکہ

معصب علی یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا، وہ بھی اسی اکیڈمی میں پڑھتا تھا اور انجینیئر نگ کا اسٹوڈنٹ تھا۔

''آپ میرے آفس میں آئیں۔'' وہ اسے کہہ کر مڑ گئے تھے، جبکہ ماہ وش مسکراتی ہوئی ان سب کی جانب متوجہ ہوئی جنہوں نے سر کے جانے کے بعد اپنا رکا ہوا سانس بحال کیا۔

''ابھی آتی ہوں، پھر مل کر کیک کھاتے ہیں۔'' وہ باہر نکل گئی۔

''یس سر!'' وہ ان کے آفس میں داخل ہوئی تو وہ دروازے کی جانب پشت کیے گلاس وال سے باہر دیکھ رہے تھے۔

''کیا تھا یہ سب؟'' وہ سرد مہری سے اس کی جانب دیکھ رہے تھے، پہلی بار ماہ وش کو ان سے خوف محسوس ہوا تھا۔

''سر آپ کا برتھ ڈے تھا تو میں نے پارٹی ارینج کی اور۔۔۔''

''شٹ اپ!'' وہ غیض وغضب کے عالم میں اس کے قریب آئے۔

''میں نے آپ کو بتایا تھا مجھے یہ سب بالکل بھی پسند نہیں ہے، پھر کیوں میری اجازت کے بغیر کیا یہ۔'' وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے غصے سے پھنکارے اور ماہ وش کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ کسی پتھر یا شاید کسی چٹان کے سامنے کھڑی ہے، جس سے وہ اپنا سر تو ٹکرا سکتی ہے، مگر اس کو کبھی بھی مسخر نہیں کر سکتی۔

''آپ کو یہ اچھا نہیں لگتا، مگر مجھے یہ اچھا لگتا ہے کیونکہ مجھے آپ اچھے لگتے ہیں، میں آپ سے محبت کرتی ہوں اور اگر آپ نے۔۔۔''

''شٹ اپ۔'' ان کا ہاتھ فضا میں بلند ہوا تھا اور وہیں معلق رہ گیا تھا۔

''میری اور اپنی نہیں تو کم از کم اپنے والدین کی عزت کا خیال کریں، جنہوں نے آپ کو یہاں پڑھنے کے لیے بھیجا ہے۔'' غصے اور حیرت کے ملے جلے جذبات کا شکار ہوئے وہ اسے دیکھ رہے تھے اور اس کی جرأت پر حیران ہو رہے تھے۔

''رک کیوں گئے، ماریں نا۔'' ماہ وش نے دکھ سے ان کے اٹھے ہوئے ہاتھ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں آپ کو اکیڈمی سے نکال رہا ہوں۔'' وہ اس کی سرکشی سے ڈر گئے تھے، جانتے تھے سرکش محبت کا انجام کیا ہوتا ہے۔

''نکال دیں۔'' اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

''بات تو تب ہے کہ میرے دل سے خود کو نکال کر دکھائیں۔'' اس نے آنسوؤں کو بے دردی سے رگڑا۔

''مگر ایسا آپ کبھی نہیں کر سکتے، آپ صرف اور صرف میرے ہیں، میں آپ کو حاصل کر کے رہوں گی۔'' وہ تیزی سے مڑی اور باہر نکل گئی، جبکہ وہ پتھر کا بت بنے اس کے الفاظ میں کھو گئے۔

☆.....☆.....☆

http://kitaabghar.com

علیشہ کو کسی طرح سکون نہ مل رہا تھا، شادی کو سات سال گزر گئے تھے، مگر اس کی گود ہری نہ ہو سکی تھی، ڈاکٹر تیمور عباس اسے والہانہ چاہتا تھا، وہ اسے سمجھانے کی بہت کوشش کرتا، مگر علیشہ کا دل ماننے سے انکاری تھا اور اب اسے یہ احساس گھیرے ہوئے تھا کہ جو کچھ ماما نے گل افزاء اور عروبہ کے ساتھ کیا تھا اس کی سزا ان دونوں بہنوں کو ملی تھی، وہ تیمور عباس کے ساتھ عروبہ سے ملنے اس سے معافی مانگنے جا رہی تھی۔

''علیشہ!'' اسے دیکھ کر عروبہ بہت خوش ہوئی، علیشہ کی کبھی اس سے نہ بنی تھی، وہ ہمیشہ اس سے بدتمیزی کیا کرتی تھی، اس کا دل دکھاتی تھی، عروبہ غضنفر نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا۔

''مجھے معاف کر دو عروبہ!'' وہ اس کے آگے ہاتھ جوڑ رہی تھی اور پھر اچانک نیچے جھکتے ہوئے اس نے عروبہ کے پاؤں پکڑ لیے تھے۔

''علیشہ پلیز!'' عروبہ نے اسے شانوں سے پکڑ کر سیدھا کیا۔

''یہ کیا کر رہی ہو؟'' وہ اونچی آواز میں رو رہی تھی۔

''تم میری بہن ہو، میں تم سے بالکل ناراض نہیں ہوں۔'' عروبہ نے اسے ساتھ لگایا۔

''تمہارا یہی ظرف، یہی بڑا پن ہمیں لے ڈوبا، میں اور نویلہ بس کر بھی نہ بس سکیں اور تم اور فروا خوش اور شادماں زندگی گزار رہی ہو، ہمیں ہماری ماں کے گناہوں کی سزا ملی، نویلہ کہتی تھی ماما کا کیا ہم دونوں کے آگے آئے گا اور میں اس کی بات نہ سمجھ سکی، اس نے ٹھیک کہا تھا، ہم دونوں کو بہت بڑی سزا ملی اور تم دونوں کو تمہاری ماں کے صبر اور تم دونوں کی نیک نیتی کا صلہ ملا۔'' عروبہ نے اسے صوفے پر بٹھا دیا تھا، مگر وہ اس کے الفاظ پر ابھی تک غور کر رہی تھی، اس کو سمجھ نہ آ رہی تھی۔

''فروا تمہاری سگی بہن ہے عروبہ!'' عروبہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی، علیشہ اسے سب کچھ بتانے لگی۔

اب عروبہ کے آنسو نہ تھم رہے تھے، ہر حقیقت پہلی سے زیادہ تکلیف دہ تھی، فروا اس کی بہن تھی، اسے سمجھ نہ آ رہا تھا، کہ اس بات پر خوش ہو یا آنسو بہائے، اس کی ماما اس کی پیدائش پر فوت نہیں ہوئی تھیں بلکہ۔۔۔

''علیشہ!'' وہ اس کے گلے لگ کر بہت دیر تک روتی رہی تھی۔

''میں جانتی ہوں، تمہارے لیے بہت مشکل ہے، مگر پلیز عروبہ مجھے معاف کر دو۔'' علیشہ نے ایک مرتبہ پھر اس کے آگے ہاتھ جوڑے تھے۔

''میں نے تم سب کو معاف کیا علیشہ۔'' عروبہ نے ہاتھ بڑھا کر اس کے آنسو پونچھے، جبکہ اپنے آنسوؤں کو بہہ جانے دیا۔

علیشہ چلی گئی تھی، اسے اذیتوں کی گہری کھائی میں پھینک کر، وہ لاؤنج کی گلاس وال میں جا کھڑی ہوئی اور باہر دیکھنے لگی۔

باہر شام خاصی گہری ہو گئی تھی، ہر سو گہری خاموشی کا راج تھا، بالکل ہی ایسی خاموشی جیسی اس کے وجود اور دل پر چھائی ہوئی تھی،

دونوں بچے گھر پر نہ تھے، جبکہ حسن بہزاد، فارقلیط حسن سے ناراض ہو کر انگلینڈ چلے گئے تھے۔

''عروبہ!'' اس کے عقب میں فارقلیط حسن کی آواز ابھری تھی، اس نے جلدی سے آنسو پونچھ ڈالے اور مڑ کر اسے دیکھا، وہ تین دن کے لیے گیا تھا، مگر دوسرے روز ہی واپس آ گیا۔

''تم رو رہی تھی؟'' وہ بغور اس کے بھیگے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا۔

''میں خدا کا شکر ادا کرتی ہوں فارقلیط کہ میں کبھی کسی کے رونے کی وجہ نہیں بنی، رونا بری بات نہیں ہے، مگر کسی کو رلانا بہت غلط ہے۔'' وہ معنی خیزی سے بولی تھی، وہ اسے کوئی جواب نہ دے سکا۔

دفعتاً لاؤنج کا دروازہ کھلا اور ماہ وش تیزی سے اندر داخل ہوئی، اس نے بیگ اور کتابیں وہیں صوفے پر پھینک دیے اور بھاگتی ہوئی اپنے کمرے میں گئی۔

''اسے کیا ہوا؟'' فارقلیط حسن حیرت سے بولا، عروبہ تیزی سے بیٹی کے روم کی جانب بڑھی۔

''فارقلیط!'' اس کی گھبرائی ہوئی آواز فارقلیط حسن کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

''جلدی آئیں۔'' وہ کمرے کی جانب بھاگا تھا۔

☆.....☆.....☆

زین ندیم کے لاکھ انکار کے باوجود ماما نے اس کی ایک نہ سنی اور اس کا رشتہ لے کر نویلہ کے گھر چلی گئیں، صوفیہ پر تو جیسے شادی مرگ کی کیفیت طاری ہو گئی، غضنفر علی سے مشورے کے بعد انہوں نے ہاں کر دی تھی۔

آج نویلہ کی رخصتی تھی، دلہن بنی بیٹھی وہ عروبہ کی منتظر تھی، مگر عروبہ نہیں آئی تھی۔

''آپ؟'' زین ندیم فروا کو نویلہ کی بہن کے روپ میں دیکھ کر شاکڈ تھا، برسوں بعد اس سے سامنا ہوا تھا، تو اذیت کے بہت سے در وا ہونے لگے تھے۔

دوسری جانب فروا یہ جان کر ششدر رہ گئی تھی کہ وہ اتنے برسوں سے تنہا رہ رہا ہے، اسے آج اندازہ ہوا تھا کہ وہ اس سے کتنی محبت کرتا ہے، یہ سب اسے تکلیف سے دوچار کر رہا تھا، اسے نویلہ پر ترس آنے لگا تھا۔

ثمینہ بیگم بہت چاؤ سے اسے بیاہ کر لے گئی تھیں، دل کھول کر ارمان پورے کیے تھے، خوب رسموں کے بعد اسے زین ندیم کے کمرے میں پہنچایا گیا تھا۔

''میرے بیٹے نے زندگی میں بہت دکھ اٹھائے ہیں، مگر مجھے یقین ہے تم اس کے لیے بہار کی نوید بن کر میرے آنگن میں اتری ہو، تمہاری پیشانی پر سچائی اور اچھائی لکھی ہوئی ہے، میرے بیٹے کو اپنی محبت اور وفا سے خوشیوں پر یقین کرنا سکھا دینا۔'' وہ اس کے پاس بیٹھی

محبت سے کہہ رہی تھیں، زین ندیم دستک دے کر اندر آیا تھا۔

''کیا پٹیاں پڑھا رہی ہیں بہو کو ماما؟'' اس کی آمد سے نویلہ کچھ الرٹ ہو کر بیٹھ گئی تھی۔

''بہو کیوں، میری تو بیٹی ہے۔'' انہوں نے نویلہ کا ہاتھ پکڑ کر اس کی پشت پر بوسہ دیا۔

''ماں، ایسے کہہ کر رشتوں میں کنفیوژن نہ ڈالیں۔'' نویلہ کو اس کی بات پر ہنسی آئی تھی، مگر وہ ضبط کیے بیٹھی تھی۔

''ماں ان سے پوچھ لیں، انہیں چائے بنانی آتی ہے؟'' وہ شریر ہوا۔

''نہیں بھئی، میں اپنی بیٹی سے چائے نہیں بنواؤں گی، نہ ہی کوئی کام کرواؤں گی۔'' نویلہ کو ان ماں بیٹے کی کچھ باتیں سمجھ آ رہی تھیں اور کچھ نہیں، ماما بہت سی دعائیں دے کر جا چکی تھیں۔

زین ندیم اس کے پاس آ بیٹھا تھا، چند ثانیے وہ اسے دیکھتا رہا، اسے بہت کچھ یاد آنے لگا تھا۔

''آپ کی سچائی نے مجھے اتنا متاثر نہیں کیا، جتنا اس بات نے کہ آپ کو جھوٹ بول کر نیند نہیں آتی۔'' وہ نرم لہجے میں بول رہا تھا۔

''آپ کو کچھ چاہیے تو نہیں؟'' وہ اچانک بولا۔

''مجھے نماز پڑھنی ہے۔'' اس نے کچھ ہچکچاتے ہوئے کہا۔

''شیور۔'' زین ندیم اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''نماز تو مجھے بھی پڑھنی ہے۔'' کچھ ہی دیر میں وہ دونوں نماز کے لیے کھڑے ہو چکے تھے اور بلاشبہ دونوں بہت اچھے لگ رہے تھے، بہت مختلف اور پاکیزہ۔

☆.....☆.....☆

ماہ وش ہاسپٹل میں ایڈمٹ تھی، وہ بے ہوش تھی، عروبہ کو اس کی فرینڈ نے اکیڈمی میں ہونے والے واقعے کے متعلق بتایا تھا۔

وہ ڈرائیور کے ساتھ اکیڈمی آئی تھی، وہ غصے کے عالم میں آفس تک آئی، دل میں ارادہ کر کے آئی تھی کہ وہ ماہ وش کے سر کو خوب کھری کھری سنائے گی، اندر قدم رکھتے ہی وہ ساکت ہو گئی، اس کی آنکھیں پتھرا گئیں، وہ بے یقینی کے عالم میں سامنے ریوالونگ چیئر پر بیٹھے شخص کو دیکھ رہی تھی۔

❁ ❁

ناول ''می رقصم'' ابھی جاری ہے۔ اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی 20 تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

قسط نمبر 18

دوسری طرف بھی حال اس جیسا ہی تھا، دونوں بنا پلکیں جھپکائے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

''آپ؟'' بالآخر وہ ہوش میں آتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

''آپ یہاں کیسے؟'' وہ استفہامیہ لہجے میں بولا۔

''میں ماہ وش کی مدر ہوں۔'' عیسیٰ احمد کی سماعتوں پر عروبہ نے بم پھوڑا تھا۔

''کیا کہا ہے آپ نے میری بیٹی کو، کہ وہ ان حالوں میں پہنچ گئی ہے؟'' وہ چلتی ہوئی اس کے عین سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

''میں نے اس کے اپنی طرف بڑھتے قدموں کو روکا ہے، وہ نادان ہے، میں نہیں۔''

عروبہ نے چونک کر اس کی جانب دیکھا تھا۔ اس کے لیے ایک اور شاک تھا، وہ تو ماہ وش سے اس کا نام سن کر ہی چونکی تھی۔

''کیا مطلب؟'' وہ حیرت سے گویا ہوئی۔

''آپ کی بیٹی.....'' وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا، مزید بولنے کی اس میں ہمت نہ تھی، عروبہ غضنفر اسے دیکھ رہی تھی۔

''آپ مجھ سے سوال کرنے کی بجائے اس سے پوچھیں، یہ زیادہ مناسب ہوگا۔'' وہ اسے صورتحال کی سنگینی سے آگاہ کر رہا تھا، مگر اتنا حوصلہ خود میں نہ پاتا تھا کہ عروبہ غضنفر سے یہ کہتا کہ ''تمہاری بیٹی مجھ سے محبت کرتی ہے''۔ وہ آگے بڑھی اور اس کا گریبان پکڑ لیا، وہ ششدر رہ گیا تھا۔

''اگر میری بیٹی کو کچھ ہوا تو میں آپ کو ہرگز معاف نہیں کروں گی۔'' وہ اس کے بے حد قریب کھڑی تھی، آج اتنے برسوں بعد اسے اپنے روبرو دیکھ کر عیسیٰ احمد کے دل کی حالت پھر سے غیر ہونے لگی تھی، اس کا جی چاہا وہ وقت کو یہیں روک لے، مگر ایسا ممکن نہ تھا، وہ بے بس کھڑا تھا۔

''میں بے قصور ہوں عروبہ!'' وہ سر جھکائے کھڑا تھا۔

''ضروری نہیں ہر بار آپ بے قصور ثابت ہو جائیں اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر دفعہ آپ کو معاف بھی کر دیا جائے۔'' اس نے ایک جھٹکا دے کر عیسیٰ احمد کے گریبان کو چھوڑا تھا۔

''اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر بار میں ہی قصوروار ہوں، میں نے آپ کی بیٹی کو محبت کی ترغیب نہیں دی۔'' وہ صاف انکاری تھا۔

''کچھ نہ کچھ تو ایسا کیا ہوگا آپ نے، جو وہ آپ کی اور اپنی عمروں کے فرق کو بھول گئی۔'' وہ غصے سے پھنکاری تھی، اس بار وہ عیسیٰ احمد کو معاف نہ کر سکتی تھی، اسے یہ اس کی سازش لگی تھی۔

''محبت خود بخود ہو جاتی ہے عروبہ صاحبہ! یہ سکھانے سے نہیں آتی۔'' وہ زہر خند ہوا۔

''آپ نے کب مجھے خود سے محبت کرنے کو کہا تھا، مجھے آپ سے ہونی تھی، ہو گئی۔'' وہ اس کے اس انداز پر بل کھا کر مڑی تھی، اسے عیسیٰ احمد کی بات سخت بری محسوس ہوئی تھی۔

''شٹ اپ عیسیٰ احمد!'' اس نے لتاڑا۔

''آپ کو شرم آنی چاہیے، یہ کہتے ہوئے۔'' وہ پھنکاری، عیسیٰ احمد تڑپا۔

''محبت کوئی گناہ نہیں کہ اس پر شرمسار ہوا جائے، بہت پاکیزہ محبت کی ہے میں نے آپ سے۔'' اس پر ذرا بھی اثر نہ ہوا تھا، عروبہ غضنفر اسے شرمندہ کرنا چاہتی تھی اور وہ اپنی محبت پر کیوں شرمسار ہوتا۔

''اور اگر محبت گناہ ہے تو جا کر اپنی بیٹی کو سمجھائیے، جو مجھ سے یہ کہہ کر گئی ہے کہ آپ کو حاصل کر کے رہوں گی۔'' عروبہ غضنفر دم بخود کھڑی اسے دیکھ رہی تھی اور پھر تیزی سے مڑی اور باہر نکل گئی۔ عیسیٰ احمد اسے جاتا دیکھتا رہا، اس کا جی چاہا اسے روک لے، اسے بتائے کہ اس کے بغیر اس کی زندگی کیسے گزری، وہ ایک لمحے کے لیے بھی اسے بھول نہیں پایا، مگر کبھی بھی وہ اسے اپنے دل کی بات نہ بتا سکا تھا، وقت نے اسے کبھی موقع نہ دیا، وہ جب بھی اس کے سامنے آیا، مجرم بن کر آیا۔

☆.....☆.....☆

نویلہ نے فجر کی نماز ادا کر کے اللہ کے حضور سر بسجود ہو کر اس کا شکر ادا کیا تھا، زین ندیم اور اس کی ماما بہت اچھے لگے تھے اسے بڑے دل اور اعلیٰ ظرف کے مالک، جنہوں نے اس کی طلاق کے بارے میں جان کر بھی اسے اپنا لیا تھا، وہ اپنے اللہ کا جتنا بھی شکر ادا کرتی، وہ کم تھا، نماز پڑھ کر وہ اٹھی اور ماما کو کال کی۔

''تم ٹھیک ہو نویلہ؟ زین تو تمہارے ساتھ ٹھیک ہے نا؟ تم خوش ہو؟'' وہ ایک ہی سانس میں کئی سوال کرتی گئی تھیں۔

''زین بہت اچھے ہیں ماما۔'' اس نے کہا اور اسی لمحے دروازہ کھلا اور زین ندیم نے قدم اندر رکھا، وہ اس کی بات سن چکا تھا اور اب زیرِ لب مسکرا رہا تھا۔

''جی ماما! نہیں ناشتہ لانے کی تو ضرورت نہیں ہے۔'' وہ اس کے پاس بیٹھ چکا تھا۔

''ٹھیک ہے، میں بعد میں بات کروں گی۔'' اس نے فون بند کر کے سائیڈ پہ رکھ دیا۔

''السلام علیکم!'' اس نے زین ندیم کی طرف دیکھتے ہوئے سلام کیا۔

''رائے قائم کرنے میں بہت جلدی نہیں کی آپ نے؟'' وہ کیا کہہ رہا تھا، نویلہ خوب سمجھ رہی تھی، وہ دھیمے پن سے مسکرادی۔

''ماما میرے لیے پریشان تھیں، ان کو پریشانی میں نہیں دیکھ سکتی میں۔'' اس نے وضاحت کی، زین ندیم اس کے جواب پر دل ہی دل میں بہت خوش ہوا تھا، اسے انیتا بیگ اور اس کی خودغرضی یاد آئی تھی۔

''جو انسان اپنے والدین سے محبت کرتا ہے، ان کا خیال رکھتا ہے، وہ کبھی ناکام نہیں ہوتا۔'' وہ مدبرانہ انداز میں بولا۔

''آپ کے لیے چائے بنادوں؟'' اس کی پیشکش پر وہ ہنس دیا تھا۔

''ماما نے آپ کو کچن میں دیکھ لیا تو خفا ہوں گی مجھ سے۔'' ایک دن کی دلہن سے ایسی آفر کی توقع نہ تھی اسے۔

''میں انہیں بتادوں گی کہ میں اپنی مرضی سے بنا رہی ہوں۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

''اور پھر میرا خیال ہے اس سے کوئی فرق بھی نہیں پڑتا۔'' زین ندیم اس کے ساتھ کچن میں آ گیا تھا، نویلہ نے چائے بنائی اور زین ندیم نے اسے وہ بات بتائی، جو ماما نے اس سے شادی کرنے کے لیے بہو اور چائے کے حوالے سے کی تھی۔

''ویری انٹرسٹنگ۔'' وہ مسکرادی۔

''چائے پی کر بتائیں کہ مجھے آپ کتنے نمبر دیتے ہیں؟'' وہ محظوظ ہوتے ہوئے بولی تھی۔

''ہوں۔'' زین ندیم نے چائے کا کپ اٹھا کر لبوں سے لگایا، نویلہ اسی کو دیکھ رہی تھی، اس نے ایک سِپ لیا، پھر دوسرا اور پھر تیسرا۔

''نہیں اچھی بنی؟'' وہ مایوس کن لہجے میں بولی، تو زین ندیم شرارت بھرے انداز میں ہنس دیا۔

''لڑکی مجھے پتا ہوتا تمہیں چائے بنانی نہیں آتی تو میں تم سے شادی ہی نہ کرتا۔'' نویلہ اس کی شرارت بھانپ چکی تھی، منہ پر ہاتھ رکھے ہنسی جا رہی تھی۔

''دس میں سے آپ کو نو نمبر دیئے جاتے ہیں۔'' شرارت آمیز سنجیدگی سے کہتے ہوئے زین ندیم نے جیب سے والٹ نکالا اور پانچ ہزار کا نوٹ اسے دیا۔

''میں کبھی بھی آپ کی خدمت، یا آپ کے کسی کام کے لیے آپ سے پیسے نہیں لوں گی۔'' وہ نوٹ کو نظر انداز کرتے ہوئے بولی۔

''اسے میری طرف سے پہلا گفٹ سمجھ لو۔'' وہ پیسے دینے کے لیے اصرار کر رہا تھا۔

''آپ ان پیسوں سے کچھ خرید کر دے دیجیے گا اور رہی بات گفٹ کی تو وہ آپ مجھے دے چکے ہیں۔'' اس نے ہاتھ میں پہنے کنگن زین ندیم کے سامنے لہرائے۔

''میں نے زندگی میں بہت دکھ اٹھائے ہیں، بہت مشکل وقت گزارے ہیں، مجھے معلوم نہ تھا کہ اللہ پاک ان سب دکھوں کے بدلے اتنی اچھی بیوی سے نوازے گا مجھے۔'' اس نے کھلے دل سے نویلہ کو سراہتے ہوئے پیسے واپس رکھ لیے تھے۔

''آپ خود بہت اچھے ہیں زین اور آپ کی ماما بھی، آپ دونوں کا دل اور ظرف بہت بڑا ہے۔'' نویلہ نے بھی بلا جھجک ان دونوں کی تعریف کی تھی، اسے واقعی زین ندیم بہت اچھا لگا تھا، وہ جس نے عیسیٰ احمد کے بعد اپنے دل کے دروازے کو ایسا قفل لگایا تھا کہ جسے کبھی بھی نہ کھولنے کا ارادہ کیا تھا، مگر ایک ہی دن میں وہ اس کے لیے بہت اہم ہو گیا تھا، اسے بہت اچھا اور بہت اپنا اپنا سا لگنے لگا تھا۔

☆.....☆.....☆

ماہ وش کو بہت مشکل سے ہوش آیا تھا، ڈاکٹرز نے بتایا تھا کہ اسے کوئی شدید ذہنی صدمہ پہنچا ہے، فارقلیط حسن بہت پریشان تھا، عروبہ غضنفر نے حسن بہزاد کو کال کی تھی اور وہ دوڑے چلے آئے تھے، شہیر اور ماہ وش میں ان کی جان تھی۔

ماہ وش کو ہاسپٹل سے ڈسچارج کر دیا گیا تھا، اسے ایک مسلسل چپ لگی ہوئی تھی، فارقلیط حسن نے ہر ممکن کوشش کر ڈالی کہ وہ کچھ بولے، بتائے مگر اس کی چپ نہ ٹوٹی، بس خاموشی سے خلاؤں میں گھورتی جاتی، یا پھر آنسو بہاتی رہتی، سب اس سے پوچھ پوچھ کر تھک گئے تھے مگر اس کے لبوں کا قفل نہ ٹوٹا۔

بالآخر ماہ وش نے عروبہ کو سب کچھ بتا دیا تھا اور اس کے منہ سے عیسیٰ احمد کے لیے محبت کا اظہار سن کر عروبہ غضنفر کو ایسا محسوس ہوا تھا جیسے اس کے برسوں پرانے زخم پھر سے تازہ ہو گئے تھے۔

''بیٹا وہ آپ کے ٹیچر ہیں، آپ سے عمر میں بہت بڑے ہیں۔'' عروبہ غضنفر نے سمجھانا چاہا۔

''ماما!'' وہ نحیف آواز میں بولی۔

''مجھے اگر وہ نہ ملے تو میں مر جاؤں گی۔'' ماہ وش اپنی ماں سے بہت مختلف تھی، وہ بہادر تھی، جلد گھبراتی نہیں تھی، مگر اس محبت نے اسے کملا دیا تھا۔

''اس کے علاوہ جس سے بھی کہو گی ہم تمہارا رشتہ طے کروا دیں گے، مگر یہاں ممکن نہیں ہے۔'' عروبہ غضنفر اسے کوئی جھوٹی تسلی نہ دینا چاہتی تھی، کیونکہ وہ مر کر بھی ایسا نہ ہونے دینا چاہتی تھی۔

''میں پاپا سے بات کروں گی۔'' فارقلیط حسن اور حسن بہزاد اندر داخل ہوئے تھے۔

''کیسا ہے میرا بچہ؟'' فارقلیط حسن نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے استفسار کیا، ماہ وش نے اپنا سر اس کے سینے سے ٹکا دیا اور آنکھیں موند لیں۔ حسن بہزاد نے بغور اسے دیکھا۔

''پاپا!'' وہ کمزور آواز میں بولی۔

''جی! میری جان۔'' فارقلیط حسن نے محبت سے بھرپور لہجے میں کہا، عروبہ کی جان پر بن آئی تھی۔

''ماہ وش بیٹا! ابھی ریسٹ کرو، بعد میں بات کر لینا پاپا سے۔'' عروبہ نے اسے بولنے سے منع کیا، حسن بہزاد کے نمبر پر کال آنے

لگی تو وہ اٹھ کر باہر چلے گئے، عروبہ کے منع کرنے کے باوجود ماہ وش نے باپ کو سب کچھ بتا دیا تھا، جسے سن کر وہ شاکڈ رہ گیا تھا۔

''پاپا پلیز Do something۔'' وہ ان کے آگے ہاتھ جوڑ رہی تھی۔

''ریلیکس بیٹا۔'' فارقلیط حسن نے اس کو تسلی دی، مگر درحقیقت وہ خود پریشان ہو گیا تھا۔

''آپ بات کریں گے نا ان سے؟'' عروبہ کو ماہ وش سے اس بے باکی کی امید ہرگز نہ تھی، وہ اس کی بیٹی تھی، مگر اس کی کوئی عادت عروبہ پر نہ تھی۔

''ہاں کروں گا۔'' وہ اسے تسلی دیتے ہوئے اٹھ گیا تھا۔ وہ رات عروبہ غضنفر نے جاگتے ہوئے بے چینی میں گزاری تھی۔

''فارقلیط!'' صبح وہ آفس جانے کے لیے تیار ہوا تو عروبہ اس کے پاس آئی، اس نے کوئی جواب نہ دیا، بس عروبہ کو دیکھے گیا۔

''ماہ وش بچی ہے، اسے ابھی کہاں اتنی سمجھ، مگر ہمیں اس کو سمجھانا چاہیے، نہ کہ اس کی فضول، بچکانہ خواہش کو سیریس لے لیں۔'' اس نے محتاط انداز میں، مناسب الفاظ کا چناؤ کرتے ہوئے مدعا بیان کیا۔

''میری بیٹی بے وقوف نہیں، نہ ہی کوئی فضول چیز پسند کرتی ہے۔'' فارقلیط حسن کی بات نے اس کے ہوش اڑا دیئے تو گویا وہ اس کی ضد پوری کرنے کا سوچ چکا تھا۔

''آپ اس کی بات مان کر بہت نقصان اٹھائیں گے۔''

''ہاں مگر تم کیوں اتنی مخالفت کر رہی ہو؟'' وہ اس کی جانب دیکھ کر بولا تو عروبہ کچھ گڑبڑا گئی، مگر اگلے ہی لمحے خود کو سنبھال لیا۔

''آپ خود سوچیں، اس کا ٹیچر ہے تو عمر میں بھی اس سے بڑا ہو گا زیادہ۔'' اس نے فوراً توجیح پیش کی۔

''میں اس سے ملے بغیر کوئی رائے قائم نہیں کر سکتا۔'' وہ جانے لگا۔

''تو آپ اس سے جا کر کہیں گے کہ میری بیٹی سے شادی کر لو؟'' عروبہ کی جان پہ بن آئی۔

''اس کا فیصلہ میں بعد میں کروں گا۔'' وہ کہہ کر نکل گیا، عروبہ نے سر تھام لیا۔

☆.....☆.....☆

زین ندیم اور نویلہ نے فوراً ہی اپنی اپنی ڈیوٹی سنبھال لی تھی، ماما نے دونوں کو کافی سمجھایا کہ چھٹی لے کر ہنی مون پر چلے جائیں، مگر دونوں ہی رضامند نہ ہوئے۔

''ہم اپنے گھر پر اور کام کے ساتھ زیادہ خوش رہتے ہیں ماما۔'' نویلہ نے کہا۔

''اتنی سعادت مندی بھی اچھی نہیں ہوتی بیٹا۔'' ماما نے اسے پیار سے سمجھایا۔

''یار ماں، اب میری بیوی کو غلط پٹیاں تو نہ پڑھائیں۔'' وہ شرارت آمیز سنجیدگی سے بولا۔

''بس تم رہنے ہی دو زین!'' وہ خفگی سے بھرپور لہجے میں بولیں۔

''نہ خود آرام کیا اور نہ بچی کو چار دن شوق اور سکون سے تیار ہونے دیا، گھر رہتی، کچھ کھاتی پیتی، کہیں آتی جاتی، مگر تمہارے اپنے ہی اصول ہیں۔'' زین ندیم اپنی جگہ سے اٹھا اور ان کے پہلو میں جا بیٹھا اور بازو ان کے گلے میں حمائل کر دیے۔

''میری پیاری ماں، خفا تو مت ہوں۔'' وہ شرارت سے گویا ہوا۔

''صاف کیوں نہیں کہتیں بہو سے کام کروانا چاہتی ہیں، اسے اپنے سامنے رکھ کر اس پر رعب جھاڑنا چاہتی ہیں۔'' نویلہ اس کی باتوں کو خوب انجوائے کر رہی تھی، وہ مسکرائے جا رہی تھی، جبکہ ماما مزید خفا ہو گئیں۔

''دیکھو، کیسی باتیں کر رہا ہے، لڑائی کروانا چاہتے ہو ہم ماں بیٹی کی۔'' انہوں نے نویلہ کی جانب دیکھتے ہوئے کہا اور بات کے اختتام پر زین ندیم کو گھورا۔

''توبہ استغفر اللہ، مجھ معصوم پر اتنا بڑا الزام۔'' اس نے ہنسی دباتے ہوئے کہا۔

''میں جیسے جانتی نہیں کتنے معصوم ہو تم۔'' ان کا غصہ دور نہ ہو رہا تھا۔

''ماں، میرا تو کوئی قصور نہیں، آپ نے خود ہی بہو پر کوئی جادو کیا ہوا ہے، وہ کہتی ہے ماما کو اکیلا چھوڑ کر نہیں جانا۔'' اب زین ندیم نے ایک نیا شوشہ چھوڑا تھا۔

''لو سن لو اس کی بات، میں کیوں کرنے لگی جادو اور پھر یہ میری بہو نہیں، بیٹی ہے۔'' نویلہ کا ہنس ہنس کر برا حال ہو گیا تھا، وہ ان دونوں کی اس نوک جھونک سے خوب لطف اٹھا رہی تھی۔

''ماما! زین مذاق کر رہے ہیں۔'' اب نویلہ کو مداخلت کرنا پڑی۔

''بس تم آج اسے کہیں لے کر جاؤ۔'' انہوں نے حکم صادر کیا۔

''جو حکم میرے آقا۔'' وہ ابھی تک غیر سنجیدہ تھا، اب کی بار اس کے انداز گفتگو پر وہ بھی ہنس دی تھیں۔ ان کو ہنستا دیکھ کر زین ندیم اور نویلہ بھی ہنس دیے تھے۔ زین اور ماما نے زندگی میں بہت دکھ اٹھائے تھے، نویلہ نے بھی بہت مصیبتیں اٹھائی تھیں، وہ سب ایک دوسرے کے لیے انعام تھے، صبر کا۔ استقامت اور خدا پر یقین کا۔

☆.....☆.....☆

علیشہ، فروا سے ملنے آئی تھی، فروا اور معصب ماہ وش کی عیادت کے لیے جا رہے تھے۔

''ماشاء اللہ، آپ کا بیٹا تو پورا جوان ہو گیا ہے۔'' علیشہ نے رشک بھرے انداز میں کہا۔

''جی ماشاء اللہ۔'' فروا نے محبت سے بھرپور نگاہ معصب علی پر ڈالی۔

''فروا!'' اس نے چائے کا خالی کپ میز پر رکھتے ہوئے اس کی جانب دیکھا، علیشہ کی آنکھوں میں تڑپ تھی، ایک محسوس کی جانے والی پیاس، فروا اسے دیکھے گئی۔

''میری شادی میرے ماموں کے بیٹے عدیل سے ہوئی، اس نے مجھے دھوکہ دیا، میں اس سے نفرت کرنے لگی، مگر میں نے کچھ سیکھا نہیں، میری فطرت، میری سوچ نہ بدل سکی اور جب ہم زندگی میں آنے والی مصیبتوں، چاہے وہ آزمائش ہو یا سزا، اس سے کچھ نہ سیکھیں تو پھر ہمیں اس سے بھی بڑی مصیبت اور آزمائش کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم پر تب تک دکھوں کا بوجھ ڈالتا رہتا ہے جب تک کہ ہم اپنی غلطی کو مان نہ لیں، اس سے کچھ سیکھ نہ لیں، میری دوسری شادی ڈاکٹر تیمور عباس سے ہوئی۔'' وہ اس طرح اسے بتا رہی تھی جیسے وہ یہ سب جانتی نہ ہو، اسے تو سب کچھ معلوم تھا۔

''اب کی بار اللہ نے مجھے جس سزا سے دوچار کیا ہے، وہ بہت زیادہ اذیت ناک ہے فروا۔'' اس کی آنکھیں چھلک پڑیں۔

''میں نے دنیا کے ہر کونے میں جا کر دیکھ لیا، کوئی ڈاکٹر اور کوئی ہاسپٹل نہیں چھوڑا، مگر اس نے مجھے اولاد کی نعمت سے محروم ہی رکھا، مجھے معاف کر دو فروا.....'' اس نے اچانک ہاتھ جوڑے، معصب علی وہاں سے جا چکا تھا، اب صرف وہ دونوں بیٹھی تھیں۔

''تم مجھے معاف کر دو گی تو اللہ بھی معاف کر دے گا شاید۔'' وہ شدید اذیت سے دوچار تھی۔

''میں نے ہمیشہ اس خیال کے ساتھ زندگی گزاری کہ میرے اختیار میں سب کچھ ہے، مگر اب جا کر پتا چلا کہ ہم تو ہمیشہ اس کے محتاج رہتے ہیں۔'' فروا اپنی جگہ سے اٹھی اور اس کے قریب جا بیٹھی۔

''میں بہت بے بس اور مجبور ہوں فروا۔'' اس کے ہاتھ ہنوز جڑے ہوئے تھے۔

''مجھے تو تم نے کچھ نہیں کہا۔'' فروا نے اس کے ہاتھ پکڑ کر کھول دیئے۔

''مگر عروبہ کو بہت کچھ کہا ہے۔'' وہ ندامت سے سر جھکاتے ہوئے بولی۔

''تو اس سے معافی مانگو۔'' فروا نے اس کے ہاتھ پکڑ رکھے تھے۔

''اس نے مجھے معاف کر دیا ہے۔'' اس کے آنسو اور تیزی سے بہنے لگے تھے۔

''تو پھر میں نے بھی معاف کیا۔'' اس نے آگے بڑھ کر علیشہ کو گلے سے لگایا، وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی، فروا اس کی پشت سہلا رہی تھی۔

''مجھے آج پتا چلا پاپا ساری زندگی گل افزاء آنٹی کو کیوں نہیں بھلا سکے، جب ان کی بیٹیاں اتنی اچھی اور بڑے دل اور ظرف کی مالک ہیں تو وہ کتنی اچھی ہوں گی۔'' اور فروا تو اس کے الفاظ میں کھو گئی کہ ''عروبہ نے مجھے معاف کر دیا۔'' علیشہ اس سے الگ ہوئی۔

''کیا عروبہ مجھے بھی معاف کر دے گی؟'' وہ پرسوچ نگاہوں سے علیشہ کو دیکھ رہی تھی، علیشہ چلی گئی تھی اور فروا پرسوچ کے نئے در

واکر گئی تھی، فی الحال تو اسے معصب کے ساتھ جانا تھا، مگر اس نے دل میں تہیہ کیا تھا کہ وہ عروبہ سے ضرور ملے گی۔

☆.....☆.....☆

فارقلیط حسن آفس جانے کی بجائے ماہ وش کی اکیڈمی سے اونر کے گھر کا ایڈریس معلوم کر کے وہاں پہنچا تھا، گیٹ پر بیل دے کر وہ انتظار کرنے لگا، کچھ ہی دیر میں دروازہ ایک ادھیڑ عمر آدمی نے کھولا۔

''مجھے عیسیٰ صاحب سے ملنا ہے۔'' اس نے سلام کرنے کے بعد کہا۔

''ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔'' وہ بزرگ مہذبانہ انداز میں بولے۔

''مجھے ان سے بہت ضروری ملنا ہے۔'' اس نے فوراً کہا۔

''اچھا آپ آیئے۔'' فارقلیط حسن اس کی تقلید میں چلتا ہوا اندر آیا۔

''آپ بیٹھیں، میں صاحب کو بلاتا ہوں۔'' اسے ڈرائنگ روم میں چھوڑ کر وہ چلا گیا، کچھ ہی دیر میں اس کی واپسی ہوئی۔

''انہوں نے ملنے سے انکار کر دیا ہے، ان کی طبیعت.....''

''آپ ان سے کہیں ماہ وش کے فادر آئے ہیں۔'' ادھیڑ عمر ملازم سر ہلا کر چلا گیا اور کچھ ہی دیر میں عیسیٰ احمد نے ڈرائنگ روم میں قدم رکھا۔

''تم؟'' فارقلیط حسن اپنے سامنے اسے دیکھ کر گنگ رہ گیا۔

''تو یہ تم ہو، جس نے میری بیٹی کو بہکایا ہے۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا اور غصے کے عالم میں بولا۔

عیسیٰ احمد کی شیو ہلکی ہلکی بڑھی ہوئی تھی، چہرہ بخار کی حدت سے سرخ ہو رہا تھا، آنکھوں میں ڈورے پڑے ہوئے تھے، اس نے بس ایک نظر فارقلیط حسن کے بپھرے انداز کو دیکھا۔

''بیٹھ جائیں۔'' صوفے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے وہ خود بیٹھ چکا تھا۔

''میں یہاں بیٹھنے نہیں آیا۔'' وہ پھنکارا۔

''میں نے آپ کی بیٹی کو اپنی اسٹوڈنٹ کے سوا کچھ سمجھا کبھی اور نہ ہی سمجھتا ہوں۔'' وہ سر جھکائے بیٹھا اس غلطی کی وضاحت دے رہا تھا، جو اس نے کی ہی نہ تھی۔

''تمہیں دور رہنا چاہیے تھا اس سے۔'' وہ زہر میں بجھے لہجے میں بولا۔

''میں کبھی اس کے قریب نہیں گیا، اس کی اور میری عمر میں واضح فرق ہے۔'' وہ ماہ وش کا باپ تھا، عروبہ غضنفر کا شوہر اور اسی لیے عیسیٰ احمد چاہ کر بھی اسے اس کی بیٹی کی بے باکیوں، اس کی دھمکی اور صاف اور واضح الفاظ میں اظہار محبت کے متعلق نہ بتا سکا اور فارقلیط

حسن کی باتیں سنتا رہا۔

''برسوں پہلے تمہاری وجہ سے جو کچھ عروبہ کے ساتھ ہوا، آج تک میں اسے سنبھالنے میں لگا ہوا ہوں اور اب میں تمہیں اپنی بیٹی کو چھوڑ کر بھاگنے نہیں دوں گا، تمہیں اس سے شادی کرنا ہوگی۔'' عیسیٰ احمد نے بے یقین نگاہوں سے فارقلیط حسن کو دیکھا تھا، اسے اپنی سماعت پر یقین نہ آ رہا تھا، وہ کیسی عجیب بات کہہ گیا تھا۔

''میں آپ کی بیٹی سے.....'' اس سے آگے وہ بول ہی نہ سکا، وہ کیسے بول سکتا تھا؟ وہ عروبہ کی بیٹی سے کیسے شادی کر سکتا تھا۔

''تمہیں اس سے شادی کرنا ہوگی، یہ میرا آخری اور حتمی فیصلہ ہے۔'' فارقلیط حسن اٹھ کھڑا ہوا۔

''آپ کو میری زندگی کے متعلق فیصلہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، میری طرف سے انکار ہے۔'' اس نے ہمت مجتمع کر کے کہہ دیا، فارقلیط حسن مڑا، اس کے قریب آیا۔

''تو پھر میں عروبہ کو طلاق دے کر تمہارے پاس چھوڑ جاتا ہوں، اس سے تو تم بہت شوق سے شادی کرو گے نا، اسی کے انتظار میں آج تک تنہا گھوم رہے ہو نا۔'' ایک ایک لفظ کو چبا چبا کر بولتے ہوئے عیسیٰ احمد کا کالر پکڑ کر اسے جھاڑتے ہوئے وہ بولا تو خوف کی ایک لہر عیسیٰ احمد کے پورے وجود میں دوڑ گئی۔

''آپ ایسا نہیں کر سکتے۔'' عیسیٰ احمد کو اپنی آواز کسی کنویں سے آتی محسوس ہوئی۔

''میں آج، ابھی، اسی وقت گھر جا کر ایسا ہی کروں گا۔'' وہ باہر نکل گیا، عیسیٰ احمد اس کے پیچھے لپکا۔

''مجھے آپ کا فیصلہ..... منظور..... ہے۔'' وہ ٹوٹے بکھرے لہجے میں بولا تھا۔ یہ کیسا عجیب سودا کیا تھا، فارقلیط حسن نے اس سے، عروبہ غضنفر کی خوشیاں گروی رکھ کر، اس سے اس کا سب کچھ چھین لیا تھا۔ وہ خزانہ جو تمام عمر اس نے سینے سے لگائے رکھا، جسے سینت سینت کر رکھا، وہ اسے لوٹ کر لے گیا تھا، وہ اس سے عروبہ غضنفر سے محبت کرنے کا حق چھین کر لے گیا تھا، عیسیٰ احمد ہار گیا تھا، ایک مرتبہ پھر فارقلیط حسن سے ہار گیا تھا، اب کی بار وہ زیادہ بری طرح سے ہارا تھا۔ پہلی مرتبہ وہ اس سے عروبہ کو چھین کر لے گیا تھا، اب کی بار وہ اس سے اس کی محبت بھی لے گیا تھا اور وہ ہاتھ ملتا بے بسی سے اسے دیکھتا رہا۔

☆.....☆.....☆

''پاپا! چائے پئیں گے؟'' علیشہ ان کے پاس بیٹھی باتیں کر رہی تھی، اسے وہ تھکے تھکے سے لگ رہے تھے۔

''بنا دو گی؟'' وہ کنپٹیوں کو دباتے ہوئے پوچھنے لگے۔

''شیور پاپا!'' وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

''میں بس ابھی لائی۔'' وہ کچن میں چلی گئی، جلد ہی اس کی واپسی ہوئی۔

''لیجیے، گرما گرم چائے۔'' اس نے مگ ان کے سامنے میز پر رکھا۔

''شکریہ بیٹا۔'' انہوں نے مگ اٹھا کر لبوں سے لگایا۔

''بہت ضرورت محسوس ہو رہی تھی چائے کی۔'' انہوں نے تشکر آمیز لہجے میں کہا۔

''آپ نے مجھے کہا کیوں نہیں پاپا۔'' علیشہ نے اپنا کپ اٹھا کر گھونٹ گھونٹ چائے پینا شروع کر دی۔

''بس دل نہیں کیا بے آرام کرنے کو۔'' وہ بولے تو علیشہ کو ان پر ٹوٹ کر پیار آیا۔

''آپ کا کام کر کے مجھے خوشی ہوتی ہے پاپا، ایسا مت سوچا کریں۔'' اسے اچانک ان پر ترس آیا تھا، وہ کتنے تنہا تھے۔

''آپ کو ایک بات بتاؤں پاپا؟'' علیشہ نے ان کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں، کہو بیٹا۔'' وہ کپ میز پر رکھ کر اس کی جانب متوجہ ہوئے۔

''میں عروبہ سے ملنے گئی تھی۔'' انہوں نے چونک کر اس کی جانب دیکھا، مگر کچھ بھی نہ کہہ سکے اور نہ ہی اس سے کچھ پوچھا۔

''اس کا دل تو بہت بڑا ہے پاپا۔'' علیشہ نے کھلے دل سے تعریف کی۔

''میں نے معافی مانگی اور اس نے مجھے معاف کر دیا، عروبہ ہی نہیں، فروا نے بھی مجھے معاف کر دیا، اتنا بڑا ظرف گل افزاء آنٹی کی بیٹیوں کا ہی ہو سکتا ہے۔'' وہ بات کرنے میں اتنی مگن تھی کہ ماما کی آمد کا علم نہ ہو سکا۔

''خوب، بہت خوب، مانگو ان سے معافیاں اور ڈالو خاک میرے سر میں۔'' علیشہ نے باپ کی جانب دیکھا، وہ کچھ بھی نہ بولتے تھے، انہوں نے بہت عرصہ پہلے صوفیہ کو کچھ بھی کہنا چھوڑ دیا تھا۔

''معافی مانگنے سے کوئی چھوٹا نہیں ہو جاتا ماما، ہم سب بہت گناہگار ہیں، گل افزاء آنٹی اور ان کی بیٹیوں کے، ہم سب کو ان سے معافی مانگنی چاہیے۔'' علیشہ نے ان کو سمجھانے کی کوشش کی تھی، مگر وہ کسی کی نہ سنتی تھیں، وہ ان ضدی اور ہٹ دھرم لوگوں میں سے تھیں، جو اپنی غلطی کو تسلیم نہیں کرتے، انسانوں پر ظلم کرتے ہیں اور پھر ان سے معافی مانگنے کا ظرف اور حوصلہ بھی نہیں رکھتے اور پھر اللہ پاک ان پر توبہ کے دروازے بھی بند کر دیتا ہے۔

☆.....☆.....☆

فروا اور معصب ڈرائنگ روم میں بیٹھے ماہ وش اور اس کی ماما کے منتظر تھے، دفعتاً دروازہ کھلا اور عروبہ غضنفر اندر داخل ہوئی۔

''السلام علیکم آنٹی!'' معصب علی نے اٹھتے ہوئے سلام کیا، فروا بھی اٹھ کھڑی ہوئی اور جیسے ہی اس کی نظر عروبہ پر پڑی وہ حیرت واستعجاب سے ہلنے کے قابل نہ رہی تھی اور دوسری طرف عروبہ کی حالت بھی اس سے مختلف نہ تھی، وہ چند ثانیے کھڑی اسے دیکھتی رہی اور پھر آگے بڑھی۔

''وعلیکم السلام بیٹا!'' عروبہ نے نرمی سے مسکراتے ہوئے کہا اور فروا کی جانب بڑھی۔

''عروبہ!'' فروا کے منہ سے بس یہی ایک لفظ ادا ہوا، عروبہ نے بانہیں پھیلا دیں، فروا آ کر اس کے گلے لگ گئی، معصب علی حیران کھڑا ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

''بس فروا!'' وہ سسک رہی تھی، عروبہ نے اسے خود سے الگ کیا۔

''میری کبھی ہمت ہی نہیں ہوئی، میں تمہارے سامنے آؤں، تم سے معافی مانگوں، میں بہت بری ہوں عروبہ۔'' معصب علی ناسمجھی کے عالم میں ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

''نہیں فروا!'' عروبہ نے اس کے آنسو پونچھے۔

''مجھے تم سے کوئی شکوہ نہیں۔'' معصب علی آگے بڑھا۔

''کیا آپ دونوں پہلے سے ایک دوسرے کو جانتی ہیں؟'' معصب علی نے سوال کیا تو وہ دونوں چونکیں۔

''بیٹا! یہ تمہاری خالہ ہیں۔'' فروا نے معصب کو بتایا، اس پر تو گویا شادی مرگ کی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔

''مطلب! آپ میری خالہ ہیں؟'' وہ عروبہ سے پوچھ رہا تھا۔

''ہاں!'' عروبہ نے اثبات میں سر ہلایا، شہیر اندر داخل ہوا تھا، اس نے فروا کو سلام کیا۔

''آپ فروا خالہ ہیں؟'' شہیر کے سوال پر فروا نے چونک کر عروبہ کی طرف دیکھا تھا۔

''میں نے اپنے بچوں کو بتا رکھا ہے تمہارے متعلق۔'' عروبہ نے اس کی حیرت ختم کی، شہیر معصب علی سے ملا تھا، فروا نے اسے پیار کیا۔

''خالہ جان! کیا میں آپ کی بیٹی سے مل سکتا ہوں؟'' معصب نے اجازت طلب نظروں سے عروبہ کی جانب دیکھا۔

''شیور بیٹا!'' عروبہ نے اجازت دی، معصب علی، شہیر کی ہمراہی میں ماہ وش کے روم میں آیا تھا، دستک دے کر شہیر اندر گیا اور پھر واپس آ کر معصب علی کو ساتھ آنے کے لیے کہا۔

''السلام علیکم!'' معصب علی نے سلام کیا، ماہ وش بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ معصب علی نے ہاتھ میں پکڑا سرخ گلابوں کا بکے اسے تھمایا۔

''دراصل میری سسٹر کو پاپا کے ایکسٹرا لاڈ پیار نے بگاڑ دیا ہے، ذرا سی بات برداشت نہیں ہوتی اس سے، سر نے ڈانٹا اور یہ.....'' شہیر شرارت سے گویا ہوا، ماہ وش نے اسے آنکھیں دکھائیں، معصب علی زیرِ لب مسکرا دیا۔

''سر نے بھی اوور ری ایکٹ کیا، انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔'' معصب علی نے ماہ وش کی حمایت کی۔

''سر نے بالکل ٹھیک کیا، اسے کس نے کہا تھا ان سے پوچھے بنا ہی سارا اہتمام کر ڈالے۔'' شہیر نے کہا۔

''تم تو ہمیشہ سے میرے دشمن ہو۔'' وہ خفا ہونے لگی، معصب ان دونوں بہن بھائی کی نوک جھونک سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

واپس آنے تک اس کی شہیر سے اچھی خاصی دوستی ہو گئی تھی۔ وہ بہت خوش اور مطمئن تھا کہ اب اس کے لیے سب کچھ بہت آسان ہو جائے گا، اسے عروبہ خالہ بہت اچھی لگی تھیں۔

☆.....☆.....☆

''مجھ سے پوچھے اور مجھے بتائے بغیر میری بیٹی کی زندگی کا اتنا اہم فیصلہ آپ اکیلے کیسے کر سکتے ہیں؟'' فارقلیط حسن نے عروبہ کو بتایا تھا کہ وہ ماہ وش کا رشتہ عیسیٰ احمد سے جوڑ آیا ہے، یہ سنتے ہی عروبہ کی جان پر بن آئی تھی۔

''میں نے وہی فیصلہ کیا ہے، جو اس کے لیے اچھا ہے، جس پر وہ خوش رہے گی۔'' وہ اطمینان سے بولتا ہوا اس کا سکون غارت کر گیا۔

''وہ خوش نہیں رہ سکتی۔'' عروبہ زور سے چلائی۔

''تم کیوں اتنی مخالفت کر رہی ہو؟'' وہ چبھتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

''کیونکہ وہ میری بیٹی ہے، میں جانتے بوجھتے اسے کنویں میں نہیں دھکیل سکتی۔'' وہ چپ نہ رہ سکی تھی۔

''وہ بہت خوبصورت ہے، ایجوکیٹڈ ہے، اچھا کھاتا کماتا ہے، اس کا گھر اتنا بڑا اور پیارا ہے، اور کیا چاہیے تمہیں اپنی بیٹی کے لیے۔'' فارقلیط حسن نے اسے سمجھانا چاہا۔

''وہ عمر میں اس سے اتنا بڑا ہے۔'' عروبہ غضنفر نے اعتراض نوٹ کروایا۔

''اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، بس تمہیں یہی اعتراض ہے؟'' وہ اس سے پوچھنے لگا۔

''وہ میری بیٹی سے محبت نہیں کرتا۔'' اس نے خدشہ بیان کیا۔

''ساتھ رہیں گے تو محبت ہو ہی جائے گی عروبہ۔'' وہ اس کی پریشانی اس کی فکر اس کی اذیت کو سمجھ رہا تھا، سب کچھ جانتا تھا، مگر جان کر انجان بن رہا تھا۔

''یہ ضروری نہیں فارقلیط۔'' اس نے باور کروایا۔

''اچھا سوچو، اچھا ہوگا۔'' وہ کسی صورت اس کی بات نہ مان رہا تھا۔

''پلیز اپنا فیصلہ بدل لیں فارقلیط۔'' وہ اب منت کر رہی تھی۔

''ہمیشہ اچھا سوچنے سے اچھا نہیں ہوتا۔'' خدشہ بولا۔

''سوری یہ نہیں بدل سکتا۔'' اس نے ہری جھنڈی دکھائی۔

''میں آپ کو ایسا نہیں کرنے دوں گی۔'' وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قریب آئی۔

''جو کرنا ہے کرلو۔'' وہ ہٹ دھرمی سے بولا۔

''آپ کیوں کر رہے ہیں ایسا؟'' وہ روہانسی ہوئی۔

''بتا چکا ہوں، میری بیٹی کی خوشیاں جڑی ہیں اس فیصلے سے۔'' اس نے باور کروایا۔

''خوشیوں کی ضمانت کس نے دی ہے آپ کو؟'' وہ استفسار کرنے لگی۔

''وہ تو کوئی بھی نہیں دے سکتا عروبہ۔'' وہ اپنی بات سے ایک انچ بھی ہٹنے کو تیار نہ تھا۔

''آپ نے اسے زبردستی منایا ہوگا، وہ ایسا نہیں چاہتا ہوگا۔'' وہ پریقین لہجے میں بولی۔

''تم اسے منع کر کے دیکھ لو۔'' اس پر خاطر خواہ اثر نہ ہوا۔

''میں کیوں منع کروں، اسے یہ احساس کیوں دلاؤں کہ میرا اور آپ کا فیصلہ الگ الگ ہے۔'' وہ اس کی بات پر طنز سے مسکرایا تھا، عروبہ کو یقین ہو گیا کہ وہ اس کی بات نہیں مانے گا۔

''میں ڈیڈی سے بات کرتی ہوں۔'' وہ اپنی طرف سے اسے بہت بڑی دھمکی دے رہی تھی، مگر اس کے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔

''جس سے چاہو، بات کرلو، میرا فیصلہ نہیں بدلے گا۔'' باہر نکلنے تک فارقلیط حسن کی آواز نے اس کا تعاقب کیا تھا۔

☆.....☆.....☆

''تیمور!'' وہ خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا جب علیشہ نے اسے مخاطب کیا۔

''فروا نے مجھے ایک دربار کا بتایا تھا، وہاں منت مانگنے والوں کی دعا رد نہیں ہوتی۔'' وہ پریقین لہجے میں بولی تھی۔

''اچھا!'' وہ بس اتنا ہی کہہ سکا۔

''آپ مجھے وہاں لے جائیں پلیز۔'' وہ التجائیہ انداز میں کہنے لگی۔

''شیور، میں ابھی لے جاتا ہوں علیشہ۔''

اس نے علیشہ سے ایڈریس پوچھا اور گاڑی وہیں سے موڑ لی، انہیں دور سے ہی دربار کی سبز عمارت دکھائی دے گئی، ڈاکٹر تیمور عباس نے گاڑی پارک کی اور اسے ساتھ لیے آگے بڑھنے لگا۔

دربار کی عمارت میں قدم رکھتے ہی اسے ڈھیروں سکون و طمانیت کا احساس ہوا تھا۔

''اللہ!'' اس نے دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے تو دل بھرانے لگا، اور اس سے آگے وہ کچھ کہہ ہی نہ سکی، زبان نے ساتھ دینے سے انکار کر دیا، گویا قوت گویائی سلب ہو گئی۔

اسے آج پتا چلا تھا کہ اس کی تو کوئی اوقات ہی نہیں، سچے دل سے توبہ کی، اس کے سامنے اپنی خالی جھولی پھیلائی، تو دل بے چینی

سے بھرنے لگا، آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہ لیتے تھے۔

''اللہ!'' اس کے لب پھڑ پھڑائے تھے۔

''میں بہت گناہگار ہوں..... میرے گناہوں کے بوجھ نے مجھے بہت..... کمزور..... کر دیا ہے..... مجھے تنہا نہ چھوڑنا..... میرے اللہ.....'' وہ زمین پر گر پڑی تھی، وہ بھول چکی تھی کہ وہ یہاں کیا لینے آئی تھی، اللہ سے کیا مانگنے آئی تھی، یاد تھا تو فقط اتنا کہ وہ ایک گناہگار لڑکی ہے۔

''مجھے بخش دے، معاف کر دے یا اللہ!'' وہ زور زور سے رونے لگی تھی، کچھ فاصلے پہ کھڑا تیمور عباس دوڑ کر اس کے قریب آیا تھا، وہ اس کے پاس زمین پر بیٹھ گیا تھا۔

''علیشہ ڈارلنگ!'' اس نے اسے دونوں شانوں سے تھام لیا۔

''وہ میری بات نہیں سنتا، وہ مجھ سے ناراض ہے، اسے کہو صرف ایک بار میری بات سن لے۔'' وہ اردگرد سے بے خبر بے گانہ ہو چکی تھی۔

''وہ..... تم سے ناراض نہیں ہے۔'' تیمور عباس نے اس کے چہرے کو صاف کرتے ہوئے کہا اور اسے اوپر اٹھانا چاہا۔

''وہ ناراض ہے، وہ نہیں مان رہا، میں اتنے سالوں سے اسے منانے کے لیے جتن کر رہی ہوں۔'' لوگ اس کے اردگرد جمع ہو رہے تھے، تیمور عباس نے اسے اٹھانا چاہا۔

''میں مانتی ہوں میں بہت حقیر ہوں، میری کوئی اوقات نہیں..... میں..... میں.....'' اس نے زمین پر ہاتھ مارا، اِدھر اُدھر کچھ تلاش کرنے لگی اور پھر اس کے ہاتھ ایک چھوٹی سی مٹی کی ٹھیکری لگ گئی۔

''میں..... اس..... سے بھی..... کم تر ہوں..... میں جانتی ہوں..... مگر تو، تو بہت بڑا ہے، تو تو سب جانتا ہے۔'' وہ دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی اور تیمور عباس اسے سنبھالنے کی کوشش میں ناکام ہوا جا رہا تھا، کہ دفعتاً ہجوم کو چیر کر ایک بزرگ آگے بڑھے، سفید لباس، سفید داڑھی، ہاتھ میں تسبیح۔

''بس بیٹی!'' انہوں نے علیشہ کے سر پر ہاتھ رکھا اور اس کے پاس زمین پر بیٹھ گئے۔

''وہ تم سے محبت کرتا ہے، جتنی تم اس سے کرتی ہو، اس سے کہیں زیادہ۔'' اس بزرگ کا نرم لہجہ گویا ساون کی پھوار تھی، نرم ٹھنڈی اور میٹھی، جو اس کے تڑپتے، جلتے اور جھلستے وجود پر پڑ کر اسے سکون عطا کر رہی تھی۔

''مجھ..... سے؟'' علیشہ نے بھاری آواز میں کہتے ہوئے اپنی جانب انگلی سے اشارہ کیا۔

''ہاں۔'' بزرگ نے اثبات میں سر ہلایا۔

''میں کیسے یقین کروں؟ میں تو بہت.....'' الفاظ اس کے منہ میں ہی رہ گئے تھے، سب لوگ آہستہ آہستہ وہاں سے چلے گئے تھے۔

''فکر، فکر اس کی محبت کی دلیل ہے، وہ جب کسی انسان سے محبت کرتا ہے تو اپنی فکر، اپنی ناراضی کا ڈر، اور گناہوں پر پچھتاوا اسے عطا کر دیتا ہے۔'' علیشہ ناسمجھی کے عالم میں انہیں دیکھ رہی تھی۔

''وہ مجھ سے ناراض ہے۔'' اس کے آنسو ایک تواتر سے بہہ رہے تھے۔

''ناراض نہیں رہ سکے گا۔'' وہ بزرگ ہولے سے مسکرائے۔

''ماں جب بچے کی کسی غلطی پر اس سے ناراض ہوتی ہے اور غصے میں، یا اسے سمجھانے کے لیے اسے تھپڑ مار کر بیٹھتی ہے تو پھر خود بچے سے زیادہ تڑپتی ہے اور کچھ ہی دیر میں بچے کو سینے سے لگا کر خوب پیار کرتی ہے اور اللہ تو بندے سے ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے۔'' وہ بزرگ اسے یقین دلانا چاہ رہے تھے، علیشہ کسی معصوم بچے کی طرح ان کی جانب دیکھ رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

فارقلیط حسن پچھلے کئی گھنٹوں سے سمندر کنارے کھڑا تھا، بحر بیکراں کا بڑھتا شور اس کے اندر کے اضطراب کو مزید بڑھا رہا تھا، یہ فیصلہ اس کی مجبوری تھا، مگر اب اس کی روح تک اس کی اذیت اتر چکی تھی، وہ چاہ کر بھی اس اذیت سے چھٹکارا نہ پا سکتا تھا۔

''کاش میں اتنا مجبور نہ ہوتا۔'' سمندر کے نیلے سینے پر تڑپتی لہروں پر ایک پرندہ گھائل ہو کر گرا تھا، لمحوں میں لہروں نے اسے نگل لیا تھا، بالکل ویسے ہی جیسے ڈیڑھ سال پہلے اس کی خوشیوں، سکون اور اطمینان کو، اسے آج بھی وہ بھیانک رات یاد تھی، جرمنی کی وہ سیاہ رات۔

☆.....☆.....☆

فروا اور موسیٰ علی نے نویلہ اور زین کو ڈنر پر انوائیٹ کیا تھا، نویلہ تو بہت خوش اور ایکسائیٹڈ تھی مگر زین ندیم تھوڑا ہچکچا رہا تھا، موسیٰ علی نے اسے شادی والے دن دیکھ کر پہچان لیا تھا، مگر زیادہ بات چیت نہ ہو سکی تھی۔

''آپ تو بہت بڑے آدمی بن گئے زین صاحب!'' کھانا کھانے کے دوران موسیٰ علی ان سے ہلکی پھلکی گفتگو بھی کر رہا تھا، مگر زین ندیم خاصا سنجیدہ تھا۔

''ارے نہیں سر!'' وہ لمحہ بھر کو مسکرایا۔

''اب سر تو نہیں کہو۔'' موسیٰ علی نے منع کیا۔

''بھائی کہہ لو تو زیادہ اچھا لگے گا۔''

''جی بہتر!'' زین ندیم نے اثبات میں سر ہلایا، فروا کو وہ کمفرٹیبل نہیں لگا تھا۔

''فروا آپی، معصب کہاں ہے؟'' نویلہ کو اس کی کمی بہت محسوس ہو رہی تھی۔

''معصب اکیڈمی سے آ کر سو گیا تھا، میں نے جگایا نہیں، رات بھر پڑھتا رہا ہے۔'' فروا نے بتایا، زین ندیم کی غیر ارادی نظر فروا

کی جانب اٹھی تھی، وہ بھی اسے دیکھ رہی تھی، زین ندیم نگاہیں جھکا گیا۔

''نویلہ بیٹا ٹھیک سے کھانا کھاؤ۔'' آنٹی نے اسے ٹوکا۔

''اور تم لوگ ثمینہ بہن کو کیوں نہیں لائے؟'' پاپا نے سوال کیا۔

''ماما کی طبیعت کچھ خراب تھی، اس لیے نہیں آسکیں، ہم لوگوں نے تو آنے کے لیے بہت اصرار کیا تھا۔'' جواب نویلہ نے دیا تھا۔

رخصت ہونے سے پہلے ان لوگوں نے نویلہ اور زین ندیم کو تحائف دیئے تھے۔

''آنٹی اب آپ لوگ ہمارے گھر آیئے گا۔'' آتے ہوئے نویلہ نے ان سب کو دعوت دی تھی، زین ندیم البتہ خاموش رہا تھا۔

''زین بہت بدل گیا ہے؟'' ان کے جانے کے بعد موسیٰ علی نے کہا۔

''اس کی نیچر بہت جولی تھی، ہنسنے ہنسانے والا، خوش اخلاق لڑکا۔''

''تب وہ ینگ تھا، اب میچور ہو گیا، کتنے سال پرانی تو بات ہے، جب آپ کے پاس جاب کرتا تھا۔'' فروا نے کہا۔

''ہاں یہ تو ہے۔'' موسیٰ علی نے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

زین ندیم گاڑی خود ڈرائیو کر رہا تھا، البتہ ان کے پیچھے گارڈز کی گاڑی آ رہی تھی۔

''آپ کچھ زیادہ ہی سنجیدہ نہیں بیٹھے تھے وہاں۔'' نویلہ نے دل کی بات کہہ دی تھی۔

''نہیں، انسان کسی سے پہلی مرتبہ ملے تو اتنا ہی بول سکتا ہے نا۔''

''مگر مجھے فروا آپی نے بتایا تھا کہ آپ موسیٰ بھائی کے آفس میں جاب کرتے رہے ہیں۔'' اس کی بات پر وہ چونکا اور جلدی سے نویلہ کی جانب دیکھا۔

''اور کیا بتایا انہوں نے؟'' سرسری انداز میں پوچھا۔

''اور یہ کہ آپ بہت جولی تھے، موسیٰ بھائی آپ کی بہت تعریف کیا کرتے تھے۔'' اس نے مزید بتایا تو زین ندیم کی جان میں جان آئی، ورنہ اس کے دل میں ڈر تھا کہ فروا اسے کچھ بتا نہ دے اور وہ ایسا ہرگز نہ چاہتا تھا۔

☆.....☆.....☆

عروبہ غضنفر نے ڈیڈی سے بات کی تھی، انہوں نے فارقلیط حسن کو سمجھانے کی کوشش کی، مگر بے سود۔

''ماما! آپ پاپا سے کیوں جھگڑ رہی تھیں؟'' شہیر نے عروبہ سے دریافت کیا، جواب میں عروبہ نے اسے ساری بات بتا دی۔

''ماما جب ماہ وش ایسا چاہتی ہے تو آپ کو کیا اعتراض ہے۔ زندگی تو اس نے گزارنی ہے۔'' شہیر نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

''تم نہیں سمجھو گے شہیر۔'' وہ ہر طرف سے مایوس ہو کر عیسیٰ احمد کی اکیڈمی چلی آئی، وہاں سے آ کر علم ہوا کہ وہ تو آیا ہی نہیں۔

وہ اس کے گھر کا ایڈریس معلوم کر کے وہاں آ گئی، وہ کسی مجرم کی طرح سر جھکائے اس کے سامنے بیٹھا تھا۔

''آپ جانتے ہیں آپ نے کتنا غلط فیصلہ کیا ہے۔'' وہ اس سے لڑ رہی تھی، اس سے جھگڑ رہی تھی، اسے لعن طعن کر رہی تھی، مگر وہ سر جھکائے خاموش بیٹھا تھا۔

''مجھے لگا، آپ بھی ایسا ہی چاہتی ہیں۔'' اس نے پہلی بار لب کھولے تھے۔

''میں ایسا کیوں چاہوں گی، ایک جھوٹے، فریبی، دھوکے باز اور بزدل شخص کو اپنی بیٹی کا لائف پارٹنر کیوں بنانا چاہوں گی؟'' وہ پھٹ پڑی تھی، عیسیٰ دم بخود سا بیٹھا تھا۔

''آپ کو میں ایسا ہرگز نہیں کرنے دوں گی، آپ کو انکار کرنا ہوگا، آپ ابھی اسی وقت میرے سامنے فارقلیط حسن کو فون کریں اور اس رشتے سے انکار کریں۔'' وہ اس کی بات پر تلخی سے مسکرایا تھا۔

''میں دوبارہ دھوکے باز اور بزدل نہیں کہلوانا چاہتا، میں زبان دے چکا ہوں، اس سے پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔'' اس نے انکار کیا، عروبہ غضنفر کا غصہ ساتویں آسمان کو چھونے لگا۔

''ایسا کرو گے تو میں خود کو ختم کر لوں گی۔'' اس نے دھمکی دی۔

''آپ کو خوش ہونا چاہیے، آپ کی بیٹی اپنی محبت کو پانے جا رہی ہے۔'' اس کی بات پر اس کا دل تھما تھا، عیسیٰ احمد اس کی بات کو اگنور کرتے ہوئے بولا۔

''اونہہ ایک طرفہ، کھوکھلی محبت۔'' عروبہ غضنفر نے طنز کا نشتر چھوڑا۔

''میں وعدہ کرتا ہوں اسے خوش رکھوں گا، آپ کو کبھی شکایت نہ ہوگی۔'' وہ اسے مطمئن کرنا چاہتا تھا۔

''تم نے مجھے چھوڑ کر مجھ پر اتنا ظلم نہیں کیا تھا، جتنا میری بیٹی کو اپنا کر کر رہے ہو، میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی عیسیٰ احمد۔'' وہ روتی ہوئی وہاں سے گئی تھی اور وہ اسے روک نہ سکا تھا، روکتا بھی تو کیسے اور کس لیے، اب اس کا کیا فائدہ تھا، کیا حاصل ہونا تھا، وہ کل بھی اس کے سامنے مجبور اور بے بس تھا اور آج بھی۔

☆.....☆.....☆

وہ اس کے لیے چائے بنوانے کے لیے کچن میں آ گئی تھی، وہ اس کا ہر کام اپنی نگرانی میں کروایا کرتی تھی اور فوراً اس کا شوہر گیسٹ روم کی جانب بڑھا تھا۔

''السلام علیکم!'' اس نے سلام کیا، وہ سامنے کھڑی ہوئی تھی، کسی بے جان مجسمے کی طرح، جس کا رنگ و روپ موسموں کی سختیوں سے کملا گیا تھا۔

''میں آپ کے گھر گیا تھا۔'' وہ اس کی بات سن کر بے چینی سے پلٹی تھی۔

''میرے گھر؟'' اس کے لب ہولے سے ہلے تھے، اس نے سینے پر ہاتھ رکھا تھا۔

''وہ وہاں نہیں تھے۔'' وہ مزید گویا ہوا۔

پھر میں ان کے آفس گیا، وہاں سے پتا چلا کہ وہ آج آفس بھی نہیں آئے۔''

''خدا خیر کرے۔'' وہ دو قدم آگے آئی۔

''کہاں چلے گئے، وہ ٹھیک تو ہیں نا؟'' اسے تشویش ہونے لگی، وہ متفکر لہجے میں بولی۔

''آپ ابھی بھی ان کے لیے پریشان ہو رہی ہیں۔'' وہ حیران ہوا تھا۔

''ان کی محبت میرے جسم میں خون بن کر دوڑ رہی ہے، وہ چاہے مجھے جان سے بھی مار دیں، ان کا برا میں کبھی نہیں چاہ سکتی۔'' وہ رشک سے اسے دیکھے گیا، اسے فارقلیط حسن کی خوش بختی پر رشک آیا تھا۔

''آپ فکر مت کریں، میں شام تک دوبارہ جاؤں گا ان کے پاس، وہ مل جائیں گے مجھے۔'' انہیں تسلی دے کر وہ باہر نکل گیا، مگر وہ پریشان ہو گئی تھی، اسے اپنی تکلیف بھول گئی تھی، طرح طرح کے وہم ستانے لگے تھے۔

دوسری طرف کچن سے نکلی تو ماما کے کمرے سے اپنے شوہر کو نکلتے دیکھ کر ٹھٹکی، وہ تیزی سے کمرے میں داخل ہوئی۔

''کیا چاہتی ہیں آپ؟'' وہ بدتمیزی سے بولی۔

''کیا مطلب؟'' وہ پہلے ہی پریشان تھی، اس کی بات سمجھ نہ سکی۔

''کچھ نہیں۔'' وہ بولی۔

''جھوٹ بول رہی ہیں آپ۔'' وہ دھاڑی تو وہ سہم گئی۔

''میں..... چلی جاؤں..... گی۔'' وہ شکستہ لہجے میں بولی۔

''آپ کو چلے ہی جانا چاہیے۔'' وہ غصے سے پھنکارتے ہوئے باہر نکل گئی، اسے اب اپنا وہاں رکنا محال لگنے لگا تھا۔

''مجھے یہاں سے چلے جانا چاہیے۔'' وہ خود کلامی کے سے انداز میں ہڑبڑائی۔

''مگر کہاں؟'' اگلے ہی لمحے اندر سے سوال اٹھا۔

☆.....☆.....☆

دلہن بن کر ماہ وش بہت حسین دکھائی دے رہی تھی، وہ کسی نوخیز کلی کی طرح دکھائی دیتی تھی، کم سن، معصوم اور حسین۔

عروبہ پر تو گویا قیامت ٹوٹ رہی تھی، جس شخص کا وہ نام لینے سے بھی گریزاں رہتی تھی، کبھی اس کا سامنا نہ کرنا چاہتی تھی، وہ شخص

ہمیشہ کے لیے اس کے گھر میں گھس رہا تھا، اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ یہ سب کسی پلاننگ یا سازش کے تحت کر رہا تھا، فارقلیط حسن بہت خوش اور مطمئن تھا، شہیر بھی بہن کو چھیڑ رہا تھا، حسن بہزاد بالکل خاموش اور لاتعلق نظر آتے تھے اور عروبہ پر تو گویا صدمے کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔

''بارات آ گئی۔'' کسی نے زور سے کہا، عروبہ غضنفر نے مڑ کر دیکھا، عیسیٰ احمد چند دوستوں اور ان کی بیگمات کے ہمراہ آیا تھا، اس کے ددھیال کے کچھ رشتہ دار ساتھ تھے۔ فارقلیط حسن نے عروبہ غضنفر کے زرد پڑتے چہرے کو دیکھا اور آگے بڑھ کر ہاتھ اس کے شانوں پر رکھ دیئے۔

عیسیٰ احمد نے بغور ان دونوں کو دیکھا اور آگے بڑھنے لگا، عروبہ غضنفر نے فارقلیط حسن کے ہاتھ ہٹا دیئے۔

فارقلیط حسن آگے بڑھا اور خوشدلی سے عیسیٰ احمد کا استقبال کیا، مگر اس کا انداز لیا دیا تھا۔

''برسوں پہلے جب تم میرے گھر سے جا رہے تھے تو آئی سوئیر مجھے اندازہ نہ تھا کہ کبھی اس حوالے سے بھی تم سے ملوں گا، مگر زندگی اسی کا نام ہے یار۔'' فارقلیط حسن نے اسے گلے لگایا، وہ تو بس عروبہ غضنفر کو دیکھے جا رہا تھا۔

''اب تو تم مجھے بہت عزیز ہو گئے ہو، میرے داماد بن گئے ہو نا۔'' نا جانے وہ اس کا مذاق اڑا رہا تھا یا اپنا، عیسیٰ احمد سمجھ نہ سکا، عروبہ غضنفر دزدیدہ نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی، یہ سب اس کے لیے کسی خواب کی طرح تھا، انوکھا اور بھیانک خواب۔

فارقلیط حسن خود اسے اسٹیج تک لایا تھا اور پھر ماہ وش کو اس کے برابر لا کر بٹھا دیا گیا تھا، نکاح ہونے لگا تھا۔

''آپ بے فکر رہیں، میری ماما، صوفیہ آنٹی کو رضامند کر لیں گی۔'' وقت نے اسے برسوں پرانے واقعات ایک مرتبہ پھر دکھانے شروع کر دیئے تھے۔

''آپ کتنی ان رومانٹک ہیں۔'' شوخ و شریر لہجہ۔

''میں چائے بہت اچھی بناتا ہوں۔'' وہ اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

''آپ بہت معصوم ہیں عروبہ۔'' آوازیں گڈمڈ ہونے لگی تھیں۔

''میں آپ کو چھوڑ کر بھاگا نہیں تھا۔'' عیسیٰ احمد نے اچانک نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تھا، وہ بھی اسی کو دیکھ رہی تھی، فارقلیط حسن نے اس کے شانوں پر اپنے ہاتھ رکھے، مگر اب نہ تو یہ لمس اسے مہربان لگتا تھا، نہ ہی نرم اور ہمدرد۔

''نکاح کروائیں مولوی صاحب۔'' ماہ وش کا دل اتھل پتھل ہونے لگا، جبکہ عیسیٰ احمد کے اندر موت کا سناٹا اترنے لگا تھا، اس کا جی چاہا اٹھ کر بھاگ جائے، مگر اس بار وہ ایسا نہ کر سکتا تھا۔

☆.....☆.....☆

نکاح ہو گیا اور پھر کھانا سرو کیا جانے لگا، پورے لان میں اشتہا انگیز کھانوں کی خوشبو پھیل چکی تھی، ماہ وش بے حد خوش تھی، وہ ہنس ہنس کر اپنی فرینڈز سے باتیں کر رہی تھی، پورے لان میں گھوم پھر رہی تھی، مگر عیسیٰ احمد نے اس پر ایک نگاہ غلط انداز ڈالنا بھی گوارا نہ کیا تھا۔

''بڑے ڈرامائی انداز سے تم نے شادی کی سر سے۔'' اس کی دوست ٹینا بولی، جواب میں ماہ وش زور سے ہنسی اور اس کی ہنسی، عیسیٰ احمد کے اعصاب پر ہتھوڑے برسا رہی تھی، اسے اس لڑکی سے نفرت محسوس ہوئی تھی۔

جس نے اس کے ساتھ ساتھ عروبہ غضنفر کو بھی بے بس کر دیا تھا، مہمانوں نے کھانا کھایا تھا، عیسیٰ احمد نے برائے نام کھانا کھایا تھا، اس کا سرد و سپاٹ انداز فارقلیط حسن کو تشویش میں مبتلا کر رہا تھا۔

''ٹھیک سے کھانا کیوں نہیں کھا رہے؟'' بالآخر فارقلیط حسن اس کے پاس آیا۔

''میں مر نہیں جاؤں گا، آپ بے فکر رہیں۔'' وہ تلخ ہوا۔

''خدا نہ کرے۔'' بے اختیار فارقلیط حسن کے منہ سے نکلا۔

''آپ بہت selfish ہیں۔'' وہ کہہ گیا۔

''میں جو بھی ہوں، اس کو چھوڑو، میری بیٹی بہت معصوم اور اچھے دل کی مالک ہے، اسے دکھ نہ دینا۔'' وہ متفکر تھا۔

''آپ نے جتنا مجبور کرنا تھا کر لیا، اب جو دل چاہے گا کروں گا۔'' فارقلیط حسن اسے دیکھے گیا۔

☆.....☆.....☆

نویلہ ہاسپٹل سے واپسی پر پاپا کے گھر آ گئی تھی، آج علیشہ واپس اسلام آباد جا رہی تھی، اس نے کہا تھا کہ وہ ادھر آ جائے، وہ سب لاؤنج میں بیٹھے شام کی چائے پی رہے تھے، علیشہ کافی کمزور ہو گئی تھی، تیمور عباس اسے بے حد چاہتا، اس کا خیال رکھتا، مگر اس کے دل میں جو اولاد کی خواہش تھی حسرت بن کر اسے چاٹ رہی تھی۔

''نویلہ تم اور زین بھائی کبھی چکر لگاؤ نہ ہماری طرف۔'' علیشہ نے کہا۔

''ہاں کوشش کریں گے۔'' نویلہ نے کہا۔

''میرے پاس تم لوگوں کے لیے ایک خبر ہے۔'' صوفیہ نے دونوں بیٹیوں کو بتاتے ہوئے غضنفر علی کی طرف دیکھا۔

''کیا ماما؟'' نویلہ نے استفہامیہ نظروں سے ان کی جانب دیکھا۔

''عروبہ نے اپنی بیٹی کی شادی کر دی۔'' غضنفر علی خاموش بیٹھے تھے، انہوں نے کوئی بات کی، نہ ہی ان کی جانب دیکھا۔

''اور یہ پتا ہے کس کے ساتھ کی؟'' وہ تجسس پھیلاتے ہوئے بولیں۔

''کس سے ماما؟'' علیشہ نے پوچھا۔

''عیسیٰ احمد سے۔'' غضنفر علی نے تیر کی سی تیزی سے اپنا جھکا ہوا سر اوپر اٹھایا تھا۔

''مجھے جھٹلاتے رہے آپ سب، مگر دیکھ لو، محبت کی جس داستان کو عروبہ نے ادھورا چھوڑا، اس کی بیٹی نے اس کو مکمل کر دیا۔'' وہ

استہزائیہ انداز میں بولیں۔

''خدا غارت کرے اس کو، میری نویلہ کو کیسا دکھ دیا، اسے طلاق دے کر بھاگا، تو خود در در کی ٹھوکریں کھاتا رہا۔'' وہ پھنکاریں۔

''آخر کو عروبہ کا داماد بن گیا۔'' وہ ہنسیں۔

''ماما!'' نویلہ احتجاجاً بولی۔

''دوبارہ یہ بات منہ سے مت نکالیے گا۔'' وہ برا مان گئی تھی۔

کچھ ہی دیر تک زین ندیم اسے لینے آ گیا تھا، وہ پہلے سے ہی تیار تھی۔

غضنفر علی گھر سے باہر چلے گئے تھے، انہوں نے کوئی بات نہ کی تھی۔

''ماما! پاپا کے سامنے ایسی بات مت کیا کریں جو انہیں تکلیف دے۔'' علیشہ نے کہا۔

''بس باپ کی ہمدرد بن جاؤ دونوں، میں تو دشمن ہوں۔'' وہ برا مان گئیں۔

نویلہ چلی گئی تھی، زین ندیم بہت خاموش بیٹھا تھا، نویلہ نے بھی نوٹ نہ کیا، وہ عیسیٰ احمد کے متعلق سوچ رہی تھی۔

''ڈرائیور!'' زین ندیم کی آواز سے اس کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا۔

''گاڑی روکو۔'' زین ندیم نے تحکم بھرے لہجے میں کہا، گاڑی رک گئی۔

''آپ ٹیکسی پکڑ لیں، ہم ابھی کہیں جا رہے ہیں، گاڑی میں خود ڈرائیو کروں گا۔'' نویلہ کو اس کا انداز مشکوک لگا۔

''آگے آ جاؤ۔'' زین ندیم ڈرائیونگ سیٹ سنبھال چکا تھا، اسے بھی آگے بلایا۔

''کیا ہوا، کہاں جانا ہے؟'' نویلہ اس کے سپاٹ چہرے کو دیکھتے ہوئے بولی۔

''عیسیٰ احمد کون ہے؟'' اس کے سوال پر نویلہ کو ہزار وولٹ کا کرنٹ لگا۔ گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تھی، خوف کے مارے نویلہ کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

''میرا..... کزن۔'' اس نے تھوک نگلا۔

''صرف کزن؟'' زین ندیم اسے چبھتی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے سوال کر رہا تھا۔

''اس کے علاوہ بھی تو ایک رشتہ تھا، وہ بھی تو بتاؤ۔'' نویلہ گنگ بیٹھی، اسے دیکھ رہی تھی۔

زین ندیم کے تیور بہت خطرناک تھے، نویلہ کی حالت ایسی تھی جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں، زین ندیم کی باتوں سے اسے پتا چلا تھا کہ وہ اس کے ماضی سے ناواقف ہے، جبکہ ماما نے اسے یہ بتایا تھا کہ انہوں نے زین کی ماما کو سب کچھ سچ بتایا ہے، ایک نئی آزمائش اس کی منتظر تھی۔

☆.....☆.....☆

http://kitaabghar.com

عروبہ غضنفر، ماہ وش کی رخصتی کے بعد اپنے روم میں نہیں آئی تھی، فارقلیط حسن اس کا انتظار کرتا رہا اور بالآخر اسے تلاش کرنے روم سے باہر نکلا، اسے وہ ماہ وش کے روم میں روتی ہوئی ملی تھی۔

''دنیا میں سب سے زیادہ جو چیز مجھے تکلیف دیتی ہے، وہ تمہارے آنسو ہیں مسز۔'' اس کے عقب میں کھڑے ہو کر بازو اس کے گرد حمائل کرتے ہوئے، اس کا رخ اپنی جانب موڑ کر اس کے آنسو پونچھنے لگا۔

''جھوٹ بولتے ہیں آپ۔'' اس نے فارقلیط حسن کے ہاتھ بری طرح جھٹکے، وہ بے یقین ہوا تھا، عروبہ غضنفر نے اس سے اس طرح سے تو کبھی بات نہ کی تھی۔

''آپ جتنی تکلیف مجھے دے سکتے تھے، دے چکے، اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کر سکتے آپ، اچھا بدلہ لیا ہے آپ نے۔'' وہ بری طرح سلگی تھی۔

''غلطی میری ہے، میں نے آپ پر اعتبار کیوں کیا، آپ کو اپنا سب کچھ کیوں سمجھا۔'' وہ اس کے الفاظ اور لہجے کی تلخی کو خاموشی سے سہہ رہا تھا۔

''آؤ اپنے کمرے میں چلتے ہیں، وہاں چل کر رو لینا۔'' فارقلیط حسن نے اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا مگر وہ اس سے دور جا کھڑی ہوئی۔

''نہیں جانا مجھے وہاں۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''دیکھنا ایک وقت آئے گا تم بھی میرے فیصلے کو سراہو گی۔'' فارقلیط حسن نا جانے اسے کیا سمجھانا چاہتا تھا، وہ اس وقت کچھ بھی سمجھنے کے موڈ میں نہ تھی۔

''آپ جائیں پلیز۔'' وہ اس کے ساتھ جانے کے لیے بالکل بھی آمادہ نہ تھی۔

''میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔'' وہ کہہ کر واپس پلٹ گیا تھا۔

عروبہ غضنفر روم میں نہیں گئی تھی، تمام رات وہ روتی رہی تھی، فارقلیط حسن کے فیصلے اور اس کی بیٹی کی پسند نے اسے سخت تکلیف پہنچائی تھی۔

حسن بہزاد اگلے روز واپس چلے گئے تھے، فارقلیط حسن ان دو لوگوں کو ناراض کر چکا تھا جنہیں وہ بے حد چاہتا تھا، مگر وہ لاپرا دکھائی دیتا تھا۔

☆.....☆.....☆

ماہ وش اس کی منتظر بیٹھی تھی، مگر وہ اس کے وجود سے قطعاً انجان بنا اتنی ٹھنڈ میں ٹیرس پر کھڑا نیلے امبر کی سیاہیوں پر غور کر رہا تھا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس نے اپنی بہت قیمتی متاع کھو دی ہو اور ایسا ہی تو ہوا تھا، وہ جس کی یادوں کو سینے سے لگائے زندگی بسر کر رہا تھا، اس سے ایک عجیب سا رشتہ جڑ گیا تھا۔

''اے محبت! تیرے انجام پر رونا آیا۔'' اس نے ایک سرد آہ بھری، ریلنگ پر ہاتھ جمائے وہ آسمان کی وسعتوں میں کھویا ہوا تھا، دفعتاً اسے اپنے شانے پر کسی کا اجنبی لمس محسوس ہوا تھا، مگر اس کے وجود میں کوئی جنبش نہ ہوئی۔

''یہاں بہت سردی ہے، اندر آجائیں۔'' وہ اس کے پہلو میں آکھڑی ہوئی تھی، عیسیٰ احمد نے اس پر ایک نگاہِ غلط انداز ڈالنا بھی گوارا نہ کیا تھا۔

''موسم کی سختیاں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔'' وہ نگاہیں سامنے جمائے کھڑا تھا، ماہ وش کے دل نے شدت سے خواہش کی کہ وہ اسے دیکھے، اسے سراہے، مگر وہ ابھی کم عمر اور نادان تھی، ابھی تو اس نے محبت کی خاردار وادی میں قدم رکھا تھا، اسے ہر طرف پھول ہی پھول نظر آرہے تھے، مگر وہ نہ جانتی تھی کہ ان پھولوں سے اپنا دامن بھرنے کی خواہش کرنے والوں کے ہاتھ کانٹوں سے لہولہان ہوتے ہیں، محبت کے پھول دل میں کھلانے کے لیے پہلے سخت کانٹوں کی چبھن سہنی پڑتی ہے۔

''کیا آپ مجھ سے ناراض ہیں؟'' اس کا اندازِ گفتگو، اسے نظر انداز کرنا ماہ وش سے برداشت نہ ہو رہا تھا، وہ بے چینی سے گویا ہوئی۔

''نہیں۔'' اس نے سر کو ہلکی سی جنبش دی۔

''تو پھر مجھے اس طرح اگنور کیوں کر رہے ہیں؟'' اس نے عیسیٰ احمد کو بازوؤں سے پکڑ کر اس کا رخ اپنی جانب موڑا تھا۔

''کسی کا وجود حاصل کرنا شاید بہت آسان ہے، مگر دل نہیں۔'' اس نے پہلی بار نگاہ اٹھا کر ماہ وش کو دیکھا تھا، مگر نہ تو اس کے دل میں کوئی خواہش جاگی تھی، نہ ہی اس کا حسن اور یہ روشن چہرہ اس کے دل کو مسخر کر سکا۔

''آپ مجھ سے بدلہ لیں گے؟'' اس کے تاثرات ماہ وش کو ہلا گئے تھے۔

''نہیں۔'' اس نے سر کو نفی میں ہلایا، چند ثانیے وہ اسے بغور دیکھتا رہا، سرد اور سپاٹ نگاہوں سے۔

''جس طرح آپ میرے کہنے سے پیچھے نہیں ہٹی تھیں، اسی طرح میں آپ کے چاہنے سے آپ کے قریب نہیں ہو سکتا۔'' اس کے لہجے میں موسم سے زیادہ سختی تھی، وہ پلٹا، کمرے میں داخل ہوا اور پھر باہر نکل کر سیڑھیاں اترنے لگا، ریلنگ پر ہاتھ رکھے پتھر کا بت بنے وہ اسے جاتے ہوئے بے بسی سے دیکھتی رہی۔

❁ ❁

ناول ''می رقصم'' ابھی جاری ہے۔ اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی 20 تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

http://kitaabghar.com

قسط نمبر 19

''اللہ اپنے بندوں سے بہت پیار کرتا ہے، بے حد چاہتا ہے انہیں، وہ تو کافروں کو بھی نوازتا ہے، ان کی دعائیں سنتا ہے، پھر جب کوئی انسان کسی اپنے جیسے دوسرے انسان کو تکلیف پہنچاتا ہے تو وہ ہرگز معاف نہیں کرتا اور کسی دوسرے کو پہنچائی گئی تکلیفوں میں سب سے بڑی تکلیف، سب سے بڑی زیادتی کسی کے شفاف کردار پر لگایا گیا الزام ہے، سفید چادر پر اگر سیاہ رنگ کا بدنما دھبہ لگ جائے، وہ آسانی سے اترتا نہیں ہے اور یہ ایسا ظلم ہے کہ جو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں معاف نہیں کیا جاتا۔''

''اور جو پارسا عورتوں کو عیب لگائیں، پھر چار گواہ (شہادت) لے نہ آئیں تو انہیں اسّی (80) کوڑے لگاؤ اور ان کی کوئی گواہی کبھی نہ مانو، وہی فاسق ہیں۔'' (القرآن، سورۃ النور آیت نمبر 4)

''اور وہ جو اپنی عورتوں کو عیب لگائیں اور ان کے پاس اپنے بیان کے سوا گواہ نہ ہوں تو ایسے کسی کی گواہی یہ ہے کہ چار بار گواہی دے اللہ کے نام سے کہ وہ سچا ہے اور پانچویں یہ کہ، اللہ کی لعنت ہو اس پر اگر جھوٹا ہو۔'' (القرآن، سورۃ النور آیت نمبر 7,6)

اور اللہ کی لعنت کوئی چھوٹی بات تو نہیں ہوتی نا، صوفیہ نے جو گناہ عظیم کیا اسے اس کی کوئی پروا نہ تھی، نہ ہی وہ اس پر شرمندہ تھی اور جو انسان اپنے گناہ اور زیادتی پر شرمندہ نہ ہو، اسے توبہ کی توفیق بھی نہیں نصیب ہوتی، ایسا ہی اس کے ساتھ بھی ہوا تھا، وہ آج تک اس بات پر قائم تھی کہ اس نے کوئی گناہ نہیں کیا، کوئی زیادتی نہیں کی اور اس کی یہی ہٹ دھرمی اسے رب کائنات کی بارگاہ میں ذلیل و رسوا کر گئی تھی، اس کا دماغی توازن بگڑنے لگا تھا، وہ بہکی بہکی باتیں کرنے لگی تھی، تنہا بیٹھی بولتی تھی، دیواروں سے باتیں کرتی تھی۔

''میں نے گل افزاء کو گھر سے نکال دیا۔'' وہ اکیلی بیٹھی اپنے گناہوں کا اقرار کرتی تھی، در و دیوار، ہر شے کو اپنی زیادتیوں کا گواہ بناتی تھی۔

''میں نے عروبہ کو بھی غضنفر علی سے دور کر دیا..... ہاہاہا۔'' وہ زور زور سے قہقہے لگا رہی تھی۔

''اور..... فروا..... ہاہاہا.....'' اب وہ تالیاں بھی بجا رہی تھی، یہ وہی صوفیہ تھی، جس کے ہر انداز میں ایک رعونت اور فخر و غرور ہوتا تھا، اس وقت وہ مکمل پاگل دکھائی دے رہی تھی، اللہ کی مخلوق سے محبت کرنا ایک فطری اور اچھا عمل ہے، مگر اس محبت میں حد سے گزر جانا شرک کے مترادف ہے، جب انسان کسی انسان کی محبت میں غرق ہو کر اسے پانے کے لیے ہر جائز و ناجائز راستہ اپناتا ہے تو وہ ابلیس کا ساتھی بن کر رحمتِ خداوندی سے دور ہو جاتا ہے۔

اور اگر انسان کسی انسان کی محبت میں گھر کر اللہ کے قریب ہونے لگتا ہے، اس کے ہر انداز میں حلاوت، نرمی اور عاجزی پیدا ہونے لگتی ہے تو اسے خدا کا قرب اور عشق حقیقی نصیب ہوتا ہے۔

صوفیہ نے غضنفر علی کو پانے کے لیے ہر ناجائز طریقہ اپنایا، ہر گناہ کو جائز سمجھا اور وہ رحمتِ خداوندی سے دور ہو کر گناہ کی ایسی دلدل میں پھنس گئی جس سے نکلنا اب اس کے بس میں نہ تھا۔

☆.....☆.....☆

''زین! میری ماما نے آپ کی ماما کو سب کچھ سچ بتایا تھا۔'' گاڑی کی خاموش فضا میں نویلہ کی آواز ابھری، گاڑی ایک زوردار جھٹکے سے رکی تھی۔

''جھوٹ مت بولیں..... سخت نفرت ہے مجھے جھوٹ سے، دھوکے سے اور بناوٹ سے۔'' وہ مشتعل ہوا، نویلہ سہم گئی۔

اس نے شادی کے بعد ہر روز زین ندیم کا ایک نیا خوبصورت روپ دیکھا تھا، وہ اپنی ماں سے بہت محبت کرتا تھا، وہ اپنے گھر کے سب ملازموں کی عزت کرتا، جانوروں، پرندوں اور پودوں کا بھی خیال رکھتا۔ اپنا کام بہت ایمانداری اور جانفشانی سے کرتا تھا، وہ کسی کو ذرا سی بھی تکلیف نہ پہنچاتا تھا، پھر یہ کون سا زین ندیم تھا، جو اس پر چلا رہا تھا، اس کو جھوٹا ثابت کر رہا تھا۔

''نہ میں نے آپ کو کوئی دھوکا دیا ہے اور نہ ہی کوئی جھوٹ بولا ہے۔'' وہ جی کڑا کر کہہ گئی۔

''بہت بہادر ہیں آپ۔'' اس نے طنز سے کہتے ہوئے سر جھٹکا اور گاڑی اسٹارٹ کی۔

نویلہ کو یقین ہونے لگا کہ اس کی ماما نے اس کی تسلی کی خاطر یہ کہا ہوگا کہ زین ندیم کی ماما کو اس کی طلاق کے متعلق بتایا تھا، ورنہ وہ شادی کے لیے نہ مانتی، مگر اب کچھ نہ ہو سکتا تھا۔

کھانے پر ماما ان دونوں کا انتظار کر رہی تھی، مگر زین کھانے کے لیے نہیں آیا۔

''زین کدھر ہے؟'' اسے تنہا ہی آتے دیکھ کر وہ استفہامیہ لہجے میں بولیں۔

''وہ کھانا نہیں کھائیں گے۔'' نویلہ نے بدقت تمام مسکراتے ہوئے جواب دیا، مبادا انہیں ان دونوں کے مابین ہونے والی رنجش کا علم ہو جائے۔

''کیوں؟ طبیعت ٹھیک ہے اس کی؟ جاؤ اسے کہو میں بلا رہی ہوں۔'' ماما نے اسے کہا تو وہ فوراً اپنے بیڈروم میں آ گئی، وہ سامنے صوفے پر سر جھکائے بیٹھا تھا، نویلہ کو اس سے بات کرتے ہوئے ڈر لگا۔

''زین.....!''

''بس.....!'' قبل اس کے وہ مزید کچھ کہتی، اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے مزید کچھ کہنے سے روکا، وہ وہیں تھم گئی۔

''میرے سامنے مت آؤ۔'' وہ درشتی سے بولا۔

''آپ ایک دفعہ ماما سے پوچھ لیں کہ.....''

''خبردار! خبردار ماما کو اس بات کی ہوا بھی لگی تو.....'' وہ تیزی سے اس کی بات کاٹ کر بولا۔

''ماما آپ کو کھانے پر بلا رہی ہیں۔'' اس نے دل میں اٹھنے والے درد کو دباتے ہوئے کہا۔

''میں آتا ہوں۔'' وہ اٹھ کر واش روم کی جانب بڑھ گیا، نویلہ دل میں ڈھیروں دکھ لیے واپس مڑ گئی تھی۔

عورت کا گناہ، اس کے کردار پر لگا دھبہ، اس کی ذات پر لگا داغ معاشرہ کبھی صاف نہیں ہونے دیتا اور معاشرہ مرتے دم تک اسے بار بار اس کا احساس دلاتا ہے، وہ جان گئی تھی۔

☆.....☆.....☆

ماہ وش نے تمام رات روتے ہوئے گزاری تھی، وہ تو اپنی پیدائش سے لے کر اب تک بس محبتیں ہی سمیٹتی آئی تھی، اس نے جو چاہا، وہ فوراً پا لیا، اس کی خواہش کبھی تشنہ نہ رہی تھی، اس نے نارسائی کا درد کبھی نہ سہا تھا، اسے ہر جگہ چاہا اور سراہا گیا تھا۔

مگر عیسیٰ احمد نے جو اس کے ساتھ کیا تھا وہ اس کے لیے ناقابلِ برداشت تھا، اس نے زندگی میں پہلی بار جانا تھا کہ نارسائی کا درد کیا ہوتا ہے، سمندر کے پاس کھڑے ہو کر پیاس سے مرنا کسے کہتے ہیں۔

وہ گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھی تھی جب بیڈروم کا دروازہ کھلا تھا، عیسیٰ احمد کے بھاری قدموں کی چاپ ہولے سے کارپٹ پر ابھر کر معدوم ہو گئی تھی۔

''ماہ وش.....!'' وہ اس کے پاس کھڑا اسے پکار رہا تھا۔

وہ نہ تو نویلہ تھی اور نہ ہی عروبہ جو فوراً اس کی بات سن لیتی، جلد مان جاتی، یا پہلی دفعہ میں ہی اسے معاف کر دیتی، وہ ماہ وش تھی، کم عمر، نادان، ضدی اور مغرور۔

''ماہ وش! میری بات سنو۔'' وہ اس کے سامنے بیٹھا، اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا، وہ ابھی بھی ساکت تھی۔

''پلیز! مجھے معاف کر دو۔'' اس نے ماہ وش کو شانوں سے پکڑ کر ہلایا تو اس کی خفگی اسے اپنے پاس محسوس کر کے کچھ کم ہونے لگی۔

''آپ بہت برے ہیں۔'' اس نے سر اوپر اٹھایا، چہرے پر میک اپ کے مٹے مٹے نقوش، گالوں پر آنسوؤں کے نشان، سرخ ناک، سوجی آنکھیں اسے پشیمانیوں کی گہری کھائی میں پھینکنے لگیں۔

''میں جانتا ہوں، میں بہت برا ہوں۔'' اس نے ہاتھ بڑھا کر ماہ وش کے گال پہ بہتے آنسو صاف کیے۔

''میرا وجود ریزہ ریزہ ہے، بہت سی کرچیوں میں بٹا ہوا اور میں ان کرچیوں سے آپ کو زخمی نہ کرنا چاہتا تھا، اس لیے رات آپ

سے دور رہا، مگر میں وعدہ کرتا ہوں، آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔'' وہ اسے بہلا رہا تھا، اپنے ساتھ ہونے کا یقین دلا رہا تھا اور وہ مان گئی تھی۔

''آپ نے مجھے بہت ہرٹ کیا ہے۔'' وہ خفگی سے منہ پھلا کر بولی۔

''آئندہ نہیں کروں گا۔'' وہ ہولے سے مسکرایا، اس کی مسکراہٹ ماہ وش کو بے حد اچھی لگی تھی۔

''اب فریش ہو جائیں، پھر مل کر ناشتا کرتے ہیں۔'' وہ اسے بغور دیکھتے ہوئے بولا۔

وہ ہو بہو عروبہ کی کاپی تھی اور بلاشبہ بہت حسین تھی، وہ اٹھ کر ڈریسنگ روم کی جانب بڑھی اور پھر کچھ یاد آنے پر اچانک مڑی۔

''آپ نے میری کوئی تعریف بھی نہیں کی، میں کیسی لگ رہی ہوں، اتنا مہنگا ڈریس اور یہ جیولری لی تھی میں نے۔'' اس نے ایک نظر خود کو آئینے میں دیکھتے ہوئے کہا تو عیسیٰ احمد زیرِ لب مسکرایا تھا اس کے بچکانہ انداز پر۔

''آپ بہت خوبصورت ہیں اور بہت اچھی لگ رہی ہیں۔'' وہ دھیرے دھیرے چلتا ہوا اس کے قریب آیا اور اسے توصیفی نگاہوں سے دیکھا۔

''کوئی فائدہ نہیں ایسی تعریف کا، جو کہہ کر کروائی جائے۔'' اس نے منہ پھلایا، عیسیٰ احمد خاموش رہا۔

''اور آپ نے مجھے وہ تحفہ بھی نہیں دیا۔'' وہ جاتے جاتے پھر مڑی۔

''کون سا؟'' عیسیٰ احمد نے بایاں ابرو چڑھایا۔

''منہ دکھائی کا۔'' اب کی بار عیسیٰ احمد کھل کر ہنسا تھا۔

''آپ ریڈی ہو جائیں، ہم ناشتہ کر کے مارکیٹ جاتے ہیں اور آپ کی پسند کا تحفہ خرید لیتے ہیں۔'' وہ اسے بہلاتے ہوئے بولا۔

''آپ بہت اَن رومینٹک ہیں۔'' وہ جھنجھلاتی ہوئی واپس مڑ گئی۔

''آپ بہت اَن رومینٹک ہیں عروبہ! میں نے اتنی محبت سے آپ کے لیے چائے بنائی ہے، اب اتنے اچھے موڈ کے ساتھ آپ کو پرپوز کر رہا ہوں اور آپ کبھی مجھے اِس سے شادی کا مشورہ دیتی ہیں اور کبھی اُس سے۔'' بھولی بسری یادوں کا ایک انجان جھونکا دل کی بنجر سرزمین سے ٹکرایا تھا، وہ سر جھٹک کر واپس مڑا تھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

☆.....☆.....☆

علیشہ چھت پر پرندوں کے لیے پانی اور دانہ رکھ کر مڑی تو سامنے تیمور کو کھڑے پایا۔

''السلام علیکم!'' اس نے محبت سے مسکراتے ہوئے سلام کیا اور اس کے قریب آ گئی۔

''وعلیکم السلام!'' اس نے علیشہ کے صبیح چہرے پر گہری نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

''آج آپ لیٹ ہو گئے ہیں تیمور!'' اس کے ساتھ چلتے ہوئے وہ سیڑھیوں کی جانب بڑھی۔

''ہاں۔'' وہ معنی خیزی سے مسکرایا۔

''چائے پئیں گے یا کافی؟'' وہ استفسار کرنے لگی۔

''میرے پاس تمہارے لیے ایک سرپرائز ہے علیشہ.....!'' وہ اس کا ہاتھ تھامے اندر کی جانب بڑھا۔

''کیسا سرپرائز تیمور.....؟'' وہ ناسمجھی کے عالم میں اندر کی جانب بڑھی، بیڈروم میں قدم رکھتے ہی اسے ایک بے بی کاٹ دکھائی دیا، وہ تیر کی سی تیزی سے اس کے قریب آئی۔

''یہ کیا ہے تیمور؟'' وہ خوشی سے پاگل ہونے لگی، مڑ کر تیمور عباس کے مسکراتے چہرے کو دیکھا، جو اسے خوش دیکھ کر دہکنے لگا تھا۔

''ہمارا بیٹا.....!'' اس کے الفاظ علیشہ کی سماعتوں میں رس گھولنے لگے تھے، اس لمحے اس نے خوشی کے ساتھ اپنے بدن میں درد کی ایک لہر بھی محسوس کی تھی، اسے لیبر پین محسوس ہوا تھا، خدا نے اسے ماں بنا دیا تھا، وہ آگے بڑھی اور بے بی کاٹ پر جھک کر بچے کو گود میں اٹھا لیا۔

''میرا بیٹا، میرا بچہ، میری جان!'' وہ اسے چوم رہی تھی، بہت پیار کر رہی تھی، کبھی اس کے گال چومتی، کبھی اس کی ننھی سی ناک کو ہاتھ سے چھوتی اور کبھی اس کے ہاتھوں کو آنکھوں سے لگاتی۔

ذرا سی دیر لگتی ہے

مگر وہ دے کے رہتا ہے

''شکریہ تیمور! آپ کا بہت شکریہ، I love you so much آپ کا یہ احسان میں کبھی نہیں بھولوں گی۔'' وہ پلٹ کر اس کے قریب آئی، تیمور عباس نے اسے اپنی بانہوں کے گھیرے میں لے لیا۔

''تمہارا شکریہ علیشہ! تم نے مجھے اللہ کے قریب کیا، تم نے مجھے اسلام کی دعوت دی، میں تو اندھیروں میں بھٹک رہا تھا، مایوسیوں میں گھرا ہوا تھا۔'' اس نے علیشہ کے سر پر بوسہ دیا۔

''میں نے آپ کو اللہ کے قریب کیا؟'' وہ اس کی جانب دیکھتے ہوئے بولی۔

''میں جو خود بھٹکی ہوئی، گناہگار انسان ہوں۔'' وہ تیمور عباس کی بات پر حیران ہوئی تھی۔

''تم بہت اچھی ہو علیشہ، تم نے مجھے اللہ کے قریب کیا اور انعام کے طور پر اس نے تمہیں اپنے قریب کر لیا، میں نہیں جانتا تمہارا ماضی کیسا تھا، مگر مجھے اتنا یقین ضرور ہے کہ تمہاری روح ازل سے نیک تھی اور کبھی کبھی ایسا ہو جاتا ہے علیشہ کوئی نیک روح جب کسی بدن میں داخل ہو کر اس دنیا میں آتی ہے تو بھٹک جاتی ہے، مگر نیک روح کو ہر حال میں واپس اپنے اللہ کے راستے پر پلٹنا ہوتا ہے، سو تمہاری نیک روح بھی پلٹ گئی۔'' علیشہ اس کی بات سن کر مسکرا دی تھی۔

''مجھے اللہ سے بہت محبت ہے تیمور، میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ اس کی محبت میں اتنا مزا ہے، وہ خود سے محبت کرنے والوں کو اگر آزماتا ہے تو جو سکون ان کو دیتا ہے، دنیا میں اور کسی کو نہیں دیتا ہے۔ میں اللہ سے بہت پیار کرتی ہوں۔'' تیمور عباس مسکرا دیا تھا۔

''اور وہ انسان کو نوازتا ضرور ہے، چاہے دیر سے ہی سہی، چاہے اس سے مختلف انداز سے، جس انداز سے ہم چاہ رہے ہوتے ہیں۔'' علیشہ کی گود میں ننھا وجود کسمسایا تھا اور پھر ایک دم رونے لگا تھا۔

''ارے!'' علیشہ نے اسے سینے سے لگا لیا۔

''میں اس کے فیڈر اور دودھ وغیرہ لے آؤں۔'' تیمور تیزی سے باہر نکل گیا تھا، علیشہ اسے لیے ٹہلنے لگی تھی۔

''میری جان مت رو، میں تمہیں بہت پیار دوں گی، بہت چاہوں گی اور تمہاری بہت اچھی تربیت کروں گی، کیونکہ تربیت ہی تو نیکی اور بدی کی بنیاد ہوتی ہے۔'' وہ اس سے باتیں کر رہی تھی اور مامتا کی گرمائش پا کر وہ چپ ہو گیا تھا، علیشہ کے بے چین دل کو بھی قرار آ گیا تھا۔

☆.....☆.....☆

فارقلیط حسن نے عیسیٰ احمد اور ماہ وش کو ڈنر پر انوائیٹ کیا تھا، گھر کے کک کے علاوہ باہر سے بھی کک بلوائے گئے تھے، کھانے میں خوب اہتمام ہو رہا تھا۔

''اچھا سا تیار ہو جاؤ، بیٹی پہلی مرتبہ شوہر کے ساتھ دعوت پر آ رہی ہے عروبہ۔'' وہ اسے ہدایت کرنے لگا، عروبہ غضنفر نے ایک کاٹ دار نظر اس پر ڈالی۔

ماہ وش بہت خوش اور مطمئن تھی، اسے دیکھ کر فارقلیط حسن مطمئن ہو گیا تھا، دونوں باپ بیٹی باتوں میں مصروف تھے۔ شہیر بھی کبھی کبھی گفتگو میں حصہ لے لیتا، دوسری طرف عروبہ اور عیسیٰ احمد خاموش بیٹھے تھے۔

''عیسیٰ آپ میرے ساتھ بزنس جوائن کر لو۔'' اچانک ہی فارقلیط حسن نے اسے مخاطب کیا تھا، عروبہ نے فوراً اسے دیکھا۔

''شکریہ۔'' اس نے فارقلیط حسن کی جانب دیکھے بنا جواب دیا۔

''میں سوچوں گا اس بارے میں۔'' وہ فوری طور پر اسے کوئی جواب نہ دے سکا، ماہ وش نے عروبہ کی طرف دیکھا۔

''ماما! آپ کیوں اتنی خاموش ہیں؟'' وہ پوچھنے لگی۔

''تمہاری ماما کی طبیعت کچھ اچھی نہیں ہے بیٹا!'' جواب فارقلیط حسن نے دیا تھا۔

''ماما! آپ کو تو خوش ہونا چاہیے اس چڑیل سے جان چھوٹ گئی آپ کی۔'' شہیر نے بہن کو چھیڑا۔

''پاپا! دیکھ لیں اسے۔'' ماہ وش نے فوراً شکایت کی۔

''شہیر!'' فارقلیط حسن نے شہیر کو تنبیہ کی۔

''تنگ نہیں کرو میری بیٹی کو۔'' وہ مسکرا رہا تھا۔

''میں کہاں تنگ کر رہا ہوں پاپا۔'' وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا۔

عیسیٰ احمد نے ایک بھرپور نظر عروبہ غضنفر پر ڈالی، اسے وہ اس ماحول میں اتنی ہی مس فٹ محسوس ہوئی، جتنی برسوں پہلے صوفیہ آنٹی کے گھر سب کے درمیان لگتی تھی۔

وہ اسی طرح سر جھکائے اردگرد سے بے نیاز اور لاتعلق نظر آتی کھانا کھانے میں مصروف تھی، بلکہ وہ ٹھیک سے کھانا بھی نہ کھا رہی تھی۔ کھانے کے بعد چائے کا دور چلا تھا، عروبہ نماز کا کہہ کر اپنے روم میں چلی گئی تھی۔

فارقلیط حسن نے واپسی پر ان دونوں کو تحائف دیئے تھے، عیسیٰ احمد بہت خاموش تھا، جبکہ ماہ وش مسلسل بول رہی تھی۔

''ماہ وش!'' وہ اچانک اسے پکار بیٹھا۔

''جی!''

''آپ کی ماما اتنی خاموش کیوں تھیں؟'' اس نے نظریں گھما کر ماہ وش کو دیکھا۔

''پاپا نے بتایا تو تھا کہ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔'' وہ بتانے لگی۔

''کیا آپ کے ماما، پاپا میں کوئی جھگڑا ہوا ہے؟'' وہ نا چاہتے ہوئے بھی پوچھ بیٹھا اور ماہ وش چونکی۔

''جھگڑا۔'' خود کو سنبھالتے ہوئے وہ ہنس دی۔

''وہ دونوں کبھی بھی جھگڑا نہیں کرتے، ایک دوسرے کو ابھی تک اتنا چاہتے ہیں کہ میں اور شہیر انہیں Love Birds کہتے ہیں۔'' وہ ہنستے ہوئے بتا رہی تھی، مگر عیسیٰ احمد مطمئن نہ ہوا تھا۔

☆.....☆.....☆

نویلہ عشاء کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تو زین ندیم کا انتظار کرنے لگی، مگر وہ ماما کے پاس بیٹھا ان سے باتیں کر رہا تھا، اس کا انتظار کرتے کرتے بہت ٹائم ہو گیا، اسے صبح ہاسپٹل بھی جانا تھا، وہ روم سے باہر نکلی، ماما کے روم کی لائٹ بند تھی، البتہ اسٹڈی کی لائٹ آن تھی، وہ وہیں آ گئی۔

زین ندیم سامنے ہی ایزی چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ چہرے پر غصے اور خفگی کے اثرات نمایاں تھے۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس کے قریب آ رکی۔

''زین!'' اس نے ہاتھ اس کے شانے پر رکھا جیسے اس نے فوراً جھٹک دیا۔

''یہاں کیوں بیٹھے ہیں؟'' وہ نرمی سے بولتے ہوئے استفسار کرنے لگی۔

''سونا نہیں ہے؟'' وہ ایسے بات کر رہی تھی، جیسے ان کے درمیان کچھ غلط نہ ہوا ہو۔

''آپ آرام کریں، میری فکر چھوڑ دیں۔'' وہ روکھائی سے بولا۔

''آپ صرف ایک دفعہ میری بات سن لیں۔'' وہ اس کے سامنے چیئر پر بیٹھ گئی۔

''مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی نویلہ۔ Please leave me alone'' وہ اجنبیت لہجے میں سموتے ہوئے بولا تھا۔

''اگر آپ میری بات نہیں سنیں گے تو یہ مسئلہ resolve کیسے ہوگا؟'' وہ از حد فکر مند تھی، مگر زین ندیم اس کی بات سننے کے لیے ہرگز تیار نہ تھا۔

''مسئلہ نہیں دھوکا۔'' وہ زہر خند ہوا۔

''اور دھوکا بے نقاب ہوتا ہے resolve نہیں۔'' وہ لفظوں کو چبا کر بولا۔

''میں نے کوئی دھوکا نہیں دیا آپ کو۔'' وہ خود پر ضبط کرتے ہوئے بولی۔

''ایک اور جھوٹ۔'' اس نے طنز سے کہتے ہوئے سر جھٹکا۔

''میں جھوٹ نہیں بولتی زین۔'' اسے زین کی مسلسل الزام تراشی بہت بری لگ رہی تھی، مگر وہ بے بس تھی۔

''اونہہ۔'' زین ندیم نے سر جھٹکا۔

''آپ کو تو جھوٹ بول کر نیند ہی نہ آتی تھی اور اپنی نئی زندگی کی بنیاد ہی جھوٹ پر ڈالی آپ نے۔'' وہ اسے مسلسل کچوکے لگا رہا تھا۔

''آپ کو میری بات پر یقین نہیں ہے، اس لیے میں آپ سے اب کوئی بات نہیں کروں گی، اپنی صفائی میں کچھ نہیں کہنا مجھے اب۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

''کہنے کو کچھ ہوگا تو کہیں گی نا۔'' وہ استہزائیہ انداز میں بولا۔

''آپ نے مجھے بہت ہرٹ کیا ہے زین، میں آپ کو بہت مختلف سمجھی تھی، مگر آپ نے ثابت کر دیا، سب مرد ایک جیسے ہوتے ہیں، عورت کی غلطی کو معاف نہ کرنے والے۔'' وہ باہر کی جانب بڑھ گئی، زین ندیم اس کے الفاظ میں کھو کر رہ گیا۔

☆.....☆.....☆

اب ایسے چاک پر کوزہ گری ہوتی نہیں تھی
کبھی ہوتی تھی مٹی اور کبھی ہوتی نہیں تھی

بہت پہلے سے افسردہ چلے آتے ہیں ہم تو
بہت پہلے کہ جب افسردگی ہوتی نہیں تھی

وہ پتھر کا ایک ایسا بت بنی بیٹھی تھی کہ جس کو تراشنے والے نے بہت محبت سے تراشا تھا، اسے پوجا تھا اور جب وہ مکمل ہو گیا تو اسے اس میں نقائص نظر آنے لگے اور وہ خود ہی ہتھوڑے لے کر اسے توڑنے کے درپے ہو گیا اور وہ بے بس سا بت اپنی قسمت پر کف افسوس ملنے لگا تھا اور حیرت زدہ سا اس ساحر کو دیکھتا اور کبھی اپنے ٹکڑے ٹکڑے ہوتے وجود کو۔

فارقلیط حسن پچھلے آدھے گھنٹے سے اپنے فون پر بزی تھا، وہ ہنس ہنس کر کسی لڑکی سے باتیں کر رہا تھا، عروبہ غضنفر حیرت اور بے بسی کی تصویر بنی بیٹھی کبھی اسے اور کبھی ہاتھ کی لکیروں کو دیکھتی۔

''کس سے بات کر رہے تھے؟'' وہ فون بند کر کے سونے کے لیے لیٹنے لگا تو عروبہ غضنفر اپنی جگہ سے اٹھی اور اس کے قریب آئی۔

''میری دوست ہے تارا۔'' وہ سکون سے اسے جواب دیتے ہوئے سائیڈ ٹیبل سے سگریٹ اور لائٹر نکالنے لگا۔

''جوان بیٹی کے باپ ہیں، کیا یہ حرکتیں آپ کو زیب دیتی ہیں؟'' وہ تیکھے پن سے بولی تو فارقلیط حسن نے ایک گہرا کش لگاتے ہوئے دھواں فضا میں چھوڑا اور ہنس دیا۔

''کیا میں دیکھنے میں جوان بیٹی کا باپ لگتا ہوں؟'' وہ حظ اٹھاتے ہوئے بولا اور وہ صحیح تو کہہ رہا تھا، وہ آج بھی ینگ، اسمارٹ اور ڈیشنگ تھا، جیسے اتنے برسوں میں وقت اسے چھوئے بنا گزرا ہو، عروبہ البتہ کمزور اور اپنی عمر سے بڑی لگنے لگی تھی۔

''آپ کیوں کر رہے ہیں ایسا؟'' وہ خود پر ضبط کے بند باندھتی ہوئی بولی۔

''کیسا؟'' اس نے تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے کہا اور ایک اور کش لگاتے ہوئے دھواں فضا کے سپرد کیا، عروبہ غضنفر کھانسنے لگی۔

''آپ بھول گئے، آپ مجھ سے محبت کرتے تھے؟'' اسے خبر نہ ہوئی اور وہ اس سے محبت کی بھیک مانگنے لگی، اپنی گم گشتہ محبت کو اس کے اندر تلاش کرنے لگی۔

''محبت؟'' وہ استہزائیہ انداز میں ہنسا، عروبہ کا دل دکھ سے کٹنے لگا۔

''اب نہیں کرتا۔'' عروبہ غضنفر کے چہرے کا رنگ متغیر ہوا، اس کے دل میں درد اٹھا اور رفتہ رفتہ پورے بدن میں پھیل گیا، اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

''آپ بہت اچھے تھے فارقلیط حسن..... پھر.....''

''میں بہت برا ہوں، اب یقین کر لو۔'' وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا تھا۔

''میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں فارقلیط، پلیز میرے ساتھ ایسا مت کریں، پھر پہلے جیسے ہو جائیں نا، میرے ہمدرد، دوست، میرے غمگسار، میرے محافظ۔'' وہ اس کی منت کر رہی تھی، اس سے دو بوند محبت مانگ رہی تھی، دل کی پیاسی سرزمین کو سیراب کرنے کی خاطر، مگر فارقلیط حسن کو اس پر ترس نہ آیا تھا، وہ شاید اسے اپنی محبت کی پیاس سے مارنا چاہتا تھا، جبھی تو اسے نظر انداز کر کے لیٹ گیا، وہ

بھول رہی تھی مانگے کی محبت دل کو سکون نہیں دیتی روح میں اضطراب بھر دیتی ہے، مگر وہ غلطی کر رہی تھی، محبت کو بھیک سمجھ کر مانگتے ہوئے۔

☆.....☆.....☆

فروا جب سے عروبہ سے مل کر آئی تھی، بہت خوش اور مطمئن تھی، دل اور ضمیر پر جو اتنا بڑا بوجھ تھا وہ سرک گیا تھا۔

''ماما!'' وہ تیار ہو رہی تھی، جب معصب اس کے پاس آیا تھا۔

''جی ماما کی جان!'' اس نے مسکرا کر بیٹے کو دیکھا تھا، وہ بہت اداس اور پریشان دکھائی دے رہا تھا۔

''ماما! میرے ساتھ بہت برا ہوا۔'' اس کی بات پر لپ اسٹک لگاتا فروا کا ہاتھ رک گیا۔

''اللہ خیر کرے، کیا ہوا بیٹا؟'' وہ تیزی سے مڑی اور اس کے پریشان چہرے پر نظر ڈالی۔

''ماہ وش کی شادی ہو گئی۔'' فروا اس کی بات سن کر شاکڈ رہ گئی۔

''کس نے بتایا؟''

''اکیڈمی سے پتا چلا۔'' وہ اداسی سے گویا ہوا۔

''کہاں ہوئی اس کی شادی اور کب۔'' وہ حیرت زدہ تھی۔

''ہماری اکیڈمی کے اونر، سر عیسیٰ احمد سے۔'' اب کی بار فروا بری طرح چونکی، اس نام کے ساتھ بہت تکلیف دہ یادیں جڑی ہوئی تھیں اس کی۔

''بیٹا! جو انسان کی قسمت میں نہیں ہوتا نا، ہم جتنی مرضی کوشش کر لیں، وہ ہمیں نہیں مل سکتا، نہ رونے سے، نہ دعاؤں سے۔'' فروا اس کے دکھ کو سمجھتی تھی، وہ خود اس تکلیف سے گزری تھی، ادھوری محبت کے درد اور کرب سے واقف تھی۔

''اتنی جلدی کیوں کی شادی اس کے پیرنٹس نے؟'' وہ افسردگی سے بولی۔

''ماہ وش عیسیٰ احمد کو پسند کرتی تھی۔ وہ سر جھکائے کھڑا تھا۔

''عیسیٰ احمد!'' فروا کے لبوں نے بے آواز جنبش کی تھی۔

''جی ماما!'' معصب علی چند ثانیے منتظر سا اس کے پاس کھڑا رہا اور جب فروا اس کی جانب متوجہ نہ ہوئی تو وہ باہر نکل گیا۔

''یہ تم نے کیا کر دیا عروبہ.....؟'' اس کے اندر ایک توڑ پھوڑ جاری تھی۔

''اس شخص کی وجہ سے تمہاری زندگی مذاق بنی، اس نے ہمیں کتنا دکھ دیا، پھر تم نے اسے کیوں اتنی اہمیت اور یہ حیثیت دی۔'' اس کے زخم تازہ ہونے لگے تھے، اسے اپنے اور عروبہ کے نقصان یاد آنے لگے تھے۔

☆.....☆.....☆

نویلہ کافی دیر سے ہاسپٹل سے لوٹی تھی، ماما اس کا انتظار کر رہی تھیں، دونوں نے اکٹھے لنچ کیا اور اس کے بعد نویلہ آرام کرنے کی غرض سے اپنے روم میں چلی گئی تھی۔

''کیا کروں؟ کس سے کہوں؟'' وہ بے چینی میں ادھر سے ادھر ٹہل رہی تھی، کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا، کیا کرے، دفعتاً اس کے موبائل کی بپ نے اسے متوجہ کیا۔

اس نے آگے بڑھ کر دیکھا، زین کی کال تھی، اس نے اٹینڈ کرتے ہوئے موبائل کان سے لگایا اور سلام کیا۔

''آج لیٹ ہو جاؤں گا، ماما سے کہنا کھانے پر میرا ویٹ نہ کریں۔'' وہ گہری سنجیدگی لہجے میں سموتے ہوئے بولا۔

''خیریت ہے زین؟'' وہ فکرمندی سے پوچھ رہی تھی اور اس کی بات سن کر زین ندیم کا پارہ ہائی ہونے لگا تھا۔

''آپ کو میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ روکھائی سے بولا۔

''آپ کب تک ناراض رہیں گے؟'' وہ از حد پریشان تھی، وہ نہیں جانتی تھی کہ زین ندیم کی ناراضی کیسے ختم ہو گی اور اسے کیا کرنا چاہیے، وہ تو اس سے بات تک کرنے کا روادار نہ تھا۔

''میں ناراض ہوں یا جو بھی، آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، ماما کو میرا میسج دے دیں، وہ کال ریسیو نہیں کر رہیں۔'' کہتے ساتھ ہی اس نے کال بند کر دی تھی، نویلہ نے سیل فون کو کان سے ہٹا کر اسے گھورا تھا۔

☆.....☆.....☆

اسے اپنی بیٹی سے بہت ڈر محسوس ہو رہا تھا، اس نے اسے کہا تھا کہ آج وہ وہاں سے چلی جائے گی، مگر ایسا تو صرف وہ اس سے ڈر کر کہہ گئی تھی، ورنہ اس کا کون سا ٹھکانہ تھا؟ وہ کہاں جاتی؟ کس سے اپنا درد کہتی؟

وہ اداس و ملول کمرے کی کھڑکی میں کھڑی تھی جب دروازے پر دستک ہوئی، اس نے نہ ہی مڑ کر دیکھا، نہ کچھ بولی۔

''مجھے حیرت ہے اس شخص پر، وہ تو آپ سے بہت محبت کرتے تھے، پھر اب کیا ہو گیا انہیں، یوں اچانک سب کچھ ختم کر دیا۔''

وہ شام دوبارہ اس کے گھر گیا تھا، مگر اسے وہ وہاں ابھی بھی نہیں ملا تھا، نا جانے وہ کہاں گیا تھا۔

''وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں، میرا دل یہ نہیں مانتا کہ انہوں نے مجھے دل سے نکال دیا۔'' وہ مڑے بنا ہی بولی۔

''میں اتنے سالوں تک یہی سوچ کر مطمئن رہا کہ آپ ان کے ساتھ خوش ہیں، یہ بات میرے اطمینان کے لیے کافی تھی کہ آپ ماضی کی تکالیف کو بھلا کر ان کے ساتھ اچھی زندگی گزار رہی ہیں اور اسی لیے میں نے آپ کی لائف میں انٹرفیئر نہیں کیا کبھی۔'' دروازے کے باہر کھڑی اس کی بیوی کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی تھی، اس کا شک درست ثابت ہوا تھا۔

''آخر وہ گئے کہاں؟'' حیرت میں ڈوبی اس کی آواز ابھری۔

''کہیں وہ بھی باہر تو نہیں چلے گئے؟'' وہ اپنا خیال ظاہر کرنے لگا۔

''وہ مجھے اکیلا چھوڑ کر کیسے جا سکتے ہیں۔'' وہ روہانسی ہوئی۔

''آپ کو ابھی بھی ان سے اچھی امید ہے؟'' وہ نا چاہتے ہوئے بھی کہہ گیا۔

''میں ایک بار پھر جاؤں گا، مگر مجھے ایسا لگتا ہے کہ وہ.....'' وہ قصداً بات ادھوری چھوڑ کر خاموش ہو گیا۔

''میں صبح ہوتے ہی یہاں سے چلی جاؤں گی۔'' اس نے اطلاع دی۔

''آپ کو یہاں سے جانے کی ضرورت نہیں ہے، جب تک ہمارا ان سے رابطہ نہیں ہو جاتا۔'' اس نے فوراً منع کیا تھا۔

''میں کب تک یہاں پڑی رہوں گی؟'' وہ جیسے خود سے سوال کر رہی تھی۔

''آپ کی مشکلوں میں کہیں نہ کہیں تو میرا ہاتھ بھی ہے، اتنا تو حق بنتا ہے آپ کا۔'' وہ کہہ کر پلٹ گیا تھا اور وہ حزن و ملال کی تصویر بنی وہیں کھڑی رہی۔

☆.....☆.....☆

شہیر کا ایڈمیشن انجینئرنگ میں ہو گیا اور وہ یونیورسٹی کے ہاسٹل میں چلا گیا تھا، فارقلیط حسن کو نہ تو اب کوئی ڈر تھا، نہ شرم اور نہ ہی جھجک، اب وہ اکثر اپنے ساتھ اپنی گرل فرینڈز کو گھر لے آتا تھا، عروبہ غضنفر کڑھتی رہتی، کبھی اس سے جھگڑتی، روتی، مگر اسے مطلق پروا نہ تھی۔

''خدا کے لیے انہیں گھر مت لایا کریں۔'' ابھی بھی اس کی گرل فرینڈ ان کے گھر دو گھنٹے گزار کر گئی تھی اور اس کے جاتے ہی وہ بھڑک اٹھی تھی۔

''میرا گھر ہے، جسے چاہوں لاؤں، تمہیں اعتراض کا کوئی حق نہیں ہے۔'' وہ اجنبیت لہجے میں سموتے ہوئے بولا، عروبہ غضنفر اس کے لفظوں کے زہر سے مرنے لگی تھی۔

''فارقلیط!'' وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی، اس نے ایک نظر عروبہ غضنفر پر ڈالی اور باہر نکل گیا۔

اس کے روم سے نکلتے ہی عروبہ غضنفر کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہونے لگا، وہ وضو کر کے جائے نماز پر جا بیٹھی۔

''مجھے کس بات کی سزا مل رہی ہے مالک!'' اس کا دل بھرانے لگا تھا۔

''مجھے فارقلیط حسن کے بغیر نہیں رہنا۔'' وہ زار و قطار رو رہی تھی جب فارقلیط حسن گنگناتا ہوا، ہاتھ میں کافی کا مگ تھامے اندر داخل ہوا، اس نے جائے نماز سمیٹی اور باہر کی جانب بڑھی، فارقلیط حسن نے ایک نظر اس کے روئے ہوئے چہرے کو دیکھا۔

''کہاں چلی؟'' وہ استفسار کرنے لگا، عروبہ غضنفر نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی سے اس کے پاس سے گزری۔

''اتنی ناراضگی؟'' اس نے عروبہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''ہاتھ چھوڑیں فارقلیط!'' اس نے ہاتھ چھڑانا چاہا۔

''چھوڑنے کے لیے تو نہیں پکڑا۔'' وہ معنی خیزی سے بولا۔

''مجھے اب آپ کی ایسی باتیں بالکل اچھی نہیں لگتیں۔'' وہ سوں سوں کرتی بولی۔

''تمہیں تو اب میں ہی اچھا نہیں لگتا۔'' اس کو زبردستی پاس بٹھایا۔

''کافی پیو گی؟'' آفر آئی۔

''میرا دل جلانے کے لیے آپ کا رویہ کافی ہے۔'' وہ اٹھ کر باہر نکل گئی، فارقلیط حسن نے اسے جانے دیا۔

☆.....☆.....☆

فروا کو بابا نے اپنے آفس بلوایا تھا، وہ دل پر ڈھیروں بوجھ لیے ان کے پاس گئی تھی اور وہ فوراً اس کی اداسی کو بھانپ گئے تھے۔

''خیریت ہے بیٹا؟'' وہ اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھے ہوئے اس کے تاثرات کو جانچنے کی کوشش کر رہے تھے۔

''جی بابا!'' وہ بشاشت سے مسکرائی۔

''آپ بتائیں، آپ نے کیسے یاد فرمایا؟''

دل کا درد ان سے چھپاتے ہوئے وہ نرم مسکان لبوں پر سجاتے ہوئے گویا ہوئی۔

''بیٹا!'' انہوں نے ایک گہری سانس فضا کے سپرد کی۔

''صوفیہ کی حالت دن بہ دن بگڑتی جا رہی ہے۔ میری پہلی بیوی، میری محبت، گل افزاء میرے اور فیملی کے لگائے زخموں کی تاب نہ لا سکی، ساری زندگی تڑپنے کے بعد چلی گئی، میں جانتا ہوں مجھے اس کے لیے اللہ کو جواب دینا ہوگا۔'' وہ لمحہ بھر کو رکے، فروا بغور ان کے مرجھائے ہوئے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔

''صوفیہ نے میرے اور گل افزاء کے ساتھ بہت برا کیا، اس نے عروبہ پر بھی بہت ظلم کیا، مگر اس وقت اسے میری اشد ضرورت ہے، میں بزنس کو نہیں دیکھ پا رہا، نہ ہی اس کا ٹریٹمنٹ کروا پا رہا ہوں صحیح طریقے سے۔'' ان کی لمبی چوڑی تمہید سے فروا بن کہے ہی ان کا مدعا جان گئی تھی۔

''میں چاہتا ہوں بیٹا آپ بزنس سنبھال لو اور اگر آپ کے پاس وقت نہیں تو پھر میں اسے بیچ دیتا ہوں، قبل اس کے کہ یہ ڈوب جائے۔'' فروا کو ان پر بہت ترس آیا تھا، وہ ان کی جانب دیکھتی رہی، غضنفر علی آس بھری نگاہیں فروا پر جمائے بیٹھے تھے۔

''بابا آپ فکر مت کریں، میں آفس جوائن کر لیتی ہوں۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو ان کے شانوں سے جیسے بہت بڑا بوجھ ہٹ گیا تھا۔

''مجھے اپنے بیٹے سے یہی امید تھی۔'' انہوں نے انٹرکام پر دو کپ کافی کا آرڈر دے دیا تھا۔

''بابا! آپ کو پتا ہے۔'' فروا نے اٹکتے ہوئے کہا۔

''کیا؟'' وہ واپس آ کر اس کے پاس بیٹھے۔

''عروبہ نے اپنی بیٹی کی شادی کر دی ہے۔'' غضنفر علی نے بری طرح چونکتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔

''اچھا!'' وہ بس یہی کہہ سکے۔

''اور شادی پتا ہے کس سے کی ہے؟'' وہ مزید گویا ہوئی۔

''کس سے؟'' غضنفر علی نے استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''عیسیٰ احمد سے۔'' غضنفر علی کو ایسا لگا چھت ان کے سر پر آ رہی ہو، وہ بے یقینی سے فروا کو دیکھ رہے تھے۔

''یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے کہ عروبہ نے بیٹی کی شادی عیسیٰ احمد سے کیوں کی؟'' یہی بات صوفیہ نے بھی بتائی تھی، مگر غضنفر علی نے یہی سوچا کہ وہ یہ بات خود سے کہہ رہی ہیں اور درحقیقت ایسا کچھ نہیں۔

''میں عروبہ سے ملنے گئی تھی۔'' کافی آ گئی تھی اور فروا نے اپنا کپ اٹھا لیا اور دوسرا کپ غضنفر علی کی جانب بڑھایا۔

''اس کا ظرف بہت بڑا ہے بابا!'' اس نے کافی کا سپ لیا، غضنفر علی آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہے تھے۔

''اس نے مجھے معاف کر دیا بابا.....'' غضنفر علی اب بھی خاموش تھے۔

''آپ کیوں نہیں جاتے اس کے پاس؟'' وہ اب استفسار کر رہی تھی۔

''مجھے اس سے معافی نہیں چاہیے فروا۔'' وہ نگاہیں جھکا کر اداسی سے بھرپور لہجے میں بولے۔

''میں چاہتا ہوں وہ مجھے روز قیامت گریبان سے پکڑ کر خدا کی عدالت میں پیش کرے، میں نے جو اس کے ساتھ کیا مجھے اس کی سزا دلوائے۔'' فروا کو ان کی بات سے بے حد دکھ ہوا تھا۔

''وہ کبھی ایسا نہیں کرے گی بابا۔'' فروا نے کہا۔

''آپ کو اس کے پاس جانا چاہیے، اس سے بات کرنی چاہیے۔'' وہ انہیں سمجھا رہی تھی، اکسا رہی تھی اور غضنفر علی سر جھکائے بیٹھے ٹھنڈی ہوتی کافی کو گھور رہے تھے۔

☆.....☆.....☆

ماہ وش ضد کر رہی تھی کہ اسے ماما پاپا سے ملنا ہے اور عیسیٰ احمد اسے ٹال رہا تھا، بالآخر وہ اس سے خفا ہو گئی۔ مجبوراً عیسیٰ احمد کو اسے لے کر جانا پڑا۔

''آپ میری ماما کو ایسے کیوں مخاطب کرتے ہیں؟'' واپسی میں وہ اس سے سوال کر رہی تھی۔

''کیسے؟'' اس نے گردن گھما کر ساتھ بیٹھی ماہ وش کو دیکھا۔

''آپ، جناب کے انداز میں۔'' وہ کہہ گئی۔

''وہ ینگ ہیں، عمر میں شاید میرے جتنی یا پھر مجھ سے بھی چھوٹی، اب میں انہیں آنٹی یا باجی تو کہنے سے رہا۔'' عیسیٰ احمد نے وضاحت کی۔

ماہ وش کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس نے برا منایا ہے، اسی لیے دوبارہ کوئی بات نہ کی، شام کو وہ دونوں لاؤنج میں بیٹھے چائے پی رہے تھے، سامنے ٹی وی آن تھا، عیسیٰ احمد نیوز سن رہا تھا۔

''آپ کے پیرنٹس میں کوئی جھگڑا چل رہا ہے؟'' عیسیٰ احمد نے اچانک پوچھا تھا، ماہ وش نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ میرے پیرنٹس کا جھگڑا نہیں ہوتا۔'' اس نے بتایا۔

''سب میاں، بیوی کا جھگڑا ہو جاتا ہے۔'' وہ بولا تھا،

''کیا آپ بھی مجھ سے جھگڑیں گے؟'' وہ اس سے سوال کرنے لگی تھی۔

''نہیں۔'' عیسیٰ احمد نے مسکراتے ہوئے سر کو ہولے سے جنبش دی۔

''ایک بات پوچھوں احمد؟'' وہ جب بھی اس کا نام لیتی اسے احمد ہی کہتی تھی اور وہ ہنس دیتا تھا۔

''پوچھو!''

''کیا آپ کسی کو پسند کرتے تھے؟'' وہ بولی تو عیسیٰ احمد نے چونکتے ہوئے اسے دیکھا۔

''ہاں۔'' وہ چھپا نہ سکا۔

''تو شادی کیوں نہیں کی؟'' ماہ وش کا دل زور سے دھڑکا۔

''اس کی شادی کسی اور سے ہو گئی۔'' اس نے بتایا۔

''کیا وہ بھی آپ کو پسند کرتی تھی؟'' وہ مزید استفسار کرنے لگی۔

''نہیں۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا، ماہ وش مزید کچھ نہ پوچھ سکی، اس کا جی چاہا اس سے پوچھے کہ ''کیا وہ اب بھی اسے پسند کرتا ہے، یا اسے یاد کرتا ہے۔'' مگر وہ ہمت نہ کر سکی۔

☆.....☆.....☆

سر بزم تحیر روبروئے یار
می رقصم!
وفور عشق سے افشب
ستارہ وار، می رقصم!
میں ایسا ہوں کہ وہ مجھ سے
کبھی غافل نہیں رہتا
تو کیسا ہے؟ وہ جب کرتا ہے استفسار
می رقصم!
میری وحشت تو میرے پاؤں ٹکنے ہی نہیں دیتی
سر خانہ،
سر محفل،
سر بازار،
می رقصم!
نظر ٹھہرے جہاں میری
وہیں رہتا ہوں میں رقصاں
اسی باعث سدا پیش لب و رخسار
می رقصم!
ادھر تو دھیان ہی میرا نہیں
اجر وفا کیا ہے
ترے قدموں میں رکھ کر جبہ و دستار
می رقصم!

سرما کی گہری اداس شام، چاروں اور شور، شرابہ، ہنگامے برپا تھے۔ دنیا ویسی ہی آباد تھی، بس صرف ایک فارقلیط حسن تھا جس کے اندر کے سناٹے بڑھتے جا رہے تھے، اس کے دل میں ایک مہیب سناٹا تھا، گہری خاموشی، اسے اب تک یقین نہ آ رہا تھا کہ واقعی اس نے ایسا

کر دیا ہے، وہ جو اس کا دیوانہ تھا، اسے بے حد چاہتا تھا، اس کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتا تھا، وہ ساحل کنارے کھڑا تھا، سردی بڑھتی جا رہی تھی، رات گہری ہونے لگی، وہ دو دن سے اپنے گھر سے نکلا ہوا تھا، اسے واپس اس گھر میں جاتے ہوئے وحشت ہو رہی تھی، خوف محسوس ہو رہا تھا۔

دفعتاً اس نے ایک فیصلہ کیا۔ وہ واپس مڑا، گاڑی میں بیٹھا اور رش ڈرائیونگ کرتا ہوا گھر پہنچا، وہ اسے سچ بتانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

''عروبہ!'' وہ اسے آوازیں دیتا ہوا گھر میں داخل ہوا۔

''عروبہ!'' وہ آگے بڑھا، لمبی روش عبور کرتا ہوا لاؤنج کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

لاؤنج میں ادھر ادھر صفحات بکھرے ہوئے تھے، وہ تیزی سے بیڈ روم کی جانب بڑھا، اندر داخل ہوتے ہی اس کی نظر اپنی اور عروبہ کی تصویر پر جا پڑی، جس کا فریم ٹوٹا ہوا تھا، کارپٹ پر اس کے خون کے دھبے لگے ہوئے تھے۔

''عروبہ! تمہارے چوٹ لگی، خون نکلا؟'' وہ خود کلامی کے سے انداز میں بڑبڑایا۔

''تم نے.....تم نے.....تو.....دوا بھی نہ لگائی ہوگی۔'' اس کی حالت غیر ہونے لگی تھی، اس نے تصویر کو اٹھا کر سینے سے لگا لیا اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

''واپس آجاؤ عروبہ! پلیز واپس آجاؤ، میں صرف اور صرف تم سے محبت کرتا ہوں، میں نے جو کہا، بکواس کیا۔''

''عروبہ! تم میرا عشق ہو، میری روح ہو، تم سے جدا ہو کر یہ دو دن میں نے کیسے گزارے ہیں، کاش تم میرے سامنے آؤ، میں تمہیں بتاؤں۔'' وہ رو رہا تھا، اس نے ایک بیوقوفانہ سوچ کے تحت اپنا ہنستا بستا گھر اجاڑ لیا تھا۔

وہ اس سے شدید اور گہری محبت کرتا تھا، اسی محبت میں وہ انتہاؤں پر چلا گیا تھا اور عظیم نقصان سے دوچار ہوا تھا، اس کی یادیں فارقلیط حسن پر پتھراؤ کرنے لگی تھیں۔

نچایا عشق نے جیسے بلھے کو تھیا تھیا کر
اسی دھج سے بوقت جستجوئے یار
می رقصم!
سبھی بستی کے مرد و زن نا جانے سو گئے کب سے
مگر جاڑے کی شب میں ایک زندہ دار
می رقصم!
بڑے چکر ہیں چاہت میں
بڑے چرکے ہیں قسمت میں

نہ شمشیر می رقصم!

نہ پرکار می رقصم!

''عروبہ واپس آجاؤ۔'' وہ اسے پکار رہا تھا، تڑپ رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

زین ندیم کا رویہ روز بروز نویلہ کے ساتھ بگڑتا جا رہا تھا، کام کا بہانہ بنا کر وہ رات دیر تک گھر نہ آتا اور نویلہ کی راتیں سولی پر لٹکتے ہوئے گزرتیں۔

''ایسا کب تک چلے گا زین؟'' آخر کار اس روز وہ رات دو بجے گھر آیا تو نویلہ اس کی منتظر تھی۔

''مجھے نہیں معلوم۔'' وہ چینج کر کے سونے کے لیے لیٹ گیا۔

''آپ ایک بار اپنی ماما.....''

''میں نے کہا نا کہ ماما سے بات نہیں کرنی۔'' وہ درشتی سے اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔

''ایسے تو یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔'' وہ روہانسی ہوئی۔

''مجھے اسے حل کرنا بھی نہیں ہے۔'' وہ روکھائی سے بولا۔

''آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟''

''میں یہ چاہتا ہوں کہ تم میری نظروں کے سامنے سے چلی جاؤ فی الحال۔'' اس نے کٹھور پن کی انتہا کر دی تھی، نویلہ اس کے سامنے سے ہٹ گئی تھی، وہ رات اس نے سولی پر لٹکتے ہوئے گزاری تھی۔

اگلے روز زین کے آفس جاتے ہی وہ غضنفر ہاؤس آ گئی تھی، ماما کو بتا دیا تھا کہ وہ اپنی والدہ کی عیادت کو جا رہی ہے، مگر فی الحال اس کا واپس جانے کا ارادہ نہ تھا، زین ندیم نے اسے جو ایک مسلسل اذیت میں مبتلا کر رکھا تھا، وہ چند دنوں کے لیے اس سے چھٹکارا چاہتی تھی۔

☆.....☆.....☆

اسے اپنے کمرے میں شدید گھٹن ہو رہی تھی، مگر وہ باہر بھی نہ نکل سکتی تھی، وہ بیڈ پر پاؤں لٹکائے بیٹھی تھی جب دروازہ دھاڑ سے کھلا اور اس کی بیٹی اندر داخل ہوئی۔

''تو یہ ہے آپ کی اصلیت.....!'' وہ پھنکاری۔ اس نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔

''مجھے تو پہلے ہی شک تھا کہ آپ دونوں کے درمیان کچھ ہے، جبھی تو آپ میری شادی ان سے کرنے کے حق میں نہ تھیں، آپ کو ذرا شرم نہ آئی میرے شوہر پر ڈورے ڈالتے ہوئے.....؟ ماما.....! وہ آپ کا داماد تھا، آپ کی بیٹی کا شوہر۔'' وہ بولتے بولتے ہانپنے لگی تھی،

دوسری جانب وہ آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہی تھی۔

''آپ کو کیا لگتا تھا، مجھے پتا نہیں چلے گا آپ کے ان کالے کرتوتوں کا، میرے پاپا کے منہ پر کالک مل کر آپ یہاں آ بیٹھیں۔''

دروازہ کھلا اور اس کا شوہر اندر آیا۔

''آپ میں ذرا بھی شرم اور غیرت ہو تو یہاں سے نکل جائیں۔''

''بند کرو اپنی بکواس ماہ وش.....'' عیسیٰ احمد زور سے دھاڑا۔

''آپ دونوں کو شرم سے ڈوب مرنا چاہیے۔'' وہ زور سے چلائی۔

''ماں کا کردار تو بچے کے لیے عمر بھر کا حوالہ ہوتا ہے، آپ ایسی تھیں ماما، اتنی غلیظ۔'' وہ حقارت سے بولی۔

''ماہ وش چپ ہو جاؤ۔'' عیسیٰ احمد نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھا، سامنے وہ پتھر کا بت بنی بیٹھی تھی، اس کی آنکھوں میں آنسو جم گئے تھے۔

''نفرت ہے، مجھے آپ سے، شدید نفرت۔'' وہ اس کا ہاتھ منہ سے ہٹا کر چلائی۔

''میرے پاپا کو اجاڑ کر، برباد کر کے اب مجھے برباد کرنے آئی ہیں۔'' اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ انہیں دھکے دے کر گھر سے نکال دیتی۔

''چلو یہاں سے تم۔'' وہ اسے باہر کی طرف دھکیلتا ہوا بولا۔

''نہیں۔'' وہ سر کو زور زور سے نفی میں ہلانے لگی۔

''انہیں نکالو یہاں سے، ورنہ یہ مجھے بھی برباد کر دیں گی، آپ ان سے محبت کرتے ہیں نا، ابھی تک کرتے ہیں..... آپ نے..... مجھے..... خود..... بتایا تھا۔'' اس پر ہذیان طاری ہونے لگا تھا۔

عیسیٰ احمد اسے بمشکل کھینچ کر وہاں سے لے گیا تھا، عروبہ غضنفر مر گئی تھی، مٹ گئی تھی، فنا ہو گئی تھی، اپنی بیٹی کے منہ سے ایسی باتیں سن کر۔

☆.....☆.....☆

رات کی سیاہی گہری ہونے لگی تھی، سارا عالم خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہا تھا اور وہ اپنی روح کے زخموں سے بلبلاتی ہوئی، تڑپتی سسکتی، بالآخر فیصلہ کرتی وہاں سے اٹھی اور آہستگی سے دروازہ کھولتے ہوئے، دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی باہر کی جانب بڑھی۔

گیٹ سے باہر قدم رکھتے ہی سرد ہوا کے تیز جھونکے نے اس کا استقبال کیا، وہ اپنی سیاہ نصیبی پر آنسو بہاتی چلی جا رہی تھی۔

''لوگ کہتے ہیں رشتے ناتے بہت مضبوط ہوتے ہیں اور پھر خود ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ کچے دھاگے کی طرح ہوتے ہیں اور

دھاگا بھی بھلا کبھی مضبوط ہوا ہے، یہ تو ایک جھٹکے سے ٹوٹ جاتا ہے، اپنی زندگی میں، میں نے ہر رشتے کو بہت محبت اور عزت دی، مگر ان سب کے ہاتھوں مجھے ذلیل ہونا پڑا، ان کی آنکھوں میں اپنے لیے نفرت دیکھی تو جانا کہ بھروسے اور اعتبار کے قابل تو صرف تیری ذات ہے۔

زندگی کے تپتے صحرا میں وہ شخص اس وقت گھنا سایہ بن کر آیا جب میں تنہا، آبلہ پائی کا سفر کرتے ہوئے تھکنے لگی تھی، اس کے ساتھ ہونے سے میری تھکن اترنے لگی، ایسا لگنے لگا آزمائش کا دور گزر گیا، مگر یہ میری خام خیالی تھی، آج مڑ کر پیچھے دیکھتی ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ جیسے ایک لاحاصل سفر میں اپنی تمام توانائیاں صرف کر آئی ہوں۔

میرے اللہ! میرا گناہ چھوٹا نہیں ہے، میں نے تجھے بھلا کر انسانوں سے محبت کی، ان کی پروا کی، ان پر بھروسہ اور اعتبار کیا، ہمیشہ تجھ سے ان کی محبت مانگی، کبھی تجھ سے تیری محبت نہیں مانگی، کبھی تیری جستجو نہیں کی، ان دنیاوی محبتوں کے ہاتھوں خوار ہو کر بھی مجھے تیرا خیال نہیں آیا۔'' عمر بھر کی کمائی چند کھوٹے سکے تھے، جنہیں وہ لٹا آئی تھی، انسانوں کی محبت میں سرابوں کے پیچھے بھٹکتی رہی تھی۔

''یا اللہ! مجھے اب تیرے ان بے وفا، ظالم، دغاباز اور جھوٹے انسانوں کے پاس واپس نہیں جانا۔'' زندگی اور رشتوں کی بے ثباتی کا بھید اس پر آج کھلا تھا، بہت سے راز منکشف ہوئے تھے۔

''یا اللہ! تو مجھے نہ ٹھکرانا، اگر تو نے بھی ٹھکرا دیا تو کہاں جاؤں گی؟''

رنگا رنگ کہانیوں سے سجا، خوبصورت اور دلکش

سوہنی ڈائجسٹ

SohniDigest.Com

اگر آپ بھی لکھ رہے ہیں اور اُردو قارئین کی تلاش میں ہیں تو اپنی کہانیاں Inpage میں کمپوز (ٹائپ) کر کے پورے اعتماد کے ساتھ سوہنی ڈائجسٹ میں بھیجیے۔ نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

ابھی sohnidigest@gmai.com پر ای میل کریں۔

جاتا سال اس سے بہت کچھ چھین کر لے گیا تھا اور آنے والے سال نے اس کے دامن میں دکھ، تنہائی، ذلت اور یادوں کا دور ڈال دیا تھا، یکا یک بادل گرجنے لگے اور انسانوں کی بے حسی پر طیش میں آ گئے تھے، آسمان بھی اس کے غم میں رات بھر رویا تھا.....اور چاند تو ازل سے انسانوں کے ظلم کی داستانوں کا گواہ ہے، وہ بھی دور کہیں بادلوں میں غمگین اور اداس منہ چھپا کر بیٹھ گیا تھا، سردی اس کی ہڈیوں میں گھسنے لگی تھی۔

''یا اللہ!'' وہ سڑک کنارے بنی ایک عمارت کے پاس گری، دیوار سے ٹیک لگائے وہ زور زور سے سانس لینے لگی تھی۔

''اللہ..... میں..... قطرہ..... ہوں..... اور تو..... سمندر..... ا..... گر..... وہ..... سمندر..... سے..... الگ..... ہو..... میں سمندر میں..... ملنا..... چاہتی..... ہوں..... اپنی..... شناخت..... چاہیے..... مجھے.....'' درد سے نڈھال اس پر مستزاد غم کی کیفیت، اس پر نقاہت طاری ہونے لگی، اس کا سر ایک طرف کو ڈھلک گیا تھا۔

زندگی کا حاصل

کیا ہے؟

زندگی ہے.....

لاحاصل!!!

میں وفاؤں کی

گزرگاہ سے

گزری ہوں لیکن!!!

لگتا ہے کہ جیسے

لاحاصل.....

لاحاصل.....!!!

❁ ❁

ناول ''می رقصم'' ابھی جاری ہے۔ اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی 20 تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

http://kitaabghar.com

آخری قسط نمبر 20

رات بہت طوفانی بارش آئی تھی، درخت جڑوں سے اُکھڑ گئے تھے، صبح ہر طرف جل تھل ہو گیا تھا، فروا نے آج سے بابا کا آفس جوائن کرنا تھا، موسیٰ علی تو جلد ہی چلا گیا تھا، وہ تیار ہو کر ناشتے کی میز پر آ بیٹھی تھی، جوس کا گلاس ہاتھ میں تھامے وہ سرسری نظر اخبار پر ڈال رہی تھی جب ایک تصویر دیکھ کر چونک اُٹھی۔

''بارش میں ایک عورت کی لاش پولیس کو سڑک کنارے ملی، پولیس نے پوسٹ مارٹم کے بعد لاش کو لاوارث قرار دیتے ہوئے ایدھی سینٹر کے حوالے کر دیا۔'' فروا کا وجود منجمند ہو گیا تھا وہ ہلنے کے قابل نہ رہی تھی۔

''میں اس لیے کہانیاں لکھتی ہوں، تاکہ میرے مرنے کے بعد میرے مداح میرے لیے آنسو بہائیں، مجھے برسوں یاد رکھیں، مجھے شہرت نہیں مرنے کے بعد مداحوں کی محبت چاہیے۔''

تیز ہوا کا جھونکا آیا، فروا نے جھرجھری لیتے ہوئے لاؤنج کی کھلی کھڑکی کو دیکھا۔

''لاوارث!'' اِس کے لبوں نے بے آواز جنبش کی تھی، اخبار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گری تھی۔ اِس کے آس پاس دیکھ بے بسی ملال اور نہ جانے کیا کچھ اڑنے لگا تھا سرد ہوا اس کے پرانے زخموں کو تازہ کرنے لگی تھی، وہ ساکت بیٹھی تھی۔

☆.....☆.....☆

غضنفر علی گھر میں داخل ہوئے تو غیر معمولی شور شرابے کا احساس ہوا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھے اور مین ڈور کھول کر اندر داخل ہوئے آواز اب واضح ہو گئی تھی۔

''چھوڑ دو مجھے.....ورنہ.....میں تمہیں.....بھی مار.....دوں گی.....'' صوفیہ ہذیانی انداز میں چلا رہی تھی۔

''ماما پلیز!'' نویلہ کی بے بسی سے بھرپور آواز اُبھری تھی۔

''میں نے گُل افزاء.....کو مارا.....اور.....پھر.....عروبہ کو.....ہاہاہا.....'' وہ زور زور سے قہقہے لگانے لگی۔

''اور تمہیں پتہ ہے.....موسیٰ کو.....میں نے.....مروا دیا تھا.....کیونکہ.....'' غضنفر علی کے قدم زمین نے جکڑ لیے تھے۔

''ماما چپ ہو جائیں۔'' نویلہ زور سے چلائی۔

''میں.....تم سب.....کو.....بھی.....ماردوں گی'' اب وہ تالیاں بجا رہی تھی۔

غضنفر علی آہستگی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے تھے۔

''پاپا!'' نویلہ روتی ہوئی ان کے قریب آئی تھی۔

''ماما کو کیا ہو گیا؟'' یہاں آنے سے پہلے اسے بالکل اندازہ نہ تھا کہ اس کی ماما کا ذہنی توازن اس حد تک بگڑ چکا ہے۔ جب وہ پریشانی کے عالم میں گھر میں داخل ہوئی تو ماما کو چھری لے کر چوکیدار کے بیٹے کے پیچھے بھاگتے دیکھا۔ نویلہ کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔

بمشکل انہیں بہلا پھسلا کر ان کے روم میں لے آئی مگر وہ چھری کسی طرح بھی اس کے حوالے نہ کر رہی تھیں۔

''صوفیہ! چھری مجھے دے دو۔'' غضنفر علی اس کے قریب آئے۔

''نہیں۔'' اس نے ہاتھ پیچھے چھپایا۔

''لاؤ، مجھے کسی کو مارنا ہے اس سے۔'' وہ اسے بچوں کی طرح پچکار رہے تھے۔

''فروا.....کو.....؟'' وہ استفہامیہ نظروں سے غضنفر علی کو دیکھ رہی تھی۔

''ہاں!'' غضنفر علی نے اثبات میں سر ہلایا۔ نویلہ کو رونا آنے لگا۔ اپنی ماں کی حالت دیکھ کر۔

''یہ لو.....'' صوفیہ آگے بڑھی اور چھری غضنفر علی کو تھما دی۔

''فروا کو ماردو.....میری بیٹیوں کا حق .....چھین.....رہی ہے.....اور .....عروبہ.....کے .....بچوں.....کو.....بھی.....ہاہاہا.....'' ورزور زور سے قہقہے لگا رہی تھی۔ نویلہ کے آنسو بہنے لگے تھے۔ غضنفر علی اس کی میڈیسن لے آئے تھے۔ اور اب اسے پیار سے بہلاتے ہوئے دوا کھلا رہے تھے۔

جب انسان کسی پر ظلم کرتا ہے، پے در پے کرتا ہے اور مظلوم اس پر صبر کرتا ہے، تو ظالم کا یہی حال ہو جاتا ہے، جو صوفیہ کا ہو گیا تھا۔ اپنے ہی گناہوں کا بوجھ اس کے دماغی توازن کو بگاڑ گیا تھا۔ اسے دیکھنے والے پہچان ہی نہ سکتے تھے کہ یہ وہی صوفیہ ہے، جس کے اندر اتنی رعونت تھی، اس قدر فخر و غرور کہ جس نے اس کی ذات کو ریزہ، ریزہ کر ڈالا۔ اسے بھسم کر دیا۔ اسے نیکیوں سے دور اور گناہوں کی دلدل میں دھکیل دیا۔

☆.....☆.....☆

زین ندیم رات گئے گھر میں داخل ہوا۔ جیسا کہ آج کل اس کا معمول تھا۔ شکستہ قدموں سے چلتا ہوا، وہ اپنے کمرے میں داخل ہوا اسے نویلہ کہیں دکھائی نہ دی۔ وہ یہی سوچتا رہا کہ یہیں کہیں ہو گی۔ اسے بھوک محسوس ہو رہی تھی۔ کچھ دیر اس کا انتظار کرتا رہا اور پھر اُٹھ کر باہر نکل گیا۔ ملازم سے کھانا گرم کر کے لانے کا کہا اور دوبارہ اپنے روم میں آ گیا۔

''تو ناراض ہو کر چلی گئی۔'' وہ تلخی سے مسکرا دیا۔

''یعنی اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔'' اسے سخت غصہ آنے لگا تھا۔

''معافی بھی تو مانگ سکتی تھی۔'' وہ اُٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔

''لیکن نہیں۔ اس سے تو اَنا پر چوٹ پڑتی ہے نہ۔'' اسے نویلہ پر شدید غصہ آنے لگا تھا۔

''پڑھی لکھی لڑکیوں کا یہی مسئلہ ہے۔'' وہ غصے سے سیخ پا ہونے لگا تھا۔ کھانا ملازم نے لگا دیا تھا۔

ماما چونکہ سو رہی تھیں، تو اسے اکیلے ہی کھانا، کھانا پڑا۔

''میں تمہیں واپس نہیں لاؤں گا۔ جیسے گئی ہو، ویسے ہی آؤ گی۔'' وہ غصے سے سوچ کر رہ گیا۔ اسے نویلہ سے اس اقدام کی توقع نہ تھی۔

☆.....☆.....☆

غضنفر علی نے ڈاکٹر کو گھر بلایا تھا۔ وہ اور نویلہ ڈاکٹر سے ڈیڑھ گھنٹہ میٹنگ کرتے رہے تھے۔ ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ صوفیہ کو ہاسپٹل منتقل کر دیا جائے۔ ان کا گھر میں دوسرے لوگوں کے ساتھ رہنا خطرناک ہے۔

بالآخر غضنفر علی مان گئے تھے۔ اور صوفیہ کو شہر کے ایک پرائیوٹ مینٹل ہاسپٹل میں داخل کروا دیا گیا تھا۔ نویلہ بہت اَپ سیٹ تھی۔ اور بار بار روتی تھی۔

''جو کچھ تم نے میری اولاد کے ساتھ کیا یہ تمہاری اولاد کے سامنے آئے گا۔ یہ ایک ماں کی بددُعا ہے صوفیہ۔'' گیٹ کے قریب کھڑی گل افزاء تڑپ اور سسک رہی تھی۔ صوفیہ نے کیسے ہنستے ہوئے گل افزاء کی بے بسی کا مذاق اُڑایا تھا اس کے سامنے۔

''دیکھ لیے آپ نے اپنی بیٹی کے کرتوت، اب یقین آ گیا؟'' منظر بدلا تھا۔ سارا خاندان عروبہ کے کمرے کے سامنے جمع تھا۔ صوفیہ اس پر الزام لگا چکی تھیں۔ عروبہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے یہ سب دیکھ رہی تھی۔

''میں نے اور میری امی نے زندگی میں بہت دُکھ اُٹھائے ہیں۔'' فروا کی سسکی سنائی دی تھی اسے۔

''میں نے موسیٰ کو مار دیا..... ہاہاہا.....'' آج اتنے برسوں بعد یہ انکشاف ہوا تھا کہ یہ گناہ بھی صوفیہ نے کیا تھا۔ نویلہ تنہا لاؤنج میں بیٹھی روئے جا رہی تھی۔ دفعتاً اس کے موبائل کی بیل بجی۔ وہ اپنی جگہ سے اُٹھی اور موبائل فون بیگ میں سے نکالنے لگی۔

☆.....☆.....☆

عیسیٰ احمد کا بار ہا جی چاہا وہ جا کر عروبہ کو تسلی یا دلاسہ دے۔ مگر اس کی ہمت نہ ہو رہی تھی۔ تمام رات اس نے جاگتے ہوئے گزاری تھی۔ وہ جانتا تھا عروبہ بھی رو رہی ہوگی۔ وہ اس وقت بے حد دُکھی ہوگی۔ مگر وہ اس کے پاس نہ جا سکا۔

صبح ہوتے ہی وہ اس کے روم میں گیا۔ مگر یہ دیکھ کر شاکڈ رہ گیا کہ روم خالی تھا۔ وہ تیزی سے باہر نکلا۔ پورا گھر چھان مارا مگر وہ کہیں نہ تھی۔

''مل آئے محبوبہ سے؟'' وہ واپس کمرے میں داخل ہوا تو ماہ وش کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ اسے دیکھتے ہی طنز سے گویا ہوئی۔

''شرم آنی چاہیے تمہیں۔'' وہ نفرت سے پھنکارا ''اتنی رات گئے، ایسی طوفانی بارش میں وہ کہاں گئی ہوں گی۔'' وہ اسے ملامت کرتے ہوئے فکرمندی سے گویا ہوا۔

''آپ کو اتنی فکر کیوں ہو رہی ہے ان کی؟'' وہ زہریلے لہجے میں بولی۔

''مجھے حیرت ہو رہی ہے کہ کوئی بیٹی اپنی ماں کے ساتھ بھی ایسا کر سکتی ہے۔ اور بیٹیاں تو ماؤں کا عکس ہوتی ہیں، تم اتنی نیک، باحیا، پاکیزہ صفت ماں کی بیٹی ہو، مگر بالکل بھی ان جیسی نہیں ہو۔ مکمل طور پر ان کے برعکس ہو۔'' اس کے لہجے میں جھلکتی نفرت اور حقارت ماہ وش سے برداشت نہ ہو پا رہی تھی۔ وہ عیسیٰ احمد کے منہ سے کیسی دوسری عورت، چاہے وہ اس کی ماں ہی کیوں نہ ہو، کے لیے توصیفی کلمات نہ سن سکتی تھی۔

''مجھے ان جیسا بننا بھی نہیں۔ منافق، شوہر سے دھوکہ کرنے والی'' وہ نفرت سے پھنکاری۔

''شٹ اَپ!'' اس نے ہاتھ اُٹھا کر اسے مزید بولنے سے روکا۔

''میں جا رہا ہوں انہیں تلاش کرنے۔ یاد رکھنا اگر انہیں کچھ ہوا تو تم اس گھر میں نہیں رہو گی۔'' وہ گاڑی کی چابیاں اُٹھا کر باہر نکل گیا۔ ماہ وش پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے جاتا دیکھتی رہ گئی۔

☆.....☆.....☆

فروا کی کال نے نویلہ کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اسے شاک پہ شاک مل رہے تھے۔ چند ثانیے پتھر کا بت بنی وہ ساکت و صامت بیٹھی رہی۔ اس سے ہلا بھی نہ جا رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے ذرا سا بھی ہلنے سے پوری کائنات تباہ ہو جائے گی۔ اور پھر نہ جانے کیسے اس میں ہمت آ گئی۔ وہ بھاگتی ہوئی غضنفر علی کے روم میں گئی تھی۔

''پاپا.....!'' وہ سامنے صوفے پر سر جھکائے بیٹھے تھے۔ اس کی پکار پر بھی سر نہ اُٹھایا۔ ''پاپا!'' نویلہ نے پھر پکارا۔ وہ ہنوز خاموش تھے۔ ''عروبہ.....'' اس کی زبان لڑکھڑا گئی۔ غضنفر علی نے تیزی سے اس کی جانب دیکھا۔

''عروبہ مر گئی پاپا!'' نویلہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ غضنفر علی کو ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی تیز دھار چھری سے ان کی رگ رگ کو کاٹ رہا ہے۔

''نہیں!'' ان کے لبوں نے بے آواز جنبش کی تھی۔

''مجھے فروا آپی کی کال آئی ابھی''۔ اس نے روتے ہوئے ساری تفصیل کہہ سنائی۔ غضنفر علی ساکت بیٹھے سن رہے تھے۔ اس کی بات کے اختتام پر وہ تیزی سے اُٹھے اور باہر نکل گئے۔ نویلہ انہیں آوازیں دیتی رہ گئی۔ مگر وہ گاڑی میں بیٹھ کر جا چکے تھے۔

☆.....☆.....☆

اتنے بڑے شہر میں وہ اسے کہاں تلاش کرتا۔صبح سے شام ہو چکی تھی عیسیٰ احمد کو سڑکوں پر مارا، مارا پھرتے ہوئے۔ بالآخر تھک، ہار کر اس نے ایک مرتبہ پھر فارقلیط حسن کے گھر جانے کا فیصلہ کیا۔

گاڑی گھر کے سامنے روک کر، وہ اندر داخل ہو گیا۔طویل روش عبور کرتا، وہ اندر داخل ہوا۔لاؤنج میں صوفے پر اسے فارقلیط حسن بیٹھا دکھائی دیا۔

''فارقلیط حسن!'' عیسیٰ احمد نے اسے پکارا فارقلیط حسن نے جھکا ہوا سر اُوپر اُٹھا دیا۔اس کی آنکھوں میں حد درجہ وحشت تھی۔ اس کا حلیہ ایسا اُجڑا، بکھرا تھا کہ عیسیٰ احمد دنگ رہ گیا۔اس کی آنکھیں بے تحاشا سرخ ہو رہی تھیں۔

''کیوں کیا آپ نے اس کے ساتھ ایسا؟'' وہ فارقلیط حسن کے سامنے صوفے پر جا بیٹھا تھا۔اس کے آس پاس صفحات بکھرے ہوئے تھے۔''آپ تو بہت محبت کرتے تھے اس سے، پھر کیوں نکالا اسے گھر سے، اور اپنی زندگی سے؟'' وہ اس سے سوال کر رہا تھا۔جبکہ فارقلیط حسن خاموش بیٹھا تھا۔

''وہ آپ سے بے پناہ محبت کرتی ہیں۔ بہت چاہتی ہیں آپ کو''۔ وہ بول رہا تھا۔مگر سامنے شاید پتھر کا کوئی مجسمہ بیٹھا تھا۔ احساس وجذبات سے عاری۔

''پتا نہیں ان کے ساتھ ہمیشہ ایسا کیوں ہوا؟'' وہ دُکھ سے گویا ہوا۔

''میں تو تب ہی کھٹکا تھا، جب آپ نے ان کی اتنی مخالفت کے باوجود اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے طے کر دی۔'' اس کا غم اب غصے میں بدل رہا تھا۔فارقلیط حسن کی طویل خاموشی اسے طیش دلا رہی تھی۔

''اتنی بدگمانی اچھی نہیں عیسیٰ احمد!'' اب کی بار فارقلیط حسن چپ نہ رہ سکا۔اور لبوں پر لگا قفل کھول کر گویا ہوا۔

''میں بھی انسان ہوں۔احساسِ جرم میں مبتلا ہو سکتا ہوں۔'' عیسیٰ احمد ناسمجھی کے عالم میں اسے دیکھ رہا تھا۔

''تم اسے پسند کرتے تھے۔بدقسمتی سے یا شاید اس کی سوتیلی ماں کی سازش کی وجہ سے اسے حاصل نہ کر سکے۔میں تم سے جلتا تھا۔مجھے ایسا لگتا تھا کہ عروبہ ابھی بھی تمہیں یاد کرتی ہے۔حالانکہ ایسا نہیں تھا۔زندگی کے اتنے سال پردیس کی خاک اس خوف سے چھانی کہ کہیں تم عروبہ کو مجھ سے چھین ہی نہ لو۔

اور پھر ایک روز مجھ پر یہ انکشاف ہوا کہ مجھے کینسر ہے۔'' اس نے ایک سرد آہ بھری اور خاموش ہو گیا۔عیسیٰ احمد ششدر رہ گیا۔وہ حیرت زدہ سا اسے دیکھ رہا تھا۔

''عروبہ مجھے بہت چاہتی ہے۔مجھے یقین ہے کہ میری موت اسے پاگل کر دیتی، اس لیے میں دانستہ طور پر اس سے دور ہونے لگا۔میں چاہتا تھا کہ وہ مجھ سے نفرت کرنے لگے۔میں نے ہر طرح کوشش کی۔مگر ناکام رہا۔پھر ہم لوگ پاکستان شفٹ ہو گئے۔اور ایک

روز تم ہماری زندگیوں میں ایک مرتبہ پھر چلے آئے۔'' وہ ایک مرتبہ پھر چپ ہو گیا تھا۔

''مجھے اپنے سب گناہ یاد آتے تھے، جو میں نے زندگی میں کیے۔ لوگوں کے دل دکھائے تھے۔ ان میں سرِ فہرست تم تھے۔ میں نے ماہ وش کی شادی تم سے اس لیے نہیں کی کہ وہ تم سے محبت کرتی ہے۔ بلکہ اس لیے کی تا کہ تمہارا گھر بس جائے۔ تم بھی زندگی میں کچھ سکھ اور سکون پا سکو۔ اور اس طرح میرے گناہوں کا بوجھ بھی کچھ کم ہو۔'' وہ ایک مرتبہ پھر خاموش ہو گیا۔ عیسیٰ احمد اسے دیکھے گیا۔

''اور جو گناہ آپ نے اسے طلاق دے کر کیا، اس کا کفارہ کیسے ادا کریں گے؟'' عیسیٰ احمد اس کی باتوں سے ذرا مرعوب نہ ہوا تھا۔ طنز سے گویا ہوا۔

''اس کا مجھ سے دور چلے جانا ہی بہتر تھا۔ وہ سر جھکائے بیٹھا، پاؤں سے کارپٹ پر ضرب لگا رہا تھا۔ یہ حرکت اس کی اندرونی بے چینی اور اضطراب کا نتیجہ تھی۔

''کتنی غلط سوچ ہے آپ کی۔'' عیسیٰ احمد کا جی چاہا اسے کھری کھری سنا دے۔ مگر اب ان کے درمیان لحاظ کا ایسا رشتہ آ چکا تھا کہ اسے سوچ سمجھ کر بولنا پڑ رہا تھا۔

''آپ جانتے ہیں آپ کے نام کا کیا مطلب ہے؟'' عیسیٰ احمد چند پل خاموش رہنے کے بعد گویا ہوا تھا۔ فارقلیط حسن نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔

''فارقلیط ..... صحیح اور غلط میں فرق کرنے والا''۔ فارقلیط حسن نے ایک طویل سانس خارج کی۔ مگر کچھ نہ کہہ سکا۔ ''مگر آپ صحیح اور غلط میں فرق نہ کر سکے، افسوس'' وہ تاسف سے بھرپور لہجے میں بولا۔ فارقلیط حسن ہنوز خاموش تھا۔

''آپ نے اسے اتنے طوفانی موسم میں گھر سے نکالتے ہوئے یہ نہ سوچا کہ وہ کہاں جائے گی؟'' عیسیٰ احمد اس سے جرح کر رہا تھا اور وہ ہنوز خاموش تھا۔ ''مجھے وہ اسی رات سڑک پر زخمی حالت میں ملی تھیں۔'' فارقلیط حسن نے تیزی سے سر اوپر اُٹھایا۔

''اور کل رات آپ کی بیٹی نے انہیں گھر سے نکال دیا۔'' فارقلیط حسن مضطربانہ انداز میں اُٹھ کھڑا ہوا اور ٹہلنے لگا۔

''نہ جانے وہ کہاں گئی ہوں گی۔'' پریشانی فارقلیط حسن کے چہرے سے مترشح تھی۔

''زندگی اور موت تو صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ کو کینسر ہے تو اس کا علاج بھی تو کروا رہے ہوں گے۔ اللہ سے اپنے لیے زندگی مانگتے، نہ کہ خدا بنتے ہوئے فیصلہ کر ڈالا۔'' عیسیٰ احمد اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ وہ دروازے کی جانب بڑھا۔ فارقلیط حسن دزدیدہ نگاہوں سے اسے جاتا دیکھتا رہا۔

''کہاں گئی تم عروبہ؟'' وہ زیرِ لب بڑبڑایا۔ ''واپس آ جاؤ، میں نے تمہیں طلاق نہیں دی..... ابھی..... تو..... صرف ایک بار.....'' وہ تیزی سے مڑا اور ادھر اُدھر بکھرے کاغذوں کو اکٹھا کرنے لگا۔ نہ ہی ان پر اس کے سائن تھے اور نہ عروبہ کے۔

''میں کینسر سے نہیں، تمہاری جدائی سے مر جاؤں گا عروبہ'' وہ زور سے چلایا۔ ''تمہیں میرے پاس واپس آنا ہوگا۔'' وہ اپنے بیڈ روم کی جانب بڑھا۔

عجب خوفِ قیامت ہے کہ
ہر پل تھرتھراتا ہوں
کہ لرزے زلزلے سے جس طرح کہسار
می رقصم!

☆.....☆.....☆

صبح سے شام اور پھر شام سے رات ہوگئی تھی۔ ماہ وش بے چینی کے عالم میں ادھر سے اُدھر ٹہل رہی تھی۔ عیسیٰ احمد کا نمبر مسلسل بند جا رہا تھا۔ اسے کچھ سمجھ نہ آ رہی تھی کہ کیا کرے، کہاں سے اس کا پتہ معلوم کرے۔

''عیسیٰ! کہاں چلے گئے آپ؟'' وہ رو دی تھی۔ اس نے اپنی اب تک کی زندگی میں کوئی رنج، دُکھ اور تکلیف نہ اُٹھائی تھی۔ وہ ہمیشہ ہر جگہ چاہی گئی تھی۔ اور اس کا خیال تھا کہ عیسیٰ احمد بھی اسے چاہے گا۔ محبت دے گا۔ مگر یہاں آ کر سب کچھ اُلٹ پلٹ ہو گیا تھا۔

''آپ میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟'' وہ بے چینی میں ادھر سے اُدھر ٹہل رہی تھی۔ دفعتاً گیٹ کھلنے کی آواز آئی تھی۔ ماہ وش نے آگے بڑھ کر کھڑکی سے پردہ ہٹایا اس کی جان میں جان آئی تھی۔ عیسیٰ احمد کی گاڑی پورچ کی جانب بڑھ رہی تھی۔

وہ تیزی سے روم سے باہر نکلی۔ سیڑھیاں اُترتی وہ پورچ میں داخل ہوئی تھی۔

''کہاں تھے آپ صبح سے؟'' اسے سامنے دیکھ کر اسے اور زیادہ رونا آیا تھا۔ عیسیٰ احمد نے کوئی جواب نہ دیا تھا ''میں اتنی پریشان ہوں۔ فون کیوں بند ہے آپ کا؟'' وہ ان سُنی کرتا اندر کی جانب بڑھا۔ ماہ وش اس کے پیچھے آئی تھی۔

''آپ میری بات کا جواب کیوں نہیں دے رہے احمد؟'' وہ جا کر صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ وہ اسے مکمل طور پر نظر انداز کر رہا تھا۔ ماہ وش کی جان پر بن آئی تھی۔

''عروبہ جیسی Selfless لڑکی کی بیٹی اتنی Selfish ہو سکتی ہے، ''I don;t believe this'' وہ نگاہیں اُٹھا کر اس کی جانب دیکھتے ہوئے بولا۔

''میں نے کیا خود غرضی دکھائی ہے؟'' وہ بُرا مانتے ہوئے بولی۔ ''کیا تم نے اپنی دُکھی ماں کو اتنی طوفانی رات میں دھکے دے کر گھر سے نہیں نکالا ہے۔'' وہ غصے سے بھرپور لہجے میں بولا۔ ''میں نے انہیں دھکے کب دیے؟'' اسے بالکل پرواہ نہ تھی، نہ ہی کوئی افسوس یا ملال۔

''جو باتیں تم نے ان سے کہیں، وہ دھکے دینے سے زیادہ بُری تھیں۔'' وہ زہریلے لہجے میں بولا۔ ''بالکل اپنے باپ پر گئی ہو۔'' وہ

زہر خند ہوا میرے پاپا کو کچھ مت کہیے گا۔'' اُنگلی اُٹھا کر غصہ سے بولی۔

''اور تم اپنی ماں کو جو مرضی کہتی رہو۔'' وہ تاسف سے بولا۔ اُن کے ہمدرد و غمگسار، ان کے چاہنے والے آپ ہیں نہ''۔ اُس نے طنز کا نشتر چھوڑا۔

''ماہ وش!'' وہ ایک جھٹکے سے اُٹھا۔ ''دوبارہ یہ بکواس مت کرنا۔'' وہ باہر کی جانب بڑھا۔ وہ اسے روک نہ سکی اور عیسیٰ احمد ایک مرتبہ پھر گاڑی میں بیٹھ کر چلا گیا۔

☆.....☆.....☆

غضنفر علی نہ جانے کس طرح ایدھی سنٹر پہنچے تھے۔ وہاں انہیں بتایا گیا تھا کہ رات طوفانی بارش میں ایک سڑک پر سے ایک عورت کی لاش ملی تھی۔ جس کی حالت بہت خراب تھی۔ اس لیے اسے فوراً دفنا دیا گیا تھا۔

جبکہ ایک عورت زخمی حالت میں ملی تھی۔ جسے اسپتال داخل کروا دیا گیا تھا۔ غضنفر علی شکستہ قدموں سے چلتے ہوئے وہاں سے نکلے اور ہاسپٹل کی جانب چل دیے۔

''یا اللہ! میری عروبہ کو بچا لے۔'' ان کا دل بس یہی دہائی دیے جا رہا تھا۔

''بابا..... میں بے قصور ہوں''۔ وہ روتی، تڑپتی، سسکتی ہاتھ جوڑتی ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔ ان کا دل مچلنے لگا تھا۔ ایک مرتبہ وہ سامنے آ جائے، تو وہ اسے سینے سے لگا کر پیار کریں۔ ہاتھ جوڑ کر معافی مانگیں۔

''نویلہ! تم بابا کا خیال رکھا کرو، کتنے کمزور لگ رہے ہیں۔'' وہ فکرمندی سے بولی تھی۔

''عروبہ.....!'' ہاسپٹل آ گیا تھا۔ وہ گاڑی پارکنگ میں کھڑی کر کے اندر کی جانب بڑھے۔ دل کسی خشک پتے کی مانند کانپ رہا تھا۔

''یا اللہ!'' ان کے لب خاموش تھے۔ مگر دل التجائیں کر رہا تھا ''مجھے صرف ایک موقع دے دے۔'' انہیں کچھ ہوش نہ تھا۔ وہ مختلف کاریڈورز میں سے گزر کر آئی۔ سی۔ یو کی جانب بڑھ رہے تھے۔ ایدھی سنٹر کا ایک نمائندہ ان کے ساتھ تھا۔

ان کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ آئی۔ سی۔ یو کے سامنے پہنچ کر ان کی ہمت جواب دینے لگی تھی۔ قدم من من بھر کے ہو رہے تھے۔ انہوں نے شیشے کی چھوٹی سی کھڑکی سے اندر دیکھا تو دل مُٹھی میں آ گیا جیسے۔ ساری کائنات تھم گئی۔ سامنے بیڈ پر گویا ہڈیوں کا ڈھانچہ پڑا ہوا تھا۔ اور شائد آخری سانسیں لے رہا تھا۔ اس کے اردگرد بہت سارے ڈاکٹرز کھڑے تھے۔

''مالک!'' غضنفر علی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے اوپر دیکھا۔ ''نہیں.....'' وہ خود پر ضبط کھو بیٹھے تھے۔

☆.....☆.....☆

فارقلیط حسن بیڈ روم میں داخل ہوا۔ سامنے ڈریسنگ ٹیبل پر اس کی چوڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ وہ آگے بڑھا اور انہیں اُٹھا لیا۔

''آپ اتنے اچھے کیوں ہیں؟'' اس کا دل کسی نے مٹھی میں لے کر مَسل ڈالا تھا۔

''مجھے اپنی محبت کی کہانی کو تاریخ کا حصہ نہیں بنانا، کیونکہ جن کی محبت ناکام ہوتی ہے، تاریخ کا حصہ تو وہ بنتے ہیں۔'' وہ اداسی سے مسکرائی۔ فارقلیط حسن واپس مڑا۔ بیڈ کے قریب ان دونوں کی شادی کی انلارج تصویر پڑی تھی۔

''میں اس تصویر کو اپنے بیڈروم کے سامنے والی دیوار پر لگاؤں گا۔ تاکہ ہر صبح جو منظر سب سے پہلے میری آنکھیں دیکھیں ان میں تم میرے ساتھ ہو۔'' اس نے تصویر کو اُٹھا کر سینے سے لگا لیا۔

''میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں، اس دُنیا میں سب سے زیادہ، بابا سے بھی زیادہ۔'' اس نے تصویر کو سینے سے الگ کر کے ہاتھوں میں پکڑا۔ وہ اس کے ساتھ تھی۔ اس کے بے حد قریب۔ فارقلیط حسن نے گھبرا کر ارد گرد دیکھا۔ وہ کہیں نہ تھی۔

وہ تیزی سے آگے بڑھا اور بیڈ پر اس کی جگہ پر جا بیٹھا۔ اور محبت و عقیدت سے اس جگہ ہاتھ پھیرنے لگا جہاں وہ سوتی تھی، رات کو اس جگہ بیٹھی تسبیحات پڑھا کرتی تھی۔ ''عروبہ!'' اس کا دل سسک اُٹھا تھا۔

''درختوں پر نام لکھنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اصل محبت تو یہ ہے کہ دل پر نام لکھا جائے۔'' کھنکتا، بااعتماد لہجہ اسے اذیتوں کی بھٹی میں پھینکنے لگا تھا۔

''آپ چائے بہت مزیدار بناتے ہیں۔'' وہ ہنس رہی تھی فارقلیط حسن نے اس کا تکیہ اُٹھا کر سینے سے بھینچ لیا۔ اس کا دل دُکھ کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

''جیسا کہ آپ کی فیملی نے آپ کے ساتھ کیا، اگر کبھی میں ایسا کروں تو کیا آپ مجھے معاف کر دیں گی؟''

''نہیں فارقلیط!'' گھبرایا خوفزدہ لہجہ آس پاس بکھرنے لگا تھا۔ فارقلیط حسن نے وحشت زدہ ہو کر آنکھیں کھولیں۔

''آپ میرے ساتھ ایسا کبھی نہیں کر سکتے۔'' وہ پُرتیقن لہجے میں بولی۔ ''لیکن اگر کبھی ایسا کریں گے تو میں معاف تو کر دوں گی آپ کو، لیکن میں زندہ نہیں رہ سکوں گی۔'' وہ گھبرا کر اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''آپ میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہے ہیں فارقلیط؟'' ہمیگا ہوا لہجہ آس پاس بکھرنے لگا تھا۔

''مجھے میرا قصور تو بتا دیں۔'' وہ وحشت زدہ سا گھر سے باہر نکلا تھا۔ آوازیں اس کا تعاقب کر رہی تھیں۔ اسے خود بھی معلوم نہ تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔ وہ بے مقصد، آوارہ سڑکوں پر پھرتا رہا تھا۔

''کہاں گئی ہوگی؟ وہ تو بہت کمزور اور چھوٹے دل کی مالک ہے۔'' وہ خود سے سوال کرتا بے سمت چلا جا رہا تھا۔ اس لیے قدم ڈگمگا رہے تھے۔

☆.....☆.....☆

ایک دن اچانک عیسیٰ احمد ہاسپٹل چلا آیا تھا۔غضنفر علی وہاں موجود نہ تھے۔البتہ فروا اور نویلہ وہیں تھیں۔اسے سامنے دیکھ کر فروا کا چہرہ غصے کے باعث سرخ ہو گیا تھا۔جبکہ نویلہ نے کوئی تاثر نہ دیا۔وہ سپاٹ انداز لیے کھڑی تھی۔

''السلام وعلیکم!'' اس نے سلام کیا۔فروا نے تو اسے گھورتے ہوئے منہ پھیر لیا البتہ نویلہ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔

''کیسی ہیں عروبہ؟'' فکرمندی اس کے لہجے سے عیاں تھی۔فروا بل کھا کر رہ گئی۔

''جیسی بھی ہوں، آپ کون ہوتے ہیں اس کی اتنی فکر کرنے والے'' فروا چپ نہ رہ سکی۔نویلہ نے فروا کی جانب دیکھا جس کے تیور خاصے خطرناک تھے۔

''نویلہ کیا میں عروبہ کو دیکھ سکتا ہوں؟'' وہ التجائیہ انداز میں بولا۔

اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔'' فروا تندی و ترشی لہجے میں سموتے ہوئے بولی۔

''میں نے آپ سے نہیں پوچھا۔'' وہ بولا۔

''مگر میں آپ کو بتا رہی ہوں۔'' وہ غصے سے پھنکاری۔

''عروبہ ہوش میں نہیں ہیں۔'' قبل اس کے وہ مزید اُلجھتے نویلہ بول پڑی۔

''ڈاکٹرز کیا کہتے ہیں؟'' وہ مزید استفسار کرنے لگا۔فروا کا ضبط جواب دینے لگا۔وہ وہاں سے چلی گئی۔نویلہ نے بہت سکون سے اس کے ہر سوال کا جواب دیا۔

''آپ ٹھیک ہیں؟'' آخر میں وہ اس سے سوال کرنے لگا۔

''میں ٹھیک ہوں، آپ کیسے ہیں؟'' اس نے نگاہیں اُٹھا کر عیسیٰ احمد کی جانب دیکھا تو وہ اس کی نظروں کی تاب نہ لا سکا اور نگاہیں جُھکا گیا۔

''جیسا ہوں آپ کے سامنے ہوں۔'' وہ شرمندہ تھا۔

''فارقلیط بھائی کو مت بتایئے گا عروبہ آپی ہمارے پاس ہیں۔'' اس بات پر عیسیٰ احمد نے نگاہیں اُٹھا کر بغور اسے دیکھا۔

''کیوں؟'' وہ حیران ہوا۔

''پاپا نے منع کیا ہے۔'' مختصر جواب دیا۔

''فارقلیط نے عروبہ کو طلاق دے دی ہے۔'' عیسیٰ احمد نے بم پھوڑا۔

''کیا؟'' سامنے سے آتے غضنفر علی اس کی بات سن چکے تھے۔نویلہ دل پر ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔وہ ان دونوں کے قریب آئے، نویلہ نے پاپا کو دیکھا۔

''کیا سمجھتا ہے خود کو، میری بیٹی لاوارث نہیں ہے، ایسا سبق سکھاؤں گا عمر بھر یاد رکھے گا۔'' غضنفر علی ان کے قریب آ کر غصے سے بولے۔ عیسیٰ احمد سر جھکائے کھڑا رہا، پھر وہاں سے چلا گیا۔

☆.....☆.....☆

اتوار کا دن تھا، زین ندیم گھر پر تھا۔ ماما نے لنچ کر کافی اہتمام کیا ہوا تھا۔ اس کی پسند کی تمام ڈشز بنوائی ہوئی تھیں۔ مگر وہ بے رغبتی سے کھانا کھا رہا تھا۔

''کیا بات ہے زین بیٹا، کوئی پریشانی ہے؟'' ماما سے رہا نہ گیا تو استفسار کرنے لگیں۔

''نہیں ماما، پریشانی کیسی؟'' وہ خود کو کمپوزڈ کرتے ہوئے بولا۔ وہ ماما کو اب مزید پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''نویلہ نے کوئی رابطہ نہیں کیا۔ ایسے تو نہیں کرتی وہ''۔ ان کی بات پر وہ دل میں چور سا بن گیا۔ اسے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ لہذا وہ خاموش ہی رہا۔

تمہیں بھی کال نہیں کی اس نے؟'' وہ استفسار کرنے لگیں۔

''یار ماں! کیا ہو گیا ہے۔'' اس نے خود پر بشاشت طاری کرتے ہوئے کہا۔ ''ابھی تھوڑی دیر پہلے میری اس سے بات ہوئی ہے۔'' وہ انہیں تسلی دیتے ہوئے بولا۔

اس نے تمہیں بتایا ہوگا اس کی بہن عروبہ ہاسپٹلائزڈ ہے۔ ہم کھانا کھا کر چلتے ہیں ہاسپٹل۔'' ماما کی بات پر وہ لمحہ بھر کو چونکا مگر فوراً خود کو سنبھال لیا۔ مگر اس کے دل میں نویلہ کے لیے غصہ مزید بڑھ گیا تھا۔

☆.....☆.....☆

فارقلیط حسن کی حالت دیوانوں جیسی ہو رہی تھی۔ وہ آفس نہیں جا رہا تھا۔ نہ ہی کسی کی کال ریسیو کرتا، نہ گھر سے باہر نکلتا، نہ اسے کھانے پینے کا ہوش تھا اور نہ ہی وہ میڈیسن کھا رہا تھا، جس وجہ سے اس کی حالت بہت خراب ہو چکی تھی۔

شہیر کی یونیورسٹی میں سٹرائک تھی، اس لیے وہ گھر آ گیا تھا۔ گھر آتے ہی جو منظر اس کا منظر اس نے اسے ہلا دیا تھا۔ فارقلیط حسن لاؤنج میں صوفے پر بے سُدھ گرا پڑا تھا۔

''پاپا! کیا ہوا آپ کو؟'' اسے زور، زور سے ہلاتے ہوئے وہ پکارنے لگا۔

''مائی گاڈ!'' وہ بجلی کی سی تیزی سے اندر کی جانب بڑھا۔ ''ماما! ماما دیکھیں، پاپا کو کیا ہو گیا۔'' وہ بدحواس سا ان کے بیڈروم میں داخل ہوا۔ مگر وہاں تو کوئی اور ہی کہانی اس کی منتظر تھی۔

''ماما!'' اس نے واش روم کا دروازہ ناک کیا۔ ''کہاں گئیں۔'' وہ تیزی سے مڑا اور روم سے باہر نکل گیا۔ اچانک اس کے دماغ

میں جھما کا ہوا تھا۔ ''تمہارے پاپا نے مجھے گھر سے نکال دیا'' وہ باپ کے قریب آن رُکا جن کے چہرے پر شدید اذیت تھی۔

''تم ابھی میرے پاس آجاؤ'' نم اُداس لہجہ اس کی سماعتوں میں زہر گھولنے لگا تھا۔ اس نے باپ کی طرف دیکھا، جن کا رنگ زرد پڑ چکا تھا اور ہونٹوں پر پپڑی جمی ہوئی تھی۔

''پاپا! پلیز، ہوش میں آئیں، مجھ سے بات کریں۔'' فارقلیط حسن کی گہری، خوبصورت، سیاہ اور روشن آنکھیں ایسے بند تھیں جیسے کسی سے شدید خفا ہو۔ شیو بڑھی ہوئی تھی۔

''جب آپ ان کی جُدائی برداشت نہیں کر سکتے تھے، تو کیوں نکالا ان کو گھر سے؟'' اس نے باپ کا ہاتھ چوم کر آنکھوں سے لگایا۔

اسے ان کی خاموشی سے وحشت ہو رہی تھی۔ اس نے کبھی انہیں ایسے ٹوٹے، بکھرے حال میں نہ دیکھا تھا۔ وہ موبائل نکال کر ایمبولینس کو کال کرنے لگا تھا۔

☆.....☆.....☆

غضنفر علی قبرستان آئے تھے۔ وہاں کی خاموشی اور سناٹا ان کی وحشت کو مزید بڑھا رہا تھا۔ شکستہ قدموں سے چلتے ہوئے وہ گُل افزاء کی قبر تک آئے تھے۔

''گُل افزاء!'' وہ گرنے کے انداز میں قبر کے قریب بیٹھے تھے۔ ''مجھے معاف کر دو۔'' وہ ہاتھ جوڑے بیٹھے تھے۔ ''میری غلطیوں اور زیادتیوں کی سزا میری بیٹی کو مت دلواؤ۔'' وہ شدتِ غم سے نڈھال تھے۔

''میں بہت بُرا ہوں گُل افزاء، مگر ہماری بیٹی، ہماری عروبہ بہت اچھی ہے۔'' گھنے درختوں میں بیٹھا ہوا اُلو زور سے چیخا تھا۔ مجھے معاف کر دو، پلیز!'' وہ آنسو بہا رہے تھے۔ انہیں خود بھی خبر نہ ہوئی، ان کا چہرہ آنسوؤں سے تر ہو گیا تھا۔ یکا یک تیز ہوا چلنے لگی تھی۔ درختوں کی سائیں سائیں کرنے کی آوازیں ہیبت ناک محسوس ہو رہی تھیں۔ انہیں وہاں بیٹھے ہوئے بہت دیر ہو چکی تھی، اور نہ جانے وہ کتنی دیر بیٹھے رہتے اگر نویلہ کی کال نہ آتی۔

''نہیں!'' انہوں نے سر کو نفی میں ہلایا۔ نویلہ کی کال کسی انہونی کا عندیہ دے رہی تھی۔ ''معاف کر دو گُل افزاء.....!'' ہاتھ جوڑتے اُلٹے قدموں چلتے وہ قبرستان سے باہر نکلے تھے۔ موبائل فون پر مسلسل آنے والی کالز کو وہ نظر انداز کر رہے تھے۔

☆.....☆.....☆

فارقلیط حسن کو ہارٹ اٹیک ہو گیا تھا۔ شہیر حسن کی کال پر ماہ وش دوڑتی ہوئی ہاسپٹل آئی تھی۔

کیا ہوا پاپا کو؟'' وہ شہیر کے پاس آئی۔ گھبراہٹ اور پریشانی سے اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔

''ہارٹ اٹیک آ گیا ہے۔'' شہیر حسن نے بتایا۔

''ماہ وش! ماما کہاں ہیں؟'' شبیر نے استفسار کیا تو ماہ وش نے کنکھیوں سے پہلو میں کھڑے عیسیٰ احمد کو دیکھا۔''

''پتہ نہیں۔'' وہ نگاہیں چراتے ہوئے بولی۔ شبیر حسن عیسیٰ احمد کی جانب بڑھا۔

''عیسیٰ بھائی!'' وہ اس کے قریب آیا۔

''جو کچھ بھی ہوا انہیں، اس کے ذمہ دار وہ خود ہیں۔'' عیسیٰ احمد نے شبیر کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا۔

''واٹ؟'' وہ حیران ہوا۔ عیسیٰ احمد نے مختصراً سب کچھ بتا دیا تھا۔

''مائی گاڈ!'' اس نے سر تھام لیا۔ ''ماہ وش تم نے بھی ماما کو.....'' وہ بات مکمل نہ کر سکا۔ اسے یاد آیا کہ ماما نے تو اسے بھی کال کی تھی اور اس نے بھی ان سے اچھے طریقے سے بات نہ کی تھی۔

☆.....☆.....☆

غضنفر علی لرزتے دل اور کانپتے ہاتھوں پیروں کو گھسیٹتے ہوئے ہاسپٹل میں داخل ہوئے تھے۔ ان کی کل کائنات سمٹ کر ہاسپٹل کے آئی۔سی۔یو میں پڑی ہوئی تھی۔

''یا اللہ! مجھے صرف ایک موقع دے دے''۔ ان کا دل محوِ فریاد تھا۔

کاریڈور میں انہیں نویلہ اور فروا دکھائی دے گئی تھیں۔ دونوں کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، مگر لب مسکرا رہے تھے۔

''پاپا؟'' نویلہ تیزی سے ان کے قریب آئی تھی۔ فروا بھی آگے بڑھی۔ غضنفر علی نے بانہیں پھیلا دیں۔ وہ دونوں ان کے سینے سے جا لگیں۔

''عروبہ کی کنڈیشن اب Stable ہے۔'' انہیں سینے سے لگائے، عروبہ کی زندگی کی نوید سنتے ہوئے غضنفر علی کو ایسا محسوس ہوا تھا جیسے صدیوں سے آگ میں جھلستی ان کی روح پر رحمت کی برسات ہونے لگی تھی۔

''یا اللہ تیرا شکر ہے۔'' ان کے دل سے صدا بلند ہوئی تھی۔

''میں شکرانے کے نوافل ادا کر آؤں۔'' وہ دونوں بیٹیوں کے سر تھپتھپاتے ہوئے وہاں سے چلے گئے تھے۔

انہوں نے گل افزاء سے جدا ہونے کے بعد اللہ سے بہت شکوے کیے تھے۔ آج سب گلے شکوے ختم ہو گئے تھے۔ اس کی بارگاہ میں سربسجود، وہ بس اس کا شکر ہی ادا کر رہے تھے۔ دل سے صرف ایک ہی صدا بلند ہو رہی تھی ''یا اللہ! تیرا شکر ہے۔'' وہ بے حد خوش اور ممنون تھے۔

نویلہ اور فروا کاریڈور میں کھڑی زین ندیم کو نظر آئی تھیں۔ نویلہ کو سامنے دیکھ کر وہ عجیب احساسات سے دوچار ہوا تھا۔

''نویلہ بیٹا!'' ماما نے اسے آواز دی تھی۔ وہ بے اختیار پلٹی تھی۔ اور سامنے کھڑے زین ندیم سے اس کی نگاہیں ٹکرائیں۔ اس کی

آنکھوں کی سرد مہری اور سپاٹ انداز نویلہ غضنفر کو ایک مرتبہ پھر اذیت سے دوچار کرنے لگا تھا۔

''السلام وعلیکم ماما!'' نویلہ نے فوراً خود کو کمپوزڈ کیا اور مسکراتے ہوئے سلام کیا۔ زین ندیم نے فروا کو سلام کیا۔ جواباً فروا نے صرف سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

''کیسی ہے اب آپ کی بہن؟'' ماما نے محبت سے بھرپور نظر نویلہ پر ڈالتے ہوئے فکرمندی سے کہا تھا۔

''اللہ کا شکر ہے Stable ہے۔'' نویلہ نے آہستگی سے جواب دیا۔ وہ زین ندیم کو مسلسل اگنور کر رہی تھی جبکہ وہ اسے نظروں کے حصار میں لیے ہوئے تھا۔ فروا نے یہ بات جلد محسوس کر لی تھی۔

''شکر ہے مالک کا۔ بیٹا آپ نے مجھے بتایا نہیں، اور یہ زین بھول گیا۔'' ماما نے کہا تو نویلہ نے ناسمجھی کے عالم میں زین ندیم کو دیکھا۔

''میرا گھر تو نویلہ کے بغیر سنسان سا ہو گیا ہے۔'' نویلہ کی نگاہ زین ندیم سے ٹکرائی تھی۔ زین ندیم کے سیل فون پر کال آئی تھی۔

''ایکسکیوز می!'' وہ ان سے فاصلے پر کھڑا ہوا تھا۔ کال سن کر وہ واپس آیا تو ماما کو خوب نویلہ سے محبت کرتے اور باتیں سنتے، کہتے پایا۔

فروا ماما سے باتیں کرنے لگی تھی۔ زین ندیم اپنے موبائل پر مصروف تھا۔ مگر دھیان مکمل طور پر نویلہ کی جانب تھا۔

''میں نے بھی آپ کو بہت مس کیا ماما!'' نویلہ نے خوشدلی سے کہا تھا۔ زین ندیم زیرِ لب مسکرا دیا۔ فروا بغور اسے دیکھ رہی تھی اور اس کی ایک ایک حرکت کو نوٹ کر رہی تھی۔

''اللہ کرم کرے اور آپ کی بہن جلدی سے ڈسچارج ہو کر گھر آ جائے، تو پھر آپ بھی گھر واپس آ جاؤ بیٹا۔'' نویلہ کی غیر ارادی نظر اُٹھی اور زین ندیم سے ٹکرائی۔ اس کی ہنسی سمٹ گئی تھی۔ دوسری طرف زین ندیم کے تاثرات بھی سپاٹ ہو گئے تھے۔

''میں ابھی آتی ہوں ماما!'' نویلہ وہاں سے چلی گئی تھی۔ اور فروا نے محسوس کیا تھا کہ اس کے جاتے ہی زین ندیم کی دلچسپی بھی اس ماحول اور منظر سے ختم ہو گئی تھی۔

زین کا موبائل ایک مرتبہ پھر بپ دینے لگا تھا۔ وہ ان دونوں سے معذرت کر کے وہاں سے چلا گیا تھا۔

اس کی آفیشل کال تھی۔ بات کرتے کرتے وہ مڑا تو سامنے سے نویلہ آتی دکھائی دی۔ وہ اس کے پاس آ کر رُک گئی۔ زین ندیم نے کال بند کی۔

''کیسے ہیں آپ؟'' نویلہ نے سلام کیا۔

''جیسا بھی ہوں، آپ کو فرق پڑتا ہے۔'' وہ خفگی سے بھرپور لہجے میں بولا۔

''میں اتنے دن اپنی بہن کی بیماری اور ان کے ساتھ ہاسپٹل میں رہنے کی وجہ سے مینٹلی اتنی ڈسٹرب ہوں کہ آپ کی جلی کٹی سننے کی ہمت نہیں ہے۔'' وہ آگے بڑھی۔

''کیا سمجھتی ہیں آپ خود کو؟'' اس نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ کر واپس کھینچا۔

''کم از کم خدا نہیں سمجھتی خود کو۔'' وہ بازو چھڑاتے ہوئے درشتی سے بولی۔

''جھوٹ بولنے والے خدا ہو بھی نہیں سکتے۔'' اس نے طنز کا نشتر چھوڑا۔

''مجھے آپ کو کوئی صفائی نہیں دینی، ہاتھ چھوڑیں میرا'' اس نے ہاتھ چھڑانا چاہا۔

''اگر چھوڑ دیا تو روتی رہو گی ساری زندگی''۔ وہ حظ اُٹھاتے ہوئے بولا۔

''بہت سخت جان ہو چکی ہوں۔ آپ ستم ڈھایئے، پرواہ مت کیجئے'' وہ جھٹکے سے ہاتھ چھڑوا کر چل دی۔ زین ندیم اسے جاتے دیکھتا رہا۔ اس کا جی چاہا اسے روک لے، مگر وہ ایسا نہ کر سکا۔

☆.....☆.....☆

حسن بہزاد کو جیسے ہی شہیر حسن کا فون گیا ان کی جان پر بن آئی اور وہ پہلی فلائیٹ پکڑ کر پاکستان آ گئے۔ ''کیوں ہوا یہ سب؟'' وہ شہیر اور ماہ وش کے پاس بیٹھے استفسار کر رہے تھے۔

شہیر کو تو کچھ خاص علم نہ تھا مگر ماہ وش تو سب جانتی تھی۔ مگر وہ ان سے حقیقت چھپا گئی تھی۔

اور وہ زیادہ دیر لاعلم نہیں رہے تھے۔ انہیں عیسیٰ احمد نے سب کچھ بتا دیا تھا۔ یہ سب ان کے لیے بہت تکلیف دہ تھا۔ وہ شاکڈ تھے۔

''میں فارقلیط کو اتنا بے وقوف نہ سمجھتا تھا۔'' وہ سر تھامے بیٹھے تھے۔ فارقلیط حسن کی بیماری اور پھر عروبہ کو طلاق دے کر گھر سے نکالنے کا صدمہ وہ سہہ نہ پا رہے تھے۔ ''فارقلیط!'' وہ ہسپتال کے بستر پر بے سُدھ پڑا حسن بہزاد کے جسم سے جان کھینچ رہا تھا۔ وہ ان کا سب کچھ تھا۔ انہوں نے اپنی زندگی اس کے لیے وقف کر دی تھی۔ اس کی خاطر خود پر خوشیاں حرام کر دی تھیں۔ وہ ہمیشہ انہیں پریشان کیا کرتا تھا۔ مگر اس بار تو اس نے حد کر دی تھی۔

☆.....☆.....☆

عروبہ غضنفر کو گھر آئے ہوئے دو دن ہو چکے تھے۔ مگر غضنفر علی کی ہمت نہ ہو رہی تھی کہ اس کا سامنا کرتے یا اس سے معافی مانگتے۔

عروبہ نماز پڑھ کر جائے نماز رکھ کر پلٹی تھی کہ غضنفر علی کو دروازے میں کھڑے دیکھ کر ٹھٹھک گئی۔ وہ واپس پلٹنے لگے تھے۔

''بابا!'' اس نے آواز دے ڈالی۔ غضنفر علی کے قدم وہیں جم گئے، مگر ان میں مڑنے اور اس کی طرف دیکھنے کی ہمت نہ تھی۔

''واپس کیوں جا رہے ہیں؟'' چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھاتی وہ ان کے قریب آئی اور اپنا ہاتھ ان کے شانے پر رکھا، وہ پلٹے مگر اس سے نظریں نہ ملا سکے۔

''عرو.....بہ!'' ان کا گلا رُندھ گیا۔

''بابا.....!'' عروبہ غضنفر نے ان کا ہاتھ پکڑا۔ ''آپ یہاں بیٹھیں۔'' وہ انہیں بیڈ پر بٹھا کر خود ان کے سامنے بیٹھ گئی۔

''آپ بہت اچھے.....''

''نہیں عروبہ!'' انہوں نے اپنا ہاتھ اس کے لبوں پر رکھ کر اسے مزید بولنے سے منع کیا۔ ''بہت بُرا ہوں میں۔ اگر مجھے بُرا نہیں کہہ سکتی، تو اچھا بھی مت کہو۔'' وہ ندامت کے باعث سر نہ اُٹھا رہے تھے۔ ان کا ہاتھ ابھی بھی عروبہ غضنفر کے ہاتھ میں تھا۔

''میں گُل افزاء کو تحفظ نہ دے سکا، میں تمہیں صوفیہ سے نہ بچا سکا، میں فروا کے وجود سے لاعلم رہا، کیسا باپ ہوں میں۔'' ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

''ماں کے ہوتے ہوئے تم اس کے وجود کو ترسی اور فروا.....'' دروازے کے باہر کھڑی فروا اور نویلہ بھی آنسو بہا رہی تھی۔

''مجھے معاف نہ کرو عروبہ، مجھے بُرا، بھلا کہو، دھکے دو، دھتکارو، جیسے میں نے تمہیں.....'' وہ لب بھینچ گئے۔ عروبہ غضنفر نے ان کے ہاتھ کی پُشت کو چوما اور آنکھوں سے لگا لیا۔

''آپ بہت اچھے ہیں بابا!'' عروبہ کی آواز بھرا گئی تھی۔ اس نے غضنفر علی کے آنسو پونچھے۔

''اتنے سالوں تمہاری جدائی کی آگ میں جلتا رہا، مگر ہمت نہ کر سکا تمہارا سامنا کرنے کی۔ وقت نے خود ہی تمہیں میرے سامنے لا کھڑا کیا۔ جو چاہو مجھے سزا دو۔'' وہ سر جھکائے مجرم بنے بیٹھے تھے۔

''بابا! میری ماما'' عروبہ ان کے سینے سے لگی سسک اُٹھی۔ بیٹا مجھے خود معلوم نہ تھا کہ وہ کہاں ہے۔ میں نے کئی بار تمہیں بتانے کی کوشش کی کہ تمہاری ماں زندہ ہے، مگر پھر یہ سوچتا کہ کیا فائدہ، جب یہ ہی معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے۔ اور جب وہ آئی تو.....'' غضنفر علی نے ایک ایک بات عروبہ کو بتائی۔ وہ ماں کی دائمی جدائی سے زیادہ ان کے دُکھوں پر روئی۔ وہ غضنفر علی کے ساتھ ان کی قبر پر گئی تھی۔ اس روز اسے اندازہ ہوا تھا کہ اس کے بابا اس کی ماما سے کتنا پیار کرتے ہیں۔ ''سچی محبت کبھی نہیں مرتی''۔ اس نے دل میں سوچا اور ساتھ ہی ایک بہت پیارا اپنا سا عکس اس کے آس پاس اُبھرنے لگا۔

☆.....☆.....☆

گزرتے وقت کے ساتھ فروا کا شک یقین میں بدلتا جا رہا تھا کہ نویلہ اور زین ندیم کے درمیان ناراضگی چل رہی ہے۔ اس نے کچھ کُریدنے کی کوشش کی، مگر وہ ٹال گئی۔ بالآخر فروا ایک فیصلہ کرتے ہوئے زین ندیم کے آفس آ گئی۔ اس نے اندر جانا چاہا تو ملازم نے اسے دروازے پر ہی روک لیا اور کہا کہ ''آپ کی اپائنٹمنٹ نہیں ہے، آپ سر سے نہیں مل سکتیں۔'' مگر جب اس نے اندر اطلاع بھجوائی کہ ''فروا غضنفر علی ملنا چاہتی ہے''۔ تو فوراً اجازت مل گئی۔ وہ کندھے پر بیگ سنبھالتی، وقار سے چلتی ہوئی اندر داخل ہو گئی۔

''السلام وعلیکم!'' زین ندیم اسے دیکھ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور فروا نے اس کے آفس کا طائرانہ جائزہ لے کر آخر میں اس کو دیکھا۔ اس

نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

''بہت ضروری بات کرنے آئی ہوں۔'' وہ بیٹھ گئی۔

''فرمایئے!'' وہ اپنی ریوالونگ چیئر کی پشت سے ٹیک لگائے بغور فروا کو دیکھ رہا تھا۔ وہ بھی اسے دیکھ رہی تھی۔ ''آپ نویلہ سے ناراض کیوں ہیں؟'' اس کی بات پر زین ندیم نے چونکتے ہوئے اسے دیکھا۔

''یہ تو آپ اس سے ہی پوچھتیں۔'' وہ آگے کو جھکا فروا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

''اسے شوہر کی بُرائی کرنا گوارا نہیں شائد''۔ وہ طنز سے گویا ہوئی۔ ''اور شوہر سے جھوٹ بولنا گوارا ہے۔'' وہ زہر خند ہوا۔

''کیسا جھوٹ؟'' فروا چونکی۔

''وہ پہلے سے شادی شدہ ہے۔'' زین ندیم نے کہا تو فروا چونکی۔

''تو وہ تو آپ بھی ہیں۔'' فروا بہن کی حمایت میں بولی۔ ''مگر میں نے اس سے چھپایا نہیں۔ وہ جانتی ہے میری شادی کے متعلق۔'' وہ اعتماد سے بولا۔

''اور آپ کی محبت، جس کا اظہار برسوں پہلے مجھ سے کیا تھا، کیا اس کے متعلق بھی اسے بتایا ہے''؟ فروا نے طنز کیا اور زین ندیم سناٹے میں آ گیا۔ وہ گنگ سا بیٹھا تھا۔

''بہت پاکیزہ محبت کی تھی میں نے آپ سے، کوئی گناہ نہیں''۔ وہ خود کو سنبھالتے ہوئے بولا۔

''آپ کی محبت پاکیزہ اور اس کا نکاح ناجائز تھا؟'' وہ استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

''اس نے مجھے دھوکہ دیا ہے، اپنی پہلی شادی کو چھپایا۔'' وہ واضح کرنے لگا۔

''وہ کسی کو دھوکہ نہیں دے سکتی۔'' فروا اس کی بات کاٹ کر درشتی سے بولے۔

''اگر دھوکہ دینا ہوتا تو برسوں پہلے شادی کر لیتی۔ وہ شادی کرنا ہی نہ چاہتی تھی۔ کیونکہ اس کا اعتبار مرد ذات سے اُٹھ گیا تھا..... اس کا پہلا شوہر، جو اس کا سگا خالہ زاد تھا، جس نے اس کی ماں سے بدلہ لینے کے لیے صرف چند گھنٹوں کے لیے اس سے نکاح کیا اور پھر ڈائیوورس دے کر چلا گیا۔'' زین ندیم آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہا تھا۔

''نویلہ کی ماما نے جب بھی اس کی شادی کی بات کی وہ انکار کر دیتی، ایک دو، جگہ اس کی بات چلائی مگر طلاق کی وجہ سے بات نہ بن سکی۔ آنٹی نے کوشش کی کہ پہلی شادی کو چھپا لیا جائے، مگر نویلہ اس چیز کے لیے تیار نہ تھی۔'' وہ حیرت زدہ بیٹھا ہوا تھا۔ ''نویلہ بہت اچھی لڑکی ہے۔ آپ سے بہت محبت کرتی ہے۔ اور بابا کو بہت چاہتی ہے۔ وہ انہیں پریشان نہیں کرے گی، شائد خود ہی آپ کے پاس آ جائے، میری آپ سے ریکویسٹ ہے، اس کا بھرم رکھ لیں، اسے واپس لے جائیں۔'' وہ اُٹھی تو زین ندیم بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔

''اسے میرے یہاں آنے کے متعلق مت بتائے گا۔وہ جاتے جاتے مڑی۔

''میں نویلہ کو بہت چاہتا ہوں، میری اس سے ناراضی وقتی تھی، میں صرف ہرٹ ہوا کہ اس نے مجھ سے جھوٹ بولا'' وہ فروا کو جتاتے ہوئے بولا۔

''وہ بہت اچھی ہے۔زندگی نے اسے کئی بار توڑا، مگر خود کو وہ خود ہی سمیٹ لیتی ہے۔اس بار اگر ٹوٹی تو آپ بھی نہ سمیٹ سکیں گے۔'' فروا چلی گئی تھی اور زین ندیم بے چین ہو کر ادھر اُدھر پھر ٹہلنے لگا تھا۔

☆.....☆.....☆

فروا، نویلہ اور علیشہ اپنے اپنے گھروں میں واپس چلی گئی تھیں۔غضنفر علی کسی ضروری کام سے گئے ہوئے تھے۔

عروبہ غضنفر لاؤنج میں بیٹھی ہوئی تھی۔اس کے سامنے میز پر چائے کا کپ پڑا ہوا تھا۔

''اس دُنیا میں میرے جیسا شوہر نہ ہوگا۔'' چائے کے کپ میں سے بھاپ اُٹھ رہی تھی۔وہ اس وقت نوسٹیلجیا کا شکار ہو رہی تھی۔

''اب دیکھو نہ، ایسا بھی کوئی شوہر ہوگا، جو اپنی بیوی کا عاشق ہو۔'' مسکراتا ہوا لہجہ، آس پاس کہیں خوشبو بکھیرنے لگا تھا۔''میں چاہتا ہوں ہر صبح اُٹھنے کے بعد میری آنکھیں سب سے پہلے جو منظر دیکھیں اس میں تم میرے ساتھ ہو۔'' چائے کے دھویں میں اس کی دھندلی سی تصویر بننے لگی تھی۔

''میں اُلو بھی بہت اچھا بناتا ہوں'' شریر لہجہ اسے اذیتوں سے دوچار کرنے لگا تھا۔

''دُنیا میں جو سب سے کمزور دل کی لڑکی تھی، اللہ نے اسے میری بیوی بنا دیا۔'' وہ اسے چھیڑ رہا تھا۔

''تم محبت نہیں کرتی مجھ سے؟'' اس نے چائے کا کپ اُٹھا لیا اور اس کے کناروں پر اُنگلی پھیرنے لگی۔

''نکل جاؤ میرے گھر سے''۔اس نے گھبرا کر ارد گرد دیکھا۔

''گھر سے نکال دینے سے کیا کوئی دل سے نکل سکتا ہے؟'' اس نے چائے کا سپ لیا۔اسے چائے بدذائقہ محسوس ہوئی تھی، بالکل زندگی کی طرح۔

''فارقلیط!'' اس کے دل سے ہوک اُٹھی تھی۔اس نے کپ میز پر رکھا اور صوفے سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔

''میں بہت بُرا ہوں، ہاں میری بیوی اس دُنیا کی سب سے اچھی لڑکی ہے۔'' اس کے کانوں میں سرگوشی اُبھری تھی اسے اپنے بالوں میں فارقلیط حسن کی پُرحدت اُنگلیوں کا لمس محسوس ہوا تھا۔

''مجھے آپ کے بغیر رہنا نہیں آ رہا فارقلیط!'' اس کا دل چیخ چیخ کر اسے پکار رہا تھا۔اس کے آس پاس یادوں کا ہجوم اس قدر زیادہ تھا کہ وہ لاؤنج کا دروازہ کھلنے کی آواز نہ سن سکی۔

''ماما!'' اسے یہ اپنا وہم محسوس ہوا۔ اس نے بہت اذیت سے رفتہ رفتہ آنکھیں کھولیں۔ سامنے شہیر حسن کھڑا تھا۔ فارقلیط حسن کا عکس، اس کا بیٹا۔ وہ بس خاموشی سے اسے دیکھے گئی۔

''ماما!'' شہیر اس کے پاس بیٹھ گیا اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ''بابا کو.....'' وہ لمحہ بھر کو رُکا۔ عروبہ غضنفر کا دل بری طرح سے دھڑکنے لگا۔ وہ آنکھیں پھاڑے شہیر حسن کو دیکھ رہی تھی۔ ''پاپا.....کو.....ہارٹ اٹیک ہو گیا ہے'' اس نے گویا بم پھوڑا۔

''کیا؟'' عروبہ تیزی سے سیدھی ہوئی اور اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے آزاد کروایا۔ ''پلیز آپ ہمارے ساتھ ہاسپٹل چلیں۔'' وہ لجاجت سے بولا۔ عروبہ غضنفر کو اپنا سانس بند ہوتا محسوس ہوا۔

''یہ کہیں نہیں جائے گی۔'' غضنفر علی لاؤنج میں داخل ہوئے۔

''نانا ابو میرے پاپا ہاسپٹل.....''

''بیٹا آپ کے پاپا میری بیٹی سے اپنا ہر تعلق ختم کر چکے ہیں۔ یہ اب ان کے پاس کس حیثیت سے جائے؟'' وہ کاٹ دار لہجے میں بولے۔

''ماما!'' دروازے کے قریب کھڑی ماہ وش آگے بڑھی تھی۔ ''پلیز!'' اس نے عروبہ غضنفر کے قدموں میں بیٹھتے ہوئے ہاتھ جوڑے۔

''پاپا کی حالت اچھی نہیں ہے۔ صرف ایک بار آ جائیں ہمارے ساتھ۔'' وہ رو دی تھی۔ عروبہ غضنفر نے باپ کی جانب دیکھا۔

''میں ان کے لیے دعا کروں گی۔'' اس نے ماہ وش کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

''ماما! پلیز، ہمیں معاف کر دیں، میں نے اور ماہ وش نے.....''

''میں نے تم دونوں کو معاف کر دیا۔'' عروبہ غضنفر نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''اور پاپا!'' ماہ وش نے آنسوؤں سے تر چہرہ اوپر اُٹھا کر آس بھری نظروں سے اسے دیکھا۔ عروبہ غضنفر کے دل کو کچھ ہونے لگا۔

''میری نماز کا ٹائم ہو رہا ہے۔'' وہ بمشکل اپنی جگہ سے اُٹھی اور اندر چلی گئی۔ غضنفر علی کو اس کی چال میں واضح لڑکھڑاہٹ محسوس ہوئی تھی۔

☆.....☆.....☆

فروا، مُعصب علی کی مسلسل خاموشی اور اُداسی کو بھانپتے ہوئے بہت پریشان اور شرمندہ تھی۔ وہ آفس سے سیدھی اس کی اکیڈمی گئی تھی۔ معصب علی اسے دیکھ کر خوشگوار حیرت کا شکار ہوا۔

''آپ کیوں مجھے پک کرنے آئیں؟'' اس کے ساتھ پارکنگ کی جانب بڑھتے ہوئے وہ استفہامیہ لہجے میں بولا۔

''عروبہ کی بیماری کی وجہ سے اتنے دن میرا بیٹا اگنور ہوتا رہا۔ آج مجھے بہت سا وقت اپنے جگر گوشے کے ساتھ گزارنا ہے۔'' وہ

محبت پاش لہجے میں بولی تو معصب علی مسکرا دیا۔

اسکے منع کرنے کے باوجود فروا نے اسے ڈھیروں شاپنگ کروائی تھی۔ اسے نیا سیل فون خرید کر دیا، اور پھر دونوں نے ڈنر بھی باہر کیا۔

''معصب!'' اس نے فوک پرفش کا پیس لگا کر اس کے منہ کی جانب بڑھایا تو وہ آس پاس دیکھنے لگا۔ ''ماما!'' اس نے کچھ جھینپتے ہوئے منہ کھول دیا، اور پھر ارد گرد دیکھا۔ ''لوگ دیکھ رہے ہیں، اب میں بچہ تو نہیں ہوں۔'' وہ شرماتا ہوا بہت کیوٹ لگ رہا تھا۔

''میری جان، میرے لیے تو بچے ہو نہ۔'' وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولی۔

''معصب!'' واپسی میں وہ خاموشی سے ڈرائیو کر رہی تھی جب اچانک اسے پکار بیٹھی۔

''جی ماما!'' اس نے ونڈ اسکرین سے نظریں ہٹا کر ماں کو دیکھا۔

''مجھے معاف کر دو بیٹا!'' وہ شرمسار نظر آ رہی تھی۔

''فار واٹ ماما؟''

''میری محبت پر شک مت کرنا میرے بیٹے۔''

''کیسی باتیں کر رہی ہیں ماں۔'' فروا نے گاڑی ایک سائیڈ پر روک دی۔

''میں عروبہ سے اتنے برسوں بعد ملی تھی، اگر فوراً اس سے بیٹی کے رشتے کی بات کرتی تو وہ مجھے خود غرض سمجھتی۔ اور اس نے اتنی جلدی بیٹی کی شادی کر دی کہ.....''

''ماما!'' معصب علی نے اس کے ہاتھ پکڑے۔ فروا اس کی آنکھوں میں جھانک رہی تھی۔

''آپ اس دُنیا کی بیسٹ ماما ہیں۔'' اس نے فروا کے ہاتھوں کو چوما۔ ''مجھے آپ کی محبت پر ہر رشتے سے زیادہ اعتبار ہے۔ پاپا سے بھی زیادہ۔'' فروا کے سیل پر کال آنے لگی۔

''موسیٰ کی کال ہے۔'' اس نے کال ریسیو کی۔

''جی ہم آ رہے ہیں موسیٰ!'' مختصراً اسے بتا کر کال بند کر دی۔

''تم جس سے کہو گے۔ اب اسی سے شادی کروا دوں گی تمہاری۔ مگر پہلے اپنی پڑھائی مکمل کر لو۔'' فروا نے ناصحانہ انداز میں کہا۔

''دل بس ایک بار ہی کسی پر آتا ہے۔'' وہ اُداسی سے گویا ہوا۔ ''مگر اب میں آپ پر چھوڑتا ہوں۔ اور مجھے آپ کی پسند پر پورا یقین ہے۔'' فروا کو اس پر ٹوٹ کر پیار آیا تھا۔

''اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کا نصیب بہت اچھا کرے گا۔'' فروا نے اس کا شانہ تھپتھپایا معصب علی مسکرا دیا۔

☆.....☆.....☆

فارقلیط حسن گھر شفٹ ہو چکا تھا۔ مگر عروبہ اسے دیکھنے یا ملنے نہ آئی تھی۔ حسن بہزاد کو عیسیٰ احمد نے اس کے کینسر کے متعلق بتا دیا تھا۔

''میں تمہیں اتنا بے وقوف نہ سمجھتا تھا فارقلیط!'' وہ اس کے پاس اس کے روم میں بیٹھے تھے۔ ''تم نے اپنی تکلیف مجھ سے اور عروبہ سے چھپا کر اچھا نہیں کیا۔'' وہ شکوہ کناں لہجے میں بولے۔

''تم نے عروبہ کو طلاق دے دی، کیوں؟'' وہ چت لیٹا چھت کی کڑیوں کو گھور رہا تھا۔

''وہ میری جدائی برداشت نہ کر پاتی پاپا!'' اس نے ایک بوجھل سانس خارج کی۔

''اسے تمہاری محبت کہوں یا بے وقوفی۔'' وہ تاسف سے سر ہلا کر رہ گئے۔

''اور جو دُکھ تم نے اسے دیا، کیا وہ یہ سہہ پائی؟'' وہ خفگی سے گویا ہوئے۔

''تم جانتے ہو اس وقت کیا حالت ہوگی اس کی؟'' انہوں نے نے احساس دلانا چاہا۔ ''وہ تمہارے بغیر کیسے رہے گی؟'' وہ ہنوز خاموش تھا۔

''زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہوتی ہے بیٹا! اور یہ ضروری نہیں کہ کینسر کا ہر مریض مر جائے۔ بیماری تو ایک بہانہ ہوتی ہے، ورنہ ہر شخص اپنے وقت پر مرتا ہے۔ پھر موت سے پہلے رشتہ ختم کرنا سراسر بے وقوفی ہے۔''

دروازہ کھلا اور ماہ وش اندر داخل ہوئی تھی۔ وہ آج پھر عروبہ کے پاس گئی تھی اور نامراد لوٹی تھی۔

''نہیں آئی؟'' فارقلیط حسن کی آنکھوں میں جلتے آس کے دیے بجھنے لگے تھے۔

''کس رشتے سے آئے اب وہ؟'' حسن بہزاد باہر نکل گئے۔

''ماما بہت ضدی ہیں''۔ ماہ وش غصے سے بولی۔ ''ایسا مت بولو اس کے لیے''۔ فارقلیط حسن اسے ٹوک گیا۔ ''اس نے زندگی میں بہت دُکھ اُٹھائے ہیں بیٹا۔''

''اور میں نے تو اس کے دُکھوں کو کم کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ سب سے زیادہ دُکھ دینے کا باعث بھی میں ہی بن گیا۔'' وہ ماہ وش کو اس کی زندگی کی کہانی سنانے لگا۔ وہ بے یقین سی بیٹھی تھی۔ دروازے کے باہر کھڑے شہیر حسن کا دل اپنی ماں کے دُکھوں پر کٹنے لگا تھا۔

☆.....☆.....☆

نویلہ، زین ندیم کے ساتھ آ تو گئی تھی مگر اس کا انداز بہت لیا، دیا تھا۔ ڈنر کے بعد وہ لان میں کچھ دیر واک کرنے لگی تھی۔ اپنے کمرے کی کھڑکی سے زین ندیم نے اسے دیکھا اور اس کے پاس آ گیا۔ اس کے قدم سے قدم ملا کر چلتے ہوئے اس نے اچانک نویلہ کا ہاتھ پکڑا، وہ رُک گئی اور خفگی سے بھرپور نظر اس پر ڈالی، زین ندیم مسکرا دیا۔

''آئی لو یو نویلہ!'' اس کے اس طرح اچانک اظہارِ محبت پر وہ گنگ کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔

''دیکھ لی میں نے آپ کی محبت۔'' اس نے منہ پھلاتے ہوئے کہا اور ہاتھ چھڑانا چاہا۔

''اچھا!'' وہ شریر ہوا۔

''میں ناراض ہو کر گئی، آپ نے پلٹ کر خبر ہی نہ لی۔'' اس نے خفگی سے بھرپور لہجے میں کہا۔ ''میں تمہاری جدائی سہہ کر اپنی محبت کی شدت اور اس کی گہرائی معلوم کرنا چاہتا تھا۔'' اس نے نویلہ کی آنکھوں میں جھانکا۔

''ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ اس نے ہاتھ کھینچا۔ چاند کی دودھیا روشنی میں اس کا خوبصورت چہرہ دمک رہا تھا۔

''مجھ سے کبھی بھی بدگمان مت ہونا۔ مجھے تم پر بہت اعتبار ہے، جانتا ہوں تم بہت اچھی لڑکی ہو۔''

''بہت مختلف سمجھا تھا میں نے آپ کو۔'' وہ ہرٹ ہوئی تھی۔ ''مختلف ہونے کا تو نہیں، ہاں تم سے محبت کا دعویٰ ضرور کرتا ہوں، اور ہاں پرسوں ہم کاغان، ناران جا رہے ہیں، انکار نہیں سنوں گا۔'' اس کی بات پر نویلہ خاموش رہی تھی۔ ''چلو تمہیں اپنے ہاتھ کی چائے پلواتا ہوں۔'' اس کا ہاتھ پکڑ کر وہ اندر کی جانب بڑھا تھا۔ اس کے قدم سے قدم ملا کر چلتے نویلہ کو ڈھیروں طمانیت کا احساس سا تھا۔

☆.....☆.....☆

اُم طیفور کا بہت خوبصورت نیا ناول

ساگر کنارے

ہر ماہ باقاعدگی سے کتاب گھر پر پیش کیا جا رہا ہے
نئی اقساط پڑھنے کیلئے وزٹ کریں

kitaabghar.com

سحر ساجد کا بہت خوبصورت نیا ناول

نار

ہر ماہ باقاعدگی سے کتاب گھر پر پیش کیا جا رہا ہے
نئی اقساط پڑھنے کیلئے وزٹ کریں

kitaabghar.com

حسن بہزاد بہت آس اور اُمید لے کر عروبہ غضنفر کے پاس گئے تھے اور فارقلیط حسن کی بیماری، اور اس کی ساری پلاننگ سن کر وہ ہلنے کے قابل نہ رہی تھی۔

''صرف ایک بار اس سے مل لو، کل شام کی فلائٹ سے وہ لندن جا رہا ہے۔ اس کا آپریشن ہے۔'' حسن بہزاد خود پر ضبط کھو بیٹھے تھے۔

''پتا نہیں پھر اپنے پاؤں پر چل کر آئے یا.....'' ان کا گلا رُندھ گیا۔

''ڈیڈی!'' عروبہ غضنفر نے ان کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

''ایسا مت کہیں۔'' وہ جو اتنے دنوں سے خود کو مضبوط بنائے پھر رہی تھی، ہارنے لگی تھی۔ حسن بہزاد چلے گئے تھے، وہ وضو کر کے جائے نماز بچھائے اللہ سے اس کی زندگی کی بھیک مانگ رہی تھی۔

''عروبہ!'' اسے جائے نماز پر بیٹھے نہ جانے کتنی دیر گزر گئی تھی جب اس کے عقب میں آواز اُبھری تھی۔

''فارقلیط!'' اس کے دل سے صدا بلند ہوئی تھی۔ مگر لب خاموش تھے۔ وہ جائے نماز سے اُٹھی، اسے تہہ کر کے پلٹی، وہ دانستہ اس کی جانب دیکھنے سے گریز کر رہی تھی۔

''عروبہ!'' وہ اس کے قریب آیا اور اس کے ہاتھ تھامنے چاہے ''دور رہیں مجھ سے فارقلیط صاحب!'' وہ دو قدم پیچھے ہٹی۔ فارقلیط حسن پیاسی نظروں سے اسے دیکھے گیا۔ ''آپ مجھ پر ہر حق کھو چکے ہیں۔'' اس نے واضح کیا۔

''محبت کرنے کا حق ابھی بھی ہے میرے پاس'' اس نے جتایا۔ ''زندگی اور گھر سے نکال دیا، اب محبت کا کیا جواز بنتا ہے؟'' وہ تلخ ہوئی۔

''دل سے تو نہیں نکالا عروبہ!'' وہ اسے جتاتے ہوئے کہنے لگا تھا۔

''وہاں سے میں خود نکل آئی ہوں۔'' عروبہ غضنفر نے جی کڑا کر کے کہہ دیا تھا۔

''میں نے تم سے بے پناہ محبت کی ہے، سمجھنے کی کوشش کرو۔ عروبہ!'' وہ اس کے قریب آیا اور منت کرنے لگا۔ ''مجھ سے دور رہیں''۔ وہ تیزی سے وہاں سے اُٹھی۔ ''آپ نے کوئی محبت نہیں کی مجھ سے۔ وہ زہر خند ہوئی۔ ''میں تمہیں اذیت سے بچانا چاہتا تھا۔'' وہ کسی طور نہ مان رہی تھی۔

''محبت کے مریض کی رگوں میں نفرت، بے اعتنائی اور بے حسی کا زہر اُتار کر آپ کہتے ہیں اذیت سے بچانا چاہتے تھے۔'' وہ غصے سے بولی۔ ''اور آپ مجھے خود سے دور کرنا چاہتے تھے نہ، اب میں ہو گئی، تو کیا مسئلہ ہے؟''

''میری محبت کی شدتوں کو سمجھو عروبہ، بدگمان مت ہو''۔ وہ ایک مرتبہ پھر منت کرنے لگا تھا۔ عروبہ غضنفر کسی طور نہ مان رہی تھی۔

''محبت ہو یا نفرت، اسے اعتدال پر رہنا چاہیے۔ شدت پسندی ہمیشہ تکلیف دیتی ہے، چاہے محبت میں ہی کیوں نہ ہو۔'' وہ کہنے سے خود کو باز نہ رکھ سکی۔

''اور آپ کی محبت کی شدت نے مجھے کہیں کا نہ چھوڑا۔ آپ کی محبت کی شدتیں ہمیشہ مجھے ڈرا دیا کرتی تھیں''.....وہ ہانپنے لگی تھی۔

فارقلیط حسن اسے دیکھنے گیا۔

''ماما کی نفرت اور آپ کی محبت کی شدت نے میرا بہت نقصان کیا۔'' وہ وہاں سے اُٹھی اور خود کو کمرے میں بند کر لیا۔

''عروبہ!'' وہ دروازہ نوک کرنے لگا۔

''پلیز! دروازہ کھولو'' وہ التجا کرنے لگا تھا۔

''چلے جائیں، مجھے آپ کی کوئی بات نہیں سننی، نہ تو اب میں روتی ہوں، نہ ہی آپ کے بغیر جینا مشکل لگتا ہے، آپ کے بغیر رہنے کی عادت ہو گئی ہے'' وہ دروازے کے ساتھ لگی، زمین پر بیٹھتی چلی گئی تھی۔ ''دروزہ کھولو، اور یہ بات میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہو۔'' وہ وہاں سے ہٹنے کو تیار نہ تھا۔

''شاید اب میں پاؤں پر چل کر تمہارے پاس کبھی نہ آسکوں، مگر یاد رکھنا تم اب بھی میری بیوی ہو، میری محبت.....اور عروبہ!'' وہ لمحہ بھر کو رُکا تھا۔ اور یہ لمحہ عروبہ غضنفر کے لیے بہت اذیت ناک تھا۔ ''کینسر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اگر میں مر گیا تو سمجھ لینا تمہاری جدائی اور بے رُخی نے مجھے مار ڈالا ہے۔'' وہ چلا گیا تھا۔ عروبہ غضنفر نے دروازہ کھولا۔ اس کا دل بری طرح گھبرا رہا تھا۔

ادھر تو دھیان ہی میرا نہیں

اجرِ وفا کیا ہے

ترے قدموں میں رکھ کر جبہ و دستارے

می رقصم.....!

☆.....☆.....☆

ماہ وش نے روتے ہوئے باپ کو ائیر پورٹ پر سی۔ آف کیا تھا۔ وہ واپسی میں سارا راستہ روتی رہی تھی۔ عیسیٰ احمد نے اسے چپ نہیں کروایا تھا۔ گھر آ کر وہ اپنے روم میں چلی گئی تھی۔

عیسیٰ احمد اس کے لیے چائے بنا کر لے آیا تھا۔ اپنے روم میں آیا تو اسے اوندھے منہ بیڈ پر پڑے پایا۔

''ماہ وش!'' اس کے پاس بیٹھتے ہوئے اس نے اسے پیار سے پکارا تھا۔

''لو چائے پیو، اور سر درد کی گولی کھا کر سو جاؤ۔'' اس کے بکھرتے بالوں کو سمیٹتے ہوئے وہ نرم لہجے میں بولا۔

''میرے پاپا.....'' وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔

''وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔'' وہ تسلی آمیز لہجے میں بولا۔

''مجھے معاف کر دیں عیسیٰ!'' وہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑنے لگی تھی۔

''پلیز! یہ مت کرو۔'' اس نے ماہ وش کے دونوں ہاتھوں کو کھول دیا، اس کا سر اپنے سینے پر رکھے اس کا بازو سہلانے لگا۔

''معافی مانگنی ہے تو اپنی ماما سے مانگو'' وہ آہستگی سے بولا۔

''میں نے ماما سے معافی مانگ لی ہے۔'' اس کے آنسو عیسیٰ احمد کی شرٹ کو بھگو رہے تھے۔

''تو میں نے بھی تمہیں معاف کیا۔ چلو اب چائے پی لو، ٹھنڈی ہو رہی ہے۔'' کچھ ہی دیر میں ماہ وش چائے پی کر اور میڈیسن کھا کر سو گئی تھی۔ عیسیٰ احمد نے اس پر کمبل درست کیا، کپ اُٹھا کر کچن میں آ گیا۔

واپس آیا تو وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ عیسیٰ احمد ایزی چیئر پر جا بیٹھا۔

''اپنی ماما کا بہت خیال رکھنا ماہ وش!'' فارقلیط حسن ایئر پورٹ پر اپنی بیٹی سے بار بار اس کے متعلق ہدایات کرتا تھا۔

''فارقلیط حسن! میں آج تک آپ کو ایک بہت بُرا اور خود غرض انسان سمجھتا رہا۔ مجھے یہ لگتا تھا کہ عروبہ سے جتنی محبت میں نے کی ہے آپ کبھی کر ہی نہیں سکتے۔ مگر مجھے آج پتا چلا کہ آپ نے عروبہ سے عشق کیا ہے۔ جتنی محبت آپ نے عروبہ سے کی، ایسی والہانہ چاہت تو کبھی کسی نے نہ کی ہوگی''۔ وہ چشمِ تصور میں اس سے مخاطب تھا۔

''مجھے ہمیشہ اللہ سے شکوہ رہا کہ عروبہ مجھے کیوں نہ ملی، آج پتہ چلا، اتنی اچھی لڑکی کو تو صرف آپ ڈیزرو کرتے ہیں۔'' عیسیٰ احمد نے آنکھیں کھولیں، کمرے میں ملگجا اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ اس نے ایک نظر کمبل میں لپٹے وجود کو دیکھا اور وضو کرنے واش روم کی جانب بڑھ گیا۔ اسے اللہ سے فارقلیط حسن کی زندگی مانگنی تھی۔

عروبہ کی خوشیوں کے لیے التجا کرنی تھی۔ عروبہ غضنفر ماہی بے آب کی مانند تڑپ رہی تھی۔ اس نے رات کا کھانا بھی نہ کھایا تھا۔ جلد سونے کا بہانہ کر کے وہ اپنے روم میں چلی گئی تھی۔ اسے ہر چیز سے وحشت ہو رہی تھی۔

''آئی لو یو عروبہ۔'' اس نے whatsapp آن کیا۔ فارقلیط حسن کا میسج آیا ہوا تھا۔

''میں جانتا ہوں تم مجھے بہت یاد کر رہی ہو۔'' اس کا دل بھرانے لگا تھا۔

''فارقلیط!'' اس کی آنکھوں سے آنسو نکل کر موبائل فون کی اسکرین پر گرنے لگے تھے۔

''میرے مرنے کے بعد ہماری کہانی لکھی جائے گی۔ اور دیکھنا، مؤرخ لکھے گا، فارقلیط حسن ایک ایسا شوہر جیسے اپنی بیوی سے عشق ہو گیا۔ اس کی محبت میں وہ اتنا پاگل ہو گیا کہ اسے خود سے دور کر بیٹھا۔'' عروبہ غضنفر کا دل بند ہو رہا تھا اس کے میسج پڑھ کر۔

''میں اللہ سے دُعا کر رہا ہوں کہ زندہ نہ بچوں۔''

''اللہ نہ کرے۔'' عروبہ کے لب پھڑ پھڑائے۔ ''مجھے زندگی کی ایک سانس بھی تمہارے بغیر نہیں چاہیے۔'' عروبہ غضنفر کا دل چاہا

اس کے میسج کا جواب دے، اسے تسلی دے، آس کا کوئی ایسا دیا اسے تھمائے، جسے پکڑ کر وہ اندھیروں سے نکل آئے، مگر وہ ایسا نہ کر سکی۔

''میں روزِ قیامت اللہ سے یہ کہوں گا کہ مجھے جنت کی حوریں نہیں صرف ایک عروبہ چاہیے۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔"God bye forever" موبائل فون عروبہ غضنفر کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔ وہ بری طرح رو رہی تھی۔

نویلہ اور علیشہ، پاپا کے ساتھ ماما سے ملنے آئی تھیں۔ وہ دونوں ماں کو دیکھ کر دنگ رہ گئیں۔ میلے کپڑے، کھچڑی بال، چہرے پر بُھریاں، دونوں ہاتھوں سے سر میں بُری طرح خارش کرتی ہوئی وہ عورت صوفیہ غضنفر علی ہرگز نہ لگتی تھی۔ نویلہ اور علیشہ آگے بڑھی تھیں۔

''ماما!'' علیشہ نے اسے محبت سے پکارا۔ کچھ فاصلے پر کھڑے غضنفر علی نے ایک نظر اُٹھا کر اس عورت کو دیکھا، جس نے اس کی زندگی کا شیرازہ ایسے بکھیرا تھا کہ جسے جوڑنے کے لیے انہیں شائد صدیاں درکار تھیں۔ اس نے بیک وقت شدت سے محبت بھی کی اور نفرت بھی۔ غضنفر علی سے شدید محبت اور گل افزاء سے شدید نفرت۔ اور شدت پسندی کا انجام بہت بُرا ہوتا ہے۔

''دور رہو مجھ سے۔'' اس نے ہاتھ اُٹھا کر بیٹیوں کو آگے آنے سے روکا۔ علیشہ نے نویلہ کو دیکھا۔

''ورنہ..... میں..... تم..... دونوں..... کو مار..... دوں گی۔'' علیشہ رونے لگی تھی۔

''آپ کی لگائی نفرت اور حسد کی چنگاری نے آپ کی بیٹیوں کی زندگی میں تو آگ لگائی ہی، مگر آپ کو بھی جلا کر بھسم کر ڈالا ماما۔''

''گل افزاء.....'' اس نے ہونٹوں پر اُنگلی رکھی ''شی!'' وہ ان دونوں کو خاموش کروا رہی تھی۔

''گل افزء آ رہی ہے..... مجھے اس کو..... مارنا..... ہے'' وہ مڑی اور پلیٹ میں سے چھری اُٹھائی۔

''ہٹ جائیں میڈم۔'' ایک موٹی سی نرس اندر داخل ہوئی اور صوفیہ سے زبردستی چھری چھیننے لگی۔ نویلہ اور علیشہ آنکھیں پھاڑے یہ منظر دیکھ رہی تھیں۔

''چلو بیٹا!'' غضنفر علی نے آگے بڑھ کر ان دونوں کے سر پر ہاتھ رکھا۔ صوفیہ نے اب شیشے کا گلاس اُٹھا لیا تھا۔

''پاپا!.....'' علیشہ سسک اُٹھی۔ ''ماما.....'' غضنفر علی کے بازوؤں کے حلقے میں چلتے ہوئے وہ مُڑ مُڑ کر دیکھتی تھی۔ وہ عورت صوفیہ کو قابو کر کے اس سے گلاس چھین رہی تھی۔'' حدیث شریف ہے:

''حسد نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے، جیسے آگ خشک لکڑیوں کو۔'' انہوں نے گاڑی کا دروازہ کھولا۔ دونوں غمزدہ سی اندر بیٹھ گئیں۔ علیشہ روئے جا رہی تھی۔

''کبھی بھی گناہ کو چھوٹا نہیں سمجھنا چاہیے، اور اس سے بچنا چاہیے۔'' غضنفر علی نے گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی۔ گاڑی کی فضا میں گھمبیر خاموشی چھا گئی تھی۔ تینوں نفوس اپنی اپنی سوچوں میں گم تھے۔ ان کے پاس کہنے کو کچھ بچا ہی نہ تھا۔

☆.....☆.....☆

نویلہ ایک پیشنٹ کے روم سے نکلی تھی جب اسے فروا کی کال آئی تھی۔اس نے مسکراتے ہوئے کال ریسیو کی۔

''بھول گئی مجھے۔''فروا نے ہنستے ہوئے شکوہ کیا۔

''ارے!''نویلہ ہنس دی۔''ایسا کیوں سوچا آپ نے؟''

''ابھی فری ہو تو تمہیں پک کرلوں؟''فروا نے اجازت طلب کی۔

''عروبہ کی طرف جانے کا پروگرام ہے میرا۔''فروا نے بتایا۔تو نویلہ نے فوراً ہامی بھرلی۔کچھ ہی دیر میں فروا اس کے پاس تھی۔

''ایک بات کہوں نویلہ؟''فروا نے موڑ کاٹتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔

''جی!''وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

''عروبہ کو بیٹی کی شادی عیسیٰ سے نہیں کرنی چاہیے تھی۔عجیب سا نہیں لگتا؟ آئی مین،تم ماہ وش کی خالہ ہو،اور.....''اتنا کہہ کر وہ خاموش ہوگئی۔

''جو چیز اسلام میں جائز ہے وہ غلط نہیں ہوسکتی فروا آپی۔''نویلہ نے وضاحت کی۔''اور اسلامی نقطہ نظر سے یہ جائز ہے،پھر ہمارا صرف نکاح ہوا تھا،اس لیے مجھے اس میں کوئی برائی نظر نہیں آتی۔''نویلہ کی بات پر فروا پل بھر کو خاموش ہوگئی۔

''عیسیٰ احمد،عروبہ سے محبت کرتا تھا۔اب اس کا داماد بن گیا۔مجھے تو بہت آکورڈ لگ رہا ہے۔''فروا صاف گوئی سے بولی۔

''محبت بہت پاکیزہ جذبہ ہے فروا آپی،اسے آکورڈ ہم انسان بناتے ہیں۔اور اصل محبت وہ ہوتی ہے جو شادی کے بعد میاں بیوی کے درمیان ہوتی ہے،یہ بات اب عیسیٰ کو بھی سمجھ آئے گی۔زین سے شادی ہونے کے بعد اور ان کے ساتھ رہنے کے بعد مجھے اس بات کا اندازہ ہوا ہے۔''نویلہ نے کافی حد تک فروا کی ذہنی الجھن بھی دور کردی تھی۔وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

گہری،سیاہ تاریک رات حسن منزل پر اُتری تھی۔اداسی منہ چھپائے ٹیرس کے اک کونے میں بیٹھی تھی۔حسن کا پیکر،محبت کا مجسمہ،عشق کا بادشاہ وہ یونانی دیوتا ٹیرس پر کھڑا سیاہ آسمان پر چمکتے اس روشن ستارے کو دیکھ رہا تھا جو بالکل تنہا تھا،اور شائد اداس بھی۔

اس کا دل بس ایک ہی نام کی گردان کیے جارہا تھا۔''عروبہ غضنفر''نہیں۔۔بلکہ''عروبہ فارقلیط حسن۔۔۔''

میری زندگی تو فراق ہے،وہ ازل سے دل میں مکیں سہی
وہ نگاہِ شوق سے دور ہیں،رگِ جاں سے لاکھ قریں سہی

اسے محبت کے وہ زمانے یاد آرہے تھے جب اس نے پہلی مرتبہ حسن و معصومیت کی اس دیوی کو دیکھا تھا۔اس سے مل کر اسے پا کر اس کی زندگی کے معنی ہی بدل گئے تھے۔اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور لان میں ہوا کے دوش پر اڑتے پودوں کو بغور دیکھا۔

''وہ پھولوں کی دیوانی اور میں اس کا دیوانہ ہوں، کاش وہ سمجھ جائے۔''

اس نے خود کلامی کرتے ہوئے حسرت سے کہا۔

ہمیں جان دینی ہے ایک دن، وہ کسی طرح وہ کہیں سہی
ہمیں آپ کھینچے دار پر، جو نہیں کوئی تو ہمی سہی

سینے میں بائیں جانب بہت زور کا درد اٹھا تھا۔ رات نظریں چرانے لگی تھی۔

اس کا غرور، خود پسندی اور رنگین مزاجی تو عروبہ غضنفر کے عشق نے مٹی میں ملا دی تھی۔ عجیب وحشت تھی جس نے اس کے اندر سر اٹھایا تھا۔

اس کا آپریشن کامیاب ہوا تھا۔ پچھلے دو ماہ سے وہ گھر اور دل کے دروازے وا کیے اس کا منتظر تھا۔ مگر عشق نے اسے آزمانے کی ٹھان رکھی تھی۔ محبت اس سے منہ موڑے دور کھڑی تھی۔

سرِ طور ہو سرِ حشر ہو، ہمیں انتظار قبول ہے
وہ کبھی ملیں، وہ کہیں ملیں، وہ کبھی سہی، وہ کہیں سہی

اس کی زندگی تو اب سراپا انتظار تھی۔ عروبہ غضنفر کا انتظار، اپنے روٹھے ہوئے عشق کا انتظار۔

اسے دیکھنے کی جو لو لگی تو نصیر دیکھ ہی لیں گے ہم
وہ ہزار آنکھ سے دور ہوں، وہ لاکھ پردہ نشیں سہی

اس نے ایک گہری بوجھل سانس فضا کے سپرد کی۔ اچانک اسے اپنے شانے پر ایک نرم اور گداز لمس محسوس ہوا تھا۔ ایسا لمس جو اس کی مشامِ جاں میں نئی روح پھونک رہا تھا۔ اس نے مڑے بغیر ہاتھ بڑھا کر اس ہاتھ کو تھاما تھا، گویا پھر سے اس کے کھو جانے کا خطرہ ہو۔

''جانتا ہوں ہر بار کی طرح اب بھی آنکھ کھلے گی تو تم مجھے چھوڑ کر جا چکی ہو گی'' وہ زیرِ لب بڑبڑایا۔

''فارقلیط!'' خاموشی کو چیرتی، زندگی کی نوید سناتی آواز سناٹے میں ابھری تھی۔

صدیوں سے پیاسی اس کی روح سیراب ہونے لگی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ٹمٹماتی انتظار کی شمعیں روشن ہونے لگی تھیں۔

اور پھر.....

عشق کا بادشاہ تیزی سے مڑا تھا

محبت کی دیوی سامنے کھڑی تھی۔ وہ بے یقین سا تھا۔

''عروبہ!'' اس کے لب ہلے تھے۔ اور محبت کی دیوی نے عشق کے بادشاہ کو دیکھا تھا۔

سیاہ شلوار قمیص میں ملبوس، اپنے بے حد سفید پیروں میں پشاوری چپل پہنے، شانوں پر سیاہ شال اوڑھے، دمکتے چہرے، مخمور

آنکھوں کے ساتھ عشق کا بادشاہ اور حسن کا دیوتا آگے بڑھا تھا۔محبت کی دیوی ساکت کھڑی تھی۔

دونوں کے مابین ایک معنی خیز چپ حائل تھی۔لب خاموش تھے مگر آنکھیں بہت کچھ کہہ رہی تھیں۔

جو ہو فیصلہ وہ سنایئے، اسے حشر پر نہ اٹھایئے۔

جو کریں گے آپ ستم وہاں
وہ ابھی سہی، وہ یہیں سہی

اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر، گھمبیر لہجے میں معنی خیزی سے کہا۔عشق کا بادشاہ محبت کی دیوی کے قدموں میں جھکا تھا۔

''فارقلیط!'' عروبہ غضنفر تیزی سے دو قدم پیچھے ہٹی تھی۔ جھک کر فارقلیط حسن کو شانوں سے تھام کر اوپر اٹھایا۔

''محبت کی جگہ قدموں میں نہیں دل میں ہوتی ہے۔'' وہ چپ کھڑا تھا'' میں نے آپ کو دل کے سنگھاسن پر اتنے بلند مقام پر بٹھایا ہے۔اب آپ یہاں بیٹھ کر میری محبت کی توہین مت کیجیے'' رات آسمان پر ٹمٹمانے لگی تھی۔

''فارقلیط حسن کب کا ختم ہو چکا ہے۔ مٹ چکا ہے تمہارے عشق میں، اور یہ جو تمہارے سامنے کھڑا ہے نہ مسز فارقلیط حسن!'' اس نے ہاتھ بڑھا کر عروبہ غضنفر کے دونوں ہاتھوں کو اپنی مضبوط گرفت میں لے لیا تھا۔

''تمہارے عشق میں دیوانہ ہو کر اتنا آگے نکل چکا ہے کہ بس اب دل تمہارے گرد رقص کرتا رہتا ہے۔تم پاس ہو یا دور، یہ تمہارے گرد ہی منڈلاتا رہتا ہے۔اور اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ میں تمہارے قدموں میں بیٹھوں یا دل میں'' عروبہ غضنفر دم بخود سی کھڑی تھی۔اس کے عشق میں وہ نا جانے کون کون سے مدارج طے کر چکا تھا۔وہ تو انجان تھی۔

''میں دنیا کے پیچھے بھاگتے بھاگتے تھک گئی ہوں فارقلیط۔آپ کی محبت کی چھاؤں میں آرام کرنا چاہتی ہوں۔آپ کے پیار کی بارش سے دل کی بنجر سرزمین کو سیراب کرنا چاہتی ہوں۔'' وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولی تھی۔

''میری محبت کی چھاؤں میں بے فکر ہو کر آرام کرو۔دوبارہ کبھی تمہیں تپش کا احساس نہ ہوگا۔اور اگر کبھی تیز دھوپ آئی بھی تو خود جل کر تمہیں بچا لوں گا۔'' رات کی آنکھیں بند ہونے لگی تھیں۔ستارے بجھنے لگے تھے۔

چار سو روشنی پھیلنے لگی تھی۔

فارقلیط حسن کے عشق کی روشنی عروبہ غضنفر کی محبت کی چمک!

محبت ہاتھ باندھے ان کے درمیان پھر سے آ کھڑی ہوئی تھی۔فارقلیط حسن نے اس کا دایاں ہاتھ اپنے سینے پر بائیں جانب رکھا تھا۔

''یہاں تم تھی، تم ہو اور تم ہی رہو گی ہمیشہ'' وہ گھمبیر لہجے میں بولا تھا۔عروبہ غضنفر کو ڈھیروں طمانیت کا احساس ہوا تھا۔

''مجھے زندگی کی آخری سانس تک صرف آپ کا ساتھ چاہیے فارقلیط!'' اپنی محبت کو اظہار کے معنی پہناتے ہوئے عروبہ غضنفر کے چہرے

پر دھنک رنگ بکھرنے لگے تھے۔فارقلیط حسن نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تھا۔اسے اپنی محبت اور ساتھ کا مان اور یقین بخشا تھا۔

سب گلے شکوے ختم ہو گئے تھے۔ہوائیں رقص کرنے لگی تھیں،فضائیں گنگنانے لگی تھیں۔

ہلکی ہلکی بوندا باندی ہونے لگی تھی۔فارقلیط حسن نے اس کا ہاتھ پکڑا اور لان کا رخ کیا۔تمام درخت،پودے اور پھول انہیں خوش آمدید کہنے لگے تھے۔ایک مرتبہ پھر ملن کی مبارکباد دینے لگے تھے۔

ان دونوں کے لبوں پر دلفریب مسکان تھی۔ان کے آس پاس محبت کے ترانے گونجنے لگے تھے۔عشق کا رقص جاری تھا۔اور وہ کوئی عام لوگ تو نہ تھے۔

عشق کا بادشاہ فارقلیط حسن_!

محبت کی دیوی عروبہ کا غضنفر کا ہاتھ تھامے کھڑا تھا،اور تا قیامت یہ ہاتھ اس ہاتھ میں ہی رہنا تھا۔

(الحمدللہ،ختم شد)

رنگا رنگ کہانیوں سے سجا،خوبصورت اور دلکش

سوہنی ڈائجسٹ

SohniDigest.Com

اگر آپ بھی لکھ رہے ہیں اور اُردو قارئین کی تلاش میں ہیں تو اپنی کہانیاں Inpage میں کمپوز (ٹائپ) کر کے پورے اعتماد کے ساتھ سوہنی ڈائجسٹ میں بھیجئے۔نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

ابھی sohnidigest@gmai.com پر ای میل کریں۔

مہم رقسمی

بشریٰ سیال

www.digestkahani.pk

مہم رقسمی

بشریٰ سیال

www.digestkahani.pk